شرح سنن ابن ماجہ

تصنیف

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی

سوم جلد

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ و بارک ایامہ و لیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

شبیر برادرز

صحاح ستہ میں سے مشہور متن سنن ابن ماجہ کا اردو ترجمہ و مستند شرح

جلد سوئم

شرح سنن ابن ماجہ

تصنیف

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی

ترجمہ

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شرح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

شرح سنن ابن ماجہ (جلد اوّل)

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

ھو القادر

نام کتاب ——— شرح سنن ابن ماجہ
مترجم ——— ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
شرح ——— علامہ محمد لیاقت علی رضوی
کمپوزنگ ——— ورڈز میکر
باہتمام ——— ملک شبیر حسین
سن اشاعت ——— مئی 2015ء
طباعت ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ ——— مکمل 6 جلدیں

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
آفس: 042-37246006

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ذوہیب حسن بخاری

لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نام کتاب ——— شرح سنن ابن ماجہ
مترجم ——— ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر
شرح ——— علامہ محمد لیاقت علی رضوی
کمپوزنگ ——— ورڈز میکر
با اہتمام ——— ملک شبیر حسین
سن اشاعت ——— مئی 2015ء
طباعت ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ ——— مکمل 6 جلدیں

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر 40، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

ضروری التماس

قارئین کرام ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

كِتَابُ الطَّلَاق

كِتَابُ الْكَفَّارَاتِ

كِتَابُ التِّجَارَاتِ

مقدمہ رضویہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی نبی رحمۃ العالمین وعلٰی الہ الطیبین واصحابہ الطاہرین اجمعین۔

طبقات کتب حدیث کا بیان

احادیث کی جامع کتابوں کی مختلف مراتب ومنازل میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحت وقوت کے اعتبار سے کتب حدیث کے پانچ طبقات بتائے ہیں۔

کتب احادیث اور طبقہء اولیٰ کا بیان

وہ کتابیں ہیں جن کی جملہ احادیث حجت اور قابل استدلال ہیں بلکہ رتبہء صحت کو پہنچی ہوئی ہیں، جو حدیث قوی کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ اس طبقہ میں تقریباً وہ تمام کتابیں داخل ہیں جو اسمِ صحیح کے ساتھ موسوم ہیں۔ اور بعض ان کے علاوہ ہیں۔ جیسے صحیح امام بخاری، صحیح امام مسلم، موطا امام مالک، صحیح بن خزیمہ، صحیح بن حبان، صحیح ابی عوانہ الاسفرایئنی اور صحیح محمد بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی وغیرہ۔

کتب احادیث اور طبقہء ثانیہ کا بیان

وہ کتابیں ہیں جن کی احادیث اخذ واستدلال کے قابل ہیں، اگرچہ ساری حدیث صحت کے درجہ کو نہ پہنچی ہوں اور کسی حدیث کے حجت ہونے کے لئے اس کا رتبہء صحت کو پہنچا ضروری بھی نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث حسن بھی حجت اور قابل استدلال ہے۔ اس طبقہ میں یہ کتابیں ہیں: ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی کی سنن ابی داؤد۔ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی کی جامع (سنن ترمذی)۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی کی مجتبیٰ جس کو سنن صغریٰ اور مطلق نسائی بھی کہتے ہیں۔ مسند احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طبقہ میں ہے۔ اس لیے کہ اس میں جو بعض روایتیں ضعیف ہیں وہ حسن کے قریب ہیں۔

کتب احادیث اور طبقہء ثالثہ کا بیان

ان کتابوں کا ہے جس میں صحیح، حسن، ضعیف، معروف، شاذ، منکر، خطاء، صواب، ثابت اور مقلوب سب قسم کی حدیث ملتی ہیں۔ اوران کتابوں کو علماء کے درمیان زیادہ شہرت ومقبولیت حاصل نہ ہوئی ہو۔ ان کتابوں کی بعض روایتیں قابل استدلال ملتی ہیں اور

بعض نا قابل استدلال۔ جیسے سنن ابن ماجہ۔ مسند ابوداؤد طیالسی، مسند ابو یعلی الموصلی، مسند البزار، مصنف عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، مصنف ابوبکر بن شیبہ، سلیمان بن احمد طبرانی کی تینوں معاجم: المعجم الکبیر، (مطبوعہ) المعجم الصغیر (مطبوعہ) المعجم الاوسط (غیر مطبوعہ) احمد بن حسین بیہقی کی کتابیں: السنن الکبریٰ، دس جلدوں میں۔ (مطبوعہ) السنن الصغریٰ (نایاب ہے) الجامع المصنف فی شعب الایمان جو صرف شعب الایمان سے مشہور ہے (مطبوعہ ہے) سنن دار قطنی۔ ابونعیم کی الحلیہ تفسیر ابن مردویہ اور الدر المنثور وغیرہ۔ ان حضرات کا مقصد ان تمام روایتوں کو جمع کرنا ہے جو ان کو مل جائیں، تلخیص وتہذیب، اور قابل عمل روایات کا انتخاب ان کا مقصد نہیں۔

کتب احادیث اور طبقہ رابعہ کا بیان

ان کتابوں کا ہے جن کی ہر حدیث پر ضعف کا حکم لگایا جائے گا بشرطیکہ وہ حدیث صرف اس کتاب میں ہو۔ اوپر کے طبقات کی کتب میں نہ ہو، جیسے شیرویہ بن شہردار متوفی ھ کی کتاب فردوس الاخیار جس کا اختصار ان کے صاحبزادے شہردار بن شیرویہ بن شہردار متوفی ھ نے کیا ہے۔ جس کا نام مسند الدیلمی ہے، جو مطبوعہ ہے۔ خطیب بغدادی ابوبکر احمد بن علی کی کتابیں: تاریخ بغداد، الکفایۃ فی علم الروایۃ، (اصول حدیث میں) اقتضاء العلم والعمل، موضح اوہام الجمع والتفریق وغیرہ۔ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی کی کتابیں: حلیۃ الاولیاء طبقات الاصفیاء اور دلائل النبوۃ (مطبوعہ) وغیرہ۔ ابواسحاق جوزجانی احمد بن عبداللہ محدث شام کی کتابیں: کتاب فی الجرح والتعدیل، کتاب الضعفاء (غیر مطبوعہ) وغیرہ۔ حکیم ترمذی کی نوادر الاصول ابن عدی کی الکامل عقیلی کی کتاب الضعفاء تاریخ الخلفاء اور تاریخ ابن عساکر وغیرہ۔

کتب احادیث اور طبقہ خامسہ کا بیان

موضوعات کی کتابوں کا ہے، جن میں صرف احادیث موضوعہ ہی ذکر کی جاتی ہیں۔ علماء محققین، محدثین وناقدین نے بہت سی ایسی کتابیں لکھی ہیں جن میں وہ صرف احادیثِ موضوعہ کو تلاش کر کے لائے ہیں تاکہ عام اہل علم ان سے باخبر ہو کر دھوکہ میں آنے سے بچیں۔ چنانچہ علامہ ابن الجوزی کی الموضوعات الکبری اس سلسلہ کی مشہور کتاب ہے۔ اور جیسے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الضعیفہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی الموضوعات الکبری اور المصنوع فی معرفۃ الموضوع شیخ طاہر پٹنی کی تذکرۃ الموضوعات ابن عراق کی تنزیہ الشریعۃ عن الاخبار الشنیعۃ، ابن ابی الدنیا کی کتاب کتاب ذم الدنیا، علامہ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب موضوعات المصابیح وغیرہ۔

اوپر کی تفصیلات سے واضح ہے کہ صحاح ستہ میں سے صحیحین اور موطا امام مالک طبقہ اول میں داخل ہیں اور سنن ابن ماجہ طبقہ ثالث میں اور سنن ثلاثہ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) طبقہ ثانیہ میں۔ صحاح ستہ میں کوئی کتاب طبقہ رابعہ میں نہیں ہے۔

صحاح ستہ کے مابین فرق مراتب اور تعداد حدیث کا بیان

جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ اصح الستہ صحیح بخاری شریف ہے۔ اس کے بعد مسلم شریف کا درجہ ہے۔ پھر اس کے بعد ابوداؤد کا، پھر

ترمذی کا، پھر نسائی کا، بعض علماء کے نزدیک نسائی کا درجہ ترمذی سے بھی اونچا ہے۔ سب سے آخر میں سنن ابن ماجہ کا درجہ ہے۔ متقدمین کے یہاں سنن ابن ماجہ اصول وامہات کتب میں شامل نہیں ہے۔ ان کے یہاں صحاح ستہ کی بجائے صحاح خمسہ ہے۔ یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، سنن نسائی، ابن ماجہ کو انھوں نے نہیں لیا۔ ابن ماجہ کو صحیح ستہ میں سب سے پہلے علامہ ابن طاہر مقدسی نے داخل کیا ہے۔ بعض محدثین نے ابن ماجہ کی بجائے موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو سادس ستہ قرار دیا۔ جیسا کہ رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں۔ اور ابن الاثیر جزری نے جامع الاصول میں۔ ابن ماجہ کی جگہ موطا مالک کو لیا ہے۔ صحاح ستہ کا یہ تعارفی نوٹ یقیناً ناقص ہوگا جب تک کہ اس کے ساتھ ان کے مؤلفین کا سوانحی خاکہ سامنے نہ آئے، اس لئے قارئین کرام ایک نگاہ ادھر بھی ڈالتے چلئے۔

کتب احادیث اور بخاری کا بیان

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام محمد بن اسماعیل البخاری ہے۔ بخارہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ کم وبیش ایک ہزار شیوخ سے علم حدیث حاصل کئے۔ آپ نے بیشمار کتابیں لکھیں، جن میں ذیل کی کتابیں آپ کے انمٹ نقوش ہیں۔

(۱) کتاب الجامع الصحیح، (۲) کتاب الادب المفرد، (۳) کتاب برّ الوالدین، (۴) کتاب الہبہ، (۵) کتاب القرأۃ خلف الامام، (۶) کتاب رفع الیدین فی الصلوٰۃ، (۷) کتاب خلق افعال العباد، (۸) کتاب التاریخ الکبیر، (۹) کتاب التاریخ الاوسط، (۱۰) کتاب التاریخ الصغیر، (۱۱) کتاب الجامع الکبیر، (۱۲) کتاب المسند الکبیر، (۱۳) کتاب التفسیر الکبیر، (۱۴) کتاب الاشربۃ، (۱۵) کتاب العلل، (۱۶) کتاب اسامی الصحابۃ، (۱۷) کتاب الوحدان، (۱۸) کتاب المبسوط، (۱۹) کتاب الکنیٰ، (۲۰) کتاب الفوائد۔

ان کتابوں میں سب سے عظیم اور جلیل القدر تصنیف آپ کی جامع بخاری ہے، جس کو تمام دنیائے اسلام میں شہرت دوام حاصل ہے۔ آپ نے اپنی اس صحیح کا انتخاب چھ لاکھ احادیث سے فرمایا ہے، اور اس کتاب میں صرف انہی حدیثوں کو جگہ دیتے ہیں جن کے رواۃ پر نقد وجرح اور عدل وضبط کی حیثیت سے آپ کو شرح صدر اور کامل وثوق حاصل تھا۔ اس طرح یہ کتاب دنیائے اسلام میں اپنے نہج کی سب سے پہلی کتاب قرار پائی مکررات کے علاوہ آپ کی جامع کی حدیث کی تعداد ۴۰۰۰ ہے۔ اور اگر مکررات کو شامل کرلیا جائے تو اب یہ تعداد بڑھ کر ۷۵۶۳ ہوجائیں گی۔ (الخ)

بخاری کی سب سے بڑی کمائی ان کے تراجم میں ہے۔ تراجم میں لطیف اشارات، اور دقیق استنباط پائے جاتے ہیں، جس سے حضرت امام بخاری کی باریک بینی، بالغ نظری، اور اجتہادی شان ظاہر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بخاری شریف کے تراجم حل کرنے کے لئے محدثین کو باقاعدہ اصول وضوابط بنانے پڑے۔ سمرقند کے ایک چھوٹے سے گاؤں خرتنک میں میں وفات ہوئی۔

کتب احادیث اور مسلم کا بیان

مسلم شریف کے مصنف مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری ہیں: آپ کی ولادت نیشاپور میں ہوئی۔ آپ کا سب سے اہم

اور عظیم کارنامہ جامع صحیح مسلم ہے۔ جو حسن ترتیب، جودت نظم، اور دقائق اسناد میں بخاری سے بھی اونچی ہے۔ ایک مضمون کی جملہ روایتوں کو جمیع طرقہا یکجا، نہایت سلیقہ، اور عمدگی کے ساتھ بیان کردیتے ہیں۔ تاہم صحت وقوت میں بخاری شریف سے نیچے ہے۔ مکررات کے علاوہ کل حدیث چار ہزار ہیں۔

کتب احادیث اور ابوداؤد کا بیان

سنن ابی داؤد کے مصنف سلیمان بن الاشعث الازدی السجستانی ہیں۔ پانچ لاکھ حدیثوں میں سے چار ہزار آٹھ سو حدیثوں کا انتخاب کرکے اپنی سنن میں ذکر کیا۔ سنن ابی داؤد کی منجملہ دیگر خصوصیات کے سب سے اہم خصوصیت قول ابوداؤد ہے۔ اس لفظ سے امام ممدوح کا جو اختلاف رواۃ، یا اختلاف رواۃ فی الالفاظ کی طرف باریک ترین اشارہ ہوتا ہے اس کا سمجھنا ایک انتہائی اہم کام ہوتا ہے۔ اس سنن کے علاوہ آپ کی اور بھی دوسری تصانیف ہیں، جو درج ذیل ہیں۔

(۱) مراسیل ابی داؤد، یہ مختصر سا رسالہ ہے۔ جس میں آپ مرسل روایات ذکر کرتے ہیں۔ یہ کتاب سنن ابی داؤد کے بعض نسخوں کے ساتھ بھی ملحق ہے۔

(۲) الرد علی القدریہ، (۳) الناسخ والمنسوخ، (۴) ماتفرد بہ اہل الامصار، (۵) فضائل الانصار، (۶) مسند مالک بن انس، (۷) المسائل، (دیکھئے تہذیب) لیکن آپ کی جملہ تصانیف میں سنن ابی داؤد سب سے اعلیٰ وافضل ہے۔ بمقام بصرہ آپ کی وفات ہوئی۔

کتب احادیث اور ترمذی کا بیان

جامع ترمذی کے مصنف محمد بن عیسیٰ الترمذی ہیں۔ بمقام ترمذ آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ نے حدیث پاک کی مستند و معتبر ترین کتاب جامع ترمذی لکھی۔ اس کتاب کے تین نام ہیں: (۱) جامع ترمذی: جامع اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حدیث کے آٹھوں ابواب، سیرت نبوی، آداب اسلامی، تفسیر، عقائد، احادیث فتن، علامات قیامت، احکام اور مناقب کی روایتیں موجود ہے۔ (۲) سنن ترمذی: سنن اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں احکام شرعیہ سے تعلق رکھنے والی حدیثیں یعنی مستدلات فقہاء بیان کئے گئے ہیں۔ (۳) الجامع المعلل: معلل اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ایسی احادیث کی اسناد پر بحث کی گئی ہے جن میں کوئی خرابی پائی جاتی ہے۔ اصل نام جامع ترمذی ہی ہے۔ لیکن سنن ترمذی سے مشہور ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت روایات کی تخریج ہے۔ یعنی جب وہ کہتے ہیں کہ وفی الباب عن فلان تو جن روایتوں کا وہ حوالہ دیتے ہیں، ان کا مقام ومرتبہ جاننا اور ان کی تخریج کرنا بہت اہم کام ہے۔

کتب احادیث اور نسائی کا بیان

سنن نسائی کے مصنف احمد بن شعیب النسائی ہیں۔ ولادت خراسان کے ایک شہر نساء میں ہوئی۔ آپ کی سنن کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے اس میں روایتوں پر جو نقد کیا ہے اس کے مقابل کو سمجھنا بہت اہم ہے۔ مثلاً جب آپ فرماتے ہیں کہ ہذا الحدیث خطأ

تو اس کا جاننا مشکل ہوتا ہے کہ اس کا مقابل صواب کیا ہے؟ اس کے علاوہ آپ کے تراجم بھی بڑے اہم اور باریک ہوتے ہیں۔ میں آپ وفات پائے۔

کتب احادیث اور ابن ماجہ کا بیان

سنن ابن ماجہ کے مصنف ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ ہے۔ آپ نے جو سنن لکھی ہے، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نادر اور غریب حدیثیں موجود ہیں۔ اس میں بعض روایتیں ضعیف بھی ہیں۔

پانچوں طبقات کی کتابوں کے احکام کا بیان

مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: پہلے اور دوسرے طبقہ کی کتابوں پر محدثین کا اعتماد ہے، اور حضرات محدثین رحمۃ اللہ علیہ انہی دو کتابوں پر زیادہ قناعت کرتے ہیں۔ تیسرے طبقہ سے وہی لوگ برائے عمل روایات منتخب کر سکتے ہیں جو حاذق و ناقد ہیں۔ جن کو راویوں کے حالات اور اسانید کی خرابیاں معلوم ہیں اور اس طبقہ کی کتابوں سے بھی شواہد و متابعات لئے جاتے ہیں۔ چوتھے طبقہ کی روایتوں میں مشغول ہونا، ان کو جمع کرنا، اور ان سے مسائل مستنبط کرنا متاخرین کا ایک طرح کا غلو اور تعمق ہے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ گمراہ لوگوں مثلاً روافض اور معتزلہ کو انہی کتابوں سے مواد ہاتھ آتا ہے۔ لہٰذا اس طبقہ کی کتابوں سے علمی معرکوں میں استمداد و استدلال درست نہیں ہے۔ پانچویں درجہ کی کتابوں کی روایات دراصل دین میں بڑا فتنہ ہے جس سے بچنا بے حد ضروری ہے۔

مذکورہ بالا تفاصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حدیث پاک کی مختلف کتابیں ہیں، لیکن ان میں سب سے زیادہ مستند و معتبر صحاح ستہ ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر کتب حدیث بھی معتبر و قابل قدر ہیں۔ جن طبقات کی کتابوں کی روایتیں علماء کے یہاں مستند و معتبر ہیں انہیں حدیث نہ سمجھنا جہالت و تحکم ہے، کیوں کہ تمام صحیح حدیثوں کا انحصار صحیحین یا صحاح ستہ میں نہیں ہے۔ ان کے علاوہ بھی صحیح حدیثوں کا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے۔

محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق
جامعہ انوار مدینہ لاہور پاکستان

کِتَابُ الصِّیَامِ

یہ کتاب روزوں کے بیان میں ہے

صوم کے لغوی وشرعی معنی کا بیان

علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: لغت میں صوم اور صیام کے معنی ہیں امساک یعنی مطلقاً رکنا! اصطلاح شریعت میں ان الفاظ کا مفہوم ہے فجر سے غروب آفتاب تک روزہ کی نیت کے ساتھ کھانے پینے، جماع کرنے اور بدن کے اس حصے میں جو اندر کے حکم میں ہو کسی چیز کے داخل کرنے سے رکے رہنا نیز روزے دار مسلمان کے لئے اور حیض ونفاس سے پاک ہونا اس کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے۔ الصوم لغت عرب میں الامساک یعنی رکنے کو کہتے ہیں۔

شرعی اصطلاح میں طلوع فجر سے لے کر غروب شمس تک مفطرات یعنی روزہ توڑنے والی اشیاء سے نیت کے ساتھ رکنے کو روزہ کہا جاتا ہے۔

امت کا اجماع ہے کہ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہیں، اس کی دلیل مندرجہ ذیل فرمان باری تعالیٰ ہے: (اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کیے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو)۔

روزے کی فرضیت پر سنت نبویہ میں بھی دلائل پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک دلیل مندرجہ ذیل فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: (اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا) (فتح الباری (1/49))

روزے کا معنی رکنے کی دلیل لغت کا بیان

فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا ۔(مریم، ۲۶)

تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔

میں آج روزے سے ہوں یا تو مراد یہ ہے کہ ان کے روزے میں کلام ممنوع تھا یا یہ کہ میں نے بولنے سے ہی روزہ رکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس دو شخص آئے۔ ایک نے تو سلام کیا، دوسرے نے نہ کیا آپ نے پوچھا اس کی کیا وجہ؟ لوگوں نے کہا اس نے قسم کھائی ہے کہ آج یہ کسی سے بات نہ کرے گا آپ نے فرمایا اسے توڑ دے سلام کلام شروع کر یہ تو صرف حضرت مریم علیہا السلام کے لئے ہی تھا کیونکہ اللہ کو آپ کی صداقت وکرامت ثابت کرنا منظور تھی اس لئے اسے عذر بنا دیا تھا

حضرت عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں تو آپ نے کہا میں کیسے نہ گھبراؤں خاوند والی میں نہیں، کسی کی ملکیت کی لونڈی باندی میں نہیں مجھے دنیا نہ کہے گی کہ یہ بچہ کیسے ہوا؟

میں لوگوں کے سامنے کیا جواب دے سکوں گی؟ کون سا عذر پیش کر سکوں گی؟ ہائے کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی کاش کہ میں نسیا منسیا ہوگئی ہوتی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اماں آپ کو کسی سے بولنے کی ضرورت نہیں میں آپ ان سب سے نبٹ لوں گا آپ تو انہیں صرف یہ سمجھا دینا کہ آج سے آپ نے چپ رہنے کی نذر مان لی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، مریم، ۲۶)

علامہ قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: روزے کی تعریف یہ ہے کہ **الامساك عن المفطرات مع اقتران النية به من طلوع الفجر الى غروب الشمس.** (القرطبی)

روزے کی نیت کے ساتھ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہر قسم کے مفطرات سے رک جانا روزہ ہے۔

روزے کی فرضیت کی تاریخ واہمیت کا بیان

ماہ رمضان کے روزے ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد شعبان کے مہینے میں تحویل قبلہ کے دس روز بعد فرض کیے گئے بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے قبل کوئی روزہ فرض نہیں تھا جب کہ بعض حضرات کا قول ہے کہ اس سے قبل بھی کچھ ایام کے روزے فرض تھے جو اس ماہ رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد منسوخ ہو گئے۔ چنانچہ بعض حضرات کے نزدیک تو عاشورا محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ فرض تھا اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ ایام بیض (قمری مہینے کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں راتوں کے دن) کے روزے فرض تھے۔ رمضان کے روزے کی فرضیت کے ابتدائی دنوں میں بعض احکام بہت سخت تھے مثلاً غروب آفتاب کے بعد سونے سے پہلے کھانے پینے کی اجازت تھی مگر سونے کے بعد کچھ بھی کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی۔ چاہے کوئی شخص بغیر کھائے پیے ہی کیوں نہ سو گیا ہو، اسی طرح جماع کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت میں جائز نہ تھا۔ مگر جب یہ احکام مسلمانوں پر بہت شاق گزرے اور ان احکام کی وجہ سے کئی واقعات بھی پیش آئے تو یہ احکام منسوخ کر دیئے گئے اور کوئی سختی باقی نہ رہی۔

اسلام کے جو پانچ بنیادی ارکان ہیں ان میں روزے کا تیسرا درجہ ہے گویا روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے اس اہم رکن کی جو تاکید اور بیش از بیش اہمیت ہے اسے ماہرین شریعت ہی بخوبی جان سکتے ہیں روزے کا انکار کرنے والا کافر اور اس کا تارک فاسق اور اشد گنہگار ہوتا ہے چنانچہ درمختار کے باب **مایفسد الصوم** میں یہ مسئلہ اور حکم نقل کیا گیا ہے کہ **ولو اكل عمداً اشهرة بلا علذر يقتل**، جو شخص رمضان میں بلا عذر علی الاعلان کھاتا پیتا نظر آئے اسے قتل کر دیا جائے۔

روزہ کی فضیلت کے بارے میں صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہے کہ بعض علماء نے اس اہم ترین اور باعظمت رکن کے بے انتہا فضائل دیکھ کر اس کو نماز جیسی عظیم الشان عبادت پر ترجیح اور فضیلت دی ہے اگرچہ یہ بعض ہی علماء کا قول ہے جب کہ اکثر علماء کا مسلک یہی ہے کہ نماز تمام اعمال سے افضل ہے اور اسے روزہ پر بھی ترجیح وفضیلت حاصل ہے مگر بتانا تو صرف یہ ہے کہ جب اس بات میں علماء کے ہاں اختلاف ہے کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ تو اب ظاہر ہے کہ نماز کے علاوہ اور کوئی بھی دوسرا عمل اور دوسرا رکن روزے کی ہمسری نہیں کر سکتا۔

قرآن کے مطابق روزے کی فرضیت کا بیان

(۱) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔

(۲) فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۔ تم میں سے جو اس ماہ کو پائے وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔

تفاسیر وآثار صحابہ کے مطابق فرضیت روزے کا بیان

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ عطاء قتادہ ضحاک کا فرمان ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے ہر مہینہ میں تین روزوں کا حکم تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے بدلا اوران پر اس مبارک مہینہ کے روزے فرض ہوئے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگلی امتوں پر بھی ایک مہینہ کامل کے روزے فرض تھے۔ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ رمضان کے روزے تم سے پہلے کی امتوں پر بھی فرض تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں کو یہ حکم تھا کہ جب وہ عشاء کی نماز ادا کرلیں اور سو جائیں تو ان پر کھانا پینا عورتوں سے مباشرت کرنا حرام ہو جاتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگلے لوگوں سے مراد اہل کتاب ہیں۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ تم میں سے جو شخص ماہ رمضان میں بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اس حالت میں روزے چھوڑ دے مشقت نہ اٹھائے اور اس کے بعد اور دنوں میں جبکہ یہ عذر ہٹ جائیں قضا کرلیں، ہاں ابتداء اسلام میں جو شخص تندرست ہو اور مسافر بھی نہ ہو اسے بھی اختیار تھا خواہ روزہ رکھے خواہ نہ رکھے مگر فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دے اگر ایک سے زیادہ کو کھلائے تو افضل تھا گو روزہ رکھنا فدیہ دینے سے زیادہ بہتر تھا۔

ابن مسعود ابن عباس مجاہد طاؤس مقاتل وغیرہ یہی فرماتے ہیں مسند احمد میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز کی اور روزے کی تین حالتیں بدلی گئیں پہلے تو سولہ سترہ مہینہ تک مدینہ میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف نماز ادا کی پھر "قد نری" والی آیت آئی اور مکہ شریف کی طرف آپ نے منہ پھیرا۔ دوسری تبدیلی یہ ہوئی کہ نماز کے لئے ایک دوسرے کو پکارتا تھا اور جمع ہو جاتے تھے لیکن اس سے آخر عاجز آ گئے پھر ایک انصاری حضرت عبداللہ بن زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خواب میں دیکھا لیکن وہ خواب گویا بیداری کی سی حالت میں تھا کہ ایک شخص سبز رنگ کا حلہ پہنے ہوئے ہے اور قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کہہ رہا ہے آیت اللہ اکبر اللہ اکبر اشھدان لا الہ الا اللہ دوبارہ یونہی اذان پوری کی پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے تکبیر کہی جس میں آیت قد قامت الصلوٰۃ بھی دو مرتبہ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ سکھاؤ وہ اذان کہیں گے چنانچہ سب سے پہلے حضرت بلال نے اذان کہی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے بھی آ کر اپنا یہی خواب بیان کیا تھا۔ لیکن ان سے پہلے حضرت زید آ چکے تھے۔ تیسری

بدل گئی تو یوں کہ پہلے یہ دستور تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں کوئی آیا پوچھا کہ کتنی رکعتیں ہو چکی ہیں تو وہ کسی سے دریافت کرتا کہ کتنی رکعتیں ہو چکی ہیں وہ جواب دیتا کہ اتنی رکعتیں پڑھ لی ہیں وہ اتنی رکعتیں ادا کرتا پھر حضور کے ساتھ مل جاتا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ آئے اور کہنے لگے کہ میں حضور کو جس حال میں پاؤں گا اسی میں مل جاؤں گا اور جو نماز چھوٹ گئی ہے اسے حضور کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کروں گا چنانچہ انہوں نے یہی کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کے بعد چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا معاذ نے تمہارے لئے یہ اچھا طریقہ نکالا ہے تم بھی اب یونہی کیا کرو، یہ تین تبدیلیاں تو نماز کی ہوئیں، روزوں کی تبدیلیاں سنئے

اول جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے اور عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آیت (کتب علیکم الصیام) الخ نازل فرما کر رمضان کے روزے فرض کئے۔

دوسرا ابتدائی یہ حکم تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے اور فدیہ دے دے پھر یہ آیت (فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ) تم میں سے جو شخص رمضان کے مہینے میں قیام کی حالت میں ہو وہ روزہ رکھا کرے پس جو شخص مقیم ہو مسافر نہ ہو تندرست ہو بیمار نہ ہو اس پر روزہ رکھنا ضروری ہو گیا ہاں بیمار اور مسافر کے لئے رخصت ملی اور ایسا بوڑھا انتہائی جو روزے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو اسے بھی رخصت دی گئی۔ تیسری حالت یہ ہے کہ ابتداء میں کھانا پینا عورتوں کے پاس آنا سونے سے پہلے پہلے جائز تھا سو گیا تو پھر گو رات کو ہی جاگے لیکن کھانا پینا اور جماع اس کے لئے منع تھا پھر صرمہ نامی ایک انصاری صحابی دن بھر کام کاج کر کے رات کو تھکے ہارے گھر آئے عشاء کی نماز ادا کی اور نیند آ گئی دوسرے دن کچھ کھائے پئے بغیر روزہ رکھا لیکن حالت بہت نازک ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا بات؟ تو انہوں نے سارا واقعہ کہہ دیا، ادھر یہ واقعہ تو ان کے ساتھ ہوا ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سو جانے کے بعد اپنی بیوی صاحبہ سے مجامعت کر لی اور حضور کے پاس آ کر حسرت وافسوس کے ساتھ اپنے اس قصور کا اقرار کیا جس پر آیت (احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم) سے (ثم اتموا الصیام الی الیل) تک نازل ہوئی اور مغرب کے بعد سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور مجامعت کرنے کی رخصت دے دی گئی، بخاری مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ پہلے عاشورہ کا روزہ رکھا جاتا جب رمضان کی فرضیت نازل ہوئی تو اب ضروری نہ رہا جو چاہتا رکھ لیتا جو نہ چاہتا نہ رکھتا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے۔ آیت (وعلی الذین یطیقونہ) کا مطلب حضرت معاذ بیان فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں جو چاہتا روزہ رکھتا جو چاہتا نہ رکھتا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا۔

حضرت سلمہ بن اکوع سے بھی صحیح بخاری میں ایک روایت آئی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت جو شخص چاہتا افطار کرتا اور فدیہ دے دیتا یہاں تک کہ اس کے بعد کی آیت اتری اور یہ منسوخ ہوئی، حضرت ابن عمر بھی اسے منسوخ کہتے ہیں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ منسوخ نہیں مراد اس سے بوڑھا مرد اور بڑھیا عورت ہے جسے روزے کی طاقت نہ ہو،

ابن ابی لیلیٰ، کہتے ہیں عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رمضان میں گیا دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ

حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اس آیت نے پہلی آیت کا حکم منسوخ کردیا، اب یہ حکم صرف بہت زیادہ بیطاقت بوڑھے بڑے کے لئے ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص مقیم ہو اور تندرست ہو اس کے لئے یہ حکم نہیں بلکہ اسے روزہ ہی رکھنا ہوگا ہاں ایسے بوڑھے، بڑے معمر اور کمزور آدمی جنہیں روزے کی طاقت ہی نہ ہو روزہ نہ رکھیں اور نہ ان پر قضا ضروری ہے لیکن اگر وہ مالدار ہوں تو آیا نہیں کفارہ بھی دینا پڑے گا یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

امام شافعی کا ایک قول تو یہ ہے کہ چونکہ اس میں روزے کی طاقت نہیں لہذا یہ بھی مثل بچے کے ہے نہ اس پر کفارہ ہے نہ اس پر قضا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، دوسرا قول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ کہ اس کے ذمہ کفارہ ہے، اکثر علماء کرام کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی تفسیروں سے بھی یہی ثابت ہوا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ مسئلہ بھی یہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بہت بڑی عمر والا بوڑھا جسے روزے کی طاقت نہ ہو تو فدیہ دے دے جیسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی بڑی عمر میں بڑھاپے کے آخری دنوں میں سال دو سال تک روزہ نہ رکھا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو روٹی گوشت کھلا دیا کرے، مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو گئے تو گوشت روٹی تیار کر کے تیس مسکینوں کو بلا کر کھلا دیا کرتے، اسی طرح حمل والی اور دودھ پلانے والی عورت کے بارے میں جب انہیں اپنی جان کا یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو علماء میں سخت اختلاف ہے، بعض تو کہتے ہیں کہ وہ روزہ نہ رکھیں فدیہ دے دیں اور جب خوف ہٹ جائے قضا بھی کر لیں بعض کہتے ہیں صرف فدیہ ہے قضا نہ کریں، بعض کہتے ہیں قضا کر لیں فدیہ نہیں اور بعض کا قول ہے کہ نہ روزہ رکھیں نہ فدیہ نہ قضا کریں۔ (تفسیر جامع البیان، ابن کثیر، بیروت)

احادیث کے مطابق فرضیت صوم کا بیان

امام بخاری و مسلم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور نماز پڑھنا، اور زکوٰۃ دینا، اور بیت اللہ کا حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح بخاری و مسلم، سنن اربعہ)

مذاہب اربعہ کے مطابق فرضیت صوم کا بیان:

ائمہ اربعہ کے نزدیک بہ اجماع روزہ فرض ہے۔ اور اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ یہاں تک فقہی مذاہب کے علاوہ اگر اسلام کے سوا دوسرے مذاہب کا جائزہ لیں تو ان کے نزدیک بھی روزے کی مختلف کیفیات ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

روزے کا تصور کم وبیش ہر مذہب اور ہر قوم میں موجود رہا ہے اور اب بھی ہے مگر اسلام میں روزے کا تصور یکسر جداگانہ، منفرد اور مختلف ہے جبکہ دوسرے مذاہب روزے کی اصل مقصدیت سے صرف نظر کرتے ہوئے روزے کو اپنے مخصوص مفادات کے لیے محدود کر لیتے تھے مگر اسلام نے اس میدان میں بھی انسانیت کو روزے کے ذریعے ایک نظام تربیت دیا۔ دنیا کا ہر مذہب کسی نہ کسی

صورت میں تزکیہ نفس اور روحانی طہارت کی اہمیت کو اُجاگر کرتا رہا ہے مگر ان کے ہاں اس کے مختلف انداز اور طریقے ہیں مثلاً ہندوؤں کے ہاں پوجا کا تصور ہے، عیسائیوں کے ہاں رہبانیت کا رجحان ہے تو یونانی ترکِ دنیا کے قائل ہیں اور بدھ مت جملہ خواہشات کو قطعاً فنا کر دینے کے خواہاں ہیں لیکن اسلام ایک ایسا سادہ اور آسان دین ہے جو ان تمام خرافات اور افراط وتفریط سے پاک ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تقویٰ اور تزکیہ نفس کے لیے ارکانِ اسلام کی صورت میں ایک ایسا پانچ نکاتی لائحہ عمل عطا کر دیا جو فطرتاً انسان سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت سادہ، آسان اور قابل عمل بھی ہے۔

علاوہ ازیں مختلف مذاہب میں روزہ رکھنے کے مکلف بھی مختلف طبقات میں موجود ہیں مثلاً پارسیوں کے ہاں صرف مذہبی پیشوا، ہندوؤں میں برہمن اور یونانیوں کے ہاں صرف عورتیں روزے رکھنے کی پابند ہیں جبکہ ان کے اوقات روزہ میں بھی اختلاف اور افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔

روزے کی فرضیت کی حکمتوں کا بیان

کسی بھی عبادت اور کسی بھی عمل کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل ہو جائے اور پروردگار کی رحمت کاملہ اس عمل اور عبادت کرنے والے کو دین اور دنیا دونوں جگہ اپنی آغوش میں چھپا لے ظاہر ہے کہ اس اعتبار سے روزہ کا فائدہ بھی بڑا ہی عظیم الشان ہوگا مگر اس کے علاوہ روزے کے کچھ اور بھی روحانی اور دینی فوائد ہیں جو اپنی اہمیت وعظمت کے اعتبار سے قابل ذکر ہیں لہٰذا ان میں سے کچھ فائدے بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱) روزے کی وجہ سے خاطر جمعی اور قلبی سکون حاصل ہوتا ہے نفس امارہ کی تیزی وتندی جاتی رہتی ہے، اعضاء جسمانی اور بطور خاص وہ اعضاء جن کا نیکی اور بدی سے براہ راست تعلق ہوتا ہے جیسے ہاتھ، آنکھ، زبان، کان اور ستر وغیرہ سست ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے گناہ کی خواہش کم ہو جاتی ہے اور معصیت کی طرف رجحان ہلکا پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جب نفس بھوکا ہوتا ہے تو تمام اعضاء سیر ہوتے ہیں یعنی انہیں اپنے کام کی رغبت نہیں ہوتی اور جب نفس سیر ہوتا ہے تو تمام اعضاء بھوکے ہوتے ہیں انہیں اپنے کام کی طرف رغبت ہوتی ہے اس قول کو وضاحت کے ساتھ یوں سمجھ لیجئے کہ جسم کے جتنے اعضاء ہیں قدرت نے انہیں اپنے مخصوص کاموں کے لئے پیدا کیا ہے مثلاً آنکھ کی تخلیق دیکھنے کے لیے ہوئی ہے گویا آنکھ کا کام دیکھنا ہے لہٰذا بھوک کی حالت میں کسی بھی چیز کو دیکھنے کی طرف راغب نہیں ہوتی ہاں جب پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے تو آنکھ اپنا کام بڑی رغبت کے ساتھ کرتی ہے اور ہر جائز وناجائز چیز کو دیکھنے کی خواہش کرتی ہے اسی پر بقیہ اعضاء کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

(۲) روزہ کی وجہ سے دل کدورتوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے کیونکہ دل کی کدورت آنکھ، زبان اور دوسرے اعضاء کے فضول کاموں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یعنی زبان کا ضرورت وحاجت سے زیادہ کلام کرنا، آنکھوں کا بلاضرورت دیکھنا، اسی طرح دوسرے اعضاء کا ضرورت سے زیادہ اپنے کام میں مشغول رہنا افسردگی دل اور رنجش قلب کا باعث ہے اور ظاہر ہے کہ روزہ دار فضول گوئی اور فضول کاموں سے بچا رہتا ہے بدیں وجہ اس کا دل صاف اور مطمئن رہتا ہے اس طرح پاکیزگی دل اور اطمینان قلب اچھے ونیک کاموں کی طرف میلان ورغبت اور درجات عالیہ کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔

(۳) روزہ مساکین وغرباء کے ساتھ حسن سلوک اور ترحم کا سبب ہوتا ہے کیونکہ جو شخص کسی وقت بھوک کا غم جھیل چکا ہوتا ہے اسے اکثر و بیشتر وہ کربناک حالت یاد آتی ہے چنانچہ وہ جب کسی شخص کو بھوکا دیکھتا ہے تو اسے خود اپنی بھوک کی وہ حالت یاد آ جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کا جذبہ ترحم امنڈ آتا ہے۔

(۴) روزہ دار اپنے روزہ کی حالت میں گویا فقراء مساکین کی حالت بھوک کی مطابقت کرتا ہے بایں طور کہ جس اذیت اور تکلیف میں وہ مبتلا ہوتے ہیں۔ اسی تکلیف اور مشقت کو روزہ دار بھی برداشت کرتا ہے اس وجہ سے اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے جیسا کہ ایک بزرگ بشر حافی کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں جاڑے کے موسم میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ بیٹھے ہوئے کانپ رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس اتنے کپڑے موجود تھے جو ان کو سردی سے بچا سکتے تھے۔ مگر وہ کپڑے الگ رکھے ہوئے تھے۔ اس شخص نے یہ صورت حال دیکھ کر ان سے بڑے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے سردی کی اس حالت میں اپنے کپڑے الگ رکھ چھوڑے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے بھائی فقراء و مساکین کی تعداد بہت زیادہ ہے مجھ میں اتنی استطاعت نہیں ہے کہ میں ان کے کپڑوں کا انتظام کروں لہٰذا (جو چیز میرے اختیار میں ہے اسی کو غنیمت جانتا ہوں کہ) جس طرح وہ لوگ سردی کی تکلیف برداشت کر رہے ہیں اس طرح میں بھی سردی کی تکلیف برداشت کر رہا ہوں اس طرح میں بھی ان کی مطابقت کر رہا ہوں۔

یہی جذبہ ہمیں ان اولیاء عارفین کی زندگیوں میں بھی ملتا ہے جن کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کھانے کے وقت ہر ہر لقمہ پر یہ دعائیہ کلمات کہا کرتے تھے۔ اللّٰھم لا تواخذنی بحق الجائعین۔ اے اللہ مجھ سے بھوکوں کے حق کے بارے میں مواخذہ نہ کیجئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ جب قحط سالی نے پورے ملک کو اپنے مہیب سایہ میں لے لیا باوجودیکہ خود ان کے پاس بے انتہا غلہ کا ذخیرہ تھا مگر وہ صرف اس لیے پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے کہ کہیں بھوکوں کا خیال دل سے اتر نہ جائے نیز یہ انہیں اس طرح بھوکوں اور قحط زدہ عوام کی تکلیف و مصیبت سے مشابہت اور مطابقت حاصل رہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب ماہ رمضان شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں نیز شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ ایک اور روایت کے الفاظ آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کی بجائے یہ ہیں کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں سے اس بات کی طرف کنایہ مقصود ہے کہ اس ماہ مقدس کے شروع ہوتے ہی باری تعالیٰ کی پے درپے رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے اور بندوں کے اعمال بغیر کسی مانع اور رکاوٹ کے صعود کرتے ہیں نیز باب قبولیت واجب ہو جاتا ہے کہ بندہ جو دعا مانگتا ہے بارگاہ الوہیت میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوتی ہے۔

جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں سے اس طرف کنایہ مقصود ہے کہ بندہ کو ان نیک اور اچھے کاموں کی توفیق عطا فرمائی جاتی ہے جو دخول جنت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں سے اس بات کی طرف کنایہ مقصود ہے کہ روزہ دار ایسے کاموں سے بچا رہتا ہے جو دوزخ میں داخل ہونے کا باعث ہوتے ہیں اور یہ ظاہر ہی ہے روزہ دار کبیرہ گناہوں سے محفوظ و مامون رہتا ہے اور جو صغیرہ گناہ ہوتے ہیں وہ اس کے روزے کی برکت سے بخش دیئے جاتے ہیں۔

شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے کا مطلب یہ ہے کہ ان شیاطین کو جو سرکش و سرغنہ ہوتے ہیں زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے اور ان کی وہ قوت سلب کر لی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بندوں کو بہکانے پر قادر ہوتے ہیں۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ جملہ دراصل اس بات کی طرف کنایہ ہے کہ ماہ رمضان میں شیاطین لوگوں کو بہکانے سے باز رہتے ہیں اور بندے نہ صرف یہ کہ ان کے وسوسوں اور ان کے اوہام کو قبول نہیں کرتے بلکہ ان کے مکر و فریب کے جال میں پھنستے بھی نہیں اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ روزہ کی وجہ سے انسان کی قوت حیوانیہ مغلوب ہو جاتی ہے جو غیظ و غضب اور شہوت کی جڑ ہے اور طرح طرح کے گناہوں کا باعث ہوتی ہے اس کے برخلاف قوت عقلیہ غالب اور قوی ہو جاتی ہے جو طاعات اور نیکی کا باعث ہوتی ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ رمضان میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت گناہ کم صادر ہوتے ہیں اور عبادات و طاعات میں زیادتی ہوتی ہے۔

جنت میں داخل ہونے کے لیے روزہ داروں کا مخصوص دروازہ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان رکھا گیا اور اس دروازے سے صرف روزہ داروں کا داخلہ ہی ہو سکے گا۔ (بخاری ومسلم)

روزے کے بعض فضائل کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایمان کے ساتھ (یعنی شریعت کو سچ جانتے ہوئے اور فرضیت رمضان کا اعتقاد رکھتے ہوئے) اور طلب ثواب کی خاطر (یعنی کسی خوف یا ریاء کے طور پر نہیں بلکہ خالصۃ للہ) رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے نیز جو شخص ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کی خاطر رمضان میں کھڑا ہوا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے اسی طرح جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ (یعنی شب قدر کی حقیقت کا ایمان و اعتقاد رکھتے ہوئے) اور طلب ثواب کی خاطر کھڑا ہوا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے۔ (بخاری ومسلم)

رمضان میں کھڑا ہونے، سے مراد یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھے، تلاوت قرآن کریم اور ذکر اللہ وغیرہ میں مشغول رہے نیز اگر حرم شریف میں ہو تو طواف و عمرہ کرے یا اسی طرح کی دوسری عبادات میں اپنے آپ کو مصروف رکھے۔

شب قدر میں کھڑا ہونے، کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر عبادت خداوندی اور ذکر اللہ میں مشغول رہے خواہ اس رات کے شب قدر ہونے کا اسے علم ہو یا نہ ہو۔

غفر له ماتقدم من ذنبه ۔ تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے۔ کے بارے میں علامہ نووی فرماتے ہیں کہ مکفرات (یعنی وہ اعمال جو گناہوں کو ختم کرنے والے ہوتے ہیں) صغیرہ گناہوں کو تو مٹا ڈالتے ہیں اور کبیرہ گناہوں کو ہلکا کر دیتے ہیں اگر کسی خوش نصیب کے نامہ اعمال میں گناہ کا وجود نہیں ہوتا تو پھر مکفرات کی وجہ سے جنت میں اس کے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بنی آدم کے ہر نیک عمل کا ثواب زیادہ کیا جاتا ہے بایں طور کہ ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مگر روزہ کہ وہ میرے ہی لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا (یعنی روزہ کی جو جزا ہے اسے میں ہی جانتا ہوں اور وہ روزہ دار کو میں خود ہی دوں اس بارے میں کوئی دوسرا یعنی فرشتہ بھی واسطہ نہیں ہوگا کیونکہ روزہ دار) اپنی خواہش اور اپنا کھانا صرف میرے لیے ہی چھوڑتا ہے (یعنی وہ میرے حکم کی بجا آوری میری رضا و خوشنودی کی خاطر اور میرے ثواب کی طلب کے لیے روزہ رکھتا ہے) روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو روزہ کھولنے کے وقت اور دوسری خوشی (ثواب ملنے کی وجہ سے) اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت، یاد رکھو روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ لطف اور پسندیدہ ہے اور روزہ سپر ہے (کہ اس کی وجہ سے بندہ دنیا میں شیطان کے شر و فریب سے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ رہتا ہے) لہٰذا جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو تو وہ نہ فحش باتیں کرے اور نہ بے ہودگی کے ساتھ اپنی آواز بلند کرے اور اگر کوئی (نادان جاہل) اسے برا کہے یا اس سے لڑنے جھگڑنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ وہ کہدے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (بخاری ومسلم)

نیک عمل کے اجر کے سلسلے میں ادنیٰ درجہ دس ہے کہ نیکی تو ایک ہو مگر ثواب اس کا دس گنا ملے، پھر اس کے بعد نیک عمل کرنے والے کے صدق خلوص پر انحصار ہوتا ہے کہ اس کی ریاضت و مجاہدہ اور اس کے خلوص و صدق نیت میں جتنی پختگی اور کمال بڑھتا رہتا ہے اسی طرح اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ بعض حالات میں ایک نیکی پر سات سو گنا ثواب ملتا ہے گویا یہ آخری درجہ ہے لیکن بعض مقامات و اوقات ایسے بھی ہیں جہاں کی جانے والی ایک نیکی اس سے بھی زیادہ اجر و ثواب سے نوازی جاتی ہے چنانچہ منقول ہے کہ مکہ میں ایک نیک عمل کے بدلے میں ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ الا الصوم (مگر روزہ) جیسے ثواب کی اہمیت وفضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ کا ثواب بے انتہاء اور لامحدود ہے جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِي فَضْلِ الصِّيَامِ

یہ باب روزوں کی فضیلت کے بیان میں ہے

روزے کی جزاء لامحدود ہونے کا بیان

1638- حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ مَا شَآءَ اللّٰهُ يَقُوْلُ اللّٰهُ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"ابن آدم کے ہر عمل کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو لیکن اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے روزے کا حکم مختلف ہے وہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔ آدمی میرے لیے اپنی خواہش کو اپنے کھانے کو چھوڑ دیتا ہے روزہ دار شخص کو دو خوشیاں نصیب ہوں گی ایک خوشی افطاری کے وقت اور ایک خوشی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری کے وقت اور روزہ دار شخص کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

شرح

نیک عمل کے اجر کے سلسلے میں ادنیٰ درجہ دس ہے کہ نیکی تو ایک ہو مگر ثواب اس کا دس گناہ ملے، پھر اس کے بعد نیک عمل کرنے والے کے صدق خلوص پر انحصار ہوتا ہے کہ اس کی ریاضت ومجاہدہ اور اس کے خلوص وصدق نیت میں جتنی پختگی اور کمال بڑھتا رہتا ہے اسی طرح اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ بعض حالات میں ایک نیکی پر سات سو گناہ ثواب ملتا ہے گویا یہ آخری درجہ ہے لیکن بعض مقامات واوقات ایسے بھی ہیں جہاں کی جانے والی ایک نیکی اس سے بھی زیادہ اجر وثواب سے نوازی جاتی ہے چنانچہ منقول ہے کہ مکہ میں ایک نیک عمل کے بدلے میں ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ الا الصوم (مگر روزہ) سے ثواب کی اہمیت وفضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ کا ثواب بے انتہاء اور لامحدود ہے جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

روزہ اور اس کے ثواب کی اس فضیلت کے دو سبب ہیں اول تو یہ کہ روزہ دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتا ہے، دوسری عبادتوں کے برخلاف کہ ان میں یہ وصف نہیں ہے جتنی بھی عبادات ہیں وہ کسی نہ کسی طرح لوگوں کی نگاہوں کے سامنے آتی ہیں جب کہ روزہ ہی ایک ایسی عبادت ہے جس کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے سوا صرف روزہ دار ہی کو ہوتا ہے۔ لہٰذا روزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی

1638 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2701 اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث 3823

کے لئے ہوتا ہے کہ اس میں ریاء اور نمائش کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد فانہ لی کے ذریعے اسی طرف اشارہ فرمایا کہ روزہ خاص میرے ہی لئے ہے کیونکہ روزہ تو صورۃ اپنے لئے وجود نہیں رکھتا جب کہ دوسری عبادتیں صورتا اپنے لئے وجود رکھتی ہیں۔ دوم یہ کہ روزہ میں نفس کشی اور جسم و بدن کا ہلکان ونقصان ہے نیز روزہ کی حالت میں انتہائی کرب وتکلیف کی صورتیں بھوک و پیاس پیش آتی ہیں اور ان پر صبر کرنا پڑتا ہے جب کہ دوسری عبادتوں میں نہ اتنی تکلیف ومشقت ہوتی ہے اور نہ اپنی خواہش وطبیعت پر اتنا جبر چنانچہ باری تعالیٰ نے اپنے ارشاد یدع شہوتہ کے ذریعے اسی طرف اشارہ فرمایا کہ روزہ دار اپنی خواہش کو چھوڑ دیتا ہے یعنی روزہ کی حالت میں جو چیزیں ممنوع ہیں وہ ان سب سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔ لفظ شہوتہ کے بعد لفظ طعامہ کا ذکر کیا تو تخصیص بعد تعمیم کے طور پر ہے یا پھر شہوت سے مراد تو جماع ہے اور طعام سے جماع کے علاوہ دوسری چیزیں مراد ہیں جو روزہ کو توڑنے والی ہوتی ہیں۔ افطار کے وقت روزہ دار کو خوشی دو وجہ سے ہوسکتی ہے یا تو اس لئے کہ وہی وہ وقت ہوتا ہے جب کہ روزہ دار اپنے آپ کو اللہ رب العزت کے حکم اور اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ محسوس کرتا ہے، یا پھر یہ کہ وہ عبادت کی توفیق اور اس کی نورانیت کی وجہ سے اپنے آپ کو مطمئن ومسرور محسوس کرتا ہے، جو ظاہر ہے کہ خوشی کا سبب ہے اس کے علاوہ دنیاوی اور جسمانی طور پر بھی یوں خوشی محسوس ہوتی ہے کہ دن بھر کی بھوک و پیاس کے بعد اسے کھانے پینے کو ملتا ہے۔

حدیث کے آخری جملے کے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی شخص روزہ دار کو برا بھلا کہے یا اس سے لڑنے کا ارادہ کرے تو وہ اس شخص کو انتقاما برا بھلا نہ کہے اور نہ اس سے لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو جائے بلکہ اس شخص سے یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں اور یہ بات یا تو زبان سے کہے تاکہ دشمن اپنے ناپاک ارادوں سے باز رہے کیونکہ جب روزہ دار اپنے مقابل سے یہ کہے گا کہ میں روزہ دار ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں چونکہ روزہ دار ہوں اس لئے میرے لئے تو یہ جائز نہیں کہ میں تم سے لڑوں جھگڑوں اور جب میں خود لڑنے جھگڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں تو تمہارے لئے بھی یہ مناسب نہیں ہے کہ ایسی صورت میں تم مجھ سے لڑائی جھگڑے کا ارادہ کرو کیونکہ یہ اصول ومروت کے خلاف ہے ظاہر ہے کہ یہ انداز اور پیرایہ دشمن کو مجبور کرے گا کہ وہ اپنے غلط ارادوں سے باز رہے۔ یا اس کے یہ معنی ہوں کہ میں چونکہ روزہ دار ہوں اس لئے اس وقت تمہارے لئے زبان درازی مناسب اور لائق نہیں کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور اس کی حفاظت میں ہوں۔ یا پھر یہ کہ ایسے موقع پر روزہ دار اپنے دل میں یہ کہہ لے کہ میں روزہ دار ہوں میرے لئے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ میں روزہ حالت میں کسی سے لڑائی جھگڑا کروں یا کسی کو اپنی زبان سے برا کہوں۔

لفظ "الا الصوم" کے سلسلے میں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے لکھا ہے کہ حدیث کے بعض شارحین اس موقع پر کہتے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ روزہ کی یہ خصوصیت کس وجہ سے ہے؟ تاہم ہمارے اوپر یہ بات واجب اور لازم ہے کہ بغیر کسی شک و شبہ کے اس کی تصدیق کرے ہاں بعض محققین علماء نے اس خصوصیت کے کچھ اسباب بیان کئے ہیں چنانچہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ روزہ ہی وہ عبادت ہے جو ایام جاہلیت میں بھی اہل عرب کے یہاں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مخصوص تھی یعنی جس طرح کفار ومشرکین سجدہ وغیرہ اللہ کے علاوہ دوسری چیزوں کے لئے بھی کرتے تھے اسی طرح وہ روزہ میں بھی اللہ کے علاوہ کسی کو شریک

نہیں کرتے تھے بلکہ روزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے رکھتے تھے۔ اس طرح اس نکتہ کے ذریعے بھی اس کی خصوصیت کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے کہ درحقیقت جو شخص روزہ رکھتا ہے اور اس طرح وہ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضاء کی خاطر اپنا کھانا پینا اور دوسری خواہشات کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ ایک طرح کی لطافت و پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور گویا وہ اس بارے میں باری تعالیٰ کے اوصاف وخلق کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے بایں طور کہ جس طرح اللہ رب العزت کھانے پینے سے منزہ اور پاک ہے اس طرح بھی دن میں اپنے آپ کو دنیاوی خواہشات وعلائق سے منزہ رکھتا ہے لہٰذا اس سبب سے روزہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے۔

رب تعالیٰ اور روزے کا بیان

اب یہاں سے یہ سمجھئے کہ روزے کی وجہ سے ایک بندے کا تعلق اللہ سے کتنا مضبوط ہوتا ہے ساری عبادتیں اس کے لئے ہیں ہم نماز بھی اس کے لئے پڑھتے ہیں صدقہ بھی اس کے لئے کرتے ہیں زکوٰۃ بھی اس کے لئے دیتے ہیں حج بھی اس کے لئے کرتے ہیں جہاد بھی اسی کے لئے کرتے ہیں تبلیغ بھی اسی کے لئے کرتے ہیں لیکن وہ کہتا ہے "الا الصوم" مگر روزہ " فانہ لی " وہ میرے لئے ہے" وانا اجزی بہ "اور اس کی جزا میں دیتا ہوں۔

حالانکہ سجدوں کی جزاء بھی وہی دیتا ہے حج کی جزا بھی وہی دیتا ہے ہر اچھے کام کی جزا وہی دیتا ہے لیکن اس نے بطور خاص روزے کو اپنی طرف منسوب کیا ہے جب روزہ رب کی طرف ساری عبادتوں میں سے منفرد طریقے سے منسوب ہوا، پھر روزہ، جس روزے دار کے ساتھ قائم ہے وہ اس بندے کو بھی اپنے رب کی ذات کے ساتھ متعلق بنادے گا۔

الصوم لی کی پہلی وجہ کا بیان

یہ تعلق باللہ کا بڑا جاندار ذریعہ ہے اور اس کے اندر بڑی حکمتیں ہیں اب دیکھو، جب رب ذوالجلال نے یہ فرمادیا کہ روزہ میرے لئے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے بھی معبودان باطلہ ہیں ان میں سے کسی کے لئے روزہ نہیں رکھا گیا باقی ساری عبادتیں ان جھوٹوں کے لئے جھوٹوں نے کیں، مثلاً بتوں کو لوگ سجدے کرتے رہے، بتوں کے نام پر لوگ نیازیں ان کے سامنے پیش کرتے رہے، بتوں کے گرد چکر لگا کر لوگ ان کا طواف کرتے رہے، مگر روزہ کبھی کسی معبود باطل کے لئے نہیں رکھا گیا۔ اس واسطے اللہ نے اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے اگرچہ کچھ باطل مذہبوں میں روزے کا تصور ہے وہ بھی روزہ رکھتے ہیں بدھ مت ہے یا ہندومت ہے ان کے اندر بھی کچھ ایسا وقت گزارا جاتا ہے مگر وہ ان کے نزدیک کسی معبود کی رضا کے لئے نہیں ہوتا وہ اپنے آپ کے لئے اور اپنے آپ کو شہوت سے دور رکھنے کے لئے یا ان کا اپنے باطن کی صفائی کا جو نظریہ ہے اس لحاظ سے ایسا کرتے ہیں وہ کسی معبود کی خوشنودی کے لئے کبھی روزہ نہیں رکھتے، ،لہٰذا روزے کا یہ امتیاز باقی رہا، کہ روزہ جب بھی رکھا گیا، صرف اللہ کے لئے رکھا گیا ہے تو اللہ نے فرمایا: یہ میرا میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں خود عطا فرماتا ہوں۔

الصوم لی کی دوسری وجہ کا بیان

ایسے ہی نہ کھانا اور نہ پینا اللہ کی صفات ہیں تو بندے نے کچھ وقت یہ کوشش کی کہ میری بھی میرے رب سے مناسبت پیدا ہو جائے جب میرا رب نہیں کھاتا پیتا، تو میں بھی کچھ وقت ایسے ہی گزاروں، اگرچہ بندہ محتاج ہے کھانے پینے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا لیکن پھر بھی اس

نے اپنے رب کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے تو اس وجہ سے روزہ تعلق باللہ کا ایک حسین اسلوب ہے۔

الصوم لی کی تیسری وجہ کا بیان

اسی پہلی حکمت کے اندر ہم جو حدیث کی حکمتیں بیان کر رہے تھے کہ اللہ نے جو روزہ کو اپنی طرف منسوب کیا تو اس کا تیسرا سبب یہ ہے کہ اللہ نے اس کے شرف کو ظاہر کرنے کے لئے اسے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

مثال کے طور پر پوری زمین اللہ کی ہے ہر گھر اللہ کا ہے لیکن ہر گھر کو بیت اللہ نہیں کہا جاتا، وہ خاص گھر ہے جس کو اللہ کا گھر کہا جاتا ہے اس لئے اس کا جو اللہ کے ساتھ تعلق ہے اللہ تعالیٰ اس تعلق اور شرافت کو ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ باقی دنیا کے گھروں پر میرا وہ کرم نہیں ہے جو میری رحمت اس گھر پر برستی ہے تو خالق کائنات جل جلالہ نے جیسے اس گھر پر نسبت تشریف کی ہے اس گھر کو شرف دینے کے لئے اپنی طرف منسوب کرلیا ہے۔

ایسے ہی اگرچہ ہر عبادت اللہ ہی کے لئے ہے مگر اس نے تمام عبادتوں میں سے روزے کو بطور خاص اپنی طرف منسوب کیا ہے کہ یہ میرا ہے اور میں اس کی جزاء دینے والا ہوں تاکہ پتہ چل جائے کہ جتنے انوار و تجلیات روزے کے سبب بندے کو ملتے ہیں اور اس کی وجہ سے جتنا بندے کا اپنے مولا کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے یہ روزے کی ایک منفرد شان ہے۔

روزہ جہنم سے ڈھال ہے

1639 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمِصْرِيُّ اَنْبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ اَنَّ مُطَرِّفًا مِّنْ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ حَدَّثَهُ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ اَبِي الْعَاصِ الثَّقَفِيَّ دَعَا لَهُ بِلَبَنٍ يَّسْقِيهِ قَالَ مُطَرِّفٌ اِنِّيْ صَائِمٌ فَقَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الصِّيَامُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ كَجُنَّةِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْقِتَالِ

مطرف نامی بیان کرتے بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے دودھ منگوایا تاکہ وہ دودھ پئیں، تو مطرف نے کہا میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے، تو حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے روزہ جہنم سے بچاؤ کے لیے ڈھال ہے، جس طرح جنگ کے دوران کسی شخص کی ڈھال ہوتی ہے۔

روزے دار کا باب ریان سے داخل ہونے کا بیان

1640 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ حَدَّثَنِيْ هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُّقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يُدْعٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

1639: اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 2229 ورقم الحدیث 2230 ورقم الحدیث 2231

1640: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 765

يُقَالُ اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ فَمَنْ كَانَ مِنَ الصَّائِمِيْنَ دَخَلَهٗ وَمَنْ دَخَلَهٗ لَمْ يَظْمَأْ اَبَدًا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جنت میں ایک دروازہ ہے' جس کا نام "ریان" ہے۔ قیامت کے دن اعلان کیا جائے گا اور کہا جائے گا روزہ رکھنے والے کہاں ہیں؟ جو لوگ روزہ رکھنے والے تھے وہ اس میں داخل ہو جائیں اور جو شخص اس میں داخل ہو جائے گا اسے کبھی پیاس محسوس نہیں ہوگی"۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی چیزوں میں دوہری چیز اللہ کی راہ میں (یعنی اس کی رضاء وخوشنودی کی خاطر) خرچ کرے گا تو اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا اور جنت کے کئی یعنی آٹھ دروازے ہیں چنانچہ جو شخص اہل نماز (یعنی بہت زیادہ نماز پڑھنے والا) ہوگا اسے جنت کے باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا جو اہل نماز ہی کے لئے مخصوص ہوگا اور اس سے کہا جائے گا کہ اے بندے اس دروازے کے ذریعے جنت میں داخل ہو جاؤ اور جو شخص جہاد کرنے والا یعنی اللہ کی راہ میں بہت زیادہ لڑنے والا ہوگا اسے باب الجہاد سے بلایا جائے گا۔ جو شخص صدقہ دینے والا ہوگا اسے باب الصدقہ سے بلایا جائے۔ اور جو شخص بہت زیادہ روزے رکھنے والا ہوگا اسے باب الریان (یعنی باب الصیام سے کہ جنت میں روزہ کے دروازے کا یہی نام ہے) بلایا جائے یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اگرچہ جو شخص ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازے سے بھی بلایا جائے گا اس کو تمام دروازوں سے بلائے جانے کی حاجت نہیں ہے کیونکہ ایک دروازے سے بلایا جانا بھی کافی ہوگا بایں طور کہ مقصد تو جنت میں داخل ہونا ہوگا اور یہ ایک ہی دروازے سے بھی حاصل ہو جائے گا۔ پھر بھی میں صرف علم کی خاطر جاننا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی ایسا خوش نصیب وباسعادت شخص بھی ہوگا، جسے ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم انہیں لوگوں میں سے ہو گے۔ (جنہیں تمام دروازوں سے بلایا جائے گا)۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث 399)

دوہری چیز مثلاً دو درہم، دو روپے، دو غلام، دو گھوڑے اور یا دو کپڑے وغیرہ۔ "دعی من ابواب الجنہ (تو اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا) کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جس نے دنیا میں دوہری چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کی تھیں جب جنت میں داخل ہونے جائے گا تو جنت کے تمام دروازوں کے داروغہ اسے بلائیں گے اور ہر ایک کی یہ خواہش ہوگی کہ یہ خوش نصیب شخص اس کے دروازے سے جنت میں داخل ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ایک عمل ان اعمال کے برابر ہے جن کے سبب جنت کے تمام دروازوں میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ "ریان" کے معنی ہیں سیراب۔

چنانچہ منقول ہے کہ باب الریان کہ جس کے ذریعے زیادہ روزے رکھنے والے جنت میں داخل ہوں گے وہ دروازہ ہے جہاں روزہ دار کو جنت میں اپنے مستقر پر پہنچنے سے پہلے شراب طہور پلائی جاتی ہے گویا جو شخص یہاں دنیا میں اللہ کی خوشنودی کی خاطر روزے رکھ کر پیاسا رہا وہ اس عظیم فعل کے بدلے میں مذکورہ دروازے سے سیراب ہونے کے بعد جنت میں داخل ہو گے۔

ایک روایت میں منقول ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنت کا ایک دروازہ ہے جسے باب الضحیٰ کہا جاتا ہے، چنانچہ قیامت کے دن پکارنے والا فرشتہ پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو نماز ضحیٰ یعنی چاشت یا اشراق کی نماز پر مداومت کرتے تھے؟ سن لو یہ دروازہ تمہارے ہی لئے ہے لہذا تم لوگ اللہ کی رحمت کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔

ایک حدیث میں منقول ہے کہ جنت کے ایک دروازے کا نام باب التوبۃ ہے کہ توبہ کرنے والے اس دروازے کے ذریعے جنت میں داخل ہوں گے ایک دروازہ ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو غصہ کو ضبط اور دوسروں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے ہوں گے ایسے لوگ اس دروازے سے جنت میں داخل ہوں گے اسی طرح ایک دروازہ ایسا ہوگا جس کے ذریعے اللہ کی رضا پر راضی رہنے والوں کا داخلہ ہوگا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ارشاد میں فہل یدعی سے ماقبل جملہ ماعلی من دعی ان کے سوال فہل یدعی الخ کی تمہید کے طور پر ہے۔ آخر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امتیازی شان کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ چونکہ ان میں یہ تمام اوصاف اور خوبیاں پائی جاتی تھیں اس لئے انہیں جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي فَضْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ

یہ باب رمضان کے مہینے کی فضیلت کے بیان میں ہے

روزوں اور تراویح کے سبب گناہوں کی بخشش کا بیان

1641- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص ایمان کی حالت میں صرف حصول ثواب کے لیے رمضان کے (مہینے میں) روزے رکھے گا تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔"

شرح

رمضان میں کھڑا ہونے، سے مراد یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھے، تلاوت قرآن کریم اور ذکر اللہ وغیرہ میں مشغول رہے نیز اگر حرم شریف میں ہو تو طواف وعمرہ کرے یا اسی طرح کی دوسری عبادات میں اپنے آپ کو مصروف رکھے۔ شب قدر میں کھڑا ہونے، کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر عبادت الٰہی اور ذکر اللہ میں مشغول رہے خواہ اس رات کے شب قدر ہونے کا اسے علم ہو یا نہ ہو۔ غفرلہ ماتقدم من ذنبہ۔ تو اس کے وہ گناہ بخش دیے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے۔ کے بارے میں علامہ نووی فرماتے ہیں کہ مکفرات (یعنی وہ اعمال جو گناہوں کو ختم کرنے والے ہوتے ہیں) صغیرہ گناہوں کو تو مٹا ڈالتے ہیں اور کبیرہ گناہوں کو ہلکا کر دیتے ہیں اگر کسی خوش نصیب کے نامہ اعمال میں گناہ کا وجود نہیں ہوتا تو پھر مکفرات کی وجہ سے جنت میں اس کے

1641 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 38' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 2204

درجات بلند کر دیے جاتے ہیں۔

1642- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَتْ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَنَادٰى مُنَادٍ يَا بَاغِىَ الْخَيْرِ اَقْبِلْ وَيَا بَاغِىَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ فِىْ كُلِّ لَيْلَةٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے' تو شیاطین اور سرکش جنوں کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں: اور اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں: اس کا کوئی دروازہ بند نہیں رہتا اور ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرتا ہے اے بھلائی کے طلبگار! آگے بڑھو۔ اے برائی کے طلبگار! اپنے آپ کو روک لو۔

(اس مہینے میں) اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو جہنم سے آزادی عطا کرتا ہے اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔

شرح

آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں سے اس بات کی طرف کنایہ مقصود ہے کہ اس ماہ مقدس کے شروع ہوتے ہیں باری تعالیٰ کی پے در پے رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے اور بندوں کے اعمال بغیر کسی مانع اور رکاوٹ کے صعود کرتے ہیں نیز باب قبولیت وا ہو جاتا ہے کہ بندہ جو دعا مانگتا ہے بارگاہ الوہیت میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوتی ہے۔ جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں سے اس طرف کنایہ مقصود ہے کہ بندہ کو ان نیک اور اچھے کاموں کی توفیق عطا فرمائی جاتی ہے جو دخول جنت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں سے اس بات کی طرف کنایہ مقصود ہے کہ روزہ دار ایسے کاموں سے بچا رہتا ہے جو دوزخ میں داخل ہونے کا باعث ہوتے ہیں اور یہ ظاہر ہی ہے روزہ دار کبیرہ گناہوں سے سے محفوظ و مامون رہتا ہے اور جو صغیرہ گناہ ہوتے ہیں وہ اس کے روزے کی برکت سے بخش دیے جاتے ہیں۔ شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے کا مطلب یہ ہے کہ ان شیاطین کو جو سرکش و سرغنہ ہوتے ہیں زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے اور ان کی وہ قوت سلب کر لی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بندوں کو بہکانے پر قادر ہوتے ہیں۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ جملہ دراصل اس بات کی طرف کنایہ ہے کہ ماہ رمضان میں شیاطین لوگوں کو بہکانے سے باز رہتے ہیں اور بندے نہ صرف یہ کہ ان کے وسوسوں اور ان کے اوہام کو قبول نہیں کرتے بلکہ ان کے مکر و فریب کے جال میں پھنستے بھی نہیں اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ روزہ کی وجہ سے انسان کی قوت حیوانیہ مغلوب ہو جاتی ہے جو غیظ و غضب اور شہوت کی جڑ ہے اور طرح طرح کے گناہوں کا باعث ہوتی ہے اس کے برخلاف قوت عقلیہ غالب اور قوی ہو جاتی ہے جو طاعات اور نیکی کا باعث ہوتی

1642. اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 682

ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ رمضان میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت گناہ کم صادر ہوتے ہیں اور عبادات واطاعات میں زیادتی ہوتی ہے۔

1643- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ عِنْدَ كُلِّ فِطْرٍ عُتَقَاءَ وَذٰلِكَ فِیْ كُلِّ لَيْلَةٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک ہر افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ لوگوں کو (جہنم سے) آزادی نصیب ہوتی ہے اور ایسا ہر رات ہوتا ہے''۔

شب قدر کی فضیلت کا بیان

1644- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَدْرٍ عَبَّادُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَّنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا مَحْرُوْمٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رمضان کا مہینہ آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہ مہینہ تمہارے پاس آ گیا ہے اس میں ایک رات ہے' جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے' جو شخص اس سے محروم رہ جائے' وہ تمام بھلائی سے محروم رہ جاتا ہے اور اس کی بھلائی سے صرف وہی شخص محروم رہ جاتا ہے' جو (نصیب کے حساب سے) محروم ہو''۔

شرح

ایک روایت میں ہے جو ابن ابی حاتم سے منقول ہے بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار اشخاص کا ذکر کیا کہ انہوں نے اسی برس تک اللہ رب العزت کی عبادت کی اور ان کا ایک لمحہ بھی اللہ کی نافرمانی میں نہیں گزرا اور وہ اشخاص تھے۔ (۱) حضرت ایوب علیہ السلام (۲) حضرت زکریا علیہ السلام (۳) حضرت حزقیل علیہ السلام (۴) حضرت یوشع بن نون علیہ السلام۔ یہ سن کر صحابہ کرام بہت زیادہ تعجب کرنے لگے اور (متمنی ہوئے کہ کاش ہماری بھی اتنی ہی عمریں ہوتیں کہ ہم بھی اتنی طویل مدت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے) پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ اے محمد! آپ کی امت ان لوگوں کی اسی اسی برس کی عبادت پر متعجب ہوتی ہے (تو سنئے کہ اللہ تعالیٰ نے خیر و بھلائی عطا فرمائی چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیت (انا انزلناہ فی لیلۃ القدر) پوری سورت پڑھی جس کے ذریعہ یہ عظیم بشارت عطا فرمائی گئی ہے کہ لیلۃ القدر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی پوری امت کو عطا کی

1643 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1644 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

گئی ہے اس چیز سے بہتر ہے جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت متعجب ومتمنی ہیں اس عظیم سعادت وخوش بختی پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ خوش ہوئے۔ اس موقع پر یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ ہزار مہینہ کے تراسی برس اور چار مہینے ہوتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ آیت (لیلۃ القدر خیر من الف شہر) یعنی لیلۃ القدر ہزار مہینہ سے بہتر ہے کہ جس سے تراسی برس اور چار مہینے ہوئے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، مطبوعہ، بیروت)

لیلۃ القدر میں اللہ رب العزت کی رحمت خاص کی تجلی آسمان دنیا پر غروب آفتاب کے وقت سے صبح تک ہوتی ہے۔ اس شب میں ملائکہ اور ارواح طیبہ صلحاء اور عابدین سے ملاقات کے لئے اترتی ہیں اسی مقدس رات میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا، یہی وہ شب ہے جس میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی۔ اسی شب میں آدم علیہ السلام کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا اسی شب میں جنت میں درخت لگائے گئے اس شب میں عبادت کا ثواب دوسرے اوقات کی عبادت سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ اور یہی وہ مقدس شب ہے جس میں بندہ کی زبان وقلب سے نکلی ہوئی دعا بارگاہ رب العزت میں قبولیت سے نوازی جاتی ہے۔ شریعت نے واضح طور پر کسی شب کو متعین کر کے نہیں بتایا ہے کہ لیلۃ القدر فلاں شب ہے گویا اس شب کو پوشیدہ رکھا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر واضح طور پر اس شب کی نشان دہی کر دی جاتی تو عبادات وطاعات کی طرف لوگوں کا میلان نہ رہتا بلکہ صرف اسی شب میں عبادت کر کے یہ سمجھ لیتے کہ ہم نے پورے سال کی عبادت سے بھی زیادہ ثواب حاصل کر لیا اس لئے اس شب کو متعین نہیں کیا گیا تاکہ لوگ عبادات وطاعات میں ہر وقت مصروف رہیں صرف اسی شب پر اعتماد کر کے نہ بیٹھ جائیں۔

علماء لکھتے ہیں کہ جو شخص پورے سال عبادت الٰہی کے لئے شب بیداری کو اختیار کرے گا تو انشاء اللہ اسے شب قدر کی سعادت ضرور حاصل ہوگی اسی لئے کہا گیا ہے من لم یعرف قدر اللیلۃ یعرف قدر لیلۃ القدر (جس شخص نے رات کی قدر نہ پہچانی یعنی عبادت الٰہی کے لئے شب بیداری نہیں کی وہ لیلۃ القدر کی عظمت وسعادت کو کیا پہچان پائیں گے؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس رات کی کچھ ایسی علامتیں ہیں جو احادیث وآثار سے منقول ہیں اور بعض علامتیں اہل کشف نے پہچانی ہیں چنانچہ طبری نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ اس رات میں درخت بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور زمین پر گر پڑتے ہیں اور پھر اپنی اصلی حالت پر آ جاتے ہیں اسی طرح اس رات میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس شب کے تعین کے سلسلہ میں ان چیزوں کا دیکھنا شرط نہیں ہے کیونکہ اکثر لوگ اس مقدس شب کو پالیتے ہیں مگر نہ تو وہ درختوں کو سجدہ ریز دیکھتے ہیں اور نہ تمام چیزیں سجدہ کرتی نظر آتی ہیں اس لئے ہو سکتا ہے ایک ہی جگہ دو آدمی موجود ہوں دونوں شب قدر کو پالیں ان میں سے ایک کو علامتیں نظر آئیں مگر دوسرے کو ان میں سے کچھ بھی محسوس نہ ہو بہرکیف سب سے بڑی علامت تو یہ ہے کہ اس مقدس رات میں عبادت الٰہی وذکر ومناجات خضوع وخشوع اور حضور واخلاص کی توفیق حاصل ہو جائے تو جانے کہ یہ عظیم سعادت حاصل ہوگئی۔

اس رات میں شب بیداری کے سلسلہ میں صحیح مسئلہ یہ ہے کہ رات کے اکثر حصہ میں عبادت الٰہی کے لئے جاگتے رہنا معتبر ہے ہاں اگر کوئی شخص پوری شب جاگتا رہے تو افضل ہے بشرطیکہ اس کی وجہ سے کسی مرض وتکلیف میں مبتلا نہ ہو جائے یا فرائض وسنن مؤکدہ میں نقص وخلل واقع ہو جانے کا خوف نہ ہو، ورنہ تو رات کے جس قدر حصے میں جاگنے اور عبادت وذکر میں مشغول رہنے کی

توفیق حاصل ہو جائے۔ان شاءاللہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِي صِيَامِ يَوْمِ الشَّكِّ

یہ باب مشکوک دن میں روزہ رکھنے کے بیان میں ہے

1645-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَمَّارٍ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ فَاُتِيَ بِشَاةٍ فَتَنَحّٰى بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ عَمَّارٌ مَّنْ صَامَ هٰذَا الْيَوْمَ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلہ بن زفر بیان کرتے ہیں: ایک دن ہم حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے یہ ایک ایسا دن تھا جس کے بارے میں شک تھا (کہ آیا آج روزہ ہے یا نہیں ہے) حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بکری لائی گئی (یعنی اس کا گوشت لایا گیا) تو کچھ لوگ پیچھے ہٹ گئے' تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص اس دن میں روزہ رکھے گا' وہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا۔

یوم شک میں روزہ رکھنے کا بیان

شعبان کی تیسویں شب یعنی انتیس تاریخ کو ابر وغیرہ کی وجہ سے چاند نہیں دیکھا گیا مگر ایک شخص نے چاند دیکھنے کی شہادت دی اور اس کی شہادت قبول نہیں کی گئی اسی طرح دو فاسق لوگوں نے چاند دیکھنے کی گواہی دی اور ان کی گواہی قبول نہیں کی گئی اس کی صبح کو جو دن ہوگا یعنی تیس تاریخ کو یوم الشک (شک کا دن) کہلائے گا کیونکہ اس دن کے بارے میں یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ رمضان شروع ہو گیا ہو اور یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ رمضان شروع نہ ہوا ہو لہٰذا اس غیر یقینی صورت کی وجہ سے اسے شک کا دن کہا جاتا ہے ہاں اگر انتیس تاریخ کو ابر وغیرہ نہ ہو اور کوئی بھی شخص چاند نہ دیکھے تو تیس تاریخ کو یوم الشک نہ کہیں گے۔

اس حدیث میں اسی دن کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یوم الشک کو رمضان یا کسی واجب کی نیت سے روزہ رکھنا مکروہ ہے البتہ اس دن نفل روزہ رکھنے کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص شعبان کی پہلی ہی تاریخ سے نفل روزہ رکھتا چلا آ رہا ہو یا تیس تاریخ اتفاق سے اس دن ہو جائے کہ جس میں کوئی شخص روزہ رکھنے کا عادی ہو جس کی وضاحت پہلے کی جا چکی ہے تو اس کے لئے اس دن روزہ رکھنا افضل ہوگا۔

اسی طرح یوم الشک کو روزہ رکھنا اس شخص کے لئے بھی افضل ہے جو شعبان کے آخری تین دنوں میں روزے رکھتا ہو اور اگر یہ صورتیں نہ ہوں تو پھر یوم الشک کا مسئلہ یہ ہے کہ خواص تو اس دن نفل کی نیت کے ساتھ روزہ رکھ لیں اور عوام دوپہر تک کچھ کھائے پیئے بغیر انتظار کریں اگر چاند کی کوئی قابل قبول شہادت نہ آئے تو دوپہر کے بعد افطار کر لیں۔

1645، اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 1906' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2334' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم حدیث 686' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 2187

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کا یہ معمول نقل کیا جاتا ہے کہ یہ حضرات شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند تلاش کرتے اگر چاند دیکھ لیتے یا معتبر شہادت کے ذریعے رویت ہلال کا ثبوت ہو جاتا تو اگلے روز روزہ رکھتے ورنہ بصورت دیگر ابر وغبار وغیرہ سے مطلع صاف ہونے کی صورت میں روزہ نہ رکھتے ہاں اگر مطلع صاف نہ ہوتا تو روزہ رکھ لیتے تھے اور علماء فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ان کا یہ روزہ نفل ہوتا تھا۔ خواص سے مراد وہ لوگ ہیں جو شک کے دن کے روزے کی نیت کرنا جانتے ہوں اور جو لوگ اس دن کے روزے کی نیت کرنا نہ جانتے ہوں انہیں عوام کہا جاتا ہے۔

چنانچہ اس دن روزہ کی نیت یہ ہے کہ جو شخص اس دن کہ جس میں رمضان کے بارے میں شک واقع ہو رہا ہے روزہ رکھنے کا عادی نہ ہو وہ یہ نیت کرے کہ میں آج کے دن نفل روزے کی نیت کرتا ہوں اور اس کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ اگر آج رمضان کا دن ہو تو یہ روزہ رمضان کا بھی ہے اس طرح نیت کرنی مکروہ ہے۔ کہ اگر کل رمضان کا دن ہو تو یہ روزہ رمضان میں محسوب ہو اور اگر رمضان کا دن نہ ہو تو نفل یا کسی اور واجب میں محسوب ہو۔ تاہم اگر کسی نے اس طرح کر لیا اور اس دن رمضان کا ہونا ثابت ہو گیا تو وہ روزہ رمضان ہی میں محسوب ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر کوئی شخص اس نیت کے ساتھ روزہ رکھے کہ اگر آج رمضان کا دن ہوگا تو میرا بھی روزہ ہوگا اور اگر رمضان کا دن نہیں ہوگا تو میرا روزہ بھی نہیں ہوگا۔ تو اس طرح نہ نفل کا روزہ ہوگا اور نہ رمضان کا ہوگا چاہے اس دن رمضان کا ہونا ہی ثابت کیوں نہ ہو جائے۔

یوم شک میں روزہ رکھنے کے متعلق فقہ شافعی کا بیان

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب کا کہنا ہے کہ: رمضان کے یوم شک میں بلا اختلاف روزہ رکھنا صحیح نہیں۔ لیکن اس دن قضاء یا نذر یا کفارہ کا روزہ رکھنا جائز ہے اور یہ کفائت کرے گا کیونکہ جب اس میں کسی سبب کی بنا پر نفلی روزہ رکھنا جائز ہے تو فرضی روزہ بالاولی جائز ہوگا، مثلاً وہ وقت جس میں نماز پڑھنا صحیح نہیں، لیکن سببی نماز جائز ہے۔

اور اس لیے بھی کہ جب اس پر رمضان کے ایک روزہ کی قضاء ہو تو یہ اس پر متعین ہے، اور اس لیے بھی کہ اس کے قضاء کا وقت تنگ ہے۔ (المجموع (6،399))

یوم شک میں دوسرے واجب روزے کی کراہت کا بیان

اور اس مسئلہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اس دن کسی دوسرے واجب کی نیت کرے تو اس کے لئے مکروہ ہے اسی روایت کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ لیکن یہ کراہت پہلی صورت سے کمتر ہے۔ پھر اگر ظاہر ہوا کہ یہ رمضان تھا تو اصلی نیت کے وجود کی وجہ سے رمضان کا روزہ ہی کفایت کرنے والا ہوگا اور اگر اس پر یہ ظاہر ہوا کہ شعبان کا دن تھا تو یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا روزہ نفل ہو گا۔ کیونکہ اس روزے سے منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے اس کا واجب ادا نہ ہوا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ واجب روزہ کافی ہوگا جس کی اس نے نیت کی تھی۔ اور یہ قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ ممنوع کا پایا جانا یعنی رمضان پر رمضان کے روزے کو مقدم کرنا ہر روزے کی بناء پر قائم نہ ہوگا۔ بہ خلاف یوم عید کے روزے کے کیونکہ اس میں جس چیز نے منع کیا گیا ہے وہ دعوت کا ترک ہے۔ جو ہر روزے کے

ساتھ ہے اور یہاں کراہت نہی کی دلیل بنیاد پر ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب صوم، لاہور)

یوم شک کے روزے میں مذاہب اربعہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا: کیا تو نے اس مہینہ کے آخر میں کوئی روزہ رکھا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: نہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم روزے ختم کرو تو اس کے بدلے میں دو روزے رکھو۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ: کیا تو نے شعبان کے آخر میں روزے رکھیں ہیں؟ دیکھیں (صحیح بخاری (4/200) صحیح مسلم رقم الحدیث 1161) مندرجہ بالا حدیث میں کلمہ (سرر) کی شرح میں اختلاف ہے، مشہور تو یہی ہے کہ مہینہ کے آخر کو سرار کہا جاتا ہے، سرار الشہر سین پر زبر اور زیر دونوں پڑھی جاتی ہیں، لیکن زبر پڑھنا زیادہ فصیح ہے، مہینہ کے آخر کو سرار اس لیے کہا جاتا ہیکہ اس میں چاند چھپا رہتا ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرنے والا یہ اعتراض کرے کہ صحیحین میں ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ تعالی سے حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (رمضان سے ایک یا دو روز قبل روزہ نہ رکھو، لیکن جو شخص عادتا روزہ رکھتا ہو اسے روزہ رکھنا چاہیے)

(صحیح بخاری رقم الحدیث (1983) صحیح مسلم رقم الحدیث (1082)

تو ہم ان دونوں حدیثوں میں جمع کس طرح کریں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ: بہت سے علماء کرام اور اکثر شارحین احادیث کا کہنا ہے کہ جس شخص سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تھا اس کی عادت کے بارے میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ وہ روزے رکھتا ہے، یا پھر اس نے نذر مان رکھی تھی جس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قضا میں روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔

اس مسئلہ میں اس کے علاوہ اور بھی کئی اقوال پائے جاتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ شعبان کے آخر میں روزہ رکھنے کی تین حالتیں ہیں۔

پہلی حالت: رمضان کی احتیاط میں رمضان کیروزے کی نیت سے روزہ رکھے، ایسا کرنا حرام ہے۔ دوسری حالت: نذر یا پھر رمضان کی قضاء یا کفارہ کی نیت سے روزہ رکھے، جمہور علماء کرام اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ تیسری حالت: مطلقا نفلی روزے کی نیت کرہیوئے روزہ رکھا جائے، جو علماء کرام شعبان اور رمضان کے مابین روزہ نہ رکھ کر ان میں فرق کرنے کا کہتے ہیں ان میں حسن رحمہ اللہ تعالیٰ بھی شامل ہیں وہ ان نفلی روزہ رکھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں کہ شعبان کے آخر میں نفلی روزے نہیں رکھنے چاہییں، لیکن اگر وہ عادتا پہلے سے روزہ رکھ رہا ہو تو وہ ان ایام میں بھی روزہ رکھ سکتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کی موافقت کرنے والوں نے شعبان کے آخر میں نفلی روزے رکھنے کی اجازت دی ہے، لیکن امام شافعی، امام اوزاعی، امام احمد وغیرہ نے عادت اور غیر عادت میں فرق کیا ہے۔

مجمل طور پر یہ ہے کہ مندرجہ بالا ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پر اکثر علماء کرام کے ہاں عمل ہے، کہ رمضان سے ایک یا دو روز قبل روزہ رکھنا مکروہ ہے لیکن جس شخص کی عادت ہو وہ رکھ سکتا ہے، اور اسی طرح وہ شخص جس نے شعبان میں مہینہ کے آخر تک کوئی روزہ نہیں رکھا تو آخر میں وہ بھی روزہ نہیں رکھ سکتا۔

اگر کوئی اعتراض کرنے والا یہ اعتراض کرے کہ (جس کی روزہ رکھنے کی عادت نہیں اس کے لیے) رمضان سے قبل روزہ رکھنا کیوں مکروہ ہے؟ اس کا جواب کئی ایک طرح ہے۔

پہلا معنی یہ ہے تا کہ رمضان کے روزوں میں زیادتی نہ ہو جائے، جس طرح عید کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے یہاں بھی اسی معنی میں منع کیا گیا ہے کہ جو کچھ اہل کتاب نے اپنے روزوں میں اپنی آراء اور خواہشوں سے اضافہ کیا اس سے بچنے کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اور اسی لیے یوم شک کا روزہ بھی رکھنا منع ہے، حضرت عمار کہتے ہیں کہ جس نے بھی یوم شک کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، یوم شک وہ دن ہےجس میں شک ہو کہ رمضان میں شامل ہے کہ نہیں؟ مثلاً کوئی غیر ثقہ شخص خبر دے کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا ہے تو اسے شک کا دن قرار دیا جائے گا۔ اور ابر آلود والے دن کو کچھ علماء کرام یوم شک شمار کرتے ہیں اور اس میں روزہ رکھنے کی ممانعت ہے۔

دوسرا معنی: نفلی اور فرضی روزوں میں فرق کرنا چاہیے، کیونکہ نوافل اور فرائض میں فرق کرنا مشروع ہے، اسی لیے عید کے دن روزہ رکھنا منع کیا گیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بھی اس سے منع کیا ہے کہ ایک نماز کو دوسری کے ساتھ نہ ملایا جائے بلکہ اس میں سلام یا کلام کے ذریعہ فرق کرنا چاہیے، خاص کر نماز فجر کی سنتوں میں، کیونکہ سنتوں اور فرائض کے مابین فرق کرنا مشروع ہے، اسی بنا پر نماز گھر میں پڑھنی اور سنت فجر کے بعد لیٹنا مشروع کیا گیا ہے۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز فجر کی اقامت ہونے کے بعد بھی نماز پڑھ رہا ہے تو آپ نے اسے فرمایا: کیا صبح نماز چار رکعات ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث (663)

بعض جاہل قسم کے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ رمضان سے قبل روزہ نہ رکھنے کا معنی ہے کہ کھانے پینے کو غنیمت سمجھا جائے تا کہ روزے رکھنے سے قبل کھانے پینے کی شہوت پوری کر لی جائے، لیکن یہ گمان غلط ہے اور جو بھی ایسا خیال رکھے وہ جاہل ہے۔

اس مسئلہ کی دلیل وہی گذشتہ حدیث جو درج ذیل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن چاشت کے وقت گھر میں آئے اور فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ (کھانے کو) ہے؟ تو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: نہیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر میں روزے سے ہوں" اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں روایت کیا ہے۔

رؤیت سے ایک دن پہلے روزہ رکھنے کی ممانعت کا بیان

1646- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَعْجِيْلِ صَوْمِ يَوْمٍ قَبْلَ الرُّؤْيَةِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند دیکھنے سے ایک دن پہلے ہی جلدی روزہ رکھنے سے

1646 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

منع کیا ہے۔

1647-حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَبْلَ شَهْرِ رَمَضَانَ الصِّيَامُ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَنَحْنُ مُتَقَدِّمُونَ فَمَنْ شَاءَ فَلْيَتَقَدَّمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَتَأَخَّرْ

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے منبر پر یہ بات ارشاد فرمائی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر یہ بات ارشاد فرمائی تھی' یہ رمضان کے مہینے سے پہلے فرمایا تھا۔

''روزہ فلاں فلاں دن سے شروع ہوگا' اور ہم پہلے ہی روزہ رکھنے والے ہیں' تو جو شخص چاہے وہ پہلے روزہ رکھ لے اور جو چاہے انہیں مؤخر کردے''۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک دن یا دو دن قبل روزہ نہ رکھے ہاں جو شخص روزہ رکھنے کا عادی ہو وہ اس دن روزہ رکھ سکتا ہے۔

(بخاری ومسلم مشکوۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث 477)

حدیث کے آخری جز کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممانعت اس شخص کے حق میں نہیں ہے جو ان ایام میں روزہ رکھنے کا عادی ہو مثلاً کوئی شخص پیر یا جمعرات کے دن نفل روزہ رکھنے کا عادی ہو اور اتفاق سے شعبان کے انتیس یا تیس تاریخ اسی دن ہو جائے تو اس کے لئے اس دن روزہ رکھنا ممنوع نہیں ہے ہاں جو شخص ان دنوں میں روزہ رکھنے کا عادی نہ ہو وہ نہ رکھے؟ تاہم اتنی بات ملحوظ رہے کہ یہ ممانعت نہی تنزیہی کے طور پر ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ رمضان سے ایک دن یا دو دن قبل روزہ رکھنے کی ممانعت اس لئے ہے تاکہ نفل اور فرض دونوں روزوں کا اختلاط نہ ہو جائے اور اہل کتاب کے ساتھ مشابہت نہ ہو کیونکہ وہ فرض روزوں کے ساتھ دوسرے روزے بھی ملا لیتے تھے۔مظہر کا قول ہے کہ شعبان کے آخری ایام میں رمضان سے صرف ایک دن یا دو دن قبل روزہ رکھنا مکروہ ہے۔بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں جس روزے سے منع کیا جا رہا ہے وہ یوم الشک کا روزہ نہیں بلکہ مطلقاً شعبان کے آخری ایام میں رمضان سے ایک دو دن قبل روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے البتہ جو شخص ان ایام میں روزہ رکھنے کا عادی ہو وہ اس ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي وِصَالِ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ

یہ باب شعبان کو رمضان کے ساتھ ملانے کے بیان میں ہے

1648-حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي

1647.اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الْجَعْدِ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصِلُ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ

سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کو رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے۔

1649-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنِىْ ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ الْغَازِ اَنَّهُ سَاَلَ عَآئِشَةَ عَنْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ حَتّٰى يَصِلَهُ بِرَمَضَانَ

ربیعہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: انہوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے جواب دیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کا پورا مہینہ روزہ رکھتے تھے' یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِى النَّهْىِ عَنْ اَنْ يُّتَقَدَّمَ رَمَضَانُ بِصَوْمٍ اِلَّا مَنْ صَامَ صَوْمًا فَوَافَقَهُ

یہ باب رمضان سے ایک دن پہلے روزہ رکھنے کی ممانعت میں ہے

(البتہ اگر کوئی شخص دوسرے معمول کے مطابق روزے رکھتا ہو اور اس دن کے موافق آجائے' تو حکم مختلف ہوگا)

1650-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ حَبِيْبٍ وَّالْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِىِّ عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقَدَّمُوْا صِيَامَ رَمَضَانَ بِيَوْمٍ وَّلَا بِيَوْمَيْنِ اِلَّا رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمًا فَيَصُوْمُهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''رمضان (شروع ہونے سے) ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو' ماسوائے اس شخص کے جو کسی اور ترتیب کے حساب سے روزہ رکھتا ہو وہ یہ روزہ رکھ سکتا ہے''۔

1651-حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ ح و حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ قَالَا حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ النِّصْفُ مِنْ شَعْبَانَ فَلَا صَوْمَ حَتّٰى يَجِىْءَ رَمَضَانُ

1648: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 736 ' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2174 ' ورقم الحدیث: 2175

1649: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 745 ' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2186 ' ورقم الحدیث: 2360 ' اخرجہ ابن ماجہ فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1739

1650: اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2171 ' ورقم الحدیث: 2172 ' ورقم الحدیث: 2189

1651: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2337 ' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 738

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جب نصف شعبان گزر جائے' تو کوئی روزہ نہیں رکھا جائے گا یہاں تک کہ رمضان آجائے (تو رمضان کے روزے رکھے جائیں گے)''۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِي الشَّهَادَةِ عَلٰى رُؤْيَةِ الْهِلَالِ

یہ باب چاند دیکھنے کی گواہی کے بیان میں ہے

1652- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَوْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ حَدَّثَنَا سِمَاكُ ابْنُ حَرْبٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبْصَرْتُ الْهِلَالَ اللَّيْلَةَ فَقَالَ اَتَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ قُمْ يَا بِلَالُ فَاَذِّنْ فِي النَّاسِ اَنْ يَّصُوْمُوْا غَدًا قَالَ اَبُوْ عَلِيٍّ هٰكَذَا رِوَايَةُ الْوَلِيْدِ بْنِ اَبِيْ ثَوْرٍ وَّالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ فَلَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّقَالَ فَنَادٰى اَنْ يَّقُوْمُوْا وَاَنْ يَّصُوْمُوْا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا میں نے گزشتہ رات پہلی کا چاند دیکھ لیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو؟ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اس نے جواب دیا: جی ہاں' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! تم اٹھو اور لوگوں میں یہ اعلان کردو کہ کل وہ روزہ رکھیں۔

ایک سند کے ساتھ یہ روایت انہی الفاظ میں منقول ہے۔ تاہم دوسرے راویوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا اور اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ لوگ نوافل (یعنی تراویح) بھی ادا کریں اور روزہ بھی رکھیں''۔

1653- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ اَبِيْ عُمَيْرِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمُوْمَتِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا اُغْمِيَ عَلَيْنَا هِلَالُ شَوَّالٍ فَاَصْبَحْنَا صِيَامًا فَجَآءَ رَكْبٌ مِّنْ اٰخِرِ النَّهَارِ فَشَهِدُوْا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ بِالْاَمْسِ فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّفْطِرُوْا وَاَنْ يَّخْرُجُوْا اِلٰى عِيْدِهِمْ مِنَ الْغَدِ

ابوعمیر بیان کرتے ہیں: میرے ایک چچا جن کا تعلق انصار سے تھا جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ انہوں نے یہ حدیث

1652- اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2340 'ورقم الحدیث: 2341 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 691 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 2111 'ورقم الحدیث: 2112 'ورقم الحدیث: 2113 'ورقم الحدیث: 2114

1653- اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1157 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1556

مجھے سنائی ہے ایک مرتبہ لوگوں نے یہ کہا بادل چھانے کی وجہ سے ہم شوال کا چاند نہیں دیکھ سکے اگلے دن ہم نے روزہ رکھ لیا دن کے آخری حصے میں کچھ سوار آئے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کی گواہی دی کہ انہوں نے گزشتہ رات پہلی کا چاند دیکھ لیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ روزہ توڑ دیں اور اگلے دن عید کی نماز ادا کرنے کے لیے جائیں۔

ہلال رمضان کے نصابِ شہادت میں فقہی بیان

جمہور ائمہ کا قول ہے کہ رمضان کے بارے میں ایک عادل مسلمان کی شہادت کافی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی شہادت پر روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ نیز ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ فاخبرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی رأیتہ فصام و أمر الناس بصیامہ (ابوداؤد)

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اس حدیث کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بیان کیا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا: کیا تو کلمہ توحید اور رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ اس نے اعتراف کیا، آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے کہ لوگ روزہ رکھیں (منتقی) اس حدیث کو ابن حبان اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔

ہر دو احادیث سے ظاہر ہے کہ رمضان کے بارے میں ایک مسلمان عادل کی شہادت کافی ہے۔ امام نووی نے بھی اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔

ہلالِ عید کی شہادت میں مذاہب اربعہ

ہلالِ عید کی شہادت کے لئے کم از کم دو گواہوں کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آخر رمضان میں ہلالِ عید کے متعلق جھگڑا ہوا۔ دو اعرابی آئے اور انہوں نے شہادت دی کہ بخدا ہم نے کل عید کا چاند دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ روزہ افطار کرلیں اور صبح عید گاہ کی طرف نکلیں۔

عید کے بارے میں کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں جس میں ایک شہادت کا ذکر ہو۔

نصاب شہادتِ رمضان کے بارے میں اعتراض: امام مالک، لیث، اوزاعی، ثوری اور امام شافعی سے مروی (ایک قول میں) ہے کہ ہلالِ رمضان کے لئے ایک شہادت کافی نہیں بلکہ دو کی شہادت کا اعتبار ہوگا۔ ان ائمہ نے اپنے موقف کے بارے میں جو احادیث بیان کی ہیں، ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جو عبدالرحمٰن بن زید سے مروی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

فان شهد شَاهِدَانِ مُسْلِمَانِ فصوموا وَافطروا (مسند احمد) اگر دو مسلمان شہادت دیں تو روزہ رکھو اور افطار کرو

دوسری حدیث وہ ہے جو امیر مکہ حارث بن حاطب سے مروی ہے۔ اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔

فان لم نرہ وشھد شاھدا عدل نسکنا بشہادتھما (ابوداؤد)

اگر ہم چاند نہ دیکھ پائیں اور دو عادل گواہ شہادت دے دیں تو ان کی شہادت پر شرعی احکام یعنی روزہ رعید ادا کریں گے

اور دارقطنی نے روایت کرکے اس کی سند کو متصل صحیح کہا۔ (مغنی)

بظاہر ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلال رمضان کے لئے بھی کم از کم دو گواہ ہوں۔ جن احادیث میں ایک گواہ کا ذکر ہے، ان میں دوسرے گواہ کی نفی نہیں ہے۔ اس بات کا احتمال ہے کہ اس سے پہلے کسی دوسرے شخص سے بھی رویئت ہلال کا علم ہو گیا ہو۔

اس اعتراض کا ابن مبارک اور امام احمد بن حنبل نے یہ جواب دیا ہے کہ جن احادیث میں دو گواہوں کی تصریح ہے، ان سے زیادہ سے زیادہ ایک شہادت سے ممانعت بالمفہوم ثابت ہوتی ہے۔ مگر ابن عمر اور ابن عباس ہر دو کی احادیث میں ایک شہادت کی قبولیت کا بالمنطوق بیان ہے اور مسلمہ اُصول ہے کہ دلالت مفہوم سے دلالت منطوق راجح ہے۔ اس لئے یہی قول درست ہے کہ رویئت ہلال کے بارے میں ایک مسلمان عادل کی شہادت کافی ہے۔

پھر یہ احتمال پیدا کرنا کہ کسی دوسرے شخص سے رویئت ہلال کا علم ہو گیا ہو، شریعت کے بیشتر احکام کو معطل کر دینے کے مترادف ہے۔ البتہ عبدالرحمٰن اور امیر مکہ کی احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہلال عید کے لئے بہر حال کم از کم دو گواہوں کی ضرورت ہے۔

صاف مطلع کی صورت شہادت جماعت میں احناف کا مؤقف

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ جب ابر وغبار کی حالت میں ہلال رمضان کے لیے ایک عادل یا مستور الحال کی خبر کافی ہے اگر چہ غلام یا عورت ہو رویت کی کیفیت بیان کرے خواہ نہ کرے، دعوٰی یا لفظ اشھد یا حکم یا مجلس قاضی کسی کی شرط نہیں مگر فاسق کا بیان بالاتفاق مردود ہے اور عید کے لیے بحال نا صافی مطلع عدالت کے ساتھ دو مرد یا ایک مرد دو عورت کی گواہی بلفظ اشھد ضرور ہے اور اگر ایسے شہر میں ہوں جہاں کوئی حاکم اسلام نہیں تو بوجہ ضرورت بحال ابر وغبار ایک ثقہ شخص کے بیان پر روزہ رکھیں اور دو عادلوں کی خبر پر عید کر لیں، اور جب ابر وغبار نہ ہو تو ایسی بڑی جماعت کی خبر مقبول ہوگی جس سے ظنِ غالب حاصل ہو جائے اور امام سے مروی ہوا کہ دو گواہ کافی ہیں اور اسی کو بحر الرائق میں اختیار کیا، اور کتاب الاقضیہ میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ ایک بھی کافی ہے اگر جنگل سے آئے یا بلند مکان پر تھا اور اسی کو امام ظہیر الدین نے اختیار فرمایا اور ذی الحجہ اور باقی نو مہینوں کے چاند کا وہی حکم ہے جو ہلال عید الفطر کا۔ (درمختار، ج ۱، ص ۱۴۸، مطبع مجتبائی دہلی)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ جب آسمان صاف ہو تو ہلال روزہ وعید کے قبول کو جماعتِ عظیم کی خبر شرط ہے اس لیے کہ بڑی جماعت کہ وہ بھی چاند دیکھنے میں مصروف تھی اُس میں صرف دو ایک شخص کو نظر آنا حالانکہ مطلع صاف ہے ان دو ایک کی خطا میں ظاہر ہے، ایسا ہی بحر الرائق میں ہے اور جماعت عظیم میں عدالت شرط نہیں، ایسا ہی امداد الفتاح میں ہے، نہ

آزادی شرط ہے ایسا ہی قہستانی میں ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۰۰ مطبوعہ مصر)

بَابُ : مَا جَآءَ فِي صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ

یہ باب ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اسے دیکھ کر عید الفطر کرو"

1654- حَدَّثَنَا اَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا وَاِذَا رَاَيْتُمُوهُ فَاَفْطِرُوا فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَصُومُ قَبْلَ الْهِلَالِ بِيَوْمٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب تم پہلی کا چاند دیکھ لو تو روزہ رکھنا شروع کر دو اور جب تم اسے دیکھ لو تو عید الفطر کرو اور اگر تم پر بادل آ جائیں' تو تم گنتی پوری کر لو"۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلی کا چاند دیکھنے سے ایک دن پہلے بھی روزہ رکھ لیتے تھے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ جب تک چاند نہ دیکھ لو یا معتبر شہادت اور معتبر ذرائع سے جب تک رویت ہلال ثابت نہ ہو جائے نہ تو روزہ رکھو اور روزہ ختم کر کے عید مناؤ۔ مہینہ کبھی انتیس رات کا بھی ہوتا ہے، سے دراصل اس بات کی ترغیب دلانا مقصود ہے کہ تیسویں شب یعنی انتیس تاریخ کو چاند تلاش کیا جائے، چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ شعبان کی انتیسویں تاریخ کو لوگوں پر واجب کفایہ ہے کہ رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کریں۔

بادلوں کے دنوں میں تیس کی گنتی پوری کرنے کا بیان

1655- حَدَّثَنَا اَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا وَاِذَا رَاَيْتُمُوهُ فَاَفْطِرُوا فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلَاثِينَ يَوْمًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب تم پہلی کا چاند دیکھ لو تو روزہ رکھنا شروع کرو اور جب تم اسے دیکھ لو تو روزہ رکھنا ختم کر دو اور اگر تم پر بادل چھایا ہوا ہو' تو تیس دن کے روزے پورے کرو"۔

1654: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1655: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2510 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 2118

بَابُ: مَا جَآءَ فِي الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ

یہ باب ہے (حدیث نبوی ﷺ ہے) ''مہینہ کبھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے''

1656-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مَضٰى مِنَ الشَّهْرِ قَالَ قُلْنَا اثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ وَبَقِيَتْ ثَمَانٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَالشَّهْرُ هٰكَذَا وَالشَّهْرُ هٰكَذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَّاَمْسَكَ وَاحِدَةً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا:
مہینے کے کتنے دن گزر چکے ہیں؟ راوی کہتے ہیں ہم نے عرض کی: بائیس دن اور باقی آٹھ دن رہ گئے ہیں' تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مہینہ اتنا' مہینہ اتنا' اور مہینہ اتنا ہوتا ہے''۔
نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ (اشارہ کرتے ہوئے یہ بات بیان کی) اور ایک انگلی کو روک لیا (یعنی مہینہ کبھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔)

1657-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَعَقَدَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ فِى الثَّالِثَةِ

محمد بن سعد اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: مہینہ اتنا اور اتنا ہوتا ہے تیسری مرتبہ میں نبی کریم ﷺ نے انتیس ہونے کا اشارہ کیا۔

1658-حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِىُّ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِىُّ عَنْ اَبِىْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَا صُمْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ اَكْثَرُ مِمَّا صُمْنَا ثَلَاثِيْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہم نے انتیس روزے' تیس روزے رکھنے سے زیادہ مرتبہ رکھے ہیں''۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِي شَهْرَيِ الْعِيْدِ

یہ باب عید کے دو مہینے ہونے میں ہے

1656-اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1657 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2521' ورقم الحدیث 2522' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 2134' ورقم الحدیث 2136

1658-اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1659- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي بَكْرَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّةِ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: دو مہینے کبھی کم نہیں ہوتے' رمضان کا اور ذی الحج کا۔

1660- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ اَبِي عُمَرَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفِطْرُ يَوْمَ تُفْطِرُونَ وَالْاَضْحٰى يَوْمَ تُضَحُّونَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''عیدالفطر اس دن ہوگی' جس دن تم لوگ عیدالفطر کرو گے' اور قربانی کا دن وہی ہوگا' جس دن تم لوگ عیدالاضحیٰ کرو گے''۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِي الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ

یہ باب سفر کے دوران روزہ رکھنے کے بیان میں ہے

1661- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ وَاَفْطَرَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے سفر کے دوران روزہ رکھا بھی ہے اور نہیں بھی رکھا۔

1662- حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَاَلَ حَمْزَةُ الْاَسْلَمِيُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّي اَصُومُ اَفَاَصُومُ فِي السَّفَرِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَاِنْ شِئْتَ فَاَفْطِرْ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا: وہ بولے: میں نفلی روزے رکھتا ہوں' تو کیا میں سفر کے دوران بھی روزے رکھوں' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو' تو روزہ رکھ لو اور اگر چاہو' تو نہ رکھو۔

1659 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 1912 ' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2526 ' ورقم الحدیث: 2527 ' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2323 ' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 692

1660 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1661 اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2289 ' ورقم الحدیث: 2291 ' ورقم الحدیث: 2292

1662 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2623

1663- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ ح و حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَمَّالُ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ فُدَيْكٍ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَيَّانَ الدِّمَشْقِيِّ حَدَّثَتْنِیْ اُمُّ الدَّرْدَآءِ عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ اَنَّهٗ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ فِی الْيَوْمِ الْحَارِّ الشَّدِيْدِ الْحَرِّ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى رَاْسِهٖ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا فِی الْقَوْمِ اَحَدٌ صَائِمٌ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ

سیدہ اُم درداء رضی اللہ عنہا حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتی ہیں مجھے اپنے بارے میں یہ بات یاد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک شدید گرم دن میں سفر کر رہے تھے اور آدمی گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیتا تھا اور اس دن صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔

فقہ حنفی کے مطابق سفری روزے کے استحباب کا بیان

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: وہ مسافر جس کا سفر شرعی (مقدار کے برابر) ہو خواہ گناہ کی خاطر ہو روزہ چھوڑ سکتا ہے اور اگر اسے روزہ تکلیف نہ دے تو روزہ رکھنا مستحب ہے، اور اگر روزہ مشکل ہو یا اس کے ساتھی پر مشکل ہو تو پھر جماعت کی موافقت میں افطار افضل ہے۔ مقیم پر اس روزہ رمضان کا اتمام لازم ہے جس دن اس نے سفر شروع کیا۔

(درمختار، ج ۱، ص ۱۵۲، مطبع مجتبائی دہلی)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مبسوط میں نہایت نفیس جزئیہ ہے کہ اگر اہل حرب میں سے کچھ لوگوں نے کسی ایسے علاقے پر حملہ کر دیا جس میں کسی مسلمان نے پناہ لے رکھی تھی تو اس مسلمان کے لیے ان کفار کے ساتھ لڑائی کرنا جائز نہ ہوگا، البتہ اس صورت میں جب اسے اپنی جان کا خوف ہو، کیونکہ قتال میں اپنے آپ کو ہلاکت پر پیش کرنا ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں مگر کسی صورت میں جب اپنی جان کا خوف ہو یا کلمۃ اللہ تعالیٰ کی سربلندی کے لیے ہو، اور جب اسے اپنے نفس کا خوف نہیں تو اب اس کا قتال سوائے کفر کی بلندی کے کچھ نہ ہوگا۔ (ہاں جب یہ لوگ سفر میں ہوں تو بوجہ سفر اجازت ہوگی اگرچہ وہ سفر جانب معصیت ہو)۔

(فتح القدیر، ج ۵، ص ۲۶۷، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

سفر کا روزہ رکھنے یا رکھنے میں فقہاء اربعہ کے مؤقف کا بیان

اس مسئلہ میں سلف کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا سفر میں اگر روزہ رکھے گا تو اس سے فرض روزہ ادا نہ ہوگا پھر قضا کرنا چاہیے اور جمہور علماء جیسے امام مالک اور امام شافعی اور ابو حنیفہ علیہم الرحمہ یہ کہتے ہیں کہ روزہ رکھنا سفر میں افضل ہے اگر طاقت ہو، اور کوئی تکلیف نہ ہو، اور امام احمد بن حنبل اور اوزاعی اور اسحاق اور اہل حدیث (غیر مقلدین) یہ کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے بعضوں نے کہا دونوں برابر ہیں روزہ رکھے یا افطار کرے بعضوں نے کہا جو زیادہ آسان ہو وہی افضل ہے۔

1663: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2626

سفر کے روزے میں شوافع کی فقہی تصریحات کا بیان

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں یعنی سفر میں روزہ رکھنا اطاعت اور عبادت میں سے نہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ: جب تم پر روزہ مشقت بنے اور تم ضرر کا خدشہ محسوس کرو تو روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ اور حدیث کا سیاق بھی اسی چیز کا متقاضی ہے۔ لھذا یہ حدیث اس شخص کے لیے ہوگی جو روزے کی وجہ سے ضرر اور تکلیف محسوس کرے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی معنی سمجھا ہے، اسی لیے انہوں نے یہ کہتے ہوئے باب باندھا ہے: باب ہے اس سایہ کیے ہوئے شخص کے بارے میں جس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب سے یہ اشارہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں، اس شخص کو مشقت پہنچنے کی وجہ سے فرمایا۔

ابن قیم تھذیب السنن میں کہتے ہیں: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول: (سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں) یہ ایک معین شخص کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا کہ اس پر مشقت کی وجہ سے سایہ کیا گیا ہے تو اس وقت یہ فرمایا کہ انسان کو سفر میں اتنی مشقت نہیں اٹھانی چاہیے کہ اس حد تک پہنچ جائے کہ کوئی نیکی نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے روزہ چھوڑنے کی رخصت دے رکھی ہے۔ اس حدیث کو عموم پر محمول کرنا ممکن نہیں، کہ کسی بھی سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں روزہ رکھا کرتے تھے۔

اسی لیے علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ یہ سب صرف سبب کی وجہ سے کہا گیا ہے جو صرف اس شخص کے بارے میں ہے جس کی حالت بھی اس شخص کی طرح ہو جائے جس کے بارے میں یہ کہا گیا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں۔

یعنی جب مسافر کو روزہ اس حالت تک اذیت دے تو روزہ رکھنا نیکی نہیں، جس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سفر میں روزہ رکھا تھا۔ (عون المعبود)

بَابُ: مَا جَآءَ فِي الْإِفْطَارِ فِي السَّفَرِ

یہ باب سفر کے دوران روزہ نہ رکھنے کے بیان میں ہے

1664- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَآءِ عَنْ كَعْبِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ

◄► سیدہ اُمّ درداء رضی اللہ عنہا حضرت کعب بن عاصم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں سفر کے دوران روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

1664 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 2254 ' ورقم الحدیث 2255

1665-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''سفر کے دوران روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے''۔

1666-حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى التَّيْمِيُّ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمُ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ كَالْمُفْطِرِ فِي الْحَضَرِ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''سفر کے درمیان رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنے والا اسی طرح ہے' جس طرح وہ حضر کے دوران روزہ نہ رکھے''۔

مسافر و مریض کی حالت رخصت میں غیر رمضان کے روزے کا اختلاف

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے مریض و مسافر کے روزے کے بارے میں جو موقف اختیار کیا ہے دو محقق علماء نے اس سے اختلاف کیا ہے جو شمس الائمہ اور امام فخر الاسلام ہیں انہوں نے کہا ہے کہ اگر کسی مریض نے کسی دوسرے واجب کی نیت کی تو صحیح ہے۔ کیونکہ رمضان کے روزے کا وقوع صحیح ہے۔ البتہ اس میں افطار کا حکم عجز کی وجہ سے تھا۔ کہ وہ ادائے صوم سے عاجز تھا۔ جب اسے قدرت حاصل ہوئی تو روزے رکھنے کی قدرت رکھتا ہے۔ پس وہ روزہ رکھنے میں برابر ہے (خواہ وہ رمضان کا ہو یا غیر رمضان کا ہو) بہ خلاف مسافر کے کیونکہ اس میں رخصت سے عجز سے متعلق ہے۔ تو یہاں پر روزہ رکھنے کی اباحت اس طرح ہوگی کہ سفر اس عجز کے قائم مقام ہوگا۔ لہٰذا وہ کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھ سکتا ہے۔

صاحب ایضاح نے کہا ہے ہمارے بعض فقہاء احناف نے مریض و مسافر کے درمیان فرق کیا ہے جبکہ ان کا فرق کرنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ دونوں برابر ہیں اور یہی قول امام کرخی علیہ الرحمہ کا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دو روایات ہیں کہ جس بندے نفل کی نیت کی تو آپ علیہ الرحمہ سے ابن سماعہ نے روایت کی ہے کہ وہ فرض روزہ ہوگا کیونکہ وقت کو اہم مقصد کی طرف پھیرا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس سے واجب ساقط ہو جائے۔ اور ثواب میں فرض سب سے زیادہ ہوتا ہے۔

حضرت امام حسن علیہ الرحمہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت یہ بیان کی ہے۔ کہ اس کا نفلی روزہ ہوگا جس کی اس نے نیت کی ہے۔ کیونکہ اس کے حق میں رمضان اسی طرح ہے۔ جس مقیم کے حق میں شعبان ہوتا ہے۔ اور اگر وہ شعبان میں نفل کی نیت کرے یا واجب کی نیت کرے تو وہی واقع ہوگا۔

1665 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1666 اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 2283 ' ورقم الحدیث 2284

علامہ ناطفی حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ مسافر و مریض دونوں برابر ہیں۔ البتہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نادر روایت کے مطابق مریض سے نفلی روزہ صحیح ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۲۶۳، بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بہر حال مریض جب کسی دوسرے واجب کی نیت کرے تو امام حسن علیہ الرحمہ کی روایت کے مطابق وہ مسافر کی طرح ہے۔ اسی روایت کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے۔ اور اکثر مشائخ بخارہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ مرض کا تعلق زیادت مرض کے ساتھ ہے نہ کہ عجز کی حقیقت کے ساتھ ہے جس طرح مسافر کے حق میں عجز مقدر ہے فخر الاسلام اور شمس الائمہ نے کہا ہے کہ اس پر وہی واقع ہوگا جس کی اس نے نیت کی ہے۔ کیونکہ رخصت حقیقت عجز کے ساتھ متعلق ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے ظاہر الروایت کے خلاف کہا ہے۔

شیخ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ بات بہ اجماع واضح ہوگئی کہ رخصت نفس مرض کے ساتھ متعلق نہیں ہے کیونکہ اس کی اقسام ہیں۔ بعض اقسام وہ ہیں جو نقصان دہ ہیں جس طرح بخار وغیرہ ہیں اور بعض امراض غیر نقصان دہ ہیں جس طرح ہاضمہ وغیرہ کا خراب ہونا ہے۔ جبکہ رخصت حرج کو دور کرنے کے لئے ہے لہٰذا وہ پہلی قسم کے ساتھ متعلق ہوگی یعنی جس میں مرض کی زیادتی کا خوف ہو۔ جبکہ عجز حقیقی جو حرج کو دور کرنے کے لئے ہوتا ہے اس میں عجز کی شرط نہیں ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ جب مریض نے روزہ رکھا اور ہلاک نہیں ہوا تو اس سے ظاہر ہوا کہ وہ عاجز نہیں ہے لہٰذا اس کے لئے رخصت ثابت نہ ہوئی تو اس کا روزہ وقتی فرض والا ہوگا۔ (فتح القدیر، ج ۳، ص ۱۸۵، بیروت)

مسافر کا دوسرا روزہ رکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسافر نے جب کسی دوسرے واجب کا روزہ کا رکھا یا کسی نفل کا روزہ رکھا تو اس روزہ وہی ہوگا۔ جبکہ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک دوسرے روزے کی نیت فضول جائے گی اور اس کا روزہ وہی رمضان کا روزہ ہوگا۔ کیونکہ وہی اصلی روزہ ہے۔ (بنایہ شرح ہدایہ، ج ۳، ص ۲۵۶، حقانیہ ملتان)

بَابُ: مَا جَآءَ فِي الْإِفْطَارِ لِلْحَامِلِ وَالْمُرْضِعِ

یہ باب ہے کہ حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کا روزہ نہ رکھنا

حاملہ عورت کے لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت کا بیان

1667- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ اَبِىْ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِىْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ بَنِىْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ

1667 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2408 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 715 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2273 ' ورقم الحدیث: 2274 ' ورقم الحدیث: 2275 ' ورقم الحدیث: 2276 ' ورقم الحدیث: 2277 ' ورقم الحدیث: 2281 ' ورقم الحدیث: 2314 ' اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 3299

اَغَارَتْ عَلَيْنَا خَيْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَغَدّٰى فَقَالَ ادْنُ فَكُلْ قُلْتُ اِنِّىْ صَآئِمٌ قَالَ اجْلِسْ اُحَدِّثْكَ عَنِ الصَّوْمِ اَوِ الصِّيَامِ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلٰوةِ وَعَنِ الْمُسَافِرِ وَالْحَامِلِ وَالْمُرْضِعِ الصَّوْمَ اَوِ الصِّيَامَ وَاللّٰهِ لَقَدْ قَالَهُمَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِلْتَاهُمَا اَوْ اِحْدَاهُمَا فَيَا لَهْفَ نَفْسِىْ فَهَلَّا كُنْتُ طَعِمْتُ مِنْ طَعَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◈ علی بن محمد جو حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھڑ سواروں نے ہم پر حملہ کر دیا' تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کچھ کھا رہے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''آگے ہو جاؤ اور کھالو''۔ میں نے عرض کی: میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم بیٹھو میں تمہیں روزے کے بارے میں بتاتا ہوں' اللہ تعالیٰ نے مسافر سے نصف نماز کو معاف کر دیا ہے اور مسافر' حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت سے روزے کو معاف کر دیا ہے''۔ (یہاں ایک لفظ میں راوی کو شک ہے)

(راوی کہتے ہیں) اللہ کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا' تو یہ دونوں الفاظ استعمال کیے تھے' یا ان دونوں میں سے کوئی ایک لفظ استعمال کیا تھا' مجھے اپنے اوپر افسوس ہے' میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان سے کھایا کیوں نہیں تھا۔

1668- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ الدِّمَشْقِىُّ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ بَدْرٍ عَنِ الْجُرَيْرِىِّ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحُبْلٰى الَّتِىْ تَخَافُ عَلٰى نَفْسِهَا اَنْ تُفْطِرَ وَلِلْمُرْضِعِ الَّتِىْ تَخَافُ عَلٰى وَلَدِهَا

◈ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاملہ عورت کو رخصت عطا کی ہے' جسے اپنی ذات کے بارے میں اندیشہ ہو' یہ رخصت کہ وہ روزہ نہ رکھے۔ اسی طرح دودھ پلانے والی جس عورت کو' جسے اپنے بچے کے بارے میں یہ اندیشہ ہو (اسے بھی رخصت عطا کی ہے)

حالت سفر میں حاملہ ومرضعہ کے لئے شرعی رخصت کا بیان:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا للہ تعالیٰ نے لیے آدھی نماز موقوف کر دی ہے اسی طرح مسافر دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کے لیے روزہ معاف کر دیا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

آدھی نماز موقوف کر دی ہے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لیے بھی پہلے چار رکعت نماز فرض تھی پھر بعد میں دو رکعت رہ گئی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لیے ابتداء ہی سے آدھی نماز فرض فرمائی ہے کہ وہ چار رکعت والی نماز دو رکعت پڑھے اور دو رکعت کی قضا واجب نہیں ہے اسی طرح روزہ کی معافی کا مطلب یہ ہے کہ حالت سفر میں روزہ رکھنا واجب نہیں ہے۔ مگر سفر پورا ہونے کے بعد مسافر جب مقیم ہو جائے گا تو اس روزہ کی قضا اس پر ضروری ہوگی۔

1668- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حائض وحامل کے فدیے میں فقہی اختلاف کا بیان

دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کے بارے میں پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ ان کے لیے بھی جائز ہے کہ اگر روزہ کی وجہ سے بچہ یا خود ان کو تکلیف ونقصان پہنچنے کا گمان غالب ہو تو وہ روزہ نہ رکھیں لیکن عذر ختم ہو جانے کے بعد ان پر بھی قضاء واجب ہو گی فدیہ لازم نہیں ہوگا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے لیکن حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کے مسلک کے مطابق ان پر فدیہ بھی واجب ہے۔

حمل کی صورت میں حکم

حاملہ عورت کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے بشرطیکہ اپنی یا اپنے بچے کی مضرت کا خوف ہو، یا عقل میں فتور آ جانے کا اندیشہ ہو مثلاً اگر حاملہ کو خوف ہو کہ روزہ رکھنے سے خود اپنی دماغی وجسمانی کمزوری انتہاء کو پہنچ جائے گی یا ہونے والے بچہ کی زندگی اور صحت پر اس کا برا اثر پڑے گا یا خود کسی بیماری وہلاکت میں مبتلا ہو جائے گی تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ قضا کر دے۔

ارضاع کی صورت میں حکم

جس طرح حاملہ عورت کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے اسی طرح دودھ پلانے والی عورت کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے خواہ وہ بچہ اسی کا ہو کسی دوسرے کے بچہ کو باجرت یا مفت دودھ پلاتی ہو بشرطیکہ اپنی صحت وتندرستی کی خرابی یا بچے کی مضرت کا خوف ہو جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اس بارے میں دودھ پلانے والی عورت سے صرف دایہ مراد ہے غلط ہے، کیونکہ حدیث میں مطلقاً دودھ پلانے والی عورت کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے چاہے وہ ماں ہو یا دایہ، چنانچہ ارشاد ہے۔ حدیث (ان اللہ وضع عن المسافر الصوم وشطر الصلوۃ وعن الحبلی والمرضع الصوم)۔ اللہ تعالیٰ نے مسافر کے لیے روزہ اور آدھی نماز معاف کی ہے اسی طرح حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے لیے بھی روزہ معاف کیا ہے۔ پھر یہ اگر اس بارے میں کوئی تخصیص ہوتی تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ تخصیص دایہ کی بجائے ماں کے لیے ہوتی کیونکہ دایہ کے لیے کسی بچہ کو دودھ پلانا واجب اور ضروری نہیں ہے وہ تو صرف اجرت کے لیے دودھ پلاتی ہے اگر وہ چاہے تو اس کام کو چھوڑ سکتی ہے جب کہ ماں کا معاملہ برعکس ہے اپنے بچہ کو دودھ پلانا اس پر دیانۃً واجب ہے خصوصاً جب کہ باپ مفلس ہو۔

دودھ پلانے والی عورت کو دوا پینا جائز ہے جب کہ طبیب وڈاکٹر کہے کہ یہ دوا بچے کو فائدہ کرے گی، مسئلہ بالا میں بتایا گیا ہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے جب کہ اسے اپنی یا اپنے بچہ کی مضرت کا خوف ہو تو اس بارے میں جان لیجئے کہ خوف سے مراد یہ ہے کہ یا تو کسی سابقہ تجربہ کی بناء پر اپنی یا اپنے بچہ کی مضرت کا گمان غالب ہو یا یہ کہ مسلمان طبیب حاذق جس کا کردار عقیدہ وعمل کے اعتبار سے قابل اعتماد ہو یہ بات کہے کہ روزہ کی وجہ سے اسے ضرر پہنچے گا۔

حاملہ یا دودھ پلانے والے والی عورت

عورت جو حاملہ ہو یا بچے کو دودھ پلاتی ہو اور روزہ رکھنے کی صورت میں اسے اپنی یا بچے کی جان ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس پر

بھی روزہ فرض نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مجبوری کی حالت ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ اور نبی کریم ﷺ نے مذکورہ دونوں عورتوں کو روزہ چھوڑنے کی رخصت دی ہے۔ (ترمذی)

حضرت معاذہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا (جن کی کنیت ام الصہبا ہے اور جلیل القدر تابعیہ ہیں) کے بارہ میں مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ کیا وجہ ہے کہ حائضہ عورت پر روزہ کی قضاء واجب مگر نماز کی قضاء واجب نہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جب ہمیں حیض آتا تو ہمیں روزہ کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا لیکن نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ (مسلم، مشکوۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث **543**)

سائلہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حائضہ عورت کے بارہ میں نماز اور روزہ کی تفریق کی وجہ دریافت کی مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وجہ بیان کرنے کی بجائے مذکورہ بالا جواب دے کر گویا اس طرف اشارہ فرمایا کہ ہر مسئلہ کی وجہ دریافت کرنا یا اس کی علت کی جستجو کرنا کوئی اعلیٰ مقصد نہیں ہے بلکہ شان عبودیت کا تقاضہ صرف یہ ہونا چاہئے کہ شارع نے جو حکم دے دیا ہے اس کی علت پوچھے بغیر اس پر عمل کیا جائے چنانچہ یہ ممکن تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوال کے پیش نظر یہ فرماتیں کہ اگر نماز کی قضا کا حکم دیا جاتا تو حائضہ عورت بہت زیادہ دقت ومشقت اور حرج میں مبتلا ہو جاتی کیونکہ ایام کے دنوں میں بہت زیادہ نمازیں ترک ہوتی ہیں ان سب کو ہر مہینہ قضا کرنا عورت پر بہت زیادہ بار ہو جاتا ہے اس لئے اس میں یہ آسانی عطا فرمائی گئی کہ ایام کے دنوں کی نمازیں حائضہ کے حق میں معاف فرما دی گئیں جب کہ روزہ سے واسطہ سال ہی میں صرف ایک مرتبہ پڑتا ہے ان کی قضا میں اتنی زیادہ مشقت اور حرج نہیں ہوتا اس لئے حائضہ پر ان کی قضا واجب قرار پائی لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس جواب سے احتراز فرما کر مذکورہ بالا اسلوب اختیار فرمایا اور بحث ومباحثہ کی راہ بند کر دی کیونکہ ممکن تھا کہ سائلہ اس علت کو سن کر کہتی کہ میں تو نماز کی قضا میں حرج ومشقت محسوس نہیں کرتی پھر کیوں نہ نماز کی قضا بھی واجب ہو؟

بَابُ: مَا جَآءَ فِي قَضَاءِ رَمَضَانَ

یہ باب رمضان کی قضاء کرنے کے بیان میں ہے

1669- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ إِنْ كَانَ لَيَكُونُ عَلَيَّ الصِّيَامُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَمَا أَقْضِيهِ حَتَّى يَجِيءَ شَعْبَانُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میرے اوپر رمضان کے روزوں کی قضا لازم ہوتی تھی لیکن میں وہ قضا ادا نہیں کر پاتی تھی یہاں تک کہ شعبان آ جاتا۔

1669: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث:1950 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث:2682 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2399 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث:2318

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان کے اپنے وہ روزے جو حیض کی وجہ سے قضا ہوتے تھے شعبان کے علاوہ اور کسی مہینہ میں رکھنے کی فرصت نہیں پاتی تھیں کیونکہ اور دنوں میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہمہ وقت مشغول رہا کرتی تھیں اور اس طرح مستعد رہا کرتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت بھی خدمت و صحبت کے لئے بلائیں حاضر ہو جائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ شعبان کے مہینے میں اکثر روزے سے رہا کرتے تھے اس لئے اس مہینہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مہلت مل جاتی تو ان کے ذمہ رمضان کے جو روزے ہوتے تھے ان کی قضا رکھتیں۔

1670 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا نَحِيضُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَامُرُنَا بِقَضَاءِ الصَّوْمِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہمیں حیض آجاتا تھا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیتے تھے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي كَفَّارَةِ مَنْ اَفْطَرَ يَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ

یہ باب ہے کہ جو شخص رمضان کے مہینے میں ایک دن روزہ نہ رکھے اس کا کفارہ

1671 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ هَلَكْتُ قَالَ وَمَا اَهْلَكَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰى امْرَاَتِيْ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ لَا اَجِدُ قَالَ صُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا اُطِيْقُ قَالَ اَطْعِمْ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا اَجِدُ قَالَ اجْلِسْ فَجَلَسَ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ اُتِيَ بِمِكْتَلٍ يُدْعَى الْعَرَقَ فَقَالَ اذْهَبْ فَتَصَدَّقْ بِهِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا اَهْلُ بَيْتٍ اَحْوَجُ اِلَيْهِ مِنَّا قَالَ فَانْطَلِقْ فَاَطْعِمْهُ عِيَالَكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور بولا: میں ہلاک ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: وہ کس طرح؟ اس نے بتایا: میں رمضان کے مہینے میں اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر چکا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایک غلام آزاد کر دو، اس نے عرض کی: اس کی میں طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا: تم لگاتار دو مہینے تک روزے رکھو۔

1670 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 787

1671 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1936 ' ورقم الحدیث: 2600 ' ورقم الحدیث: 5368 ' ورقم الحدیث 6087 ' ورقم الحدیث 6164 ' ورقم الحدیث 6709 ' ورقم الحدیث: 6710 ' ورقم الحدیث: 6711 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2590 ' ورقم الحدیث 2591 ' ورقم الحدیث 2592 ' ورقم الحدیث: 2593 ' ورقم الحدیث: 2594 ' ورقم الحدیث: 2595 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2390 ' ورقم الحدیث 2391 ' ورقم الحدیث: 2392 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 724

اس نے عرض کی: میں اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ! اس نے کہا: میرے پاس اس کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ' وہ بیٹھ گیا' وہ بیٹھا ہی ہوا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک برتن آیا بوری آئی جس میں کھجوریں موجود تھیں۔ اسے "عرق" کہا جاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اس کو لے جا کر اسے صدقہ کر دو۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے پورے شہر میں ان کی سب سے زیادہ ضرورت میرے گھر والوں کو ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ اور یہ اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔

1671م-حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنِىْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَقَالَ وَصُمْ يَوْمًا مَّكَانَهٗ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حوالے سے اس کی مانند روایت کرتے ہیں' اس میں یہ الفاظ ہیں' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم اس کی جگہ ایک دن روزہ رکھ لینا"۔

1672-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِىْ ثَابِتٍ عَنِ ابْنِ الْمُطَوِّسِ عَنْ اَبِيْهِ الْمُطَوِّسِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَفْطَرَ يَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ لَّمْ يُجْزِهٖ صِيَامُ الدَّهْرِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "جو شخص کسی رخصت کے بغیر رمضان کے ایک دن میں روزہ نہ رکھے تو ساری زندگی روزہ رکھنا اس کے برابر نہیں ہو سکتا"۔

روزہ فاسد ہونے کے سبب قضاء و کفارہ دونوں کے لازم ہونے کا بیان

سب سے پہلے یہ بات جان لینی ضروری ہے کہ روزہ فاسد ہو جانے کی صورت میں کفارہ کن لوگوں پر اور کن حالات میں لازم ہوگا۔ کفارہ اس وقت لازم ہوتا ہے جب کہ روزہ رکھنے والا مکلف یعنی عاقل و بالغ ہو، روزہ رمضان کا ہو اور رمضان ہی کے مہینے میں ہو یعنی رمضان کے قضاء روزوں میں بھی کفارہ لازم نہیں ہوتا، نیت رات ہی سے کئے ہوئے ہو اگر طلوع فجر کے بعد نیت کی ہو گی، تو روزہ توڑنے پر کفارہ لازم نہیں ہوگا، روزہ توڑنے کے بعد ایسا کوئی امر پیش نہ آئے جو کفارہ کو ساقط کر دینے والا ہو جیسے حیض و نفاس، اگر روزہ توڑنے کے بعد ان میں سے کوئی چیز پیش نہ آئے جس سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے، جیسے سفر کہ اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں روزہ توڑے گا تو کفارہ لازم نہیں آئے ہاں اگر کوئی شخص سفر سے پہلے روزہ توڑ دے گا تو کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔ لہذا جب یہ تمام شرائط پائی جائیں گی اور مندرجہ ذیل مفطرات صوم (روزہ کو توڑنے والی چیزوں) میں سے کوئی صورت پیش آئے گی تو کفارہ

1671م :اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1672 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2396 'ورقم الحدیث 2397 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 723

اور قضا دونوں لازم ہوں گے۔ اس کے بعد اب دیکھئے کہ وہ کون سی چیزیں اور صورتیں ہیں جن سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور جن کی وجہ سے کفارہ اور قضا دونوں لازم ہوتے ہیں۔ جماع کرنا، اغلام کرنا ان دونوں صورتوں میں فاعل اور مفعول دونوں پر کفارہ اور قضا لازم آتی ہے کھانا پینا خواہ بطور غذا یا بطور دوا۔ غذائیت کے معنی اور محمول میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ غذا کا محمول اس چیز پر ہوگا جس کو کھانے کے لئے طبیعت خواہش کرے اور اس کے کھانے سے پیٹ کی خواہش کا تقاضہ پورا ہوتا ہو۔ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ غذا کی چیز وہ کہلائے گی جس کے کھانے سے بدن کی اصلاح ہو اور بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ غذا انہیں چیزوں کو کہیں گے جو عادۃً کھائی جاتی ہو۔ لہٰذا اگر کوئی شخص بارش کا پانی، اولہ اور برف نگل جائے یا کچا گوشت کھائے خواہ وہ مردار ہی کا کیوں نہ ہو تو کفارہ لازم ہوگا اسی طرح چربی، خشک کیا ہوا گوشت اور گیہوں کھانے سے بھی کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر ایک آدھ گیہوں منہ میں ڈال کر چبایا جائے اور وہ منہ میں پھیل جائے تو کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ اپنی بیوی یا محبوب کا تھوک نگل جانے سے بھی کفارہ واجب ہوتا ہے کیونکہ اس میں بھی طبیعت کی خواہش کا دخل ہوتا ہے۔ ہاں ان کے علاوہ دوسروں کا تھوک نگلنے کی صورت میں کفارہ واجب نہیں ہوتا، البتہ روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا لازم آتی ہے نمک کو کم مقدار میں کھانے سے تو کفارہ لازم ہوتا ہے زیادہ مقدار میں کھانے سے نہیں۔

مستغنی میں اس قول کو روایت مختار کہا گیا لیکن خلاصہ اور بزازیہ میں لکھا ہے کہ مختار (یعنی قابل قبول اور لائق اعتماد) مسئلہ یہ ہے کہ مطلقاً نمک کھانے سے کفارہ واجب ہوتا ہے یعنی خواہ نمک زیادہ ہو یا کم ہو۔ اگر بغیر بھنا جو کھایا جائے گا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ کیونکہ کچا جو نہیں جاتا لیکن یہ خشک جو کا مسئلہ ہے۔ اگر تازہ خوشہ میں سے جو نکال کر بغیر بھنا ہوا بھی کھایا جائے گا تو کفارہ لازم آئے گا۔ گل ارمنی کے علاوہ وہ مٹی مثلاً ملتانی وغیرہ کھانے کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ عادۃً کھائی جاتی ہو تو اس پر بھی کفارہ لازم آئے گا اور اگر نہ کھائی جاتی ہو تو پھر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ایک حدیث ہے جس کے الفاظ ہیں الغیبۃ تفطر الصیام (غیبت روزہ کو ختم کر دیتی ہے) بظاہر تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی روزہ دار غیبت کرے گا تو اس کا روزہ جاتا رہے گا لیکن علماء امت نے اجتماعی طریقے پر اس حدیث کی تاویل یہ کی ہے کہ حدیث کی مراد یہ نہیں ہے کہ غیبت کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے بلکہ اس کی مراد یہ ہے کہ جو روزہ دار غیبت میں مشغول ہوگا اس کے روزے کا ثواب جاتا رہے گا۔

حدیث اور اس کی تاویل ذہن میں رکھئے اور اب یہ مسئلہ سنئے کہ اگر کسی شخص نے کسی کی غیبت کی اور اس کے بعد قصداً کھانا کھا لیا تو اس پر کفارہ لازم آئے گا خواہ اسے یہ حدیث معلوم ہو یا معلوم نہ ہو اور خواہ حدیث کی مذکورہ بالا تاویل اس کے علم میں ہو یا علم میں نہ ہو نیز یہ کہ مفتی نے کفارہ لازم ہونے کا فتویٰ دیا ہو یا نہ دیا ہو کیونکہ حدیث اور اس کی تاویل سے قطع نظر غیبت کے بعد روزہ کا ختم ہو جانا قطعاً خلاف قیاس ہے۔ اسی طرح ایک حدیث ہے افطر الحاجم والمحجوم (پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے) اس حدیث کی بھی یہ تاویل کی گئی ہے کہ پچھنے لگوانے سے چونکہ روزہ دار کو کمزوری لاحق ہو جاتی ہے اور زیادہ خون نکلنے کی صورت میں روزہ توڑ دینے کا خوف ہو سکتا ہے اسی طرح پچھنے لگانے والے کے بارے میں بھی یہ امکان ہوتا ہے کہ خون کا

کوئی قطرہ اس کے پیٹ میں پہنچ جائے۔اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاط کے پیش نظر یہ فرمایا کہ روزہ جاتا رہتا ہے ورنہ حقیقت میں پچھنے لگانے یا لگوانے سے روزہ ٹوٹتا نہیں۔حدیث الغیبۃ تفطر الصیام کے برخلاف اس کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پچھنے لگانے یا لگوانے کے بعد اس حدیث کے پیش نظر اس گمان کے ساتھ کہ روزہ جاتا رہا ہے۔

قصداً کچھ کھا پی لے تو اس پر کفارہ صرف اسی صورت میں لازم آئے گا جب کہ وہ اس حدیث کی مذکورہ بالا تاویل سے جو جمہور علماء سے منقول ہے واقف ہو یا یہ کہ کسی فقیہ اور مفتی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ پچھنے لگوانے یا لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ اس کا یہ فتویٰ حقیقت کے خلاف ہوگا اور اس کی ذمہ داری اسی پر ہوگی اور اگر اسے حدیث مذکور کی تاویل معلوم نہ ہوگی تو کفارہ لازم نہیں ہوگا الغیبۃ تفطر الصیام وافطر الحاجم والمحجوم دونوں حدیثوں کے احکام میں مذکورہ بالا فرق اس لئے ہے کہ غیبت سے روزہ کا ٹوٹنا نہ صرف یہ کہ خلاف قیاس ہے بلکہ اس حدیث کی مذکورہ بالا تفریق تمام علماء امت کا اتفاق ہے جب کہ پچھنے سے روزہ کا ٹوٹ جانا نہ صرف یہ کہ خلاف قیاس نہیں ہے بلکہ اس حدیث کی مذکورہ بالا تفریق پر تمام علماء امت کا اتفاق ہے کیونکہ بعض علماء مثلاً امام اوزاعی وغیرہ اس حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پچھنے لگانے یا لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

ایسے ہی کسی شخص نے شہوت کے ساتھ کسی عورت کو ہاتھ لگایا، یا کسی عورت کا بوسہ لیا، یا کسی عورت کے ساتھ ہم خواب ہوا، یا کسی عورت کے ساتھ بغیر انزال کے مباشرت فاحشہ کی یا سرمہ لگایا، یا فصد کھلوائی یا کسی جانور سے بدفعلی کی مگر انزال نہیں ہوا یا اپنی دبر میں انگلی داخل کی اور یہ گمان کر کے کہ روزہ جاتا رہے گا۔اس نے قصداً کچھ کھا پی لیا تو اس صورت میں بھی کفارہ اسی وقت لازم ہوگا جب کہ کسی فقیہ یا مفتی نے مذکورہ بالا چیزوں کے بارے میں یہ فتویٰ دیا ہو کہ ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ اس کا یہ فتویٰ غلط اور حقیقت کے خلاف ہوگا اگر مفتی فتویٰ نہیں دے گا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا کیونکہ مذکورہ بالا چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اس عورت پر کفارہ واجب ہوگا جس نے روزہ کی حالت میں کسی ایسے مرد سے برضا و رغبت اور بخوشی جماع کرایا جو جماع کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا چنانچہ کفارہ صرف عورت پر واجب ہوگا اس مرد پر نہیں۔کسی عورت نے یہ جانتے ہوئے کہ فجر طلوع ہوگئی ہے اسے اپنے خاوند سے چھپایا، چنانچہ اس کے خاوند نے اس سے صحبت کر لی اور اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ فجر طلوع ہوگئی ہے تو اس صورت میں بھی صرف عورت پر کفارہ واجب ہوا اور مرد پر واجب نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ بتصرف، کتاب صیام، بیروت)

بَابُ: مَا جَآءَ فِيمَنْ اَفْطَرَ نَاسِيًا

یہ باب ہے کہ جو شخص بھول کر روزہ توڑ دے

1673- حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِى شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُو اُسَامَةَ عَنْ عَوْفٍ عَنْ خِلَاسٍ وَّمُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ نَاسِيًا وَّهُوَ صَائِمٌ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ

1673 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6669 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 722

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص روزے کی حالت میں بھول کر کھا لے تو وہ اپنا روزہ مکمل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا ہے اور پلایا ہے۔

شرح

یہ حکم علی الاطلاق ہر روزہ کے لئے ہے خواہ فرض روزہ ہو یا نفل وغیرہ کہ اگر کوئی روزہ دار بھول کر کچھ کھالے یا پی لے تو اس کا روزہ نہیں جاتا چنانچہ تمام ائمہ کا مسلک یہی ہے البتہ امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر یہ صورت رمضان میں پیش آئے تو اس کی قضاء ضروری ہوگی۔ ہدایہ میں لکھا ہے کہ جب کھانے پینے کے بارہ میں یہ حکم ثابت ہوا تو جماع کے بارہ میں بھی یہی حکم ہوگا یعنی اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں بھول کر جماع کرلے تو اس کے روزہ پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔

1674-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ قَالَتْ اَفْطَرْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ يَوْمِ غَيْمٍ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ قُلْتُ لِهِشَامٍ اُمِرُوْا بِالْقَضَآءِ قَالَ فَلَا بُدَّ مِنْ ذٰلِكَ

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک ابر آلود دن میں ہم نے روزہ کھول لیا پھر سورج نکل آیا۔

ہشام سے دریافت کیا گیا: کیا ان لوگوں کو قضا کرنے کا حکم دیا گیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: قضا کرنا تو ضروری ہے۔

وہ اسباب جن کی وجہ سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے

اس کے بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر کسی ایسی چیز سے روزہ فاسد ہو جو غذا کی قسم سے نہ ہو یا اگر ہو تو کسی شرعی عذر کی بنا پر اسے پیٹ یا دماغ میں پہنچایا گیا ہو یا کوئی ایسی چیز ہو جس سے شرمگاہ کی شہوت پوری طرح ختم نہ ہوتی ہو جیسے جلق وغیرہ تو ایسی چیزوں سے کفارہ لازم نہیں ہوتا بلکہ صرف قضا ضروری ہے لہٰذا اگر روزہ دار رمضان میں کچے چاول اور خشک یا گوندھا ہوا آٹا کھائے تو روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا واجب ہوتی ہے۔

اور اگر کوئی جو یا گیہوں کا آٹا پانی میں گوندھ کر اور اس میں شکر ملا کر کھائے گا تو اس صورت میں کفارہ لازم ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص یکبارگی بہت زیادہ نمک کھائے یا گل ارمنی کے علاوہ کوئی ایسی مٹی کھائے جس کو عادۃً کھایا نہیں جاتا یا گٹھلی یا روئی یا اپنا تھوک نگل لے جو ریشم و کپڑے وغیرہ کے رنگ مثلاً زرد، سبزہ وغیرہ سے متغیر تھا اور اسے اپنا روزہ بھی یاد تھا یا کاغذ یا اس کے مانند ایسی کوئی چیز کھائی جو عادۃً نہیں کھائی جاتی یا کچی ہی یا اس کے مانند ایسا کوئی پھل کھائے جو پکنے سے پہلے عادۃً کھائے نہیں جاتے اور انہیں پکا کر یا نمک ملا کر نہیں کھایا، یا ایسا تازہ اخروٹ کھایا جس میں مغز نہ ہو یا کنکر، لوہا، تانبا، سونا چاندی اور یا پتھر خواہ وہ زمرد وغیرہ ہی ہو نگل گیا تو ان صورتوں میں کفارہ واجب نہیں ہوگا، صرف قضا لازم ہوگی۔

اسی طرح اگر کسی نے حقنہ کرایا، یا ناک میں دوا ڈالی یا منہ میں دوا رکھی اور اس میں سے کچھ حلق میں اتر گئی اور یا کانوں میں تیل

1674 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1959 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2359

ڈالا تو ان صورتوں میں بھی صرف قضا لازم آئے گی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ کان میں قصداً پانی ڈالنے کے بارہ میں مختلف اقوال ہیں ہدایہ ملتقی، درمختار، شرح وقایہ اور اکثر متون میں مذکور ہے کہ اس صورت میں روزہ نہیں ٹوٹتا مگر قاضی خان اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس بارہ میں صحیح مسئلہ یہ ہے کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا لازم آتی ہے۔

کسی شخص نے پیٹ کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ پیٹ میں پہنچ گئی یا سر کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ دماغ میں پہنچ گئی یا حلق میں بارش کا پانی یا برف چلا گیا اور اسے قصداً نہیں نگلا بلکہ از خود حلق سے نیچے اتر گیا یا چوک میں روزہ جاتا رہا مثلاً کلی کرتے ہوئے پانی حلق کے نیچے اتر گیا یا ناک میں پانی دیتے ہوئے دماغ کو چڑھ گیا، یا کسی نے زبردستی روزہ تڑوا دیا خواہ جماع ہی کے سبب سے یعنی خاوند نے زبردستی بیوی سے جماع کیا یا بیوی نے زبردستی خاوند سے جماع کرایا تو ان سب صورتوں میں بھی کفارہ لازم نہیں ہوگا بلکہ صرف قضا لازم ہوگی ہاں جماع کے سلسلہ میں زبردستی کرنے والے پر کفارہ بھی لازم ہوگا اور جس کے ساتھ زبردستی کی گئی اس پر صرف قضا واجب ہوگی۔ اگر کوئی عورت جو لونڈی ہو (خواہ حرم یا منکوحہ) خدمت و کام کاج کی وجہ سے بیمار ہو جانے کے خوف سے روزہ توڑ ڈالے تو اس پر قضا لازم ہوگی، اسی طرح اگر لونڈی اس صورت میں روزہ توڑ ڈالے جب کہ کام کاج مثلاً کھانا پکانا یا کپڑا وغیرہ دھونے کی وجہ سے ضعف و توانائی لاحق ہو گئی تو اس صورت میں بھی قضا واجب ہوگی۔

اس ضمن میں یہ مسئلہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ اگر کسی لونڈی کو اس کا آقا کسی ایسے کام کے لئے کہے جو ادائے فرض سے مانع ہو تو اس کا کہنا ماننے سے انکار کر دینا چاہئے کسی شخص نے روزہ دار کے منہ میں سونے کی حالت میں پانی ڈال دیا یا خود روزہ دار نے سونے کی حالت میں پانی پی لیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر قضا واجب ہوگی اس مسئلہ کو بھول کر کھا پی لینے کی صورت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اگر سونے یا دہ شخص کہ جس کی عقل جاتی رہی ہو کوئی جانور ذبح کرے تو اس کا مذبوحہ کھانا حلال نہیں ہے اس کے برخلاف اگر کوئی ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا جائز ہے۔

اسی طرح یہاں بھی مسئلہ یہ ہے کہ بھول کی حالت میں کھانے پینے والے کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، ہاں کوئی شخص سونے کی حالت میں کھا پی لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ایک شخص نے بھول کر روزے میں کچھ کھا لیا پھر اس کے بعد قصداً کھایا، یا بھول کر جماع کر لیا اور اس کے بعد پھر قصداً جماع کیا یا دن میں روزہ کی نیت کی پھر قصداً کھا پی لیا یا جماع کیا، یا رات ہی سے روزہ کی نیت کی پھر صبح ہو کر سفر کیا اور پھر اس کے بعد اقامت کی نیت کر لی اور کچھ کھا پی لیا اگرچہ اس صورت میں اس کے لئے روزہ توڑنا جائز نہیں تھا، یا رات سے روزہ کی نیت کی، صبح کو مقیم تھا، پھر سفر کیا اور مسافر ہو گیا اور حالت سفر میں قصداً کھایا یا جماع کیا، اگرچہ اس صورت میں اس کے لئے روزہ توڑنا جائز نہیں تھا تو ان تمام صورتوں میں صرف قضا لازم ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا مسئلہ مذکورہ میں حالت سفر میں کھانے کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص سفر شروع کر دینے کے بعد پھر اپنی کوئی بھولی ہوئی چیز لینے کے لئے واپس اپنے گھر میں آئے اور اپنے مکان میں یا اپنے شہر و اپنی آبادی سے جدا ہونے سے پہلے قصداً کھا لے تو اس صورت میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

اگر کوئی شخص تمام دن کھانے پینے اور دوسری ممنوعات روزہ سے رکا رہا مگر نہ تو اس نے روزہ کی نیت کی اور نہ افطار کیا، یا کسی

شخص نے سحری کھائی یا جماع کیا اس حالت میں کہ طلوع فجر کے بارہ میں اسے شک تھا حالانکہ اس وقت فجر طلوع ہو چکی تھی، یا کسی شخص نے غروب آفتاب کے ظن غالب کے ساتھ افطار کیا حالانکہ اس وقت تک سورج غروب نہیں ہوا تھا تو ان صورتوں میں صرف قضا واجب ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا اور اگر غروب آفتاب میں شک ہونے کی صورت میں افطار کیا اور حالانکہ اس وقت تک سورج غروب نہیں ہوا تھا تو اس صورت میں کفارہ لازم ہونے کے بارہ میں دو قول ہیں۔

جس میں سے فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ کا مختار قول یہ ہے کہ غروب آفتاب کے شک کی صورت میں کفارہ لازم ہوگا اس طرح اگر کسی شخص کا ظن غالب یہ ہو کہ آفتاب غروب نہیں ہوا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ روزہ افطار کرے اور حقیقت میں بھی سورج غروب نہ ہوا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا۔ کسی شخص کو جانور کے ساتھ یا میت کے ساتھ فعل بد کرنے کے سبب انزال ہو گیا یا کسی کی ران یا ناف یا ہاتھ کی رگڑ سے منی گرائی یا کسی کو چھونے یا اس کا بوسہ لینے کی وجہ سے انزال ہو گیا یا غیر ادائے رمضان کا روزہ توڑا تو ان سب صورتوں میں کفارہ واجب نہیں ہوگا بلکہ قضا لازم ہوگی۔

اسی طرح اگر کسی نے روزہ دار عورت کے ساتھ اس کے سونے کی حالت میں جماع کیا تو اس عورت کا روزہ جاتا رہے گا اور اس پر صرف قضا لازم ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا، یا کسی عورت نے رات سے روزہ کی نیت کی اور جب دن ہوا تو دیوانی ہو گئی اور اس کی دیوانگی کی حالت میں کسی نے اس سے جماع کیا تو اس صورت میں اس عورت پر اس روزہ کی قضا لازم ہوگی۔ اگر کسی عورت نے اپنی شرمگاہ میں پانی یا دوائی ٹپکائی یا کسی نے تیل یا پانی سے بھیگی ہوئی انگلی اپنے مقعد میں داخل کی یا کسی نے اس طرح استنجاء کیا کہ پانی حقنہ کی جگہ تک پہنچ گیا اگرچہ ایسا کم ہوتا ہے یا استنجاء کرنے میں زیادتی و مبالغہ کی وجہ سے پانی فرج داخل تک پہنچ گیا تو قضا واجب ہوگی۔ کسی شخص کو بواسیر ہو اور اس کے مسے باہر نکل آئیں اور وہ ان کو دھوئے تو اگر ان مسوں کو اوپر اٹھنے سے پہلے خشک کر لیا جائے گا تو ان کے اوپر چڑھ جانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

کیونکہ اس طرح پانی بدن کے ایک ظاہر حصہ پر پہنچا تھا اور پھر بدن کے اندرونی حصہ میں پہنچنے سے پہلے زائل ہو گیا ہاں اگر مسے اوپر چڑھنے سے پہلے خشک نہ ہوں گے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اگر کوئی عورت تیل یا پانی سے تر کی ہوئی انگلی اپنی شرم گاہ کے اندرونی حصے میں داخل کرے گی یا کوئی شخص روئی یا کپڑا یا پتھر اپنی دبر میں داخل کرے گا یا کوئی عورت ان چیزوں کو اپنی شرمگاہ کے اندرونی حصہ میں داخل کرے گی اور یہ چیزیں اندر غائب ہو جائیں گی تو روزہ جاتا رہے گا اور قضا لازم ہوگی ہاں اگر لکڑی وغیرہ کا ایک سرا ہاتھ میں رہے یا یہ چیزیں عورت کی شرمگاہ کے بیرونی حصہ ہی تک پہنچیں تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی شخص نے ڈورا نگل لیا بایں طور کہ اس کا ایک سرا اس کے ہاتھ میں ہو اور پھر وہ اس ڈورے کو باہر نکالے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر اس کا ایک سرا ہاتھ میں نہ ہو بلکہ سب نگل جائے تو یہ روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی۔ جو شخص قصداً اپنے فعل سے کسی چیز کا دھواں اپنے دماغ یا اپنے پیٹ میں داخل کرے گا تو بعید نہیں کہ کفارہ بھی لازم ہو جائے کیونکہ ان کا دھواں نہ صرف یہ کہ قابل انتفاع ہے بلکہ اکثر دواء بھی استعمال ہوتا ہے اسی طرح سگریٹ بیڑی اور حقہ کا دھواں داخل کرنے کی صورت میں بھی کفارہ لازم ہو سکتا ہے۔ اگر کسی شخص نے قصداً قے کی خواہ وہ منہ بھر کر نہ آئی ہو تو اس کا روزہ جاتا رہے گا اور قضا لازم آئے گی۔

اس بارہ میں روایت یہی ہے لیکن حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ قصداً قے کرنے کی صورت میں روزہ اسی وقت فاسد ہوگا اور قضا لازم ہوگی جب کہ قے منہ بھر کر آئی ہو اگر منہ بھر کر نہ آئی ہوگی تو نہ روزہ فاسد ہوگا اور نہ قضاء لازم ہوگی۔ چنانچہ زیادہ صحیح اور مختار قول یہی ہے۔ کسی شخص کو از خود منہ بھر کر قے آئی اور وہ اسے نگل گیا، یا کسی شخص نے دانتوں میں اٹکی ہوئی کوئی چیز جو ایک چنے کے بقدر یا اس سے زیادہ تھی کھالی یا کسی شخص نے رات سے نیت نہیں کی، دن میں بھی اس نے نیت نہیں کی تھی کہ بھول کر کچھ کھا لیا پی لیا اور اس کے بعد اس نے روزہ کی نیت کی تو ان سب صورتوں میں روزہ نہیں ہوگا اور قضا لازم ہوگی، یا اسی طرح کوئی روزہ دار بے ہوش ہو جائے اور خواہ وہ مہینہ بھر تک بے ہوش رہے تو اس پر قضا لازم ہوگی ہاں اس دن کے روزہ کی قضا لازم نہیں ہوگی۔

جس دن میں یا جس کی رات سے بیہوشی شروع ہوئی ہو کیونکہ مسلمان کے بارہ میں نیک گمان ہی کرنا چاہئے اس لئے ہو سکتا ہے اس نے رات میں نیت کر لی ہو اور اس طرح اس کا روزہ پورا ہو جائے گا اب اس کے بعد جتنے دنوں بیہوش رہے گا ان کی قضا کرے گا۔ بے ہوشی شروع ہونے والے دن کے بارہ میں بھی مگر یہ یقین ہو کہ نیت کی تھی تو اس دن کے روزہ کی قضا بھی ضروری ہو گی۔ بیہوشی کے دنوں کے روزوں کی قضا اس لئے ضروری ہوگی کہ اگر چہ اس نے کچھ کھایا پیا نہیں مگر چونکہ روزہ کی نیت نہیں پائی گئی اس لئے بیہوشی کی حالت میں اس کا بغیر نیت کچھ نہ کھانا پینا اور تمام چیزوں سے رکے رہنا کافی وکار آمد نہیں ہوگا،

اگر کسی شخص پر رمضان کے پورے مہینہ میں دیوانگی طاری رہی تو اس پر قضا واجب نہیں ہوگی ہاں مگر پورے مہینہ دیوانگی طاری نہ رہی تو پھر قضا ضروری ہوگی اور اگر کسی شخص پر پورے مہینے بایں طور دیوانگی طاری رہی کہ دن میں یا رات میں نیت کا وقت ختم ہو جانے کے بعد اچھا ہو جاتا تو جب بھی قضا ضروری نہیں ہوگی بلکہ یہ پورے مہینہ دیوانگی طاری رہنے کے حکم میں ہو گا۔

اگر کسی شخص نے رمضان میں روزے کی نیت نہیں کی اور پھر اس نے دن میں کھایا پیا تو امام اعظم ابو حنیفہ کے قول کے مطابق اس صورت میں کفارہ واجب نہیں ہوگا صرف قضا لازم ہوگی مگر صاحبین کا قول یہ ہے کہ کفارہ واجب ہوگا۔ کسی شخص کا روزہ ٹوٹ گیا خواہ وہ کسی عذر ہی کی بناء پر ٹوٹا ہو پھر وہ عذر بھی ختم ہو گیا ہو تو اب اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دن کے بقیہ حصہ میں رمضان کے احترام کے طور پر کھانے پینے میں ممنوع دوسری چیزوں سے اجتناب کرے۔

اسی طرح اس عورت کو بھی دن کے بقیہ حصہ میں روزہ میں ممنوع چیزوں سے اجتناب ضروری ہے جو حیض یا نفاس میں مبتلا تھی اور طلوع فجر کے بعد پاک ہوگئی نیز مسافر جو دن میں کسی وقت مقیم ہو گیا ہو یا بیمار جو اچھا ہو گیا ہو دیوانہ شخص جس کی دیوانگی جاتی رہی ہو، لڑکا جو بالغ ہوا اور کافر جو اسلام قبول کرلے ان سب لوگوں کو بھی دن کے بقیہ حصہ میں کھانے پینے اور دوسری ممنوع چیزوں سے پرہیز کرنا چاہئے ان سب پر اس دن کے روزہ کی قضا لازم ہوگی البتہ موخر الذکر دونوں پر قضا لازم نہیں ہوگی۔ جو عورت حیض و نفاس میں مبتلا ہو یا جو شخص بیماری کی حالت میں ہو، یا جو شخص حالت سفر میں ہو ان کے لئے کھانے پینے سے اجتناب ضروری نہیں ہے تاہم ان کے لئے بھی یہ حکم ہے کہ عام نگاہوں سے بچ کر پوشیدہ طور پر کھائیں پئیں۔ (فتاویٰ ہندیہ بتصرف، کتاب صیام، بیروت)

بَابُ: مَا جَآءَ فِي الصَّائِمِ يَقِئُ

یہ باب ہے کہ جب روزہ دار شخص کو قے آجائے

1675- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَعْلَى وَمُحَمَّدُ ابْنَا عُبَيْدِ الطَّنَافِسِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ يَزِيْدَ ابْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِيْ مَرْزُوْقٍ قَالَ سَمِعْتُ فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدِ الْاَنْصَارِيَّ يُحَدِّثُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَيْهِمْ فِيْ يَوْمٍ كَانَ يَصُوْمُهُ فَدَعَا بِاِنَاءٍ فَشَرِبَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ كُنْتَ تَصُوْمُهُ قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنِّيْ قِئْتُ

حضرت فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے' اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہوا تھا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن منگوایا اور اس میں سے پانی پی لیا' ہم نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آج کے دن تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھتے تھے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں' لیکن مجھے قے آگئی تھی۔

1676- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيْمِ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ ح و حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ سُلَيْمَانَ اَبُو الشَّعْثَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ وَمَنِ اسْتَقَاءَ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''جس شخص کو قے آجائے اس پر قضا لازم نہیں ہوگی' جو شخص جان بوجھ کر قے کرے اس پر قضا لازم ہوگی''۔

خود بہ خود آنے والی قئے میں روزے کا بیان

اگر روزے دار کو خود بہ خود قئے آگئی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو قئے آئی اس پر قضاء نہیں ہے۔ اور جس نے جان بوجھ کر قئے کی تو اس پر قضاء واجب ہے۔ اس حدیث میں منہ بھر اور اس سے کم قئے دونوں مراد ہیں۔ پھر اگر وہ قئے خود لٹ گئی جو منہ بھر تھی تو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ خارج ہے کیونکہ اس سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اسی حالت میں وہ پھر داخل بھی ہوگئی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک فاسد نہ ہوگا کیونکہ یعنی اس کا نگلنا نہیں پایا گیا لہٰذا اسی طرح افطار کا معنی بھی نہیں پایا گیا اور عام طور پر اس سے غذا بھی حاصل نہیں کی جاتی۔ ہاں البتہ اگر اس نے اس کو لوٹایا تو پھر بہ اتفاق روزہ فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ خروج کے بعد داخل کرنا ہے۔ لہٰذا افطار کا حکم ثابت ہو گیا۔ اگر وہ منہ بھر سے کم ہو اور واپس لوٹ گئی تو اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ

1675 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1676 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اس میں کوئی خارج ہے اور نہ ہی روزے دار کا کوئی ایسا عمل جو داخل کرنے میں ہو۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جب اس نے واپس لوٹایا تو بھی اسی طرح حکم ہے کیونکہ خارج نہیں پایا گیا۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ دخول میں اس فعل شامل ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب صوم، لاہور)

قئے سے فساد صوم یا عدم فساد صوم کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص پر قے غالب آ جائے (یعنی خود بخود قے آئے) اور وہ روزہ سے ہو تو اس پر قضا نہیں ہے اور جو شخص (حلق میں انگلی وغیرہ ڈال کر) قصداً قے کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے روزے کی قضا کرے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی،) اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہم اس حدیث کو عیسیٰ بن یونس کے علاوہ اور کسی سند سے نہیں جانتے، نیز محمد (یعنی امام بخاری) فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کو محفوظ نہیں سمجھتا۔

ومن استاء عمداً (اور جو شخص قے کرے) میں قصداً کی قید لگا کر گویا بھول چوک کا استثناء فرمایا گیا ہے یعنی اگر کوئی روزہ دار اس حال میں قصداً قے کرے کہ اسے اپنا روزہ یاد ہو تو اس کا روزہ جاتا رہے گا اور اس پر قضا واجب ہوگی برخلاف اس کے اگر کوئی روزہ دار قصداً قے کرے مگر اسے یاد نہ رہا ہو کہ میں روزہ سے ہوں تو اس پر قضا واجب نہیں ہوگی۔

حضرت معدان بن طلحہ کے بارے میں منقول ہے کہ حضرت ابو درداء نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (روزہ کی حالت میں) قے کی اور پھر روزہ توڑ ڈالا، معدان کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قے کی اور پھر روزہ توڑ ڈالا یا حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابو درداء نے بالکل سچ کہا اور اس موقع پر میں نے ہی آپ کے وضو کے لیے پانی کا انتظام کیا تھا۔ (ابوداؤد، ترمذی، دارمی)

مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عذر کی وجہ سے اپنا نفل روزہ قصداً قے کر کے توڑ ڈالا تھا چاہے عذر بیماری کا رہا ہو یا ضعف و ناتوانی کا بہر کیف عذر کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر عذر کے نفل روزہ بھی نہیں توڑتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لاتبطلوا اعمالکم ۔یعنی اپنے اعمال کو باطل نہ کرو یعنی انہیں شروع کر کے نامکمل نہ ختم کر ڈالو۔

قئے سے فساد صوم میں مذاہب اربعہ

حدیث کے آخری الفاظ وانا صببت له وضوءه سے حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام احمد وغیرہ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ قے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے حضرت امام شافعی اور دیگر علماء جو قے سے وضو ٹوٹنے کے قائل نہیں ہیں فرماتے ہیں کہ یہاں سے وضو کرنے سے مراد کلی کرنا اور منہ دھونا مراد ہے۔

اگر قے بے اختیار ہو جائے تو اس سے نہ روزہ ٹوٹے گا اور نہ قضاء لازم آئے گی اگر چہ قے منہ بھر ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص قصداً قے کرے اور قے منہ بھر ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس روزہ کی قضاء لازم آئیگی۔ فتاوی عالمگیری ج 1 ص 203/4 ماجد

نقضا ودون الکفارۃ کے بیان میں ہے۔

اذا قاء او استقاء ملا الفم او دونه عاد بنفسه او اعاد او خرج فلا فطر علی الاصح الا فی الاعادة والاستقاء بشرط ملا الفم هكذا فی النهر الفائق ۔

سینگی، قے اور احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں روزہ دار کے روزہ کو نہیں توڑتیں سینگی، قے (جواز خود آئے) اور احتلام، امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث محفوظ نہیں ہے، اس کے ایک راوی عبدالرحمن بن زید روایت حدیث کے سلسلہ میں ضعیف شمار کئے جاتے ہیں۔

اس روایت کو دارقطنی بیہقی اور ابوداؤد نے بھی نقل کیا ہے نیز ابوداؤد کی روایت کے بارے میں محدثین نے لکھا ہے کہ وہ اشبہ بالصواب (یعنی صحت کے زیادہ قریب) ہے۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں روزہ دار کے سینگی کو مکروہ سمجھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں علاوہ خوف کی صورت کے۔ (بخاری)

یعنی اس اعتبار سے سینگی کو مکروہ سمجھتے تھے کہ اس سے ضعف وناتوانی لاحق ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے روزہ پر اثر پڑ سکتا ہے نہ کہ اس اعتبار سے کہ اس کی وجہ سے روزہ جاتا رہتا ہو۔

حضرت امام بخاری بطریق تعلیق نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پہلے تو روزہ کی حالت میں سینگی لگوالیا کرتے تھے مگر بعد میں انہوں نے اسے ترک کر دیا البتہ رات میں سینگی لگوالیتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے دن میں بحالت روزہ سینگی لگوانا یا تو احتیاط کے پیش نظر ترک کر دیا تھا یا پھر یہ کہ ضعف کے خوف سے اجتناب کرنے لگے تھے۔

امام بخاری نے بعض احادیث کو سند کے بغیر ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ یہ مذکورہ بالا حدیث ہے چنانچہ بغیر سند روایت کے نقل کرنے کو بطریق تعلیق نقل کرنا کہا جاتا ہے مذکورہ بالا روایت کے نقل کے سلسلہ میں مناسب یہ تھا کہ مصنف مشکوٰۃ حسب قاعدہ معمول پہلے تو کہتے عن ابن عمر الخ پھر بعد میں رواہ البخاری تعلیقا کے الفاظ نقل کرتے۔

اسی طرح ایک حدیث ہے افطر الحاجم والمحجوم (پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے) اس حدیث کی بھی یہ تاویل کی گئی ہے کہ پچھنے لگوانے سے چونکہ روزہ دار کو کمزوری لاحق ہو جاتی ہے اور زیادہ خون نکلنے کی صورت میں روزہ توڑ دینے کا خوف ہو سکتا ہے اسی طرح پچھنے لگانے والے کے بارے میں بھی یہ امکان ہوتا ہے کہ خون کا کوئی قطرہ اس کے پیٹ میں پہنچ جائے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احتیاط کے پیش نظر یہ فرمایا کہ روزہ جاتا رہتا ہے ورنہ حقیقت میں پچھنے لگانے یا لگوانے سے روزہ ٹوٹتا نہیں۔

حالت روزہ میں خون دینے سے روزہ فاسد نہ ہوگا

روزے کی حالت میں ٹیسٹ کے لئے خون نکالنا مفسدِ صوم نہیں ہے، روزہ صحیح رہتا ہے، کیونکہ حدیث پاک میں ہے: الفطر مما دخل لیس مما خرج، بدن میں کوئی چیز جانے سے روزہ ٹوٹتا ہے نہ کہ خارج ہونے سے۔

عورت کی طرف دیکھنے سے خروج منی کی صورت میں فقہاء اربعہ کی تصریحات

مالکی حضرات روزہ باطل قرار دیتے ہیں، لیکن جمہور علماء کرام اس کے روزے کو باطل قرار نہیں دیتے، ظاہر یہی ہوتا ہے کہ جمہور علماء کرام اس کا روزہ اس لیے باطل نہیں کیا کیونکہ بندے کا اس میں کوئی ارادہ شامل نہیں، اور سوچ ایک ایسی چیز ہے جو خیالات اور ذہن میں آتی ہے اور اسے دور کرنا ممکن نہیں۔

رہا عمداً سوچنا اور پھر اس سوچ سے انزال مقصود ہو تو اس صورت میں انزال کی بنا پر دیکھنے اور سوچنے میں کوئی فرق نہیں، جمہور علماء کرام انزال تک عمداً دیکھنے سے روزے کو باطل قرار دیتے ہیں۔

الموسوعة الفقهية میں درج ہے: احناف اور شافعی حضرات کے ہاں دیکھنے اور سوچنے سے منی یا مذی خارج ہونے کی بنا پر روزہ باطل نہیں ہوتا، لیکن اس کے مقابلہ میں شافعی حضرات کے ہاں صحیح یہی ہے کہ جب دیکھنے کی بنا پر انزال کی عادت ہو جائے یا پھر بار بار دیکھے اور انزال ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

لیکن مالکی اور حنابلہ کے ہاں مستقل دیکھنے سے منی خارج ہو جانے پر روزہ فاسد ہو جائے گا؛ کیونکہ یہ ایسا فعل ہے جس سے لذت حاصل کر رہا ہے اور اس فعل سے اجتناب ممکن ہے۔

لیکن صرف سوچ کی بنا پر انزال ہو جانے سے مالکی حضرات کے ہاں روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور حنابلہ کے ہاں فاسد نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس سے اجتناب ممکن نہیں" (الموسوعة الفقهية (287/28)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اگر سوچنے سے انزال ہو گیا اگرچہ وہ سوچ طویل تھی یا نسیاناً جماع شروع کیا تھا، روزہ یاد آنے پر فوراً چھوڑ دیا، اسی طرح حکم ہے اگر اس نے طلوع فجر ہوتے ہی جماع چھوڑ دیا، اگر چھوڑنے کے بعد منی کا خروج ہوا اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ احتلام کی طرح ہے۔ (درمختار، ج۱، ص۱۵۰، مجتبائی دہلی)

بَابُ: مَا جَآءَ فِي السِّوَاكِ وَالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ

یہ باب ہے کہ روزہ دار شخص کا مسواک کرنا اور سرمہ لگانا

1677- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْمٰعِيلَ الْمُؤَدِّبُ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْرِ خِصَالِ الصَّائِمِ السِّوَاكُ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ "روزہ دار کی بہترین عادت مسواک کرنا

1677: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ہے''۔

شرح

اور روزے دار کے لئے صبح وشام میں تر مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزے دار کی بہترین عادت یہ ہے کہ وہ مسواک کرے۔ اس حدیث میں کوئی تفصیل نہیں ہے (لہذا اپنے اطلاق پر رہے گی)

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: شام کے وقت مسواک کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس وقت اثر محمود (پاکیزہ خوشبو) کا زائل کرنا ہے۔ اور وہ خلوف ہے۔ لہذا یہ شہید کے خون سے مشابہت رکھنا ہو گیا۔

ہم نے کہا کہ یہ خلوف عبادت کا اثر ہے۔ عبادت میں زیادہ مناسبت یہی ہے کہ اس کو چھپایا جائے بہ خلاف خون شہید کے کیونکہ ظلم کا اثر ہے۔ اور تر مسواک میں اصلی تری یا پانی سے گیلی کرنے والی تری میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی حدیث کی وجہ سے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ (ہدایہ اولین، کتاب صوم، لاہور)

روزہ کی حالت میں مسواک کرنی جائز ہے

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روزہ کی حالت میں اس قدر مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ میں اس کو شمار نہیں کر سکتا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ روزہ دار کے لیے کسی بھی وقت اور کسی بھی طرح کی مسواک کرنا جائز ہے چنانچہ اس بارے میں اس حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث منقول ہیں جو مرقات میں تفصیل کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں۔

روزہ کی حالت میں مسواک کرنے کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال بھی ہیں چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تو فرماتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں ہر طرح کی مسواک کرنا جائز ہے خواہ وہ سبز یعنی تازی ہو یا پانی میں بھگوئی ہوئی ہو اسی طرح کسی بھی وقت کی جاسکتی ہے خواہ زوال آفتاب سے پہلے کا وقت ہو یا زوال آفتاب کے بعد کا جب کہ حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ کا قول یہ ہے کہ روزہ دار کے لیے تازی اور بھگوئی ہوئی مسواک مکروہ ہے نیز حضرت امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ زوال آفتاب کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے۔

حالت روزہ میں مسواک کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا مؤقف یہ ہے۔ شام کے وقت مسواک کرنا مکروہ ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فرض روزے میں مسواک کرنا مکروہ ہے نفلی روزے میں مسواک کرنا مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ ان سے ایک روایت کے مطابق مستحب ہے۔ اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے تر مسواک شام کے وقت مکروہ ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک تمام احوال میں مسواک کرنا جائز ہے۔ امام احمد کے نزدیک فرض میں زوال کے بعد کرنا مکروہ ہے اور نفل میں مکروہ نہیں ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ ۴، ص ۲۳۶، حقانیہ ملتان)

1678 - حَدَّثَنَا اَبُو التَّقِيِّ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اكْتَحَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں سرمہ لگایا تھا۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِي الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ

یہ باب ہے کہ روزہ دار شخص کا پچھنے لگوانا

1679 - حَدَّثَنَا اَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيُّ وَدَاوُدُ بْنُ رَشِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُعَمَّرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بِشْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے''۔

1680 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ اَنْبَاَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي اَبُو قِلَابَةَ اَنَّ اَبَا اَسْمَاءَ حَدَّثَهُ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے''۔

1681 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ اَنْبَاَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ اَبِي قِلَابَةَ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ شَدَّادَ بْنَ اَوْسٍ بَيْنَمَا هُوَ يَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَقِيعِ فَمَرَّ عَلَى رَجُلٍ يَحْتَجِمُ بَعْدَ مَا مَضَى مِنَ الشَّهْرِ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ

ابوقلابہ بیان کرتے ہیں: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ''بقیع'' کے پاس سے گزر رہے تھے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا' جو پچھنے لگوا رہا تھا' یہ رمضان کے اٹھارہ دن گزرنے کے بعد کی بات ہے' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا''۔

1682 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي زِيَادٍ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ

1678: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1679 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1680 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث:2367 'ورقم الحدیث 2370 'ورقم الحدیث:2371

1681 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث:2368

عَبَّاسٍ قَالَ احْتَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُحْرِمٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت روزہ بھی رکھا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں بھی تھے۔

روزے کی حالت میں پچھنا لگوانے میں فقہاء اربعہ کا مؤقف

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رمضان کی اٹھارہ تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے قبرستان جنت البقیع میں ایک ایسے شخص کے پاس تشریف لائے جو بھری ہوئی سینگی کھنچوا رہا تھا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سینگی کھینچنے اور کھنچوانے والے نے اپنا روزہ توڑ ڈالا (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

امام محی السنہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جو علماء روزہ کی حالت میں سینگی کھینچنے اور کھنچوانے کی اجازت دیتے ہیں انہوں نے اس حدیث کی تاویل کی ہے یعنی یہ کہ ارشاد گرامی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ سینگی کھنچوانے والا تو ضعف کی وجہ سے روزہ توڑنے کے قریب ہو جاتا ہے اور سینگی کھینچنے والا اس سبب سے افطار کے قریب ہو جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سینگی کھینچنے کے عمل سے خون کا کوئی حصہ اس کے پیٹ میں پہنچ گیا ہو۔

بعض من رخص میں بعض سے مراد جمہور یعنی اکثر علماء ہیں۔ چنانچہ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے کہ روزہ کی حالت میں پچھنے لگوانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام اور روزہ کی حالت میں بھری ہوئی سینگی کھنچوائی۔

حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ کا بھی یہی مسلک ہے ان حضرت کی طرف سے حدیث کی وہی مراد بیان کی جاتی ہے جو امام محی السنہ نے نقل کی ہے کہ روزہ توڑنے کے قریب ہو جاتا ہے یعنی بھری ہوئی سینگی کھنچوانے والے کا خون چونکہ زیادہ نکل جاتا ہے جس کی وجہ سے ضعف و سستی اور ناتوانی اتنی زیادہ لاحق ہو جاتی ہے کہ اس کے بارے میں یہ خوف پیدا ہو جاتا ہے کہ کہیں وہ اپنی جان بچانے کے لیے روزہ نہ توڑ ڈالے اور سینگی کھینچنے والے کے بارے میں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ سینگی چونکہ منہ سے کھینچنی پڑتی ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس عمل کے وقت خون کا کوئی قطرہ اس کے پیٹ میں چلا گیا ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام کی حالت میں بھری ہوئی سینگی کھنچوائی نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ کی حالت میں (بھی) بھری ہوئی سینگی کھنچوائی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت شیخ جزری فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام کی حالت میں روزے سے تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھری ہوئی سینگی کھنچوائی اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ مراد ابوداؤد کی ایک روایت کی روشنی میں اخذ کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ۔ حدیث (انہ صلی اللہ علیہ و سلم احتجم هو صائما محرما) ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت بھری ہوئی سینگی کھنچوائی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

1682 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2373 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 777 ' اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث 3081

سلم حالت احرام میں روزہ سے تھے۔ بہر حال حضرت مظہر فرماتے ہیں کہ احرام کی حالت میں سینگی کھنچوانی جائز ہے بشرطیکہ کوئی بال نہ ٹوٹے۔

اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ کا متفقہ طور پر مسلک یہ ہے کہ روزہ دار کو سینگی کھنچوانا بلا کراہت جائز ہے لیکن حضرت امام احمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بھری ہوئی سینگی کھینچنے اور کھنچوانے والا دونوں کا روزہ باطل ہو جاتا ہے مگر کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِي الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ

یہ باب ہے کہ روزہ دار شخص کا بوسہ لینا

1683- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْجَرَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ الْاَحْوَصِ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ فِیْ شَهْرِ الصَّوْمِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینے میں (روزے کے دوران) اپنی زوجہ محترمہ کا بوسہ لیتے تھے۔

1684- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ وَاَيُّكُمْ يَمْلِكُ اِرْبَهُ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ اِرْبَهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں (اپنی زوجہ محترمہ کا) بوسہ لے لیتے تھے اور تم میں سے کون شخص اپنی خواہش پر اس طرح قابو رکھتا ہے، جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خواہش پر قابو تھا۔

1685- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ عَنْ حَفْصَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں اپنی زوجہ محترمہ کا بوسہ لے لیتے تھے

1686- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِیْ يَزِيْدَ الضِّنِّیِّ عَنْ مَيْمُوْنَةَ مَوْلَاةِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ قَبَّلَ

1683: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2578 ' ورقم الحدیث: 2579 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2383 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 727

1684 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2570

1685: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2581 ' ورقم الحدیث: 2582

1686 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

وَهُمَا صَائِمَانِ قَالَ قَدْ اَفْطَرَا

◆◆ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی کریم ﷺ سے ایسے شخص بارے میں دریافت کیا گیا: جو اپنی بیوی کا بوسہ لے لیتا ہے حالانکہ دونوں میاں' بیوی روزے کی حالت میں ہوتے ہیں' تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ان دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا''۔

شرح

اگر روزے دار کو بوسہ لینے یا مس کرنے سے انزال ہوا تو اس پر قضاء واجب ہے۔ کفارہ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ معنوی طور پر جماع پایا گیا ہے اور بطور صورت و معنی روزے کو روکنے والے کا پایا جانا بطور احتیاط قضاء کو واجب کرنے میں کافی ہے۔ جبکہ کفارہ مکمل جنایت پر موقوف ہے۔ لہٰذا کفارات شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ جس طرح حدود شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ (قواعد فقہیہ)

اور جب اسے اپنے نفس پر اطمینان ہو تو بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یعنی جماع و انزال سے مامون ہو۔ اور اگر مطمئن نہ ہو تو مکروہ ہے۔ اگر چہ بوسہ بالذات روزے کو توڑنے والا نہیں ہے لیکن عام طور یہ بھی اپنے انجام کے طور پر مفطر صائم بن جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص مطمئن ہے تو بوسے کے عین کا اعتبار کریں گے۔ اور روزے دار کے لئے مباح ہے۔ اور اگر مطمئن نہ ہو تو اس کے انجام (آخر) کا اعتبار ہو گا لہٰذا اس کو روزہ دار کے لئے مباح قرار نہیں دیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں علی الاطلاق مباح ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے خلاف دلیل وہی ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق مباشرت فاحشہ بوسہ لینے کی طرح ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ مباشرت فاحشہ مکروہ ہے۔ کیونکہ مباشرت فاحشہ فتنے سے خالی نہیں ہوتی۔ البتہ کہیں تھوڑی سی کم ہو (تو اس کا اعتبار بطور دلیل نہیں کیا جا سکتا)۔ (ہدایہ اولین، کتاب صوم، لاہور)

روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ حنفی کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے روزہ کی حالت میں (اپنی ازواج کا) بوسہ لیتے تھے اور (انہیں) اپنے بدن سے لپٹاتے تھے (کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حاجت پر تم سے زیادہ قابو یافتہ تھے)۔

(بخاری ومسلم)

حاجت سے مراد شہوت ہے مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لوگوں کی بہ نسبت اپنی خواہشات اور شہوت پر بہت زیادہ قابو یافتہ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودیکہ اپنی ازواج مطہرات کا بوسہ لیتے تھے اور ان کو اپنے بدن مبارک سے لپٹاتے تھے مگر صحبت سے بچے رہتے تھے ظاہر ہے کہ دوسرے لوگوں کا ایسی صورت میں اپنی شہوت پر قابو یافتہ ہونا بہت مشکل ہے۔

مذکورہ بالا مسئلہ میں اہل علم کے ہاں اختلاف ہے، حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ بوسہ لینا، مساس کرنا اور عورت کے بدن کو اپنے سے

لپٹانا روزہ دار کے لیے مکروہ ہے جب کہ ایسی صورت میں جماع میں مشغول ہو جانے یا انزال ہو جانے کا خوف ہو اگر یہ خوف نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ حنبلی کا بیان

علامہ مصطفیٰ الرحیبانی حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اگر کسی کو یہ گمان ہو کہ اسے انزال ہو جائے گا تو بغیر کسی اختلاف کے اس کے لیے بوسہ لینا، اور معانقہ کرنا بغل گیر ہونا اور بار بار بیوی کو دیکھنا حرام ہے" (مطالب اولی النہی (2/204))

چنانچہ اگر آپ نے اپنی بیوی سے اس صورت میں دل بہلایا کہ آپ کو روزہ ٹوٹنے کا کوئی خدشہ نہ تھا تو پھر آپ پر کوئی گناہ نہیں، چاہے روزہ ٹوٹ بھی گیا۔

لیکن اگر آپ کو یہ گمان تھا کہ ایسا کام کرنے سے آپ کو انزال ہو جائے گا تو آپ کو بیوی سے دل بہلانے میں گناہ ہوا ہے اور آپ کو اس سے توبہ و استغفار کرنی چاہیے۔

لیکن روزہ دونوں حالتوں میں ہی فاسد ہو جائے گا، کیونکہ آپ کا انزال ہو گیا تھا، چاہے آپ نے روزہ توڑنے کی نیت کی تھی یا نہیں۔

روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ شافعی کا بیان

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "جب بغیر جماع کے کسی نے روزہ توڑا ہو یعنی کھا پی کر یا پھر مشت زنی کر کے، اور انزال تک لے جانے والی مباشرت تو اس پر کوئی کفارہ نہیں؛ کیونکہ نص میں تو جماع کا آیا ہے اور یہ اشیاء اس معنی میں نہیں"۔
(المجموع (6/377))

روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ مالکی کا بیان

امام مالک علیہ الرحمہ مؤطا میں لکھتے ہیں: "عطا بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بوسہ دیا اپنی عورت کو اور وہ روزہ دار تھا رمضان میں سو اس کو بڑا رنج ہوا اور اس نے اپنی عورت کو بھیجا ام المومنین ام سلمہ کے پاس کہ پوچھے ان سے اس مسئلہ کو تو آئی وہ عورت ام سلمہ کے پاس اور بیان کیا ان سے، ام سلمہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے ہیں روزے میں تب وہ اپنے خاوند کے پاس گئی اور اس کو خبر دی پس اور زیادہ رنج ہوا اس کے خاوند کو اور کہا اس نے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سے نہیں ہیں اللہ اپنے رسول کے لئے جو چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے پھر آئی اس کی عورت ام سلمہ کے پاس اور دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں موجود ہیں سو پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہوا اس عورت کو تو بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ام سلمہ نے سو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہ کہہ دیا اس سے کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں ام سلمہ نے کہا میں نے کہہ دیا لیکن وہ گئی اپنے خاوند کے پاس اور اس کو خبر کی سو اس کو اور زیادہ رنج ہوا اور وہ بولا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سے نہیں ہیں حلال کرتا ہے اللہ جل جلالہ جو چاہتا ہے اپنے رسول کے لئے غصہ ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم خدا کی تم سب سے

زیادہ ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے اور تم سب سے زیادہ پہچانتا ہوں اس کی حدوں کو۔

حضرت ام المومنین عائشہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ دیتے تھے اپنی بعض بیبیوں کو اور وہ روزہ دار ہوتے تھے پھر ہنستی تھیں۔

حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ عاتکہ بیوی حضرت عمر کی بوسہ دیتی تھیں سر کو حضرت عمر کے اور حضرت عمر روزہ دار ہوتے تھے لیکن ان کو منع نہیں کرتے تھے۔

حضرت عائشہ بنت طلحہ سے روایت ہے کہ وہ ام المومنین عائشہ کے پاس بیٹھی تھیں اتنے میں ان کے خاوند عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق آئے اور وہ روزہ دار تھے تو کہا ان سے حضرت عائشہ نے تم کیوں نہیں جاتے اپنی بی بی کے پاس بوسہ لو ان کا اور کھیلو ان سے تو کہا عبداللہ نے بوسہ لوں میں ان کا اور میں روزہ دار ہوں حضرت عائشہ نے کہا ہاں۔

حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ اور سعد بن ابی وقاص روزہ دار کو اجازت دیتے تھے بوسہ کی۔ حضرت امام مالک کو پہنچا کہ ام المومنین جب بیان کرتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے روزہ میں تو فرماتیں کہ تم میں سے کون زیادہ قادر ہے اپنے نفس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے سوال ہوا روزہ دار کو بوسہ لینا کیسا ہے تو اجازت دی بوڑھے کو اور مکروہ رکھا جوان کے لئے۔ حضرت نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر منع کرتے تھے روزہ دار کو بوسہ اور مباشرت سے۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الصوم)

بَابُ: مَا جَآءَ فِي الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ

یہ باب ہے کہ روزہ دار شخص کا مباشرت کرنا

1687- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ دَخَلَ الْاَسْوَدُ وَمَسْرُوْقٌ عَلٰى عَآئِشَةَ فَقَالَا اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ قَالَتْ كَانَ يَفْعَلُ وَكَانَ اَمْلَكَكُمْ لِاِرْبِهٖ

ابراہیم بیان کرتے ہیں: اسود اور مسروق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دونوں نے دریافت کیا: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں مباشرت کر لیتے تھے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کر لیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خواہش پر سب سے زیادہ قابو حاصل تھا۔

1688- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْوَاسِطِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رُخِّصَ لِلْكَبِيْرِ الصَّائِمِ فِي الْمُبَاشَرَةِ وَكُرِهَ لِلشَّابِّ

1687: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2574 ' ورقم الحدیث: 2575

1688: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بڑی عمر کے روزہ دار شخص کو مباشرت کی اجازت دی گئی ہے جبکہ نوجوانوں کے لیے اسے مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کان میں تیل ٹپکایا یا پیٹ یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا، اس میں دوا ڈالی کہ پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا حقنہ لیا یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر، کنکری، مٹی، روئی، کاغذ، گھاس وغیرہا ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں یا رمضان میں بلا نیت روزہ روزہ کی طرح رہا یا صبح کو نیت نہیں کی تھی، دن میں زوال سے پیشتر نیت کی اور بعد نیت کھایا یا روزہ کی نیت تھی مگر روزہ رمضان کی نیت نہ تھی یا اس کے حلق میں مینھ کی بوند یا اولا جا رہا یا بہت سا آنسو یا پسینہ نگل گیا یا بہت چھوٹی لڑکی سے جماع کیا جو قابلِ جماع نہ تھی یا مردہ یا جانور سے وطی کی یا ران یا پیٹ پر جماع کیا یا بوسہ لیا یا عورت کے ہونٹ چوسے یا عورت کا بدن چھوا اگرچہ کوئی کپڑا حائل ہو، مگر پھر بھی بدن کی گرمی محسوس ہوتی ہو۔

اور ان سب صورتوں میں انزال بھی ہو گیا یا ہاتھ سے منی نکالی یا مباشرت فاحشہ سے انزال ہو گیا یا ادائے رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ فاسد کر دیا، اگرچہ وہ رمضان ہی کی قضا ہو یا عورت روزہ دار سو رہی تھی، سوتے میں اس سے وطی کی گئی یا صبح کو ہوش میں تھی اور روزہ کی نیت کر لی تھی پھر پاگل ہو گئی اور اسی حالت میں اس سے وطی کی گئی یا یہ گمان کر کے کہ رات ہے، سحری کھا لی یا رات ہونے میں شک تھا اور سحری کھائی حالانکہ صبح ہو چکی تھی یا یہ گمان کر کے کہ آفتاب ڈوب گیا ہے، افطار کر لیا حالانکہ ڈوبا نہ تھا یا دو شخصوں نے شہادت دی کہ آفتاب ڈوب گیا اور دو نے شہادت دی کہ دن ہے اور اُس نے روزہ افطار کر لیا، بعد کو معلوم ہوا کہ غروب نہیں ہوا تھا ان سب صورتوں میں صرف قضا لازم ہے، کفارہ نہیں۔ (درمختار، کتاب الصوم، بیروت)

بَابُ: مَا جَآءَ فِي الْغِيبَةِ وَالرَّفَثِ لِلصَّائِمِ

یہ باب ہے کہ روزہ دار شخص کا غیبت کرنا یا بے حیائی کا کام کرنا

روزے دار کا زبان کو کنٹرول میں رکھنے کا بیان

1689- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ ابْنِ اَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْجَهْلَ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَا حَاجَةَ لِلَّهِ فِي اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص جھوٹی بات کہنے یا جہالت کا مظاہرہ کرنے اور اس پر عمل کرنے کو ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ شخص کھانا یا پینا چھوڑ دے۔

1689. اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 1903 'ورقم الحدیث 6057 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2362 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 707

شرح

لغو و باطل کلام سے مراد وہ باتیں ہیں جن کو اپنی زبان سے نکالنے میں گناہ لازم آتا ہے جیسے کفریات بکنا جھوٹی گواہی دینا، افتراء پردازی، غیب کرنا، بہتان تراشی خواہ زنا کا بہتان ہو یا کسی برائی کا اور لعنت کرنا، یا اسی قسم کی وہ باتیں جن سے بچنا ضروری ہے۔ لہٰذا حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جس روزہ دار نے نہ تو لغو و باطل کلام سے اپنی زبان کو بچالیا اور نہ برے افعال کی غلاظت سے اپنے دامن کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ اس نے اپنا کھانا پینا اور دوسری خواہشات چھوڑ رکھی ہیں۔

اس بات کو زیادہ وضاحت کے ساتھ یوں سمجھئے کہ روزے کا اصل مقصد کیا ہے؟ یہی نا کہ انسان اپنی خواہشات نفسانی کو موت کے گھاٹ اتار دے اور اپنے نفس امارہ کو حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا تابعدار بنادے، مگر جب یہ مقصد ہی حاصل نہ ہوا کہ نہ تو روزہ دار نے بری باتیں ہی چھوڑیں اور نہ برے کام ہی چھوڑے جو روزے کے منافی ہیں تو اللہ کو کیا ضرورت ہے کہ وہ روزہ دار کے محض بھوکا پیاسا ہونے کی کوئی پرواہ کرے یا اس طرف نظر عنایت کرے۔ گویا "پرواہ نہ کرنے" سے مراد ہے اس کی طرف التفات نہ کرنا اور اس کے روزہ کو شرف قبولیت سے نہ نوازنا اور ظاہر ہے کہ ایسے روزہ دار کی طرف اللہ التفات کرے بھی کیوں؟ اس نادان نے بیشک ان چیزوں کو تو ترک کیا جن کو رمضان کے مہینہ میں ترک کرنے ہی کا حکم ہے اگرچہ وہ دوسرے دنوں میں مباح ہیں مثلاً کھانا پینا اور جماع وغیرہ مگر ان چیزوں کو اختیار کیا جنہیں روزہ کیا کسی بھی حالت میں اختیار کرنا حرام ہے۔

مشائخ لکھتے ہیں کہ روزہ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک روزہ تو عوام کا ہے جس میں کھانے پینے اور جماع سے اپنے کو باز رکھا جاتا ہے۔ دوسرا روزہ وہ خواص کا ہے کہ جس میں تمام اعضاء اور حسیات کو حرام و مکروہ خواہشات ولذات سے بچایا جاتا ہے بلکہ ایسی مباح چیزوں سے بھی اجتناب ہوتا ہے جو کسر نفسی کے منافی ہیں۔ اور تیسرا روزہ اخص الخواص کا ہوتا ہے کہ جس میں سوائے حق کے ہر چیز سے کلیۃ اجتناب ہوتا ہے بلکہ غیر حق کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا۔

1690- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ اِلَّا السَّهَرُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"کئی روزہ دار ایسے ہوتے ہیں جنہیں روزہ رکھنے کے نتیجے میں صرف بھوک حاصل ہوتی ہے اور کئی نوافل ادا کرنے والے ایسے ہوتے ہیں جنہیں نوافل ادا کر کے صرف رات کو جاگنا نصیب ہوتا ہے (یعنی انہیں اجر و ثواب نہیں ملتا)"۔

1691- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ اَنْبَاَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ وَاِنْ جَهِلَ عَلَيْهِ اَحَدٌ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ

1690 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1691 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

امْرُؤٌ صَائِمٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جب کسی شخص نے روزہ رکھا ہوا ہو' تو وہ بے حیائی کی بات نہ کرے' جہالت کا مظاہرہ نہ کرے' اگر اس کے خلاف جہالت کا مظاہرہ کیا جائے' تو وہ یہ کہہ دے میں نے روزہ رکھا ہوا ہے''۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِي السُّحُوْرِ

یہ باب سحری کے بیان میں ہے

1692- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ اَنْبَاَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''سحری کیا کرو' کیونکہ سحری میں برکت ہے''۔

1693- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

اسْتَعِيْنُوْا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلٰى صِيَامِ النَّهَارِ وَبِالْقَيْلُوْلَةِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''سحری کھانے کے ذریعے دن کے روزے کے بارے میں مدد حاصل کرو' اور دوپہر کے وقت سونے کے ذریعے رات کے نوافل کے بارے میں مدد حاصل کرو''۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِي تَاْخِيْرِ السُّحُوْرِ

یہ باب سحری تاخیر سے کرنے کے بیان میں ہے

1694- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ قَدْرُ قِرَاءَةِ خَمْسِيْنَ اٰيَةً

1692: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1693: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1694 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 575' ورقم الحدیث: 1921' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2547' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 703' ورقم الحدیث: 704' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2154' ورقم الحدیث: 2155

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے' ہم نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سحری کی۔ پھر ہم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ میں نے دریافت کیا: ان دونوں کے درمیان کتنا فرق تھا؟ انہوں نے جواب دیا: پچاس یا ساٹھ آیات کی تلاوت جتنے وقت کا فرق تھا۔

سحری کے وقت سفیدی کے ظاہر ہونے میں فقہی مذاہب کا بیان

حافظ عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب من الفجر کا لفظ نہیں اترا تھا تو چند لوگوں نے اپنے پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگے باندھ لئے اور جب تک ان کی سفیدی اور سیاہی میں تمیز نہ ہوئی کھاتے پیتے رہے اس کے بعد یہ لفظ اترا اور معلوم ہوگیا کہ اس سے مراد رات سے دن ہے،۔

مسند احمد میں ہے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دو دھاگے (سیاہ اور سفید) اپنے تکیے تلے رکھ لئے اور جب تک ان کے رنگ میں تمیز نہ ہوئی تب تک کھاتا پیتا رہا صبح کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تیرا تکیہ بڑا لمبا چوڑا نکلا اس سے مراد تو صبح کی سفیدی کا رات کی سیاہی سے ظاہر ہونا ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے، مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امر قول کا یہ ہے کہ آیت میں تو دھاگوں سے مراد دن کی سفیدی اور رات کی تاریکی ہے اگر تیرے تکیہ تلے یہ دونوں آجاتی ہوں تو گویا اس کی لمبائی مشرق و مغرب تک کی ہے،

صحیح بخاری میں یہ تفسیر بھی روایتاً موجود ہے، بعض روایتوں میں یہ لفظ بھی ہے کہ پھر تو تو بڑی لمبی چوڑی گردن والا ہے، بعض لوگوں نے اس کے معنی بیان کئے ہیں کہ کند ذہن ہے لیکن یہ معنی غلط ہیں، بلکہ مطلب دونوں جملوں کا ایک ہی ہے کیونکہ جب تکیہ اتنا بڑا ہے تو گردن بھی اتنی بڑی ہی ہوگی واللہ اعلم۔

بخاری شریف میں حضرت عدی کا اسی طرح کا سوال اور آپ کا اسی طرح کا جواب تفصیل وار بھی ہے، آیت کے ان الفاظ سے سحری کھانے کا مستحب ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ کی رخصتوں پر عمل کرنا اسے پسند ہے، حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ سحری کھایا کرو اس میں برکت ہے (بخاری و مسلم)

ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے ہی کا فرق ہے (مسلم) سحری کا کھانا برکت ہے اسے نہ چھوڑو اگر کچھ نہ ملے تو پانی کا گھونٹ ہی سہی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں (مسند احمد)

اسی طرح کی اور بھی بہت سے حدیثیں ہیں سحری کو دیر کر کے کھانا چاہئے ایسے وقت کہ فراغت کے کچھ ہی دیر بعد صبح صادق ہو جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سحری کھاتے ہی نماز کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے اذان اور سحری کے درمیان اتنا ہی فرق ہوتا تھا کہ پچاس آیتیں پڑھ لی جائیں (بخاری و مسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تک میری امت افطار میں جلدی کرے اور سحری میں تاخیر کرے تب تک بھلائی میں رہے گی۔ (مسند احمد)

یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام غذائے مبارک رکھا ہے، مسند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی ایسے وقت کہ گویا سورج طلوع ہونے والا

ہی تھا لیکن اس میں ایک راوی عاصم بن ابونجود منفرد ہیں اور مراد اس سے دن کی نزدیکی ہے جیسے فرمان باری تعالیٰ فاذا بلغن اجلھن الخ یعنی جب وہ عورتیں اپنے وقتوں کو پہنچ جائیں مراد یہ ہے کہ جب عدت کا زمانہ ختم ہو جانے کے قریب ہو یہی مراد یہاں اس حدیث سے بھی ہے کہ انہوں نے سحری کھائی اور صبح صادق ہو جانے کا یقین نہ تھا بلکہ ایسا وقت تھا کہ کوئی کہتا تھا ہوگئی کوئی کہتا تھا نہیں ہوئی کہ اکثر اصحاب رسول اللہ کا دیر سے سحری کھانا اور آخری وقت تک کھاتے رہنا ثابت ہے۔

جیسے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابوہریرہ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین کی بھی ایک بہت بڑی جماعت سے صبح صادق طلوع ہونے کے بالکل قریب تک ہی سحری کھانا مروی ہے، جیسے محمد بن علی بن حسین، ابومجلز، ابراہیم نخعی، ابوالضحیٰ، ابووائل وغیرہ، شاگردان ابن مسعود، عطا، حسن، حاکم بن عیینہ، مجاہد، عروہ بن زبیر، ابوالشعثاء، جابر بن زیاد، اعمش اور جابر بن رشد کا ہے۔

ابن جریری نے اپنی تفسیر میں بعض لوگوں سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ سورج کے طلوع ہونے تک کھانا پینا جائز ہے جیسے غروب ہوتے ہی افطار کرنا، لیکن یہ قول کوئی اہل علم قبول نہیں کرسکتا کیونکہ نص قرآن کے خلاف ہے قرآن میں حیط کا لفظ موجود ہے، بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سن کر تم سحری سے نہ رک جایا کرو وہ رات باقی ہوتی ہے اذان دے دیا کرتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو جب تک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان نہ سن لو وہ اذان نہیں کہتے جب تک فجر طلوع نہ ہو جائے۔

مسند احمد میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ فجر نہیں جو آسمان کے کناروں میں لمبی پھیلتی ہے بلکہ وہ جو سرخی والی اور کنارے کنارے ظاہر ہونے والی ہوتی ہے ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اس میں ہے کہ اس پہلی فجر کو جو طلوع ہو کر اوپر کو چڑھتی ہے دیکھ کر کھانے پینے سے نہ کو بلکہ کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ سرخ دھاری پیش ہو جائے،

ایک اور حدیث میں صبح کاذب اور اذان بلال کو ایک ساتھ بھی بیان فرمایا ہے ایک اور روایت میں صبح کاذب کو صبح کی سفیدی کے ستون کی مانند بتایا ہے، دوسری روایت میں اس پہلی اذان کو جس کے موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے یہ وجہ بیان کی ہے کہ وہ سوتوں کو جگانے اور نماز تہجد پڑھنے والوں اور قضا لوٹانے کے لئے ہوتی، فجر اس طرح نہیں ہے جب تک اس طرح نہ ہو (یعنی آسمان میں اونچی چڑھنے والی نہیں بلکہ کناروں میں دھاری کی طرح ظاہر ہونے والی۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ فجر دو ہیں ایک تو بھیڑیے کی دم کی طرح ہے اس سے روزے دار پر کوئی چیز حرام نہیں ہوتی ہاں وہ فجر جو کناروں میں ظاہر ہو وہ صبح کی نماز اور روزے دار کا کھانا موقوف کرنے کا وقت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو سفیدی آسمان کے نیچے سے اوپر کو چڑھتی ہے اسے نماز کی حلت اور روزے کی حرمت سے کوئی سروکار نہیں لیکن فجر جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر چمکنے لگتی ہے وہ کھانا پینا حرام کرتی ہے۔ حضرت عطا سے مروی ہے کہ آسمان میں لمبی لمبی چڑھنے والی روشنی نہ تو روزہ رکھنے والے پر کھانا پینا حرام کرتی ہے نہ اس سے نماز کا وقت آیا ہوا معلوم ہوسکتا ہے نہ حج فوت ہوتا ہے لیکن جو صبح پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھیل جاتی ہے یہ وہ صبح ہے وہ روزہ دار کے لئے سب چیزیں حرام کر دیتی ہے اور

زری کو نماز حلال کر دیتی ہے اور حج فوت ہو جاتا ہے ان دونوں روایتوں کی سند صحیح ہے اور بہت سے سلف سے منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ (تفسیر ابن کثیر، البقرہ، ۱۸۷)

1695 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ تَسَحَّرْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ النَّهَارُ اِلَّا اَنَّ الشَّمْسَ لَمْ تَطْلُعْ

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح (صادق) ہو جانے کے بعد سحری کھائی تھی تاہم ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔

1696 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيْمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ اَحَدَكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سُحُوْرِهٖ فَاِنَّهٗ يُؤَذِّنُ لِيَنْتَبِهَ نَائِمُكُمْ وَلِيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ وَلَيْسَ الْفَجْرُ اَنْ يَّقُوْلَ هٰكَذَا وَلٰكِنْ هٰكَذَا يَعْتَرِضُ فِي اُفُقِ السَّمَآءِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بلال کی اذان کسی بھی شخص کو سحری کھانے سے منع نہ کرے کیونکہ وہ اس لئے اذان دیتا ہے تاکہ نفل پڑھنے والا گھر چلا جائے اور سویا ہوا شخص بیدار ہو جائے فجر اس طرح نہیں ہوتی۔ بلکہ اس طرح ہوتی ہوے یعنی وہ آسمان کے اُفق میں چوڑائی کی سمت میں پھیلتی ہے۔

سحری کے وقت میں فقہی تطبیق کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ بلال رضی اللہ عنہ کچھ رات رہنے سے اذان دے دیا کرتے تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دیں تم کھاتے پیتے رہو کیونکہ وہ صبح صادق کے طلوع سے پہلے اذان نہیں دیتے۔

قاسم نے بیان کیا کہ دونوں (بلال اور ام مکتوم) کی اذان کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ ایک چڑھتے تو دوسرے ترتے۔

علامہ قسطلانی نے نقل کیا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سحری بہت قلیل ہوتی تھی ایک آدھ کھجور یا ایک آدھ لقمہ اسی لئے یہ قلیل فاصلہ بتلایا گیا حدیث ہذا میں صاف مذکور ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ صبح صادق سے پہلے اذان دیا کرتے تھے یہ ان کی سحری کی اذان ہوتی تھی اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ فجر کی اذان اس وقت دیتے جب لوگ ان سے کہتے کہ فجر ہوگئی ہے کیونکہ وہ خود نابینا تھے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں والمعنی فی المجمع ان بلالا کان یوذن قبل الفجر ثم یتربص بعدُ

1695: اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 2151 ' ورقم الحدیث 2152 ' ورقم الحدیث 2153

1696: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 621 ' ورقم الحدیث 5298 ' ورقم الحدیث 7247 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2536 ' ورقم الحدیث 2537 ' ورقم الحدیث 2538 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2347 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 640 ' ورقم الحدیث 2169

للدعاء ونحوه ثم یرقب الفجر فاذا قارب طلوعه نزل فاخبر ابن ام مکتوم ۔ الخ یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر سے قبل اذان دے کر اس جگہ دعاء کے لئے ٹھہرے رہتے اور فجر کا انتظار کرتے جب طلوع فجر قریب ہوتی تو وہاں سے نیچے اتر کر ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اطلاع کرتے اور وہ پھر فجر کی اذان دیا کرتے تھے ہر دو کی اذان کے درمیان قلیل فاصلہ کا مطلب یہی سمجھ میں آتا ہے آیت قرآنیہ حتی یتبین لکم الخیط الابیض سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صبح صادق نمایاں ہو جانے تک سحری کھانے کی اجازت ہے جو لوگ رات رہتے ہوئے سحری کھا لیتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہے سنت سحری وہی ہے کہ اس سے فارغ ہونے اور فجر کی نماز شروع کرنے کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہو جتنا کہ پچاس آیات کے پڑھنے میں وقت صرف ہوتا ہے طلوع فجر کے بعد سحری کھانا جائز نہیں ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں سحری اپنے گھر کھاتا پھر جلدی کرتا تا کہ نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جائے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ (سحری وہ بالکل آخر وقت کھایا کرتے تھے پھر جلدی سے جماعت میں شامل ہو جاتے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز ہمیشہ طلوع فجر کے بعد اندھیرے ہی میں پڑھا کرتے تھے ایسا نہیں جیسا کہ آج کل حنفی بھائیوں نے معمول بنا لیا ہے کہ نماز فجر بالکل سورج نکلنے کے وقت پڑھتے ہیں ہمیشہ ایسا کرنا سنت نبوی کے خلاف ہے نماز فجر کو اول وقت ادا کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

حضرت قتادہ نے بیان کیا ان سے انس نے اور ان سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے سحری کھائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے میں نے پوچھا کہ سحری اور اذان میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا تو انہوں نے کہا کہ پچاس آیتیں (پڑھنے) کے موافق فاصلہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی سند میں حضرت قتادہ بن دعامہ کا نام آیا ہے ان کی کنیت ابوالخطاب السدوی ہے نابینا اور قوی الحافظہ تھے، بکر بن عبداللہ مزنی ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جس کا جی چاہے اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ قوی الحافظہ بزرگ کی زیارت کرے وہ قتادہ کو دیکھ لے، خود قتادہ کہتے ہیں کہ جو بات بھی میرے کان میں پڑتی ہے اسے قلب فوراً محفوظ کر لیتا ہے، عبداللہ بن سرجس اور انس اور سے بہت دیگر حضرات سے روایت کرتے ہیں۔70ھ میں انتقال فرمایا رحمۃ اللہ علیہ (آمین)

بَابُ: مَا جَآءَ فِيْ تَعْجِيْلِ الْإِفْطَارِ

یہ باب افطاری جلدی کرنے کے بیان میں ہے

افطاری جلد کرنے میں بھلائی ہونے کا بیان

1697 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ

سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْإِفْطَارَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: لوگ اس وقت تک بھلائی پر گامزن رہیں گے جب تک وہ افطاری جلدی کرتے رہیں گے۔

افطاری میں جلدی کرنے کی اہمیت کا بیان

1698- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ عَجِّلُوا الْفِطْرَ فَإِنَّ الْيَهُودَ يُؤَخِّرُونَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"لوگ اس وقت تک بھلائی پر گامزن رہیں گے جب تک وہ افطاری جلدی کرتے رہیں گے' تم بھی افطاری جلد کرلیا کرو' کیونکہ یہودی اسے تاخیر سے کرتے ہیں"۔

شرح

یہود ونصاریٰ افطار میں اتنی تاخیر کرتے ہیں کہ ستارے گنجان یعنی پوری طرح نکل آتے ہیں اور اس زمانہ میں روافض بھی ان کی پیروی کرتے ہیں لہٰذا وقت ہو جانے پر جلدی افطار کرنے میں اہل باطل کی مخالفت ہوتی ہے اور دین کا غلبہ اور دین کی شوکت ظاہر ہوتی ہے یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دین کے دشمنوں کی مخالفت دین کی مضبوطی اور غلبہ کا باعث ہے اور ان کی موافقت دین کے نقصان کا ذریعہ ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے آیت (**یایھا الذین امنوا لاتتخذوا الیھود و النصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم**)۔ اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ ان میں سے بعض بعض لوگوں کے دوست ہیں تم میں سے جو شخص ان سے دوستی کرے گا وہ ان ہی میں سے ہوگا۔

حضرت ابوعطیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور مسروق دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے ام المومنین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں دو اشخاص ہیں ان میں سے ایک صاحب تو جلدی افطار کرتے ہیں اور جلدی نماز پڑھتے ہیں دوسرے صاحب دیر کر کے افطار کرتے ہیں دیر کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ جلدی افطار کرنے والے اور نماز پڑھنے والے کون صاحب ہیں؟ ہم نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا اور دوسرے صاحب جو افطار میں اور نماز میں دیر کرتے تھے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ (مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث 499)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بڑے اونچے درجے کے عالم اور فقیہ تھے اس لئے انہوں نے سنت کے مطابق عمل کیا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بھی بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ ان کا عمل بیان جواز کی خاطر تھا یا انہیں کوئی عذر لاحق ہوگا یہ بھی احتمال

1698 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ہے کہ وہ ایسا کبھی کبھی (کسی مصلحت ومجبوری کی خاطر) کرتے ہوں گے۔

بَابُ: مَا جَآءَ عَلٰى مَا يُسْتَحَبُّ الْفِطْرُ

یہ باب ہے کہ کس چیز کے ساتھ افطاری کرنا مستحب ہے؟

کھجور یا پانی سے روزہ افطار کرنے کا بیان

1699- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ ح و حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِيْنَ عَنِ الرَّبَابِ اُمِّ الرَّائِحِ بِنْتِ صُلَيْعٍ عَنْ عَمِّهَا سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى الْمَآءِ فَاِنَّهٗ طَهُوْرٌ

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس کسی شخص نے افطاری کرنی ہو تو وہ کھجور کے ذریعے افطاری کرے اگر وہ نہیں ملتی' تو پھر پانی کے ذریعے کرلے کیونکہ یہ طہارت دیتا ہے''۔

شرح

کھجور اور پانی سے افطار کرنے کا حکم استحباب کے طور پر ہے اور کھجور سے افطار کرنے میں بظاہر حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت معدہ خالی ہوتا ہے اور کھانے کی خواہش پوری طرح ہوتی تو اس صورت میں جو چیز کھائی جاتی ہے اسے معدہ اچھی طرح قبول کرتا ہے لہٰذا ایسی حالت میں جب شیرینی معدہ میں پہنچتی ہے تو بدن کو بہت زیادہ فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ شیرینی کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے قوائے جسمانی میں قوت جلدی سرایت کرتی ہے خصوصاً قوت باصرہ کو شیرینی سے بہت فائدہ پہنچتا ہے اور چونکہ عرب میں شیرینی اکثر کھجور ہی کی ہوتی ہے اور اہل عرب کے مزاج اس سے بہت زیادہ مانوس ہیں اس لئے کھجور سے افطار کرنے کے لئے فرمایا گیا کھجور نہ پانے کی صورت میں پانی سے افطار کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ ظاہر و باطنی طہارت و پاکیزگی کے لئے فال نیک ہے۔

1699 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 2355 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 658 'ورقم الحدیث 659 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 2581 'اخرجہ ابن ماجہ فی ''السنن'' رقم الحدیث 1844

بَابُ: مَا جَآءَ فِي فَرْضِ الصَّوْمِ مِنَ اللَّيْلِ وَالْخِيَارِ فِي الصَّوْمِ

یہ باب رات میں ہی روزہ لازم کر لینے اور روزے میں اختیار ہونے کے بیان میں ہے

روزہ اور نیت روزہ کا بیان

1700-حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الْقَطَوَانِيُّ عَنْ إِسْحَقَ بْنِ حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يَفْرِضْهُ مِنَ اللَّيْلِ

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس شخص کا روزہ نہیں ہوتا' جو صبح صادق ہونے سے پہلے اس کی نیت نہیں کرتا۔

روزے میں نیت کو معلق کرنے کا فقہی بیان

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ایک یہ کہ روزہ رکھنے کو کسی شرط کے ساتھ واجب کرے مثلاً میرا فلاں کام ہو گیا یا بیمار تندرست ہو گیا۔تو میں روزہ رکھوں گا۔اس صورت میں جب شرط پائی جائے مثلاً وہ کام پورا ہو گیا بیمار تندرست ہو گیا تو اتنے روزے رکھنا اس پر واجب ہیں جتنے بولے تھے۔

ہاں اگر روزے وغیرہ کو کسی ایسی شرط پر معلق یا مشروط کیا جس کا ہونا نہیں چاہتا مثلاً یہ کہا کہ اگر میں تمہارے گھر آؤں تو مجھ پر اتنے روزے ہیں کہ اس کا مقصود یہ ہے کہ میں تمہارے یہاں نہیں آؤں گا۔ایسی صورت میں اگر وہ شرط پائی گئی یعنی اس کے یہاں گیا تو اختیار ہے کہ جتنے روزے بولے تھے۔وہ رکھ لے یا قسم توڑنے کا کفارہ دے دے کہ منت کی بعض صورتوں میں قسم کے احکام جاری ہوتے ہوں۔(درمختار وغیرہ) نذر کی ان دونوں صورتوں کو نذر معلق کہتے ہیں۔نذر کی دوسری قسم ہے نذر غیر معلق کہ منت کو کسی شرط سے معلق نہیں کیا۔بلا شرط نماز،روزہ یا حج وعمرہ کی منت مان لی تو اس صورت میں منت پوری کرنا ضروری ہے۔

(عالمگیری، کتاب صوم، بیروت)

نذر معلق میں شرط پائی جانے سے پہلے منت پوری نہیں کر سکتا۔اگر پہلے ہی روزے رکھ لیے بعد میں شرط پائی گئی تو اب پھر روزے رکھنا واجب ہوں گے پہلے روزے اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔اور غیر معلق میں اگرچہ وقت یا جگہ معین کرے مگر منت پوری کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس سے پیشتر یا اس کے غیر میں نہ ہو سکے۔بلکہ اگر اس وقت سے پیشتر روزے رکھ لے یا نماز پڑھ لی وغیرہ وغیرہ تو منت پوری ہو گئی۔(درمختار، کتاب صوم، بیروت)

1700: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2454' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 730' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2330' ورقم الحدیث: 2331' ورقم الحدیث: 2332' ورقم الحدیث: 2335' ورقم الحدیث: 2336' ورقم الحدیث: 2337' ورقم الحدیث: 2338' ورقم الحدیث: 2339' ورقم الحدیث: 2340' ورقم الحدیث: 2341' ورقم الحدیث: 2342

امام ابوالحسن فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ روزے کی دو اقسام ہیں۔(۱) واجب (۲) نفل۔ اور واجب کی دو اقسام ہیں۔ ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ جو معین زمانے کے ساتھ متعلق ہو جس طرح رمضان کا روزہ اور نذر معین کا روزہ ہے۔ یہ روزہ ایسی نیت کے ساتھ جائز ہے جو رات سے کی گئی ہو۔ اور اگر اس نے نیت نہ کی حتیٰ کہ صبح ہوگئی تب اس کے لئے صبح اور زوال کے درمیان نیت کر لینا کافی ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کافی نہیں ہے۔

تو جان لے کہ رمضان کا روزہ فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں اور رمضان کے روزوں کی فرضیت پر اجماع ہو چکا ہے۔ اسی دلیل کی وجہ سے اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ اور نذر کا روزہ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنی نذروں کو پورا کرو۔ اور پہلے روزے کا سبب شہر رمضان ہے لہٰذا اس کی اضافت اسی کی طرف کی گئی ہے۔ اور رمضان کا روزہ شہر رمضان کے مکرر ہونے کی وجہ سے مکرر ہے۔ لہٰذا رمضان کا ہر دن روزے کے وجوب کا سبب ہے۔ اور نذر معین کا سبب نذر ہے۔ اور نیت روزے کی شرط ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب صوم، لاہور)

اور اس اختلافی مسئلے میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس شخص کا روزہ ہی نہیں جس نے روزے کو نیت رات نہ کی ہو۔ لہٰذا جب نیت کے مفقود ہونے کی وجہ سے پہلا جز نہ پایا گیا تو دوسرا بھی مفقود ہو گیا۔ کیونکہ روزے کے اجزاء اور حصے نہیں ہوتے۔ بہ خلاف نفلی روزے کے کیونکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کے حصے ہو سکتے ہیں۔ اور ہماری دلیل یہ ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک اعرابی چاند کی گواہی کے بعد آیا تو آپ نے فرمایا: سنو جس نے کچھ کھایا ہے تو وہ بقیہ دن میں کچھ نہ کھائے اور جس نے کچھ نہیں کھایا تو وہ روزے رکھے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ حدیث فضیلت وکمال کی نفی پر محمول کی گئی ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے یہ نیت نہ کی ہو کہ یہ روزہ رات سے ہے کیونکہ یہ دن کا روزہ ہے۔ لہٰذا دن کے اول میں جو رکنا ہے وہ مؤخر کی نیت کے ساتھ موقوف رہے گا۔ جو دن کے اکثر حصہ سے ملی ہوئی ہے جس طرح نفل ہے کیونکہ روزے ایسا واحد رکن ہے جو امتداد (وقت میں اپنی ذات کو کھینچنے والا) ہے۔ جبکہ نیت اللہ تعالیٰ کے لئے متعین کرنے کے لئے ہے۔ لہٰذا اکثر حصے کے ساتھ جانب وجودی کو ترجیح ہوگی بہ خلاف نماز اور حج کے کیونکہ ان دونوں کے کئی ارکان ہیں۔ پس نیت کا اسی عقد کے ساتھ اتصال شرط ہے۔ جو ان دونوں کی ادائیگی کے لئے کیا گیا ہے۔ بہ خلاف رمضان کے روزے کی قضاء کے کیونکہ وہ اسی دن کے ساتھ موقوف ہے۔ اور وہ نفل ہے بہ خلاف زوال کے بعد والے روزے کے کیونکہ نیت کا ملا ہوا ہونا دن کے اکثر حصے میں نہیں پایا گیا۔ لہٰذا فوت ہونے والی جہت کو ترجیح ہوگی۔

اس کے بعد صاحب قدوری کا قول "مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الزَّوَالِ" جبکہ جامع جامع صغیر میں "قَبْلَ نِصْفِ النَّهَارِ" کہا گیا ہے اور سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ دن کے اکثر حصے میں نیت کا پایا جانا لازم ہے۔ جبکہ شرعی طور پر نصف دن طلوع فجر سے بڑھی ہوئی (چاشت کی) روشنی تک ہے نہ کہ وقت زوال تک ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے ہی نیت کا کرنا شرط ہے۔ تاکہ نیت دن کے اکثر حصے میں ثابت ہو جائے۔ اور مسافر ومقیم دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے کیونکہ ہماری بیان کردہ دلیل میں کہیں تفصیل نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب صوم، لاہور)

روزے کی نیت کے تعین میں فقہ شافعی وحنفی کے اختلاف کا بیان

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نفلی روزہ مطلق نیت کے ساتھ جائز ہے اور واجب روزے کے لئے نیت ضروری ہے وہ نیت کے بغیر جائز نہیں ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ وہ فرض ہے اور اس کی ادائیگی تعیین نیت کے بغیر نہ ہوگی۔ لہٰذا کفارے، نذر وغیرہ کے روزوں کے لئے نیت کا تعین ضروری ہے کیونکہ وہ بغیر نیت کے جائز نہیں ہیں۔ اور ان کی دلیل یہ بھی ہے کہ روزے کی اصل میں نیت صفت زائدہ ہے لہٰذا نیت اس کے ثواب کے ساتھ متعلق ہوگی۔ لہٰذا نیت ضروری ہوئی کیونکہ وہ فرض کی نیت ہے۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے'''' تم میں سے جو رمضان کا مہینہ پائے تو اس کا روزہ رکھے۔ اس آیت میں شہود رمضان کا وجود انسان کو نیت سے بری کر دیتا ہے کیونکہ امساک اللہ کے لئے ہوتا ہے۔ لہٰذا اس شخص کو امساک کو روزے کی طرف پھیرتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ یہ وہی روزہ ہے۔ (یعنی جس کا اس مہینے میں حکم دیا گیا ہے)

اسی طرح دوسری دلیل نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر بندے کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی (بخاری) لہٰذا یہاں اس شخص کا امساک اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگا۔ اور اس سے مراد رمضان کا روزہ ہوگا۔ کیونکہ اگر کوئی اور روزہ مراد لیا جائے تو یہ خلاف نص ہوگا (کیونکہ نص اسی مہینے کے وقت میں رمضان المبارک کے روزے کے بارے میں بیان ہو چکی ہے)۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ جب اس مہینے میں ایک وقت معین کے اندر ایک معین روزے کا حکم شریعت نے بیان کر دیا ہے تو اس کی اقسام نہیں ہوں گی بلکہ اس سے مراد صرف رمضان کا روزہ ہی معین ہوگا۔ جبکہ کفارات اور نذر وغیرہ جیسے واجب روزہ کے لئے کسی وقت کا تعین نہیں ہوتا لہٰذا ان کے لئے نیت کا تعین ضروری ہوا کیونکہ وہ وقت سے خالی ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب روزے رمضان کے مہینے کے سوا میں ہوں تو محتاج نیت ہوتے ہیں کیونکہ ان کی تعیین ضروری ہوتی ہے۔

(بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۸۳، بیروت)

نیت اور اختیار روزہ کا بیان

1701- حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَنَقُوْلُ لَا فَيَقُوْلُ اِنِّيْ صَائِمٌ فَيُقِيْمُ عَلٰى صَوْمِهٖ ثُمَّ يُهْدٰى لَنَا شَيْءٌ فَيُفْطِرُ قَالَتْ وَرُبَّمَا صَامَ وَاَفْطَرَ قُلْتُ كَيْفَ ذَا قَالَتْ اِنَّمَا مَثَلُ هٰذَا مَثَلُ الَّذِيْ يَخْرُجُ بِصَدَقَةٍ فَيُعْطِيْ بَعْضًا وَّيُمْسِكُ بَعْضًا

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے' آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارے ہاں (کھانے کے لیے کچھ ہے؟) ہم نے جواب دیا: جی نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں روزہ رکھ لیتا ہوں' پھر

1701 اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2321' ورقم الحدیث: 2322' ورقم الحدیث: 2327' ورقم الحدیث: 2328

آپ ﷺ روزے کی حالت میں رہے پھر ہمیں کوئی چیز تحفہ دی گئی تو نبی کریم ﷺ نے اپنا روزہ ختم کر دیا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ بعض اوقات روزہ رکھ کے توڑ دیتے تھے میں نے دریافت کیا: اس کی وجہ کیا ہے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی شخص صدقہ کرنے کے لیے کچھ نکالتا ہے تو اس میں سے کچھ دیدیتا ہے اور کچھ نہیں دیتا۔

نیت روزہ کے بارے میں مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا راویہ ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص روزے کی نیت فجر سے پہلے نہ کرے تو اس کا روزہ کامل نہیں ہوتا۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، اور امام ابوداؤد فرماتے ہیں معمر، زبیدی ابن عیینہ اور یونس ایلی ان تمام نے اس روایت کو زہری سے نقل کیا ہے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر موقوف کیا ہے یعنی اس حدیث کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا قول کہا ہے۔

اس حدیث سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر روزہ کی نیت رات ہی سے نہ کی جائے تو روزہ درست نہیں ہوتا خواہ روزہ فرض ہو یا واجب ہو یا نفل۔ لیکن اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہی مسلک ہے کہ روزہ میں نیت رات ہی سے کرنی شرط ہے خواہ روزہ کسی نوعیت کا ہو، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا بھی یہی قول ہے لیکن نفل کے معاملے میں ان دونوں کے یہاں اتنا فرق ہے کہ اگر روزہ نفل ہو تو امام احمد کے ہاں زوال سے پہلے بھی نیت کی جاسکتی ہے اور امام شافعی کے نزدیک آفتاب غروب ہونے سے پہلے تک بھی نیت کر لینی جائز ہے۔ حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ رمضان نفل اور نذر معین کے روزہ میں آدھے دن شرعی یعنی زوال آفتاب سے پہلے پہلے نیت کر لینی جائز ہے لیکن قضاء کفارہ اور نذر مطلق میں حنفیہ کے یہاں بھی رات ہی سے نیت کرنی شرط ہے ان تمام حضرات کی دلیلیں فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

رمضان المبارک کے روزے کی نیت فجر سے قبل رات کو کرنی واجب ہے بغیر نیت کیے دن کو روزہ کفایت نہیں کرے گا، لہٰذا جس شخص کو چاشت کے وقت یہ علم ہوا کہ آج تو رمضان کی یکم تاریخ ہے اور اس نے روزہ رکھنے کی نیت کرلی تو غروب آفتاب تک اسے بغیر کھائے پیے رہنا ہوگا، اور اس پر اس دن کی قضاء ہوگی، اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے فجر سے قبل روزے کی نیت نہ کی تو اس کا روزہ نہیں ہے۔

اسے امام احمد اور اصحاب سنن اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے مرفوعا اور صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ تو فرضی روزہ کے متعلق ہے، لیکن نفلی روزہ میں دن کے وقت روزہ کی نیت کرنی جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اگر اس نے فجر کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو اور نہ ہی جماع کیا ہو، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن چاشت کے وقت گھر میں آئے اور

فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ (کھانے کو) ہے؟

تو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: نہیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میں روزے سے ہوں۔ اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں روایت کیا ہے۔

بَابُ : مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُصْبِحُ جُنُبًا وَّهُوَ يُرِيْدُ الصِّيَامَ

یہ باب ہے کہ ایسے شخص کا حکم جو صبح کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتا ہے اور وہ روزہ رکھنا چاہتا ہے

1702- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ يَّحْيَى ابْنِ جَعْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو الْقَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ لَا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ مَا اَنَا قُلْتُ مَنْ اَصْبَحَ وَهُوَ جُنُبٌ فَلْيُفْطِرْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَهٗ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جی نہیں! رب کعبہ کی قسم! میں یہ بات نہیں کہتا کہ جو شخص صبح کے وقت جنابت کی حالت میں ہو تو اسے روزہ نہیں رکھنا چاہئے' یہ بات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے۔

1703- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيْتُ جُنُبًا فَيَاْتِيْهِ بِلَالٌ فَيُؤْذِنُهٗ بِالصَّلٰوةِ فَيَقُوْمُ فَيَغْتَسِلُ فَاَنْظُرُ اِلَى تَحَدُّرِ الْمَاءِ مِنْ رَاْسِهٖ ثُمَّ يَخْرُجُ فَاَسْمَعُ صَوْتَهٗ فِىْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ قَالَ مُطَرِّفٌ فَقُلْتُ لِعَامِرٍ اَفِىْ رَمَضَانَ قَالَ رَمَضَانُ وَغَيْرُهٗ سَوَاءٌ

◆◆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تھے' حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لیے اطلاع دیتے تھے' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر غسل کر لیتے تھے' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے پانی گرنے کا منظر آج بھی میری نگاہ میں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے اور فجر کی نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (تلاوت کی) آواز میں سن رہی ہوتی تھی۔

مطرف نامی راوی کہتے ہیں: میں نے عامر شعبی دریافت کیا: شاید یہ رمضان کے مہینے کی بات ہوگی (تو میرے استاد نے) جواب دیا' رمضان اور اس کے علاوہ میں حکم برابر ہے۔

1704- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ سَاَلْتُ اُمَّ سَلَمَةَ عَنِ

1702: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1703: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1704: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الرَّجُلِ يُصْبِحُ وَهُوَ جُنُبٌ يُرِيْدُ الصَّوْمَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِّنَ الْوِقَاعِ لَا مِنِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيُتِمُّ صَوْمَهُ

نافع بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو جنابت کی حالت میں صبح کرتا ہے وہ روزہ رکھنا چاہتا ہے تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحبت کرنے کی وجہ سے احتلام کی وجہ سے نہیں، صبح کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کر لیتے تھے اور روزہ مکمل کر لیتے تھے۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِيْ صِيَامِ الدَّهْرِ

یہ باب ہمیشہ روزے رکھنے کے بیان میں ہے

ہمیشہ روزہ رکھنے کی کراہت کا بیان

1705- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَاَبُوْ دَاوُدَ قَالُوْا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ فَلَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ

مطرف بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اس نے نہ تو روزہ رکھا نہ ہی روزہ چھوڑا (یعنی اسے اجر و ثواب حاصل نہیں ہوتا)

1706- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْيَانَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ الْمَكِّيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اس نے روزہ نہیں رکھا''۔

شرح

حضرت مسلم قرشی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یا کسی اور شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ روزہ رکھنے کے بارہ میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اوپر تمہارے اہل وعیال کا بھی حق ہے اس لئے رمضان میں اور ان ایام میں جو رمضان سے متصل ہیں یعنی شش عید کے روزے رکھو نیز زیادہ سے زیادہ ہر بدھ اور جمعرات کو روزہ رکھ لیا کرو، اگر تم نے یہ

1705 اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2379

1706 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 1153 'ورقم الحدیث: 1977 'ورقم الحدیث: 1979 'ورقم الحدیث 2728 'ورقم الحدیث 2770 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 768 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 2376 'ورقم الحدیث 2377 'ورقم الحدیث 2396 'ورقم الحدیث 2397 'ورقم الحدیث 2399 'ورقم الحدیث 2400 'اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 2449 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 2429 'ورقم الحدیث 2430

روزے رکھ لئے تو سمجھ کہ ہمیشہ روزے رکھے۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوۃ المصابیح: جلد دوم رقم الحدیث 572)

مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ روزے رکھنے کی وجہ سے چونکہ ضعف لاحق ہو جاتا ہے جس کی بناء پر نہ صرف یہ کہ ادائیگی حقوق میں خلل پڑتا ہے بلکہ دوسری عبادات میں بھی نقصان اور حجر واقع ہوتا ہے لہٰذا اسی سبب سے ہمیشہ روزہ رکھنا مکروہ ہے ہاں جس شخص کو اس کی وجہ سے ضعف لاحق ہو تو اس کے لئے ہمیشہ روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہوگا بلکہ مستحب ہوگا اسی طرح دائمی روزے کی ممانعت کے سلسلہ میں منقول احادیث میں اور ان مشائخ وسلف کے عمل میں کہ جو ہمیشہ روزہ رکھتے تھے مذکورہ بالا وضاحت سے تطبیق بھی ہو جاتی ہے نیز ہو سکتا ہے کہ یہاں جو حدیث ذکر کی گئی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث سے پہلے ارشاد فرمائی ہوگی جس میں بتایا گیا تھا کہ ہر مہینہ میں تین روزے رکھنے سے ہمیشہ روزہ رکھنے کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

ہمیشہ کے روزے رکھنے مستقلاً مکروہ ہیں اور در مختار میں بھی یہی منقول ہے کہ دائمی طور پر روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے جب کہ یہاں یہ بات بتائی گئی ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھنا اسی وقت مکروہ ہے جب کہ روزہ دار کے ضعف وناتوانی میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہو مگر ضعف کا خوف نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہوگا، لہٰذا ان تمام اقوال میں مطابقت پیدا کی جائے کہ جن اقوال سے دائمی روزوں کا مطلقاً مکروہ ہونا ثابت ہوتا ہے درحقیقت ان کا محمول بھی خوف ضعف ہے یعنی ان اقوال کا مطلب بھی یہی ہے کہ اگر ضعف کا خوف ہو تو دائمی روزے مکروہ ہوں گے ورنہ نہیں۔

عبادات میں اعتدال اختیار کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ عبداللہ کیا مجھے یہ اطلاع نہیں ملی (یعنی مجھے یہ معلوم ہوا ہے) کہ تم (روزانہ) دن میں تو روزے رکھتے ہو اور (ہر رات میں) پوری شب اللہ کی عبادت اور ذکر وتلاوت میں مشغول رہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسی ہی ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو (بلکہ) روزہ بھی رکھو اور بغیر روزہ بھی رہو، رات میں عبادت الٰہی بھی کرو اور سویا بھی کرو کیونکہ تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے (لہٰذا اپنے بدن کو زیادہ مشقت اور ریاضت میں مبتلا نہ کرو تا کہ بیماری یا ہلاکت میں نہ پڑ جاؤ) تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے (اس لئے رات میں سویا بھی کرو تا کہ آنکھیں آرام وسکون پائیں) تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے (اس لئے اس کے شب باشی اور صحبت ومباشرت کرو) اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔

(لہٰذا ان کے ساتھ کلام وگفتگو کرو، ان کی خاطر ومہمانداری کرو اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہو) جس شخص نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے (گویا) روزہ نہیں رکھا (البتہ) ہر مہینہ میں تین دن کے روزے ہمیشہ کے روزہ کے برابر ہیں لہٰذا ہر مہینہ میں تین دن (یعنی ایام بیض کے یا مطلقاً کسی بھی تین دن کے) روزے رکھ لیا کرو اور اسی طرح ہر مہینہ میں قرآن پڑھا کرو (یعنی ایک مہینہ میں ایک قرآن ختم کر لیا کرو) میں نے عرض کیا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ کی ہمت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تو پھر) بہترین روزہ جو روزہ داؤد ہے رکھ لیا کرو (جس کا طریقہ یہ ہے کہ) ایک دن تو روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو اور اس میں اضافہ نہ کرو (یعنی نفل روزے رکھنے اور قرآن شریف ختم کرنے کی مذکورہ بالا تعداد ومقدار

[illegible] (حدیث 565)

[illegible] اعتدال [illegible] کرنے پر زور دیا ہے چنانچہ نفل عبادات اور اعمال میں نہ اتنی کوتاہی
کی جائے جس سے روحانی بالیدگی اور ترقی میں اضمحلال اور درجات عالیہ کے حصول میں رکاوٹ پیدا ہو جائے اور نہ اتنی زیادتی
کی جائے جس سے جسمانی قوت و طاقت بالکل ہی پژمردہ ہو جائے اور دنیاوی مباح امور میں تعطل رونما ہو جائے اس لئے آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو منع فرمایا کہ نہ تو اتنے زیادہ روزے رکھو اور نہ اتنی زیادہ شب بیداری کرو تا کہ اس
کی وجہ سے دوسری ضروری اور فرض عبادتوں میں خلل واقع نہ ہو اور نہ دوسرے انسانی و معاشرتی حقوق پس پشت پڑ جائیں ہر مہینہ
میں تین روزے رکھنے سے ہمیشہ کے روزے کا ثواب اس لئے لکھا جاتا ہے کہ ہر نیکی کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں جیسا کہ کئی موقعوں
پر بتایا جا چکا ہے لہٰذا اس حساب سے تین روزے باعتبار ثواب اور اجزاء کے تیس روزے کے برابر ہوئے اور مہینہ میں تین روزے
رکھنے والا گویا پورے مہینہ روزہ سے رہا۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِي صِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ

یہ باب ہر مہینے میں تین دن روزے رکھنے کے بیان میں ہے

1707- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الْمِنْهَالِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَاْمُرُ بِصِيَامِ الْبِيْضِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ وَيَقُوْلُ هُوَ كَصَوْمِ الدَّهْرِ اَوْ كَهَيْئَةِ صَوْمِ الدَّهْرِ

عبدالملک بن منہال اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ ''ایام بیض'' یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کا روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ آپ ﷺ یہ فرماتے تھے: یہ ہمیشہ روزہ رکھنے کی مانند ہے۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) یہ ہمیشہ روزے رکھنے جیسی ہیئت کی طرح ہے۔

شرح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر مہینہ میں کسی بھی تین دن روزے رکھ لینے کافی ہیں جس دن چاہے روزہ رکھ لیا جائے تیرہویں
چودھویں اور پندرھویں تاریخ کی قید نہیں ہے تاہم اکثر احادیث اور آثار میں چونکہ یہ تین تاریخیں مذکور ہیں اس لئے ان تین
تاریخوں میں روزہ رکھنا افضل ہوگا ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کی اور بھی کئی صورتیں منقول ہیں جو آگے مذکور ہوں گی۔

1707م- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَنْبَاَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ قَتَادَةَ بْنِ مِلْحَانَ الْقَيْسِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

قَالَ ابْنُ مَاجَةَ اَخْطَاَ شُعْبَةُ وَاَصَابَ هَمَّامٌ

1707: اخرجه ابوداؤد في ''السنن'' رقم الحديث: 2449 اخرجه النسائي في ''السنن'' رقم الحديث: 2439 اور رقم الحديث: 2430

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے امام ابن ماجہ فرماتے ہیں: شعبہ نے غلطی کی ہے اور ہمام کی نقل کردہ روایت درست ہے۔

1708- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ اَبِي سَهْلٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ عَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ فَذٰلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِهٖ (مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا) فَالْيَوْمُ بِعَشْرَةِ اَيَّامٍ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص ہر مہینے میں تین روزے رکھ لے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی طرح ہو جائے گا''۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں اپنی کتاب میں یہ آیت نازل کی ہے۔ ''جو شخص ایک نیکی کرے تو اسے اس کا دس گنا اجر ملے گا''۔ تو ایک دن دس ایام کے برابر ہوگا۔

1709- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَزِيْدَ الرِّشْكِ عَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ مِنْ اَيِّهٖ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّهٖ كَانَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرتے تھے۔ میں نے دریافت کیا: کون سے دنوں میں؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نبی کریم ﷺ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ کون سا دن ہے۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِيْ صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ باب نبی کریم ﷺ کے روزہ رکھنے کے بارے میں ہے

شعبان کے روزوں کی اہمیت کا بیان

1710- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِي لَبِيْدٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ صَامَ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَفْطَرَ وَلَمْ اَرَهٗ صَامَ مِنْ شَهْرٍ قَطُّ اَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهٖ مِنْ شَعْبَانَ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهٗ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے بتایا: نبی کریم ﷺ نفلی روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم یہ سوچتے تھے کہ آپ ﷺ ہمیشہ روزے ہی رکھتے رہیں گے

1708: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 762 ' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2408 ' ورقم الحدیث: 2409

1709: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2736 ' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2453 ' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 763

1710: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2715 ' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2178

اور جب آپ ﷺ روزے رکھنا ترک کر دیتے تھے تو ہم یہ سوچتے تھے کہ اب آپ ﷺ روزے ترک ہی کیے رکھیں گے۔

میں نے کبھی نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے کسی مہینے میں شعبان کے مہینے سے زیادہ روزے رکھے ہوں نبی کریم ﷺ شعبان کا پورا مہینہ روزے رکھا کرتے تھے۔

صرف چند دنوں کو چھوڑ کر آپ ﷺ شعبان کے پورے مہینے میں روزے رکھتے تھے۔

1711- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ وَمَا صَامَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا اِلَّا رَمَضَانَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نفلی روزے رکھا کرتے تھے' یہاں تک کہ ہم یہ سوچتے تھے کہ اب آپ ﷺ کوئی روزہ چھوڑیں گے نہیں اور آپ ﷺ (نفل) روزے رکھنا چھوڑ دیتے تھے' یہاں تک کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ اب آپ ﷺ کوئی نفلی روزہ نہیں رکھیں گے۔

مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد آپ ﷺ نے کبھی بھی رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں مسلسل (پورا مہینہ) روزے نہیں رکھے۔

شرح

حدیث کے ابتدائی جملوں کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نفل روزے نہیں رکھتے تھے بلکہ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک یہ تھا کہ کبھی تو مسلسل کافی عرصہ تک روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کی اس کثرت اور تسلسل کو دیکھ کر لوگ گمان کرنے لگتے تھے کہ اب روزہ کا سلسلہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ختم نہ کریں اور کبھی ایسا ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل کافی عرصہ تک روزہ رکھتے ہی نہیں تھے یہاں تک کہ لوگ سوچتے کہ شاید اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفل روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ دوسری روایت کے الفاظ کان یصوم الخ میں جملہ آخر یعنی دوسرے لفظ کان سے جملہ اول کی وضاحت مقصود ہے کہ شعبان کے پورے ماہ سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے اکثر دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے' بعض حضرات کے نزدیک مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سال تو شعبان کے پورے ماہ اور دوسرے سال شعبان کے اکثر دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِيْ صِيَامِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامِ

یہ باب حضرت داؤد علیہ السلام کے روزہ رکھنے کے بارے میں ہے

1712- حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ الشَّافِعِيُّ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ

1711. اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1971 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2717 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2345

دینار قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ فَاِنَّهُ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَاَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ صَلٰوةُ دَاوُدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيُصَلِّي ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھنے کا طریقہ ہے وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہیں رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز پڑھنے کا سب سے پسندیدہ طریقہ حضرت داؤد علیہ السلام کا طریقہ ہے وہ نصف رات سوئے رہتے تھے ایک تہائی حصہ نماز ادا کرتے تھے اور پھر چھٹے حصے میں سوئے رہتے تھے۔

1713- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ بِمَنْ يَصُوْمُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ وَيُطِيْقُ ذٰلِكَ اَحَدٌ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ بِمَنْ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ ذٰلِكَ صَوْمُ دَاوُدَ قَالَ كَيْفَ بِمَنْ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ قَالَ وَدِدْتُ اَنِّيْ طُوِّقْتُ ذٰلِكَ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ایسے شخص کی حالت کیسی ہوگی جو دو دن نفلی روزے رکھتا ہے اور ایک دن نفلی روزہ نہیں رکھتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کوئی شخص اس کی طاقت رکھتا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! جو شخص ایک دن نفلی روزہ رکھے اور ایک دن نفلی روزہ نہ رکھے اس کی حالت کیسی ہوگی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھنے کا طریقہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: جو شخص ایک دن نفلی روزہ رکھے اور دو دن نہ رکھے اس کی کیا حالت ہوگی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری یہ خواہش ہے کہ مجھ میں یہ طاقت ہو (یعنی میں ایسا کرتا رہوں)۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِيْ صِيَامِ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَام

یہ باب ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے روزہ رکھنے کے بارے میں روایات

1714- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ اَبِيْ سَهْلٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ عَنِ ابْنِ لَهِيْعَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ اَبِيْ

1712 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 1131 ' ورقم الحدیث: 3420 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2371 ' ورقم الحدیث: 2732 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2448 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 1629 ' ورقم الحدیث: 2343

1713 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2738 ' ورقم الحدیث 2739 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2425 ' ورقم الحدیث 2426 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 749 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 2382 ' ورقم الحدیث: 2386 ' اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم حدیث: 1730 ' ورقم حدیث 1738

1714 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

فِرَاسٍ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ صَامَ نُوْحٌ الدَّهْرَ اِلَّا يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْاَضْحٰى

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''حضرت نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھتے تھے صرف عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن نہیں رکھتے تھے''۔

بَابُ: صِيَامِ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ

یہ باب شوال کے چھ روزے رکھنے کے بیان میں ہے

1715- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْحَارِثِ الذِّمَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اَسْمَاءَ الرَّحَبِيَّ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ صَامَ سِتَّةَ اَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ كَانَ تَمَامَ السَّنَةِ (مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' جو شخص عیدالفطر کے بعد چھ دن روزہ رکھ لے اس نے پورا سال روزے رکھے۔
(ارشاد باری تعالیٰ ہے)''جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اسے اس کا دس گنا اجر ملتا ہے''۔

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت کا بیان

1716- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ بِسِتٍّ مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصَوْمِ الدَّهْرِ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو شخص رمضان کے مہینے میں روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی مانند ہوگا''۔

شرح

جس طرح اس حدیث سے معلوم ہوا رمضان کے بعد شوال کے مہینہ میں چھ دن روزے رکھنے کی جنہیں شش عید کے روزے بھی کہا جاتا ہے بڑے ثواب اور فضیلت کی بات ہے ان روزوں کے سلسلہ میں حضرت امام شافعی کے ہاں اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ رمضان کے فورا بعد یعنی دوسری تاریخ سے ساتویں تاریخ تک مسلسل یہ روزے رکھے جائیں جب کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

1715 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1716 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2750' ورقم الحدیث: 2751' ورقم الحدیث: 2752' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 2433' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 759۔

کے نزدیک متفرق طور پر یہ روزے رکھنے افضل ہیں کہ پورے مہینہ میں جب بھی چاہے روزے رکھ لے۔

بَابُ: فِیْ صِیَامِ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

یہ باب اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھنے کی فضیلت کے بیان میں ہے

1717- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ اَنْبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِىْ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ الْيَوْمِ النَّارَ مِنْ وَّجْهِهٖ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے ستر برس کے فاصلے جتنا دور کر دے گا۔

روزہ رکھنے کے سبب جہنم سے دور ہونے کا بیان

1718- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اللَّيْثِىُّ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زَحْزَحَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد کے دوران) ایک دن روزہ رکھتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے ستر برس کی مسافت جتنا دور کر دیتا ہے''۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ رب العزت کی رجا و خوشنودی کی خاطر ایک دن روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دوزخ سے اڑتے ہوئے کوے کی مسافت کے بقدر دور رکھتا ہے جو بچہ ہو اور بوڑھا ہو کر مرے۔ (احمد، بیہقی، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث 595)

کہا جاتا ہے کہ کوے کی عمر ہزار ہزار برس کی ہوتی ہے لہٰذا فرمایا کہ اگر کوا ابتداء عمر سے اپنی عمر کے آخری حصہ تک اڑتا رہے تو غور کرو وہ کتنی زیادہ مسافت طے کرے گا جتنی مسافت وہ طے کرے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ روزہ دار کو دوزخ سے دور رکھتا ہے۔ بیہقی سے

1717: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2840 ' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث۔ 2704 ' ورقم الحدیث۔ 2706 ' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 1623 ' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2247 ' ورقم الحدیث: 2248 ' ورقم الحدیث: 2249 ' ورقم الحدیث 2250 ' ورقم الحدیث۔ 2251' ورقم الحدیث 2252

1718: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دار کا سونا عبادت اس کی خاموشی تسبیح ہے اس کا عمل مضاعف ہے اس کی دعا مقبول ہے اور اس کے گناہ بخشے ہوئے ہیں۔ بیہقی سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کے پاس یہ وحی بھیجی کہ اپنی قوم کو خبر دو کہ جو بھی بندہ محض میری خوشنودی کے حصول کی خاطر کسی دن روزہ رکھتا ہے تو میں نہ صرف یہ کہ اس کے جسم و بدن کو تندرست و توانا کرتا ہوں بلکہ اسے بہت زیادہ ثواب بھی دیتا ہوں۔

خطیب بغدادی سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس طرح نفل روزے رکھتا ہے کہ کسی کو بھی اس کے روزہ کی خبر نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے علاوہ اور کسی ثواب پر راضی نہیں ہوتا یعنی اس کا ثواب یہی ہے کہ اسے جنت میں داخل کرتا ہے۔

عبرانی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس طرح نفل روزے رکھتا ہے کہ کسی کو بھی اس کے روزہ کی خبر نہیں ہوتی تو اللہ رب العزت کے پاس ایک خوان ہے جس پر ایسی ایسی نعمتیں ہیں کہ ویسی نعمتیں نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال بھی گزرتا ہے اس خوان پر صرف روزے دار بیٹھیں گے۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنْ صِيَامِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ

یہ باب ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی ممانعت کے بیان میں ہے

1719-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامُ مِنًى اَيَّامُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''منیٰ کے دن کھانے پینے کے دن ہیں''۔

1720-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ عَنْ نَافِعِ ابْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ بِشْرِ بْنِ سُحَيْمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ اَيَّامَ التَّشْرِيْقِ فَقَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَّاَنَّ هٰذِهِ الْاَيَّامَ اَيَّامُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ

◆◆ حضرت بشر بن سحیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایام تشریق میں خطبہ دیتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جنت میں صرف مسلمان داخل ہوگا اور یہ دن کھانے پینے کے دن ہیں''۔

ایام تشریق کے روزوں کی ممانعت میں احادیث کا بیان

حضرت ابوعبید مولیٰ ابن ازہر سے روایت ہے کہ میں عید میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا، آپ آئے

1719 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1720 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اور نماز پڑھی۔ پھر فارغ ہوئے اور لوگوں پر خطبہ پڑھا اور کہا کہ یہ دونوں دن ایسے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان (دونوں دنوں) میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ ایک دن رمضان کے بعد تمہارے افطار کا ہے اور دوسرا وہ دن جس میں اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔ (صحیح مسلم، 822)

حضرت سیدنا نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایام تشریق (گیارہ بارہ تیرہ ذوالحجہ کے دن) کھانے پینے کے دن ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اور اللہ تعالیٰ کو (گوشت) سے یاد کرنے کے۔ (صحیح مسلم، 823)

غیر مقلدین کے نزدیک ایام تشریق کی تعداد کا بیان

ایام تشریق ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ، تیرہ، (11-12-13) تاریخ کے دن ہیں جن کی فضیلت میں کء ایک آیات واحادیث وارد ہیں:

1 اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے: (گنے چنے چند ایام میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو) اکثر علماء اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہی ہے کہ اس سے مراد ایام تشریق ہی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایام تشریق کیبارہ میں فرمان ہے: (یہ سب کے سب کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کی یاد کے دن ہیں)۔ ایام تشریق میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے حکم میں کئی قسم کی انواع شامل ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

ہر فرضی نماز کے بعد جمہور علماء کے ہاں ایام تشریق کے اختتام تک تکبیریں کہہ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مشروع ہیں۔

2- قربانی ذبح کرتے وقت بسم اللہ اور تکبیر کہنا بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور قربانی ذبح کرنے کا وقت ایام تشریق کے آخر تک چلتا ہے۔

3- کھانے پینے پر بسم اللہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، اس لیے کہ کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ اور کھانے سے فارغ ہونے الحمد للہ کہنا مشروع ہے۔

حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہوتا ہے جو کھانے سے فارغ ہو کر الحمد للہ اور پینے کے بعد بھی الحمد للہ کہے) صحیح مسلم رقم الحدیث (2734)

ایام تشریق میں رمی جمرات (حج کے دوران منیٰ میں جمرات کو کنکریاں مارنا) کے وقت اللہ اکبر کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنا، اور یہ صرف حجاج کے ساتھ خاص ہے۔ مطلقاً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ اس لیے کہ ایام تشریق میں کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر مشروع ہے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منیٰ میں اپنے خیمہ کے اندر تکبیریں کہتے تو لوگ بھی سن کر تکبیریں کہتے تو منیٰ تکبروں سے گونج اٹھتا تھا۔

اور پھر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے: (اور پھر جب تم مناسک حج ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے آباء اجداد کا ذکر کیا کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ، بعض لوگ وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے، ایسے لوگوں کا آخرت میں کوء حصہ نہیں۔

اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلاء عطا فرما اور ہمیں

عذاب جہنم نجات دے)

اکثر سلف نے ایام تشریق میں یہ دعا کثرت سے مانگنا مستحب قرار دی ہے:(ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار)

علامہ ابن رجب حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے دن ہیں: اس فرمان میں اس طرف اشارہ ہے کہ ایام عید میں کھانے پینے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے تعاون لیا جائے جو کہ نعمت کا شکر ادا کرنے اور اتمام نعمت سے تعلق رکھتا ہے اسی لیے اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ پاکیزہ چیزیں کھائیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں، تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کے لیے استعمال کرتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کر کے اسے کفر میں بدل دیا تو اس لیے اس نعمت کو اس سے چھن جانا ہی بہتر ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

جب تو نعمت میں ہو تو اس کا خیال رکھ اور حفاظت کر اس لیے کہ معاصی و گناہ نعمتوں کو ختم کر دیتی ہیں، اور ہر وقت اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتے رہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ناراضگی کو ختم کر دیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں روزہ رکھنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا:(ان دنوں کے روزے نہ رکھو اس لیے کہ یہ کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے ایام ہیں)(مسند احمد رقم الحدیث (10286)(لطائف المعارف لابن رجب حنبلی ص (500)

ایام تشریق کی تعداد میں صاحبین کے قول پر فتویٰ

یوم عرفہ (نویں ذوالحجہ) کی نماز فجر سے ایام تشریق کے آخری دن (تیرھویں ذوالحجہ) کی عصر تک فرض نمازوں کے بعد تکبیرات پڑھی جائیں گی۔ اس حوالے سے احناف میں دو موقف ہیں۔

ا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق یوم عرفہ کی نماز فجر سے یوم نحر (دس ذوالحجہ) کی نماز عصر تک تکبیرات پڑھی جائیں گی۔

اا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث کے مطابق یوم عرفہ کی نماز فجر سے ایام تشریق کے آخری دن نماز عصر تک تکبیرات پڑھی جائیں گی۔ (دار قطنی، السنن،:: محمد: کتاب الاثار)

امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اکثر کے قول کو اختیار کرنا بہتر ہے کیونکہ عبادت میں احتیاط کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ (زیلعی، نصب الرایۃ، ج ۲، ص ۲۲۲)

یہی وجہ ہے کہ تکبیرات کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بجائے ان کے نامور شاگردوں کے مؤقف پر فتویٰ ہے۔ اور آجکل اس پر عمل ہو رہا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے دن نماز فجر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ

کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اپنی جگہ پر بیٹھے رہو پھر آپ ﷺ نے یہ کلمات ادا فرمائے ۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر ، لا الہ الا اللّٰہ، واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، وللّٰہ الحمد ۔ سو آپ ﷺ نے یوم عرفہ کی فجر سے ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک یہ تکبیرات پڑھیں ۔ (دار قطنی ،السنن ۲:۵۰ ،زیلعی نصب الرایہ ۲:۲۲۴)

ایام تشریق کے روزے رکھنے سے متعلق فقہی تصریحات

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راجح یہی ہے کہ متمتع کو ایام تشریق میں روزہ رکھنا جائز ہے اور ابن منذر نے زبیر اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مطلقاً جواز نقل کیا ہے اور حضرت علی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مطلقاً منع منقول ہے اور امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے اور ایک قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ اس متمتع کے لیے درست ہے جس کو قربان کی مقدور نہ ہو۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

ابو عبداللہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ عروہ نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایام منیٰ (ایام تشریق) کے روزے رکھتی تھیں اور ہشام کے باپ (عروہ) بھی ان دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔ رقم الحدیث (1996:)

منیٰ میں رہنے کے دن وہی ہیں جن کو ایام تشریق کہتے ہیں یعنی 11,12,13 ذی الحجہ کے ایام۔ رقم الحدیث (1997-1998:)

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عیسیٰ سے سنا، انہوں نے زہری سے، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے (نیز زہری نے اس حدیث کو) سالم سے بھی سنا، اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا (عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم) دونوں نے بیان کیا کہ کسی کو ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں مگر اس کے لیے جسے قربانی کا مقدور نہ ہو۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ایام التشریق ای الایام التی بعد یوم النحر و قد اختلف فی کونها یومین او ثلاثة و سمیت ایام التشریق لان لحوم الاضاحی تشرق فیها ای تنشر فی الشمس الخ یعنی ایام تشریق یوم النحر

دس ذی الحجہ کے بعد والے دنوں کو کہتے ہیں جو دو ہیں یا تین اس بارے میں اختلاف ہے (مگر تین ہونے کو ترجیح حاصل ہے) اور ان کا نام ایام تشریق اس لیے رکھا گیا کہ ان میں قربانیوں کا گوشت سکھانے کے لیے دھوپ میں پھیلا دیا جاتا تھا۔ والراجع عند البخاری جوازه للمتمتع فانه ذكر فی الباب حديث عائشه و ابن عمر فی جواز ذلك و لم يورد غيره یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج تمتع والے کے لیے (جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو) ان ایام میں روزہ رکھنا جائز ہے، آپ نے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی احادیث ذکر کی ہیں اور کوئی ان کے غیر حدیث نہیں لائے۔ جن احادیث میں ممانعت آئی ہے وہ غیر متمتع کے حق میں قرار دی جا سکتی ہیں۔ اور جواز والی احادیث متمتع کے حق میں جو قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس طرح ہر دو احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ یہ ہے یترجح القول بالجواز و الی

هذا جنح البخاری (رح) یعنی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جواز کے قائل ہیں اور اسی قول کو ترجیح حاصل ہے۔
ابراہیم بن سعد عن ابن شہاب کے اثر کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وصل کیا قال اخبرنی ابراھیم بن سعد عن ابن شھاب عن عروۃ عن عائشۃ فی المتمتع اذا لم یجد ھدیا ولم یصم قبل عرفۃ فلیصم ایام منی یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ متمتع ایام تشریق میں روزہ رکھے جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو۔
المحدث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: و حمل المطلق علی المقید واجب و کذا بناء العام علی الخاص قال الشوکانی و ھذا اقوی المذاھب و اما القائل بالجواز مطلقاً فاحادیث جمیعھا ترد علیہ (تحفۃ الاحوذی) یعنی مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے اور اسی طرح عام کو خاص پر بنا کرنا۔ امام شوکانی فرماتے ہیں اور یہ قوی تر مذہب ہے اور جو لوگ مطلق جواز کے قائل ہیں پس جملہ احادیث ان کی تردید کرتی ہیں۔ رقم الحدیث 1999
سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جو حاجی حج اور عمرہ کے درمیان تمتع کرے اسی کو یوم عرفہ تک روزہ رکھنے کی اجازت ہے، لیکن اگر قربانی کا مقدور نہ ہو اور نہ اس نے روزہ رکھا تو ایام منیٰ (ایام تشریق) میں بھی روزہ رکھے۔ اور ابن شہاب نے عروہ سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے ساتھ اس حدیث کو ابراہیم بن سعد نے بھی ابن شہاب سے روایت کیا۔

ایام تشریق میں مانی ہوئی نذر کے صورت میں روزے کا بیان

صحیح مسلم وسنن ابی داؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مجھے اللہ (عزوجل) پر گمان ہے، کہ عرفہ کا روزہ ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دیتا ہے۔" اور اس کے مثل سہل بن سعد وابوسعید خدری وعبداللہ بن عمرو زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے مروی ہے۔
ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیہقی وطبرانی روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ کے روزہ کو ہزار دن کے برابر بتاتے۔
مگر حج کرنے والے پر جو عرفات میں ہے، اُسے عرفہ کے دن کا روزہ مکروہ ہے۔ کہ ابوداؤد ونسائی وابن خزیمہ وابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عرفہ کے دن عرفہ میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم، کتاب الصوم)

بَابُ: فِي النَّهْيِ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى

یہ باب عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت کے بیان میں ہے

1721 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى التَّيْمِیُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ الْاَضْحٰى

1721 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 1995' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2668

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔

شرح

نحر سے جنس یعنی نحر کے سب دن مراد ہیں یہاں یہ لفظ تغلیبا ذکر کیا گیا کیونکہ ایام تشریق میں بھی روزے رکھنے حرام ہیں اس مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ یوں تو نحر کے تین دن ہیں اور تشریق کے بھی تین دن ہیں مگر سب کا مجموعہ چار دن ہوتا ہے اسی طرح کہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ صرف نحر کا دن ہے اور اس کے بعد دو دن یعنی گیارہویں اور بارہویں تاریخ ایام نحر بھی ہیں اور ایام تشریق بھی اور ان دونوں تاریخوں کے بعد ایک دن یعنی تیرہویں تاریخ صرف یوم تشریق ہے حاصل یہ کہ پانچ دن ایسے ہیں جن میں روزے رکھنے حرام ہیں ایک تو عید کا دن دوسرا بقر عید کا دن اور تین دن بقر عید کے بعد یعنی گیارہویں بارہویں اور تیرہویں تاریخ۔

1722-حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ اَبِیْ سَهْلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِیْ عُبَيْدٍ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَبَدَاَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ صِيَامِ هٰذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ الْاَضْحٰى اَمَّا يَوْمُ الْفِطْرِ فَيَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ وَيَوْمُ الْاَضْحٰى تَاْكُلُوْنَ فِيْهِ مِنْ لَحْمِ نُسُكِكُمْ

ابوعبید بیان کرتے ہیں: عید کے دن وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے خطبے سے پہلے نماز ادا کی پھر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں ان دونوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے ایک وہ دن ہے جب تم روزے رکھنا ختم کرتے ہو اور دوسرا وہ دن ہے جب تم قربانی کا گوشت کھاتے ہو۔

بَابُ: فِیْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

یہ باب جمعہ کے دن روزہ رکھنے کے بیان میں ہے

صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے کا بیان

1723-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ اِلَّا بِيَوْمٍ قَبْلَهٗ اَوْ يَوْمٍ بَعْدَهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے' البتہ اس سے ایک

1722 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث:1990 'ورقم الحدیث:5571 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2666 'ورقم الحدیث 5070'ورقم الحدیث 5071 'ورقم الحدیث:5072 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث:2416 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 771 '

1723: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث:1985 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث:2678 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2420'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث:743

دن پہلے یا ایک دن بعد (بھی روزہ رکھا جائے تو جمعہ کے دن روزہ رکھا جاسکتا ہے)۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام دنوں میں صرف جمعہ کی رات کو عبادت الہی کے لئے مخصوص نہ کرو اسی طرح تمام دنوں میں صرف جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کے لئے مخصوص نہ کرو ہاں اگر تم میں سے کسی کے روزہ کے درمیان کہ جو وہ پہلے سے رکھتا چلا آ رہا ہے جمعہ پڑ جائے تو پھر صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
(مسلم، مشکوۃ المصابیح: جلد دوم، رقم الحدیث **563**)

یہود نے ہفتہ کے دن کو عبادت کے لئے مخصوص کر لیا اور وہ صرف اسی دن کی تعظیم کرتے ہیں اور اسی طرح عیسائیوں نے اتوار کے دن کو عبادت کے لئے مخصوص کر لیا اور صرف اسی دن کی بے انتہا تعظیم کرتے ہیں اور اسی دن مشغول رہتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس غلط طریقہ سے روک دیا کہ تم بھی ان دونوں فرقوں کی طرح صرف جمعہ کی شب اور جمعہ کے دن کی جو اہمیت و فضیلت بیان کی ہے وہ تو برحق ہے اور اس دن کی اتنی ہی اہمیت و عظمت پیش نظر رہنی چاہئے اس میں کسی فرقہ کی مشابہت ہی کیوں نہ ہو مگر اپنی طرف سے اس کی تعظیم و تخصیص میں اضافہ نہ کر دیا پھر اس کی مخالفت کا مقصد یہ ہے کہ بندہ کو چاہئے کہ وہ تمام اوقات میں عبادات و طاعات میں مشغول رہے اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہے کسی خاص وقت کو عبادت کے لئے مخصوص کر لینا اور بقیہ اوقات میں معطل پڑے رہنا قطعا کارآمد نہیں ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ الا ان یکون فی صوم الخ کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص کا معمول تھا کہ وہ ہر دسویں گیارہویں روزہ رکھتا تھا اور اتفاق سے اسی دن جمعہ آ پڑا یا کسی شخص نے نذر مانی کہ میں فلاں تاریخ کو روزہ رکھوں گا اور وہ تاریخ جمعہ کو پڑ گئی تو ان اعذار کی وجہ سے صرف جمعہ کے روز روزہ رکھنا ممنوع نہیں ہوگا۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ نماز تہجد کے لئے جمعہ کی شب کو مخصوص کر دینے کی اس حدیث میں صراحت کے ساتھ ممانعت ہے چنانچہ اس مسئلہ پر تمام علماء کا اتفاق ہے، نیز علماء نے صلوٰۃ الرغائب کو بدعت اور مکروہ قرار دینے کے سلسلے میں اس حدیث کو بطور دلیل اختیار کیا ہے صلوٰۃ الرغائب وہ نماز کہلاتی تھی جو بطور خاص ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں پڑھی جاتی تھی۔

مولانا اسحق فرمایا کرتے تھے کہ اس حدیث کے سلسلے میں شارحین نے جو مذکورہ بالا توجیہات بیان کی ہیں تو یہ ان حضرات کے مسلک کے مطابق ہیں جن کے نزدیک صرف جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے مگر حنفی مسلک کے مطابق اس حدیث کی ان توجیہا کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حنفیہ کے ہاں صرف جمعہ کے روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ صرف جمعہ کے روز رکھنا جائز ہے بلکہ درمختار میں تو اسے مستحب بیان کیا گیا ہے اس سلسلہ میں حنفیہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور دوسری فصل میں آئے گی لہٰذا ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث ان تمام احادیث کے لئے ناسخ ہو جن سے صرف جمعہ کے روز روزہ رکھنا ممنوع معلوم ہوتا ہے۔

1724- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَنَا أَطُوفُ بِالْبَيْتِ أَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَالَ نَعَمْ وَرَبِّ هٰذَا الْبَيْتِ

محمد بن عباد بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا میں اس وقت بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! اس گھر کے پروردگار کی قسم!

1725- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَنْبَأَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَلَّمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے بہت کم ایسا دیکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ نہ رکھا ہو۔

شرح

امام ابوداؤد نے اس روایت کو ثلاثۃ ایام تک نقل کیا ہے۔ پہلے کچھ احادیث گزری ہیں جن سے معلوم ہوا کہ صرف جمعہ کے روز نفل روزہ نہیں رکھنا چاہئے جب کہ یہ حدیث ان احادیث کے برعکس معلوم ہوتی ہے لہٰذا اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے ساتھ ایک دن پہلے ایک دن بعد بھی روزہ رکھا کرتے تھے یا یہ کہ صرف جمعہ کے روز روزہ رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ وصال کے روزے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تھے لیکن یہ تاویل ان حضرات کے مسلک کے پیش نظر ہے جو صرف جمعہ کے روز نفل روزہ رکھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں حنفی مسلک کے مطابق چونکہ جمعہ کے روز، روزہ رکھنا جائز ہے اس لئے حنفیہ کے ہاں اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ جمعہ کے دن روزہ کے جواز کو اسی حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ صرف جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے بلکہ جمعہ کے روزہ کے ساتھ پنجشنبہ یا ہفتہ کے دن بھی روزہ رکھ لے اور اگر دونوں دنوں یعنی پنجشنبہ و ہفتہ کے دن اور اس کے ساتھ جمعہ کے دن گویا تینوں دن روزہ رکھے تو بہتر ہے حدیث میں صرف جمعہ کے روز روزہ رکھنے کی ممانعت ذکر فرمائی گئی ہے وہ نہی تنزیہی کے طور پر ہے علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک صرف جمعہ کے روزہ رکھنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي صِيَامِ يَوْمِ السَّبْتِ

یہ باب ہفتے کے دن روزہ رکھنے کے بیان میں ہے

1726- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ

1724 اخرجہ بخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1984 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2676

1725 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2450 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 742

1726 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُوْا يَوْمَ السَّبْتِ اِلَّا فِيْمَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ فَاِنْ لَمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ اِلَّا عُوْدَ عِنَبٍ اَوْ لِحَاءَ شَجَرَةٍ فَلْيَمُصَّهُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ہفتے کے دن روزہ نہ رکھو ماسوائے اس روزے کے جو تم پر فرض قرار دیا گیا ہے' اگر تمہیں کھانے کے لیے صرف انگور کی لکڑی یا درخت کا چھلکا ہی ملے تو اسے ہی چوس لو''۔

1726 م-حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيْبٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ عَنْ اُخْتِهٖ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

◆◆ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

اس دن روزہ رکھنا ضروری ہو، کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ضروری روزہ ہو مثلاً فرض یعنی رمضان کا روزہ ہو یا کفارہ یا نذر یا قضا کا ہو، ایسے ہی سنت موکدہ روزہ جیسے عرفہ اور عاشورہ کا روزہ ہو کہ یہ بھی ضروری روزہ ہی کے حکم میں ہیں یا اور کوئی مسنون و مستحب روزہ ہو تو اگر ان میں سے کوئی روزہ ہفتہ کے دن پڑ جائے تو اس کو ہفتہ کے دن رکھنا ممنوع نہیں ہوگا۔ فان لم یجد احدکم الخ (اگر کوئی شخص تم میں سے الخ) کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ہفتہ کے دن روزہ رکھ لیا تو اسے چاہئے کہ اگر اسے کچھ نہ ملے تو انگور کے درخت کی چھال یا درخت کی لکڑی چبا کر افطار کر دے اور روزہ توڑ ڈالے اور اگر اس قسم کی بھی کوئی چیز نہ ملے تو بھی کسی نہ کسی طرح روزہ توڑ ڈالے۔ ہفتہ کے دن روزہ رکھنا اس لئے منع ہے کہ اس طرح اس دن کی تعظیم لازم آتی ہے اور اس تعظیم میں یہود کی مشابہت ہوتی ہے اگرچہ یہود اس دن روزہ نہیں رکھتے کیونکہ ان کے ہاں یہ یوم عید ہے تاہم وہ اس دن کی بہت زیادہ تعظیم کرتے ہیں لیکن اکثر علماء کے نزدیک ہفتہ کے دن کے روزہ کی ممانعت نہی تنزیہی کے طور پر ہے۔

بَابُ: صِيَامِ الْعَشْرِ

یہ باب ذوالحج کے عشرے میں روزے رکھنے کے بیان میں ہے

عشرہ ذوالحج میں روزے رکھنے کی فضیلت کا بیان

1727-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِيْنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ يَعْنِي الْعَشْرَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ

1726 م اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2421 'ورقم الحدیث: 2423 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 744

1727 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 795 'اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 2438 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 757

بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' ان دنوں میں (راوی کہتے ہیں: یعنی ذوالحج کے پہلے دس دنوں میں) فضیلت والا دیگر ایام میں' اور کوئی عمل نہیں ہے۔ لوگوں نے عرض کی: جہاد بھی نہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد بھی نہیں ہے البتہ اگر کوئی شخص نکلے اور اسے اپنی جان اور مال کا خطرہ ہو اور وہ پھر کچھ بھی لے کر واپس نہ آئے (یعنی اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے)۔

1728 - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ بْنِ عَبِيدَةَ حَدَّثَنَا مَسْعُوْدُ بْنُ وَاصِلٍ عَنِ النَّهَّاسِ بْنِ قَهْمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَيَّامِ الدُّنْيَا اَيَّامٌ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اَنْ يُّتَعَبَّدَ لَهٗ فِيْهَا مِنْ اَيَّامِ الْعَشْرِ وَاِنَّ صِيَامَ يَوْمٍ فِيْهَا لَيَعْدِلُ صِيَامَ سَنَةٍ وَّلَيْلَةٍ فِيْهَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"دنیا کے دنوں میں کوئی بھی دن ایسا نہیں ہے' جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حج کے دس دنوں میں عبادت کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہو"۔

ان دس دنوں میں ایک دن روزہ رکھنا سال بھر روزہ رکھنے کے برابر ہے اور ان دنوں میں ایک رات ایسی ہوتی ہے' جو شب قدر کے برابر ہے۔

1729 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ الْعَشْرَ قَطُّ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی (ذوالحج کے مہینے کے پہلے) عشرے میں روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

شرح

عشرہ سے مراد ذی الحجہ کا عشرہ اول یعنی یکم تاریخ سے دس تاریخ تک کا عرصہ مراد ہے اس حدیث سے بظاہر تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عشرہ میں کبھی روزہ نہیں رکھا ہے جب کہ ایک روایت میں منقول ہے کہ اس عشرہ میں ہر دن (علاوہ دسویں تاریخ کے یعنی پہلی تاریخ سے نویں تاریخ تک کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزہ کے ثواب کے برابر ہے اور اس عشرہ کی ہر رات میں عبادت الٰہی کے لئے جاگنا شب قدر میں عبادت کے لئے جاگنے کے ثواب کے برابر ہے لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا روایت کی مراد کے بارہ میں علماء لکھتے ہیں کہ یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے علم کی نفی کی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نہ دیکھنا اس بات کی

1728: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 758

1729: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

دلیل نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ نہ رکھا ہو ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عشرہ میں روزہ رکھا ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم نہ ہوا ہو، یا پھر آخری درجہ میں یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عشرہ کے روزے کا مذکورہ بالا ثواب تو بیان فرمایا مگر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عشرہ میں روزہ رکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہو۔

بَابُ: صِيَامِ يَوْمِ عَرَفَةَ

یہ باب عرفہ کے دن روزہ رکھنے کے بیان میں ہے

عرفہ کے دن کے روزے کی فضیلت کا بیان

1730- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ اَنْبَانَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ اَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اِنِّي اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالَّتِي بَعْدَهُ

◆◆ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''عرفہ کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ امید ہے' وہ اس سے پہلے کے ایک سال اور اس کے بعد کے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے''۔

1731-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ غُفِرَ لَهُ سَنَةٌ اَمَامَهُ وَسَنَةٌ بَعْدَهُ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص عرفہ کے دن روزہ رکھتا ہے' اس کے ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے' گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے''۔

عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت کا بیان

1732-حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنِي حَوْشَبُ بْنُ عَقِيلٍ حَدَّثَنِي مَهْدِيٌّ الْعَبْدِيُّ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى اَبِي هُرَيْرَةَ فِي بَيْتِهِ فَسَاَلْتُهُ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَاتٍ فَقَالَ اَبُو

1731۔اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1733 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1732 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2440

هُرَيْرَةَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَاتٍ

عکرمہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ان سے عرفہ کے دن عرفات میں روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا' تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن عرفات میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔

شرح

حضرت ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ عرفہ کے روز میرے سامنے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کے بارہ میں بحث کرنے لگے بعض لوگ تو کہہ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آج روزہ سے ہیں اور بعض لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آج روزہ سے نہیں ہیں یہ دیکھ کر میں نے دودھ کا ایک پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا آپ اس دن میدان عرفات میں اپنے اونٹ پر کھڑے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ لے کر پی لیا۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث 553)

حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی تھیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنا حج کرنے والے کے لئے تو مسنون نہیں ہے البتہ دوسرے لوگوں کے لئے مسنون ہے۔

بَابُ: صِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ

یہ باب عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کے بیان میں ہے

1733- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ عَاشُوْرَآءَ وَيَاْمُرُ بِصِيَامِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے اور اس دن روزہ رکھنے کی ہدایت کرتے تھے۔

عاشورہ کا روزہ اور موسیٰ علیہ السلام سے نسبت کا بیان

1734- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ اَبِیْ سَهْلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ صُيَّامًا فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ اَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَاَغْرَقَ فِيْهِ فِرْعَوْنَ فَصَامَهُ مُوْسٰى شُكْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں

1734 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کو روزہ رکھتے ہوئے دیکھا' آپ ﷺ نے دریافت کیا: یہ کس وجہ سے ہے' تو انہوں نے بتایا: یہ وہ دن ہے' جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات عطا کی تھی اور اس دن میں فرعون کو ڈبو دیا تھا' تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکر کے طور پر اس دن روزہ رکھا تھا' تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہم تمہارے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں''۔

(راوی کہتے ہیں) تو نبی کریم ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کی ہدایت کی۔

1735- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَيْفِيٍّ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ مِنْكُمْ اَحَدٌ طَعِمَ الْيَوْمَ قُلْنَا مِنَّا طَعِمَ وَمِنَّا مَنْ لَّمْ يَطْعَمْ قَالَ فَاَتِمُّوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ مَنْ كَانَ طَعِمَ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْ فَاَرْسِلُوْا اِلٰى اَهْلِ الْعَرُوْضِ فَلْيُتِمُّوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ قَالَ يَعْنِیْ اَهْلَ الْعَرُوْضِ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ

◄► حضرت محمد بن صیفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عاشورہ کے دن نبی کریم ﷺ نے ہمیں فرمایا' تم میں سے کسی ایک نے آج کچھ کھایا ہے؟ ہم نے عرض کی: ہم میں سے کچھ لوگوں نے کچھ کھایا ہے اور کچھ لوگوں نے کچھ نہیں کھایا' تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم آج کے بقیہ دن کو مکمل کرو جس شخص نے کچھ کھایا ہے اور جس شخص نے کچھ نہیں کھایا ہے (دونوں کے لیے یہ حکم ہے) اور تم مختلف آبادیوں کی طرف لوگوں کو بھجواؤ (اور ان لوگوں کو یہ ہدایت کرو) کہ وہ آج کے دن کے بقیہ حصے میں روزے کو مکمل کریں''۔

راوی کہتے ہیں: اس سے مراد مدینہ منورہ کے اردگرد کی آبادیاں تھیں۔

1736- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَيْرٍ مَّوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ بَقِيْتُ اِلٰى قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ اَبُوْ عَلِيٍّ رَوَاهُ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ زَادَ فِيْهِ مَخَافَةَ اَنْ يَّفُوْتَهُ عَاشُوْرَآءُ

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اگر میں اگلے سال تک زندہ رہ گیا تو (محرم کی) نو تاریخ کو بھی ضرور روزہ رکھوں گا''۔

ابوعلی نامی راوی بیان کرتے ہیں: ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''اس اندیشے کے تحت کہ آپ کا عاشورہ کا روزہ فوت نہ ہو جائے''۔

1737- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَنْبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ

1735 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1736 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2662

1737 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2639

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمًا يَصُوْمُهُ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يَّصُوْمَهُ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَرِهَهُ فَلْيَدَعْهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عاشورا کے دن کا تذکرہ کیا گیا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ دن ہے' جس میں زمانہ جاہلیت کے لوگ روزہ رکھا کرتے تھے' تو تم میں جو شخص اس دن روزہ رکھنا پسند کرتا ہو وہ روزہ رکھ لے اور جو شخص اسے پسند نہ کرتا ہو وہ چھوڑ دے۔

1738 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ اَنْبَاَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ اِنِّيْ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ امید ہے' یہ اس سے پہلے کے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے"۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ اس دن کی کیا خصوصیت ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ بڑا عظیم دن ہے اسی دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکر اس دن روزہ رکھا تھا اس لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری بہ نسبت ہم موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہیں چنانچہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ کو روزہ رکھا اور صحابہ کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

یہ واقعہ ہجرت کے ابتدائی دنوں کا ہے گویا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کو جو حکم دیا وہ بطور وجوب کے تھا۔ یہاں جو صورت ذکر کی گئی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی کے آخری سال میں پیش آئی ہے اس وقت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا وہ بطور استحباب کے ہے کیونکہ اس بارہ میں وجوب کا حکم منسوخ ہو گیا تھا اور اس کی جگہ استحباب نے لے لی اس موقع پر صحابہ نے مذکورہ بالا عرضداشت پیش کی جس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال اس دنیا میں رہا تو نویں تاریخ کو روزہ رکھوں گا۔ اب اس میں احتمال ہے کہ یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ محرم کی دسویں تاریخ (عاشورہ) کی بجائے صرف نویں تاریخ کو روزہ رکھوں گا۔ یا یہ کہ دسویں تاریخ کو روزہ رکھوں گا اور پہلا احتمال ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس ترمیم سے مقصد یہ تھا کہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ سال تک اس دنیا میں تشریف فرما نہیں رہے بلکہ اسی سال ربیع الاول کے مہینہ میں واصل بحق ہو گئے

اس طرح اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نویں کا روزہ نہیں رکھا مگر علماء لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عزم وارادہ کی بنا پر امت کے لئے محرم کی نویں تاریخ کا روزہ رکھنا سنت قرار پا گیا ہے۔ محقق علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ عاشورے کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے مگر اس کے ساتھ ہی عاشورہ سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد میں بھی روزہ رکھنا مستحب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف عاشورہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے یہود کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔

بَابُ: صِيَامِ يَوْمِ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ

یہ باب پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کے بیان میں ہے

1739-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ الْغَازِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ صِيَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَتَحَرَّى صِيَامَ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ

حضرت ربیعہ بن غاز بیان کرتے ہیں: انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے رکھنے کے بارے میں دریافت کیا' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام کے ساتھ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔

1740-حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ تَصُومُ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ فَقَالَ إِنَّ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ يَغْفِرُ اللَّهُ فِيهِمَا لِكُلِّ مُسْلِمٍ إِلَّا مُهْتَجِرَيْنِ يَقُولُ دَعْهُمَا حَتَّى يَصْطَلِحَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے دن نفلی روزہ رکھا کرتے تھے عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے ہیں: (اس کی وجہ کیا ہے؟) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی مغفرت کر دیتا ہے سوائے ان دو افراد کے جو آپس میں لاتعلقی اختیار کیے ہوئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان دونوں کو رہنے دو جب تک یہ صلح نہیں کر لیتے۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عمل پیش کئے جاتے ہیں اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ میرے عمل پیش کئے جائیں تو میں روزہ سے ہوں۔

(ترمذی، مشکوۃ المصابیح، جلد دوم، رقم الحدیث **567**)

بندوں کے جو بھی اعمال ہوتے ہیں ملائکہ ہر صبح وشام اوپر لے جاتے ہیں اور پھر وہ بارگاہ رب العزت میں ان دو دنوں میں

1740 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 747

پیش ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس وضاحت کے پیش نظر اس حدیث اور اس حدیث میں کوئی تعارض باقی نہیں رہا جس سے ثابت ہوا تھا کہ بندوں کے صبح کے اعمال رات کے اعمال سے پہلے اور رات کے اعمال صبح کے اعمال سے پہلے (ہر روز) اوپر لے جائے جاتے ہیں۔ پھر یہ کہا جائے گا کہ روزانہ ہر عمل تفصیلی طور پر پیش کیا جاتا ہے اور پھر ان دو دونوں میں تمام اعمال اجمالی طور پر پیش ہوتے ہیں۔

بَابُ: صِيَامِ اَشْهُرِ الْحُرُمِ

یہ باب حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کے بیان میں ہے

1741- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِى السَّلِيْلِ عَنْ اَبِىْ مُجِيْبَةَ الْبَاهِلِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَوْ عَنْ عَمِّهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا نَبِىَّ اللّٰهِ اَنَا الرَّجُلُ الَّذِىْ اَتَيْتُكَ عَامَ الْاَوَّلِ قَالَ فَمَا لِىْ اَرٰى جِسْمَكَ نَاحِلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَكَلْتُ طَعَامًا بِالنَّهَارِ مَا اَكَلْتُهُ اِلَّا بِاللَّيْلِ قَالَ مَنْ اَمَرَكَ اَنْ تُعَذِّبَ نَفْسَكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اَقْوٰى قَالَ صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَيَوْمًا بَعْدَهُ قُلْتُ اِنِّىْ اَقْوٰى قَالَ صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَيَوْمَيْنِ بَعْدَهُ قُلْتُ اِنِّىْ اَقْوٰى قَالَ صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَثَلَاثَةَ اَيَّامٍ بَعْدَهُ وَصُمْ اَشْهُرَ الْحُرُمِ

ابومجیبہ باہلی اپنے والد یا اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی ﷺ! میں وہ شخص ہوں جو گزشتہ برس آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا' نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کیا وجہ ہے' میں تمہارے جسم کو کمزور محسوس کر رہا ہوں' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں نے دن کے وقت کبھی کھانا نہیں کھایا' میں صرف رات کے وقت کھانا کھاتا تھا (یعنی میں پورا سال روزے رکھتا رہا ہوں)

نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: تمہیں یہ کس نے کہا تھا کہ تم اپنے آپ کو تکلیف دو؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! میں اس کی قوت رکھتا ہوں' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم صبر والے مہینے میں روزے رکھ لو اور اس کے بعد ایک دن روزہ رکھ لو"۔

میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں زیادہ قوت رکھتا ہوں' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

"تم صبر والے مہینے میں روزے رکھ لو اور اس کے بعد دو دن روزے اور رکھ لو"۔

میں نے عرض کی: میں زیادہ قوت رکھتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم صبر والے مہینے میں روزے رکھ لو اور اس کے بعد تین دن روزے رکھ لو اور حرمت والے مہینوں میں روزے رکھ لیا کرو"۔

1742- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِىٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ

1741 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2428

1742 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2747 'ورقم الحدیث: 2748 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث۔ 2429 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 438 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث۔ 1612 'ورقم الحدیث: 1613

مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیُّ الصِّيَامِ اَفْضَلُ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ شَهْرُ اللّٰهِ الَّذِیْ تَدْعُوْنَهُ الْمُحَرَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے دریافت کیا: رمضان کے مہینے کے بعد کون سے دن کے روزے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے اس مہینے کے جسے لوگ ''محرم'' کہتے ہیں۔

1743- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِیُّ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَطَاءٍ حَدَّثَنِیْ زَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ صِيَامِ رَجَبٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب کے مہینے میں روزے رکھنے سے منع کیا ہے۔

1744- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الدَّرَاوَرْدِیُّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ كَانَ يَصُوْمُ اَشْهُرَ الْحُرُمِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُمْ شَوَّالًا فَتَرَكَ اَشْهُرَ الْحُرُمِ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يَصُوْمُ شَوَّالًا حَتّٰى مَاتَ

محمد بن ابراہیم بیان کرتے ہیں: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما حرمت والے مہینوں میں روزے رکھتے تھے' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا' تم شوال کے مہینے میں روزے رکھا کرو تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنا ترک کر دیا' اس کے بعد وہ مرتے دم تک شوال کے مہینے میں روزے رکھتے رہے۔

بَابُ: فِی الصَّوْمِ زَكٰوةُ الْجَسَدِ

یہ باب ہے کہ روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے

1745- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ح وَحَدَّثَنَا مُحْرِزُ بْنُ سَلَمَةَ الْعَدَنِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ جَمِيْعًا عَنْ مُوْسٰی بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ جُمْهَانَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ شَیْءٍ زَكٰوةٌ وَّزَكٰوةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ زَادَ مُحْرِزٌ فِیْ حَدِيْثِهٖ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصِّيَامُ نِصْفُ الصَّبْرِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی

1743. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1744 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1745. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

زکوٰۃ روزہ رکھنا ہے''۔ایک راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں نبی کریم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔''روزہ رکھنا نصف صبر ہے''۔

شرح

زکوٰۃ کا مفہوم ہے "بڑھنا اور طہارت" اس لئے ہر چیز کے لئے زکوٰۃ ہے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر چیز کے لئے بڑھوتی ہے جو اس چیز میں سے کچھ دے کر حاصل ہوتی ہے یا ہر چیز کے لئے پاکیزگی وطہارت کا ایک ذریعہ مقرر ہے، جس کی وجہ سے وہ چیز پاکیزہ و طاہر ہوتی ہے۔لہٰذا بدن کی زکوٰۃ یعنی بدن کی جسمانی صحت وتندرستی اور بدن کی روحانی پاکیزگی وطہارت کا ذریعہ روزہ ہے کہ روزہ کی وجہ سے اگر چہ بظاہر جسم کی طاقت وقوت کا کچھ حصہ گھٹتا اور ناقص ہوتا ہے مگر حقیقت میں روزہ جسم کے نشونما اور صحت وتندرستی میں برکت واضافہ کا ایک ذریعہ بنتا ہے نیز اس کی وجہ سے بدن گناہوں سے پاک ہوتا ہے لہٰذا زکوٰۃ عبادت مالیہ ہے اور روزہ طاعت بدنیہ۔

روزہ کے اسرار ورموز کا بیان

روزے کی دوسری حکمت یہ ہے کہ اس سے ظاہری زندگی بھی ہے اور زندگی کا نکھار بھی ہے۔اللہ کے ساتھ تعلق کے بعد انسان کو زندہ رہنے کے لئے زندگی کی ضرورت ہے اور زندگی ایسے ہی نہیں، صحت مند زندگی کی ضرورت ہے نکھار اور بہار والی زندگی کی ضرورت ہے تو روزہ کا فائدہ یہ ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ یہ بندے کو طبی طور پر نکھارتا ہے جس کی وجہ سے بندے کی زندگی برقرار رہتی ہے اور زندگی میں بہار بھی آتی ہے اس سلسلہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اس ابن سنی نے اور ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:''صوموا تصحوا''روزہ رکھو اور صحت پاؤ۔

یہ حکم ہے ہمارے نبی ﷺ کا، روزہ رکھو اور تندرستی پاؤ۔اب اس صحت سے ظاہری بدن کی صحت مراد ہے کہ تم میڈیکلی طور پر اتنے موزوں ہو جاؤ گے کہ تمہارے بدن سے جو فاضل مادے ہیں ان کا خروج ہو جائے گا اور اس لحاظ سے تمہاری جو قوت انہضام ہے اس کے اندر موزونیت آجائے گی تو سید عالم نور مجسم ﷺ نے فرمایا: تم روزہ رکھو، روزے کی وجہ سے تمہیں جسمانی طور پر صحت میسر آئے گی۔

یہاں تک کہ اگر طب کے سارے اصولوں کو اکٹھا کر لیا جائے تو روزے کا ایک شعبہ بنتا ہے قرطبی میں موجود ہے ایک بڑا ماہر حکیم تھا اور وہ نصرانی تھا وہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا کہ تمہارے قرآن میں طب کے بارے میں کچھ بھی نہیں ہے۔حالانکہ علم کی دو قسمیں ہیں۔''العلم علمان، علم الادیان وعلم الابدان''علم دو ہیں ایک ادیان کا علم اور دوسرا ابدان کا علم۔
تمہارے قرآن میں دین کا علم تو ہے لیکن اس میں علم ابدان یعنی طب کا علم نہیں ہے اس واسطے ہم تمہارے قرآن کو اتنی جامع کتاب نہیں مانتے جتنا اس کو تم سمجھتے ہو، اس لئے کہ اس میں ایک قسم کا علم ہے یعنی آدھا علم ہے آدھا نہیں ہے تو امام زین العابدین فرمانے لگے۔

تم میرے نانا جی کے سارے قرآن کی بات کرتے ہو، آؤ میں تم پر واضح کرتا ہوں کہ پورا قرآن تو قرآن رہا، قرآن مجید کا کوئی پارہ تو پارہ رہا، کوئی رکوع تو رکوع رہا، کوئی آیت مکمل اپنی جگہ پر رہی میرے محبوب علیہ السلام کے قرآن پاک کی نصف آیت میں اللہ تعالیٰ نے پوری طب بھر دی ہے اس نے کہا وہ کیسے؟

تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كلوا وشربوا ولاتسرفوا. (سورۃ الاعراف، ۳۱) کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔

اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ بغیر حاجت کے کھانا یعنی بھوک اچھی طرح نہیں لگی مگر کھانا کھا لیا ہے بغیر ضرورت کے کھانا اور دوسری یہ کہ پیٹ بھر کر کھانا اور پیٹ بھر کر پینا، فرمانے لگے، پوری آیت تو اپنی جگہ پر رہی، نصف آیت میں ساری طب موجود ہے اس نصرانی نے کہا؛ یہ ٹھیک ہے میں مان گیا کہ تمہارے قرآن میں بہت زیادہ طب موجود ہے واقعی جو نصف آیت ہے وہ سارے طبیبوں کے لئے کافی ہے اور سارے مریضوں کے لئے کافی ہے اگر اس پر عمل کر لیں تو کسی کا کوئی مرض باقی نہیں رہے گا۔

اس واسطے کہ اصل میں معدہ ہی ساری بیماریوں کا مرکز ہے جب اس میں صحت ہوگی تو سارے بدن میں صحت ہوگی۔ پھر اس نے دوسرا سوال کیا اور کہنے لگا کہ تمہارے نبی ﷺ نے طب کے بارے میں کچھ بیان نہیں کیا۔

اس پر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میرے محبوب علیہ السلام کے فرامین طب کے بارے میں بہت زیادہ ہیں میں تجھے صرف ایک فرمان سناتا ہوں اور وہ فرمان جس وقت سنایا طبرانی میں اس سے ملتا جلتا مفہوم ہے اور اس میں جو سند کے لحاظ سے صحیح روایت ہے وہ پڑھ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ما ملاء بن آدم وعاء شرا من بطنه "

کسی برتن کو بھرنا اتنا برا نہیں جتنا پیٹ کے برتن کو بھر دینا برا کام ہے۔ کسی چیز کو بھرنا اتنا قبیح نہیں اور کسی چیز کو لبالب بھر دینے میں اتنی قباحت نہیں جتنا پیٹ کو پوری طرح بھرنے میں قباحت ہے رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے: "**بحسب لقيمات** " بندے کے لئے چند لقمے کافی ہیں۔ "**يقمن صلبه** " جو اس کی پشت کو سیدھا رکھیں۔

یعنی بندے کو پیٹ میں اتنی غذا ہونی چاہیے جس سے اس کا نظام زندگی بحال رہے۔ رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث، جس وقت امام زین العابدین نے پیش کی تو وہ نصرانی کہنے لگا۔ تمہارے قرآن نے اور تمہارے نبی ﷺ نے تو جالینوس کے لئے پیچھے کوئی طب چھوڑی ہی نہیں ہے۔ ساری طب قرآن نے بھی بیان کر دی ہے اور ساری طب تمہارے نبی ﷺ نے بھی بیان کر دی ہے اور جالینوس کے لئے کوئی طب باقی نہیں رہ گئی۔ جس بات کو نصرانی نے بھی تسلیم کر لیا ہے اور جس کو ساری طب کا مرکز قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنے بدن کے لحاظ سے مناسب کھائے اور کچھ دیر اپنے معدہ کو خالی بھی رکھے اور اپنے آپ کو کھانے میں اسراف سے بچا کے رکھے۔ اسلام میں اس کو سالانہ کورس کی شکل میں کرایا جاتا ہے اس واسطے روزے کے لحاظ سے رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہماری دوسری حکمت کے لحاظ بڑا ہی مناسب ہے کہ محبوب علیہ السلام نے فرمایا: "**خير الدواء العزم** " بہتر دوا بھوکا رہنا ہے۔

سب سے بہتر دوا یہ ہے اور سب سے بہتر علاج بندے کے لئے یہ ہے کہ اپنے شکم کو خالی رکھے کیونکہ بیماریاں بنتی تب ہیں جب وہ زیادہ کھاتا ہے اور اس کے بعد آگے سلسلہ شروع ہوتا ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بادشاہ نے طبیب بھیجا تھا کہ جو صحابہ کرام بیمار ہو جائیں، یہ ان کا علاج کرے گا۔ وہ کافی طویل مدت رہا اور پھر کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیں میں واپس چلا جاؤں۔ مجھے تو بھیجا گیا تھا کہ تمہارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علاج کروں گا اور اتنا عرصہ ہو گیا ان میں سے تو کوئی بیمار نہیں ہوا۔

تو میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بیمار نہیں ہوتے۔ اس واسطے کہ جب تک شدت سے بھوک لگ نہ جائے، اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے، اور جب کھاتے ہیں تو آدھی بھوک ابھی باقی ہوتی ہے کہ کھانا چھوڑ دیتے ہیں، اسی لئے ان کے ہاضمے بالکل صحیح ہیں۔

اس سلسلہ میں ہم ہی نہیں بلکہ ایک یورپین کیتھولک ڈاکٹر جس کا نام جعفرائے ہے اس نے اس کی تحقیق کرتے ہوئے یہ لکھا ہے۔

روزہ کائنات میں ہر طرف ہے حیوان بھی رکھتے ہیں، درخت بھی رکھتے ہیں اور جب پوری کائنات اپنی صحت کے لئے روزے رکھتی ہے حیوان بھی کچھ وقت ایسا گزارتے ہیں تو پھر انسان کو بھی صحت کے لئے روزہ رکھنا چاہیے۔

برفانی علاقوں میں کئی کئی مہینوں تک جانور غائب ہو جاتے ہیں اور ہمارے علاقوں میں بھی سانپ وغیرہ ایک وقت تک پوشیدہ ہوتے ہیں اور جن علاقوں میں برفباری ہوتی ہے وہاں تو کئی کئی ماہ تک کچھ پرندے بھی غاروں میں ہوتے ہیں اور وہ اس حالت میں اپنا کورس مکمل کر کر رہے ہوتے ہیں جس کو انگلش میں **Hibernition** کہا جاتا ہے یعنی سردی کی نیند میں ایک لمبا موسم گزارتے ہیں جب وہ وقت گزر جاتا ہے اس کے بعد جب وہ باہر نکلتے ہیں تو ان کی کھالیں چمک رہی ہوتی ہیں۔ پرندوں کے نئے پر آچکے ہوتے ہیں اور ان کو نئی تازگی ملی ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے روزے والا وقت گزار چکے ہوتے ہیں اور اس کے بعد ان کو صحت مل گئی ہے یہ تم دیکھتے ہو کہ ایک وقت آتا ہے کہ سانپ کی کھال بدل جاتی ہے اور سانپ اپنی جھلی کو بدلتا ہے تو وہ اس کا ایک روزے کا انداز ہے جس کی وجہ سے اس سے فاضل مادے باہر نکل گئے تو اس کو پھر چمکدار کھال مل گئی۔ ایسے ہی ہمارے لئے روزہ ہے میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے: "لکل شئی ذکوٰۃ وذکوٰۃ البدن الصوم" ہر چیز کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ (اتحاف سادۃ المتقین، ج ۷، ص ۳۹۵، دار الفکر بیروت)

بَابُ: فِي ثَوَابِ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا

یہ باب روزہ افطار کرانے والے کے ثواب کے بیان میں ہے

1746- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى وَخَالِي يَعْلَى عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ حَجَّاجٍ كُلُّهُمْ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَطَّرَ

1746 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 807

صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِهِمْ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص روزہ دار کو افطاری کروائے' تو اسے ان روزہ داروں کی مانند اجر ملے گا اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی''۔

1747-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى اللَّخْمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ مُصْعَبِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ اَفْطَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَقَالَ اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاں افطاری کی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''روزہ داروں نے تمہارے ہاں افطاری کی ہے اور نیک لوگوں نے تمہارا کھانا کھایا ہے اور فرشتوں نے تمہارے لیے دعائے رحمت کی ہے''۔

بَابُ: فِي الصَّائِمِ اِذَا اُكِلَ عِنْدَهُ

یہ باب ہے کہ جب کسی روزہ دار شخص کے پاس کچھ کھایا جائے

1748-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَسَهْلٌ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنِ امْرَاَةٍ يُقَالُ لَهَا لَيْلٰى عَنْ اُمِّ عُمَارَةَ قَالَتْ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَّبْنَا اِلَيْهِ طَعَامًا فَكَانَ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ صَائِمًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّائِمُ اِذَا اُكِلَ عِنْدَهُ الطَّعَامُ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلٰئِكَةُ

سیدہ اُم عمارہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے کھانا پیش کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود افراد میں سے کوئی صاحب روزے سے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی روزہ دار شخص کے پاس کھانا کھایا جائے' تو فرشتے اس روزہ دار کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔

شرح

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کا کھانا کھا رہے تھے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا کہ بلال آؤ

1747: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1748: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 784 ' ورقم الحدیث: 785 ' ورقم الحدیث: 786

کھانا کھاؤ! حضرت بلال نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں روزہ سے ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تو اپنا رزق یہاں کھا رہے ہیں اور بلال رضی اللہ عنہ کا بہترین رزق جنت میں ہے بلال کیا تم جانتے ہو کہ جب روزہ دار کے سامنے کھانا کھایا جاتا ہے تو روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں۔ اور فرشتے اس کے لئے بخشش چاہتے ہیں جب تک کہ اس کے سامنے کھایا جاتا ہے۔ (سنن بیہقی، مشکوۃ المصابیح، جلد دوم، رقم الحدیث 592)

1749- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفّٰى حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ الْغَدَاءُ يَا بِلَالُ فَقَالَ اِنِّى صَائِمٌ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاْكُلُ اَرْزَاقَنَا وَفَضْلُ رِزْقِ بِلَالٍ فِى الْجَنَّةِ اَشَعَرْتَ يَا بِلَالُ اَنَّ الصَّائِمَ تُسَبِّحُ عِظَامُهُ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مَا اُكِلَ عِنْدَهُ

⇔ سلیمان بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''اے بلال کھانا کھالو'' انہوں نے عرض کی: میں نے روزہ رکھا ہوا ہے' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہم اپنا رزق کھا رہے ہیں اور بلال کا فضیلت والا رزق جنت میں ہے' اے بلال! کیا تم یہ بات جانتے ہو' روزہ دار شخص کی ہڈیاں تسبیح بیان کرتی ہیں اور فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں' جب تک اس کی موجودگی میں کچھ کھایا جاتا رہتا ہے''۔

بَابُ: مَنْ دُعِيَ اِلٰى طَعَامٍ وَّهُوَ صَائِمٌ

یہ باب ہے کہ جس شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ روزہ دار ہو

1750- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِى شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلٰى طَعَامٍ وَّهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ اِنِّى صَائِمٌ

⇔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور اس نے روزہ رکھا ہوا ہو تو وہ یہ کہہ دے کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔

1751- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ اَنْبَاَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دُعِيَ اِلٰى طَعَامٍ وَّهُوَ صَائِمٌ فَلْيُجِبْ فَاِنْ شَاءَ طَعِمَ وَاِنْ شَاءَ تَرَكَ

1749- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1750- اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2696 ' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2461 ' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 781

1751- اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 3505

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور اس نے روزہ رکھا ہوا ہو تو وہ دعوت قبول کرلے اگر وہ چاہے تو کھالے اور اگر چاہے تو نہ کھائے''۔

شرح

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو اس دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھ گئیں اور ام ہانی رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف بیٹھی ہوئی تھیں اتنے میں ایک لونڈی ایک برتن لے کر آئی جس میں پینے کی کوئی چیز تھی لونڈی نے وہ برتن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ پی کر وہ برتن ام ہانی رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بھی اس میں سے پیا اور کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے افطار کرلیا کیونکہ میں روزے سے تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم نے رمضان کا کوئی قضایا نذر کا روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں! بلکہ نفل روزہ رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ نفل روزہ تھا تو کوئی حرج نہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی، دارمی، مشکوۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث 589)

ایک اور روایت میں جو احمد اور ترمذی نے اسی کی مانند نقل کیا ہے یہ الفاظ بھی ہیں کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں روزہ سے تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نفل روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا مالک ہے چاہے روزہ رکھے چاہے افطار کرے۔

اپنے نفس کا مالک ہے کا مطلب یہ ہے کہ نفل روزہ رکھنے والا خود مختار ہے کہ ابتدا چاہے تو روزہ رکھے یعنی روزہ کی نیت کرے، چاہے افطار کرے یعنی روزہ نہ رکھنے کو اختیار کرے، یا پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نفل روزہ رکھنے والا روزہ رکھنے کے بعد بھی مختار ہے کہ چاہے تو اپنا روزہ پورا کرے چاہے تو توڑ ڈالے، اس صورت میں اس کی تاویل یہ ہوگی کہ نفل روزہ دار کو اس بات کا اختیار ہے کہ اگر اس کے پیش نظر کوئی مصلحت ہو مثلاً کوئی شخص اس کی ضیافت کرے یا کسی جماعت کے پاس جائے جس کے بارہ میں یہ معلوم ہو کہ اگر روزہ توڑ کر ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک نہیں ہوگا تو لوگ وحشت و پریشانی میں مبتلا ہو جائیں گے تو اس صورت میں وہ روزہ توڑ سکتا ہے تاکہ آپس میں میل ملاپ اور محبت و الفت کی فضا برقرار رہے لہٰذا ان الفاظ و معانی سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ نفل روزہ توڑنے کے بعد اس کی قضا ضروری نہیں ہے جب کہ اس کے بعد آنے والی حدیث بڑی وضاحت کے ساتھ قضا کے ضروری ہونے کو ثابت کر رہی ہے۔

بَابُ: فِي الصَّائِمِ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُ

یہ باب ہے (حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے) ''روزہ دار شخص کی دعا مسترد نہیں ہوتی''

1752-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سَعْدَانَ الْجُهَنِيِّ عَنْ سَعْدٍ أَبِي مُجَاهِدٍ الطَّائِيِّ وَكَانَ ثِقَةً

عَنْ اَبِیْ مُدِلَّةَ وَكَانَ ثِقَةً عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الْاِمَامُ الْعَادِلُ وَالصَّائِمُ حَتّٰى يُفْطِرَ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ دُوْنَ الْغَمَامِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَتُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَيَقُوْلُ بِعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّكِ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"تین لوگ ایسے ہیں، جن کی دعا مسترد نہیں ہوتی۔ عادل حکمران، روزہ دار شخص جب تک وہ افطاری نہیں کر لیتا اور مظلوم شخص، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو بادل (یعنی پردے) کے پرے بلند کرے گا اور دعا کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری عزت کی قسم! میں تمہاری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر کے بعد کروں گا۔

1753- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْمَدَنِیُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِیْ مُلَيْكَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهٖ لَدَعْوَةً مَا تُرَدُّ قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَيْكَةَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُوْلُ اِذَا اَفْطَرَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"افطاری کے وقت روزہ دار کی دعا ایسی ہوتی ہے' جو مسترد نہیں ہوتی"۔

اس روایت کے راوی ابن ابوملائکہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو افطاری کے وقت یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

"اے اللہ میں تجھ سے تیری اس رحمت کے وسیلے سے' جو ہر شے پر وسیع ہے' یہ سوال کرتا ہوں کہ تو میری مغفرت کرے"۔

بَابُ: فِی الْاَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ اَنْ يَّخْرُجَ

یہ باب ہے کہ عید الفطر کے دن (نماز کے لیے) نکلنے سے پہلے کچھ کھانا

1754- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ تَمَرَاتٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن اس وقت تک تشریف نہیں لے جاتے تھے جب تک کچھ کھجوریں نہیں کھا لیتے تھے۔

1753 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1754 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 953.

1755- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا مَنْدَلُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ صُهْبَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يُغَذِّيَ أَصْحَابَهُ مِنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن اس وقت تک تشریف نہیں لے جاتے تھے جب تک اپنے ساتھیوں کو صدقہ فطر میں سے کھانے کے لیے نہیں دے دیتے تھے۔

1756- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ثَوَابُ بْنُ عُتْبَةَ الْمَهْرِيُّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ وَكَانَ لَا يَأْكُلُ يَوْمَ النَّحْرِ حَتَّى يَرْجِعَ

ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن (نماز عید ادا کرنے کے لیے) اس وقت تک تشریف نہیں لے جاتے تھے جب تک کچھ کھا نہیں لیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ کے دن واپس آنے سے پہلے کچھ نہیں کھاتے تھے۔

بَابُ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ رَمَضَانَ قَدْ فَرَّطَ فِيهِ

یہ باب ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے رمضان کے روزے ہوں جن میں اس نے کوتاہی کی تھی

1757- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرٍ فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينٌ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے ایک مہینے کے روزے ہوں تو ہر ایک دن کے عوض میں اس کی طرف سے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے"۔

میت کے ذمہ روزوں کے فدیہ میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کے ورثاء روزہ رکھیں (یعنی فدیہ دیں) (بخاری ومسلم)

جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے واجب ہوں تو اس کے بارے میں بھی علماء کے اختلافی مسلک ہیں

1755 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1756 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 542

1757 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث:1953

چنانچہ اکثر علماء کہ جن میں حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ بھی شامل ہیں یہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کی طرف سے کوئی دوسرا روزہ نہ رکھے بلکہ اس کے ورثاء اس کے ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو فدیہ دیں چنانچہ ان حضرات کی طرف سے اس حدیث کی یہی تاویل کی جاتی ہے کہ یہاں روزہ رکھنے سے مراد فدیہ دینا ہے کیونکہ فدیہ دینا بھی بمنزلہ روزہ رکھنے کے ہے اور اگلی حدیث اس توجیہ وتاویل کی بنیاد ہے۔

میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے اس لیے منع کیا جاتا ہے کہ ایک حدیث میں جو اس باب کے آخر میں آ رہی ہے صراحت کے ساتھ اس کی ممانعت فرمائی گئی حضرت امام احمد حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میت کی طرف سے اس کا وارث روزے رکھے۔

مذکورہ بالا مسئلہ کے سلسلہ میں حنفیہ کا یہ مسلک بھی ہے کہ اگر مرنے والے فدیہ کے بارے میں وصیت کر جائے تو وارث پر میت کی طرف سے فدیہ مذکور ادا کرنا واجب ہے۔ جب کہ وہ فدیہ میت کی تہائی مال میں سے نکل سکتا ہو لہٰذا اگر فدیہ مقدار اس کے تہائی مال کے مقدار سے زائد ہو گی تو وارث پر فدیہ کی اس مقدار کی ادائیگی واجب نہیں جو تہائی مال سے زائد ہو۔ ہاں اگر وارث اس زائد مقدار کو بھی ادا کر دے گا تو نہ صرف یہ کہ وارث کا یہ عمل جائز شمار ہو گا بلکہ میت پر اس کا احسان بھی ہو گا، لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ پورا مسئلہ اس صورت سے متعلق ہے جب کہ مرنے والے کے ذمہ وہ روزے ہوں جن کی قضا اس کے مرنے سے پہلے ممکن رہی ہو۔ مثلاً رمضان کا مہینہ گزر جانے کے بعد کسی ایسے مہینہ میں اس کا انتقال ہو جس میں وہ مرنے سے پہلے رمضان کے وہ روزے جو بیماری وغیرہ کی وجہ سے رکھنے سے رہ گئے تھے ان کی وہ قضا کر سکتا تھا، اور اگر رمضان کے کچھ روزے فوت ہو گئے ہوں (مثلاً رمضان ہی کے مہینہ میں اس کا انتقال ہوا ہو اور انتقال سے پہلے کچھ روزے رکھنے سے رہ گئے کہ جن کی قضا ممکن نہ ہو تو پھر ان کا تدارک یعنی ان روزوں کے بدلہ فدیہ دینا لازم ہے اور نہ مرنے والے پر فوت شدہ روزوں کا کوئی گناہ ہو گا چنانچہ تمام علماء کا یہی مسلک ہے البتہ طاؤس اور قتادہ کہتے ہیں کہ ان روزوں کا تدارک اور فدیہ بھی لازم ہو گا جن کی قضا کے ممکن ہونے سے پہلے ہی اس کا انتقال ہو گیا ہو گا۔

امام شافعی کا مسلک یہ ہے مرنے والا وصیت کرے یا نہ کرے۔ اس کے فوت شدہ روزوں کے بدلے اس کے کل مال میں سے فدیہ ادا کرنا ضروری ہے مذکورہ بالا مسئلہ میں حضرت امام احمد کا جو مسلک ہے وہ پہلی حدیث کی تشریح میں بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت نافع (تابعی) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا چاہیے۔ امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے یعنی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

ہر روزہ کے بدلہ مسکین کو کھلانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر روزہ کے بدلہ میں پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جو۔ یا اتنی ہی مقدار کی قیمت ادا کی جائے اور یہی مقدار نماز کے فدیہ کی بھی ہے کہ ہر نماز کے بدلہ اسی قدر فدیہ ادا کیا جائے۔ یہ حدیث جمہور علماء

کی دلیل ہے جن کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی مرنے والے کے ذمہ رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص روزہ نہ رکھے بلکہ ورثاء اس کے بدلہ فدیہ ادا کریں اس سے پہلے جو حدیث گزری ہے غالب امکان ہے کہ وہ منسوخ ہو اور یہ حدیث ناسخ ہو، لیکن جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے اس حدیث کو منسوخ نہ قرار دے کر اس کی جو تاویل کی جاتی ہے اس کی بنیاد یہی حدیث ہے۔

یہ روایت اگرچہ موقوف ہے جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا لیکن حکم میں مرفوع (ارشاد رسول) ہی کے ہے کیونکہ اس قسم کے تشریعی امور کوئی بھی صحابی اپنی عقل سے بیان نہیں کر سکتا لہٰذا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضرور سنا ہوگا جب ہی انہوں نے اسے نقل کیا۔

فدیہ کی مقدار کا بیان

ہر دن کے روزے کے بدلے فدیہ کی مقدار نصف صاع یعنی ایک کلو ۲۳۳ گرام گیہوں یا اس کی مقدار ہے فدیہ اور کفارہ میں جس طرح تملیک جائز ہے اسی طرح اباحت طعام بھی جائز ہے یعنی چاہے تو ہر دن کے بدلے مذکورہ بالا مقدار کسی محتاج کو دے دی جائے اور چاہے ہر دن دونوں وقت بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا جائے دونوں صورتیں جائز ہیں۔ صدقہ فطر کے برخلاف کہ اس میں زکوٰۃ کی طرح تملیک ہی ضروری ہے اس بارے میں یہ اصول سمجھ لیجئے کہ جو صدقہ لفظ اطعام یا طعام (کھلانے) کے ساتھ مشروع ہے اس میں تملیک اور اباحت دونوں جائز ہیں اور جو صدقہ لفظ ایتاء یا ادا کے ساتھ مشروع ہے اس میں تملیک شرط اور ضروری ہے اباحت قطعاً جائز نہیں ہے۔

دوسروں کی طرف سے نماز پڑھنے یا روزہ رکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ ان تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے یا کسی دوسرے کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ نہ تو کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کسی دوسرے کی طرف سے روزے رکھے۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الصوم)

حضرت امام مالک، ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی کا مسلک یہی ہے کہ نماز روزہ کسی کی طرف سے کرنا تاکہ وہ بری الذمہ ہو جائے درست نہیں ہے ہاں احناف کے نزدیک یہ جائز ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی بھی عمل کا ثواب خواہ وہ نماز ہو یا روزہ وغیرہ کسی دوسرے کو بخش سکتا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا حالانکہ اس نے روزوں کی منت مانی تھی تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے گا۔ اور اگر کوئی شخص فوت ہوا جس پر رمضان کے روزے تھے تو ولی اس کی طرف سے روزہ نہ رکھے بلکہ اس پر واجب ہے کہ اس کے مال سے فدیہ ادا کر دے۔ (اکمال اکمال المعلم، ج ۳، ص ۲۶۲، بیروت)

بَابُ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ مِنْ نَذْرٍ

یہ باب ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے نذر کا روزہ لازم ہو

1758- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ وَالْحَكَمِ وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُخْتِكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ تَقْضِينَهُ قَالَتْ بَلَى قَالَ فَحَقُّ اللَّهِ أَحَقُّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری بہن کا انتقال ہو گیا ہے اس کے ذمے مسلسل دو ماہ کے روزے لازم تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر تمہاری بہن کے ذمے قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کر دیتیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ (اس کے قرض کو ادا کیا جائے)

1759- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمٌ أَفَأَصُومُهُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ

◆◆ ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے ان کے ذمے ایک روزہ تھا کیا میں ان کی طرف سے ایک روزہ رکھ لوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: جی ہاں۔

اور روزے کی دوسری قسم وہ ہے کسی شخص کے ذمہ پر واجب ہے۔ جس طرح رمضان کے روزوں کی قضاء اور کفارے کے روزے ہیں۔ لہٰذا یہ روزہ جائز نہیں مگر جب وہ رات کو ہی اس کی نیت کر لے۔ کیونکہ یہ غیر معین روزہ ہے ہذا ابتداء میں اس روزے کی تعیین ضروری ہے جبکہ نفلی روزہ خواہ وہ کسی بھی طرح کا ہو اس کی نیت زوال سے پہلے پہلے جائز ہے۔ جبکہ اس میں حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے۔ کیونکہ وہ اس حدیث کے مطلق ہونے سے استدلال کرتے ہیں ہم نے روایت کی ہے۔ کہ

1758 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1953 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2688 'ورقم الحدیث 2689 'ورقم الحدیث 2690 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3310 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 716 'ورقم الحدیث 717

1759 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2692 'ورقم الحدیث 2693 'ورقم الحدیث 2694 'ورقم الحدیث 2695 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 1656 'ورقم الحدیث 2877 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 667 'ورقم الحدیث 928 'اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث 2394

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کے بغیر صبح کرنے کے بعد فرمایا: کہ میں اب میں روزے دار ہوں اور یہ دلیل بھی کہ اس کی مشروعیت رمضان کے سوا نفل میں ہے۔ اور یہ دلیل بھی ہے دن کے اول حصے میں رکنے والا ہو جانا نیت پر موقوف ہے۔ اسی دلیل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کی ہے۔ اور اگر اس نے زوال کے بعد نیت تو جائز نہیں ہے جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جائز ہے۔ اور اس کا روزہ اسی وقت سے شمار ہوگا جب اس نے نیت کی ہے۔ کیونکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک نفلی روزے حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نفلی روزہ نشاط (نئی بنیاد) پر مبنی ہے۔ کیونکہ ممکن ہو اس کے لئے وقت زوال کے نشاط ہو لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ دن کے اول حصے میں رکنے والا ہو۔ جبکہ ہمارے نزدیک دن کے حصے میں امساک کی وجہ سے ہی روزے دار ہو جائے گا۔ اس لئے نفس کو مغلوب کرنے والی عبادت یہی ہے اور یہ عبادت امساک سے ثابت ہو جاتی ہے۔ لہٰذا دن کے اکثر حصے کے ساتھ نیت کے اقتران کا اعتبار کیا جائے گا۔

نذر شرعی کی شرائط کا بیان

نذر یا شرعی منت جس کے ماننے سے شرعاً اس کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے۔ اس کے لیے مطلقاً چند شرطیں ہیں۔

۱- ایسی چیز کی منت ہو کہ اس کی جنس سے کوئی چیز شرعاً واجب ہو۔ لہٰذا عیادت مریض اور مسجد میں جانے اور جنازے کے ساتھ جانے کی منت نہیں ہو سکتی۔

۲- وہ عبادت خود مقصود بالذات ہو کسی دوسری عبادت کے لیے وسیلہ نہ ہو لہٰذا وضو و غسل کی منت صحیح نہیں۔

۳- اس چیز کی منت نہ ہو جو شرع نے خود اس پر واجب کی ہے۔ خواہ فی الحال یا آئندہ لہٰذا آج کی ظہر یا کسی فرض نماز کی منت صحیح نہیں کہ یہ چیزیں تو خود ہی واجب ہیں۔

۴- جس چیز کی منت مانی ہو وہ خود اپنی ذات سے کوئی گناہ کی بات نہ ہو۔ اور اگر کسی اور وجہ سے گناہ ہو تو منت صحیح ہو جائے گی۔ مثلاً عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے۔ اگر اس کی منت مانی تو منت ہو جائے گی۔

۵- اگر چہ حکم یہ ہے کہ اس دن نہ رکھے بلکہ کسی دوسرے دن رکھے کہ یہ منت عارضی ہے۔ یعنی عید کے دن ہونے کی وجہ سے خود روزہ ایک جائز چیز ہے۔

۶- ایسی چیز کی منت نہ ہو جس کا ہونا محال ہو۔ مثلاً یہ منت مانی کہ کل گذشتہ میں روزہ رکھوں گا کہ یہ منت صحیح نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری، کتاب الصوم)

ہر واجب روزہ میں نیت ضروری ہے جیسے قضا یا کفارہ کے روزے ہیں

حدیث میں ہے۔

من لم يبيت الصيام من الليل فلا صيام له (سنن نسائی) اس شخص کا روزہ نہیں جس نے رات ہی سے روزہ کی نیت نہ کی ہو۔

رات میں کسی بھی وقت نیت کی جا سکتی ہے خواہ فجر سے ایک منٹ پہلے ہی کیوں نہ ہو۔ نیت کسی کام کے کرنے کے لئے دل کے عزم کا نام ہے۔ جسے علم ہو کہ کل رمضان ہے اور اس نے روزہ کا ارادہ کر لیا تو یہ اس کی نیت ہو گئی، اور جس نے دن میں روزہ چھوڑنے کی نیت کی اور روزہ نہ چھوڑا، تو راجح قول کے مطابق اس کا روزہ صحیح ہے، جیسے کسی نے نماز میں بات کرنے کا ارادہ کیا اور بات نہیں کی۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ صرف روزہ توڑنے کی نیت کی بنیاد پر ہی وہ مفطر مانا جائے گا لہٰذا اس روزہ کی قضا کر لے تو بہتر ہے۔ مرتد ہو جانے سے نیت باطل ہو جاتی ہے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں۔

رمضان میں روزے رکھنے والا روزانہ تجدید نیت کا پابند نہیں، بلکہ مہینہ کے شروع میں نیت کر لے تو کافی ہے۔ سفر یا مرض کی وجہ سے روزہ کی نیت چھوڑ کر افطار کر لے، تو پھر عذر ختم ہو جانے کے بعد تجدید نیت ضروری ہے۔

مطلق نفلی روزہ کے لئے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، فرماتی ہیں: دخل علی رسول اللہ ﷺ ذات یوم فقال: ھل عندکم شیء؟ فقلنا: لا، قال: فانی اذًا صائم (صحیح مسلم؛ مسند احمد ج۶، ص۲۰۷، بیروت)

ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ ایک روز تشریف لائے اور فرمایا: کیا کھانے کے لئے کوئی چیز ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔

اگر کوئی خاص نفلی روزہ جیسے عرفہ یا عاشورا کا روزہ ہو تو رات ہی سے نیت کر لینا بہتر ہے۔

جس شخص نے واجب روزہ رکھا جیسے قضا، نذر یا کفارہ کا روزہ تو اسے چاہئے کہ اسے پورا کرے۔ بغیر عذر کے روزہ توڑنا جائز نہیں البتہ نفلی روزے کے بارے میں حکم رسول ﷺ ہے۔

الصائم المتطوع امیر نفسه إن شاء صام وإن شاء افطر (مسند احمد، ج۶، ص۳۴۱، بیروت)

نفلی روزہ رکھنے والا خود مختار ہے، چاہے تو پورا کرے یا روزہ توڑ دے۔

بَابُ: فِيمَنْ اَسْلَمَ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ

یہ باب ہے کہ جو شخص رمضان کے مہینے میں اسلام قبول کر لے

1760 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ خَالِدِ الْوَهْبِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ عِيسَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا وَفْدُنَا الَّذِيْنَ قَدِمُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِسْلَامِ ثَقِيفٍ قَالَ وَقَدِمُوْا عَلَيْهِ فِيْ رَمَضَانَ فَضَرَبَ عَلَيْهِمْ قُبَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلَمَّا اَسْلَمُوْا صَامُوْا مَا بَقِيَ عَلَيْهِمْ مِنَ الشَّهْرِ

◆◆ عطیہ بن سفیان بیان کرتے ہیں: اس وفد کے افراد نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے، جس کا تعلق ثقیف قبیلے سے تھا اور

1760: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

وہ لوگ اسلام قبول کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے' وہ لوگ رمضان کے مہینے میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے' تو نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوادیا تھا' جب ان حضرات نے اسلام قبول کرلیا' تو ان حضرات نے باقی مہینے کے روزے رکھے تھے۔

جب کافر طلوع فجر کے بعد اسلام لایا تو روزے کا حکم

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ محیط میں ہے۔جب کافر طلوع کے بعد اسلام لایا تو اس کا فرضی یا نفلی روزہ صحیح نہیں ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نفلی روزہ صحیح ہے اور ظاہر الروایت میں ہے صحیح نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا فرض روزہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ وہ اس کا اہل نہیں ہے۔جبکہ فقہاء احناف نے کہا ہے کہ وہ حائض کی طرح بقیہ رمضان میں امساک کرے۔

امام مالک، امام داؤد نے کہا ہے اس کا مساک مستحب ہے۔اس کے لئے امساک لازم نہیں ہے کیونکہ اس شخص پر ظاہری و باطنی طور پر روزہ فرض نہیں ہے۔جس طرح حالت عذر میں ہوتا ہے۔(البنایہ شرح الہدایہ ج ۴ص ۳۴۸، حقانیہ ملتان)

بقیہ دن کے امساک میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ "المغنی" میں رقمطراز ہیں: "جس شخص کے لیے ظاہر اور باطنی طور پر دن کے شروع میں روزہ نہ رکھنا مباح ہو مثلاً حائضہ اور نفاس والی عورت، اور مسافر، بچہ، مجنون دپاگل، کافر، اور مریض، جب دن کے دوران ان کا عذر زائل ہو جائے تو حائضہ اور نفاس والی عورت پاک ہو جائے، اور مسافر مقیم، اور بچہ بالغ ہو جائے، اور مجنون عقلمند، اور کافر اسلام قبول کر لے، اور بے روزہ مریض شفایاب ہو جائے تو اس میں دو روایتیں ہیں۔

پہلی: ان کے لیے دن کا باقی حصہ بغیر کھائے پیئے گزارنا لازم ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے، دوسری روایت: ان پر کھانے پینے سے رکنا لازم نہیں، امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ کا یہی قول ہے، اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ: جس نے دن کی ابتدا میں کھایا تو وہ دن کے آخر میں بھی کھائے۔

اور اسی طرح جب مسافر سفر سے واپس پلٹ آئے، تو میری طرف سے یہ کلام صحیح ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت یہی ہے، اور امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا بھی مسلک یہی ہے۔

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ: (جس نے دن کے پہلے حصہ میں کھایا وہ دن کے آخری حصہ میں بھی کھائے۔

اور جابر بن یزید (یہ ابو شعثاء تابعین میں سے ایک فقیہ وامام ہیں) رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ سفر سے واپس آئے تو انہوں نے اپنی بیوی کو دیکھا کہ وہ اسی دن حیض سے پاک ہوئی ہے، تو انہوں نے اس سے جماع کیا یہ دونوں اثر المغنی میں ذکر کیے گئے ہیں، اور ان کا کوئی تعاقب نہیں کیا گیا۔

اور اس لیے بھی کہ کھانے پینے سے رکنے کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ اس دن کا روزہ تو اسی وقت صحیح ہوگا جب فجر سے رکھا گیا ہو۔

اور اس لیے بھی کہ رمضان کا علم ہونے کے باوجود ان کے لیے دن کیاول میں ظاہری اور باطنی طور پر کھانا پینا مباح کیا گیا ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تو طلوع فجر سے ممانعت کی ہے، اور ان لوگوں پر اس وقت روزہ واجب نہیں تھا، تو کھانے پینے سے رکنے کے حکم میں بھی نہیں آتے۔

اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر پر چھوڑے ہوئے روزوں کے بدلے دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنا واجب کیا ہے، اور اسی طرح حائضہ عورت پر بھی، اور اگر ہم ان پر کھانا پینے سے رکنا واجب کریں تو اس پر ہم نے اللہ تعالیٰ سے واجب کردہ سے زیادہ کو واجب کردیا؛ کیونکہ اس وقت ہم اس پر اس دن کی قضاء کے ساتھ دن کا باقی حصہ کھانے پینے سے رکنا بھی واجب کررہے ہیں، تو اس طرح ہم نے اس پر دو چیزیں واجب کیں حالانکہ صرف ایک چیز ان ایام کی قضاء واجب ہے، جس کے روزے نہیں رکھے، اور یہ عدم وجوب کی ظاہر ترین دلیل ہے... لیکن اگر اس سے خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اعلانیہ طور پر نہ کھائے پیئے۔ (المغنی، ابواب الصیام)

اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ "المجموع" میں کہتے ہیں: "جب مسافر رمضان میں دن کے دوران سفر سے واپس پلٹ آئے اور اس نے روزہ نہ رکھا ہو اور اپنی بیوی کو دن کے دوران حیض یا نفاس سے پاک پائے یا بیماری سے اس کی بیوی دن میں شفایاب ہوگئی ہو اور اس نے روزہ نہ رکھا ہو تو وہ اس سے ہم بستری کرسکتا ہے، ہمارے نزدیک بغیر کسی اختلاف کے اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ (المجموع للنووی (6 / 374))

بَابُ: فِي الْمَرْأَةِ تَصُوْمُ بِغَيْرِ اِذْنِ زَوْجِهَا

یہ باب ہے کہ عورت کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزے رکھنا

1761 -حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَصُوْمُ الْمَرْاَةُ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ يَوْمًا مِّنْ غَيْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کوئی بھی عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ نہ رکھے البتہ اس کی اجازت سے رکھ سکتی ہے''۔

1762 -حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ اَنْ يَّصُمْنَ اِلَّا بِاِذْنِ اَزْوَاجِهِنَّ

1761 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 782

1762 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو اس بات سے منع کیا ہے وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزے رکھیں۔

بَابُ: فِيمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَلَا يَصُومُ اِلَّا بِاِذْنِهِمْ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کے ہاں پڑاؤ کرے تو وہ ان کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے

1763- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْاَزْدِيُّ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ وَخَالِدُ بْنُ اَبِي يَزِيدَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَزَلَ الرَّجُلُ بِقَوْمٍ فَلَا يَصُومُ اِلَّا بِاِذْنِهِمْ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جب کوئی شخص کسی کے ہاں پڑاؤ کرے تو وہ ان کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔

بَابُ: فِيمَنْ قَالَ الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ كَالصَّائِمِ الصَّابِرِ

یہ باب ہے کہ شکر کر کے کھانے والا صبر کر کے روزہ رکھنے والے کی مانند ہے

صبر کرنے کی فضیلت کا بیان

1764- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْنٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاُمَوِيِّ عَنْ مَعْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيٍّ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: شکر کر کے کھانے والا صبر کر کے روزہ رکھنے والے کی حیثیت رکھتا ہے۔

شرح

حضرت ابوقتادہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بتایئے اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں اس حال میں کہ میں صبر کرنیوالا اور ثواب کا خواہش مند ہوں (یعنی میں دکھانے سنانے کی غرض سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی خاطر اور ثواب کی طلب میں جہاد کروں) اور اس طرح جہاد کروں کہ میدان جنگ میں دشمن کو پیٹھ نہ دکھاؤں بلکہ

1763: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1764: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ان کے سامنے سینہ سپر رہوں (یہاں تک کہ میں لڑتے لڑتے مارا جاؤں) تو کیا اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف کر دے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ہاں! مگر جب وہ شخص اپنے سوال کا جواب پا کر واپس ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آواز دی اور فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ یقینا معاف کر دے گا مگر قرض کو معاف نہیں کرے گا مجھ سے جبرائیل نے یہی کہا ہے۔ (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حقوق العباد کا معاملہ بڑا سخت اور کٹھن ہے اللہ تعالیٰ اپنے حقوق یعنی عبادات وطاعات میں کوتاہی اور گناہ ومعصیت کو معاف کر دیتا ہے مگر بندوں کے حقوق یعنی قرض وغیرہ کو معاف نہیں کرتا نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ تعالیٰ کا صرف وہی پیغام نہیں پہنچاتے تھے جو قرآن کریم کی شکل میں ہمارے سامنے ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی دیگر ہدایات واحکام پہنچاتے رہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کے تمام (صغیرہ اور کبیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں مگر دین یعنی حقوق کی معافی نہیں ہوتی۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 132)

دین سے مراد حقوق العباد ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص پر بندہ کا کوئی حق ہو یعنی خواہ اس کے ذمہ کسی کا مال ہو یا اس نے کسی کا ناحق خون کیا ہو یا کسی کی آبرو ریزی کی ہو یا کسی کو برا کہا ہو یا کسی کی غیبت کی ہو تو اگر وہ شخص شہید بھی ہو جائے تب بھی یہ چیزیں معاف نہیں کی جائیں گی کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کے حقوق کسی حال میں معاف نہیں کرتا۔ لیکن ابن مالک کہتے ہیں کہ بعض علماء کا یہ قول ہے کہ اس حدیث کا تعلق شہداء بر" یعنی بری جنگ میں شہید ہونیوالوں سے ہے بحری جنگ میں شہید ہونیوالے اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ابن ماجہ نے ابوامامہ کی یہ مرفوع روایت نقل کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بحری جنگ میں شہید ہونیوالوں کے تمام گناہ حتیٰ کہ دین (یعنی حقوق العباد) بھی بخشے جاتے ہیں۔

1765 -حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ حُرَّةَ عَنْ عَمِّهٖ حَكِيْمِ بْنِ اَبِيْ حُرَّةَ عَنْ سِنَانِ بْنِ سَنَّةَ الْاَسْلَمِيِّ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت سنان بن سنہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "شکر کر کے کھانے والے کو صبر کر کے روزہ رکھنے والے کی مانند اجر ملے گا"۔

بَابُ: فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

یہ باب شب قدر کے بیان میں ہے

1766 -حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ

1765: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَأُنْسِيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوِتْرِ

◈◈ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرے کا اعتکاف کیا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی' لیکن پھر مجھے وہ بھلا دی گئی تو تم لوگ آخری عشرے کی طاق راتوں میں اسے تلاش کرو۔

شرح

شب قدر کی ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس کے متعلق قرآن کریم میں پوری سورۃ نازل ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا، "بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) شب قدر میں اتارا۔ اور تم نے کیا جانا کیا ہے شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر (ہے) اس میں فرشتے اور جبرئیل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے۔ وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک"۔ (سورۃ القدر، کنزالایمان)

اس سورہ سے معلوم ہوا کہ شب قدر ایسی بابرکت اور عظمت و بزرگی والی رات ہے:

۱- جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

۲- اسی رات میں قرآن حکیم لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل ہو۔

۳- اسی رات میں فرشتے اور جبرئیل علیہ السلام زمین پر اترتے ہیں۔

۴- اسی رات میں صبح طلوع ہونے تک خیر و برکت نازل ہوتی ہے اور یہ رات سلامتی ہی سلامتی ہے۔

شب قدر ملنے کا سبب

امام مالک رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی امتوں کے لوگوں کی عمروں پر توجہ فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے لوگوں کی عمریں کم معلوم ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال فرمایا کہ جب گزشتہ لوگوں کے مقابلے میں ان کی عمریں کم ہیں تو ان کی نیکیاں بھی کم رہیں گی اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (موطا امام مالک ص ۲۶۰)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک نیک شخص کا ذکر فرمایا جس نے ایک ہزار ماہ تک راہِ خدا میں جہاد کے لیے ہتھیار اٹھائے رکھے۔ صحابہ کرام کو اس پر تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی اور ایک رات یعنی شب قدر کی عبادت کو اس مجاہد کی ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر قرار دیا۔ (سنن الکبریٰ بیہقی ج ۴ص ۳۰۶، تفسیر ابن جریر)

1766 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 669 'ورقم الحدیث:813 'ورقم الحدیث 836 'ورقم الحدیث 2016 ورقم حدیث 2018 'ورقم الحدیث 2026 'ورقم الحدیث:2027 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2761 'ورقم الحدیث 2762 'ورقم الحدیث 2763 'ورقم الحدیث 2764 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 894 'ورقم الحدیث:895 'ورقم الحدیث 911 'ورقم الحدیث 1382 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 1094 'ورقم الحدیث 1355 'اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث 1775

لیلۃ القدر کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس مقدس اور مبارک رات کا نام لیلۃ القدر رکھے جانے کی چند حکمتیں پیش خدمت ہیں۔

۱- قدر کے ایک معنی مرتبے کے ہیں اس بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس رات کی عظمت و بزرگی اور اعلیٰ مرتبے کی وجہ سے اس کا نام لیلۃ القدر یعنی اعلیٰ مرتبے والی رات رکھا گیا ہے۔ اس رات میں عبادت کا مرتبہ بھی بہت اعلیٰ ہے جو کوئی اس رات میں عبادت کرتا ہے۔ وہ بارگاہِ الٰہی میں قدر و منزلت والا ہو جاتا ہے۔ اور اس رات کی عبادت کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ایک اور حکمت لیلۃ القدر کی یہ ہے کہ اس رات میں عظمت و بلند مرتبہ والی کتاب نازل ہوئی ہے کتاب اور وحی لے کر آنے والے فرشتے جبرئیل علیہ السلام بھی بلند مرتبے والے ہیں اور یہ عظیم الشان کتاب قرآن حکیم جس محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ بھی بڑی عظمت اور بلند مرتبے والے ہیں۔ سورۃ القدر میں اس لفظ "قدر" کے تین مرتبہ آنے میں شاید یہی حکمت ہے۔

۲- "قدر" کے ایک معنی تقدیر کے بھی ہیں اور چونکہ اس رات میں بندوں کی تقدیر کا وہ حصہ جو اس رمضان سے اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہوتا ہے۔ وہ متعلقہ فرشتوں کو سونپ دیا جاتا ہے۔ اس لیے بھی اس رات کو شب قدر کہتے ہیں۔

نزول قرآن

اللہ تعالیٰ نے شب قدر کی بڑی وجہ فضیلت یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ نزول قرآن کی رات ہے۔ سورۃ الدخان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ قرآن کریم کو مبارک رات میں نازل کیا۔ اس مبارک معض مفسرین کرام نے شب برأت مراد لی ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ قرآن حکیم تیئیس برس کی مدت میں بتدریج نازل ہوا نیز اس کا نزول ربیع الاول میں شروع ہوا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اقوال میں خوب تطبیق کی ہے وہ فرماتے ہیں، "شب قدر میں قرآن کریم لوحِ محفوظ سے یکبارگی آسمانِ دنیا پر بیت العزت میں نازل ہوا جب کہ اس کے نزول کا اندازہ اور لوحِ محفوظ کے نگہبانوں کو اس کا نسخہ نقل کر کے آسمانِ دنیا پر پہنچانے کا حکم اسی سال کی شب برأت میں ہوا۔ گویا قرآن حکیم کا نزول حقیقی ماہِ رمضان میں شبِ قدر کو ہوا اور نزول تقدیری اس سے پہلے شب برأت میں ہوا۔ اور سینۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول قرآن کا آغاز ربیع الاول میں پیر کے دن ہوا اور تیئیس سال میں مکمل ہوا۔ (تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ ص ۴۳۸)

ہزار مہینوں سے بہتر

شب قدر کی دوسری وجہ فضیلت یہ ہے کہ اس رات کی عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ یہ نکتہ قابل توجہ ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ایک ہزار مہینوں کے تراسی سال اور چار ماہ بنتے ہیں پس اگر کوئی شخص ۸۳ سال اور چار ماہ تک دن رات مسلسل اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو بھی ایک شبِ قدر کی عبادت اتنی طویل مدت کی عبادت سے افضل بہتر ہے جب کہ اس طویل مدت میں کوئی شب قدر نہ ہو۔ اسی طرح یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص شب قدر میں عبادت

کرے تو گویا اس نے ۸۳ سال اور چار ماہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزار دیے بلکہ اسے اس سے بہتر اجر ملے گا پھر اس پر بس نہیں، اگر طلب سچی ہو تو ہر سال شبِ قدر نصیب ہو سکتی ہے گویا ذرا سی محنت اور لگن سے کئی ہزار مہینوں سے زیادہ اجر و ثواب حاصل کیا جا سکتا ہے۔

نزولِ ملائکہ

نورِ مجسم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شبِ قدر آتی ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں زمین پر اترتے ہیں اور اس شخص کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں جو کھڑا یا بیٹھا اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہو۔

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۲، شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۴۳)

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور فرشتے اس شب میں عبادت کرنے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔ (فضائل الاوقات للبیہقی ص ۲۱۵)

علماء فرماتے ہیں کہ شبِ قدر میں عبادت کرنے والوں سے جب حضرت جبرئیل علیہ السلام اور فرشتے سلام و مصافحہ کرتے ہیں تو اس کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں دل خشیت الٰہی سے لرزنے لگتا ہے اور اس پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں فرشتوں کے زمین پر اترنے کی متعدد وجوہ تحریر فرمائی ہیں جن میں سے چند سطور ملاحظہ ہوں۔

۱- جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا تھا یہ مخلوق زمین میں فساد پھیلائے گی اور خونریزی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ انسان کی عزت و عظمت واضح کرنے کے لیے فرشتوں کو نازل فرماتا ہے کہ جاؤ اور دیکھو جن کے متعلق تم نے یہ کہا تھا وہ کیا کر رہے ہیں۔ دیکھو میرے بندے اس رات میں بستر و آرام کو چھوڑ کر میری خاطر عبادات میں مشغول ہیں اور مجھے راضی کرنے کے لیے آنسو بہاتے دعائیں مانگ رہے ہیں حالانکہ شب بیداری ان کے لیے فرض یا واجب نہیں بلکہ سنتِ مؤکدہ بھی نہیں صرف میرے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ترغیب دینے پر یہ اپنی نیند و آرام قربان کر کے ساری رات کے قیام پر مستعد ہیں۔ پھر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور مومن کی عظمت کو سلام کرتے ہیں۔

۲- اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ جنت میں ان کے پاس فرشتے آئیں گے۔ اور انہیں سلام کریں گے شب قدر میں فرشتوں کو نازل فرمانے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ رب تعالیٰ گویا یہ بتانا چاہتا ہے اے میرے بندو! اگر تم دنیا میں میری عبادت میں مشغول رہے تو تمہارے پاس رحمت کے فرشتے آئیں گے اور تمہاری زیارت کر کے وہ تمہیں سلام کریں گے۔

۳- اللہ تعالیٰ نے شب قدر کی فضیلت و برکت اہلِ امین کے لیے رکھی جو یہاں رب تعالیٰ کی عبادت کریں، چنانچہ فرشتے اسی لیے زمین پر آتے ہیں تاکہ وہ بھی یہاں آ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور شب قدر کے کثیر اجر و ثواب کے مستحق ہو جائیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مکہ مکرمہ اس نیت سے جائے کہ وہاں عبادت کا اجر و ثواب زیادہ ملتا ہے اسی طرح فرشتے شب قدر میں

زمین پر اترتے ہیں۔

۴-انسان کی فطرت ہے کہ جب اکابر علماء اور عابد و زاہد لوگ موجود ہوں تو وہ خلوت کے مقابلے میں بہتر طریقے سے عبادت اور اطاعت الٰہی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

تعیین شب قدر

شب قدر کی تعیین میں آئمہ دین کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔جلیل القدر تابعی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ،کا ایک قول یہ ہے کہ شب قدر تمام سال میں کسی بھی رات کو ہوتی ہے۔صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ،کا یہی قول ہے۔امام اعظم کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی ۲۷ویں شب میں ہے۔امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول یہ ہے کہ شب قدر رمضان کی کسی متعین رات میں ہوتی ہے۔علمائے شافعیہ کا قول یہ ہے کہ اس کا ۲۱ویں شب میں ہونا اقرب ہے۔امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہوتی ہے کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی دوسری رات میں۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک ان کا قول زیادہ صحیح ہے جو کہتے ہیں کہ یہ تمام سال میں کسی بھی رات کو ہوسکتی ہے کیونکہ میں نے شب قدر کو دو مرتبہ شعبان میں پایا ہے ایک بار ۱۵ شعبان کو اور دوسری بار ۱۹ شعبان کو اور دو مرتبہ رمضان کے درمیانی عشرے میں ۱۳ اور ۱۸ رمضان کو اور رمضان کے آخری عشرے کی ہر طاق رات میں اسے پایا ہے اس لیے یہ پورے سال میں کسی بھی رات کو ہوسکتی ہے البتہ ماہ رمضان میں یہ بکثرت آتی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ان اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ شب قدر سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے ایک وہ جس میں احکام الٰہی نازل ہوتے ہیں اور اسی رات میں قرآن کریم لوح محفوظ سے اتارا گیا۔یہ رات سال بھر میں کسی بھی شب ہوسکتی ہے لیکن جس سال قرآن کریم نازل ہوا اس سال یہ رات رمضان المبارک میں تھی اور یہ اکثر رمضان المبارک میں ہی ہوتی ہے۔دوسری شب قدر وہ ہے جس میں ملائکہ بکثرت زمین پر اترتے ہیں۔روحانیت عروج پر ہوتی ہے عبادات اور دعائیں قبول ہوتی ہیں یہ ہر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہوتی ہے اور بدلتی رہتی ہے۔اب چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے "شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو"۔ (بخاری،مشکوٰۃ جلد اص ۲۵۰)

۲-حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ،سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں یعنی ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹ویں رات میں ہوتی ہے۔جو ثواب کی نیت سے اس رات میں عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیتا ہے اسی رات کی علامتوں میں سے یہ ہے یہ رات کھلی ہوئی اور چمکدار ہوتی ہے۔صاف شفاف گویا انوار کی کثرت کے باعث چاند کھلا ہوا ہے۔نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی بلکہ معتدل اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے۔اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے اس کے بعد کی صبح کو سورج بغیر شعاع کے

طلوع ہوتا ہے۔ بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح جیسا کہ چودھویں کا چاند کیونکہ شیطان کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ اس دن سورج کے ساتھ نکلے"۔ (مسند احمد جلد ۵ ص ۳۲۴، مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۱۷۵)

۳- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "شب قدر کو آخری عشرے میں ۲۵ ویں، ۲۷ ویں، اور ۲۹ ویں راتوں میں تلاش کرو"۔ (بخاری، مشکوۃ جلد اص ۴۵۰)

۲۷ویں شب

کثیر علماء کے نزدیک ۲۷ ویں شب، شب قدر ہوتی ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، سے یہی مروی ہے۔ (خزائن العرفان) ۲۷ ویں شب کے لیلۃ القدر ہونے کی تائید میں مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "شب قدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے"۔ (سنن ابوداؤد ج ا ص ۱۹۷، صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۴۳۷، سنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۴ ص ۳۱۲) امام بیہقی نے فرمایا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۲- حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ، سے پوچھا آپ کے بھائی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، کا ارشاد ہے کہ جو سال بھر شب بیداری کرے وہ شب قدر پالے گا۔ آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے انہوں نے یہ اس لیے کہا کہ لوگ ایک ہی رات پر قناعت نہ کرلیں حالانکہ وہ جانتے تھے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں ہے اور وہ ۲۷ ویں شب ہے پھر آپ نے قسم فرمایا، "شب قدر ستائیسویں رات ہے"۔

(صحیح مسلم، مشکوۃ جلد ا ص ۴۵۱)

۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے صحابہ کرام سے شب قدر کے متعلق پوچھا تو سب نے مختلف جواب دیے۔ میں نے عرض کی یہ آخری عشرے کی ساتویں رات یعنی ۲۷ ویں شب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عدد سات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا فرمائے۔ سات زمینیں بنائیں۔ انسان کی تخلیق سات درجات میں فرمائی اور سات چیزیں بطور اس کی غذا کے پیدا فرمائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے فرمایا میرا بھی یہی خیال ہے کہ ۲۷ ویں شب لیلۃ القدر ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی جلد ۳ ص ۳۳۰)

۴- دوسری روایت میں آپ رضی اللہ عنہ، سے یہ بھی منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سبع مثانی (سورہ فاتحہ) عطا فرمائی جس کی ۷ آیتیں ہیں جن عورتوں سے نکاح حرام ہے وہ بھی سات ہیں۔ قرآن میں میراث میں سات لوگوں کے حصے بیان فرمائے۔ سفا مروہ کے چکر سات ہیں۔ طواف کے چکر بھی سات ہیں۔ (تفسیر در المنثور)

۵- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ "لیلۃ القدر" میں کل نو حروف ہیں اور یہ سورۃ القدر میں تین مرتبہ آیا ہے ۹ کو ۳ سے ضرب دیں تو ۲۷ آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر ۲۷ ویں شب ہی ہے۔ (تفسیر کبیر)

۶- حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ، کا ایک غلام بحری جہازوں کا ملاح رہا تھا وہ ان سے کہنے لگا ایک چیز میرے تجربے میں بہت عجیب ہے وہ یہ کہ سال میں ایک رات سمندر کا کھارا پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ، نے فرمایا جب وہ

رات آئے تو مجھے ضرور بتانا رمضان کی ستائیسویں شب والوں نے کہا یہ وہی رات ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ومظہری)

۷۔ جلیل القدر تابعی حضرت عبدہ بن ابی لبابہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، "میں نے رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں سمندر کا پانی چکھا تو وہ نہایت میٹھا تھا" حضرت یحییٰ بن ابی میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، "میں نے ۲۷ ویں شب میں خانہ کعبہ کا طواف کیا میں نے دیکھا کہ فرشتے فضا میں بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں"۔ (شعب الایمان للبیہقی جلد ۳ص ۳۳۲)

۸۔ غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ بھی اسی خیال کے قائل تھے کہ ۲۷ ویں شب کو شب قدر ہوتی ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض علماء وفقہاء کے نزدیک رمضان کی ستائیسویں شب میں قرآن کریم ختم کرنا مستحسن ہے تاکہ شب قدر کی برکتیں بھی حاصل ہو جائیں کیونکہ اکثر محدثین نے احادیث بیان کی ہیں کہ ۲۷ ویں شب میں شب قدر ہے"۔

(ماثبت من السنۃ ۲۱۵)

اس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اول تو ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم ماہ رمضان کی تمام راتوں کے آخری حصہ میں ذوق وشوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور خوب دعائیں مانگیں۔ کم از کم نماز تہجد پورا ماہ ضرور ادا کریں۔ پھر کوشش کر کے آخری عشرہ کی تمام راتوں کو عبادت الٰہی میں گزاریں اور شب قدر تلاش کریں۔ ورنہ کم از کم ۲۷ ویں شب کو تو ضرور تمام رات رضائے الٰہی کے لیے عبادت ودعا میں مصروف رہیں۔ رب تعالیٰ ہم سب کو شب قدر کی برکتیں نصیب فرمائے۔ آمین۔

شب قدر مخفی کیوں؟

لوگ اکثر یہ سوال پوچھتے ہیں کہ شب قدر کو مخفی رکھنے میں کیا حکمتیں ہیں؟ جواب یہ ہے کہ اصل حکمتیں تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ یہ وہ جواب ہے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان بارگاہ نبوی میں اس وقت دیا کرتے جب انہیں کسی سوال کے جواب کا قطعی علم نہ ہوتا۔ وہ فرماتے اللہ ورسولہ اعلم۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ کتاب الایمان)

غیب بتانے والے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فیوض وبرکات سے اکتساب فیض کرتے ہوئے علمائے کرام نے شب قدر کے مخفی ہونے کی بعض حکمتیں بیان فرمائی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ اگر شب قدر کو ظاہر کر دیا جاتا تو کوتاہ ہمت لوگ اسی رات کی عبادت پر اکتفا کر لیتے۔ اور دیگر راتوں میں عبادات کا اہتمام نہ کرتے۔ اب لوگ آخری عشرے کی پانچ راتوں میں عبادت کی سعادت حاصل کر لیتے ہیں۔

۲۔ شب قدر ظاہر کر دینے کی صورت میں گر کسی سے یہ شب چھوٹ جاتی تو اسے بہت زیادہ حزن وملال ہوتا اور دیگر راتوں میں وہ

دلجمعی سے عبادت نہ کر پاتا۔ اب رمضان کی پانچ طاق راتوں میں سے دو تین راتیں اکثر لوگوں کو نصیب ہو ہی جاتی ہیں۔

۳۔ اگر شب قدر کو ظاہر کر دیا جاتا تو جس طرح اس رات میں عبادت کا ثواب ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ ہے اس طرح اس رات میں گناہ بھی ہزار درجہ زیادہ ہوتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس رات کو مخفی رکھا تاکہ اس شب میں عبادت کریں وہ ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ اجر وثواب پائیں اور اپنی جہالت وکم نصیبی سے اس شب میں بھی گناہ سے باز نہ آئیں تو انہیں شب قدر کی توہین

کرنے کا گناہ نہ ہو۔

۴- جیسا کہ نزولِ ملائکہ کی حکمتوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مومن کی عظمت بتانے کے لیے زمین پر نازل فرماتا ہے اور اپنے عبادت گزار بندوں پر فخر کرتا ہے۔ شب قدر ظاہر نہ کرنے کی صورت میں فخر کرنے کا زیادہ موقع ہے کہ اے ملائکہ دیکھو! میرے بندے معلوم نہ ہونے کے باوجود محض احتمال کی بناء پر عبادت و اطاعت میں اتنی محنت و سعی کر رہے ہیں اگر انہیں بتا دیا جاتا کہ یہی شب قدر ہے تو پھر ان کی عبادت و نیاز مندی کا کیا حال ہوتا۔

۵- شب قدر کا مخفی رکھنا اسی طرح سمجھ لیجئے جیسے موت کا وقت نہ بتانا۔ کیونکہ اگر موت کا وقت بتا دیا جاتا تو لوگ ساری عمر نفسانی خواہشات کی پیروی میں گناہ کرتے اور موت سے عین پہلے توبہ کر لیتے اس لیے موت کا وقت مخفی رکھا گیا تاکہ انسان ہر لمحہ موت کا خوف کرے اور ہر وقت گناہوں سے دور اور نیکی میں مصروف رہے اسی طرح آخری عشرے کی ہر طاق رات میں بندوں کو یہی سوچ کر عبادت کرنی چاہیے کہ شاید یہی شب قدر ہو اس طرح شب قدر کی جستجو میں برکت والی پانچ راتیں عبادت الٰہی میں گزارنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بے شمار حکمتوں اور مصلحتوں کے باعث بہت سی اہم چیزوں کو مخفی رکھا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ

۱- اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کو عبادت و اطاعت میں مخفی رکھا ہے تاکہ لوگ تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں۔
۲- اس نے اپنے غصہ کو گناہوں میں مخفی رکھا ہے تاکہ لوگ ہر قسم کے گناہوں سے بچیں۔
۳- اپنے اولیاء کو مومنوں کو مخفی رکھا ہے تاکہ لوگ سب ایمان والوں کی تعظیم کریں۔
۴- دعا کی قبولیت کو مخفی رکھا تاکہ لوگ کثرت کے ساتھ مختلف دعائیں مانگا کریں۔
۵- اسم اعظم کو مخفی رکھا تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہر نام مبارک کی تعظیم کریں۔
۶- صلوٰۃ الوسطیٰ (درمیانی نماز) کو مخفی رکھا تاکہ لوگ سب نمازوں کی حفاظت کریں۔
۷- موت کے وقت کو مخفی رکھا تاکہ لوگ ہر وقت خدا سے ڈرتے رہیں۔
۸- توبہ کی قبولیت کو مخفی رکھا تاکہ لوگ جس طرح ممکن ہو توبہ کرتے رہیں۔
۹- ایسے ہی شب قدر کو مخفی رکھا تاکہ لوگ رمضان کی تمام راتوں کی تعظیم کریں۔

شب قدر کی اہمیت

شب قدر اتنی زیادہ خیر و برکت والی رات ہے کہ غیب بتانے والے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "ماہِ رمضان میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اس رات سے محروم رہا وہ ساری خیر سے محروم رہا"۔

(سنن نسائی، مشکوٰۃ جلد ۱ص ۴۲۶)

مذکورہ حدیث پاک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے جب کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ نور،

جسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اس ماہ میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو اس رات سے محروم رہا وہ ساری بھلائی سے محروم رہا۔ اور جو اس کی بھلائی سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم اور کم نصیب ہے"۔ (سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد اص ۳۲۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ، "جو شب قدر میں ایمان واخلاص کے ساتھ عبادت کرتا ہے اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں"۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ جلد اص ۲۲۵)

بعض احادیث مبارکہ سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو شخص ماہ رمضان میں مغرب اور عشاء کی نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرتا رہے تو اسے شب قدر کی کچھ برکتیں ضرور نصیب ہوتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جس نے رمضان کے پورے مہینے میں مغرب اور عشاء کی نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کیں اس نے شب قدر کا کسی قدر حصہ پالیا۔ (شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۴۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے پورے ماہ رمضان میں عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی گویا اس نے شب قدر کو پالیا"۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ شب قدر کی برکتوں سے فیضیاب ہونے کے لیے کم از کم اہتمام ضرور کیا جائے کہ ماہ رمضان میں ان تمام نمازوں اور خصوصاً مغرب اور عشاء کی نمازیں ضرور بالضرور جماعت کے ساتھ پڑھیں اور اس اہتمام کے علاوہ آخرے عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر کی جستجو بھی ضرور کریں۔

ہم سب کے آقا و مولیٰ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا ماہ رمضان میں یہ معمول تھا کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں اس قدر مشقت فرماتے جو دیگر ایام میں نہ کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرے کی تمام راتوں میں نہ صرف شب بیداری کرتے بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ جلد اص ۱۸۲)

غور فرمایئے جب اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کے صدقے وطفیل ہم گناہگاروں کی بخشش ہوتی ہے، آخری عشرے میں عبادات میں مشقتیں اٹھاتے تھے تو ہم اور آپ آخری عشرے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت کیوں نہ اپنائیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؂

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا

ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

بَابُ : فِیْ فَضْلِ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

یہ باب رمضان کے آخری عشرے کی فضیلت میں ہے

1767 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِی الشَّوَارِبِ وَاَبُوْ اِسْحٰقَ الْهَرَوِیُّ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

1767: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2780 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 796

حَاتِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ ﷞ بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ (رمضان کے) آخری عشرے میں جتنی ریاضت اور مجاہدہ کرتے تھے آپ ﷺ دوسرے دنوں میں اتنا مجاہدہ نہیں کرتے تھے۔

1768 -حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ عُبَيْدِ بْنِ نِسْطَاسٍ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ اَحْيَا اللَّيْلَ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ وَاَيْقَظَ اَهْلَهُ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ ﷞ بیان کرتی ہیں' جب (رمضان کا) آخری عشرہ آ جاتا تو نبی کریم ﷺ کمر ہمت باندھ لیتے اور رات بھر عبادت کرتے رہتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار رکھتے تھے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي الْاِعْتِكَافِ

یہ باب اعتکاف کے بارے میں ہے

اعتکاف کے معنی ومفہوم کا بیان

اعتکاف کا لغوی معنی ٹھہرنا، رکنا ہے۔ (لسان العرب 252/9، المصباح المنیر 424/2 وغیرہ) اصطلاحی معنی عبادت کی غرض سے مسجد کو لازم پکڑنا ہے۔ لغوی اعتبار سے اعتکاف کا معنی کسی چیز پر جم کر بیٹھ جانا اور نفس کو اس کے ساتھ لگائے رکھنا ہے۔

اور اسی طرح اعتکاف کے معنی ہیں ایک جگہ ٹھہرنا اور کسی مکان میں بند رہنا اور اصطلاح شریعت میں اعتکاف کا مفہوم ہے اللہ رب العزت کی رضا وخوشنودی کی خاطر اعتکاف کی نیت کے ساتھ کسی جماعت والی مسجد میں ٹھہرنا۔

اعتکاف کے لیے نیت اسی مسلمان کی معتبر ہے جو عاقل ہو اور جنابت اور حیض ونفاس سے پاک وصاف ہو، رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں ہمیشہ اعتکاف فرماتے تھے درمختار میں لکھا ہے کہ سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی اگر ایک شخص بھی اعتکاف کرلے تو سب کی طرف سے حکم ادا ہوجاتا ہے اور اس صورت میں اعتکاف نہ کرنے والوں پر کوئی ملامت نہیں۔

اعتکاف کے لئے زبان سے نذر ماننے سے اعتکاف واجب ہوجاتا ہے خواہ فی الحال ہو جیسے کہ کوئی کہے میں اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے اوپر اتنے دنوں کا اعتکاف لازم کرتا ہوں اور خواہ معلق ہو جیسے کوئی کہے کہ میں یہ نذر مانتا ہوں کہ اگر میرا کام ہوجائے گا تو میں اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا۔ گویا اعتکاف کی یہ دو قسمیں ہوئیں یعنی ایک تو سنت مؤکدہ جو رمضان کے آخری عشرہ میں ہے اور دوسرا واجب جس کا تعلق نذر سے ہے ان دو قسموں کے علاوہ تیسری قسم مستحب ہے یعنی رمضان کے آخری عشرہ کے سوا اور کسی زمانہ

1768 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث:2024 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث:2779 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 1376 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث:1638

میں خواہ رمضان کا پہلا دوسرا عشرہ ہو یا اور کوئی مہینہ ہو اعتکاف کرنا مستحب ہے۔

اعتکاف مستحب کے لئے اکثر زیادہ سے زیادہ مدت کوئی مقدار متعین نہیں ہے اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی بھی نیت کر لے تو جائز ہے البتہ اقل (کم سے کم) مدت کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں امام محمد کے نزدیک اعتکاف مستحب کے لئے کم سے کم مدت کی بھی کوئی مقدار متعین نہیں ہے دن و رات کے کسی بھی حصہ میں ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم مدت کے لیے اعتکاف کی نیت کی جاسکتی ہے امام اعظم ابوحنیفہ کی ظاہر روایت بھی یہی ہے اور حنفیہ کے یہاں اسی قول پر فتویٰ ہے لہٰذا ہر مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ وہ جب بھی مسجد میں داخل ہو خواہ نماز کے لئے یا اور کسی مقصد کے لئے تو اس طرح اعتکاف کی نیت کر لے۔ کہ میں اعتکاف کی نیت کرتا ہوں جب تک کہ مسجد میں ہوں۔

اسی طرح بلا کسی مشقت و محنت کے دن میں کئی مرتبہ اعتکاف کی سعادت و فضیلت حاصل ہو جایا کرے گی حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک اقل مدت دن کا اکثر حصہ یعنی نصف دن سے زیادہ ہے نیز حضرت امام اعظم کا ایک اور قول یہ ہے کہ اعتکاف کی اقل مدت ایک دن ہے یہ قول حضرت امام اعظم کی مذکورہ بالا ظاہر روایت کے علاوہ ہے جس پر فتویٰ نہیں ہے۔

اعتکاف والے کے لئے دو حج اور دو عمروں کا ثواب

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس شخص نے رمضان المبارک میں آخری دس دنوں کا اعتکاف کیا تو گویا کہ اس نے دو حج اور دو عمرے ادا کیے ہوں۔ (شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف (اعتکاف کرنے والے) کے بارے میں فرمایا کہ: وہ گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیاں اس کے واسطے جاری کر دی جاتی ہیں، اس شخص کی طرح جو یہ تمام نیکیاں کرتا ہو۔ (سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ معتکف یعنی اعتکاف کرنے والا، اعتکاف کی حالت میں بہت سی برائیوں اور گناہوں مثلاً غیبت، چغلی، بری بات کرنے، سننے اور دیکھنے سے خود بہ خود محفوظ ہو جاتا ہے، ہاں البتہ اب وہ اعتکاف کی وجہ سے کچھ نیکیاں نہیں کر سکتا مثلاً قبرستان کی زیارت، نماز جنازہ کی ادائیگی، بیمار کی عیادت و مزاج پرسی اور ماں باپ و اہل و عیال کی دیکھ بھال وغیرہ لیکن اگر چہ وہ ان نیکیوں کو انجام نہیں دے سکتا لیکن اللہ تعالیٰ اسے یہ نیکیاں کیے بغیر ہی ان تمام کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا، کیونکہ معتکف اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ادا کر رہا ہے جو در حقیقت اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔

اعتکاف کی غرض وغایت، شب قدر کی تلاش

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرے میں اعتکاف فرمایا، پھر درمیانی عشرے میں بھی ترکی خیموں میں اعتکاف فرمایا پھر خیمہ سے سر اقدس نکال کر ارشاد فرمایا کہ: میں نے پہلے عشرے میں شب قدر کی تلاش میں اعتکاف کیا تھا پھر میں نے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا پھر میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور مجھ

سے کہا کہ شب قدر آخری عشرے میں ہے، پس جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرتا تھا تو اسے آخری عشرے میں ہی اعتکاف کرنا چاہیے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

مندرجہ بالا حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ اس اعتکاف کی سب سے بڑی غرض وغایت شب قدر کی تلاش وجستجو ہے اور در حقیقت اعتکاف ہی اس کی تلاش اور اس کو پانے کے لیے بہت مناسب ہے، کیونکہ حالت اعتکاف میں اگر آدمی سویا ہوا بھی ہو تب بھی وہ عبادت وبندگی میں شمار ہوتا ہے۔ نیز اعتکاف میں چونکہ عبادت وریاضت اور ذکر وفکر کے علاوہ اور کوئی کام نہیں رہے گا، لہٰذا شب قدر کے قدر دانوں کے لیے اعتکاف ہی سب سے بہترین صورت ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی چونکہ آخری عشرے ہی کے اعتکاف کا رہا ہے، اس لیے علمائے کرام کے نزدیک آخری عشرہ کا اعتکاف ہی سنت مؤکدہ ہے۔

اعتکاف کے مقصد کا بیان

اعتکاف کی اصل روح اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کچھ مدت کے لئے دنیا کے ہر کام ومشغلہ اور کاروبار حیات سے کٹ کر اپنے آپ کو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کے لیے وقف کر دیں۔ اہل وعیال اور گھر بار چھوڑ کر اللہ کے گھر میں گوشہ نشین ہو جائیں اور سارا وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی اور اس کے ذکر وفکر میں گزاریں۔ اعتکاف کا حاصل بھی یہ ہے کہ پوری زندگی ایسے سانچے میں ڈھل جائے کہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کی بندگی کو دنیا کی ہر چیز پر فوقیت اور ترجیح حاصل ہو۔

اعتکاف کا پہلا حق یہ ہے کہ رمضان المبارک کے پورے آخری عشرے کا اعتکاف کیا جائے۔ سب سے افضل مسجد میں اعتکاف کرے، مثلاً مسجد حرام، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جامع مسجد وغیرہ۔ قرآن وحدیث کی تلاوت اور فقہ اسلامی وتاریخ اسلام کی کتابوں کا مطالعہ کرے۔ کثرت سے نوافل ادا کرے۔ اپنے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں، ظاہر وپوشیدہ گناہوں پر توبہ واستغفار کرے اور زندگی بھر کی قضاء نمازیں پڑھتا رہے اور صدق دل سے توبہ واستغفار کر کے اپنے رب کریم کو راضی کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

معتکف اگر بہ نیت عبادت خاموش رہے یعنی خاموش رہنے کو ثواب سمجھے تو یہ مکروہ ہے اور اگر چپ رہنا ثواب نہ سمجھے تو کوئی حرج نہیں ہے اور فضول وبری باتوں سے پرہیز کرے تو یہ مکروہ نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کی نیکی ہے۔

جیسا کہ ایک حدیث پاک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا نیکیوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ (الحدیث)

معتکف کو چاہیے کہ مدت اعتکاف کو آرام وسکون کا ایک موقع سمجھ کر ضائع نہ کرے کہ دن رات صرف سوتا ہی رہے یا یوں ہی مسجد میں ٹہلتا رہے بلکہ سونے اور آرام کرنے میں کم سے کم وقت ضائع کرے اور اعتکاف کے ایام کو اپنی تربیت اور آئندہ زندگی کے سنہری اور خاص دن سمجھے اور عبادت وریاضت میں سخت محنت کر یا اس طرح کہ زیادہ سے زیادہ نمازیں خصوصاً اپنی قضاء نمازیں پڑھتا رہے قرآن وحدیث کی تلاوت کرے درود وسلام کا ورد کرتا رہے اور فقہ واسلامی کتابوں کا مطالعہ کرتا رہے۔

اعتکاف کی تاریخی حیثیت کا بیان

اعتکاف اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی بجالانے کا ایک ایسا منفرد طریقہ ہے جس میں مسلمان دُنیا سے بالکل لاتعلق اور الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالیٰ کے گھر میں فقط اس کی ذات میں متوجہ اور مستغرق ہو جاتا ہے۔ اعتکاف کی تاریخ بھی روزوں کی تاریخ کی طرح بہت قدیم ہے۔ قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ اس کا ذکر بھی یوں بیان ہوا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اور ہم نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو تاکید کی کہ میرا گھر طواف کرنے والوں کے لیے، اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور رکوع کرنے والوں کے لیے خوب صاف ستھرا رکھیں۔ (سورۃ البقرۃ: آیت نمبر 125)

یعنی اس وقت کی بات ہے جب جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کعبۃ اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تھے یعنی اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اعتکاف کیا جاتا تھا۔

1769- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ حُصَيْنٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرَةَ اَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ اعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا وَّكَانَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ عُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کیا کرتے تھے جس برس آپ کا وصال ہوا جب وہ سال آیا تو آپ نے اس میں بیس دن اعتکاف کیا تھا۔ پہلے آپ کے ساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا دور کیا جاتا تھا لیکن جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ کے ساتھ دو مرتبہ قرآن کا دور کیا گیا۔

شرح

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ دور کرنا بھی سنت ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری سال میں خلاف معمول دو مرتبہ قرآن کریم کا دور کیا اور بیس دن اعتکاف میں گزارے کیونکہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضری کا وقت قریب تھا اور منزل شوق سامنے تھی پھر وہ عشق کی ساری بے تابیاں اور وصال محبوب کا شوق کچھ اور فزوں کیوں نہ ہو جاتا تو کہا ہے کہنے والے نے وعدہ وصل چوں شود نزدیک آتش شوق تیز تر گردد (محبوب سے ملاقات کا وعدہ جب پورا ہونے کو آتا ہے تو آتش شوق زیادہ سے زیادہ بھڑک اٹھتی ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل میں امت کے لئے ایک لطیف انتباہ ہے کہ وہ ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ اپنی زندگی کے آخری درجہ میں پہنچے تو نیکی و بھلائی کے راستہ پر معمول سے بھی زیادہ تیز گام ہو جائے اور اللہ رب العزت کی ملاقات اور اس کے سامنے اپنی پیشی کے لئے اطاعت و فرمانبرداری اور نیکوکاری کے ذریعہ پوری پوری تیاری کرے۔

1770- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ

1769 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 2044 ' ورقم الحدیث: 4998 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث۔ 2466

1770 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2462

رَافِعٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ فَسَافَرَ عَامًا فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کیا (تو اعتکاف نہیں کرسکے) تو اگلے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن اعتکاف کیا۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِيمَنْ يَّبْتَدِئُ الْاِعْتِكَافَ وَقَضَاءِ الْاِعْتِكَافِ

یہ باب ہے کہ جو شخص اعتکاف کا آغاز کرے اور اعتکاف کی قضا کرنا

1771- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ صَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَكَانَ الَّذِي يُرِيْدُ اَنْ يَّعْتَكِفَ فِيهِ فَاَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ فَاَمَرَ فَضُرِبَ لَهُ خِبَاءٌ فَاَمَرَتْ عَآئِشَةُ بِخِبَاءٍ فَضُرِبَ لَهَا وَاَمَرَتْ حَفْصَةُ بِخِبَاءٍ فَضُرِبَ لَهَا فَلَمَّا رَاَتْ زَيْنَبُ خِبَائَهُمَا اَمَرَتْ بِخِبَاءٍ فَضُرِبَ لَهَا فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰلْبِرَّ تُرِدْنَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ رَمَضَانَ وَاعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ کیا ہوتا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر اس جگہ داخل ہو جاتے تھے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کرنا ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کا ارادہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیمہ لگا دیا گیا۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی خیمہ لگانے کا حکم دیا تو ان کے لیے بھی لگا دیا گیا سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی حکم دیا تو ان کے لیے بھی لگا دیا گیا۔

جب سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کے خیمے دیکھے تو انہوں نے بھی خیمہ لگانے کا حکم دیا تو ان کے لیے بھی لگا دیا گیا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ملاحظہ کیا' تو دریافت کیا: کیا ان خواتین نے نیکی کا ارادہ کیا ہے؟

اس رمضان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف نہیں کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال کے عشرے میں اعتکاف کیا۔

بَابُ: فِي اعْتِكَافِ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ

یہ باب ایک دن اور ایک رات کا اعتکاف کرنے کے بیان میں ہے

1771 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 2033' ورقم الحدیث: 2034' ورقم الحدیث: 2041' ورقم الحدیث 2045' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2777' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2464' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 791' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث

1772- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْخَطْمِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ عَلَيْهِ نَذْرُ لَيْلَةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَعْتَكِفُهَا فَسَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَكِفَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں ان نے ایک رات کی نذر لازم تھی کہ وہ ایک رات اعتکاف کریں گے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا: تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اعتکاف کرنے کا حکم دیا۔

بَابُ: فِي الْمُعْتَكِفِ يَلْزَمُ مَكَانًا مِّنَ الْمَسْجِدِ

یہ باب ہے کہ جب معتکف شخص مسجد میں کسی حصے کو اپنے لیے مخصوص کرے

1773- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَنْبَأَنَا يُونُسُ أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ قَالَ نَافِعٌ وَقَدْ أَرَانِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ يَعْتَكِفُ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے وہ جگہ دکھائی' جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کیا کرتے تھے۔

1774- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عِيسَى بْنِ عُمَرَ بْنِ مُوسَى عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ طُرِحَ لَهُ فِرَاشُهُ أَوْ يُوضَعُ لَهُ سَرِيرُهُ وَرَاءَ أُسْطُوَانَةِ التَّوْبَةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بچھونا بچھا دیا جاتا تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے توبہ والے ستون سے پرے چارپائی رکھ دی جاتی تھی۔

شرح

اعتکاف صرف جامع مسجد میں صحیح ہے۔ کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اعتکاف صرف جامع مسجد میں ہے اور حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اعتکاف اس صرف اس مسجد میں صحیح ہے جس میں پانچ نمازیں پڑھی جاتی ہوں۔ کیونکہ اعتکاف نماز کا انتظار ہے لہٰذا وہ ایسی جگہ کے ساتھ خاص ہوگا جہاں نماز ادا کی جاتی ہو۔ جبکہ عورت اپنے گھر کی مسجد میں

1772 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 2042 ' ورقم الحدیث: 2043 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 4269 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 3325 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1539 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3829 ' اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث 2129

1773 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2025 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 773 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2465

1774 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اعتکاف کرے گی۔ کیونکہ اس کے لئے نماز کی جگہ وہی ہے لہٰذا اس کا انتظار نماز اسی میں ثابت ہوگا۔ (ہدایہ اولین، کتاب صوم، لاہور)

اعتکاف کے لئے جامع مسجد ہونے میں فقہی بیان

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اعتکاف کے لغوی معنی کسی چیز کو اپنے لیے لازم کر لینا اور اپنے نفس کو اس پر مقید کر لینا اور یہ اعتکاف اجماعی طور پر واجب نہیں ہے ہاں کوئی اگر نذر مانے یا کوئی شروع کرے مگر درمیان میں قصداً چھوڑ دے تو ان پر ادائیگی واجب ہے۔ اور روزہ کی شرط کے بارے میں اختلاف ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

اعتکاف کے لیے مسجد کا ہونا شرط ہے جو آیت قرآنی و انتم عاکفون فی المسجد (البقرۃ 187) سے ثابت ہے۔ واجاز الحنفیۃ للمراۃ ان تعتکف فی مسجد بیتھا و ھوا المکان المعد للصلوۃ فیہ۔

یعنی حنفیہ نے عورتوں کے لیے اعتکاف جائز رکھا ہے اس صورت میں کہ وہ اپنے گھروں کی ان جگہوں میں اعتکاف کریں جو جگہیں نماز کے لیے مخصوص کی ہوتی ہیں۔ امام زہری اور سلف کی ایک جماعت نے اعتکاف کو جامع مسجد کے ساتھ خاص کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تقریباً ایسا ہی اشارہ ہے۔ اور یہ مناسب بھی ہے تاکہ معتکف بآسانی ادائیگی جمعہ کر سکے۔ رمضان شریف کے پورے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھنا مسنون ہے یوں ایک دن ایک رات یا اور بھی کوئی کم مدت کے لیے بیٹھنے کی نیت کرے تو اسے بھی بقدر عمل ثواب ملے گا۔ (فتح الباری شرح بخاری، باب الاعتکاف)

اعتکاف بیٹھنے کے لئے مساجد کے ترتیب وار درجے بتلائے گئے ہیں جس میں سب سے افضل مسجد حرام ہے پھر مسجد نبوی علی صاحبہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام پھر مسجد اقصیٰ ہے ان تین مقدس مساجد کے بعد اپنے مقام کی جامع مسجد میں اعتکاف بیٹھنا افضل ہے پھر اس مسجد کا درجہ ہے جہاں جماعت میں کثیر افراد شریک ہوتے ہوں۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج ۱، ص ۲۱۸، دہلی)

بَابُ: الِاعْتِكَافِ فِيْ خَيْمَةِ الْمَسْجِدِ

یہ باب مسجد میں خیمے لگا کر اعتکاف کرنے کے بیان میں ہے

1775- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ ابْنَ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ فِيْ قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ عَلٰى سُدَّتِهَا قِطْعَةُ حَصِيْرٍ قَالَ فَاَخَذَ الْحَصِيْرَ بِيَدِهٖ فَنَحَّاهَا فِيْ نَاحِيَةِ الْقُبَّةِ ثُمَّ اَطْلَعَ رَاْسَهٗ فَكَلَّمَ النَّاسَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ترکی خیمے میں اعتکاف کیا تھا جس کے دروازے پر چٹائی لگی ہوئی تھی راوی کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کے ذریعے چٹائی کو پکڑا اور اسے خیمے کے ایک کنارے کی طرف کر دیا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک باہر نکال کر لوگوں کے ساتھ بات چیت کی۔

بَابُ: فِي الْمُعْتَكِفِ يَعُودُ الْمَرِيْضَ وَيَشْهَدُ الْجَنَائِزَ

یہ باب ہے کہ اعتکاف کرنے والا شخص بیمار کی عیادت کرسکتا ہے اور جنازے میں شریک ہوسکتا ہے

1776 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كُنْتُ لَأَدْخُلُ الْبَيْتَ لِلْحَاجَةِ وَالْمَرِيْضُ فِيهِ فَمَا أَسْأَلُ عَنْهُ إِلَّا وَأَنَا مَارَّةٌ قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانُوا مُعْتَكِفِيْنَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر میں (اعتکاف کے دوران) قضائے حاجت کے لیے گھر میں داخل ہوتی ہوں اور اگر کوئی بیمار موجود ہو تو میں صرف گزرتے ہوئے اس کا حال احوال پوچھوں گی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف قضائے حاجت کے لیے گھر میں تشریف لایا کرتے تھے اس وقت جب لوگوں نے اعتکاف کیا ہوتا تھا۔

1777 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ أَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْهَيَّاجُ الْخُرَاسَانِيُّ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الْخَالِقِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُعْتَكِفُ يَتْبَعُ الْجِنَازَةَ وَيَعُوْدُ الْمَرِيْضَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "اعتکاف کرنے والا شخص جنازے کے ساتھ جاسکتا ہے اور بیمار کی عیادت کرسکتا ہے"۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ہوتے ویسے گزرتے۔ کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس ہیئت کذائی پر ہوتے اسی طرح مریض کے پاس سے گزر جاتے نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور طرف میلان کرتے تھے اور نہ ٹھہرتے تھے بلکہ سیدھے پوچھتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ لفظ فلا یعرج ماقبل کے اجمال کی وضاحت ہے چنانچہ اس لفظ کے معنی یہ ہیں کہ نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کے پاس ٹھہرتے اور نہ اپنے راستہ سے ہٹ کر کسی اور طرف متوجہ ہوتے۔ اسی طرح لفظ یسال بطریق استیناف بیان ہے لفظ یعود کا۔ حسن اور نخعی رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ نماز جمعہ اور کسی مریض کی عیادت کے لئے معتکف سے نکلنا جائز ہے مگر چاروں ائمہ کے یہاں اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی طبعی یا شرعی ضرورت کے لئے باہر نکلے اور اس درمیان میں خواہ ضرورت رفع ہونے سے پہلے یا اس کے بعد کسی مریض کی عیادت کرے یا نماز جنازہ میں شریک ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ ان امور کے وقت

1776 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث:2029 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث:683 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2468 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 804

1777 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

نہ تو اپنے راستہ سے جدا ہو اور نہ نماز سے زیادہ ٹھہرے، اگر ان امور کے لئے اپنا راستہ چھوڑ دے گا یا نماز سے زیادہ ٹھہرے گا تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ اسی طرح بطور خاص صرف عیادت کے لئے یا نماز جنازہ کے لئے اپنے معتکف سے باہر نکلے گا تو اعتکاف ختم ہو جائے گا ہاں اگر کسی شخص نے اعتکاف کی نذر کو اس الزام کے ساتھ مشروط کیا ہو کہ میں اعتکاف کی حالت میں مریض کی عیادت، نماز جنازہ میں شرکت اور مجلس وعظ و نصیحت میں حاضری کے لئے اپنے معتکف سے نکلا کروں گا تو یہ جائز ہو گا۔

اعتکاف والے کے لئے جنازے میں شرکت نہ کرنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اعتکاف کرنے والے کے لئے یہ سنت (یعنی ضروری) ہے کہ وہ نہ تو (بالقصد اور ٹھہر کر) مریض کی عیادت کرے اور نہ مسجد سے باہر مطلقاً نماز جنازہ میں شریک ہو نیز نہ عورت سے صحبت کرے نہ عورت سے مباشرت کرے اور نہ علاوہ ضروریات کے مثلاً پیشاب و پاخانہ کے علاوہ کسی دوسرے کام سے باہر نکلے اور روزہ اعتکاف کے لئے ضروری ہے اور اعتکاف مسجد جامع ہی میں صحیح ہوتا ہے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ المصابیح: جلد دوم، رقم الحدیث 616)

مباشرت سے وہ چیزیں مراد ہیں جو جماع کا ذریعہ اور باعث بنتی ہیں جیسے بوسہ لینا بدن سے لپٹانا اور اسی قسم کی دوسری حرکات لہٰذا ہم بستری اور مباشرت معتکف کے لئے حرام ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ہم بستری سے اعتکاف باطل بھی ہو جاتا ہے خواہ عمداً کی جائے یا سہواً اور خواہ دن میں ہو یا رات میں، جب کہ مباشرت سے اعتکاف اسی وقت باطل ہو گا جب کہ انزال ہو جائے گا اگر انزال نہیں ہو گا تو اعتکاف باطل نہیں ہو گا۔ معتکف کے لئے مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز ہے اسی طرح خرید و فروخت بھی جائز ہے بشرطیکہ اشیاء خرید و فروخت مسجد میں نہ لائی جائیں کیونکہ اشیاء خرید و فروخت کو مسجد میں لانا مکروہ تحریمی ہے نیز یہ کہ معتکف خرید و فروخت صرف اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال کی ضرورت کے لئے کرے گا تو جائز ہو گا۔

اور اگر تجارت وغیرہ کے لئے کرے گا تو جائز نہیں ہو گا یہ بات ذہن نشین رہے کہ مسجد میں خرید و فروخت غیر معتکف کے لئے کسی بھی طرح جائز نہیں ہے حالت اعتکاف میں بالکل چپ بیٹھنا بھی مکروہ تحریمی ہے جب کہ معتکف مکمل خاموشی کو عبادت جانے ہاں بری باتیں زبان سے نہ نکالے جھوٹ نہ بولے غیبت نہ کرے بلکہ قرآن مجید کی تلاوت نیک کام، حدیث و تفسیر اور انبیاء صالحین کے سوانح پر مشتمل کتابیں یا دوسرے دینی لٹریچر کے مطالعہ، اللہ تعالیٰ کے ذکر یا کسی دینی علم کے پڑھنے پڑھانے اور تصنیف و تالیف میں اپنے اوقات صرف کر دے۔ حاصل یہ ہے کہ چپ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں ہے مباح کلام و گفتگو بھی بلا ضرورت مکروہ ہے اور اگر ضرورت کے تحت ہو تو وہ خیر میں داخل ہے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ مسجد میں بے ضرورت کلام کرنا حسنات کو اس طرح کھا جاتا ہے (یعنی نیست و نابود کر دیتا ہے) جیسے آگ خشک لکڑیوں کو۔ حدیث کے الفاظ اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے، یہ بات وضاحت کے ساتھ ثابت ہوئی کہ اعتکاف بغیر روزہ کے صحیح نہیں ہوتا چنانچہ اس بارہ میں حنفیہ کے مسلک کی دلیل یہی حدیث ہے، مسجد جامع سے مراد وہ مسجد ہے جس میں لوگ باجماعت نماز پڑھتے ہوں۔

حضرت امام اعظم سے منقول ہے کہ اعتکاف اسی مسجد میں صحیح ہوتا ہے جس میں پانچوں وقت کی نمازیں جماعت سے پڑھی جاتی ہوں، امام احمد کا بھی یہی قول ہے حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور صاحبین کے نزدیک ہر مسجد میں اعتکاف درست

ہے اگر مسجد جامع سے جمعہ مسجد مراد لی جائے تو پھر اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اعتکاف جمعہ مسجد میں افضل ہے چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ افضل اعتکاف وہ ہے جو مسجد حرام میں ہو پھر وہ مسجد نبوی میں ہو پھر وہ مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس میں ہو پھر وہ جامع مسجد میں ہو پھر وہ جو اس مسجد میں ہو جس میں نمازی بہت ہوں۔

ضروریات طبعی وشرعی کے بغیر مسجد سے باہر نہ جانے کا بیان

اور وہ مسجد سے باہر نہ جائے مگر انسانی ضرورت یا جمعہ کے لئے۔ اور حاجت کے لئے باہر نکلنے کی دلیل حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے اعتکاف کی حالت میں صرف انسانی حاجت کے لئے باہر تشریف لایا کرتے تھے۔ کیونکہ ضرورت انسانی کا وقوع معلوم ہے اور یہ ضروری ہے کہ ضروریات کو پورا کرنے کے لئے باہر نکلا جائے لہٰذا یہ خروج مستثنیٰ ہوگا۔ اور طہارت حاصل کرنے کے بعد معتکف نہ ٹھہرے۔ کیونکہ جو چیز ضرورت کے تحت ثابت ہو وہ بقدر ضرورت ہی مباح ہوتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور جہاں جمعہ کا تعلق ہے تو وہ سب سے اہم ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کا وقوع بھی معلوم ہے۔

(ہدایہ اولین)

ضرورت کی اباحت بقدر ضرورت کا قاعدہ فقہیہ

ما ابيح للضرورة يقدر بقدرها . (الاشباه والنظائر، ص ۴۴)

جو چیز ضرورت کے تحت مباح ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت ہی مباح ہوتی ہے اس قاعدہ کا ثبوت سابقہ قاعدہ میں غیر باغ ولا عاد کہ ضرورت مند سرکشی کرنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر حالت مجبوری میں جان بچانا فرض تھا اور مردار کھانا جائز ہوا تو ایسی صورت میں اس پر لازم ہے کہ وہ صرف اس قدر مردار کھائے جس سے اسکی جان بچ جائے۔ اس سے زیادہ کھانا اس کے لئے ہرگز جائز نہیں۔

اسی طرح یہ آیت مقدسہ بھی ہے۔ من كان منكم مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر . (البقرہ)

تم میں سے جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ (روزوں کی تعداد) دوسرے دنوں میں پوری کرے۔

اس آیت میں مریض یا مسافر کو جو رخصت ملی ہے کہ وہ شرعی رخصت ہے لہٰذا مریض یا مسافر حالت مرض یا سفر میں افطار کر سکتا ہے جیسے ہی وہ مرض یا سفر سے خلاصی پائے گا فوراً اس پر روزہ کی فرضیت والا حکم لوٹ آئے گا۔ کیونکہ ضروریات اتنی ہی مقدار مباح ہوتی ہیں جس قدر ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ مریض کے تندرست ہونے کے بعد اس کے لئے بالکل جائز نہیں کہ وہ روزہ نہ رکھے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے جب بارش ہونے لگی تو آپ نے فرمایا: تم میں سے جس کا دل چاہے وہ اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لے۔ (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۲۴۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

جماعت کے بارے میں اصل یہ ہے کہ اس کو ترک کرنا منع ہے لیکن حضور ﷺ نے ضرورت کے تحت اس کا ترک مباح قرار

دیا لہٰذا ترک جماعت عذر شرعی کے وقت بقدر ضرورت مباح ہوگی۔

دارالحرب کی اشیائے ضروریہ کا استعمال:

اگر کوئی شخص دارالحرب کی گھاس، لکڑی، اسلحہ، تیل وغیرہ جیسی اشیاء بغیر تقسیم کے لیتا ہے تو اس کے لئے جائز ہے لیکن ان اشیاء کا استعمال بقدر ضرورت جائز ہے اور جب دارالحرب سے نکل آئے تو پھر ان اشیاء کو استعمال نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اباحت بقدر ضرورت تھی اور ان اشیاء کو مال غنیمت میں شامل کر دیا جائے گا۔

ماء مستعمل کا معاف ہونا

اگر وضو کرنے والے پر ماء مستعمل کے چھینٹے پڑ جائیں تو احناف کے نزدیک چونکہ نجس ہے مگر ضرورت کے تحت اس کے چھینٹے معاف ہیں اگر چہ اس پر دوسرا قاعدہ "الحرج مرفوع" بھی صادق آرہا ہے۔

شہید کا خون

شہید کا خون اسکی اپنی ذات کے لئے مباح ہے جبکہ دوسرے کے لئے مباح نہیں۔ کیونکہ دوسرے کے لئے ضرورت نہیں اور اپنے لئے بھی تحت الضرورۃ مباح ہوا ہے اور وہ بھی بقدر ضرورت مباح ہوا ہے۔

طبیب کا دیکھنا

اگر بیماری پردہ کے مقام پر ہو اور ماہر طبیب کے دیکھے بغیر اس کا علاج ممکن نہ ہو تو تحت الضرورۃ طبیب کا مقام پردہ کو دیکھنا بقدر ضرورت جائز ہے اگر چہ مرد ہو یا عورت۔

مجنون کی دوسری شادی

علمائے شوافع کے نزدیک مجنون کی دوسری شادی جائز نہیں کیونکہ اس کی شادی کو مقصد ضرورت کو پورا کرنا تھا جو کہ ایک سے ضرورت پوری ہو رہی ہے اور اسکی شادی ضرورت کے تحت مباح ہوئی تھی اور بقدر ضرورت ہی باقی رہے گی۔

(الاشباہ والنظائر ص ۴۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اعتکاف کی حالت میں ہوتے تو مسجد میں بیٹھے بیٹھے اپنا سر مبارک میری طرف کر دیتے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں کنگھی کر دیتی نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاجت انسانی کے علاوہ گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اگر معتکف اپنا کوئی عضو مسجد سے باہر نکالے تو اس سے اعکاف باطل نہیں ہوتا نیز اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ معتکف کے لیے کنگھی کرنا جائز ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اگر معتکف اپنے جسم کا کوئی عضو مسجد کے اندر کسی برتن میں دھوئے تو کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ

حاجت انسانی کے ضمن میں حضرت امام اعظم کا مسلک یہ ہے کہ اگر معتکف بغیر حاجت وضرورت کے ایک منٹ کے لئے بھی معتکف سے نکلے گا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

حاجت یا ضرورت کی دو قسمیں ہیں اول طبعی جیسے پاخانہ پیشاب اور غسل جنابت یعنی احتلام ہو جانے کی صورت میں غسل کرنا۔ البتہ جمعہ کے غسل کے بارے میں کوئی صریح روایت منقول نہیں ہے مگر شرح اوراد میں لکھا ہے کہ غسل کے لئے معتکف سے باہر نکلنا جائز ہے غسل خواہ واجب ہو (جیسے غسل جنابت) یا نفل ہو (جیسے غسل جمعہ وغیرہ۔

دوم شرعی جیسے نماز عیدین اور اذان یعنی اگر اذان کہنے کی جگہ مسجد سے باہر ہو تو وہاں جانا بھی حاجت کے ضمن میں آتا ہے ان سے اعتکاف باطل نہیں ہوگا پھر یہ کہ صحیح روایت کے بموجب اس حکم میں مؤذن اور غیر مؤذن دونوں شامل ہیں نماز جمعہ کے لئے باہر نکلنا بھی حاجت یا ضرورت کے تحت آتا ہے۔

لیکن اس بارے میں یہ بات ملحوظ رہے کہ نماز جمعہ کے لئے اپنے معتکف سے زوال آفتاب کے وقت نکلے یا اگر جامع مسجد دور ہو تو ایسے وقت نکلے کہ جامع مسجد پہنچ کر جمعہ کی نماز تحیۃ المسجد جمعہ کی سنت کے ساتھ پڑھ سکے، نماز کے بعد کی سنت پڑھنے کے جامع مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص نماز سے زیادہ وقت کے لئے جامع مسجد میں ٹھہرے گا تو اگرچہ اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا مگر یہ مکروہ تنزیہی ہے اسی طرح اگر کسی معتکف کے ہاں خادم وملازم وغیرہ نہ ہو تو کھانا کھانے یا کھانا لانے کے لئے گھر جانا بھی ضرورت میں داخل ہے۔

اگر مسجد گرنے لگے، یا کوئی شخص زبردستی مسجد سے باہر نکالے اور معتکف اسی وقت اپنے معتکف سے نکل کر فوراً ہی کسی دوسری مسجد میں داخل ہو جائے تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا استحساناً (بدائع) ایسے ہی اگر کوئی معتکف جان یا مال کے خوف سے کسی دوسری مسجد میں چلا جائے تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

کوئی معتکف پیشاب وپاخانہ یا اپنی کسی دوسری طبعی وشرعی ضرورت کے تحت معتکف سے باہر نکلا اور وہاں اس کو قرض خواہ مل گیا جس نے اسے ایک منٹ کے لئے بھی روک لیا تو حضرت امام اعظم کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا جب کہ صاحبین حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ فاسد نہیں ہوگا۔

کوئی شخص پانی میں ڈوب رہا ہو یا کوئی آگ میں جل رہا ہو اور معتکف اسے بچانے کے لئے باہر نکلے یا جہاد کے لئے جب کہ نفیر عام ہو اور یا گواہی وشہادت دینے کے لئے اپنا معتکف چھوڑ کر باہر آ جائے تو ان صورتوں میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا غرضیکہ طبعی یا شرعی حاجت وضرورت کے تحت مذکورہ بالا جو عذر بیان کیے گئے ہیں ان کے علاوہ اگر کوئی معتکف ایک منٹ کے لئے بھی باہر نکلے گا اگرچہ اس کا نکلنا سہوا ہی کیوں نہ ہو تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا البتہ صاحبین کے ہاں اتنی آسانی ہے کہ اس کا اعتکاف اسی وقت فاسد ہوگا جب کہ وہ دن کا اکثر حصہ باہر نکلا رہے۔

مذکورہ بالا حدیث سے ایک مسئلہ یہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ معتکف کے لئے مسجد میں حجامت بنوانی جائز ہے بشرطیکہ بال وغیرہ

مسجد میں نہ گریں۔

معتکف کے خروج جمعہ سے عدم فساد میں مذاہب اربعہ

فقہاء احناف کے نزدیک اگر معتکف جمعہ کے لئے مسجد سے باہر جائے تو اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ حضرت امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ فقہاء مالکیہ کی مشہور کتاب ذخیرہ میں اسی طرح ہے کہ جب وہ جمعہ کے لئے جائے تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

ابن عربی نے کہا ہے کہ جب وہ جمعہ کے لئے نکلے تو اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا اور اسی طرح سعید بن جبیر، حسن بصری، نخعی اور امام احمد بن حنبل علیہم الرحمہ نے کہا ہے۔ عبدالمالک، ابن منذر اور اکمال میں ہے کہ جس پر جمعہ لازم ہے اس کا اعتکاف مسجد میں ہوگا۔ اور امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔ علامہ سروجی نے کہا ہے کہ امام شافعی کا قول کوفیوں نے نقل کیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔
(البنائیہ شرح الہدایہ ۴،ص ۳۸۸، حقانیہ ملتان)

خروج مسجد سے فساد اعتکاف میں ائمہ احناف کا اختلاف

امام سرخسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: علامہ حاکم شہید نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد سے نصف دن یا نصف سے زیادہ وقت کے لئے جائے تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کی وجہ سے اعتکاف کا رکن فوت ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایک گھنٹے کے لئے باہر گیا تو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک نصف سے زیادہ باہر نہ رہے۔ اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا فرمان قیاس کے قریب ہے جبکہ صاحبین کا قول سہولت کے قریب ہے۔ صاحبین کے اس مسئلہ میں دلیل یہ ہے قلیل مقدار تو محض ضرورت کی وجہ معاف ہے کیونکہ جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لئے جاتا ہے تو تیزی سے چلنے پر پابند نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کے آہستہ رفتار سے چلنا جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کی تھوڑی مقدار میں مسجد سے باہر جانا جائز ہے اور جب زیادہ مقدار ہو تو جائز نہیں ہے۔ لہٰذا ہم نے قلیل وکثیر کے درمیان فاصلہ رکھنے والی حد نصف دن کو قرار دیا ہے۔ جس طرح رمضان کے ماہ میں روزے کی نیت کے بارے میں حکم ہے۔ کیونکہ دن کے اکثر حصے میں نیت کے پائے جانے سے روزہ ہو جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کی حالت میں مسجد میں قیام اعتکاف کا رکن ہے اور مسجد سے خروج اس کی ضد ہے۔ لہٰذا جو بندہ مسجد سے نکلا وہ رکن اعتکاف کو باطل کرنے والا ہے۔ اور اس میں کثیر وقلیل کا کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح کوئی شخص جب بے وضو ہو جائے تو اس میں قلیل وکثیر کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ (المبسوط، ج ۳، ص ۱۲۰، بیروت)

اعتکاف کی قضاء کا بیان

فقیہ الامت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ (متوفی 1252ھ) لکھتے ہیں کہ: رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف ہرچند کہ نفل (سنت مؤکدہ) ہے، لیکن شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک دن کا اعتکاف

فاسد کر دیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر پورے دس کی قضاء لازم ہے، جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اس پر صرف اسی ایک دن کی قضاء لازم ہے۔ (ردالمحتار: 131/2)

اعتکاف کی قضاء صرف قصداً جان بوجھ کر ہی توڑنے سے نہیں بلکہ اگر کسی عذر کی وجہ سے اعتکاف چھوڑ دیا مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آ گیا یا کسی پر جنون و بے ہوشی طویل طاری ہوگئی ہو تو اس پر بھی قضاء لازم ہے اور اگر اعتکاف میں کچھ دن فوت ہوں تو تمام کی قضا کی حاجت نہیں بلکہ صرف اتنے دنوں کی قضا کرے، اور اگر کل دن فوت ہوں تو پھر کل کی قضاء لازم ہے۔

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ گرمیوں کے موسم میں دس دن بغیر غسل کے گزارنا سخت تنگی کا باعث ہے۔ سارا جسم پسینہ سے شرابور ہو جاتا ہے اور گرمی و بدبو سے برا حال ہو جاتا ہے تو کیا اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ بدن کو ٹھنڈک پہنچانے کے لیے غسل کر لیا جائے، تو عرض یہ ہے کہ جس طرح روزے میں ایک گھونٹ پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح اعتکاف میں ایک بار بھی بغیر حاجت انسانی اور ضرورت شرعیہ (مثلاً نماز جمعہ پڑھنا یا احتلام کے بعد غسل کرنا) کے نکلنے سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے۔

بَابُ: مَا جَآءَ فِي الْمُعْتَكِفِ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَيُرَجِّلُهُ

یہ باب ہے کہ اعتکاف کرنے والا شخص اپنے سر کو دھو سکتا ہے اور بالوں میں کنگھی کر سکتا ہے

1778- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْنِي إِلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فَأَغْسِلُهُ وَأُرَجِّلُهُ وَأَنَا فِي حُجْرَتِي وَأَنَا حَائِضٌ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میری طرف بڑھاتے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اعتکاف کی حالت میں ہوتے تھے' تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کو دھو دیتی تھی اور اس میں کنگھی کر دیتی تھی' میں اس وقت اپنے حجرے میں ہوتی تھی اور میں اس وقت حیض کی حالت میں ہوتی تھی' جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہوتے تھے۔

شرح

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اگر معتکف اپنے جسم کا کوئی عضو مسجد کے اندر کسی برتن میں دھوئے تو کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اس سے مسجد آلودہ نہ ہو۔ حاجت انسانی کے ضمن میں حضرت امام اعظم کا مسلک یہ ہے کہ اگر معتکف بغیر حاجت و ضرورت کے ایک منٹ کے لئے بھی معتکف سے نکلے گا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ حاجت یا ضرورت کی دو قسمیں ہیں اول طبعی جیسے پاخانہ پیشاب اور غسل جنابت یعنی احتلام ہو جانے کی صورت میں غسل کرنا۔ البتہ جمعہ کے غسل کے بارہ میں کوئی صریح روایت منقول نہیں ہے مگر شرح اوراد میں لکھا ہے کہ غسل کے لئے معتکف سے باہر نکلنا جائز ہے غسل خواہ واجب ہو (جیسے غسل جنابت) یا نفل ہو (جیسے غسل جمعہ وغیرہ۔

دوم شرعی جیسے نماز عیدین اور اذان یعنی اگر اذان کہنے کی جگہ مسجد سے باہر ہو تو وہاں جانا بھی حاجت کے ضمن میں آتا ہے ان

سے اعتکاف باطل نہیں ہوگا پھر یہ کہ صحیح روایت کے بموجب اس حکم میں مؤذن اور غیر مؤذن دونوں شامل ہیں نماز جمعہ کے لئے باہر نکلنا بھی حاجت یا ضرورت کے تحت آتا ہے۔ لیکن اس بارہ میں یہ بات ملحوظ رہے کہ نماز جمعہ کے لئے اپنے معتکف سے زوال آفتاب کے وقت نکلے یا اگر جامع مسجد دور ہو تو ایسے وقت نکلے کہ جامع مسجد پہنچ کر جمعہ کی نماز تحیۃ المسجد جمعہ کی سنت کے ساتھ پڑھ سکے۔ نماز کے بعد کی سنت پڑھنے کے جامع مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص نماز سے زیادہ وقت کے لئے جامع مسجد میں ٹھہرے گا تو اگرچہ اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا مگر یہ مکروہ تنزیہی ہے اسی طرح اگر کسی معتکف کے ہاں خادم و ملازم وغیرہ نہ ہو تو کھانا کھانے یا کھانا لانے کے لئے گھر جانا بھی ضرورت میں داخل ہے۔ اگر مسجد گرنے لگے، یا کوئی شخص زبردستی مسجد سے باہر نکالے اور معتکف اسی وقت اپنے معتکف سے نکل کر فوراً ہی کسی دوسری مسجد میں داخل ہو جائے تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا استحساناً (بدائع) ایسے ہی اگر کوئی معتکف جان یا مال کے خوف سے کسی دوسری مسجد میں چلا جائے تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ کوئی معتکف پیشاب و پاخانہ یا اپنی کسی دوسری طبعی و شرعی ضرورت کے تحت معتکف سے باہر نکلا اور وہاں اس کو قرض خواہ مل گیا جس نے اسے ایک منٹ کے لئے بھی روک لیا۔

تو حضرت امام اعظم کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا جب کہ صاحبین حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ فاسد نہیں ہوگا۔ کوئی شخص پانی میں ڈوب رہا ہو یا کوئی آگ میں جل رہا ہو اور معتکف اسے بچانے کے لئے باہر نکلے یا جہاد کے لئے جب کہ نفیر عام ہو اور یا گواہی و شہادت دینے کے لئے اپنا معتکف چھوڑ کر باہر آ جائے تو ان صورتوں میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا غرضیکہ طبعی یا شرعی حاجت و ضرورت کے تحت مذکورہ بالا جو عذر بیان کئے گئے ہیں ان کے علاوہ اگر کوئی معتکف ایک منٹ کے لئے بھی باہر نکلے گا اگرچہ اس کا نکلنا سہواً ہی کیوں نہ ہو تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا البتہ صاحبین کے ہاں اتنی آسانی ہے کہ اس کا اعتکاف اسی وقت فاسد ہوگا جب کہ وہ دن کا اکثر حصہ باہر نکلا رہے۔ مذکورہ بالا حدیث سے ایک مسئلہ یہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ معتکف کے لئے مسجد میں حجامت بنوائی جائز ہے بشرطیکہ بال وغیرہ مسجد میں نہ گریں۔

بَابُ: فِي الْمُعْتَكِفِ يَزُورُهُ اَهْلُهُ فِي الْمَسْجِدِ

یہ باب ہے کہ اعتکاف کرنے والا شخص مسجد میں اپنی بیوی سے مل سکتا ہے

1779 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عُمَرَ بْنِ مُوسَى بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْمَرٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا جَائَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُورُهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ شَهْرِ

1779. اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2035 ' ورقم الحدیث: 2038 ' ورقم الحدیث: 2039 ' ورقم الحدیث: 3101 ' ورقم الحدیث 6219 ' ورقم الحدیث: 7171 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5643 ' ورقم الحدیث: 5644 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2470 ' ورقم الحدیث 2471 ' ورقم الحدیث: 4994

رَمَضَانَ فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً مِنَ الْعِشَاءِ ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ مَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْلِبُهَا حَتّٰى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ الَّذِي كَانَ عِنْدَ مَسْكَنِ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَفَذَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكُمَا اِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ قَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آئیں جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرے میں مسجد میں اعتکاف کیا ہوا تھا۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھوڑی بات چیت کی پھر وہ واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوئے تاکہ انہیں واپس پہنچا دیں۔ جب وہ مسجد کے دروازے تک پہنچیں' جو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دروازے پاس تھا' تو انصار کے دو افراد پاس سے گزرے' ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: ٹھہر جاؤ! یہ صفیہ بنت حیی ہیں' ان دونوں نے عرض کی: سبحان اللہ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بات ان دونوں کے لیے پریشانی کا باعث بنی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی نہ ڈال دے۔

حالت اعتکاف میں جماع ومباشرت کی ممانعت میں فقہی مذاہب اربعہ

امام ابوداؤد علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اعتکاف کرنے والے کے لیے یہ سنت (یعنی ضروری) ہے کہ وہ نہ تو (بالقصد اور ٹھہر کر) مریض کی عیادت کرے اور نہ مسجد سے باہر مطلقاً نماز جنازہ میں شریک ہو نیز نہ عورت سے صحبت کرے نہ عورت سے مباشرت کرے اور نہ علاوہ ضروریات کے مثلاً پیشاب و پاخانہ کے علاوہ کسی دوسرے کام سے باہر نکلے اور روزہ اعتکاف کے لیے ضرور ہے اور اعتکاف مسجد جامع ہی میں صحیح ہوتا ہے۔ (ابوداؤد)

مباشرت سے وہ چیزیں مراد ہیں جو جماع کا ذریعہ اور باعث بنتی ہیں جیسے بوسہ لینا بدن سے لپٹانا اور اسی قسم کی دوسری حرکات لہٰذا ہم بستری اور مباشرت معتکف کے لیے حرام ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ہم بستری سے اعتکاف باطل بھی ہو جاتا ہے خواہ عمداً کی جائے یا سہواً اور خواہ دن میں ہو یا رات میں، جب کہ مباشرت سے اعتکاف اسی وقت باطل ہو گا جب کہ انزال ہو جائے گا اگر انزال نہیں ہو گا تو اعتکاف باطل نہیں ہو گا۔

معتکف کے لئے مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز ہے اسی طرح خرید وفروخت بھی جائز ہے بشرطیکہ اشیاء خرید وفروخت مسجد میں نہ لائی جائیں کیونکہ اشیء خرید وفروخت کو مسجد میں لانا مکروہ تحریمی ہے نیز یہ کہ معتکف خرید وفروخت صرف اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال کی ضرورت کے لئے کرے گا تو جائز ہوگا اور اگر تجارت وغیرہ کے لئے کرے گا تو جائز نہیں ہوگا یہ بات ذہن نشین رہے کہ مسجد میں خرید وفروخت غیر معتکف کے لئے کسی بھی طرح جائز نہیں ہے حالت اعتکاف میں بالکل چپ بیٹھنا بھی مکروہ تحریمی ہے جب کہ معتکف مکمل خاموشی کو عبادت جانے ہاں بری باتیں زبان سے نہ نکالے جھوٹ نہ بولے غیبت نہ کرے بلکہ قرآن مجید کی تلاوت

نیک کام، حدیث وتفسیر اور انبیاء، صالحین کے سوانح پر مشتمل کتابیں یا دوسرے دینی لٹریچر کے مطالعہ، خدا تعالیٰ کے ذکر یا کسی دینی علم کے پڑھنے پڑھانے اور تصنیف وتالیف میں اپنے اوقات صرف کر دے۔

حاصل یہ ہے کہ چپ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں ہے مباح کلام وگفتگو بھی بلا ضرورت مکروہ ہے اور اگر ضرورت کے تحت ہو تو وہ خیر میں داخل ہے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ مسجد میں بے ضرورت کلام کرنا حسنات کو اس طرح کھا جاتا ہے (یعنی نیست ونابود کر دیتا ہے) جیسے آگ خشک لکڑیوں کو۔

حدیث کے الفاظ اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے، یہ بات وضاحت کے ساتھ ثابت ہوئی کہ اعتکاف بغیر روزہ کے صحیح نہیں ہوتا چنانچہ اس بارے میں حنفیہ کے مسلک کی دلیل یہی حدیث ہے، مسجد جامع سے مراد وہ مسجد ہے جس میں لوگ باجماعت نماز پڑھتے ہوں۔

چنانچہ حضرت امام اعظم سے منقول ہے کہ اعتکاف اسی مسجد میں صحیح ہوتا ہے جس میں پانچوں وقت کی نمازیں جماعت سے پڑھی جاتی ہوں، امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور صاحبین کے نزدیک ہر مسجد میں اعتکاف درست ہے اگر مسجد جامع سے جمعہ مسجد مراد لی جائے تو پھر اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اعتکاف جمعہ مسجد میں افضل ہے چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ افضل اعتکاف وہ ہے جو مسجد حرام میں ہو پھر وہ مسجد نبوی میں ہو پھر وہ مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس میں ہو پھر وہ جامع مسجد میں ہو پھر وہ جو اس مسجد میں ہو جس میں نمازی بہت ہوں۔

اعتکاف کی حالت میں عورتوں سے مباشرت نہ کرو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو شخص مسجد میں اعتکاف میں بیٹھا ہو خواہ رمضان میں خواہ اور مہینوں میں اس پر دن کے وقت یا رات کے وقت اپنی بیوی سے جماع کرنا حرام ہے جب تک اعتکاف پورا نہ ہو جائے حضرت ضحاک فرماتے ہیں پہلے لوگ اعتکاف کی حالت میں بھی جماع کرلیا کرتے تھے جس پر یہ آیت اتری اور مسجد میں اعتکاف کئے ہوئے پر جماع حرام کیا گیا مجاہد اور قتادہ بھی یہی کہتے ہیں پس علمائے کرام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ اعتکاف والا اگر کسی ضروری حاجت کے لئے گھر میں جائے مثلاً پیشاب پاخانہ کے لئے یا کھانا کھانے کے لئے تو اس کام سے فارغ ہوتے ہی مسجد میں چلا آئے وہاں ٹھہرنا جائز نہیں نہ اپنی بیوی سے بوس وکنار وغیرہ جائز ہے نہ کسی اور کام میں سوائے اعتکاف کے مشغول ہونا اس کے لئے جائز ہے بلکہ بیمار کی بیمار پرسی کے لئے بھی جانا جائز نہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ چلتے چلتے پوچھ لے اعتکاف کے اور بھی بہت سے احکام ہیں بعض میں اختلاف بھی ہے

بھول کر جماع کرنے والے کے فساد اعتکاف میں مذاہب اربعہ

فقہاء احناف کے نزدیک جس نے بھول کیا جماع کیا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور اسی طرح حضرت امام مالک اور امام احمد نے بھی کہا ہے کہ خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو۔ اور حضرت امام شافعی نے کہا ہے کہ بھولنے کر جماع کرنے کی وجہ سے اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ اور ابن سماعہ نے بھی اپنے اصحاب سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ (بنایہ، ج ۴، ص ۳۹۴، حقانیہ ملتان)

بَابُ: فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَعْتَكِفُ

یہ باب ہے کہ استحاضہ کا شکار عورت اعتکاف کر سکتی ہے

1780 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّبَّاحُ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مِنْ نِسَائِهِ فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ وَالصُّفْرَةَ فَرُبَّمَا وَضَعْنَا تَحْتَهَا الطَّسْتَ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے ایک خاتون نے آپ کے ہمراہ اعتکاف کیا تھا (وہ مستحاضہ تھیں) ان کی سرخ اور زرد رطوبت خارج ہوتی تھی۔ بعض اوقات ہم ان کے نیچے تھال رکھ دیتے تھے۔

بَابُ: فِي ثَوَابِ الِاعْتِكَافِ

یہ باب اعتکاف کے ثواب میں ہے

1781 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أُمَيَّةَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُوسَى الْبُخَارِيُّ عَنْ عُبَيْدَةَ الْعَمِّيِّ عَنْ فَرْقَدٍ السَّبَخِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْكِفُ الذُّنُوبَ وَيُجْرٰى لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کرنے والے شخص کے بارے میں یہ فرمایا ہے' وہ گناہوں سے رک جاتا ہے اور اس کی نیکیاں یوں جاری ہو جاتی ہیں جیسے وہ تمام نیکیوں پر عمل کرتا ہے۔

شرح

معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بادشاہ کے دروازے پر پڑ جائے اور اپنی درخواست و حاجت پیش کرتا رہے اسی طرح معتکف بھی گویا زبان حال سے کہتا ہے کہ اے میرے مولیٰ، اے میرے پروردگار! میں تیرے دروازے پر پڑا رہوں گا یہاں سے اس وقت تک ٹلوں گا نہیں جب تک کہ تو میری بخشش نہیں کرے گا میرے مقاصد پورے نہیں کرے گا اور میرے دینی و دنیاوی غم و آلام دور نہیں کرے گا۔

بَابُ: فِيمَنْ قَامَ فِي لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ

یہ باب ہے کہ جو شخص دونوں عیدوں کی دونوں راتوں میں نوافل ادا کرے

1780 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 309' ورقم الحدیث: 310' ورقم الحدیث: 311' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2476

1781 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عیدین کی راتوں میں نوافل پڑھنے کی فضیلت کا بیان

1782 - حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الْمَرَّارُ بْنُ حَمُّوْيَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفّٰى حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلّٰهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''جو شخص دونوں عیدوں کی دونوں راتوں میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید میں قیام کرے (یعنی نوافل ادا کرے) اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا' جس دن' دل مردہ ہوں گے''۔

1782: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

كِتَابُ الزَّكٰوةِ

یہ کتاب زکوٰۃ کے بیان میں ہے

زکوٰۃ کے لغوی وشرعی معنی کا بیان

زکوٰۃ کالغوی معنی ہے۔ بڑھنا، زیادہ ہونا۔ جب کھیتی بڑھ جائے تو اسے "زکا الزرع" کہا جاتا ہے۔ جبکہ فقہاء کے عرف میں زکوٰۃ اس کام کا نام ہے کہ جس کے ذریعے مالی حق کے واجب کو ادا کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس کے وجوب کا اعتبار سال کے گزرنے اور نصاب کے پورا ہونے کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ نصاب ہی کو وجوب کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے۔ اور نصاب صفات اعمال سے ہے جبکہ صفات اعیان سے نہیں ہے۔ اور اس کا اطلاق ادا کردہ مال پر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَآتُوا الزَّكٰوةَ"۔ اس کا ادا کرنا صرف عین ہی صحیح ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۴۴، بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ زکوٰۃ وہ مخصوص مال ہے۔ اور یہی اس کا سبب ہے۔ یعنی وہ مال نامی خواہ بطور حقیقت بڑھنے والا ہو یا حکمی طور پر بڑھنے والا ہو۔ اسی وجہ سے اس کی اضافت کرتے ہوئے اس کو زکوٰۃ کا مال کہا گیا ہے۔ جبکہ فقہاء کے عرف میں نفس مال کے دینے کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ اور اس کی لغوی مناسبت یہی ہے کہ مزکی اس کا سبب تب بنتا ہے جب مال بڑھ کر اس کو حاصل ہو جائے۔ (فتح القدیر، ج ۳، ص ۲۶۱، بیروت)

علامہ علی بن محمد الزبیدی بغدادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: زکوٰۃ کا لغوی معنی مال کا بڑھنا ہے۔ اور یہی بڑھنا ہی اس کا سبب ہے کیونکہ دنیا میں پیچھے رہ جانے والا مال بڑھ جاتا ہے اور آخرت میں اس کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طہارت سے عبارت ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى" یعنی انسان کو گناہوں سے پاک کرنا ہے۔ جبکہ اصطلاح شرع میں معلوم مال کی مخصوص مقدار کو ادا کرنا ہے۔ اور اہل اصول محققین کے نزدیک یہ مزکی کے فعل سے عبارت ہے۔ مال مؤدی سے عبارت نہیں۔ (جوہرہ نیرہ، ج ۱، ص ۴۳۵، بیروت)

علامہ طیبی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: زکوٰۃ کے لفظی معنی ہیں طہارت و برکت اور بڑھنا اصطلاح شریعت میں زکوٰۃ کہتے ہیں اپنے مال کی مقدار متعین کے اس حصہ کو جو شریعت نے مقرر کیا ہے کسی مستحق کو مالک بنا دینا زکوٰۃ کے لغوی معنی اور اصطلاحی معنی دونوں کو سامنے رکھ کر یہ سمجھ لیجیے کہ یہ فعل یعنی اپنے مال کی مقدار متعین کے ایک حصہ کا کسی مستحق کو مالک بنا دینا ہے۔ اور مال کے باقی ماندہ حصے کو پاک کر دیتا ہے اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے برکت عطا فرمائی جاتی ہے اور اس کا وہ مال نہ صرف یہ کہ دنیا میں بڑھتا اور زیادہ ہوتا ہے بلکہ اخروی طور پر اللہ تعالیٰ اس کے ثواب میں اضافہ کرتا ہے اور اس کے مالک کو گناہوں اور دیگر بری خصلتوں مثلاً

بخل وغیرہ سے پاک وصاف کرتا ہے اس لیے اس فعل کو زکوۃ کہا جاتا ہے۔
زکوۃ کو صدقہ بھی اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ فعل اپنے مال کا ایک حصہ نکالنے والے کے دعویٰ ایمان کی صحت وصداقت پر دلیل ہوتا ہے۔ (شرح مشکوۃ، کتاب الزکوۃ)

زکوۃ کی تعریف کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اصطلاح شرع میں آزاد، عاقل، بالغ، مسلم جب مالک نصاب تام ہو جائے جس پر ایک سال گزر جائے اس مال کو اللہ کی رضا کے لئے مصرف تک پہنچانا تا کہ اس سے فرض ساقط ہو جائے اور اس میں زکوۃ ادا کرنے والے کو فائدہ یعنی ثواب اور جس کو ادا کی اس کو فائدہ یعنی دنیاوی نفع حاصل ہو جائے۔
تاج الشریعہ فرماتے ہیں۔ سال گزرنے والے نصابی مال کا فقیر کو دینا زکوۃ کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس کے وجوب کو صفات فعل کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے۔
علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: صاحب تنویر الابصار زکوۃ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: زکوۃ شارع کی مقرر کردہ حصہ کا فقط رضائے الٰہی کے لئے کسی مسلمان فقیر کو اس طرح مالک بنانا کہ ہر طرح سے مالک نے اس شے سے نفع حاصل نہ کرتا ہو بشرطیکہ وہ مسلمان ہاشمی نہ ہو اور نہ ہی اس کا مولیٰ ہو۔ (درمختار، ج ۱، ص ۱۲۹، مجتبائی دہلی)
علامہ نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام ابوالحسن واحدی علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔ زکوۃ مال کو پاک کرتی ہے اس کی اصلاح کرتی ہے اس کا فرق کرتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس کی اصل زیادتی ہے۔ جس طرح کہا ہے اس نے زراعت کی تو اس میں زیادتی ہوتی ہے یعنی جس طرح زراعت میں ترقی ہوتی ہے اس کے دانے بڑھتے جاتے ہیں جو زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہاں زکوۃ سے مراد بھلائی میں زیادتی ہے۔ اور اسی لوگوں میں جو سب سے زیادہ نیک ہوتا ہے وہی مزکی یعنی تزکیہ نفس والا ہے۔

(مجموع، ج ۵، ص ۲۸۸، بیروت)

فرضیت زکوۃ کی تاریخی حیثیت کا بیان

صدقہ فطر ۲ ہجری میں واجب کیا گیا تھا زکوۃ کی فرضیت کے بارے میں اگرچہ علماء کے یہاں اختلافی اقوال ہیں مگر صحیح قول یہ ہے کہ زکوۃ کی فرضیت کا حکم ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہو گیا تھا مگر اس حکم کا نفاذ مدینہ میں ہجرت کے دوسرے سال رمضان کی پہلی تاریخ کو ہوا ہے گویا زکوۃ یکم رمضان ۲ ہجری میں فرض قرار دی گئی اور اس کا اعلان کیا گیا۔
اجتماعی طور پر یہ مسئلہ ہے کہ زکوۃ انبیاء کرام علیہم السلام پر فرض وواجب نہیں ہے البتہ جس طرح سابقہ تمام امتوں پر نماز فرض تھی اسی طرح امت محمدی سے پہلے ہر امت پر زکوۃ فرض تھی ہاں زکوۃ کی مقدار اور مال کی تحدید میں اختلاف ضرور رہا ہے لیکن یہ بات طے ہے کہ زکوۃ کے بارے میں اسلامی شریعت کے احکام بہت آسان اور سہل ہیں جب کہ سابقہ انبیاء کی شریعتوں میں اتنی آسانی نہیں تھی۔

منکرین زکوٰۃ کے لئے وعید کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص سونے اور چاندی (کے نصاب) کا مالک ہو اور اس کا حق یعنی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کے تختے بنائے جائیں گے (یعنی تختے تو سونے اور چاندی کے ہوں گے مگر انہیں آگ میں اس قدر گرم کیا جائے گا کہ گویا وہ آگ ہی کے تختے ہوں گے اسی لئے آپ نے آگے فرمایا کہ وہ تختے دوزخ کی آگ میں گرم کیے جائیں گے اور ان تختوں سے اس شخص کے پہلو، اس کی پیشانی اور اس کی پیٹھ داغی جائے گی پھر ان تختوں کو (اس بدن سے) جدا کیا جائے اور آگ میں گرم کر کے پھر لایا جائے گا (یعنی جب وہ تختے ٹھنڈے ہو جائیں گے تو انہیں دوبارہ گرم کرنے کے لیے آگ میں ڈالا جائے گا اور وہاں سے نکال کر اس شخص کے بدن کو داغا جائے گا) اور اس دن کی مقدار کہ جس میں یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا پچاس ہزار سال کی مقدار ہو گی یہاں تک کہ بندوں کا حساب کتاب ختم ہو جائے گا اور وہ شخص جنت یا دوزخ کی طرف اپنی راہ دیکھے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ عذاب تو نقدی یعنی سونے چاندی کے بارے میں ہو گا اونٹ کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کا کیا حشر ہو گا؟

آپ نے فرمایا جو شخص اونٹ کا مالک ہو اور اس کا حق یعنی زکوٰۃ ادا نہ کرے، اور اونٹوں کا ایک حق یہ بھی ہے کہ جس روز انہیں پانی پلایا جائے ان کا دودھ دوہا جائے تو قیامت کے دن اس شخص کو اونٹوں کے سامنے ہموار میدان میں منہ کے بل اوندھا ڈال دیا جائے گا اور اس کے سارے اونٹ گنتی اور موٹاپے میں پورے ہوں گے۔ مالک ان میں سے ایک بچہ بھی کم نہ پائے گا یعنی اس شخص کے سب اونٹ وہاں موجود ہوں گے۔ حتی کہ اونٹوں کے سب بچے بھی ان کے ساتھ ہوں گے پھر یہ کہ وہ اونٹ خوب فربہ اور موٹے تازے ہوں گے تاکہ اپنے مالک کو روندتے وقت خوب تکلیف پہنچائیں چنانچہ وہ اونٹ اس شخص کو اپنے پیروں سے کچلیں گے اور اپنے دانتوں سے کاٹیں گے جب ان اونٹوں کی جماعت روند کچل اور کاٹ کر چلی جائے تو دوسری جماعت آئے گی یعنی اونٹوں کی قطار روند کچل کر چلی جائے گی تو اس کے پیچھے دوسری قطار آئے گی اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا اور جس دن یہ ہو گا اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی یہاں تک کہ بندوں کا حساب کتاب کر دیا جائے گا اور وہ شخص جنت یا دوزخ کی طرف اپنی راہ دیکھے گا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! گائے اور بکریوں کے مالک کا کیا حال ہو گا؟ آپ نے فرمایا جو شخص گائیوں اور بکریوں کا مالک ہو اور ان کا حق یعنی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اسے ہموار میدان میں اوندھے منہ ڈال دیا جائے گا اور اس کی گایوں اور بکریوں کو وہاں لایا جائے گا جن میں سے کچھ کم نہیں ہو گا ان میں سے کسی گائے بکری کے سینگ نہ مڑے ہوں گے نہ ٹوٹے ہوں گے اور نہ وہ منڈی یعنی بدسینگ ہوں گی یعنی ان سب کے سروں پر سینگ ہوں گے جو ٹوٹے ہوئے نہ ہوں گے اور سالم ہوں گے۔ تاکہ وہ اپنے سینگوں سے خوب ماریں چنانچہ وہ گائیں اور بکریاں اپنے سینگوں سے اپنے مالک کو ماریں گی اور اپنے کھروں سے کچلیں گی اور جب ایک قطار سے مار کچل کر چلی جائے گی تو دوسری قطار آئے گی اور اپنا کام شروع کر دے گی اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا اور جس دن یہ ہو گا اس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہو گی یہاں تک کہ بندوں کا حساب کتاب کیا جائے گا اور وہ شخص جنت یا دوزخ کی طرف اپنی راہ دیکھے گا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! گھوڑوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا گھوڑے تین قسم

کے ہوتے ہیں ایک تو وہ گھوڑے جو آدمی کے لیے گناہ کا سبب ہوتے ہیں اس شخص کے گھوڑے جنہیں اس کے مالک اظہار فخر وغرور اور مال دار اور ریاء کے لیے اور مسلمانوں سے دشمنی کے واسطے باندھے۔

چنانچہ وہ گھوڑے اپنے مالک کے لیے گناہ کا سبب بنتے ہیں اور وہ گھوڑے جو آدمی کے لیے پردہ ہوتے ہیں اس شخص کے گھوڑے ہیں جنہیں اس کے مالک نے خدا کی راہ میں کام لینے کے لیے باندھا اور ان کی پیٹھ اور ان کی گردن کے بارے میں وہ خدا کے حق کو نہیں بھولا چنانچہ وہ گھوڑے اپنے مالک کے لیے پردہ ہیں اور وہ گھوڑے جو آدمی کے لیے ثواب کا سبب ذریعہ بنتے ہیں اس شخص کے گھوڑے ہیں جنہیں ان کا مالک خدا کی راہ میں لڑنے کے لیے مسلمانوں کے واسطے باندھے اور چراگاہ وسبزہ میں رکھے چنانچہ جب وہ گھوڑے چراگاہ وسبزہ سے کچھ کھاتے ہیں تو جو کچھ انہوں نے کھایا یعنی گھاس وغیرہ کی تعداد کے بقدر اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں یہاں تک کہ ان گھوڑوں کی لید اور ان کے پیشاب کے بقدر بھی اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں کیونکہ لید اور پیشاب بھی گھوڑے کی زندگی کا باعث ہیں اور گھوڑے رسی توڑ کر ایک یا دو میدان دوڑتے پھرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے قدموں کے نشانات اور ان کی لید جو وہ اس دوڑنے کی حالت میں کرتے ہیں کی تعداد کے برابر اس شخص کے لیے نیکیاں لکھتا ہے اور جب وہ شخص ان گھوڑوں کو نہر پر پانی پلانے کے لیے لے جاتا ہے اور وہ نہر سے پانی پیتے ہیں اگرچہ مالک کا ارادہ ان کو پانی پلانے کا نہ ہو، اللہ تعالیٰ گھوڑوں کے پانی پینے کے بقدر اس شخص کے لیے نیکیاں لکھتا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچھا گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گدھوں کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا لیکن تمام نیکیوں اور اعمال کے بارے میں یہ آیت جامع ہے (فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ) (99۔الزلزال 7۔8) یعنی جو شخص ایک ذرہ کے برابر نیکی کا عمل کرے گا اسے دیکھے گا اور جو شخص ایک ذرہ کے برابر برائی کا عمل کرے گا اسے دیکھے گا۔ (یعنی مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے کو نیک کام کے یے جانے کے واسطے اپنا گدھا دے گا تو ثواب پائے گا اور اگر برے کام کے لیے دے گا تو گناہگار ہوگا) مسلم۔

قیامت کے دن کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر بتائی گئی ہے لیکن اس کا تعلق کافروں کے ساتھ ہے یعنی قیامت کا دن کافروں کو پچاس ہزار سال کے بقدر دراز معلوم ہوگا بقیہ گناہگاروں کو ان کے گناہ کے بقدر دراز محسوس ہوگا اگر کسی کے گناہ کم اور ہلکے ہوں گے تو اسے وہ دن اسی اعتبار سے کم دراز محسوس ہوگا اور اگر کسی کے گناہ زیادہ اور شدید نوعیت کے ہوں گے تو اسے وہ دن بھی اس کے اعتبار سے دراز محسوس ہوگا یہاں تک کہ خدا کے نیک بندوں یعنی مومنین وکاملین کو وہ پورا دن صرف دو رکعت نماز کے بقدر معلوم ہوگا گویا جتنی دیر میں دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے انہیں وہ دن صرف اتنے عرصہ کے بقدر محسوس ہوگا۔

فیری سبیلہ اما الی الجنۃ الخ اور وہ جنت یا دوزخ کی طرف اپنی راہ دیکھے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس شخص کے نامہ اعمال میں اس ترک زکوٰۃ کے گناہ کے علاوہ اور کوئی گناہ نہیں ہوگا اور مذکورہ عذاب کہ جس میں اسے مبتلا کیا جائے گا اس کے اس گناہ کو دور کر دے گا تو اس کے بعد وہ جنت میں چلا جائے گا اور خدانخواستہ اگر اس کا نامہ اعمال میں ترک زکوٰۃ کے علاوہ اور گناہ بھی ہوں گے یا یہ کہ مذکورہ عذاب کے بعد بھی ترک زکوٰۃ کا گناہ اس سے دور نہیں ہوگا تو پھر وہ دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔

حتی یقضی بین العباد میں اس طرف اشارہ ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں دوسری مخلوق خدا تو حساب کتاب میں مشغول ہوگی مگر وہ لوگ جنہوں نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تھی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

ومن حقھا حلبھا یوم وردھا اونٹوں کا ایک حق یہ بھی ہے الخ۔ اونٹ والوں کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے اونٹوں کو تیسرے دن یا چوتھے دن پانی کی جگہ پانی پلانے لے جاتے ہیں چنانچہ عرب میں ایک یہ معمول بھی تھا کہ جس جگہ پانی پلانے کے لیے اونٹ لائے جاتے تھے وہاں لوگ جمع ہو جاتے تھے اونٹ والے اپنے اونٹوں کو وہاں پانی پلانے لاتے اور دہیں اونٹوں کا دودھ نکال کر وہاں جمع لوگوں کو پلا دیا کرتے چنانچہ اس کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ اگرچہ اونٹوں کا واجب حق تو صرف یہی ہے کہ ان کی زکوٰۃ ادا کی جائے مگر ان کے اور دوسرے حقوق میں سے ایک مستحب حق یہ بھی ہے کہ جس دن اونٹ پانی پینے جائیں اس دن کا دودھ جو غرباء و مساکین کو پلایا جائے لہٰذا یہ فعل اگرچہ مستحب ہے لیکن از راہ مروت و ہمدردی اور بربنائے ادائے شکر حق گویا واجب کا حکم رکھتا ہے اسی لیے اس کے بارے میں اتنی اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا گیا چنانچہ حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حق کی عدم ادائیگی کی صورت میں عذاب بھی ہو سکتا ہے۔

ولا یرید ان یسقیھا (اگرچہ مالک کا ارادہ ان کو پانی پلانے کا نہ ہو) مطلب یہ ہے کہ مالک گھوڑے کو پانی پلانے کا ارادہ نہ رکھے بلکہ اس کے ارادہ و قصد کے بغیر گھوڑا پانی پی لے تو اس کے بارے میں مذکورہ ثواب بیان کیا گیا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر مالک خود ارادہ و قصد کر کے گھوڑے کو پانی پلائے گا تو اس کا کیا کچھ ثواب اسے ملے گا گھوڑوں کے بارے میں صحابہ کے سوال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جواب دیا اس کا اسلوب پہلے جوابات کے اسلوب سے مختلف ہے اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب کا جو اسلوب اختیار فرمایا ہے اسے جواب علی اسلوب الحکیم کہتے ہیں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کرنے والے صحابہ سے فرمایا کہ گھوڑوں کا جو حق واجب ہے یعنی زکوٰۃ وغیرہ صرف اس کے بارے میں مت پوچھو کہ ان گھوڑوں کی وجہ سے ان کے پالنے والے سعادت و نیک بختی اور بھلائی کے کیسے کیسے مقام حاصل کرتے ہیں اور انہیں ان گھوڑوں سے کیا نفع پہنچتا ہے اسی طرح دوسرا پہلو بھی کہ ان پالنے والوں کو کیسے کیسے گناہ ملتے ہیں اور انہیں کیا نقصان پہنچتا ہے۔

اسی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑوں کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) وہ گھوڑے جو اپنے مالک کے لیے گناہ کا سبب ہوتے ہیں اس کی تشریح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمائی کہ اس سے وہ گھوڑے مراد ہیں جنہیں ان کے مالک نے اظہار فخر اور ریاء کے لیے باندھ رکھا ہو یعنی گھوڑے رکھنے سے اس کی غرض صرف یہ ہو کہ لوگ اس کی حشمت و ثروت دیکھیں اور جانیں کہ یہ مجاہد ہے حالانکہ واقعہ میں وہ مجاہد نہیں ہے نیز فخر یہی مراد ہے کہ وہ گھوڑا اس نیت سے پالے کہ میں اپنے سے کمتر لوگوں پر اپنی بڑائی جتاؤں اور ان کے سامنے فخر کا اظہار کروں (۲) وہ گھوڑے جو اپنے مالک کے لیے پردہ ہوتے ہیں۔ اس کی وضاحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمائی کہ اس سے وہ گھوڑے مراد ہیں جنہیں ان کے مالک نے اس لیے باندھا ہے تاکہ وہ خدا کی راہ میں کام آئیں یہاں خدا کی راہ سے مراد جہاد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ گھوڑوں کو رکھنے اور باندھنے کا مقصد اظہار فخر و غرور اور ریاء نہ ہو بلکہ انہیں اچھی و نیک نیت سے رکھے مثلاً گھوڑے اس مقصد کے لیے پالے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری اور اچھے و

نیک مقاصد کے لیے کام آئیں یا ان سے اپنی سواری مقصود ہو کہ اپنی مشروع ومباح ضرورتوں کے وقت ان پر سوار ہو سکے نیز یہ کہ اپنے فقر واحتیاج کی پردہ پوشی کرے جیسا کہ روایت میں فرمایا گیا ہے کہ بطور "تغنیا و تعففا" یعنی دوسروں سے مستغنی رہنے اور دوسروں کے آگے اپنی احتیاج وضرورت کے اظہار سے بچنے کے لیے گھوڑا رکھنا چاہیے مثلاً تجارتی مقصد کے لیے عزیز واقارب اور دوست واحباب کے یہاں جانے کے لیے کھیت کھلیان میں آنے جانے کے واسطے یا اسی قسم کے دوسرے مقاصد کے وقت اگر گھوڑے کی ضرورت ہو تو کسی دوسرے کی طرف دیکھنا نہ پڑے بلکہ اپنا گھوڑا ہو تو وہ کام آئے اور غیروں کے آگے اظہار ضرورت کی شرمندگی سے بچائے۔ اسی لیے اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے کو اپنے مالک کے لیے پردہ قرار دیا ہے کہ ایک طرف تو گھوڑا اپنے مالک کے فقر واحتیاج کے لیے پردہ پوش ہوتا ہے بایں طور کہ گھوڑے کی وجہ سے دوسروں کی نظروں میں اس کے مالک کا وقار اور بھرم قائم رہتا ہے اور اس کی عزت بنی رہتی ہے۔ دوسری طرف گھوڑی کا مالک اپنی ضرورت وحاجت کے وقت کسی دوسرے شخص کے آگے اظہار حاجت اور دست سوال دراز کرنے سے بچا رہتا ہے۔

اس موقع پر راہ خدا سے یہ مفہوم اس لیے مراد لیا گیا ہے تاکہ ایک ہی عبارت میں تکرار لازم نہ آئے کیونکہ تیسری قسم کے ضمن میں مذکورہ راہ خدا سے مراد جہاد ہی ہے۔

اسی ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے کے مالک کا ایک وصف یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان کی پیٹھ اور ان کی گردن کے بارے میں وہ خدا کے حق کو نہیں بھولا۔

چنانچہ اس ارشاد گرامی میں پیٹھ کے بارے میں اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اس گھوڑے پر اچھے اور نیک کاموں کی خاطر سوار ہوا اور اگر کسی نے اس سے اپنی سواری کے لیے یا گھوڑیوں پر چھوڑنے کے لیے اس کا گھوڑا مانگا تو اس نے اس کی ضرورت پوری کی۔ اسی طرح گردن کے بارے میں حق یہ ہے کہ ان کی زکوٰۃ ادا کی۔ مگر حضرات شوافع کی طرف سے اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مالک نے اپنے گھوڑے کی خبر گیری کی بایں طور کہ ان کے گھاس دانہ میں کوئی کمی نہیں کی انہیں ان کی پوری خوراک مہیا کی اور انہیں اگر کوئی مرض لاحق ہو یا کوئی تکلیف ہوئی تو اسے فوراً دور کیا۔

بَابُ: فَرْضِ الزَّكٰوةِ

یہ باب زکوٰۃ کے فرض ہونے کے بیان میں ہے

1783-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَقَ الْمَكِّيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا

1783 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1395 'ورقم الحدیث: 1458 'ورقم الحدیث 1496 'ورقم الحدیث 2448 'ورقم حدیث 4347 'ورقم لحدیث 7371 'ورقم الحدیث: 7372 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 121 'ورقم الحدیث 122 'ورقم الحدیث 123 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 1584 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 625 'ورقم الحدیث: 2014 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 2434 'ورقم الحدیث 2521

إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ

•• حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن بھیجا تو ان سے فرمایا: تم ایک ایسی قوم کی طرف جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں جب ان کے پاس آؤ تو انہیں اس بات کی دعوت دو کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ جب وہ اس بارے میں تمہاری اطاعت کر لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے۔ اگر وہ اس بارے میں بھی تمہاری اطاعت کر لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے امیر لوگوں سے وصول کی جائے گی اور ان کے غریب لوگوں کی طرف لوٹا دی جائے گی' اگر وہ اس بارے میں تمہاری اطاعت کریں تو ان کے بہترین مال وصول کرنے سے بچنا اور مظلوم شخص کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا ہے۔

شرح

اگرچہ یمن میں مشرک اور ذمی کافر بھی تھے مگر چونکہ تمام اقوام میں اہل کتاب ہی کی اکثریت تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن بھیجتے ہوئے وہاں کے لوگوں میں بطور خاص اہل کتاب ہی کا ذکر فرمایا۔ اعلان جنگ سے پہلے کفار کو اسلام کی دعوت دینا واجب ہے ابن مالک فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کفار کے مقابلہ پر اعلان جنگ سے پہلے کفار کو اسلام کی دعوت دینا واجب ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ کفار کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو اور انہیں اللہ کے آخری دین کی طرف پہلے سے نہ بلایا گیا ہو اگر صورت حال یہ ہو کہ ان کے پاس اسلام کی دعوت پہلے سے پہنچ چکی ہو تو اب جنگ سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا واجب نہیں بلکہ مستحب ہوگا۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي مَنْعِ الزَّكٰوةِ

یہ باب زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں کے بیان میں ہے

1784- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَعْيَنَ وَجَامِعِ بْنِ أَبِي رَاشِدٍ سَمِعَا شَقِيقَ بْنَ سَلَمَةَ يُخْبِرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ لَا يُؤَدِّي زَكٰوةَ مَالِهِ إِلَّا مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ حَتّٰى يُطَوِّقَ عُنُقَهُ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى (وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ) الْاٰيَةَ

1784: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3012 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2440

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو بھی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا' تو قیامت کے دن اس مال کو اس شخص کے لیے ایک گنجے سانپ میں تبدیل کر کے اسے طوق کے طور پر اس شخص کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔

(راوی کہتے ہیں:) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مصداق کے طور پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی یہ آیت ہمارے سامنے تلاوت کی۔

''ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ذریعے جو عطا کیا ہے اور وہ اس میں بخل سے کام لیتے ہیں' وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں۔''

شرح

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ،

اور جو بخل کرتے ہیں۔ اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے، عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔ اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ (کنزالایمان)

ابن اسحاق ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق کو ایک تحریر دے کر بنی قینقاع کے یہودیوں کے پاس بھیجا اور تحریر میں ان کو اسلام لانے نماز پڑھنے زکوٰۃ ادا کرنے اور اللہ کے لیے قرضہ حسنہ دینے کی دعوت دی حسب الحکم ایک روز حضرت ابوبکر یہودیوں کے مدرسہ میں گئے وہاں آپ نے دیکھا کہ بہت سے یہودی ایک شخص کے پاس جمع ہیں یہ شخص فخاص بن عازوراء تھا جو یہودیوں کے علماء میں سے تھا اور اس کے ساتھ ایک اور عالم بھی تھا جس کا نام اشیع تھا۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے فخاص سے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور مسلمان ہو جاؤ خدا کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی طرف سے حق کے ساتھ آئے ہیں ان کا ذکر تمہارے پاس تورات میں لکھا ہوا موجود ہے لہٰذا ان پر ایمان لے آؤ ان کی تصدیق کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو اللہ تم کو جنت میں داخل کرے گا اور دوہرا ثواب دے گا۔ فخاص نے کہا ابوبکر تم کہتے ہو کہ ہمارا رب ہم سے ہمارا مال قرض مانگتا ہے قرض تو فقیر غنی سے مانگتا ہے پس اگر تمہاری بات صحیح ہے تو اللہ فقیر ہوا اور ہم غنی۔ اللہ تم کو تو سود (دینے) سے منع کرتا ہے اور خود ہم کو دے گا اگر وہ غنی بھی ہو تب بھی ہم کو سود نہیں دے گا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو غصہ آیا اور فخاص کے منہ پر آپ نے ایک زوردار ضرب رسید کی اور فرمایا: قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ہمارا تجھ سے معاہدہ نہ ہوتا تو اللہ کے دشمن میں تیری گردن مار دیتا۔ فخاص رسول اللہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے ساتھی نے میرے ساتھ کیسی حرکت کی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: تم نے ایسی حرکت کس وجہ سے کی؟ حضرت ابوبکر نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اس دشمن خدا نے بہت بڑی

بات کہی تھی اس نے کہا تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ مجھے یہ سن کر غصہ آیا اور میں نے اس کے منہ پر مارا۔ فنحاص نے حضرت ابو بکر کے اس قول کا انکار کر دیا (اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا) اس پر اللہ نے فنحاص کے قول کی تردید اور حضرت ابوبکر کی تصدیق میں مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ آل عمران، بیروت)

(۱) ابن جریر و ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت **ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتھم اللہ من فضلہ** سے وہ اہل کتاب مراد ہیں کہ انہوں نے لوگوں کے سامنے بیان اللہ کی کتاب کے ساتھ بخل کیا (پھر فرمایا) **سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیمۃ** یعنی عنقریب ان کو اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس کے ساتھ وہ بخل کرتے تھے کیا تو نے نہیں سنا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت **یبخلون ویامرون الناس بالبخل** (آیت ۳۷) یعنی اہل کتاب کہتے ہیں اور وہ خود بھی (اللہ کے احکام) چھپاتے ہیں اور لوگوں کو بھی چھپانے کا حکم دیتے ہیں۔

(۲) ابن جریر نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے لفظ آیت **ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتھم اللہ من فضلہ** کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے یہودی مراد ہیں۔

(۳) ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے لفظ آیت **ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتھم اللہ من فضلہ** کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے بخل کیا اور اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی۔

(۴) ابن ابی حاتم نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ کافر اور مومن دونوں مراد ہیں جو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں۔

(۵) بخاری احمد و عبد بن حمید اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا و ابن ماجہ و نسائی و ابن جریر و ابن خزیمہ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم اور حاکم نے اس کو صحیح کہا اور حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو اس کے مال کو گنجا سانپ بنا دیا جائے گا اس کے سر پر دو نشان ہوں گے اس کو اس (سانپ) کا طوق پہنایا جائے گا قیامت کے دن تو وہ اس کے جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی لفظ آیت **ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتھم اللہ من فضلہ**۔

زکوٰۃ نہ دینے پر وعید

(۶) الفریابی و سعید بن منصور و عبد بن حمید و عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزھد میں و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و طبرانی اور حاکم نے اس کو صحیح کہا حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت **سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیمۃ** سے مراد ہے کہ جس کے پاس مال ہے اور اس نے زکوٰۃ ادا نہیں کیا تو قیامت کے دن طوق پہنایا جائے گا اسے گنجے سانپ کا اس کے منہ پر دو زہر کے چھالے ہوں گے اور اس کے سر کو مارے گا یہاں تک کہ اس کے دماغ تک پہنچ جائے گا۔ اور حاکم کے یہ الفاظ ہیں کہ وہ اس کو قبر میں ڈسے گا اور وہ کہے گا میرا تیرے ساتھ کیا تعلق ہے؟ تو سانپ کہے گا میں تیرا وہ مال ہوں کہ جس کے ساتھ تو بخیلی کرتا تھا۔

(۷) عبد بن حمید نے عکرمہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ قیامت کے دن یہ مال اپنے مالک کے لیے گنجا سانپ کی صورت میں

مسلط ہوگا جب اس نے زکوۃ ادا نہ کی ہوگی سانپ اس کا پیچھا کرے گا تو وہ اس سے پناہ مانگے گا۔

(۸) ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں وابن جریر نے حجر بن بیان (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کوئی رشتہ دار ایسا نہیں ہے کہ اس کے پاس اس کا رشتہ دار آئے گا اور اس سے بچے ہوئے مال کا سوال کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا فرمایا تو وہ اس میں (یعنی مال دینے میں) بخیلی کرے گا تو قیامت کے دن اس کے لیے جہنم میں سے ایک سانپ نکلے گا جو ادھر ادھر زبان مار رہا ہوگا یہاں تک کہ اس کی گردن میں طوق بن جائے گا پھر یہ آیت (آپ نے) پڑھی لفظ آیت ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتھم اللہ من فضلہ ۔

(۹) عبد بن حمید وابوداؤد اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ونسائی وابن جریر وبیہقی نے شعب الایمان میں معاویہ بن حیدہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کوئی آدمی اپنے مولیٰ کے پاس آتا ہے اور اس سے اس بچے ہوئے مال کا سوال کرتا ہے جو اس کے پاس ضرورت سے زائد (موجود) ہے مگر وہ اس کو منع کر دیتا ہے تو قیامت کے دن ایک سانپ کو لایا جائے گا جو مال اس نے روکا تھا اسے چٹ کر جائے گا۔

(۱۰) الطبرانی نے عبد بجلی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس شخص کے پاس اس کا کوئی (غریب) رشتہ دار آئے اور اس سے بچے ہوئے مال کا سوال کرے جو اس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا اور وہ اس پر بخیلی کرے (اور غریب رشتہ دار کو نہ دے) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک سانپ نکالیں گے جس کو شجاع کہا جائے گا وہ زبان ادھر ادھر مار رہا ہوگا وہ اس کی گردن میں طوق بن جائے گا۔

(۱۱) سعید بن منصور وبیہقی نے شعب الایمان میں ابودرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا اس مال والے لایا جائے گا جس میں اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوگی اور اس کا مال اس کے آگے ہوگا جب وہ پل صراط پر لڑکھڑائے گا تو اس کا مال اس سے کہے گا چلا جا تو نے اللہ تعالیٰ کا حق میرے بارے میں ادا کر دیا تھا پھر اس مال والے کو لایا جائے گا جس نے اس مال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کی ہوگی جب وہ بھی پل صراط کے پاس لایا جائے گا تو اس کا مال اس سے کہے گا افسوس اسی طرح رہے گا یہاں تک کہ مال اس کے لیے ہلاکت کی بدعا کرتا رہے گا۔

(۱۲) سعید بن منصور وابن جریر وابن المنذر نے مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ وہ آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اس کے مال میں بنا دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک سانپ بنا دیں گے جو اس کی گردن میں طوق بن جائے گا اور وہ سانپ اس سے کہے گا کیا ہے میرے لیے اور تیرے لیے؟ (یعنی میرے ساتھ تیرا کیا تعلق ہے؟) تو وہ کہے گا میں تیرا مال ہوں۔

(۱۳) عبدالرزاق وسعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا لفظ آیت سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیمۃ سے مراد ہے کہ اس کے گلے میں آگ کا ایک طوق ہوگا۔ (۱۴) عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت سیطوقون ما بخلوا بہ سے مراد ہے

کہ قیامت کے دن ان کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ لے آئیں اس مال کو جو انہوں نے دنیا میں بخل کیا۔ (تفسیر درمنثور، سورہ آل عمران، بیروت)

1785- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ وَلَا غَنَمٍ وَلَا بَقَرٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاتَهَا إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا كَانَتْ وَأَسْمَنَهُ تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا كُلَّمَا نَفِدَتْ أُخْرَاهَا عَادَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ

◄► حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے پاس اونٹ گائے یا بکری ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ ان کے ہمراہ آئے گا اور وہ جانور پہلے سے زیادہ بڑا ہوگا اور پہلے سے زیادہ موٹا تازہ ہوگا اور وہ اس شخص کو اپنے پاؤں کے ذریعے روندے گا اور اپنے سینگوں کے ذریعے مارے گا جب بھی آخری جانور اس کے اوپر سے گزرے گا تو پہلا جانور واپس اس کے پاس آجائے گا اور جب تک لوگوں کے درمیان فیصلہ نہیں ہو جاتا اس کے ساتھ وہی سلوک ہوتا رہے گا۔

1786- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَأْتِي الْإِبِلُ الَّتِي لَمْ تُعْطِ الْحَقَّ مِنْهَا تَطَأُ صَاحِبَهَا بِأَخْفَافِهَا وَتَأْتِي الْبَقَرُ وَالْغَنَمُ تَطَأُ صَاحِبَهَا بِأَظْلَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا وَيَأْتِي الْكَنْزُ شُجَاعًا أَقْرَعَ فَيَلْقَى صَاحِبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَفِرُّ مِنْهُ صَاحِبُهُ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يَسْتَقْبِلُهُ فَيَفِرُّ فَيَقُولُ مَا لِي وَلَكَ فَيَقُولُ أَنَا كَنْزُكَ أَنَا كَنْزُكَ فَيَتَّقِيهِ بِيَدِهِ فَيَلْقَمُهَا

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"(قیامت کے دن) وہ اونٹ آئیں گے جن کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ہوگی اور وہ اپنے پاؤں کے ذریعے اپنے مالک کو روند دیں گے' گائے اور بکریاں آئیں گی وہ اپنے مالک کو اپنے پاؤں کے ذریعے روند دیں گی اور سینگوں کے ذریعے ماریں گی۔

خزانہ گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا اور قیامت کے دن اپنے مالک سے ملے گا' اس کا مالک اس سے دو مرتبہ بھاگے گا وہ پھر اس کے سامنے آئے گا وہ پھر بھاگے گا' تو وہ مالک کہے گا' میرا تمہارے ساتھ کیا واسطہ ہے' تو وہ سانپ کہے گا' میں تمہارا خزانہ ہوں' میں تمہارا خزانہ ہوں' وہ مالک اپنے ہاتھ کے ذریعے اس سے بچنے کی کوشش کرے گا' لیکن وہ سانپ اسے نگل لے گا۔

1785 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1460 'ورقم الحدیث: 6638 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2297 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 617 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2439 'ورقم الحدیث: 2455

1786 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَابُ: مَا اُدِّيَ زَكٰوتُهٗ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ

یہ باب ہے کہ جس چیز کی زکوٰۃ ادا کردی جائے وہ ''کنز'' نہیں ہے

1787- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ خَالِدُ ابْنُ اَسْلَمَ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَلَحِقَهُ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ لَهُ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) قَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا فَوَيْلٌ لَهٗ اِنَّمَا كَانَ هٰذَا قَبْلَ اَنْ تُنْزَلَ الزَّكٰوةُ فَلَمَّا اُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللّٰهُ طَهُوْرًا لِلْاَمْوَالِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَقَالَ مَا اُبَالِيْ لَوْ كَانَ لِيْ اُحُدٌ ذَهَبًا اَعْلَمُ عَدَدَهٗ وَاُزَكِّيْهِ وَاَعْمَلُ فِيْهِ بِطَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

◄► خالد بن اسلم جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جا رہا تھا' ایک دیہاتی ان سے ملا' اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور وہ لوگ جو سونے اور چاندی کا خزانہ بناتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں''۔

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص اس کو اکٹھا کرتا ہے اور اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا' بربادی اس کے لیے ہے' یہ آیت زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی ہے' جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا' تو اللہ تعالیٰ نے اسے مال کی طہارت کا ذریعہ بنا دیا' پھر انہوں نے التفات کیا اور ارشاد فرمایا: ''میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا' اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو بس یہ ہے' مجھے اس کی تعداد کا علم ہوتا تو میں اس کی زکوٰۃ ادا کرتا رہتا اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرتا۔

شرح

اور جس نے کنز (دفن شدہ مال) پایا۔ تو احناف ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس میں خمس واجب ہوگا۔ اسی حدیث کی بناء پر جس کو ہم روایت کر چکے ہیں۔ اور رکاز کا اطلاق کنز پر ہوتا ہے۔ کیونکہ رکز کا معنی اثبات ہے۔ پھر اگر یہ دفن شدہ مال اہل اسلام کی قسم میں سے ہے۔ جس طرح اس پر کلمہ شہادت لکھا ہوا ہوتا ہے۔ تو یہ لقطہ کے حکم میں ہوگا۔ اور لقطہ کا حکم اس کے مقام پر پہچان لیا گیا ہے۔ اور اگر دفن شدہ مال اہل جاہلیت کے طرز پر ہے جیسا کہ اس پر بت کی تصویر ہو تو اس میں ہر حال میں خمس واجب ہے۔ اسی دلیل کی بنیاد پر جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر اس نے زمین مباح میں پایا تو چار خمس پانے والے کی طرح ہے۔ کیونکہ اپنی حفاظت میں لینا اسی کی جانب ہے۔ کیونکہ غازیوں کو تو اس کا علم بھی نہ تھا۔ لہٰذا یہی آدمی اس کے ساتھ خاص ہو گیا۔ اور اگر اس نے مملوکہ زمین میں پایا تو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ کیونکہ یہ حقدار اس وجہ سے ہوا ہے کہ اس کو اپنی حفاظت میں لایا ہے۔ اور یہ اسی آدمی سے پایا گیا ہے۔ اور شیخین کے نزدیک یہ مختط لہ (جس کے لئے خط کھینچا گیا ہو) کا ہے۔ اور مختط لہ وہ شخص ہے جس کو امام نے فتح سے پہلے زمین کا مالک بنا دیا ہو۔ کیونکہ مختط لہ کا ہاتھ اسی جانب بڑھ چکا ہے۔ اور یہ خاص قبضہ ہے لہٰذا اس قبضہ خاص کی وجہ سے اس چیز کا مالک ہونا ہے اور جو زمین میں ہے اس کا بھی مالک یہی ہوگا۔ اگرچہ اس کا قبضہ ظاہر پر ہے۔ جس طرح کسی نے مچھلی کا

1787. اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1404 ' ورقم الحدیث: 4661

شکار کیا جس کے پیٹ میں موتی ہے تو گو فروخت کرنے کی وجہ سے یہ دفینہ اس کی ملکیت سے خارج نہ ہوگا۔ کیونکہ زمین کے ودیعت کیا ہوتا ہے۔ بخلاف کان کے کیونکہ وہ زمین اجزاء میں سے ہے لہٰذا معدن مشتری کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور اگر مختط لہ معلوم نہ ہو تو دفینہ آخری مالک کی طرف پھیرا جائے گا۔ جو اسلام میں پہچانا جاتا ہے۔ متاخرین مشائخ کا قول بھی یہی ہے اور اگر ٹھیک مشتبہ ہو جائے تو ظاہری مذہب کے مطابق اس کو کفر قرار دیا جائے گا کیونکہ اس میں اصل یہی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اسلامی قرار دیا جائے گا۔ (ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

کنز کی تعریف و پہچان کرنے کا بیان

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ میں سونے کے اوضاع (ایک قسم کا زیور) پہنا کرتی تھی میں نے پوچھا یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ بھی کنز کی تعریف میں آتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مال اتنی مقدار کو پہنچ جائے جس پر زکوٰۃ دینا لازم ہو جاتا ہے اور پھر اس کی زکوٰۃ دی جائے تو وہ کنز میں شمار نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد)

کنز اصطلاح شرع میں اس مال کو کہتے ہیں جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جاتی ہو۔ حضرت ابن عمر سے یہی مروی ہے بلکہ فرماتے ہیں جس مال کی زکوٰۃ دے دی جاتی ہو وہ اگر ساتویں زمین تلے بھی ہو تو وہ کنز نہیں اور جس کی زکوٰۃ نہ دی جاتی ہو وہ گو زمین پر ظاہر پھیلا پڑا ہو تو کنز ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی موقوفاً اور مرفوعاً یہی مروی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب بھی یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں بغیر زکوٰۃ کے مال سے اس مالدار کو داغا جائے گا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ یہ زکوٰۃ کے اترنے سے پہلے تھا زکوٰۃ کا حکم نازل فرما کر اللہ نے اسے مال کی طہارت بنا دیا۔ خلیفہ برحق حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ اور عراک بن مالک نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اسے قول ربانی (آیت خذ من اموالھم الخ،) نے منسوخ کر دیا ہے۔

حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ تلواروں کا زیور بھی کنز یعنی خزانہ ہے۔ یاد رکھو میں تمہیں وہی سناتا ہوں جو میں نے جناب پیغمبر حق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چار ہزار اور اس سے کم تو نفقہ ہے اور اس سے زیادہ کنز ہے۔ لیکن یہ قول غریب ہے۔ مال کی کثرت کی مذمت اور کمی کی مدحت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں بطور نمونے کے ہم بھی یہاں ان میں سے چند نقل کرتے ہیں۔

مسند عبدالرزاق میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سونے چاندی والوں کے لئے ہلاکت ہے تین مرتبہ آپ کا یہی فرمان سن کر صحابہ پر شاق گذرا اور انہوں نے سوال کیا کہ پھر ہم کس قسم کا مال رکھیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حالت بیان کر کے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ذکر کرنے والی زبان شکر کرنے والا دل اور دین کے کاموں میں مدد دینے والی بیوی۔

مسند احمد میں ہے کہ سونے چاندی کی مذمت کی یہ آیت جب اتری اور صحابہ نے آپس میں چرچا کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ
الو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر آتا ہوں اپنی سواری تیز کر کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے اور روایت میں
صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا پھر ہم اپنی اولادوں کے لئے کیا چھوڑ جائیں؟ اس میں ہے کہ حضرت عمر کے پیچھے ہی پیچھے حضرت
بھی تھے۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوۃ اسی لئے مقرر فرمائی ہے کہ بعد کا مال پاک ہو
ئے۔ میراث کے مقرر کرنے کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر مارے خوشی کے
بریں کہنے لگے۔ آپ نے فرمایا لو اور سنو میں تمہیں بہترین خزانہ بتاؤں نیک عورت جب اس کا خاوند اس کی طرف نظر ڈالے تو وہ
ے خوش کر دے اور جب حکم دے فوراً بجا لائے اور جب وہ موجود نہ ہو تو اس کی ناموس کی حفاظت کرے۔ حسان بن عطیہ کہتے ہیں
حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے ایک منزل میں اترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ کھیلیں مجھے برا
لوم ہوا آپ نے افسوس ظاہر کیا اور فرمایا میں نے تو اسلام کے بعد سے اب تک ایسی بے احتیاطی کی بات کبھی نہیں کی تھی اب تم
ے بھول جاؤ اور ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھو لو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب لوگ سونا چاندی جمع
رنے لگیں تم ان کلمات کو بکثرت کہا کرو۔

اللهم انی اسئلك الثبات فی الامر والعزيمة علی الرشد واسئلك شكر نعمتك واسئلك حسن
عبادتك واسئلك قلبا سليما واسئلك لسانا صادقا واسئلك من خير ماتعلم واعوذبك من شر ماتعلم
واستغفرك لما تعلم انك انت علام الغيوب .

یا اللہ میں تجھ سے کام کی ثابت قدمی اور بھلائیوں کی پختگی اور تیری نعمتوں کا شکر اور تیری عبادتوں کی اچھائی اور سلامتی والا دل
اور سچی زبان اور تیرے علم میں جو بھلائی ہے وہ اور تیرے علم میں جو برائی ہے اس کی پناہ اور جن برائیوں کو تو جانتا ہے ان سے
استغفار طلب کرتا ہوں۔ میں مانتا ہوں کہ تو تمام غیب جاننے والا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

آیت میں بیان ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ نہ کرنے والے اور اسے بچا بچا کر رکھنے والے دردناک عذاب دیئے
جائیں گے۔ قیامت کے دن اسی مال کو خوب تپا کر گرم آگ جیسا کر کے اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور کمر داغی جائے گی اور
بطور زجر و توبیخ کے ان سے فرمایا جائے گا کہ لو اپنی جمع جتھا کا مزہ چکھو۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ گرم پانی کا تریڑ
دوزخیوں کے سروں پر بہاؤ اور ان سے کہو کہ عذاب کا لطف اٹھاؤ تم بڑے ذی عزت اور بزرگ سمجھے جاتے رہے ہو بدلہ اس کا یہ
ہے۔ ثابت ہوا کہ جو شخص جس چیز کو محبوب بنا کر اللہ کی اطاعت سے اسے مقدم رکھے گا اسی کے ساتھ اسے عذاب ہوگا۔ ان
مالداروں نے مال کی محبت میں اللہ کے فرمان کو بھلا دیا تھا آج اسی مال سے انہیں سزا دی جا رہی ہے جیسے کہ ابولہب کھلم کھلا حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کرتا تھا اور اس کی بیوی اس کی مدد کرتی تھی قیامت کے دن آگ کے اور بھڑکانے کے لئے وہ اپنے گلے میں رسی
ڈال کر لکڑیاں لا لا کر اسے سلگائے گی اور وہ اس میں جلتا رہے گا۔ یہ مال جو یہاں سے سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں یہی مال قیامت
کے دن سب سے زیادہ مضر ثابت ہوں گے۔ اسی کو گرم کر کے اس سے داغ دیئے جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں ایسے مالداروں کے جسم اتنے لمبے چوڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک ایک دینار و درہم اس پر آ جائے پھر کل مال آگ جیسا بنا کر علیحدہ علیحدہ کر کے سارے جسم پر پھیلا دیا جائے گا یہ نہیں ایک کے بعد ایک داغ لگے۔ بلکہ ایک ساتھ سب کے سب۔ مرفوعاً بھی یہ روایت آئی ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورۂ توبہ، ۳۴)

زکوٰۃ ادا کرنے کے سبب فریضہ ساقط ہو جانے کا بیان

1788- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ اَعْیَنَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ اَبِی السَّمْحِ عَنِ ابْنِ حُجَیْرَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَدَّیْتَ زَكٰوةَ مَالِكَ فَقَدْ قَضَیْتَ مَا عَلَیْكَ

●● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "جب تم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دو تو تم نے اپنے ذمے فرض پورا کر دیا"۔

1789- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ اٰدَمَ عَنْ شَرِیْكٍ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَیْسٍ اَنَّهَا سَمِعَتْهُ تَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیْسَ فِی الْمَالِ حَقٌّ سِوَی الزَّكٰوةِ

●● سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے سنا ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور کوئی حق (یعنی مذہبی ادائیگی لازم) نہیں ہے۔

شرح

اور اگر اس نے سال مکمل ہونے سے پہلے زکوٰۃ ادا کر دی اور وہ نصاب کا مالک بھی ہے تو جائز ہے۔ کیونکہ اس نے ادائیگی وجوب سبب کے بعد کی ہے لہٰذا جائز ہے۔ جس طرح کسی نے زخمی کرنے کے بعد کفارہ دیا ہو۔ اور اس میں حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے۔ اور ایک سال سے زیادہ جلدی کرنا بھی جائز ہے کیونکہ وجود سبب پایا گیا ہے۔ جب اس کی ملکیت میں ایک نصاب ہو تو بھی کئی نصابوں کی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ جبکہ اس میں حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے اس لئے کہ سبب ہونے میں پہلا نصاب ہی اصل ہے۔ اور جو اس سے زائد ہے وہ اسی کے تابع ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

سال سے پہلے ادائیگی زکوٰۃ میں فقہ مالکی و حنفی کا اختلاف

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ جلدی ادا کر دینے کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔

(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

حنفیہ اور اکثر ائمہ کے نزدیک یہ بات جائز اور درست ہے کہ مال پر سال پورا ہونے سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کر دی جائے

1788 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث:618

1789 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 659 ورقم الحدیث:660

بشرطیکہ زکوٰۃ دینے والا نصاب شرعی کا مالک ہو۔

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اگر کسی نے دوسال قبل زکوٰۃ ادا کردی تو ہمارے نزدیک اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ جبکہ صاحب ''اسرار'' نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں اور اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حولان حول نصاب کے لئے ہے اور شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہے۔ اور مشروط کو شرط پہ مقدم کرنا جائز نہیں۔ جیسا نصاب کو مقدم کرنا ہے۔

جبکہ ائمہ احناف کی دلیل یہ ہے کہ اس نے وجوب سبب کے بعد ادا کی ہے اور یہ اسی طرح جیسے کسی نے اول وقت میں نماز پڑھ لی۔ اور مسافر روزے دار ہوگیا۔ اور اسی طرح یہاں حولان حول کی شرط وجوب ادا کے لئے ہے۔ جبکہ ہماری بحث جواز سے متعلق ہے۔ وجوب سے متعلق ہی نہیں اور اسی طرح ہوگیا جس طرح زخم کے بعد اس کا کفارہ ادا کرنا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص، بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: احناف کی دلیل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ سال سے قبل زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم منصوص ہے اور نص وہی ہے۔ (جسے ہم ابوداؤد، ترمذی وغیرہ کتب احادیث کے حوالے سے اوپر ذکر چکے ہیں۔ لہٰذا نص کے ہوتے ہوئے کسی قسم کے قیاس یا کسی نحوی، صرفی، لغوی قاعدے کا اعتبار ہرگز نہ کیا جائے گا)۔ اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ حول صفت واقع ہے۔ تو یاد رہے کہ حول کا شروع بھی وہ جس پر حال گزرے لہٰذا وہ بھی حول ہے۔ اور نیکی میں سبقت کا حکم بھی موجود ہے۔ لہٰذا حول کا اسناد کے شروع کی جانب کیا جائے گا۔ (فتح القدیر، ج ۳، بیروت)

نصاب واحد میں تقدم زکوٰۃ میں امام زفر علیہ الرحمہ کا اختلاف

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: امام زفر علیہ الرحمہ کے نزدیک جب نصاب ایک ہی ہو تو اسے سال سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ سبب کا تقدم لازم آتا ہے جو جائز نہیں ہے۔ جبکہ دیگر فقہاء احناف کی طرف ان کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ وجوب زکوٰۃ کا سبب سال کا پہلا لمحہ ہے۔ باقی سال تو اس کے تابع ہے۔ اور متبوع کے مقدم میں کونسا اعتراض ہے جو کہ ہمیشہ مقدم ہی ہوا کرتا ہے۔ (فتح القدیر، ج ۳، ص، بیروت)

زکوٰۃ کے حکم تاخیر میں ائمہ احناف کے فقہی اختلاف کا بیان

فقیہ ابوجعفر نے امام اعظم سے روایت کیا، امام ابویوسف نے اسے امالی میں ذکر کیا جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم الشہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی منتقی میں ہے جیسا کہ قہستانی نے محیط سے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ شیخین کے نزدیک ادائیگی زکوٰۃ علی الفور لازم ہوجاتی ہے، اور امام محمد سے ہے کہ جس نے ادائیگی میں تاخیر کی اس کی شہادت قبول نہ ہوگی۔ یہ بات اس بارے میں واضح ہے کہ شیخین سے یہی مذہب ظاہر الروایہ میں مروی ہے۔

(جامع الرموز، کتاب الزکوٰۃ، مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بغیر مجبوری کے تاخیر سے گناہ لازم آتا ہے جیسا کہ امام کرخی اور حاکم شہید نے المنتقی میں تصریح کی ہے۔ یہ بعینہ وہی بات ہے جس کا تذکرہ فقیہ ابوجعفر نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا ہے کہ بغیر عذر ادائیگی کو مؤخر کرنا مکروہ تحریمہ ہے کیونکہ جب کراہت کا ذکر مطلقاً ہو تو اس وقت وہ مکروہِ تحریمی پر محمول ہوتی ہے۔ امام ابو یوسف سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ تاخیر زکوٰۃ کی وجہ سے گواہی مردود ہو جائے گی کیونکہ زکوٰۃ فقراء کا حق ہے، تو تینوں بزرگوں سے یہ ثابت ہوا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی فی الفورم لازم ہوتی ہے (فتح القدیر، کتاب الزکوٰۃ، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ حسن بن منصور قاضی خان حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: آدمی قدرت کے بعد تاخیر زکوٰۃ کی وجہ سے گنہگار ہوگا یا نہیں؟ امام کرخی نے فرمایا: گنہ گار ہوگا۔ اسی طرح حاکم شہید نے منتقی میں ذکر کیا ہے۔ امام محمد سے مروی ہے کہ جس شخص نے بغیر عذر زکوٰۃ کو مؤخر کیا اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ ہشام نے امام ابو یوسف سے نقل کیا کہ وہ گنہگار نہ ہوگا۔

گنہگار ہونا (امام ابو یوسف کے حوالے سے) پہلے ذکر کیا ہے اور وہی قاضی خاں کے ہاں راجح، اظہر اور اشہر ہے، جیسا کہ اس پر خود انہوں نے تصریح کی ہے، اور یہی معتمد ہے، جیسا کہ اس پر طحطاوی، شامی اور دیگر لوگوں نے تصریح کی ہے، اسی طرح ہدایہ اور کافی میں اسی کو مقدم رکھا ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الزکوٰۃ، ج ۱، ص ۱۹۹، بیروت)

اتمام سال سے قبل زکوٰۃ کی ادائیگی میں مذاہب اربعہ

ہمارے نزدیک سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ دینا جائز ہے اور وہ ادا ہو جائے گی۔ حضرت امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق اور ابوثور کا قول بھی یہی ہے۔

حضرت حسن بصری، نخعی، زہری، اوزاعی، ثوری، شعبی، مجاہد، حاکم ابن ابی یعلی، سعید بن جبیر، حسن بن حی علیہم الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک سال سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ (البنایہ، ج ۴، ص ۸۲، حقانیہ)

بَابُ: زَكٰوةِ الْوَرِقِ وَالذَّهَبِ

یہ باب چاندی اور سونے کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے

1790- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّي قَدْ عَفَوْتُ لَكُمْ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ وَلٰكِنْ هَاتُوا رُبُعَ الْعُشُرِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میں نے تمہیں گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ معاف کردی ہے' تاہم تم عشر کا چوتھائی حصہ لے آیا کرو' ہر چالیس میں سے ایک ایک درہم''۔

1790: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1574 'ورقم الحدیث: 1575 'ورقم الحدیث: 1576

1791- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى أَنْبَأَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَعِيلَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَاقِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ كُلِّ عِشْرِينَ دِينَارًا فَصَاعِدًا نِصْفَ دِينَارٍ وَمِنَ الْأَرْبَعِينَ دِينَارًا دِينَارًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر بیس دینار یا اس سے زیادہ میں سے نصف دینار وصول کرتے تھے اور ہر چالیس میں سے ایک دینار وصول کرتے تھے۔

چاندی کے نصاب زکوٰۃ کا بیان

دوسو دراہم سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اوقیہ سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ (سنن دار قطنی) اور ایک اوقیہ چالیس دراہم کا ہوتا ہے۔ لہٰذا جب دوسو ہو جائیں اور ان پر سال گزر جائے تو ان پر پانچ دراہم واجب ہیں۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ وہ ہر دوسو پر پانچ دراہم وصول کریں۔ (سنن دار قطنی) اور ہر بیس مثقال سونے میں نصف مثقال وصول کریں۔ (ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

دوسو دراہم کے نصاب زکوٰۃ ہونے کا بیان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے گھوڑوں اور غلاموں میں زکوٰۃ معاف رکھی ہے یعنی اگر غلام تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان میں نہیں ہے اور گھوڑوں کی زکوٰۃ کے بارے میں ائمہ کا جو اختلاف ہے اسے بیان کیا جا چکا ہے تم چاندی کی زکوٰۃ ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم کے حساب سے ادا کرو جب کہ چاندی بقدر نصاب دوسو درہم ہو کیونکہ ایک سو نوے درہم یعنی دوسو درہم سے کم چاندی میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے جب دوسو درہم چاندی ہو تو اس میں سے پانچ درہم زکوٰۃ کے طور پر دینا واجب ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد) ابوداؤد نے حارث اعور سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ زہیر نے جو حارث سے روایت نقل کرتے ہیں کہا کہ میرا گمان ہے کہ حارث نے یہ کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تم ہر سال ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم یعنی چالیسواں حصہ ادا کرو اور تم پر اس وقت تک کچھ واجب نہیں جب تک کہ تمہارے پاس دوسو درہم پورے نہ ہوں جب دوسو درہم پورے ہوں تو ان میں بطور زکوٰۃ پانچ درہم واجب ہوں گے اور جب دوسو درہم سے زائد ہوں گے تو ان میں اسی حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔

اواق اوقیہ کی جمع ہے ایک اوقیہ چالیس درہم یعنی ساڑھے دس تولہ (122.47 گرام) کے برابر ہوتا ہے اس طرح پانچ اوقیہ دوسو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ تقریباً 216,1/2 گرام کے برابر ہوئے جو چاندی کا نصاب زکوٰۃ ہے اس مقدار سے کم چاندی میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے گویا جو شخص دوسو درہم کا مالک ہوگا وہ بطور زکوٰۃ پانچ درہم ادا کرے گا۔

یہ تو درہم کا نصاب تھا چاندی اگر سکہ کے علاوہ کسی دوسری صورت میں ہو مثلاً چاندی کے زیورات و برتن ہوں یا چاندی کے

1791: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

سکے ہوں تو اس کو بھی اسی پر قیاس کی جائے اور اسی طرح اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔

کرنسی نوٹ پر حکم زکوٰۃ کا بیان

نوٹ پر حکم زکوٰۃ میں نصاب سونے کا ہوگا یا چاندی کا نصاب ہوگا۔ اگر چاندی کا نصاب بنایا جائے تو اس میں فقراء کا زیادہ نفع ہے۔ کیونکہ چاندی کی صورت میں نہایت تھوڑے نصاب کی صورت میں صاحب نصاب ہونا پایا جاتا ہے۔

اور اگر سونے کا نصاب بنایا جائے تو یہ نصاب اتنا زیادہ ہے کہ چاندی کی بہ نسبت بہت کم لوگ اس نصاب کے مطابق صاحب نصاب بن سکیں گے۔

اس میں بین الاقوامی زر کی صورت میں دیکھا جائے تو سونا ہی ہے جس کی ضمانت پر لین دین ہوتا ہے اور نصاب ہونے میں اصل اعتبار بھی اسی کا کیا جائے گا۔

موجودہ کرنسی نوٹ کی زکوٰۃ کے مسئلہ میں غیر مقلدین کا نظریہ

رفیق طاہر لکھتا ہے۔ کرنسی جو آجکل رائج ہے یہ اپنی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ آپکے پاس پانچ ہزار کا نوٹ بھی ہو کل کلاں حکومت اعلان کردے کہ ہم نے یہ نوٹ منسوخ کردیا ہے اسکی جگہ نیا نوٹ رائج کردیا گیا ہے آپ کے پانچ ہزار کے نوٹ کی حیثیت ردی کاغذ کے ٹکڑے سے زیادہ نہیں! شریعت ایسی کرنسی کو مانتی ہے جو ڈی ویلیو نہیں ہوسکتی، جو اپنی حیثیت اپنے اندر رکھتی ہے, کوئی خارجی امر اس پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے شرع نے سونے اور چاندی کے سکوں یعنی درہم و دینار کو معیار بنایا ہے۔ اور سونے چاندی کے سوا دنیا کی تمام تر کرنسیاں خواہ وہ پیپر کرنسی ہو، چپ کرنسی ہو، یا الیکٹرانک کرنسی؛ سب اسی پر پرکھی جائیں گی۔ یعنی جس شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت موجود ہوگی اس پر زکوۃ فرض ہے۔

سونے کے نصاب زکوٰۃ کا بیان

جو سونا بیس مثقال سے تھوڑا ہو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ لہٰذا جب وہ بیس مثقال ہو تو نصف مثقال اس میں زکوٰۃ ہے۔ اسی حدیث کی وجہ سے جسے ہم نے بیان کیا ہے۔ اور مثقال کی تعریف یہ ہے کہ ہر سات مثقال دس دراہم کے برابر ہوں اور یہی عرف عام ہے۔ اس کے بعد ہر چار مثقال پر دو قیراط ہیں۔ کیونکہ چالیسواں حصہ ہی واجب ہے۔ اور یہ اسی میں ہوگا جس طرح ہم نے کہا ہے۔ کیونکہ ہر مثقل بیس قیراط کا ہوتا ہے۔ اور حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک چار مثقال سے تھوڑے پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اسی حساب سے زکوٰۃ واجب ہے اور یہ بھی مسئلہ کسور ہے۔ اور شریعت کے مطابق ہر دینار دس دراہم کا ہے۔ لہٰذا اس میں چار مثقال چالیس دراہم کے کی طرح ہوں گے۔

فرمایا: ڈلی والے سونے اور چاندی اور ان کے زیورات اور برتنوں میں زکوٰۃ واجب ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ عورتوں کے زیور اور مردوں کی چاندی کی انگوٹھی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مباح چیز میں مصروف ہونے والا ہے۔ لہٰذا یہ روزمرہ کپڑوں میں مصروف ہونے کی طرح ہوگا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سبب زکوٰۃ مال نامی ہے اور اس میں نمو کی دلیل پائی

جاتی ہے۔اور وہ تجارت کے لئے پیدائشی طور پر پایا جاتا ہے۔اور دلیل یہی اعتبار کی جائے گی۔ کپڑوں والی دلیل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا

زیورات کی زکوٰۃ فقہی اختلاف کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عورتوں کی جماعت، تم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرد اگر چہ وہ زیور ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ قیامت کے دن تم میں اکثریت دوزخیوں کی ہوگی۔(ترمذی)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد مکرم سے اور وہ اپنے جد محترم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن دو عورتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان دونوں نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے کڑے پہنے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کڑوں کو دیکھ کر فرمایا کہ کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو! ان دونوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم یہ بات پسند کرتی ہو کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے دو کڑے پہنائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو پھر اس سونے کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

اکثریت دوزخیوں کی ہوگی کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی اکثریت چونکہ دنیا اور دنیا کی چیزوں کی محبت میں گرفتار ہوتی ہے ہے جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوتی بلکہ خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کا ان میں جذبہ بھی نہیں ہوتا اس لیے عورتوں کی اکثریت کو دوزخی فرمایا گیا ہے چنانچہ عورتوں کو آگاہ فرمایا گیا کہ اگر تم دوزخ کی ہولناکیوں سے بچنا چاہتی ہو تو دنیا کی محبت اور دنیاوی عیش وعشرت کی طمع وحرص سے باز آؤ۔ خدا نے تمہیں جس قدر مال دیا ہے اس پر قناعت کرو اور اس میں سے زکوٰۃ و صدقہ نکالتی رہو تاکہ قیامت کے دن خدا کی رحمت تمہارے ساتھ ہو اور تم دوزخ میں جانے سے بچ جاؤ۔

عورتوں کے زیور کی زکوٰۃ کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا تو مسلک یہ ہے کہ مطلقاً زیور میں زکوٰۃ واجب ہے جب کہ وہ حد نصاب کو پہنچتا ہو حضرت امام شافعی کا پہلا قول بھی یہی ہے حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ عورتوں کے ان زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے جن کا استعمال مباح ہے لہٰذا جن زیورات کا استعمال حرام ہے ان حضرات کے نزدیک بھی ان میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، حضرت امام شافعی کا آخری قول بھی یہی ہے حضرت امام اعظم کے مسلک کی دلیل بھی یہی حدیث ہے جس سے مطلقاً زیورات میں زکوٰۃ کا وجوب ثابت ہو رہا ہے۔

کون سے زیورات مباح ہیں اور کون سے زیورات غیر مباح وحرام ہیں؟ اس کی تفصیل جاننے کے لیے محرر اور شافعی مسلک کی دوسری کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ میں سونے کا وضح جو ایک زیور کا نام ہے پہنا کرتی تھی ایک دن میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا اس کا شمار بھی جمع کرنے میں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو چیز اتنی مقدار میں ہو کہ اس کی زکوٰۃ ادا

کی جائے یعنی حد نصاب کو پہنچتی ہو تو زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد اس کا شمار جمع کرنے میں نہیں ہوتا۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوال کا مطلب یہ تھا کہ قرآن کریم نے مال جمع کرنے کے بارے میں یہ جو وعید بیان فرمائی ہے کہ آیت (والذین یکنزون الذهب والفضة الآیه)۔ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس میں سے خدا کی راہ میں کچھ خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب سے آگاہ کر دیجئے)۔ تو کیا سونے کا میرا یہ زیور بھی اس وعید میں داخل ہے اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیا کہ جو مال بقدر نصاب ہو اور اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے تو وہ مال اس وعید میں داخل نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم تو دردناک عذاب کی خبر اس مال کے مالک کے بارے میں دے رہا ہے جسے بغیر زکوٰۃ دیئے جمع کیا جائے۔

استعمال کے زیورات پر زکوٰۃ کا فقہی بیان

سونا اور چاندی از روئے شریعت خلقی طور پر (Bernfin) مال ہیں، لہٰذا یہ کسی بھی ہیئت (Form,Shape) میں ہوں، ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔ مثلاً برتن، مالیاتی سکے (Coins) سونے یا چاندی کی ڈلی (Bullion(Gold))، استعمال کے زیورات وغیرہ۔

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان امراة اتت رسول الله صلى الله عليه وسلم، ومعها ابنة لها، وفي يد ابنتها مسكتان غليظتان من ذهب، فقال لها: اتعطين زكاة هذا؟ قالت: لا، قال: ايسرك ان يسورك الله بهما يوم القيمة سوارين من نار؟ قال: فخلعتهمافالقتهما الى النبى صلى الله عليه وسلم وقالت: هما لله ولرسوله۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک خاتون اپنی ایک لڑکی کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس لڑکی کے ہاتھوں میں سونے کے موٹے اور بھاری کنگن تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ان کنگنوں کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کیا تم اس بات پر خوش ہوگی کہ اللہ تعالیٰ (زکوٰۃ نہ دینے کی بناء پر) ان کنگنوں کے عوض قیامت کے دن تمہیں آگ کے کنگن پہنائے؟ یہ (وعید عذاب) سنتے ہی اس نے وہ کنگن اتار کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیے اور عرض کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہیں (یعنی یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں صدقہ ہیں)۔

(سنن ابی داؤد، جلد 2، رقم الحدیث 1558، مطبوعہ موسسہ الریان، بیروت)

عن ام سلمة قالت: كنت البس وضاحا من ذهب، فقلت: يا رسول الله، اكنز هو؟ فقال: ما بلغ ان تؤدى زكاته فزكى فليس بكنز ۔ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کے اوضاح (ایک خاص زیور کا نام ہے) پہنتی تھی، میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ بھی اُس کنز میں شامل ہے (یعنی جس پر سورۃ توبہ آیت: 34-35 میں عذاب جہنم کی وعید آئی ہے)؟۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سونے کے زیورات اتنی مقدار کو پہنچ جائیں کہ ان پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور پھر ان کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو ان پر کنز کا اطلاق

نہیں ہوتا۔ (سنن ابی داؤد، جلد 2، رقم الحدیث: 1558، مطبوعہ موسسہ الریان، بیروت، موطا امام مالک)۔

ان احادیث مبارکہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ استعمال کے زیورات پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، کیونکہ دونوں خواتین نے سونے کے زیورات پہن رکھے تھے۔

اگر سونا یا چاندی مخلوط (Mixed) ہو اور کسی اور چیز کی ملاوٹ اس میں ہو تو غالب جز کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر شے مخلوط میں غالب مقدار سونا ہے تو اسے سونا قرار دے کر ان کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی ورنہ نہیں اور موجود بازاری قیمتِ فروخت کا اعتبار ہوگا، قیمتِ خرید کا نہیں۔ سونے کے زیورات کو وزن کرتے وقت نگینوں کا وزن منہا ہو جائے گا، البتہ ہیرے (Diamond) اور دوسرے قیمتی پتھر مثلاً زمرد، عقیق، یاقوت وغیرہ اگر تجارت کے لیے ہیں تو ان پر زکوٰۃ ہے، ذاتی استعمال میں ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ ہاں اگر اولاد کو مالک بنا دیا ہے اور زیورات مقدار نصاب سے کم ہیں اور بیٹا یا بیٹی صاحب نصاب نہیں ہیں تو ان پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی۔

فقہ شافعی و حنبلی کے مطابق زیورات والی عورت کا زکوٰۃ لینا

جب کوئی عورت زیور کی مالکہ ہو تو اور اس کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہیں تو وہ اس سے غنی اور مالدار نہیں بن جاتی، چاہے یہ زیور سونے یا چاندی کا ہو اور زکاۃ کے نصاب کو بھی پہنچتا ہو، بلکہ یہ فقیر اور محتاج ہی رہے گی، اور اس وصف کی بنا پر وہ زکاۃ لینے کی مستحق ہے، شافعیہ اور حنابلہ نے اسی کو بیان کیا اور صراحت کی ہے۔

شافعی فقیہ الرملی کا کہنا ہے کہ عورت کا وہ زیور جو اس کے لائق ہے اور عادتاً زیبائش کے لیے جس کی وہ محتاج اور ضرورتمند ہوتی ہے وہ اس کے فقر میں مانع نہیں" (نھایۃ المحتاج للرملی (6/150)

یعنی وہ فقیر ہی رہے گی اور فقر کے وصف کی بنا پر زکاۃ لینے کی مستحق ٹھرے گی۔

اور فقہ حنبلی کی کتاب "کشاف القناع" میں ہے: یا اس کے پاس استعمال کے لیے زیور ہو جس کی وہ ضرورتمند ہے تو یہ اس کے زکاۃ لینے میں مانع نہیں۔ (کشاف القناع (1/387)

یعنی وہ فقیر اور محتاج ہی رہے گی، اور باوجود اس کے کہ اس کی زیبائش کی ضرورت کے لیے اس کے پاس زیور ہے وہ زکاۃ لینے کی مستحق ہے، اور اس طرح اس سے فقر کا وصف زائل نہیں ہوتا۔

زیورات کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: حضرت امام مالک، امام احمد بن حنبل، اور ایک قول کے مطابق حضرت امام شافعی علیہم الرحمہ کے نزدیک زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ جبکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام شافعی کے راجح قول کے مطابق زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔

جن کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے ان کی موافقت میں حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام میں سے حضرت سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، عطاء، مجاہد، عبداللہ بن شداد، جابت بن زید، ابن

سیرین، میمون بن مہران، زہری، ثوری، اور اصحاب رائے کا نظریہ بھی ہے کہ زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔

(المغنی، ۲، ص، ۲۲۳، بیروت)

علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے عورتوں کے زیورات میں زکوٰۃ کے مسئلہ پر استخارہ کیا تو انہوں نے وجوب زکوٰۃ کا حکم سمجھا ہے۔ لہٰذا ان کا موقف احادیث کے موافق ہے کہ زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے۔

(المہذب ج ۲، ص، ۳۲۰، بیروت)

بَابُ: مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا

یہ باب ہے کہ جس کو مال میں فائدہ حاصل ہو

مال مستفاد کی زکوٰۃ کا بیان

1792-حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا حَارِثَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا زَكَاةَ فِي مَالٍ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''مال میں زکوٰۃ اس وقت تک لازم نہیں ہوتی جب تک اس پر پورا ایک سال نہیں گزر جاتا''۔

شرح

اور جس شخص کے پاس نصاب ہو پس اسے درمیان سال میں اسی جنس سے مال حاصل ہوا تو وہ اس مال کو پہلے مال کے ساتھ ملائے اور اس کی بھی زکوٰۃ ادا کرے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: نہیں ملایا جائے گا۔ کیونکہ وہ مال مالک کے حق میں اصل ہے لہٰذا یہ حکم کے اعتبار سے بھی اصل رہے گا۔ بخلاف اولاد اور منافع کے کیونکہ اولاد ملکیت کے اعتبار سے اصل کے تابع ہے یہاں تک کہ اصل مملوک ہونے سے ران پر بھی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ مجانست ہی علت ہے جو اولاد اور منافع میں ہے۔ کیونکہ ایک جنس ہونے کے وقت فرق کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا ہر مال مستفاد کے لئے الگ سال کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اور سال کی شرط تو صرف آسانی کے لئے بیان کی گئی ہے۔

مال مستفاد کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کسی کو مال حاصل ہوا تو اس پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جب تک کہ ایک سال نہ گزر جائے امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور ایک جماعت کے بارے میں کہا ہے کہ اس نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر پر موقوف کیا ہے یعنی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی نہیں ہے بلکہ خود حضرت ابن عمر کا قول ہے۔

1792: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

پہلے یہ سمجھ لیجیے کہ مال مستفاد کسے کہتے ہیں؟ فرض کیجیے کہ آپ کے پاس اسی بکریاں موجود ہیں جن پر ابھی سال پورا نہیں ہے اسی درمیان میں اکتالیس بکریاں اور آپ کو حاصل ہو جاتی ہیں خواہ وہ میراث میں حاصل ہوئی ہوں یا تجارت سے منافع کی صورت میں اور خواہ کسی نے آپ کو ہبہ کر دی ہوں بہر حال اس طرح بکریوں کی تعداد اسی کی بجائے ایک سو اکیس ہو گی چنانچہ یہ اکتالیس بکریاں جو آپ کو درمیان سال حاصل ہوئی ہیں مال مستفاد کہلائیں گی۔ گویا مال مستفاد کی تعریف یہ ہوئی کہ وہ مال کی جنس سے ہو اور درمیان سال حاصل ہوا ہو۔

اب اس حدیث کی طرف آیئے ابن مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص پر مال کی وجہ سے زکوٰۃ فرض ہو اور سال کے درمیان اسے کچھ مزید مال پہلے سے موجود مال ہی کی جنس سے (مثلاً پہلے سے بکریاں موجود ہوں تو بکریاں ہی یا پہلے سے گائیں موجود ہوں تو گائیں) ملے تو بعد میں حاصل ہونے والے اس مال پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی جب کہ اس مال پر پورا سال نہ گزر جائے چنانچہ حضرت امام شافع کا یہی مسلک ہے۔ لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اصل (پہلے سے موجود) مال ہی پر پورا سال گزر جانا کافی ہے بعد میں حاصل ہونے والے مال پورا سال گزرے یا نہ گزرے زکوٰۃ مجموعہ مال پر واجب ہو جائے گی۔

اس اختلاف کو مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس اسی بکریاں ہیں جن پر ابھی چھ مہینے ہی گزرے تھے کہ پھر اسے اکتالیس بکریاں حاصل ہو گئیں چاہے تو انہیں اس نے خریدا ہو چاہے اسے وراثت میں ملی ہوں یا کسی اور طرح اس نے حاصل کی ہوں تو ان بعد میں ملنے والی اکتالیس بکریوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی۔ ہاں اگر ان بکریوں پر بھی ان کو خریدنے یا وراثت میں حاصل ہونے کے وقت سے ایک سال پورا ہو جائے گا تو زکوٰۃ واجب ہو گی حضرت امام شافعی اور ان کے ساتھ ہی حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے۔ مگر حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھ حضرت امام مالک کے نزدیک وہ مال مستفاد (جو بعد میں حاصل ہوا ہے) اصل (یعنی پہلے سے موجود) مال کے تابع ہو گا، جب پہلے سے موجود اسی بکریوں پر ایک سال گزر جائے گا تو مجموعہ بکریوں پر زکوٰۃ میں دو بکریاں نکالنا واجب ہو جائے گا کیونکہ بکریوں کی زکوٰۃ کا نصاب چالیس ہے یعنی چالیس سے کم بکریوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ بلکہ چالیس سے ایک سو بیس کی تعداد پر ایک بکری واجب ہوتی ہے۔ جب تعداد ایک سو اکیس ہو جاتی ہے تو دو بکریاں واجب ہو جاتی ہیں لہٰذا مذکورہ بالا صورت میں پہلے اور بعد کی بکریوں کی مجموعی تعداد چونکہ ایک سو اکیس ہو گئی اس لیے دو بکریاں واجب ہوں گی۔

اب رہ گئی یہ بات کہ حدیث سے تو بظاہر حضرت امام شافعی ہی کے مسلک کی تائید ہو رہی ہے تو اس بارے میں حنفی علماء کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ اس حدیث کے وہ معنی ہیں ہی نہیں جو شافعی حضرات بیان کرتے ہیں بلکہ اس کا تو مفہوم یہ ہے کہ جو شخص ابتدائی طور پر مال پائے اور حاصل کرے تو اس پر زکوٰۃ اسی وقت واجب ہو گی جب کہ مال پر ایک سال گزر جائے لہٰذا حدیث میں مال سے مستفاد مراد نہیں ہے۔

مال مستفاد کی زکوٰۃ میں احناف و شوافع کے اختلاف کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مال مستفاد کی دو اقسام ہیں۔ (۱) اس مال مستفاد کا درمیان سال میں ہونا ایک ہی

جنس سے ہو (۲) اس مال مستفاد کی جنس سے مختلف ہو۔

دوسری صورت میں بالاتفاق اس کو مال کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا۔ اور اس کی صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس اونٹ ہیں کہ درمیان سال اس کے پاس گائے یا بکریاں آگئیں تو کیا ان بکریوں یا گائے کو اونٹوں کے نصاب کے ساتھ ملایا جائے تو جنس کے اختلاف کی بالاتفاق نہیں ملایا جائے گا۔ بلکہ ان اشیاء کے لئے الگ سال کو بطور نصاب شمار کیا جائے گا۔

اور جب مال مستفاد اسی کی جنس سے ہو۔ تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں ہے۔ کہ وہ اصلی سبب سے حاصل ہوا ہے۔ جس طرح اولاد یا منافع ہیں۔ یا اس کا مقصود سبب بنا ہے۔ تو پہلی صورت میں بالاجماع ملایا جائے گا۔ اور دوسری صورت میں جب کسی شخص کے پاس سائمہ میں سے اتنی مقدار ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہے اور اسی میں درمیان سال بیچنے یا ہبہ کے ذریعے اسی کی جنس سے حاصل ہوا یا اسی جنس سے میراث کے ذریعے حاصل ہوا تو اس کو بھی ملایا جائے گا۔ اور احناف کے نزدیک سال کے مکمل ہونے پر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے مال مستفاد کے لئے نئے سال کا حساب کیا جائے گا اور اس کے پورا ہونے پر اس میں زکوٰۃ ہوگی۔ خواہ وہ نصاب کے برابر ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ اصل اس میں یہ ہے کہ حق ملکیت حاصل ہوا ہے اگرچہ یہ حق ملکیت غیر سبب سے حاصل ہوا ہے کیونکہ اگر نصاب کے مطابق حق ملکیت حاصل ہوتا تو یہ سبب کے مطابق تھا اور جب نصاب پر مال مستفاد حاصل ہوا ہے جو نصاب کو پہنچنے والا نہیں ہے تو یہ حق ملکیت سبب اصلی کے غیر سے حاصل ہوا ہے۔ لہٰذا اتمام سال پر مال مستفاد سے زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہوگا۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص، بیروت)

بَابُ: مَا تَجِبُ فِيهِ الزَّكٰوةُ مِنَ الْاَمْوَالِ

یہ باب ہے کہ کون سے اموال میں زکوٰۃ لازم ہوتی ہے؟

چار قسم کے اموال میں زکوٰۃ فرض ہونے کا بیان

شریعت نے چار قسم کے مالوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے (۱) سائمہ جانوروں پر (۲) سونے چاندی پر (۳) تجارتی مال پر خواہ وہ کسی قسم کا ہو (۴) کھیتی اور درختوں کی پیداوار پر گو اس چوتھی قسم کو فقہاء زکوٰۃ کے لفظ سے ذکر نہیں کرتے بلکہ اسے عشر کہتے ہیں چنانچہ متفقہ طور تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چوپایہ جانوروں یعنی اونٹ گائے، بکری، دنبہ، بھیڑ اور بھینس میں زکوٰۃ واجب ہے خواہ جانور نر ہوں یا مادہ ان کے علاوہ اور جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ البتہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ واجب ہے اس کی تفصیل اگلے صفحات میں بیان کی گائے گی اسی طرح متفقہ طور پر تمام ائمہ کے نزدیک سونے چاندی اور تجارت کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے۔ جو چیزیں ایک سال تک قائم نہ رہتی ہوں جیسے ککڑی، کھیرا، خربوزہ اور دوسری ترکاریاں ساگ وغیرہ ان میں دوسرے ائمہ کے نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں ہے البتہ کھجوروں اور کشمش میں زکوٰۃ واجب ہے جب کہ ان کی مقدار پانچ وسق تک ہو پانچ وسق سے کم مقدار میں ان میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کے ہاں ہر اس چیز میں عشر یعنی دسواں حصہ نکالنا

واجب ہے جو زمین سے پیدا ہو خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ ہو لیکن بانس، لکڑی اور گھاس میں عشر واجب نہیں ہے اس بارے میں حضرت امام صاحب کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ ما اخرجتہ الارض ففیہ العشر۔ زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز میں دسواں حصہ نکالنا واجب ہے۔ زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہونے کے لئے کسی مقدار معین کی شرط نہیں ہے اسی طرح سال گزرنے کی بھی قید نہیں بلکہ جس قدر اور جب بھی پیداوار ہو گی اسی وقت دسواں حصہ نکالنا واجب ہو جائے گا دوسرے مالوں کے برخلاف کہ ان میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوتی ہے جب کہ وہ بقدر نصاب ہوں اور ان پر ایک سال پورا گزر جائے۔

1793-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنِی الْوَلِيْدُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ صَعْصَعَةَ عَنْ يَحْيٰی بْنِ عُمَارَةَ وَعَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَدَقَةَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسَاقٍ مِّنَ التَّمْرِ وَلَا فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ وَّلَا فِيْمَا دُوْنَ خَمْسٍ مِّنَ الْاِبِلِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: پانچ وسق سے کم کھجوروں میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

1794-حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَّلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَّلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسَاقٍ صَدَقَةٌ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی' پانچ اوقیہ سے کم (چاندی) میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی اور پانچ وسق سے کم (اناج) میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی"۔

بَابُ: تَعْجِيْلِ الزَّكٰوةِ قَبْلَ مَحِلِّهَا

یہ باب زکوٰۃ کو اس کے وقت سے پہلے ادا کرنے کے بیان میں ہے

1795-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰی حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ حَجَّاجِ بْنِ دِيْنَارٍ

1793: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1405 ' ورقم الحدیث: 1447 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2260 ' ورقم الحدیث: 2261 ' ورقم الحدیث: 2262 ' ورقم الحدیث: 2263 ' ورقم الحدیث: 2264 ' ورقم الحدیث: 2265 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1558 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 626 ' ورقم الحدیث: 627 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2444 ' ورقم الحدیث: 2445 ' ورقم الحدیث 2472 ' ورقم الحدیث: 2474 ' ورقم الحدیث: 2475 ' ورقم الحدیث: 2482 ' ورقم الحدیث: 2483 ' ورقم الحدیث: 2484 ' ورقم الحدیث: 2486

1794: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1795: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1624 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 678

عَنِ الْحَكَمِ عَنْ حُجَيَّةَ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ اَنَّ الْعَبَّاسَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ تَعْجِيْلِ صَدَقَتِهٖ قَبْلَ اَنْ تَحِلَّ فَرَخَّصَ لَهٗ فِىْ ذٰلِكَ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے اس کی پیشگی ادائیگی کے بارے میں دریافت کیا: تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دی۔

شرح

حنفیہ اور اکثر ائمہ کے نزدیک یہ بات جائز اور درست ہے کہ مال پر سال پورا ہونے سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کر دی جائے بشرطیکہ زکوٰۃ دینے والا نصاب شرعی کا مالک ہو۔

بَابُ: مَا يُقَالُ عِنْدَ اِخْرَاجِ الزَّكٰوةِ

یہ باب ہے کہ زکوٰۃ نکالتے وقت کیا کہا جائے؟

1796- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِىْ اَوْفٰى يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ الرَّجُلُ بِصَدَقَةِ مَالِهٖ صَلّٰى عَلَيْهِ فَاَتَيْتُهٗ بِصَدَقَةِ مَالِیْ فَقَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى اٰلِ اَبِىْ اَوْفٰى

حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب بھی لوگ زکوٰۃ کا مال لے کر آتے تھے تو آپ فرماتے: اے اللہ! آل فلاں پر رحم فرما! جب میرے والد حضرت ابواوفی رضی اللہ عنہ اپنا صدقہ لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی: اے اللہ! آل ابواوفی پر رحم فرما۔

شرح

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جب کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی زکوٰۃ لے کر حاضر ہوتا تو آپ فرماتے کہ اے اللہ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرما۔ کسی شخص کے بارہ میں تنہا اس کے لئے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنا یعنی اس طرح کہنا کہ اللھم صل علی آل فلاں درست نہیں ہے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا صرف انبیاء کرام کے لئے مخصوص ہے ہاں اگر کسی شخص کو انبیاء کے ساتھ متعلق کر کے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی جائے تو درست ہے جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا تعلق ہے کہ آپ زکوٰۃ لانے والوں کے لئے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعائے رحمت کرتے تھے تو اس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کسی اور کے لئے یہ جائز نہیں ہے۔

1796: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1497 ' ورقم الحدیث: 4166 ' ورقم الحدیث: 6332 ' ورقم الحدیث 6359 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2489 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1590 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2458

1797 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1797- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْبَخْتَرِيِّ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَعْطَيْتُمُ الزَّكٰوةَ فَلَا تَنْسَوْا ثَوَابَهَا اَنْ تَقُولُوا اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا مَغْنَمًا وَّلَا تَجْعَلْهَا مَغْرَمًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "جب تم زکوٰۃ ادا کرو تو اس کے ثواب کو نہ بھول جانا' تم یہ دعا مانگو' "اے اللہ تو اسے غنیمت بنا دے' اسے "جرمانہ" نہ بنانا"۔

بَابُ: صَدَقَةِ الْاِبِلِ

یہ باب اونٹوں کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے

1798- حَدَّثَنَا اَبُو بِشْرٍ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقْرَاَنِي سَالِمٌ كِتَابًا كَتَبَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّدَقَاتِ قَبْلَ اَنْ يَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَوَجَدْتُ فِيهِ فِي خَمْسٍ مِّنَ الْاِبِلِ شَاةٌ وَّفِي عَشْرٍ شَاتَانِ وَفِي خَمْسَ عَشْرَةَ ثَلَاثُ شِيَاهٍ وَّفِي عِشْرِينَ اَرْبَعُ شِيَاهٍ وَّفِي خَمْسٍ وَّعِشْرِينَ بِنْتُ مَخَاضٍ اِلَى خَمْسٍ وَّثَلَاثِينَ فَاِنْ لَّمْ تُوجَدْ بِنْتُ مَخَاضٍ فَابْنُ لَبُونٍ ذَكَرٌ فَاِنْ زَادَتْ عَلَى خَمْسٍ وَّثَلَاثِينَ وَاحِدَةً فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ اِلَى خَمْسَةٍ وَّاَرْبَعِينَ فَاِنْ زَادَتْ عَلَى خَمْسٍ وَّاَرْبَعِينَ وَاحِدَةً فَفِيهَا حِقَّةٌ اِلَى سِتِّينَ فَاِنْ زَادَتْ عَلَى سِتِّينَ وَاحِدَةً فَفِيهَا جَذَعَةٌ اِلَى خَمْسٍ وَّسَبْعِينَ فَاِنْ زَادَتْ عَلَى خَمْسٍ وَّسَبْعِينَ وَاحِدَةً فَفِيهَا ابْنَتَا لَبُونٍ اِلَى تِسْعِينَ فَاِنْ زَادَتْ عَلَى تِسْعِينَ وَاحِدَةً فَفِيهَا حِقَّتَانِ اِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَاِذَا كَثُرَتْ فَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ وَّفِي كُلِّ اَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ

سالم بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' ابن شہاب کہتے ہیں: سالم نے مجھے وہ خط دکھایا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے بارے میں اپنے وصال سے پہلے تحریر کروایا تھا' تو اس میں مجھے یہ مضمون ملا۔

"پانچ اونٹوں میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی' دس میں دو کی ادائیگی لازم ہوگی' پندرہ میں تین بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی' بیس میں چار بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی' پچیس اونٹوں میں ایک بنت مخاض کی ادائیگی لازم ہوگی' یہ حکم پینتیس تک ہے' اگر بنت مخاض نہیں ملتی' تو ابن لبون مذکر کی ادائیگی لازم ہوگی' اگر پینتیس سے ایک اونٹ بھی زیادہ ہو جاتا ہے' تو پھر ان میں ایک بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی اور یہ حکم پینتالیس تک ہے' اور اگر پینتالیس سے ایک بھی اونٹ زیادہ ہو جاتا ہے' تو پھر ان میں حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی' یہ حکم ساٹھ تک ہے' اگر ساٹھ سے ایک بھی زیادہ ہو جاتا ہے' تو اس میں جذعہ کی ادائیگی لازم ہوگی' یہ حکم پچھتر تک ہے' اگر پچھتر سے ایک بھی زیادہ ہو جاتا ہے' تو اس میں دو بنت

1798۔ اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 1805

لبون کی ادائیگی لازم ہوگی' یہ حکم نوے تک ہے' اگر نوے سے ایک بھی زیادہ ہو جاتا ہے' تو اس میں دو حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی' یہ حکم ایک سو بیس تک ہے' اگر اونٹ زیادہ ہوں' تو ہر پچاس میں ایک حقہ کی اور ہر چالیس میں ایک بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی"۔

1799- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَقِيلِ بْنِ خُوَيْلِدٍ النَّيْسَابُورِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي سَعِيدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ وَّلَا فِي الْاَرْبَعِ شَيْءٌ فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا فَفِيهَا شَاةٌ اِلَى اَنْ تَبْلُغَ تِسْعًا فَاِذَا بَلَغَتْ عَشْرًا فَفِيهَا شَاتَانِ اِلَى اَنْ تَبْلُغَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسَ عَشْرَةَ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ اِلَى اَنْ تَبْلُغَ تِسْعَ عَشْرَةَ فَاِذَا بَلَغَتْ عِشْرِينَ فَفِيهَا اَرْبَعُ شِيَاهٍ اِلَى اَنْ تَبْلُغَ اَرْبَعًا وَّعِشْرِينَ فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِينَ فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ اِلَى خَمْسٍ وَّثَلَاثِينَ فَاِذَا لَمْ تَكُنْ بِنْتُ مَخَاضٍ فَابْنُ لَبُونٍ ذَكَرٌ فَاِنْ زَادَتْ بَعِيرًا فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ اِلَى اَنْ تَبْلُغَ خَمْسًا وَّاَرْبَعِينَ فَاِنْ زَادَتْ بَعِيرًا فَفِيهَا حِقَّةٌ اِلَى اَنْ تَبْلُغَ سِتِّينَ فَاِنْ زَادَتْ بَعِيرًا فَفِيهَا جَذَعَةٌ اِلَى اَنْ تَبْلُغَ خَمْسًا وَّسَبْعِينَ فَاِنْ زَادَتْ بَعِيرًا فَفِيهَا بِنْتَا لَبُونٍ اِلَى اَنْ تَبْلُغَ تِسْعِينَ فَاِنْ زَادَتْ بَعِيرًا فَفِيهَا حِقَّتَانِ اِلَى اَنْ تَبْلُغَ عِشْرِينَ وَمِائَةً ثُمَّ فِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ وَّفِي كُلِّ اَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی' چار میں کسی چیز کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی' جب یہ پانچ ہو جائیں' تو ان میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی' یہاں تک کہ یہ نو ہو جائیں جب یہ دس ہو جائیں' تو ان میں سے دو بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی یہاں تک کہ یہ چودہ تک پہنچ جائیں' جب یہ پندرہ ہو جائیں' تو ان میں تین بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی' یہاں تک کہ یہ انیس تک پہنچ جائیں' جب یہ بیس ہو جائیں' تو ان میں چار بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی' یہاں تک کہ یہ چوبیس تک پہنچ جائیں' جب یہ پچیس تک پہنچ جائیں' تو ان میں ایک بنت مخاض کی ادائیگی لازم ہوگی یہاں تک یہ کہ پینتیس تک پہنچ جائیں' اگر بنت مخاض موجود نہ ہو' تو ان میں ایک ابن لبون مذکر کی ادائیگی لازم ہوگی' اگر ایک بھی اونٹ زیادہ ہو جائے' تو اس میں ایک بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی' یہاں تک کہ یہ پینتالیس تک پہنچ جائیں' اگر ایک بھی زیادہ ہو جائے' تو اس میں ایک حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی' یہاں تک کہ یہ ساٹھ تک پہنچ جائیں اگر ایک اونٹ بھی زیادہ ہو جائے' تو اس میں ایک جذعہ کی ادائیگی لازم ہوگی' یہاں تک کہ یہ پچھتر تک پہنچ جائیں' اگر ایک اونٹنی زیادہ ہو جائے' تو اس میں دو بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی' یہاں تک کہ یہ نوے تک پہنچ جائیں' اگر ایک اونٹ بھی زیادہ ہو جائے' تو اس میں دو حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی' یہاں تک کہ یہ ایک سو بیس تک پہنچ جائیں' پھر ہر پچاس میں ایک حقہ کی اور ہر چالیس میں ایک بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی"۔

1799 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

شرح

صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ لہٰذا جب وہ پانچ ہو جائیں اور وہ سائمہ ہوں اور ان پر سال گزر گیا تو ان پانچ سے نو (۹) تک ایک بکری (زکوٰۃ) ہوگی۔ اگر وہ دس ہو جائیں تو چودہ تک دو بکریاں ہیں۔ اور اگر وہ پندرہ ہو جائیں تو انیس تک تین بکریاں ہیں۔ اگر وہ بیس ہو جائیں تو چوبیس تک چار بکریاں ہیں۔ جب وہ پچیس ہو جائیں تو پینتیس (۳۵) تک ان میں ایک بنت مخاض ہے۔ بنت مخاض اس مادہ بچے کو کہتے ہیں جو عمر کے دوسرے سال میں ہو۔ جب وہ چھتیس (۳۶) ہو جائیں تو پینتالیس (۴۵) تک ان میں ایک بنت لبون ہے۔ اور بنت لبون وہ مادہ بچہ ہے جو عمر کے تیسرے سال میں ہو۔ اور جب وہ چھیالیس (۴۶) ہو جائیں تو ساٹھ تک ان میں ایک حقہ ہے اور حقہ وہ مادہ بچہ ہے جو عمر کے چوتھے سال میں ہو اور جب وہ اکسٹھ (۶۱) ہو جائیں تو نوے (۹۰) تک ان میں دو بنت لبون ہیں۔ اور جب وہ اکانوے (۹۱) ہو جائیں تو ایک سو بیس (۱۲۰) تک دو حقے ہیں۔ انہی دلائل کی وجہ سے جو رسول اللہ ﷺ سے مشہور ہوئے ہیں۔

جب وہ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو فریضہ نئے سرے سے شمار کیا جائے گا۔ لہٰذا پانچ زیادہ ہونے پر ایک بکری دو حقوں کے ساتھ ہوگی۔ اور دس میں دو بکریاں جبکہ پندرہ میں تین بکریاں ساتھ ہوں گی۔ اور بیس میں چار بکریاں جبکہ پچیس سے لے کر ایک سو پچاس تک ایک بنت مخاض ہوگا۔ اور ایک سو پچاس میں تین حقے ہوں گے۔ پھر نئے سرے سے زکوٰۃ کا فریضہ شمار کیا جائے گا۔ پانچ میں ایک بکری دس میں دو بکریاں اور پندرہ میں تین بکریاں اور بیس میں چار بکریاں اور پچیس میں ایک بنت مخاض اور چھتیس میں ایک بنت لبون ہوگا۔ جب وہ ایک سو چھیانوے (۱۹۶) ہو جائیں تو دو سو تک ان میں چار حقے ہوں گے۔ پھر زکوٰۃ کا فریضہ اسی طرح نئے سرے سے شمار کیا جائے گا جس طرح ایک سو پچاس کے بعد پچاس میں شمار کیا گیا ہے۔ اور یہ ہمارے نزدیک ہے۔

(ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

سال کے اکثر سائمہ ہونے میں وجوب زکوٰۃ میں فقہی مذاہب

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ سال کے اکثر حصے میں چرنے والے اونٹ پر زکوٰۃ ہے۔ اس مسئلہ میں ہمارا مذہب اور حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا مذہب ایک ہی ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب تک وہ تمام سال کا سائمہ نہیں ہے اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ سائمہ ہونا شرط ہے اور یہ اسی طرح شرط ہے جس ملک نصاب کے لئے سال کی شرط ہے۔ کیونکہ سائمہ ہونے کی صورت میں چارہ ساقط ہو جاتا ہے لیکن جب وہ چارہ کھائے گا تو اس سے حکم سائم ہونا ساقط ہو جائے گا جس کی بنیاد پر زکوٰۃ اس پر فرض ہوئی تھی۔

ہماری دلیل نص کا عموم ہے۔ اور ماشیت کا نصب ہے اور سوم کے نام کے جہاں اطلاق کا تعلق ہے تو سوم چارہ کو ساقط کرنے والا نہیں ہے اور نہ چارہ سوم کو ساقط کرنے والا ہے بلکہ چارہ تو سوم کی مدد کرنے والا ہے یعنی کچھ تو وہ چرنے سے پیٹ بھر کر آیا ہے اور کچھ چارے سے پیٹ بھر لے گا۔ لہٰذا امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل کے مطابق چارہ سوم کو ساقط کرنے والے کا حکم صحیح نہیں ہے بلکہ

احناف وحنابلہ کا مؤقف صحیح ہے۔ (المغنی، ج ۲، ص ۲۲۵، بیروت)

اونٹوں کی مختلف عمروں میں مختلف ناموں کا بیان

امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے ابوریاشی اور حاتم سے سنا ہے اور نضر بن شمیل اور ابوعبید کی کتاب سے حاصل کیا ہے کوئی بات ان میں سے کسی ایک ہی نے کہی ہے ان لوگوں نے کہا کہ اونٹ کا بچہ (جب تک پیٹ میں رہتا ہے) حوار کہلاتا ہے اور جب پیدا ہو چکتا ہے تو اس کو فصیل کہتے ہیں جب دوسرے برس میں لگے تو بنت مخاض، جب تیسرے میں لگے تو بنت لبون، جب تین برس کا ہو جائے تو چوتھے سال تک اس کو حق اور حقہ کہتے ہیں کیونکہ اس وقت تک وہ سواری اور جفتی کے لائق ہو جاتے ہیں اور نر اونٹ جوان نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ چھ برس کا ہو جائے اور حقہ کو طروقۃ الفحل بھی کہتے ہیں کہ نر اس پر کودتا ہے چار برس پورے ہونے تک جب پانچواں برس لگے تو جذعہ کہلاتا ہے پانچ برس پورے ہونے تک جب چھٹے برس میں لگے اور سامنے کے دانت گرائے تو ثنی ہے چھ برس پورے ہونے تک، جب ساتواں برس لگے تو نر کو رباعی اور مادہ کو رباعیہ کہیں گے سات برس پورے ہونے تک، جب آٹھواں برس لگے اور چھٹا دانت نکالے تو وہ سدیس اور سدس ہے آٹھ برس پورے ہونے تک، جب نواں برس لگے تو وہ بازل ہے کیونکہ اس کی کچلیاں نکل آتی ہیں دسواں برس شروع ہونے تک اب اس کا نام مخلف ہے اس کے بعد اس کا کوئی نام نہیں، مگر یوں کہیں گے کہ ایک سال کا بازل، دو سال کا بازل، ایک سال کا مخلف، دو سال کا مخلف تین سال کا مخلف، پانچ سال تک اسی طرح کہیں گے اور خلفہ حاملہ کو کہتے ہیں ابو حاتم نے کہا ہے وہ جذوعہ ایک وقت کا نام ہے کوئی دانت نہیں ہے اور دانتوں کی فصل سہیل تارے کے نکلنے پر بدلتی ہے ابوداؤد کہتے ہیں کہ ریاشی نے ہم کو یہ شعر سنائے (جن کا مفہوم یہ ہے) جب پہلی رات کو سہیل نکلا تو ابن لبون حق ہو گیا اور حق جذعہ بن گیا دانتوں میں سے کچھ نہ رہا سوائے ہبع کے، ہبع وہ بچہ ہے جو بیوقت پیدا ہوا ہو۔ (سنن ابوداؤد)

اونٹوں کے نصاب میں بکری کو بطور زکوٰۃ کیوں دیا جاتا ہے

علامہ ابن محمود البابرتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اگر یہ سوال کیا جائے کہ زکوٰۃ میں اصل یہ ہے کہ ہر قسم کی زکوٰۃ اس قسم سے دی جاتی ہے۔ اور اونٹوں کی زکوٰۃ میں ایک بکری یا بکریوں کو بطور زکوٰۃ دینا واجب ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ خلاف قیاس بھی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس خلاف نص ہے۔ لہٰذا نص کے ہوتے ہوئے کسی قسم کے قیاس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ (اگر فقہ حنفی محض قیاس یا قرآن وسنت کے خلاف ہوتی تو اس کے مطابق اونٹوں کی زکوٰۃ میں بکری کبھی واجب نہ ہوتی۔ فقہ حنفی سمجھ نہ آنے والوں کو غور کرنا چاہیے)۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۱۷، بیروت)

پانچ اونٹوں سے کم میں عدم وجوب زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ

فقہاء احناف کے نزدیک پانچ اونٹوں سے کم میں کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ یہی قول حضرت علی، حضرت ابوسعید خدری، شعبی، طاؤس، شہر بن حوشب، عمر بن عبد العزیز، حکم بن عیینہ اور سلمان بن موسیٰ دمشقی کا ہے۔ حضرت امام مالک، امام شافعی، امام

احمد اور امام حسن کا قول بھی یہی ہے کہ پانچ سے کم اونٹوں میں زکوۃ واجب نہیں ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۴، ص ۲۱، حقانیہ ملتان)

بَابُ: اِذَا اَخَذَ الْمُصَدِّقُ سِنًّا دُوْنَ سِنٍّ اَوْ فَوْقَ سِنٍّ

باب 10: جب زکوۃ وصول کرنے والا مطلوبہ عمر سے کم یا زیادہ عمر کے جانور کو وصول کرے

1800- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوْقٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ ثُمَامَةَ حَدَّثَنِىْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقَ كَتَبَ لَهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذِهٖ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِىْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ الَّتِىْ اَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مِنْ اَسْنَانِ الْاِبِلِ فِىْ فَرَآئِضِ الْغَنَمِ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَ عِنْدَهٗ جَذَعَةٌ وَّعِنْدَهٗ حِقَّةٌ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَكَانَهَا شَاتَيْنِ اِنِ اسْتَيْسَرَتَا اَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَّمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهٗ اِلَّا بِنْتُ لَبُوْنٍ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَّيُعْطِىْ مَعَهَا شَاتَيْنِ اَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَّمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهٗ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَّلَيْسَتْ عِنْدَهٗ وَعِنْدَهٗ حِقَّةٌ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهٗ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَّلَيْسَتْ عِنْدَهٗ وَعِنْدَهٗ بِنْتُ مَخَاضٍ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ ابْنَةُ مَخَاضٍ وَّيُعْطِىْ مَعَهَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهٗ بِنْتَ مَخَاضٍ وَّلَيْسَتْ عِنْدَهٗ وَعِنْدَهٗ ابْنَةُ لَبُوْنٍ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَّيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ شَاتَيْنِ فَمَنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ ابْنَةُ مَخَاضٍ عَلٰى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُوْنٍ ذَكَرٌ فَاِنَّهٗ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهٗ شَىْءٌ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ خط لکھا۔

''اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے زکوۃ کی لازم کردہ یہ وہ حد ہے جس کو مسلمانوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم قرار دیا تھا جو اس کے مطابق ہے' جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا بے شک بکریوں (کی شکل میں زکوۃ وصول کرتے ہوئے) اونٹوں کی عمر کا حساب کیا جائے گا' جس شخص کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ اس پر جذعہ کی ادائیگی لازم ہو اور اس کے پاس جذعہ نہ ہو بلکہ حقہ موجود ہو' تو اس سے حقہ وصول کر لیا جائے اور اگر آسانی سے دستیاب ہو سکے' تو اس کی جگہ دو بکریاں دیدی جائیں گی یا پھر 20 درہم دیے جائیں گے اور پھر جس شخص پر حقہ کی ادائیگی لازم ہو اور اس کے پاس وہ نہ ہو اس کے پاس بنت لبون ہو تو اس سے بنت لبون وصول کر لیا جائے گا اور وہ شخص اس کے ساتھ 2 بکریاں' یا 20 درہم بھی ادا کرے گا' جس شخص نے زکوۃ میں بنت لبون

1800: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1448 ' ورقم الحدیث: 1450 ' ورقم الحدیث: 1451 ' ورقم الحدیث: 1453 ' ورقم الحدیث 1454 ' ورقم الحدیث 1455 ' ورقم الحدیث: 2487 ' ورقم الحدیث: 3106 ' ورقم الحدیث: 5878 ' ورقم الحدیث 5879 ' ورقم الحدیث 6955 ' ورقم الحدیث 1567 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2446 ' ورقم الحدیث: 2454

ادا کرنی ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ اس کے پاس حقہ ہو تو اس سے حقہ قبول کر لی جائے گی اور زکوٰۃ وصول کرنے والا شخص اسے 20 درہم یا دو بکریاں دے گا' جس شخص پر زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے بنت لبون کی ادائیگی لازم ہو اور اس کے پاس وہ نہ ہو بلکہ اس کے پاس بنت مخاض ہو تو اس سے بنت مخاض قبول کر لی جائے گی اور وہ شخص اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں ادا کرے گا' جس شخص نے زکوٰۃ کے طور پر بنت مخاض ادا کرنا ہو اس کے پاس وہ نہ ہو بلکہ اس کے پاس بنت لبون ہو تو اس سے بنت لبون وصول کی جائے گی اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں دے گا اور جس شخص کے پاس بنت مخاض اپنی اصل صورت میں نہ ہو بلکہ اس کے پاس بنت لبون مذکر ہو' تو اس سے وہی وصول کیا جائے گا اور اس کے ہمراہ کوئی دوسری چیز وصول نہیں کی جائے گی۔''

بَابُ: مَا يَأْخُذُ الْمُصَدِّقُ مِنَ الْإِبِلِ

یہ باب ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا اونٹوں میں سے کیا چیز وصول کرے گا؟

1801- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عُثْمَانَ الثَّقَفِيِّ عَنْ اَبِي لَيْلَى الْكِنْدِيِّ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ جَآئَنَا مُصَدِّقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ وَقَرَاْتُ فِيْ عَهْدِهٖ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ عَظِيْمَةٍ مُلَمْلَمَةٍ فَاَبٰى اَنْ يَّاْخُذَهَا فَاَتَاهُ بِاُخْرٰى دُوْنَهَا فَاَخَذَهَا وَقَالَ اَىُّ اَرْضٍ تُقِلُّنِيْ وَاَىُّ سَمَآءٍ تُظِلُّنِيْ اِذَا اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَخَذْتُ خِيَارَ اِبِلِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والا میرے پاس آیا میں نے اس کا ہاتھ پکڑا تو اس کے پاس جو تحریری حکم موجود تھا اس میں یہ بھی تحریر تھا۔

''زکوٰۃ سے بچنے کے لیے متفرق چیزوں کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا اور اکٹھی چیزوں کو متفرق نہیں کیا جائے گا۔''

(راوی بیان کرتے ہیں:) ایک آدمی اپنی موٹی تازی اونٹنی اس کے پاس لایا تو اس نے اس اونٹنی کو وصول کرنے سے انکار کر دیا پھر وہ شخص دوسری اونٹنی لایا جو پہلی والی کے مقابلے میں نسبتاً کم بہتر تھی تو اس نے اسے وصول کر لیا اور بولا کون سی زمین میرا وزن اٹھائے گی اور کون سا آسمان میرے سر پر سایہ کرے گا' جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور میں نے کسی مسلمان کا بہترین اونٹ وصول کیا ہو گا۔

1802- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ اِسْرَآئِيلَ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْجِعُ الْمُصَدِّقُ اِلَّا عَنْ رِضًا

1801 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 1579 'ورقم الحدیث: 1580 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 2456۔

1802 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 2491 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 647 'ورقم الحدیث 648 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 2460۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''زکوۃ وصول کرنے والا راضی ہو کر واپس جائے''۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ جب امام وقت یا اسلامی اداروں کی طرف سے زکوۃ وصول کرنے والے آئیں تو ان کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کیا جائے اور انہیں پوری پوری زکوۃ ادا کی جائے تا کہ وہ راضی اور خوش ہو کر واپس لوٹیں۔

خیار مصدق میں مذاہب اربعہ کا بیان

جب گائے کی تعداد ایک بیس ہو جائے تو ہمارے نزدیک مالک کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو تین مسنات دے اور اگر چاہے تو چار اتبعہ دے پاور حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ حضرت امام مالک اور شوافع میں سے بعض فقہاء نے کہا ہے۔ مصدق کے لئے اختیار ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۵۵، حقانیہ ملتان)

بَابُ: صَدَقَةِ الْبَقَرِ

یہ باب گائے کی زکوۃ کے بیان میں ہے

1803- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عِيسَى الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ وَاَمَرَنِي اَنْ اٰخُذَ مِنَ الْبَقَرِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِينَ مُسِنَّةً وَمِنْ كُلِّ ثَلَاثِينَ تَبِيعًا اَوْ تَبِيعَةً

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں گائے میں ہر چالیس میں سے ایک مسنہ وصول کروں اور ہر تیس میں سے ایک تبیع یا تبیعہ وصول کروں۔

1804- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ خَصِيفٍ عَنْ اَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي ثَلَاثِينَ مِنَ الْبَقَرِ تَبِيعٌ اَوْ تَبِيعَةٌ وَفِي اَرْبَعِينَ مُسِنَّةٌ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تیس گائے میں ایک تبیع یا تبیعہ اور چالیس گائے میں سے ایک مسنہ کی ادائیگی لازم ہوگی۔

شرح

تیس گایوں سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔ لہٰذا جب وہ تیس ہو جائیں اور وہ سائمہ ہوں اور ان پر ایک سال گزر گیا تو ان میں

1803: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1577 'ورقم الحدیث: 1578 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 623 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 2449 'ورقم الحدیث: 2450 'ورقم الحدیث: 2451

1804: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 622

ایک تبیع (بچھڑا) یا تبیعہ (بچھڑی) واجب ہے۔ اور تبیع یا تبیعہ وہ بچہ ہے جو عمر کے دوسرے سال میں ہو۔ اور چالیس میں ایک مسن یا مسنہ واجب ہے۔ اور مسن یا مسنہ وہ بچہ ہے جو عمر کے تیسرے سال میں ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اسی طرح حکم دیا تھا۔ (سنن دارقطنی)

جب وہ چالیس سے زیادہ ہو جائیں تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ساٹھ تک یہی مقدار واجب ہے۔ لہٰذا ایک زائد میں ایک مسنہ کا چالیسواں حصہ واجب ہے۔ اور دو زیادہ ہو جائیں تو مسنہ کا بیسواں حصہ واجب ہے۔ اور جب تین زیادہ ہو جائیں تو چالیسویں کے تین حصے واجب ہیں۔

اور یہ روایت امام محمد علیہ الرحمہ کی اصل سے ہے اس لئے کہ معافی نص سے خلاف قیاس ثابت ہوئی ہے کیونکہ یہاں کوئی نص نہیں ہے۔ اور امام حسن بن زیاد علیہ الرحمہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ زائد میں کچھ واجب نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ پچاس تک پہنچ جائیں اور پچاس پر ایک مکمل مسنہ واجب ہوگا۔ اور مسنہ کی چوتھائی قیمت یا تبیع کی تہائی قیمت واجب ہوگی۔ کیونکہ نصاب کی اساس یہی ہے اور دونوں عقود کے درمیان معافی ہے۔ اور ہر عقد میں واجب ہے۔

حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمہ کے نزدیک کچھ واجب نہیں ہے یہاں تک کہ ان کی تعداد ساٹھ کو پہنچ جائے۔ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اوقاص بقر (دو دہائیوں کے درمیان گائے کی تعداد) سے کچھ زکوٰۃ نہ لینا۔ علماء نے بھی اوقاص کا معنی یہی بیان کیا ہے کہ جو تعداد چالیس اور ساٹھ کے درمیان میں ہو۔ ہم احناف اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ اوقاص سے مراد نہایت چھوٹے بچے ہیں۔ اور اس کے بعد ساٹھ میں دو تبیع یا دو تبیعہ ہیں۔ اور ستر میں ایک مسنہ اور ایک تبیع ہے اور اسی (۸۰) میں دو مسنہ ہیں اور نوے (۹۰) میں تین تبیعہ ہیں اور ایک بیس (۱۲۰) میں دو تبیعہ اور ایک مسنہ ہے۔ اور اسی حساب کے مطابق قیاس کرتے جائیں گے۔ لہٰذا ہر دہائی پر تبیع سے مسنہ کی طرف اور مسنہ سے تبیع کی طرف فرض تبدیل ہوتا جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گائے کے ہر تیس پر ایک تبیع یا تبیعہ ہے اور ہر چالیس پر مسن یا مسنہ ہے۔

بھینس اور گائے دونوں برابر ہیں کیونکہ بقر کے لفظ کا اطلاق دونوں کو شامل ہے اور بھینس بھی ایک قسم کی گائے ہے البتہ ہمارے شہروں میں چونکہ بھینس بہت کم تعداد میں ہوتی ہے اس لئے لوگوں کے خیالات بھینس کی طرف جلد جانے والے نہیں ہیں۔ اور اسی دلیل کے پیش نظر کہ جب کسی نے قسم کھائی "وہ بقر کا گوشت نہیں کھائے گا" تو وہ بھینس کا گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا۔

(ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

گائے اور بیل کی زکوٰۃ میں فقہی تصریحات

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انہیں عامل بنا کر یمن بھیجا تو انہیں یہ حکم دیا کہ وہ زکوٰۃ کے طور پر ہر تیس گائے میں سے ایک برس کا بیل یا ایک برس کی گائے لیں اور ہر چالیس گائے میں سے دو برس کی گائے یا دو برس کا بیل وصول کریں۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، دارمی)

گائے کے نصاب میں زکوٰۃ کے طور پر بیل دینے کے لیے فرمایا گیا ہے چنانچہ گائے کی زکوٰۃ کے طور پر نر اور مادہ دونوں برابر ہیں چاہے گائے دی جائے اور چاہے بیل دیدیا جائے جیسا کہ آگے آنے والی روایت میں اس کی وضاحت بھی ہے چنانچہ گائے اور بکری کی زکوٰۃ کے طور پر مادہ ہی دینا ضروری نہیں ہے اونٹوں کے برخلاف کہ ان میں مادہ ہی دینا افضل ہے لیکن گائے اور بکری میں اس کی کوئی قید اور تخصیص نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ اگر گائے یا بیل چالیس سے زائد ہوں تو اس زائد مقدار میں اس وقت تک کوئی چیز واجب نہیں ہوتی جب تک کہ تعداد ساٹھ تک نہ پہنچ جائے جب تعداد ساٹھ ہو جائے گی تو ان میں دو تبیعے یعنی ایک ایک برس کے دو بیل یا اتنی ہی عمر کی دو گائیں دینی ہوں گی پھر اس کے بعد ہر چالیس میں ایک مسنہ اور یعنی دو برس کی گائے یا بیل دینا ہوگا اور ہر تیس میں ایک ایک تبیعہ واجب ہوگا مثلاً جب ستر ہو جائیں تو ایک مسنہ اور ایک تبیعہ، اسی ہو جائیں تو دو مسنہ نوے ہو جائیں تو تین تبیعے اور جب سو ہو جائیں تو دو تبیعے اور ایک مسنہ واجب ہو جائے گا۔ اسی طرح ہر تیس میں ایک تبیعہ اور ہر چالیس میں ایک مسنہ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

علامہ ابن حجر کا قول ہے اگر گائے یا بیل چالیس سے زائد مقدار میں ہوں تو اس وقت تک کوئی چیز واجب نہیں ہوتی جب تک کہ تعداد ساٹھ تک نہ پہنچ جائے حنفیہ میں سے صاحبین کا یہی مسلک ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ چالیس سے جو تعداد بھی زائد ہوگی اس کا بھی حساب کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے گی تا کہ تعداد ساٹھ تک پہنچ جائے جب تعداد ساٹھ تک پہنچ جائے گی تو دو تبیعے واجب ہو جائیں گے باقی حساب مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق ہوگا۔ لہٰذا اگر چالیس سے ایک بھی گائے یا بیل زائد ہوگا تو مسنہ کا چالیسواں حصہ یا ایک تبیعہ کا تیسواں حصہ یعنی ان کی قیمت کا چالیسواں یا تیسواں حصہ دینا ضروری ہوگا اسی طرح جو مقدار بھی زائد ہوگی اس کا اسی کے مطابق حساب کی جائے گا حنفیہ میں صاحب ہدایہ اور ان کے متبعین کی رائے میں حضرت امام صاحب کا یہی قول معتبر ہے۔

حدیث کے آخری جملے **ولیس علی العوامل شئی** (کام کاج کے جانوروں میں کچھ بھی واجب نہیں ہے) کا مطلب یہ ہے کہ جو جانور کام کاج کے ہوں اور ضروریات میں استعمال ہوتے ہوں جیسے بیل ہل جوتتے یا کنویں سے پانی کھینچنے یا بار برداری کے کام لیے ہوں تو اگر چہ ان کی تعداد بقدر نصاب ہی کیوں نہ ہو لیکن ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ یہی حکم اونٹ وغیرہ کے بارے میں بھی ہے چنانچہ حضرت امام اعظم حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے جانوروں میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

انعام ثلاثہ کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمٰن جزیری لکھتے ہیں: مالکی مذہب کے علاوہ دیگر تمام مذاہب اس امر پر متفق ہیں کہ سائمہ (چرنے والے جانور) اور نصاب کی شرط کے ساتھ تین قسم کے حیوانات میں زکات واجب ہے وہ یہ ہیں (اونٹ، گائے (بھینس بھی شامل ہے) بھیڑ (بکری بھی شامل ہے) مگر مالکی مذہب میں سائمہ (چرنے) کی شرط نہیں ہے، اس نظریہ کے مطابق زکات ان تین قسموں میں

واجب ہے چاہے سائمہ ہوں یا غیر سائمہ۔

سبھی مذاہب اس بات پر متفق القول ہیں کہ گھوڑا، خچر اور گدھے میں زکات واجب نہیں ہے، مگر یہ کہ مال التجارۃ (تجارت کے مال) کا جزو قرار پائیں۔ مگر حنفی مذہب گھوڑے اور گھوڑی میں دو شرط کے ساتھ زکات واجب جانتے ہیں شرط اول سائمہ ہو (چرنے والے) شرط دوم نسل بڑھانے کے لئے گلہ کی دیکھ بھال کی جارہی ہو۔ (مذاہب اربعہ، ص ۴۱۶، بیروت)

گائے کے نصاب ساٹھ میں زکوۃ پر مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ فقہاء احناف کے نزدیک جب گائے کی تعداد ساٹھ کو پہنچ جائے تو اس میں دو تبیع یا تبیعہ ہیں۔ حضرت امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ اور محیط برہانی میں بھی اسی طرح ہے اور جوامع الفقہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح روایت ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۴، ص ۳۵۰، حقانیہ ملتان)

بَابُ: صَدَقَةِ الْغَنَمِ

یہ باب بکریوں کی زکوۃ کے بیان میں ہے

1805 - حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقْرَأَنِي سَالِمٌ كِتَابًا كَتَبَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّدَقَاتِ قَبْلَ أَنْ يَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَوَجَدْتُ فِيهِ فِي أَرْبَعِينَ شَاةً شَاةٌ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا شَاتَانِ إِلَى مِائَتَيْنِ فَإِنْ زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ إِلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَإِذَا كَثُرَتْ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ وَوَجَدْتُ فِيهِ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَوَجَدْتُ فِيهِ لَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ تَيْسٌ وَلَا هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ

◄► ابن شہاب، سالم بن عبداللہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں:

ابن شہاب کہتے ہیں: سالم نے مجھے وہ خط دکھایا جو نبی کریم ﷺ نے وصال سے پہلے زکوۃ کے بارے میں تحریر کروایا تھا تو مجھے اس میں یہ مضمون ملا۔

"چالیس بکریوں میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم ایک سو بیس تک ہے جب ایک بھی زیادہ ہو جائے تو ان میں دو بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی یہاں تک کہ وہ دو سو ہو جائیں اگر ایک بھی زیادہ ہو جائے تو اس میں تین بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی یہاں تک کہ وہ تین سو ہو جائیں اگر وہ زیادہ ہو جائیں تو ہر ایک سو میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی۔

(ابن شہاب کہتے ہیں) میں نے اس خط میں یہ بھی پایا (زکوۃ سے بچنے کے لیے) متفرق مال کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا اور اکٹھے مال کو متفرق نہیں کیا جائے گا۔

میں نے اس میں یہ بھی پایا۔

''زکوٰۃ میں نر بوڑھا اور کانا جانور نہیں لیا جائے گا''۔

شرح

چالیس سائمہ بکریوں سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ جب وہ چالیس چرنے والی ہو جائیں تو ایک سو بیس (۱۲۰) تک ان پر ایک بکری ہے جبکہ ان پر ایک سال گزر جائے۔ جب ان پر ایک بکری زائد ہوئی تو دو سو (۲۰۰) تک دو بکریاں ہیں۔ جب دو سو سے ایک بکری زائد ہوئی تو چار سو (۴۰۰) تک تین بکریاں ہیں۔ اور جب چار سو ہو جائیں تو ان میں چار بکریاں ہیں۔ (اس کے بعد) ہر سو پر ایک بکری ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطوط میں یہی بیان ہوا ہے۔ اور اسی پر اجماع کا انعقاد ہوا ہے۔ (بخاری، ترمذی)

ضأن اور معز دونوں برابر ہیں۔ اس لئے کہ لفظ غنم دونوں کو شامل ہے۔ اور نص لفظ غنم کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اور اس کی زکوٰۃ میں ثنی کو لیا جائے گا۔ اور ضأن میں جذعہ نہیں لیا جائے گا مگر وہ روایت جو امام حسن نے امام اعظم سے روایت کی ہے۔ اور ثنی اس بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال کا ہو اور جذعہ وہ بچہ جس پر سال کا اکثر حصہ گزر چکا ہو۔ اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ضأن کا جذعہ لیا جائے گا۔ اور صاحبین کا قول بھی یہی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک ہمارا حق جذعہ اور ثنی ہے اور یہ دلیل بھی ہے کہ جذعہ سے قربانی ادا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ بھی جائز ہوئی اور اس کی دلیل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے موقوفا اور مرفوعا حدیث وارد ہوئی ہے۔ زکوٰۃ نہیں وصول کی جائے گی مگر ثنی میں یا اس سے زیادہ میں۔ کیونکہ واجب درمیانے درجے کا ہوتا ہے۔ اور جذعہ چھوٹوں میں شمار ہوتا ہے اور اسی وجہ سے معز کا جذعہ زکوٰۃ میں جائز نہیں۔ جبکہ جذعہ کی قربانی کا حکم نص سے ثابت ہوا ہے۔ اور روایت کردہ جذعہ سے مراد اونٹ کا جذعہ ہے۔ (ابوداؤد، مستدرک، مسند احمد بن حنبل)

اور بکری کی زکوٰۃ میں نر اور مادہ کا (بطور زکوٰۃ) لینا جائز ہے۔ اس لئے کہ لفظ شاۃ دونوں کو شامل ہے۔ اور بے شک نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چالیس بکریوں پر ایک بکری ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ)

مختلف جانوروں کے نصاب زکوٰۃ کا فقہی بیان

حضرت انس کے بارے میں مروی ہے کہ جب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق نے انہیں بحرین جو بصرہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے بھیجا تو انہیں یہ ہدایت نامہ تحریر فرمایا۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے یہ اس صدقہ فرض (زکوٰۃ) کے بارے میں ہدایت نامہ جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں پر فرض کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے نافذ کرنے کے بارے میں اپنے رسول ﷺ کو حکم فرمایا۔ لہٰذا جس شخص سے قاعدہ کے مطابق زکوٰۃ کا مطالبہ کیا جائے تو وہ ادائیگی کرے اور جس شخص سے شرعی مقدار سے زیادہ مطالبہ کیا جائے وہ زائد مطالبہ کی ادائیگی نہ کرے زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے کہ چوبیس اور چوبیس سے کم اونٹوں کی زکوٰۃ میں بکری ہے اس طرح کہ ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری ہے یعنی پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ سے نو تک ایک بکری دس سے چودہ تک دو بکریاں پندرہ سے انیس تک تین بکریاں اور بیس سے چوبیس تک چار

بکریاں واجب ہوگی۔ پچیس سے پینتیس تک میں ایک ایسی اونٹنی جو ایک سال کی ہو چھتیس سے پینتالیس تک ایک اونٹنی جو دو سال کی ہوں۔ چھیالیس سے ساٹھ تک میں ایک ایسی اونٹنی جو چار سال کی ہو اور اونٹ سے جفتی کے قابل ہو، اکسٹھ سے پچھتر تک میں ایک اونٹنی جو اپنی عمر کے چار سال ختم کر کے پانچویں سال میں داخل ہو گئی اور چھہتر سے نوے تک میں دو ایسی اونٹنیاں جو دو دو سال کی ہوں اکیانوے سے ایک سو بیس تک میں دو ایسی اونٹنیاں جو تین تین سال کی ہوں اور اونٹ سے جفتی کے قابل ہوں اور جب تعداد ایک سو بیس سے زائد ہو تو اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ ان زائد اونٹنیوں میں ہر چالیس کی زیادت پر دو برس کی اونٹنی اور ہر پچاس کی زیادت پر پورے تین برس کی اونٹنی واجب ہوگی اور جس کے پاس صرف چار ہی اونٹ ہو تو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہاں اگر وہ شخص چاہے تو صدقہ نفل کے طور پر کچھ دے دے جب پانچ اونٹ ہوں گے تو اس پر زکوۃ کے طور پر ایک بکری واجب ہو جائے گی اور جس شخص کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ ان میں زکوۃ کے طور پر ایسی اونٹنی واجب ہوتی ہو جو چار برس پورے کر کے پانچویں سال میں لگ گئی ہو یعنی اکسٹھ سے پچھتر تک کی تعداد میں اور اس کے پاس چار برس کی اونٹنی نہ ہو کہ جسے وہ زکوۃ کے طور پر دے سکے بلکہ تین برس کی اونٹنی موجود ہوں تو اس سے تین ہی برس کی اونٹنی زکوۃ میں قبول کی جا سکتی ہے مگر زکوۃ دینے والا اس تین برس کی اونٹنی کے ساتھ ساتھ اگر اس کے پاس موجود ہوں تو دو بکریاں ورنہ بصورت دیگر بیس درہم ادا کرے اور کسی شخص کے پاس اونٹوں کی ایسی تعداد ہو جس میں تین برس کی اونٹنی واجب ہوتی ہو یعنی چھیالیس سے ساٹھ تک کی تعداد اور اس کے پاس تین برس کی کوئی اونٹنی زکوۃ میں دینے کے لیے نہ ہو بلکہ چار برس کی اونٹنی ہو تو اس سے چار برس والی اونٹنی ہی لے لی جائے البتہ زکوۃ دینے والا دو بکریاں یا بیس درہم بھی اس کے ساتھ دے دے اور اگر کسی شخص کے پاس اتنی تعداد میں اونٹ ہوں کہ جن میں دو برس کی اونٹنی واجب ہوتی ہو جیسے چھتیس سے پینتالیس تک کی تعداد اور اس کے پاس دو برس کی اونٹنی کے بجائے تین برس کی اونٹنی ہو تو اس سے تین برس کی اونٹنی ہی لے لی جائے مگر زکوۃ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریں واپس کر دے اور اگر کسی شخص کے پاس اتنی تعداد میں اونٹ ہوں جس میں دو برس کی اونٹنی واجب ہوتی ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ ایک برس کی اونٹنی ہو تو اس سے ایک برس کی اونٹنی ہی لے لی جائے اور وہ زکوۃ دینے والا اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں بھی دے اور اگر کسی شخص کے پاس اتنی تعداد میں اونٹ ہوں کہ جن میں ایک برس کی اونٹنی واجب ہوتی ہو جیسے بیس سے پچیس تک کی تعداد، اور ایک برس کی اونٹنی اس کے پاس نہ ہو بلکہ دو برس کی اونٹنی اس کے پاس ہو تو اس سے وہی دو برس والی اونٹنی لے لی جائے مگر زکوۃ وصول کرنے والا اس کو دو بکریاں یا بیس درہم واپس کر دے اور اگر اس کے پاس دینے کے قابل ایک برس کی اونٹنی نہ ہو اور نہ دو برس کی اونٹنی ہو بلکہ دو برس کا اونٹ ہو تو وہ اونٹ ہی لے لیا جائے مگر اس صورت میں کوئی اور چیز واجب نہیں نہ تو زکوۃ لینے والا کچھ واپس کرے گا اور نہ زکوۃ دینے والا کچھ اجر دے گا اور چرنے والی بکریوں کی زکوۃ کا نصاب یہ ہے کہ جب بکریوں کی تعداد چالیس سے ایک سو بیس تک ہو تو ایک واجب ہوتی ہے اور ایک سو بیس سے زائد ہوں تو دو سو تک کی تعداد پر دو بکریاں واجب ہوتی ہیں اور جب دو سو سے زائد ہوں تو تین سو تک تین بکریاں واجب ہوتی ہیں اور جب تین سو سے زائد ہو جائیں تو پھر یہ حساب ہوگا کہ ہر سو بکریوں میں ایک بکری واجب ہوگی۔

جس شخص کے پاس چرنے والی بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہوں گی تو ان میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی ہاں اگر بکریوں کا مل

چاہے تو صدقہ نفل کے طور پر کچھ دے سکتا ہے۔ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ زکوٰۃ میں خواہ اونٹ ہو یا گائے اور بکری بڑھیا اور عیب دار نہ جائے اور نہ بوک (بکرا) دیا جائے ہاں اگر زکوٰۃ وصول کرنے والا کسی مصلحت کے تحت بوک لینا چاہے تو درست ہے اور متفرق جانوروں کو یکجا نہ کیا جائے اور نہ زکوٰۃ کے خوف سے جانوروں کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے نیز جس نصاب میں دو آدمی شریک ہوں تو انہیں چاہئے کہ وہ دونوں برابر تقسیم کرلیں اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر دینا فرض ہے اگر کسی کے پاس صرف ایک سو نوے درہم ہوں (یعنی نصاب شرعی کا مالک نہ ہو) تو اس پر کچھ فرض نہیں ہے ہاں اگر وہ صدقہ نفل کے طور پر کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ (بخاری)

گزشتہ صفحات میں ایک حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تم زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو خوش کرو اگر چہ وہ تمہارے ساتھ ظلم ہی کا معاملہ کیوں نہ کریں۔ اسی طرح ایک حدیث اور گزر چکی ہے جس میں بیان کیا گیا تھا کہ کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے زیادتی کرتے ہیں یعنی مقدار واجب سے زیادہ مال لیتے ہیں تو کیا ہم ان کی طرف سے زیادہ طلب کے جانے والے مال کو چھپا دیں یعنی وہ انہیں نہ دیں تو اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا تھا۔

لیکن یہاں فرمایا گیا ہے کہ جس شخص سے زیادہ مطالبہ کیا جائے وہ ادائیگی نہ کرے۔ لہٰذا بظاہر ان روایتوں میں تعارض اور اختلاف معلوم ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت زکوٰۃ وصول کرنے والے صحابہ تھے ظاہر ہے نہ تو وہ ظالم تھے اور شرعی مقدار سے زیادہ کا مطالبہ کرتے تھے اور نہ صحابہ کے بارے میں ایسا تصور کیا جا سکتا تھا لوگ اپنے گمان اور خیال کے مطابق یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے ساتھ ظلم و زیادت کا معاملہ ہوتا ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حقیقت کے پیش نظر یہی حکم دیا کہ انہیں بہر صورت خوش کیا جائے اور وہ جو کچھ مانگیں اسے دینے میں تامل نہ کیا جائے اور یہاں حضرت ابوبکر کے ارشاد میں زکوٰۃ وصول کرنے والوں سے صحابہ مراد نہیں ہیں بلکہ دوسرے لوگ مراد ہیں اور ظاہر ہے کہ صحابہ کے علاوہ دوسرے لوگوں سے ایسی باتوں کا صدور ممکن تھا اس لیے حضرت ابوبکر نے یہ تحریر فرمایا کہ زائد مطالبہ کی ادائیگی نہ کی جائے۔ اس وضاحت سے احادیث میں جو بظاہر تعارض نظر آ رہا تھا وہ ختم ہو گیا۔

فاذا زادت علی عشرین ومائۃ الخ (اور جب تعداد ایک سو بیس سے زائد ہو الخ) قاضی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عدد مذکور سے متجاوز ہونے کی صورت میں استقرار اور حساب پر دلالت کرتی ہے یعنی جب اونٹ ایک سو بیس سے زائد ہوں تو ان کی زکوٰۃ کا حساب از سر نو شروع نہ کیا جائے بلکہ ایسی صورت میں ہر چالیس کی زیادتی پر دو برس کی اونٹنی اور ہر پچاس کی زیادتی پر تین برس کی اونٹنی کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جانی چاہئے۔

چنانچہ اکثر ائمہ کا یہی مسلک ہے مگر حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ از سر نو حساب شرع کیا جائے گا چنانچہ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے متجاوز ہو جائے تو اس وقت دو حقے یعنی تین برس کی دو اونٹنیاں اور ایک بکری واجب ہو گی اور اسی طرح چوبیس کی تعداد تک ہر پانچ پر ایک بکری واجب ہوتی چلی جائے گی پھر پچیس اور پچیس کے بعد بنت مخاض ایک سال کی اونٹنی واجب ہو

جائے گی اسی طرح آخر تک پہلی ترتیب کے مطابق حساب کیا جائے گا امام نخعی اور امام ثوری کا بھی قول ہے ان حضرات کی دلیل یہ ارشاد گرامی ہے کہ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو سے زائد ہو جائے تو اس کا حساب از سر نو شروع کیا جائے، حضرت علی کرم اللہ وجہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

اونٹوں کی زکوٰۃ کے بارے میں اتنی بات اور جان لیجئے کہ ان کی زکوٰۃ کے طور پر مادہ یعنی اونٹنی یا اس کی قیمت واجب ہوتی ہے جب کہ گائے اور بکری کی زکوٰۃ میں نر اور مادہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ ان کی زکوٰۃ کے طور پر نر یا اس کی قیمت اور مادہ یا اس کی قیمت دونوں ہی دیئے جاسکتے ہیں۔

مالم يكن عنده بنت مخاض على وجها (اور اگر اس کے پاس دینے کے قابل ایک برس کی اونٹنی نہ ہو) ابن مالک نے اس کی وضاحت کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ اس کے تین معنی ہو سکتے ہیں۔(۱) اس کے پاس سرے سے ایک برس کی اونٹنی موجود ہی نہ (۲) ایک برس کی اونٹنی موجود تو ہو مگر تندرست نہ ہو بلکہ بیمار ہو اس صورت میں بھی گویا وہ نہ ہونے ہی کے درجہ میں ہوگی۔ (۳) ایک برس کی اونٹنی تو موجود ہو مگر اوسط درجہ کی نہ ہو بلکہ نہایت قیمتی اور اعلیٰ درجے کی ہو ملحوظ رہے کہ زکوٰۃ میں اوسط درجہ کا مال دینے کا حکم ہے۔

بہر کیف ان میں سے کوئی صورت ہو اس کا حکم یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسی صورت میں ابن لبون یعنی دو برس کا اونٹ زکوٰۃ کے طور پر دیا جائے گا پھر اس کی وضاحت بھی فرما دی کہ ابن لبون کے ساتھ مزید کچھ لینا دینا واجب نہیں ہے جیسا کہ اونٹنیوں کے بارے میں حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص پر زکوٰۃ کے طور پر دینے کے لیے دو برس کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس دو برس کی اونٹنی موجود نہ ہو بلکہ تین برس کی اونٹنی ہو تو زکوٰۃ وصول کرنے والا اس سے وہی تین برس کی اونٹنی لے گا مگر وہ زکوٰۃ دینے والے کو دو بکریاں بیس درہم واپس کرے گا تا کہ زکوٰۃ دینے والے کو دو برس کی اونٹنی کی بجائے تین برس کی اونٹنی دینے کی صورت میں نقصان گھاٹا نہ ہو جیسے اس کے برعکس صورت بھی بیان کی گئی ہے کہ اگر زکوٰۃ دینے والا تین برس کی اونٹنی کی بجائے جو اس پر واجب ہے مگر موجود نہیں ہے دو برس کی اونٹنی دے تو اس کے ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم مزید دے تا کہ زکوٰۃ کے مال میں نقصان نہ رہ جائے بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ فضیلت تانیث عمر کی زیادتی کا بدل ہو جاتی ہے۔

اگر چہ چرنے والی کی قید صرف بکری کے نصاب میں زکوٰۃ میں لگائی گئی ہے لیکن اس کا تعلق ہر جانور سے ہے یعنی خواہ بکری ہو یا اونٹ اور یا گائے ان میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی جب کہ وہ سال کے اکثر حصے یعنی نصف سال سے زیادہ جنگ میں چریں اگر ان میں سے کوئی بھی جانور ایسا ہو جسے سال کے اکثر حصے میں گھر سے چارہ کھلایا جاتا ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

بکریوں کا نصاب چالیس بیان کیا گیا ہے یعنی اگر چالیس سے کم بکریاں ہوں گی تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی جب چالیس بکریاں ہوں گی تو ایک بکری زکوٰۃ کے طور پر واجب ہو جائے گی اور اگر چالیس سے بھی زائد ہوں تو ایک سو بیس تک ایک ہی بکری واجب رہے گی اسی طرح تین سو تک کی تعداد کے نصاب زکوٰۃ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ جب تعداد تین سو سے تجاوز ہو جائے تو پھر یہ حساب ہوگا کہ ہر سو بکری پر ایک بکری واجب ہوگی یعنی تین سو تک تو تین بکریاں ہوں گی تین سو کے بعد چار سو

بکریاں اس وقت واجب ہوں گی جب کہ تعداد پورے چار سال ہو جائے چنانچہ اکثر ائمہ وعلماء کا یہی مسلک ہے لیکن حسن بن صالح کا قول اس بارے میں یہ ہے کہ تین کے بعد اگر ایک بکری بھی زائد ہو گی تو چار بکریاں واجب ہو جائیں گی۔

ولا ذات عوار (اور عیب دار نہ دی جائے) زکوٰۃ میں عیب دار مال نہ لینے کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ پورا مال یا کچھ مال ایسا ہو جس میں کوئی عیب وخرابی نہ ہو اگر پورا ہی مال عیب دار ہو تو پھر اس میں سے اوسط درجے کا دیکھ کر دیا جائے گا۔

زکوٰۃ میں بوک (بکرا) لینے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ بکریوں کے ساتھ بوک افزائش نسل کے لیے رکھا جاتا ہے اگر بوک لے لیا جائے گا تو بکریوں کے مالک کو نقصان ہو گا یا وہ اس کی وجہ سے پریشانی میں مبتلا ہو جائے گا یا پھر بوک لینے سے اس لیے منع فرمایا گیا ہے کہ اس کا گوشت بدمزہ اور بدبودار ہوتا ہے۔

مختلف مقامات پر موجود جانوروں کی زکوٰۃ میں فقہ شافعی وحنفی کا اختلاف

ولا يجمع بين متفرق الخ (اور متفرق جانوروں کو یکجا نہ کیا جائے الخ) اس جملے کا مطلب سمجھنے سے پہلے مسئلہ کی حقیقت جان لیجیے تاکہ مفہوم پوری طرح ذہن نشین ہو جائے مسئلہ یہ ہے کہ آیا زکوٰۃ گلہ یعنی مجموعہ پر ہے یا اشخاص یعنی مال کے مالک کا اعتبار ہوتا ہے؟

حضرت امام شافعی تو فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ گلہ کے اعتبار سے دینی ہوتی ہے ان کے ہاں مالک کا اعتبار نہیں ہوتا جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں گلہ کا اعتبار نہیں ہوتا مالک کا اعتبار ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کو مثال کے طور پر یوں سمجھیے کہ ایک شخص کے پاس اسی بکریاں ہیں مگر وہ بکریاں ایک جگہ یعنی ایک گلہ ریوڑ میں نہیں ہیں بلکہ الگ الگ دو گلوں میں ہیں تو چونکہ امام شافعی کے نزدیک زکوٰۃ گلہ پر واجب ہوتی ہے اس لیے ان کے مسلک کے مطابق ان دونوں گلوں میں سے دو بکریاں وصول کی جائیں گی لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق دونوں گلوں سے ایک ہی بکری وصول کی جائے گی کیونکہ اگرچہ وہ اسی بکریاں دو گلوں میں تقسیم ہیں مگر ملکیت میں چونکہ ایک شخص کی ہیں اس لیے اس حساب کے مطابق کہ چالیس سے ایک سو بیس تک کی تعداد میں ایک ہی بکری واجب ہوتی ہے اس شخص سے بھی ایک ہی بکری وصول کی جائے گی۔

دوسری مثال یہ ہے کہ دو اشخاص کی اسی بکریاں ہیں جو ایک ہی گلہ میں ہیں تو امام شافعی کے مسلک کے مطابق اس گلہ میں سے ایک ہی بکری لی جائے گی اور امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق اس گلہ میں سے دو بکریاں لی جائیں گی کیونکہ وہ اسی بکریاں اگرچہ ایک ہی گلہ میں ہیں لیکن مالک اس کے دو الگ الگ اشخاص ہیں اور وہ دونوں اتنی اتنی بکریوں (یعنی چالیس چالیس) کے مالک ہیں کہ ان کی الگ الگ تعداد پر ایک بکری واجب ہوتی ہے۔

اس مسئلہ کو ذہن میں رکھ کر اب سمجھیے کہ حدیث کے اس جملے ولا يجمع بين متفرق الخ کا مطلب امام شافعی کے ہاں تو یہ ہے کہ اس ممانعت کا تعلق مالک سے ہے کہ اگر مثال کے طور پر چالیس بکریاں اس کی ہوں اور چالیس بکریاں کسی دوسرے کی ہوں اور یہ دونوں تعداد الگ الگ ہوں تو ان بکریوں کو جو الگ الگ اور متفرق ہیں زکوٰۃ کم کرنے کے لیے یکجا نہ کیا جائے یعنی مالک یہ سوچ کر کہ اگر یہ بکریاں الگ الگ دو گلوں میں ہوں گی تو ان میں سے دو بکریاں دینی ہوں گی اور اگر ان دونوں گلوں کو ملا کر ایک گلہ

کر دیا جائے تو پھر ایک ہی بکری دینی ہوگی ان کو یکجا نہ کرے۔

اسی طرح ولا يفرق بين مجتمع اور نہ جانوروں کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے میں اس ممانعت کا تعلق بھی مالک سے ہے کہ مثلاً اگر اس کے پاس بیس بکریاں ہوں جو کسی دوسرے شخص کی بکریوں کے گلے میں ملی ہوئی ہوں تو مالک اپنی ان بکریوں کو اس گلے سے الگ نہ کرے یہ سوچ کر کہ اگر یہ بکریاں اس گلے میں رہیں گی تو زکوٰۃ دینی ہوگی اور اگر ان بکریوں کو اس گلے سے الگ کر دیا جائے تو زکوٰۃ سے بچ جاؤں گا۔

حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس ممانعت کا تعلق ساعی یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والے سے ہے کہ وہ زکوٰۃ لینے کے لیے متفرق بکریوں کو یکجا نہ کرے مثلاً دو الگ الگ اشخاص کے پاس اتنی اتنی بکریاں ہوں کہ جو علیحدہ علیحدہ تو حد نصاب کو نہ پہنچتی ہوں اور ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوتی ہو جیسے دونوں کے پاس بیس بیس بکریاں ہوں مگر جب دونوں کی بکریاں یکجا ہو جائیں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہو جائے لہٰذا زکوٰۃ وصول کرنے والے کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ لینے کی وجہ سے ان بکریوں کو یکجا کر دے اسی طرح دوسری ممانعت کا تعلق بھی زکوٰۃ وصول کرنے والے ہی سے ہے کہ زکوٰۃ لینے کے لیے علیحدہ علیحدہ جانوروں کو یکجا نہ کرے مثلاً اگر کسی شخص کے پاس اسی بکریاں اس طرح ہوں کہ چالیس تو ایک جگہ ہیں اور چالیس دوسری جگہ ہیں تو زکوٰۃ وصول کرنے والا ان دونوں جگہوں کی بکریوں کو دو الگ الگ نصاب قرار دے کر اس شخص سے دو بکریاں وصول نہ کرے بلکہ دونوں جگہوں کی بکریوں کو ایک ہی نصاب قرار دے اور قاعدہ کے مطابق ایک ہی بکری وصول کرے کیونکہ بکریاں اگرچہ الگ الگ ہیں لیکن ملکیت میں ایک ہی شخص کے ہیں لہٰذا دونوں جگہ کی مجموعہ بکریوں پر کہ جن کی تعداد اسی ہے ایک ہی بکری واجب ہوگی۔

وما كان من خليطين (جس نصاب میں دو آدمی شریک ہوں) اس جملے کی وضاحت بھی ایک مسئلہ سمجھ لینے پر موقوف ہے مسئلہ یہ ہے کہ مثلاً دو سو بکریاں ہیں جس میں دو آدمی شریک ہیں اس حساب سے کہ ایک آدمی کی تو ان میں سے چالیس بکریاں ہیں اور دوسرا آدمی ایک سو ساٹھ بکریوں کا مالک ہے اب سوال یہ ہے کہ ان بکریوں پر زکوٰۃ کے طور پر تو بکریاں واجب ہوں مگر وہ دو بکریاں ان دونوں سے وصول کس حساب سے ہوں گی، ظاہر ہے کہ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ پہلے شخص پر تو اس کے حصے کے پیش نظر ایک بکری کا دو خمس واجب ہو اور باقی دوسرے شخص پر واجب ہو بلکہ یہ ہوگا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا تو قاعدہ کے مطابق دونوں شخصوں سے ایک ایک بکری وصول کرے گا مگر اس صورت میں پہلے شخص کو نقصان ہوگا کیونکہ ان مشترک بکریوں میں اس کا حصہ صرف چالیس بکریاں ہیں اسے بھی ایک ہی بکری دینی پڑی۔ اور دوسرے شخص نے بھی ایک بکری دی جس کا حصہ ایک سو ساٹھ بکریاں ہیں (اسی کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا تو دونوں سے ایک ایک بکری وصول کرے گا لیکن پھر بعد میں دونوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اپنے حصے کے مطابق حساب کر لیں یعنی پہلا شخص کہ جس کی چالیس بکریاں ہیں دوسرے شخص کہ جس کی ایک سو ساٹھ بکریاں ہیں۔ اپنی دی ہوئی بکری کے تین خمس وصول کرے اس حساب سے چالیس بکریوں کے مالک پر اس کے حصہ کے مطابق دو خمس پڑیں گے اور باقی ایک سو ساٹھ بکریوں کے مالک پر اس کے حصے کے مطابق پڑ جائیں گے۔ چنانچہ ارشاد گرامی فانهما يتراجعان بالسوية، (انہیں چاہئے کہ وہ دونوں برابر برابر تقسیم کرلیں) کے یہ معنی ہیں۔

ضأن کے فقہی مفہوم کا بیان

ضان کا اتنا بڑا بچہ جو چھ ماہ کا ہو لیکن دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو (درمختار مجتبیٰ)

ضان جس کے چکتی ہو، یہ چکتی کی قید اس لئے لگائی کہ بکری گائے اور اونٹ کے جذعہ کا استثناء مقصود تھا، بکری کا جذعہ چھ ماہ کا ہوتا ہے اور گائے کا سال بھر کا اور اونٹ کا چار سال کا، اور "من الثلاثة" کا لفظ جس کا ذکر آگے آ رہا ہے یہ اونٹ اور بقران دونوں نوعوں کے ساتھ اور اسی طرح اپنی دونوں قسموں کے ساتھ، (ردالمحتار عن مجتبیٰ)

بعض فقہاء نے بھی تو ضان کی تعریف "ماله صوف" (جس کے اون ہو) سے کی ہے۔ جس کے معنی صاف یہی ہوئے کہ بھیڑ بھی اس میں شامل ہے۔

ہاں ہاں قہستانی نے یہ تعریف کی ہے۔ "الضان ماکان من ذوات الصوف والمعز ماکان ذوات الشعر" لیکن اس کا جواب ہم پہلے ہی دے چکے ہیں کہ یہ تعریف بالاعم ہے۔ بکری اور بیل سے دنبہ کو ممتاز کرنے کے لئے ہے۔ بھیڑ سے ممتاز کرنے کے لئے نہیں (جب اس کی ضرورت ہوئی تو یہ تعریف کیا "ماله الية" جس کی چکتی ہو، تا کہ بھیڑ نکل جائے۔

عبد المجيد هكذا او العبارة في الاصل هكذا الضان ماكان من ذوات الصوف ولمعز من ذوات الشعر۔ قہستانی عجیب نے یوں تعبیر کیا ہے حالانکہ اصل کتاب میں یوں ہے، ضان وہ ہے جو اون والا ہو اور معز جو بالوں والا ہو، قہستانی عبدالمنان الاعظمی (جامع الرموز، کتاب الزکوٰۃ" مکتبہ اسلامیہ کنبد قاموس ایران)

ہماری اس بات پر قرینہ یہ ہے کہ تعریف میں لفظ من استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں، تو تعریف کی عبارت کا ترجمہ یہ ہوا ضان اون والے جانوروں میں سے بعض ہے اور دوسرا قرینہ یہ ہے کہ بکری کی تعریف میں یہی کہا گیا ہے۔ "ماکان ذوات الشعر" جو بالوں والی ہو۔ تو اگر اس عبارت کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ بکری بال والے جانوروں میں سے بعض ہے تو بیل بھینس وغیرہ بھی بکری میں شامل ہو جائیں گے، پس اس مجبوری سے جب بکری والی تعریف کو بالاعم قرار دیا جائے تو ضان والی تعریف کو بھی تعریف بالاعم قرار دیں (کیونکہ دونوں جملے ساتھ ساتھ ہیں تو دونوں کا حکم یکساں ہونا چاہئے۔

ضأن کی بحث میں فقہی تصریحات کا بیان

انعام کی قربانی مسنون ہے، انعام چوپایہ کو کہتے ہیں، اضحیہ کے معنی قربانی ہیں، مطلب یہ ہے کہ ضان کا چھ ماہہ بچہ، یا سات ماہہ بچہ کی قربانی مسنون ہے اور ایک سالہ بچہ کی بھی، لیکن اس کے لئے کوئی پابندی نہیں ہے۔ ضان ہو کہ معز، اور اونٹ اور بقر کا ثنی بھی قربانی کے لئے جائز ہے۔ اونٹ کا ثنی پانچ سالہ اور بقر کا دو سالہ اور شاۃ کا ایک سالہ۔ اور جذعہ کے لئے ضان کی قید اس لئے لگائی کہ بکری چھ ماہہ جائز نہیں، اور ضان چکتی والے جانور کو کہتے ہیں اوپر کی عبارت میں ایک جگہ مطلقا کا لفظ آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مذکر ہو کہ مؤنث، اور بھینس گائے میں داخل ہے۔ اور شاۃ میں افضل مادہ نہیں بلکہ نر ہے۔ دونوں نوعوں کا یہی حکم ہے۔

(مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام)

(۱) اور مصنف نے "جامع من الضان" کہا، اور ضان وہ اون والا جانور ہے جس کے چکتی ہو، ایسا ہی منح الغفار وغیرہ میں ہے۔ (تعلیق الممجد من عفی)

(۲) اور نر مینڈھا مادہ سے افضل ہے اور یہ ضان کا مؤنث ہے۔ قاموس۔ (ردالمحتار)

(۳) مسنہ ہی ذبح کرو۔ یہ نہ ملے تو ضان کا "جذعہ" اس حدیث کی شرح میں تفصیلات ہیں، ہم مذہب حنفی کے موافق بیان کرتے ہیں، قربانی کے جانور کی تین نوعیں ہیں، اونٹ، بقر، غنم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور اصحابہ سے ان کے علاوہ قربانی ثابت نہیں، غنم کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ معزر کو فارسی میں بز کہتے ہیں، اور ضاں کو میش اور جاموس گاؤمیش کا معرب ہے یہ گائے کی ہی ایک قسم ہے۔ اور ان سب کا تھی جائز ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

قرآن میں لفظ ضأن کے استعمال کا بیان

ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۔

(یہ بڑے چھوٹے چارپائے) آٹھ قسم کے (ہیں) دو (دو) بھیڑوں میں سے اور دو (دو) بکریوں میں سے (یعنی ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ)۔ (الانعام،۱۴۳)

انشا ثمانیۃ ازواج (اسی اللہ تعالیٰ نے آٹھ زوج پیدا کیئے) ایک ہی جنس کے نر اور مادہ کو زوج (جوڑا) کہا جاتا ہے اور ان دونوں کے ایک فرد کو بھی زوج کہہ لیا جاتا ہے کیا ان کہ ہر ایک دوسرے کے لئے زوج ہوتا ہے۔ قرآن میں اس مقام پر بھی ازواج، افراد ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی افراد اللہ نے پیدا کیے۔ جو باہم ایک دوسرے کا جوڑا ہیں یہ نہیں کہ زوج کہ بمعنی جوڑے پیدا کیے کیونکہ اس طرح تعداد ۸ کے بجائے ۱۶ ہو جائے گی جو آیت کے اگلے حصہ کے مطابق نہیں ہے۔

یہ ثَمَانِيَةَ سے بدل ہے اور مراد دو قسم نر اور مادہ یعنی بھیڑ سے نر اور مادہ۔ اور بکری سے نر اور مادہ پیدا کیئے (بھیڑ میں ہی دنبہ چھترا شامل ہے)۔

ضأن لغوی کے تعین میں فقہی تصریحات کا بیان

اور اگر بطور تنزل ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ اہل لغت کے نزدیک میش کا اطلاق اون والے پر ہوتا ہے تب بھی ہم یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اس سے ان کی مراد بھیڑ ہے۔ اسکے بیان کے لئے ہم کو تھوڑی تفصیل میں جانا ہوگا۔

کسی چیز کی تعریف اس کے مساوی لفظ سے بھی کی جاتی ہے۔ جیسے انسان کی تعریف لفظ ناطق سے کی جائے (کہ جن جن افراد پر انسان دلالت کرتا ہے ناطق بنی اس اس پر دلالت کرتا ہے) اور کبھی تعریف کے لئے معرف سے عام لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے السعدانۃ نبت (کہ سعدانہ ایک مخصوص گھاس کا نام ہے) جبکہ نبت ہر گاس کو کہا جاتا ہے۔ اول الذکر تعریف کامل ہے اور ثانی ناقص، الغرض تعریف دونوں ہی ہے۔

اگر معرَّف کو بعض امور سے ممتاز کرنا ہے تو عام لفظ سے بھی تعریف جائز ہے۔ یہاں بھی ضان کا ترجمہ لفظ میش سے کر دیا جس

کا مفہوم اون والا۔ لیکن اس سے اہل لغت کی غرض ضان میں بھیڑ کو شامل کرنے کی نہیں تھی بلکہ دنبہ کو گائے، بھینس اور بکری سے ممتاز کرنا ہے کہ وہ اون والے جانور نہیں، اور دنبہ اون والا جانور ہے۔ اور جب ضان کو بھیڑ سے بھی ممتاز کرنا ہوا تو اس کی تعریف چکی والے جانور سے کی۔

اگر ہماری بات کا یہ جواب دیا جائے کہ اہل لغت کے اطلاق کو یہاں تعریف مساوی سے پھیر کر تعریف عام قرار دینا ایک بے دلیل اور ادعائی بات ہے۔ اس لئے قابل تقسیم نہیں ظاہر ہے کہ ان کا منشاء ضان کا ترجمہ پیش کر کے یہی ظاہر کرنا ہے کہ وہی جانور ہے جس کے اون ہوتا ہے چکی ہو یا نہ ہو، اس سے ان کو کوئی غرض نہیں تو لغۃ بھیڑ دنبہ میں شامل ہوئی۔

اگر اہل لغت کا مطلب وہی ہے جو آپ کہتے ہیں، لیکن ہمارے لئے حجت اہل لغت کی بات نہیں ہے اہل فقہ کی بات ہے جب وہ ضان کے معنی چکتی والا کہتے ہیں تو وہی مانا جائے گا، اور بھیڑ دنبہ میں شامل نہ ہو گی۔

رہ گئی یہ بات کہ اہل فقہ اور اہل لغت کے معانی میں اختلاف ہوتا ہے۔ تو اس کی نظیر قربانی کے جانور میں ہی لفظ جذع ہے کہ اہل فقہ چھ ماہ کے بچے کو کہتے ہیں، اہل لغت ایک سالہ بچہ کو، اور مسئلہ کا حل اہل فقہ کے قول پر ہی دیا جاتا ہے۔

(چلپی علی شرح الوقایہ، عینی علی الکنز)

ضأن کے معنی میں چکتی کی قید لگانے والے فقہاء احناف

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ شامی، علامہ طحطاوی اور صدر الشریعہ کی تصریحات کے مطابق ضأن اس قید کے ساتھ متعین ہو گیا ہے۔ جس کے بعد متاخرین علماء نے یہ کہا ہے۔

جب فقہاء نے چکتی والا کہہ کر اسی جانور کو متعین کر دیا تو اب ہم کو اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ وہ معنی مجازی ہیں یا حقیقی یا بطور اشتراک۔ (اشعۃ اللمعات، باب الاضحیہ، ج ۱، ص ۶۰۸، نوریہ رضویہ سکھر)

پس ان نصوص فقہیہ کی روشنی میں ہمارا فیصلہ تو یہی ہے کہ بھیڑ کی قربانی ناجائز ہے۔ اگر دوسری کسی کتاب میں اس کے جواز کا حکم ہو بھی تو احتیاط اس سے بچنے میں ہی ہے کہ عدم جواز کے یہ دلائل قاہرہ ہم نے ظاہر کر دیے۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ ضأن میں چکتی کی قید نہیں ہے لہٰذا خواہ چکتی ہو یا نہ ہو قربانی جائز ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک بعض متقدمین فقہاء کی قید نہ لگانے کا اعتبار کیا گیا ہے۔ (بہر حال اس مسئلہ کی مکمل تحقیق ہم ان شاء کتاب الاضاحی میں بیان کریں گے)۔ (شرح صحیح مسلم، ج ۶، ص ۱۴۳، فرید بک سٹال لاہور)

ضأن پر اطلاق زکوۃ میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت حسن بن زیاد نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جذع کو ضأن سے شمار کیا جائے گا اور حضرت امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کا قول بھی یہی ہے۔ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے جذع ضأن سے ہے۔ اور معز اس کو کہتے ہیں جس کو سال مکمل ہو جائے۔ اطلاق نص کی وجہ سے وہ جائز ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ضان ثنی لیا جائے گا خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث ہو۔اور حضرت امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے جذعہ سے ضان جائز ہے۔اور امام مالک کے نزدیک دونوں سے جائز ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ، ج ۴، ۴۹، ۵۱، حقانیہ ملتان)

1806- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَدْرٍ عَبَّادُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُؤْخَذُ صَدَقَاتُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى مِيَاهِهِمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''مسلمانوں کی زکوٰۃ ان کے پانی پر وصول کی جائے گی (اس سے مراد یہ ہے' پالتو جانور کی زکوٰۃ اس وقت وصول کی جائے گی' جب وہ پانی پینے کے لیے آئے ہوں گے)''۔

شرح

عوامل، حوامل اور علوفہ میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے ان کے نزدیک نصوص کے ظواہر ہیں۔اور ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔حوامل، عوامل اور ہل چلانے والے بیل میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔اور زکوٰۃ کا سبب وہ مال نامی ہے اور نامی کی دلیل سائمہ یا تجارت کے لئے استعمال کرنا ہے۔جبکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں پائی جاتی۔اور علوفہ کو کھلانے کا بوجھ برداشت کرنا ہے لہذا معنی نامیت معدوم ہے اور سائمہ وہ ہے جو سال کے اکثر حصہ میں چرنے کر اکتفاء کرے یہاں تک کہ اگر جانور کو نصف سال یا اکثر سال باندھ کھلایا ہو تو وہ علوفہ ہے۔لہذا قلیل اکثر کے تابع ہے۔(ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

زکوٰتی جانوروں کے بچوں میں عدم زکوٰۃ کے دلائل کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اونٹ کے بچوں اور گائے کے بچوں میں عدم زکوٰۃ کا حکم نصوص سے ظاہر ہے کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اونٹ کے بچوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گائے کے بچوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بقر مثیرہ میں زکوٰۃ نہیں ہے۔اور یہ مذہب حضرت علی المرتضیٰ، عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم کا ہے۔کیونکہ وجوب کا سبب مال نامی ہے اور یہ اموال نامی نہیں ہے۔کیونکہ نمو کی دلیل سائمہ ہونا ہے۔یا تجارت کے لئے ان کا شمار ہونا ہے اور ان دونوں میں انتفاء سبب پایا جا رہا ہے اور جب انتفائے سبب پایا جائے تو حکم بھی منتفی ہو جائے گا۔(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۹۰، ۷، بیروت)

جن سائمہ جانوروں میں زکوٰۃ واجب ہے اگر ان کے صرف بچے ہوں اور ان بچوں کے ساتھ بڑا جانور ایک بھی نہ ہو تو ان بچوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے یہی صحیح قول ہے اور اگر ان کے ساتھ ایک جانور بھی پوری عمر کا ہو گا تو وہ سب بچے نصاب پورا کرنے

1806- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

میں اس کے تابع ہو جائیں گے اوران سب کی تعداد ملا کر نصاب پورا ہونے پر بالا جماع زکوۃ واجب ہو جائے گی مگر زکوۃ میں بچے نہیں دیئے جائیں گے بلکہ پوری عمر کا بکری دیا جائے گا مثلاً کسی کے پاس بکریوں کے انتالیس بچے ایک سال سے کم عمر کے ہیں ایک بکری ایک سال سے اوپر کی ہے توان پر زکوۃ واجب ہوگی پس اگر وہ ایک سال سے زیادہ عمر کی بکریا وسط درجہ کی ہے تو وہی لی جائے گی اوراول درجہ کی ہے تو صاحب مالا وسط درجہ کی بکری دے گا اوراگر وہ بکری اوسط درجہ سے کم کی ہوتو پھر یہی واجب ہے اسی طرح اونٹوں اورگائے بیلوں میں سمجھ لیجئے ،اگر کچھ جانوروا جب ہوں تو اگر بڑوں سے زکوۃ پوری نہ ہوتی ہوتو بڑے جانور جو موجود ہیں وہی واجب ہوں گے اور باقی ساقط ہو جائیں گے ، چھوٹے جانور ملا کر تعداد پوری نہیں کریں گے۔

جو جانورکام کرتے ہیں مثلاً ہل چلاتے اورزمین سیراب کرتے ہیں یاان پر بوجھ لادا جاتا ہو یا سواری کے لئے ہوں یا نصف سال سے زیادہ گھر پر چارہ کھلایا جاتا ہوان پر زکوۃ نہیں ہے لیکن گھر پر چارہ کھانے والے جانوراگر تجارت کے لئے ہوں توان میں زکوۃ قیمت کے اعتبار سے واجب ہوگی بلکہ سائمہ بھی اگر تجارت کے لئے ہوں تب بھی اس کی زکوۃ قیمت لگا کر دی جائے گی۔

علوفہ وسائمہ کی تعریف

اگر سال کا اکثر حصہ مفت چر کر گزارا کریں تو سائمہ کہلاتے ہیں۔ان پر مقرر شرح سے سال گزرنے پر زکوۃ وصول کی جائے گی۔اگر سال کا اکثر حصہ قیمتی چارہ ڈالا جائے تو علوفہ کہلاتے ہیں ان پر زکوۃ نہیں۔

عوامل وحوامل کی زکوۃ میں مذاہب اربعہ

جو جانورکام کاج کے ہوں اورضروریات میں استعمال ہوتے ہوں جیسے بیل ہل جوتنے یا کنویں سے پانی کھینچنے یا بار برداری کے کام لیے ہوں تو اگر چہ ان کی تعداد بقدر نصاب ہی کیوں نہ ہو لیکن ان میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ یہی حکم اونٹ وغیرہ کے بارے میں بھی ہے چنانچہ حضرت امام اعظم حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔لیکن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے جانوروں میں بھی زکوۃ واجب ہوگی۔

علوفہ کی زکوۃ میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: علوفہ جانور میں زکوۃ واجب نہیں ہے۔اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے۔اور اسی طرح حضرت عطاء، حسن ،ابراہیم نخعی،سفیان ثوری،سعید بن جبیر،لیث بن سعد،امام شافعی ،امام احمد،ابوثور،ابوعبید،ابن منذر علیہم الرحمہ کا قول ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمہ سے روایت ہے اور قتادہ،مکحول اور امام مالک علیہم الرحمہ نے کہا ہے کہ اس میں زکوۃ واجب ہے۔اوران کی دلیل نص کا ظاہری حکم یعنی"ان کے اموال سے صدقہ پکڑیں" ہے۔

ہم احناف اور ہمارے مؤید فقہاء کی دلیل سنن ابوداؤد کی حدیث ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔حوامل،عوامل اور ہل چلانے والے بیل میں زکوۃ واجب نہیں ہے۔(البنایہ شرح الہدایہ،۳،ص،۶۸،حقانیہ ملتان)

چالیس بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ ہونے کا بیان

1807 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْاَوْدِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِىْ هِنْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ اَرْبَعِيْنَ شَاةً شَاةٌ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَاِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيْهَا شَاتَانِ اِلٰى مِائَتَيْنِ فَاِنْ زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيْهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ اِلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَاِنْ زَادَتْ فَفِىْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ لَّا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَّلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَكُلُّ خَلِيْطَيْنِ يَتَرَاجَعَانِ بِالسَّوِيَّةِ وَلَيْسَ لِلْمُصَدِّقِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَّلَا تَيْسٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ الْمُصَدِّقُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: چالیس بکریوں میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہو گی' یہ حکم ایک سو بیس تک میں ہے' جب ایک بھی زیادہ ہو جائے' تو ان میں دو بکریوں کی ادائیگی لازم ہو گی' یہ حکم دو سو تک ہے' اگر ایک بھی زیادہ ہو جائے' تو ان میں تین بکریوں کی ادائیگی لازم ہو گی' یہ حکم تین سو تک ہے' اگر زیادہ ہو جائیں' تو ہر ایک سو بکریوں میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہو گی۔

(زکوٰۃ سے بچنے کے لیے) اکٹھے مال کو الگ' الگ نہیں کیا جائے گا اور الگ' الگ مال کو اکٹھے نہیں کیا جائے گا (مشترکہ مال میں) دونوں شراکت داروں سے برابری کی بنیاد پر وصولی کی جائے گی۔

زکوٰۃ وصول کرنے والا بوڑھا' کانا اور نر جانور وصول نہیں کرے گا' البتہ اگر زکوٰۃ دینے والا چاہے (تو نر جانور ادا کر سکتا ہے)۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِىْ عُمَّالِ الصَّدَقَةِ

یہ باب زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین کے بیان میں ہے

1808 - حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُعْتَدِىْ فِى الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''زکوٰۃ وصول کرنے میں زیادتی کرنے والا زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کی مانند (گناہگار) ہے''۔

1809 - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ وَّيُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

1807: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1808: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1585 ' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 646

1809: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2936 ' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 645

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِي فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى بَيْتِهٖ

◆◆ حضرت محمود بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ کہتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے حق کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرنے والا اہلکار اللہ کی راہ میں غازی کی طرح شمار ہوتا ہے جب تک وہ اپنے گھر واپس نہیں آجاتا۔

شرح

حق کے ساتھ کا مطلب یہ ہے کہ عامل چونکہ طلب ثواب اور اللہ کی رضاء حاصل کرنے کی خاطر زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اس لئے اس کے صدق واخلاص کی بناء پر اسے غازی کے ثواب کی مانند ثواب عنایت فرمایا جاتا ہے۔

1810-حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ مُوْسٰى بْنَ جُبَيْرٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحُبَابِ الْاَنْصَارِيَّ حَدَّثَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُنَيْسٍ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ تَذَاكَرَ هُوَ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمًا الصَّدَقَةَ فَقَالَ عُمَرُ اَلَمْ تَسْمَعْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَذْكُرُ غُلُوْلَ الصَّدَقَةِ اَنَّهٗ مَنْ غَلَّ مِنْهَا بَعِيْرًا اَوْ شَاةً اُتِيَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَحْمِلُهٗ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُنَيْسٍ بَلٰى

◆◆ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ ان کی اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بحث ہوگئی جو زکوٰۃ کے بارے میں تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں سنا تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ میں خیانت کرنے والے کا ذکر کیا تھا۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:)

''جو شخص اس میں سے کسی ایک اونٹ یا ایک بکری کی خیانت کرے گا تو قیامت کے دن اس شخص کو اس حال میں لایا جائے گا کہ اس نے اس جانور کو اٹھایا ہوا ہوگا''۔

راوی کہتے ہیں: تو حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں (میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے)۔

1811-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَدْرٍ عَبَّادُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَتَّابٍ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَطَاءٍ مَوْلٰى عِمْرَانَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ اَنَّ عِمْرَانَ ابْنَ الْحُصَيْنِ اسْتُعْمِلَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا رَجَعَ قِيْلَ لَهٗ اَيْنَ الْمَالُ قَالَ وَلِلْمَالِ اَرْسَلْتَنِيْ اَخَذْنَاهُ مِنْ حَيْثُ كُنَّا نَاْخُذُهٗ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعْنَاهُ حَيْثُ كُنَّا نَضَعُهٗ

◆◆ ابراہیم بن عطاء بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے بتایا: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کا

1810: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1811: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1625

اس کا مقرر کیا گیا' جب وہ واپس تشریف لائے' تو ان سے دریافت کیا گیا' مال کہاں ہے' تو انہوں نے فرمایا تم نے مال کے لیے مجھے بھیجا تھا؟ ہم نے تو اسے اسی طرح وصول کیا جس طرح نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں وصول کیا کرتے تھے اور اسی طرح رکھ دیا (یعنی مستحقین کو دے دیا) جس طرح ہم (نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس) میں اسے رکھا کرتے تھے۔

بَابُ: صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ

یہ باب گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے

1812-حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ وَلَا فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

1813-حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَجَوَّزْتُ لَكُمْ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' میں نے تمہیں گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ معاف کردی ہے۔

شرح

جب گھوڑے سائمہ ہوں خواہ مذکر ہوں یا مؤنث ہوں تو ان کے مالک کو اختیار اگر چاہے تو ہر گھوڑے کی زکوٰۃ ایک دینار دے اور اگر چاہے تو ان کی قیمت شمار کرتے ہوئے ہر دو سو درہم پر پانچ درہم دے۔ یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے اور امام زفر علیہ الرحمہ کا بھی یہی قول ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان پر اس کے غلام اور اس کے گھوڑے کی زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر سائمہ گھوڑے میں ایک دینار یا دس دراہم ہیں۔ اور صاحبین کی روایت کردہ حدیث کی تاویل یہ ہے کہ اس سے غازی گھوڑا مراد ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دینار یا قیمت کے درمیان اختیار روایت کیا گیا ہے۔

1812 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث:1463 'ورقم الحدیث:1464 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2270 'ورقم الحدیث 2272 'ورقم الحدیث 2273 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث:1094 'ورقم الحدیث:1095 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 628 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 2466 'ورقم الحدیث:2467 'ورقم الحدیث:2468 'ورقم الحدیث:2469 'ورقم الحدیث 2470 'ورقم الحدیث 2471

1813 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اکیلے مذکر گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔اس لئے کہ صرف مذکر گھوڑوں سے نسل نہیں بڑھتی۔اور ایک روایت کے مطابق تنہا گھوڑیوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت کے مطابق یہ بیان کیا گیا ہے کہ صرف گھوڑیوں میں زکوٰۃ واجب ہے۔کیونکہ گھوڑا ادھار مانگ کر نسل بڑھائی جاسکتی ہے۔جبکہ گھوڑوں میں ایسا نہیں ہوتا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت صرف گھوڑوں کے بارے میں وجوب زکوٰۃ کا ہے۔اور خچروں اور گدھوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خچروں اور گدھوں کی زکوٰۃ کے بارے میں مجھ پر کچھ نازل نہیں ہوا۔اور مقادیر کا ثبوت سماعی ہے لیکن جب خچر اور گدھے تجارت کے لئے ہیں۔اس لئے کہ اس صورت میں زکوٰۃ مالیت سے متعلق ہوگی۔جیسا کہ دوسرے تجارت کے مالوں میں ہوا کرتا ہے۔(ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

گھوڑوں کی زکوٰۃ میں فقہی اختلاف کا بیان؟

دراصل اس عبارت کے مفہوم کے تعین میں یہ اختلاف اس لیے واقع ہوا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جو جنگل میں چرتے ہیں پھر گھوڑے کا مالک اس بارے میں مختار ہے کہ چاہے تو وہ ان کی زکوٰۃ میں ہر گھوڑے پیچھے ایک دینار دے چاہے ان کی قیمت متعین کر کے ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرے جیسا کہ زکوٰۃ کا حساب ہے۔

حضرت امام شافعی اور صاحبین کے ہاں گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ان حضرات کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمانوں پر ان کے گھوڑے اور غلام میں صدقہ واجب نہیں ہے۔حضرت امام ابوحنیفہ کی طرف سے دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ ہر گھوڑے پیچھے کہ جو جنگل میں چرے ایک دینار ہے۔

جہاں تک تعین قیمت پر زکوٰۃ کا تعلق ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عمر فاروق سے منقول ہے حضرت شافعی بطور دلیل جو حدیث پیش کرتے ہیں اس کے بارے میں حضرت امام اعظم کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق غازی ومجاہد کے گھوڑے سے ہے اسی طرح غلام سے مراد غلام ہے جو خدمت کے لیے رکھ چھوڑا ہو۔

وہ گھوڑے جو اپنے مالک کے لیے ثواب کا ذریعہ بنتے ہیں اس کی تشریح آپ نے یہ فرمائی کہ اس سے وہ گھوڑے مراد ہیں جسے اس کے مالک نے مسلمانوں کے لیے خدا کی راہ میں باندھا ہے یہاں راہ خدا سے مراد جہاد ہی ہے یعنی اس نے اس مقصد کے لیے گھوڑے پال رکھے ہیں تاکہ جب جہاد کا وقت آئے تو اس پر سوار ہو کر دشمنان اسلام سے نبرد آزما ہو یا بوقت ضرورت دوسرے مسلمانوں کو دے تاکہ وہ اس پر سوار ہو کر جہاد کریں۔

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ گھوڑوں کی زکوٰۃ والے مسئلہ میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔اور صاحب ''الاسرار'' نے بھی اس کو راجح قرار دیا ہے۔جبکہ شمس الائمہ اور صاحب تحفہ نے امام اعظم علیہ الرحمہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔اور اس بات پر اجماع کیا ہے کہ امام صاحب گھوڑوں سے جبراً زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم نہیں دیتے۔اور کتب ستہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ مسلمان کے غلام اور گھوڑے پر زکوٰۃ نہیں ہے۔البتہ امام مسلم نے یہ زیادہ کیا ہے۔کہ سوائے فطرانے کے

زکوٰۃ نہیں ہے۔ (فتح القدیر، ج۴، ص۲۵، بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۱۴۶۳)

گھوڑوں کی زکوٰۃ میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جو جنگل میں چرتے ہیں پھر گھوڑے کا مالک اس بارے میں مختار ہے کہ چاہے تو وہ ان کی زکوٰۃ میں ہر گھوڑے پیچھے ایک دینار دے چاہے ان کی قیمت متعین کر کے ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرے جیسا کہ زکوٰۃ کا حساب ہے۔

اور امام نخعی سے روایت کیا گیا ہے کہ جو روضہ میں ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول بھی یہی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے اس کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

حضرت امام ابویوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اور انہوں نے حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے اسی اختیار کیا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ گھوڑوں کی زکوٰۃ میں لوگوں کا اختلاف ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی لکھتے ہیں: کہ فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ خلفاء راشدین ان سے صدقہ لیتے تھے۔

(البنایہ شرح الہدایہ، ۴، ص۲۵، حقانیہ ملتان)

بَابُ: مَا تَجِبُ فِيهِ الزَّكٰوةُ مِنَ الْاَمْوَالِ

یہ باب ہے کہ اموال میں سے کس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟

1814 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ اَبِيْ نَمِرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ اِلَى الْيَمَنِ وَقَالَ لَهُ خُذِ الْحَبَّ مِنَ الْحَبِّ وَالشَّاةَ مِنَ الْغَنَمِ وَالْبَعِيْرَ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرَةَ مِنَ الْبَقَرِ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن بھیجا تو ان سے فرمایا: "اناج کی زکوٰۃ میں اناج وصول کرنا' بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ میں بھیڑ' بکریاں وصول کرنا' اونٹوں کی زکوٰۃ میں اونٹ وصول کرنا اور گائے کی زکوٰۃ میں گائے وصول کرنا"۔

1814: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1599

1815 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ

1815 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ اِنَّمَا سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ فِيْ هٰذِهِ الْخَمْسَةِ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرِ وَالزَّبِيْبِ وَالذُّرَةِ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی کریم ﷺ نے ان پانچ چیزوں میں زکوٰۃ کی ادائیگی کو شرعی حکم قرار دیا ہے۔

''گندم' جو' کھجور' کشمش' مکئی اور جوار''۔

شرح

شریعت نے چار قسم کے مالوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے (۱) سائمہ جانوروں پر (۲) سونے چاندی پر (۳) تجارتی مال پر خواہ وہ کسی قسم کا ہو (۴) کھیتی اور درختوں کی پیداوار پر گو اس چوتھی قسم کو فقہاء زکوٰۃ کے لفظ سے ذکر نہیں کرتے بلکہ اسے عشر کہتے ہیں چنانچہ متفقہ طور تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چوپایہ جانوروں یعنی اونٹ گائے، بکری، دنبہ، بھیڑ اور بھینس میں زکوٰۃ واجب ہے خواہ جانور نر ہوں یا مادہ ان کے علاوہ اور جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ البتہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ واجب ہے اس کی تفصیل اگلے صفحات میں بیان کی کائے گی اسی طرح متفقہ طور پر تمام ائمہ کے نزدیک سونے چاندی اور تجارت کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے۔ جو چیزیں ایک سال تک قائم نہ رہتی ہوں جیسے ککڑی، کھیرا، خربوزہ اور دوسری ترکاریاں ساگ وغیرہ ان میں دوسرے ائمہ کے نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں ہے البتہ کھجوروں اور کشمش میں زکوٰۃ واجب ہے جب کہ ان کی مقدار پانچ وسق تک ہو پانچ وسق سے کم مقدار میں ان میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ کے ہاں ہر اس چیز میں عشر یعنی دسواں حصہ نکالنا واجب ہے جو زمین سے پیدا ہو خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ ہو لیکن بانس، لکڑی اور گھاس میں عشر واجب نہیں ہے اس بارے میں حضرت امام صاحب کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ ما اخرجتہ الارض ففیہ العشر۔ زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز میں دسواں حصہ نکالنا واجب ہے۔ زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہونے کے لئے کسی مقدار معین کی شرط نہیں ہے اسی طرح سال گزرنے کی بھی قید نہیں بلکہ جس قدر اور جب بھی پیداوار ہو گی اسی وقت دسواں حصہ نکالنا واجب ہو جائے گا دوسرے مالوں کے برخلاف کہ ان میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوتی ہے جب کہ وہ بقدر نصاب ہوں اور ان پر ایک سال پورا گزر جائے۔

بَابُ: صَدَقَةِ الزُّرُوْعِ وَالثِّمَارِ

یہ باب زراعت اور پھلوں کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے

1816- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰى اَبُوْ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ ذُبَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَّعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ

1816 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 639

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ الْعُشْرُ وَفِيمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''آسمان (یعنی بارش) اور چشموں کے ذریعے سیراب ہونے والی زمین میں عشر اور مصنوعی طریقوں سے سیراب ہونے والی زمین میں نصف عشر کی ادائیگی لازم ہوگی''۔

1817- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْمِصْرِيُّ أَبُو جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْأَنْهَارُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ بَعْلًا الْعُشْرُ وَفِيمَا سُقِيَ بِالسَّوَانِي نِصْفُ الْعُشْرِ

سالم بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جس زمین کو آسمانی پانی یا چشموں کے پانی کے ذریعے سیراب کیا جائے یا وہ سیلابی پانی کی گزرگاہ ہو۔ اس کی پیداوار پر عشر (دسویں حصے) کی ادائیگی لازم ہوگی اور جس زمین کو اونٹوں پر پانی لا کر سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر (بیسویں حصے) کی ادائیگی لازم ہوگی۔

1818- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَفَّانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ وَأَمَرَنِي أَنْ آخُذَ مِمَّا سَقَتِ السَّمَاءُ وَمَا سُقِيَ بَعْلًا الْعُشْرَ وَمَا سُقِيَ بِالدَّوَالِي نِصْفَ الْعُشْرِ

قَالَ يَحْيَى بْنُ آدَمَ الْبَعْلُ وَالْعَثَرِيُّ وَالْعَذْيُ هُوَ الَّذِي يُسْقَى بِمَاءِ السَّمَاءِ وَالْعَثَرِيُّ مَا يُزْرَعُ بِالسَّحَابِ وَالْمَطَرِ خَاصَّةً لَيْسَ يُصِيبُهُ إِلَّا مَاءُ الْمَطَرِ وَالْبَعْلُ مَا كَانَ مِنَ الْكُرُومِ قَدْ ذَهَبَتْ عُرُوقُهُ فِي الْأَرْضِ إِلَى الْمَاءِ فَلَا يَحْتَاجُ إِلَى السَّقْيِ الْخَمْسَ سِنِينَ وَالسِّتَّ يَحْتَمِلُ تَرْكَ السَّقْيِ فَهَذَا الْبَعْلُ وَالسَّيْلُ مَاءُ الْوَادِي إِذَا سَالَ وَالْغَيْلُ سَيْلٌ دُونَ سَيْلٍ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے مجھے یمن بھیجا' آپ ﷺ نے مجھے ہدایت کی کہ جو زمین آسمان سے سیراب ہوتی ہے اور جسے زمین (میں موجود پانی سے) سیراب کیا جاتا ہے اس میں عشر وصول کروں اور جسے ڈولوں (یعنی مصنوعی طریقے) کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہے اس میں نصف عشر وصول کروں۔

یحییٰ بن آدم کہتے ہیں: بعل' عثری' عذی' اس سے مراد وہ زمین ہے' جسے بارش کے پانی کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہے' عثری بطور خاص اس زمین کو کہا جاتا ہے' جسے بارش کے پانی کے ذریعے کاشت کیا جائے' وہاں تک صرف بارش کا پانی ہی پہنچ سکتا ہو جبکہ

1817: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 1483' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1596' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 640' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2487

1818: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بعل ان بیلوں کو کہا جاتا ہے جن کی جڑیں خود بخود پانی تک پہنچ جاتی ہیں اور پانچ سال تک انہیں سیراب کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے یا چھ سال تک انہیں سیراب کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اس میں بھی یہ احتمال ہوتا ہے آپ سیرابی کو ترک کر دیں تو ایسی زمین کو بعل کہا جاتا ہے جبکہ سیل اس زمین کو کہا جاتا ہے جو نشیبی علاقے میں ہو اور سیلابی پانی کے ذریعے سیراب ہو جبکہ غلیل وہ سیلابی پانی ہوتا ہے جو سیلاب سے کم درجے کا ہو۔

شرح

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا: زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ ہو۔ اور اسی طرح خواہ اسے جاری پانی یا بارش کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو۔ جبکہ نرکل، ایندھن اور گھاس میں نہیں۔ اور صاحبین نے کہا عشر صرف ان میں واجب ہے جن کا پھل باقی رہتا ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ وہ پانچ وسق ہو جائے۔ اور ایک وسق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع سے ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک سبزیوں میں عشر نہیں ہے۔ یہاں اختلاف دو جگہوں میں ہے۔ (۱) نصاب کی شرط لگانے میں ہے۔ (۲) بقاء کی شرط لگانے میں ہے۔ پہلی صورت میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ وسق سے کم پر صدقہ نہیں ہے۔ (بخاری) لہٰذا عشر بھی زکوٰۃ ہی ہے۔ پس اس میں ثبوت غناء کے لئے نصاب شرط ہوگا۔ اور حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، زمین نے جو کچھ نکالا ہے اس میں عشر ہے۔ (مشکوٰۃ) اس میں کسی قسم کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔ اور صاحبین کی بیان حدیث کی تاویل یہ ہے کہ زکوٰۃ تجارت ہے۔ اس لئے کہ لوگ اوساق کے ساتھ خرید وفروخت کرتے ہیں۔ اور ایک وسق کی قیمت چالیس دراہم تھی اور اس میں مالک کا اعتبار نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی صف یعنی غناء کا اعتبار کس طرح کیا جائے؟ اور اسی دلیل کی وجہ سے سال گزرنے کی شرط بھی نہیں ہے۔ اس لئے سال کا گزرنا نمو حاصل کرنے کے لئے تھا۔ یہ تو سارے کا سارا نمو (بڑھوتی) ہے۔ اور صاحبین کی دلیل دوسری شرط میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ سبزیوں میں صدقہ نہیں ہے۔ (سنن دار قطنی) اور جب زکوٰۃ کی نفی ہوئی تو عشر ہی متعین ہو گیا۔ اور امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل وہی حدیث ہے جسے روایت کر چکے ہیں۔ اور صاحبین کی بیان کردہ حدیث اس صدقہ پر محمول ہے جس کو عاشر وصول کرتا ہے۔ اور روایت میں امام اعظم علیہ الرحمہ بھی اسی سے استدلال فرماتے ہیں۔ اور اس دلیل کی وجہ سے بھی زمین سے نمو ایسی چیز سے حاصل ہوتا ہے جو باقی رہنے والی ہی نہیں ہے۔ اور سبب بھی یہی یعنی زمین کا نامی ہونا ہے۔ اور اس میں خراج بھی اسی وجہ سے واجب ہے۔ اور ایندھن، نرکل (بانس) کی لکڑی اور گھاس کا حکم تو عرف عام کے مطابق باغات میں نہیں لگائی جاتیں۔ بلکہ ان کو باغات سے اکھاڑا جاتا ہے یہاں تک کہ اگر مالک اس کو نرکل کا کھیت یا ایندھن کے درختوں کا باغ یا گھاس اگانے ہی جگہ بنالے۔ تو اس میں عشر واجب ہوگا۔ اور یہاں نرکل سے مراد فارسی نرکل ہے۔ البتہ گنے اور چرائتہ ان دونوں میں عشر واجب ہے۔ کیونکہ ان دونوں سے زمین کی پیداوار مقصود ہوتی ہے۔ بہ خلاف کھجور کی شاخوں اور بھوسے کے کیونکہ ان میں مقصود چھوارہ اور دانہ ہوتا ہے۔ بھوسہ اور شاخیں غیر مقصود ہوتی ہیں۔ (ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک عشر کا حکم شرعی

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ سے اختلاف ہے کیونکہ آپ کے نزدیک علی الاطلاق عشر واجب ہے اور آپ کا استدلال اس آیت مبارکہ سے ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (البقرہ، ۲۶۷)

اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو۔ اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا۔ اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے۔ اور تمہیں ملے تو نہ لو گے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ سراہا گیا ہے۔ (کنز الایمان)

حضرت امام ابوحنیفہ کے ہاں ہر اس چیز میں عشر یعنی دسواں حصہ نکالنا واجب ہے جو زمین سے پیدا ہو خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ ہو لیکن بانس، لکڑی اور گھاس میں عشر واجب نہیں ہے اس بارے میں حضرت امام صاحب کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ ما اخرجته الارض ففیه العشر۔ زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز میں دسواں حصہ نکالنا واجب ہے۔

زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہونے کے لیے کسی مقدار معین کی شرط نہیں ہے اسی طرح سال گزرنے کی بھی قید نہیں بلکہ جس قدر اور جب بھی پیداوار ہو گی اسی وقت دسواں حصہ نکالنا واجب ہو جائے گا دوسرے مالوں کے برخلاف کہ ان میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوتی ہے جب کہ وہ بقدر نصاب ہوں اور ان پر ایک سال پورا گزر جائے۔

زمین کی پیداوار پر عشر دینے میں فقہی بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس چیز کو آسمان نے یا چشموں نے سیراب کیا ہو یا خود زمین سرسبز و شاداب ہو تو اس میں دسواں حصہ واجب ہوتا ہے اور جس زمین کو بیلوں یا اونٹوں کے ذریعے کنوئیں سے سیراب کیا گیا ہو تو اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ واجب ہے۔ (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ جو زمین بارش سے سیراب کی جاتی ہو یا چشموں، نہروں اور ندی نالوں کے ذریعے اس میں پانی آتا ہو تو ایسی زمین سے جو بھی غلہ وغیرہ پیدا ہو گا اس میں سے دسواں حصہ بطور زکوٰۃ دینا واجب ہو گا۔

عشری اس زمین کو کہتے ہیں جسے عاثور سیراب کیا جائے اور عاثور اس گڑھے کو کہتے ہیں جو زمین پر بطور تالاب کھودا جاتا ہے اس میں سے کھیتوں وغیرہ میں پانی لے جاتے ہیں۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ عشری اس زمین کو کہتے ہیں جو پانی کے قریب ہونے کی وجہ سے ہمیشہ تر و تازہ اور سرسبز و شاداب رہتی ہے۔

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر نے انہیں ان کے والد نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ زمین جسے آسمان (بارش

کا پانی) یا چشمہ سیراب کرتا ہو۔ یا وہ خود بخود نمی سے سیراب ہو جاتی ہو تو اس کی پیداوار سے دسواں حصہ لیا جائے اور وہ زمین جسے کنویں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو تو اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ لیا جائے۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ یہ حدیث یعنی عبداللہ بن عمر کی حدیث کہ جس کھیتی میں آسمان کا پانی دیا جائے دسواں حصہ ہے پہلی حدیث یعنی ابوسعید کی حدیث کی تفسیر ہے۔ اس میں زکوٰۃ کی کوئی مقدار مذکور نہیں ہے اور اس میں مذکور ہے۔ اور زیادتی قبول کی جاتی ہے۔ اور گول مول حدیث کا حکم صاف صاف حدیث کے موافق لیا جاتا ہے۔ جب اس کا راوی ثقہ ہو۔ جیسے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی۔ لیکن بلال رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ آپ نے نماز (کعبہ میں) پڑھی تھی۔ اس موقع پر بھی بلال رضی اللہ عنہ کی بات قبول کی گئی اور فضل رضی اللہ عنہ کا قول چھوڑ دیا گیا۔

اصول حدیث میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ثقہ اور ضابط شخص کی زیادتی مقبول ہے۔ اسی بنا پر ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ زکوٰۃ میں مال کا کون سا حصہ لیا جائے گا یعنی دسواں حصہ یا بیسواں حصہ اس حدیث یعنی ابن عمر کی حدیث میں زیادتی ہے تو یہ زیادتی واجب القبول ہوگی۔ بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے یہ حدیث یعنی ابوسعید کی حدیث پہلی حدیث یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔ کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نصاب کی مقدار مذکور نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک پیداوار سے دسواں حصہ یا بیسواں حصہ لیے جانے کا اس میں ذکر ہے۔ خواہ پانچ وسق ہو یا اس سے کم ہو۔ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تفصیل ہے کہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ تو یہ زیادتی ہے۔ اور زیادتی ثقہ اور معتبر راوی کی مقبول ہے۔

زمینی پیداوار میں قید وسق میں مذاہب اربعہ

غلہ اور پھلوں کے نصاب عشر میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک پانچ وسق کو نصاب قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ حضرت امام اعظم کے نزدیک وسق کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ زمینی پیداوار میں جس بھی پھل اور سبزیاں ہیں ان کی مقدار کے مطابق ان میں عشر یا نصف عشر دینا واجب ہے۔ (المغنی، ج ۲، ص ۲۹۰، بیروت)

نصف عشر والی زمینوں کا بیان

جو زمین ڈول، رہٹ یا اونٹنی سے سیراب کی گئی ہو تو اس میں نصف عشر ہے۔ دونوں اقوال کے مطابق یہی حکم ہے کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے۔ اور جس کو دریا یا بارش کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو تو اس میں مشقت تھوڑی ہے۔ اور دریا کے پانی یا کسی بڑے ڈول سے سیراب کیا گیا تو اس میں سال کے اکثر حصے کا اعتبار کریں گے جس طرح سائمہ جانوروں میں سال کے اکثر کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک ایسی چیزوں میں عشر واجب ہے۔ جو ایک وسق نہیں ہیں جس طرح زعفران اور روئی ہے۔ جب وہ ایسے پانچ اوسق کو پہنچ جائے تو ادنیٰ وسق سے ہوں جس طرح ہمارے دور میں جوار ہے۔ اس لئے جب کوئی چیز غیر وسق سے ہو تو اس میں شرعی نصاب کا اندازہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ تو پھر اس کی قیمت کا اندازہ کریں گے۔ جس طرح تجارت کے سامان میں ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: اس میں عشر واجب ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی پیداوار ایسی نوع سے

ہو جس کا اندازہ کرنا ممکن ہو اور اعلیٰ درجے کے حساب سے پانچ عدد کو پانچ جائے۔ لہٰذا امام محمد علیہ الرحمہ نے روئی کے اندر پانچ حمل کا اعتبار کیا ہے اور ہر حمل (بڑی گانٹھ) تین سو من کی ہوتی ہے جبکہ زعفران میں پانچ من کا اعتبار کیا ہے کیونکہ وسق کا اعتبار اسی طرح ہوتا ہے۔ یہی سب سے اعلیٰ حساب ہے۔ جس کے ساتھ اندازہ کیا جاتا ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

جس میں عشر یا عشر کا نصف ہے اس کا بیان

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس (کھیت) میں نہروں اور بارش (کے ذریعے) سے پانی دیا جائے اس میں عشر (یعنی دسواں حصہ) زکوٰۃ ہے اور جو اونٹ لگا کر سینچی جائے اس میں نصف العشیر (یعنی بیسواں حصہ زکوٰۃ) فرض ہے۔ (صحیح مسلم، 992)

عشر یعنی کھیتی اور پھلوں کی زکوٰۃ کا بیان

۴. اگر زمین ایسی ہو جس کو بارش کے پانی نے سیراب کیا ہو یا ندی، نالوں اور نہروں کے جاری پانی سے بغیر آلات کے سیراب ہوئی ہو تو اس میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے، اور اگر چرس یا رہٹ وغیرہ آلات کے ذریعہ پانی دیا ہو، یا پانی مول لے کر سیراب کیا ہو تو اس زمین کی پیداوار میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے اگر سال کا کچھ حصہ ندی نالوں وغیرہ سے پانی دیا اور کچھ آلات یعنی چرس اور رہٹ وغیرہ سے دیا تو سال کے نصف سے زیادہ حصہ میں جس طرح پانی دیا جائے گا اس کا اعتبار کیا جائے گا اور اگر دونوں طرح برابر پانی دیا ہو تو بیسواں حصہ واجب ہے کھیتی کے اخراجات مثلاً کام کرنیوالوں کی مزدوری بیلوں وغیرہ کا خرچہ، نہروں کی کھدائی، محافظ کی اجرت اور بیج وغیرہ اس میں سے وضع نہیں کئے جائیں گے بلکہ ان کو منہا کئے بغیر کل آمدنی میں سے دسواں یا بیسواں حصہ لیا جائے گا۔

۵. خراجی پانی وہ ہے جن پر پہلے کفار کا قبضہ تھا پھر مسلمانوں نے ان سے زبردستی لے لیا ہو اس کے علاوہ سب پانی عشری ہیں، دریاؤں اور بارشوں کا پانی تو عشری ہے ہی کنوئیں اور چشمے وغیرہ جن کو اسلام کے غلبہ کے بعد مسلمانوں نے بنایا ہو یا جن کا کچھ حال معلوم نہ ہو وہ سب اسلامی ہوں گے اور ان کا پانی عشری ہوگا۔

۶. اگر کسی شخص نے عشری زمین اجارہ پر دی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک عشر مالک پر واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر واجب ہوگا بعض کے نزدیک صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے اور متاخرین کی ایک جماعت نے امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا ہے پس اگر مالک زمین کی پوری اجرت لیتا ہو اور مستاجر کے پاس بہت کم بچے تو امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا اور عشر مالکِ زمین سے لیا جائے اور اگر مالک کم اجرت لے اور مستاجر کے پاس زیادہ بچے تو فتویٰ صاحبین کے قول پر دیا جائے اور عشر مستاجر سے لیا جائے۔

۷۔ اگر کسی مسلمان نے زمین مانگ کر زراعت کی تو زمین مانگ کر لینے والے پر عشر واجب ہوگا اور اگر کافر کو زمین مانگی ہوئی دی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک مالکِ زمین پر عشر واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اس کافر پر عشر واجب نہ ہے امام صاحب سے بھی

ایک روایت میں اسی طرح ہے لیکن امام محمد کے نزدیک ایک عشر واجب ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک دو عشر واجب ہوں گے ۸۔
اگر زمین مزارعت (کھیتی کی شرکت) پر دی تو صاحبین کے قول کے بموجب کاشتکار اور زمیندار دونوں پر اپنے اپنے حصہ کے مطابق عشر واجب ہوگا اسی پر فتویٰ ہے۔

۹۔ اگر عشری زمین کو کوئی شخص غصب کر کے اس میں کھیتی کرے، پھر اس میں زراعت سے کچھ نقصان نہ ہو تو زمین کے مالک پر عشر واجب نہ ہوگا بلکہ غاصب پر واجب ہوگا اور اگر زراعت سے اس میں نقصان ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک زمین کے مالک پر عشر واجب ہوگا صاحبین کے نزدیک پیداوار میں ہے

۱۰۔ عشری زمین جس میں زراعت تھی اور وہ تیار ہو چکی تھی، اگر اس کو مالک نے مع زراعت کے فروخت یا فقط زراعت بیچی تو بیچنے والے پر عشر واجب ہوگا خریدار پر نہ ہوگا اور اگر زمین بیچی اور زراعت ابھی سبز تھی اگر خریدار نے اس کو اسی وقت جدا کر دیا تو عشر بیچنے والے پر ہوگا اور اگر پکنے تک اس کو رکھا تو عشر خریدار پر واجب ہوگا یعنی اگر صرف کھیتی بیچی اور وہ پک چکی ہے یا ابھی نہیں پکی لیکن خریدار نے مالک زمین کی اجازت سے پکنے تک بدستور رہنے دیا تو عشر خریدار پر ہے اور اگر زمین کھیتی کے بغیر بیچی اور اس کو خریدار کے سپرد کر دیا اور فصل کے لئے تین مہینے ابھی باقی ہیں تو عشر خریدار پر ہے ورنہ بائع پر ہے، اور اگر زمین کو کھیتی کے ساتھ بیچا اور وہ کھیتی ابھی کچی (سبز) ہے تو ہر حال میں خریدار پر عشر ہے، اور اگر دانہ بن چکا تھا اور کھیتی پک چکی تھی تو عشر بائع پر ہے اور اگر خریدار نے کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا اور اس نے تیسرے کے ہاتھ بیچ دیا یہاں تک کہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو عشر کسی پر لازم نہیں ہوگا۔

۱۱۔ جس زمین کا کوئی مالک نہ ہو یعنی سرکاری زمین ہو اور وہ حکومت کو اس کا محصول دیتے ہوں تو ان پر عشر واجب نہیں ہے۔

۱۲۔ اگر عشری اناج کو بیچا تو صدقہ وصول کرنے والے کو اختیار ہے کہ خریدار سے اس کا عشر لے یا بائع سے لے۔

۱۳۔ عشر کے واجب ہونے کا وقت امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ ہے کہ جب کھیتی اُگ جائے اور پھل ظاہر ہو جائیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک کھیتی یا پھل پکنے کے وقت ہے اور امام محمد کے نزدیک کاٹ کر اور روند کر دانے نکال لینے کے وقت ہے (امداد الفتاویٰ میں فتویٰ کے لئے امام ابو یوسف کا قول اختیار کیا گیا ہے) اگر اپنی زمین کا عشر زراعت کرنے سے پہلے یا بیج بونے کے بعد اگنے سے پہلے ادا کر دیا تو جائز نہیں اور اگر بونے اور اگنے کے بعد ادا کیا تو جائز ہے اگر پھلوں کا عشر پھلوں کے ظاہر ہونے کے بعد دیا تو جائز ہے اور اگر پھلوں کے ظاہر ہونے سے پہلے دیا تو جائز نہیں ہے۔

۱۴۔ اگر عشر ادا کرنے سے پہلے اس کی پیداوار کھائے تو اس کے عشر کا ضمان دیگا عشر جدا کرنے کے بعد باقی مال کا کھانا حلال ہے، اسی طرح اگر کل پیداوار کا عشر ادا کرنے کا ارادہ ہے تب بھی کھانا حلال ہے اور اگر دستور کے موافق تھوڑا سے کھالے تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

۱۵۔ اگر فصل کٹنے کے بعد اس کے فعل کے بغیر کچھ پیداوار تلف یا چوری ہوگئی تو جس قدر باقی ہے اس میں عشر واجب ہوگا ضائع شدہ میں واجب نہیں، اگر سب پیداوار ہلاک ہو جائے تو کل کا عشر ساقط ہو جائے گا، اگر مالک خود ہلاک کر دے تو عشر ضامن ہوگا اور وہ اس کے ذمہ قرض ہو جائے گا اور اگر مالک کے علاوہ کوئی اور شخص ہلاک کر دے تو مالک اس سے ضمان لے گا اور اس میں سے

عشر ادا کریگا۔

۱۶۔ مرتد ہونے سے عشر ساقط ہو جاتا ہے۔ (کیونکہ مرتد واجب القتل ہے)۔

۱۷۔ اگر مالک وصیت کئے بغیر مرجائے تب بھی عشر ساقط ہو جائے گا جبکہ اس نے پیداوار کو خود تلف کر دیا ہو اور اگر کوئی شخص جس پر عشر تھا مر گیا اور اناج موجود ہے تو اس میں سے عشر لیا جائے گا بخلاف زکوۃ کے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

بَابُ: خَرْصِ النَّخْلِ وَالْعِنَبِ

یہ باب کھجوروں اور انگوروں کا اندازہ لگانے کے بیان میں ہے

1819- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ وَالزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ التَّمَّارُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَتَّابِ بْنِ اَسِيدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْعَثُ عَلَى النَّاسِ مَنْ يَخْرُصُ عَلَيْهِمْ كُرُومَهُمْ وَثِمَارَهُمْ

حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس کسی کو بھیجا کرتے تھے جو ان کے انگوروں کی بیلوں اور ان کے پھلوں کا اندازہ لگایا کرتے تھے۔

1820- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ اَيُّوبَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ اشْتَرَطَ عَلَيْهِمْ اَنَّ لَهُ الْاَرْضَ وَكُلَّ صَفْرَاءَ وَبَيْضَاءَ يَعْنِي الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَقَالَ لَهُ اَهْلُ خَيْبَرَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِالْاَرْضِ فَاَعْطِنَاهَا عَلَى اَنْ نَعْمَلَهَا وَيَكُونَ لَنَا نِصْفُ الثَّمَرَةِ وَلَكُمْ نِصْفُهَا فَزَعَمَ اَنَّهُ اَعْطَاهُمْ عَلَى ذٰلِكَ فَلَمَّا كَانَ حِينَ يُصْرَمُ النَّخْلُ بَعَثَ اِلَيْهِمُ ابْنَ رَوَاحَةَ فَحَزَرَ النَّخْلَ وَهُوَ الَّذِي يَدْعُونَهُ اَهْلُ الْمَدِينَةِ الْخَرْصَ فَقَالَ فِي ذَا كَذَا وَكَذَا فَقَالُوا اَكْثَرْتَ عَلَيْنَا يَا ابْنَ رَوَاحَةَ فَقَالَ فَاَنَا اَحْزِرُ النَّخْلَ وَاُعْطِيكُمْ نِصْفَ الَّذِي قُلْتُ قَالَ فَقَالُوا هٰذَا الْحَقُّ وَبِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ فَقَالُوا قَدْ رَضِينَا اَنْ نَاْخُذَ بِالَّذِي قُلْتَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر فتح کیا تھا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں پر یہ شرط عائد کی' خیبر کی زمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہوگی اور ہر زرد اور سفید چیز یعنی سونا' چاندی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہوں گے)۔

اہل خیبر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی' ہم کھیتی باڑی کے بارے میں زیادہ بہتر جانتے ہیں' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ زمین

1819۔ اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1603' ورقم الحدیث: 1604' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 644' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2617

1820۔ اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3410' ورقم الحدیث: 3411' ورقم الحدیث: 3412

ہمیں اس شرط پر دے دیں کہ ہم وہاں کام کریں گے اور اس کی پیداوار کا نصف حصہ ہمیں ملے گا اور نصف آپ ﷺ کو مل جائے گا۔

راوی نے یہ بات بیان کی ہے' تو نبی کریم ﷺ نے اس شرط پر وہ زمین انہیں دے دی تھی۔

جب کھجوریں' توڑنے کا موسم آتا تھا' تو نبی کریم ﷺ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھجوا دیتے تھے' وہ کھجوروں کا اندازہ لگاتے تھے' یہ وہی عمل ہے' جس کو اہل مدینہ خرص کا نام دیتے ہیں' تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اس درخت میں اتنی اتنی کھجوریں ہوں گی' تو وہ یہودی آگے سے کہتے' اے ابن رواحہ! آپ نے ہمارے اوپر زیادہ ادائیگی لازم کر دی ہے' تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر میں کھجوریں اتارلوں گا اور جس نصف کا میں نے کہا ہے وہ تمہیں ادا کر دوں گا' راوی کہتے ہیں: تو ان یہودیوں نے کہا' یہ وہ حق ہے' جس کی وجہ سے آسمان اور زمین قائم ہے' پھر ان یہودیوں نے کہا' ہم اس سے راضی ہیں' ہم وہی چیز وصول کریں گے جو آپ نے کہی ہے۔

بَابُ: النَّهْيِ اَنْ يُّخْرِجَ فِى الصَّدَقَةِ شَرَّ مَالِهٖ

یہ باب زکوٰۃ میں برا مال دینے کی ممانعت کے بیان میں ہے

1821- حَدَّثَنَا اَبُو بِشْرٍ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِىْ صَالِحُ بْنُ اَبِىْ عَرِيْبٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكِ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَلَّقَ رَجُلٌ اَقْنَاءً اَوْ قِنْوًا وَّبِيَدِهٖ عَصًا فَجَعَلَ يَطْعَنُ يُدَقْدِقُ فِىْ ذٰلِكَ الْقِنْوِ وَيَقُوْلُ لَوْ شَاءَ رَبُّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ تَصَدَّقَ بِاَطْيَبَ مِنْهَا اِنَّ رَبَّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ يَاْكُلُ الْحَشَفَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

◄► حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ تشریف لائے' تو کسی شخص نے ایک گچھہ یا شاید چند گچھے لٹکائے ہوئے تھے نبی کریم ﷺ کے دست مبارک میں عصا موجود تھا نبی کریم ﷺ نے تیزی سے وہ اس گچھے پر مارنا شروع کیا اور یہ فرمانے لگے: یہ چیز صدقہ کرنے والا شخص چاہتا' تو اس سے زیادہ پاکیزہ چیز بھی صدقہ کر سکتا تھا اس صدقے کو کرنے والا شخص قیامت کے دن ردی کھجوریں کھائے گا۔

1822- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنْقَزِىُّ حَدَّثَنَا اَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ فِىْ قَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ (وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ) قَالَ نَزَلَتْ فِى الْاَنْصَارِ كَانَتِ الْاَنْصَارُ تُخْرِجُ اِذَا كَانَ جِدَادُ النَّخْلِ مِنْ حِيْطَانِهَا اَقْنَاءَ الْبُسْرِ فَيُعَلِّقُوْنَهٗ عَلٰى حَبْلٍ بَيْنَ اُسْطُوَانَتَيْنِ فِىْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَاْكُلُ مِنْهُ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ فَيَعْمِدُ اَحَدُهُمْ فَيُدْخِلُ قِنْوًا فِيْهِ الْحَشَفُ يَظُنُّ اَنَّهٗ جَائِزٌ فِىْ كَثْرَةِ مَا يُوْضَعُ مِنَ

1821: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1608 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2492

1822: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الْاَقْنَاءِ فَنَزَلَ فِيمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ (وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ) يَقُولُ لَا تَعْمِدُوْا لِلْحَشَفِ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ (وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيهِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ) يَقُولُ لَوْ اُهْدِىَ لَكُمْ مَا قَبِلْتُمُوهُ اِلَّا عَلٰى اسْتِحْيَاءٍ مِّنْ صَاحِبِهٖ غَيْظًا اَنَّهٗ بَعَثَ اِلَيْكُمْ مَا لَمْ يَكُنْ لَكُمْ فِيهِ حَاجَةٌ وَّاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْ صَدَقَاتِكُمْ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

''اور ہم نے زمین میں سے تمہارے لیے جو نکالا ہے اس میں سے (خرچ کرو) اور اس میں سے بری چیز کے خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو''۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ آیت کچھ انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب باغات میں سے کھجوریں اتارنے کا موسم آتا تھا' تو لوگ کچی کھجوروں کے گچھے نکال لیتے تھے اور انہیں مسجد نبوی میں دو ستونوں کے درمیان رسی پر لٹکا دیا کرتے تھے' مدینہ منورہ کے غریب لوگ ان کھجوروں کو آ کر کھالیا کرتے تھے' تو ان میں کسی شخص نے یہ قصد کیا کہ اس میں ایسا گچھا داخل کر دیا جس میں ہلکی قسم کی کھجوریں تھیں' اس شخص نے یہ گمان کیا کہ ایسا کرنا جائز ہوگا' کیونکہ وہاں بہت سے گچھے رکھے ہوئے ہیں' تو جس شخص نے یہ عمل کیا تھا' اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

''تم اس میں سے خراب چیز کو خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو''۔

تو اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے' تم اس میں سے ردی چیز کا ارادہ نہ کرو' کہ تم اسے خرچ کرو' حالانکہ اگر تم نے خود یہ وصول کرنا ہو' تو چشم پوشی کرتے ہوئے ایسا کرو گے۔

اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے' اگر یہ چیز تمہیں تحفے کے طور پر دی جائے' تو تم اسے اسی صورت میں قبول کرو گے جب اس کے مالک سے حیا کرتے ہوئے' لیکن درحقیقت ناراض ہوتے ہوئے اسے قبول کرو گے کہ اس نے تمہاری طرف ایسی چیز بھجوائی ہے' جس کی اسے خود ضرورت نہیں تھی' تو تم لوگ یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری زکوٰۃ سے بے نیاز ہے۔

بَابُ: زَكٰوةِ الْعَسَلِ

یہ باب شہد کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے

1823- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَّسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسٰى عَنْ اَبِىْ سَيَّارَةَ الْمُتَعِىِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِىْ نَحْلًا قَالَ اَدِّ الْعُشْرَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ احْمِهَا لِىْ فَحَمَاهَا لِىْ

حضرت ابوسیارہ متعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے پاس شہد کی مکھیاں ہیں' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عشر ادا کرو' میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ جگہ مجھے جاگیر کے طور پر دے دیں' تو نبی

1823: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کریم ﷺ نے وہ جگہ مجھے جاگیر کے طور پر دے دی۔

1824 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَخَذَ مِنَ الْعَسَلِ الْعُشْرَ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' نبی کریم ﷺ نے شہد میں عشر وصول کیا تھا۔

شہد کی زکوٰۃ کے بارے میں فقہی اختلاف کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد کی زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا کہ ہر دس مشک میں ایک مشک بطور زکوٰۃ واجب ہے (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں کلام کیا گیا ہے نیز اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکثر احادیث جو نقل کی جاتی ہیں وہ صحیح نہیں۔

شہد کی زکوٰۃ کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے حضرت امام شافعی تو فرماتے ہیں کہ شہد میں زکوٰۃ نہیں ہے مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک شہد میں زکوٰۃ واجب ہے خواہ کم مقدار میں ہو یا زیادہ مقدار میں ہو بشرطیکہ عشری زمین میں نکلا ہو۔ان کی دلیل یہ ارشاد گرامی ہے کہ زمین کی ہر پیداوار میں عشر ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ شہد کا دسواں حصہ لے کر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور انہوں نے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگل کہ جس کا نام سلبہ تھا وہ میرے واسطے مقرر فرمادیں (تاکہ کوئی دوسرا شخص وہاں سے شہد کا چھتہ نہ توڑ سکے) چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ جنگل ان کے واسطے متعین فرمادیا جس وقت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو سفیان بن وہب نے ان کو تحریر فرمایا اور بذریعہ تحریر دریافت فرمایا کہ وہ جنگل بلال رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یا نہ رہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا اگر وہ تجھ کو شہد کا دسواں حصہ ادا کرتے رہیں یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو حصہ ادا کرتے تھے اگر تم کو بھی بلال اسی قدر حصہ ادا کرتے رہیں وہ جنگل بلال کے پاس ہی رہنے دو اور اگر وہ اس قدر حصہ ادا نہ کریں تو بارش کی مکھیاں شہد دیتی ہیں جس شخص کا دل چاہے وہ اس کو کھائے۔ (سنن نسائی، کتاب الزکوٰۃ)

شہد کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ

حنفی اور حنبلی مذاہب میں شہد میں ۱۰ فیصد زکات واجب ہے، مالکی اور شافعی مذہب شہد میں زکات کے قائل نہیں ہیں۔

قرضاوی تمام مذاہب کے نظریوں کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں شہد مال ہے اور اس کے ذریعہ تجارت کی جاتی ہے لہٰذا اس میں زکات واجب ہے۔ (عبدالرحمٰن جزیری، ابن رشد، محمد جواد مغنیہ، الفقہ علی المذاہب الخمسہ)

1824 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1602

بَابُ: صَدَقَةِ الْفِطْرِ

یہ باب صدقہ فطر کے بیان میں ہے

1825- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمِصْرِيُّ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ

●● حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں صدقہ فطر کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جو ادا کیے جائیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اب لوگوں نے گندم کے دو مد کو اس کے مساوی قرار دیا ہے۔

شرح

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طعام (کھانے) سے مراد گیہوں ہے یعنی حنطہ، کہتے ہیں کہ طعام سے گیہوں کے علاوہ دوسرے غلے مراد ہیں لہٰذا اس صورت میں طعام پر اس کے بعد کا عطف خاص کا عام کی قسم سے ہوگا۔ "اقط" ایک خاص قسم کے "پنیر" کو کہتے تھے یہ پنیر اس طرح بنایا جاتا تھا کہ دودھ کو کپڑے میں باندھ کر لٹکا دیتے تھے جس کا تمام پانی ٹپک ٹپک کر گر جاتا تھا اور اس کا باقی ماندہ حصہ "پنیر" کی طرح کپڑے میں رہ جاتا تھا وہی حصہ "اقط" کہلاتا تھا۔ خشک انگور چونکہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے ہاں گیہوں کی مانند ہے اس لئے اس میں سے صدقہ فطر کے طور پر نصف صاع یعنی ایک کلو ۶۳۳ گرام دینا چاہئے البتہ صاحبین خشک کھجوروں کی مانند کہتے ہیں اس لئے ان حضرات کے نزدیک اس میں سے صدقہ فطر کے طور پر ایک صاع یعنی تین کلو ۲۶۶ گرام دینا چاہئے۔ امام حسن رحمہ اللہ نے حضرت امام اعظم کا بھی ایک قول یہی نقل کیا ہے۔

مد" سے مراد آدھا صاع ہے یہ تقریباً ایک مدینہ کا وزن چودہ چھٹانک کے قریب ہوتا ہے اور ایک صاع ساڑھے تین سیر کے برابر ہوتا ہے لہٰذا صدقہ فطر کے طور پر گیہوں پونے دو سیر یعنی ایک کلو 633 گرام دینا چاہئے چونکہ گیہوں کا آٹا یا گیہوں کا ستو بھی گیہوں ہی کے حکم میں ہے اس لئے یہ دونوں چیزیں بھی اسی مقدار میں دینی چاہئیں۔

1826- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ

1825 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 1507 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2278

1826 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 1504 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2275 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 1611 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 676 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 2501,2502

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں' نبی کریم ﷺ نے کھجور میں' سے ایک صاع' جو میں سے ایک صاع کی صدقۂ فطر کے طور پر ادائیگی ہر مسلمان غلام اور آزاد مرد اور عورت نابالغ اور بالغ شخص کے لیے لازم قرار دی ہے۔

صدقہ فطر کے وجوب کی شرعی حیثیت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں میں سے ہر غلام، آزاد، مرد، عورت اور چھوٹے بڑے پر زکوۃ فطر (صدقہ فطر) کے طور پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فرض قرار دیا ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ فطر کے بارے میں یہ بھی حکم فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو عید الفطر کی نماز کے لیے جانے سے پہلے دے دیا جائے۔

(بخاری ومسلم)

صدقہ فطر کے وجوب میں مذاہب اربعہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسلمان مرد وعورت پر خواہ غلام ہو یا آزاد یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر کے طور پر دے، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے نزدیک صدقہ فطر زکوۃ کی طرح کا ایک فرض ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب اور امام مالک کے نزدیک سنت موکدہ ہے۔

(ابوداؤد)

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ کے ہاں سنت مؤکدہ ہے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک میں واجب ہے حدیث میں مذکور لفظ فرض حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کے نزدیک اپنے ظاہری معنی ہی پر محمول ہے، حضرت امام مالک فرض کے معنی بیان کرتے ہیں مقرر کیا حنفی حضرات فرماتے ہیں کہ صدقہ فطر چونکہ دلیل قطعی کے ذریعے ثابت نہیں ہے اس لیے صدقہ فطر عمل کے لحاظ سے تو فرض ہی کے برابر ہے لیکن اعتقادی طور پر اسے فرض نہیں کہا جاسکتا جس کا مطلب یہ ہے کہ واجب ہے فرض نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی کے مسلک میں ہر اس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے جو اپنے لیے اور ان لوگوں کے لیے کہ جن کی طرف سے صدقہ فطر دینا اس کے ذمہ ایک دن کا سامان خوراک رکھتا ہو اور وہ بقدر صدقہ فطر اس کی ضرورت سے زائد بھی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ کے مسلک کے مطابق صدقہ فطر اسی شخص پر واجب ہوگا جو غنی ہو یعنی وہ اپنی ضرورت اصلیہ کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر اسباب وغیرہ کا مالک ہو یا اس کے بقدر سونا چاندی اپنی ملکیت میں رکھتا ہو اور قرض سے محفوظ ہو۔

صدقہ فطر کا وجوب عید الفطر کی فجر طلوع ہونے کے وقت ہوتا ہے لہٰذا جو شخص طلوع فجر سے پہلے مرجائے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اور اسی طرح جو شخص طلوع فجر کے بعد اسلام لائے اور مال پائے یا جو بچہ طلوع فجر کے بعد پیدا ہو اس پر بھی صدقہ فطر واجب نہیں۔

ایک صاع ساڑھے تین سیر یعنی چودہ اوزان کے مطابق تین کلوگرام ہوتا ہے۔ جو غلام خدمت کے لیے ہو اس کی طرف سے اس کے مالک پر صدقہ فطر دینا واجب ہے ہاں جو غلام تجارت کے لیے ہو اس کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب نہیں ہے اسی طرح

جو غلام بھاگ جائے اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر دینا واجب نہیں ہے ہاں جب وہ واپس آ جائے تو اس وقت دینا واجب ہوگا۔

اولاد اگر چھوٹی ہو اور مالدار نہ ہو تو اس کی طرف سے اس کے باپ پر صدقہ فطر دینا واجب ہے ہاں اگر چھوٹی اولاد مالدار ہو تو پھر اس کا صدقہ فطر اس کے باپ پر واجب نہیں ہے بلکہ اس کے مال میں دیا جائے گا۔

بڑی اولاد جس پر دیوانگی طاری ہو اس کا حکم بھی چھوٹی اولاد کی طرح ہے، اسی طرح بڑی اولاد کی طرف سے باپ پر اور بیوی کی طرف سے خاوند پر ان کا صدقہ فطر دینا واجب نہیں ہے ہاں اگر کوئی باپ اپنی ہوشیار اولاد کی طرف سے یا کوئی خاوند اپنی بیوی کی طرف سے ان کا صدقہ ان کی اجازت سے از راہ احسان ومروت ادا کر دے تو جائز ہوگا۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث میں لفظ من المسلمین لفظ عبد اور اس کے بعد کے الفاظ کا حال واقع ہو رہا ہے لہٰذا کسی مسلمان پر اپنے کافر غلام کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہوگا۔ مگر صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ غلام کافر کا صدقہ فطر بھی اس کے مسلمان مالک پر واجب ہوتا ہے، انہوں نے اس کے ثبوت میں ایک حدیث بھی نقل کی ہے جسے ہدایہ یا مرقات میں دیکھا جا سکتا ہے، حنفیہ کے یہاں صاحب ہدایہ ہی کے قول کے مطابق فتویٰ ہے۔ (علم الفقہ)

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ہی ادا کر دینا مستحب ہے اگر کوئی شخص اس سے بھی پہلے خواہ ایک مہینے یا ایک مہینے سے بھی زیادہ پہلے دے دے تو جائز ہے۔ نماز عید کے بعد یا زیادہ تاخیر سے صدقہ فطر ساقط نہیں ہوتا بہر صورت دینا ضروری ہوتا ہے۔

فطرانے کے سبب لغو اعمال کی بخشش ہونے کا بیان

1827- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ بَشِيرِ بْنِ ذَكْوَانَ وَاَحْمَدُ بْنُ الْاَزْهَرِ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ يَزِيْدَ الْخَوْلَانِيُّ عَنْ سَيَّارِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الصَّدَفِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِّلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ فَمَنْ اَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَهِيَ زَكٰوةٌ مَقْبُوْلَةٌ وَّمَنْ اَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو روزہ رکھنے والے کے لغو اعمال اور بے حیائی کی باتوں سے پاک کرنے والے اور مسکین کی خوراک کے طور پر لازم قرار دیا ہے' جو شخص عید کی نماز سے پہلے اسے ادا کر دیتا ہے' تو یہ مقبول صدقہ ہوگا' اور جو عید کی نماز کے بعد اسے ادا کرتا ہے' تو یہ عام صدقے کی مانند ہوگا۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ صدقہ فطر کو اس لئے واجب کیا گیا ہے تا کہ تقصیرات وکوتاہی اور گناہوں کی وجہ سے روزوں میں جو خلل واقع ہو جائے وہ اس کی وجہ سے جاتا رہے نیز مساکین وغرباء عید کے دن لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بچ جائیں اور وہ صدقہ لے کر عید کی مسرتوں اور خوشیوں میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو جائیں۔ دار قطنی نے اس روایت کے آخر میں یہ

1827 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1609

الفاظ بھی ذکر کیے ہیں کہ "جو شخص صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کرے گا اس کا صدقہ مقبول صدقہ ہوگا اور جو شخص نماز عید کے بعد ادا کرے گا تو اس کا وہ صدقہ بس صدقوں میں سے ایک صدقہ ہوگا۔

1828- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ عَنْ أَبِي عَمَّارٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ الزَّكٰوةُ فَلَمَّا نَزَلَتِ الزَّكٰوةُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا وَنَحْنُ نَفْعَلُهُ

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے دیا پھر جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو ہمیں اس کا حکم دیا اور نہ ہی اس سے منع کیا اور نہ ہم ایسا کرتے ہیں:۔

1829- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ الْفَرَّاءِ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ زَكٰوةَ الْفِطْرِ إِذْ كَانَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ فَلَمْ نَزَلْ كَذٰلِكَ حَتّٰى قَدِمَ عَلَيْنَا مُعَاوِيَةُ الْمَدِينَةَ فَكَانَ فِيمَا كَلَّمَ بِهِ النَّاسَ أَنْ قَالَ لَا أُرَى مُدَّيْنِ مِنْ سَمْرَاءِ الشَّامِ إِلَّا تَعْدِلُ صَاعًا مِنْ هٰذَا فَأَخَذَ النَّاسُ بِذٰلِكَ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ لَا أَزَالُ أُخْرِجُهُ كَمَا كُنْتُ أُخْرِجُهُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَدًا مَا عِشْتُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود تھے' تو ہم صدقہ فطر کے طور پر گندم کا ایک صاع، کھجور کا ایک صاع، جو کا ایک صاع، پنیر کا ایک صاع یا کشمش کا ایک صاع ادا کیا کرتے تھے اور یہی رواج باقی رہا یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے' تو انہوں نے اس بارے میں لوگوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: میں یہ سمجھتا ہوں شام کی گندم کے دو 'مد' اس کے ایک صاع کے برابر ہوتے ہیں: تو لوگوں نے ان کے قول کو اختیار کر لیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں' تو صدقہ فطر اسی طرح ادا کرتا رہوں گا' جس طرح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ادا کیا کرتا تھا اور زندگی بھر ایسا ہی کروں گا۔

1830- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدِ بْنِ عَمَّارٍ الْمُؤَذِّنِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ

1828 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث:2506

1829 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث:1505 'ورقم الحدیث:1506 'ورقم الحدیث:1508 'ورقم الحدیث:1510 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2280 'ورقم الحدیث 2281 'ورقم الحدیث:2282 'ورقم الحدیث:2283 'ورقم الحدیث:2284 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 1616 'ورقم الحدیث 1617 'ورقم الحدیث:1618 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث:673 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 2510 'ورقم الحدیث:2511 'ورقم الحدیث 2512 'ورقم الحدیث:2513 'ورقم الحدیث:2516 'ورقم الحدیث:2517

1830 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ مُؤَذِّنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ سُلْتٍ

حضرت عمر بن سعد رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر میں کھجور کا ایک صاع' جو کا ایک صاع' چھلکے کے بغیر جو کا ایک صاع ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

بَابُ: الْعُشْرِ وَالْخَرَاجِ

یہ باب عشر اور خراج کے بیان میں ہے

1831- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ جُنَيْدٍ الدَّامَغَانِيُّ حَدَّثَنَا عَتَّابُ بْنُ زِيَادٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُغِيْرَةَ الْاَزْدِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ حَيَّانَ الْاَعْرَجِ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْبَحْرَيْنِ اَوْ اِلٰى هَجَرَ فَكُنْتُ اٰتِى الْحَائِطَ يَكُوْنُ بَيْنَ الْاِخْوَةِ يُسْلِمُ اَحَدُهُمْ فَاٰخُذُ مِنَ الْمُسْلِمِ الْعُشْرَ وَمِنَ الْمُشْرِكِ الْخَرَاجَ

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ''بحرین'' یا شاید ''ہجر'' کی طرف بھیجا تو میں ایک باغ کے پاس آیا جو دو بھائیوں کی مشترکہ ملکیت تھا' ان میں سے ایک مسلمان تھا' تو میں نے مسلمان سے عشر وصول کیا اور مشرک سے خراج وصول کیا۔

عاشر وعشر کے بارے میں فقہی تصریحات کا بیان

،ہیں جسے بادشاہ اسلام نے راستہ پر اس لئے مقرر کیا ہو کہ جو تاجر لوگ مال لے کر گزریں ان سے صدقات وصول کرے اور وہ اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تا کہ وہ اس کے عوض میں تاجروں کو چوروں اور ڈاکوؤں سے بچائے اور امن دے پس اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کی حفاظت پر قادر ہو اس لئے بادشاہ ان سے جو مال لیتا ہے وہ ان اموال کی حفاظت کے لئے لیتا ہے۔

۲. عاشر کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ آزاد، مسلمان اور غیر ہاشمی ہو پس عاشر کا غلام اور کافر ہونا درست نہیں ہے، اور ہاشمی کے لئے اگر بادشاہ بیت المال سے کچھ مقرر کر دے یا ہاشمی تبرع کے طور پر اس خدمت کو انجام دے اور اس کا معاوضہ عشر و زکوۃ سے نہ لے تو اس کو مقرر کرنا جائز ہے۔

۳. مال دو قسم کا ہوتا ہے اول ظاہر اور وہ مویشی ہیں اور وہ مال ہے جس کو تاجر لے کر عاشر کے پاس سے گزرے دوم اموال باطن ہیں وہ سونا چاندی اور تجارت کا وہ مال ہے جو آبادی میں اپنی جگہوں میں ہو عاشر اموال ظاہر کا صدقہ لیتا اور ان اموال باطن کا صدقہ بھی لیتا ہے جو تاجر کو ساتھ ہوں۔

۴. صدقہ وصول کرنے کی ولایت کے لئے کچھ شرطیں ہیں اول یہ کہ بادشاہ اسلام کی طرف سے چوروں اور ڈاکوؤں سے

1831 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حفاظت پائی جائے، دوم یہ کہ اس پر زکوۃ واجب ہو، سوم مال کا ظاہر ہونا اور مالک کا موجود ہونا پس اگر مالک موجود ہے اور مال گھر میں ہے تو عاشر اس سے زکوۃ نہیں لے گا۔

۵. شرع میں عاشر کا مقرر کرنا جائز و درست ہے حدیث شریف میں جو عاشر کی مذمت آئی ہے وہ اس عاشر کے متعلق ہے جو لوگوں کے مال ظلم سے لیتا ہے۔

۶. اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کے مال کو سال پورا نہیں ہوا، یا یہ کہیکہ اس کے ذمہ قرضہ ہے یا یہ کہے کہ میں نے زکوۃ دیدی ہے، یا یہ کہے کہ میں نے دوسرے عاشر کو دیدی ہے اور جس کو وہ دینا بتاتا ہے وہ واقعی عاشر ہے، اگر وہ ان تمام صورتوں میں اپنے بیان پر حلف اٹھائے تو اس کا قول مان لیا جائے گا اور اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ دوسرے عاشر کی رسید دکھائے، اگر سائمہ جانوروں کے متعلق بیان کرے کہ ان کی زکوۃ اس نے اپنے شہر کے فقیروں کو دیدی ہے تو اس کا قول نہیں مانا جائے گا بلکہ اس سے دوبارہ وصول کی جائے گی خواہ بادشاہ اسلام کو اس کی ادائگی کا علم بھی ہو کیونکہ یہ اموال ظاہرہ میں سے ہے، جس کی زکوۃ لینے کا حق بادشاہ ہی کو ہے اس کو خود تقسیم کر دینے کا اختیار نہیں ہے اگر صاحب مال یہ کہے کہ یہ مال تجارت کا نہیں ہو تو اس کا قول مانا جائے گا۔

۷. جن امور میں مسلمانوں کا قول مانا جاتا ہے ذمی کافر کا قول بھی مانا جائیگا کیونکہ اس کے مال میں بھی وہ تمام شرطیں پائی جانی ضروری ہیں جو زکوۃ میں ہیں اور اس سے زکوۃ کا ہی دو چند لیا جاتا ہے لیکن ذمی کافر اگر یہ کہے کہ میں نے فقرا کو دیدیا ہے تو اس کا قول نہیں مانا جائے گا اس لئے کہ اہل ذمہ کے فقرا اس کا مصرف نہیں ہیں اور مسلمانوں میں صرف کرنے کا اس کو اختیار نہیں ہے۔

(۸) کافر حربی کا قول کسی بات میں نہیں مانا جائے گا اور اس سے عشر لیا جائے گا لیکن اگر وہ باندیوں کو اُم ولد اور غلاموں کو اپنی اولاد بتائے تو اس کا قول مانا جائے گا کیونکہ نسب جس طرح دار السلام میں ثابت ہوتا ہے دار الحرب میں بھی ثابت ہوتا ہے اور بیٹے کی ماں ہونا نسب کے تابع ہے اس صورت میں باندی اور غلام مال نہ رہیں گے۔

(۹) عاشر مسلمانوں سے مال کا چالیسواں حصہ لیگا اور ذمی کافروں سے مسلمانوں کی نسبت دو گناہ یعنی بیسواں حصہ لے گا اور حربی کافروں سے دسواں حصہ لیگا بشرطیکہ ان تینوں میں سے ہر ایک کا مال بقدر نصاب ہو اور کافر بھی مسلمانوں سے خراج لیتے ہیں ذمی و حربی کافروں سے جو کچھ لیا جائے گا وہ جزیہ کے مصارف میں صرف کیا جائے گا، اگر حربی کافر ہمارے تاجروں سے کم و بیش لیتے ہوں تو ان سے بھی اس قدر لیا جائے اور اگر وہ کچھ نہ لیتے ہوں تو ہم بھی کچھ نہ لیں گے، اگر مسلمانوں کا سارا مال لیتے ہوں تو ان کا بھی سارا مال لیا جائے گا لیکن اس قدر چھوڑ دیا جائے گا کہ جس سے وہ اپنے ملک میں واپس پہنچ جائیں، اور اگر وہ ان کا لینا یا نہ لینا معلوم نہ ہو تو ان سے عشر مذکور یعنی دسواں حصہ ہی لیا جائے گا۔

۱۰. اگر کوئی شخص باغیوں کے عاشر کے پاس سے گزرا اور اس نے عشر لے لیا پھر وہ شخص بادشاہ کے عاشر کے پس سے گزرا تو اس سے دوبارہ عشر لیا جائے گا کیونکہ باغیوں کے عاشر کے پاس جانا اس کا قصور ہے لیکن بادشاہکے باغی لوگ کسی شہر پر غالب ہو جائیں اور وہاں کے لوگوں سے چرنے والے جانوروں کی زکوۃ لیں لیں یا مال والا شخص اُن کے پاس سے گزرنے پر مجبور ہو اور وہ اس سے عشر وصول کر لیں تو اب اس شخص یا ان لوگوں پر کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ بادشاہ نے ان کی حفاظت نہیں کی اور بادشاہ جو مال

لیتا ہے ان کی حفاظت کی وجہ سے لیتا ہے پس قصور اُس کا ہے نہ کہ مالوالوں کا اہل حرب کے غالب آنے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے جو باغیوں کا بیان ہوا ہے۔

۱۱۔ امانت کے مال میں سے عشر نہیں لیا جائے گا اور اسی طرح مال مضاربت میں بھی عشر نہیں لیا جائے گا، ماذون غلام کی کمائی میں بھی یہی حکم ہے کہ عشر نہیں لیا جائے گا لیکن ماذون غلام کا آقا اس کے ساتھ ہو تو اس سے عشر لیا جائے گا۔

۱۲۔ اگر کوئی شخص عاشر کے پاس سے ایسی چیز لے کر گزرا جو بہت جلد خراب ہو جاتی ہے مثلاً سبزیاں، دودھ، کھجوریں، تازہ پھل وغیرہ تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے عشر نہیں لیں گے اور صاحبین کے نزدیک عشر لیں گے، لیکن اگر عامل کے ساتھ فقراء ہوں یا اپنے عملہ کے لئے لے لیا تو امام صاحب کے نزدیک یہ بھی جائز ہے اور اگر مالک عشر میں قیمت دیدے تو بھی بالاتفاق لے لینا جائز ہے۔ (کتب فقہ احناف)

بَابُ: اَلْوَسْقُ سِتُّوْنَ صَاعًا

یہ باب ہے کہ ایک وسق' ساٹھ صاع کا ہوتا ہے

1832 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ عَنْ اِدْرِيْسَ الْاَوْدِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِى الْبَخْتَرِيِّ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ رَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوَسْقُ سِتُّوْنَ صَاعًا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے"۔

1833 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِىْ رَبَاحٍ وَّاَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَسْقُ سِتُّوْنَ صَاعًا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔

بَابُ: الصَّدَقَةِ عَلٰى ذِىْ قَرَابَةٍ

یہ باب قریبی رشتے دار کو صدقہ دینے کے بیان میں ہے

1834 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ بْنِ

1832: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1559 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2485

1833 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1834: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1466 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2315 'ورقم الحدیث: 2316 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 635 'ورقم الحدیث: 636

الْمُصْطَلِقِ ابْنِ اَخِي زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُجْزِئُ عَنِّىْ مِنَ الصَّدَقَةِ النَّفَقَةُ عَلٰى زَوْجِىْ وَاَيْتَامٍ فِىْ حِجْرِىْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا اَجْرَانِ اَجْرُ الصَّدَقَةِ وَاَجْرُ الْقَرَابَةِ

عمرو بن حارث جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: اگر میں اپنے شوہر پر یا اپنے زیرِ پرورش یتیم بچوں پر صدقے کا مال خرچ کرتی ہوں تو کیا یہ جائز ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی عورت کو دو اجر ملیں گے ایک صدقہ کرنے کا اجر اور ایک رشتہ داری کے حقوق کا خیال رکھنے کا اجر۔

1834 م-حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ اَخِي زَيْنَبَ عَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

1835-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اُمِّ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَتْ زَيْنَبُ امْرَاَةُ عَبْدِ اللّٰهِ اَيُجْزِيْنِيْ مِنَ الصَّدَقَةِ اَنْ اَتَصَدَّقَ عَلٰى زَوْجِىْ وَهُوَ فَقِيْرٌ وَّبَنِىْ اَخٍ لِّىْ اَيْتَامٍ وَّاَنَا اُنْفِقُ عَلَيْهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَعَلٰى كُلِّ حَالٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَكَانَتْ صَنَاعَ الْيَدَيْنِ

سیّدہ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کی ہدایت کی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ کہا: کیا میرے لیے یہ صدقہ کرنا جائز ہوگا؟ کہ اگر میں اپنے شوہر کو وہ چیز دے دوں' کیونکہ وہ غریب آدمی ہے یا میں اپنے یتیم بھتیجوں کو دے دوں' جن پر میں اس اس طرح خرچ کرتی ہوں اور ہر حال میں خرچ کرتی ہوں' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! راوی کہتے ہیں: وہ خاتون کسی کام کی کاریگر تھی۔

شرح

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو ہیبت وعظمت کا ایسا پیکر بنایا تھا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرعوب ہوتے، ڈرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انتہا تعظیم کرتے تھے اسی وجہ سے کسی کو بھی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ وہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ جائے اور ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عظمت وہیبت (نعوذ باللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بدخلقی اور خشونت کی وجہ سے نہیں تھی۔ بلکہ یہ تو اللہ داد تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظمت وہیبت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وتعظیم کا سبب بنایا تھا۔

جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو منع کر دیا تھا کہ وہ ان کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ

1835 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بتائیں تو انہیں ان کی اس خواہش کا احترام کرنا چاہیے تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ ان سے ان عورتوں کا نام پوچھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بناء پر ان کے لئے یہ ہی ضروری ہو گیا تھا کہ وہ ان کا نام بتا دیں چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی۔ یہ حدیث کی وضاحت تھی اب اصل مسئلہ کی طرف آیئے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آیا کوئی عورت اپنے خاوند یا کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنی زکوۃ کا مال دے سکتا ہے یا نہیں۔ لہٰذا اس بارے میں تو بالاتفاق تمام علماء کا یہ مسلک ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنی زکوۃ کا مال نہ دے مگر اس کے برعکس صورت میں امام ابوحنیفہ تو یہ فرماتے ہیں کہ کوئی عورت اپنے خاوند کو اپنی زکوۃ کا مال نہ دے کیونکہ مرد کے منافع اور مال میں عادۃً اکثر دونوں ہی شریک ہوتے ہیں اس طرح کوئی عورت اپنے خاوند کو زکوۃ کا مال دے گی تو اس مال سے خود بھی فائدہ حاصل کرے گی جو جائز نہیں ہوگا۔

صاحبین یعنی حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح مرد کا اپنی بیوی کو زکوۃ کا مال دینا جائز ہے اسی طرح بیوی بھی اپنی زکوۃ کا مال اپنے خاوند کو دے سکتی ہے ائمہ کے اس اختلاف کی بنا پر کہا جائے گا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس مذکور صدقہ سے صدقہ نفل مراد ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اس سے صدقہ نفل بھی مراد ہو سکتا ہے اور صدقہ فرض یعنی زکوۃ کو بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔

بَابُ: كَرَاهِيَةِ الْمَسْأَلَةِ

یہ باب سوال کر کے مانگنے کی کراہت کے بیان میں ہے

1836- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّعَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللهِ الْاَوْدِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ اَحْبُلَهُ فَيَاْتِيَ الْجَبَلَ فَيَجِيءَ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيعَهَا فَيَسْتَغْنِيَ بِثَمَنِهَا خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ

◄► حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کسی شخص کا رسی لے کر لکڑیوں کی گٹھڑی اپنی پشت پر رکھ کر اسے فروخت کرنا اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں سے مانگنے سے محفوظ رکھے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ شخص لوگوں سے مانگے اور لوگوں کی مرضی ہے کہ وہ اسے دیں یا نہ دیں۔

1837- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ اَبِي ذِئْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّتَقَبَّلُ لِي بِوَاحِدَةٍ وَّاَتَقَبَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ قُلْتُ اَنَا قَالَ لَا تَسْاَلِ النَّاسَ شَيْئًا قَالَ فَكَانَ ثَوْبَانُ يَقَعُ سَوْطُهُ وَهُوَ رَاكِبٌ فَلَا يَقُوْلُ لِاَحَدٍ نَاوِلْنِيهِ حَتّٰى يَنْزِلَ فَيَاْخُذَهُ

◄► حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

1836: اخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 1471 ' ورقم الحديث: 2075 ' ورقم الحديث: 2373

1837: اخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 2589

''کون شخص ایسا ہے' جو مجھے اس بات کی ضمانت دے اور میں اسے جنت کی ضمانت دوں گا (راوی کہتے ہیں) میں نے عرض کی: میں ہوں' تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم کسی سے کوئی چیز نہ مانگنا۔

(راوی کہتے ہیں:) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا یہ عالم تھا کہ اگر ان کی لاٹھی گر جاتی اور وہ کسی جانور پر سوار ہوتے تھے' تو کسی کو یہ نہیں کہتے تھے کہ یہ مجھے پکڑا دو بلکہ خود سواری سے اتر کر اسے پکڑتے تھے۔

شرح

علماء لکھتے ہیں کہ جس شخص کے پاس ایک دن کے بقدر بھی غذا اور ستر چھپانے کے بقدر کپڑا ہو تو اسے کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرنا چاہئے کیونکہ بغیر ضرورت وحاجت مانگنا حرام ہے ہاں جس شخص کے پاس ایک دن کی بھی غذا اور ستر چھپانے کے بقدر بھی کپڑا نہ ہو تو اس کے لئے دست سوال دراز کرنا حلال ہے جو محتاج وفقیر ایک دن کی غذا کا مالک ہو اور وہ کمانے کی قدرت رکھتا ہو تو اس کے لئے زکوۃ لینا تو حلال ہے مگر لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرنا حرام ہے جس مسکین ومحتاج کو ایک دن کی غذا بھی میسر نہ ہو اور وہ کمانے کی قدرت بھی نہ رکھتا ہو تو اس کے لئے سوال کرنا حلال ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بغیر ضرورت واحتیاج لوگوں سے مانگنا ممنوع ہے البتہ جو شخص کمانے کی قدرت رکھتا ہو اس کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں۔ چنانچہ زیادہ صحیح قول تو یہ ہے کہ ایسے شخص کہ جو کما کر اپنا گزارہ کر سکتا ہو لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرنا حرام ہے لیکن بعض حضرات مکروہ کہتے ہیں وہ بھی تین شرطوں کے ساتھ۔ اول یہ کہ دست سوال دراز کر کے اپنے آپ کو ذلیل نہ ہونے دے، دوم الحاح یعنی مانگنے میں مبالغہ سے کام نہ لے، سوم یہ کہ جس شخص کے آگے دست سوال دراز کر رہا ہے اسے تکلیف وایذاء نہ پہنچائے اگر ان تین شرطوں میں سے ایک بھی پوری نہ ہو تو پھر سوال کرنا بالاتفاق حرام ہوگا۔

ابن مبارک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جو سائل "لوجہ اللہ" کہہ کر سوال کرے تو مجھے اچھا نہیں لگتا کہ اسے کچھ دیا جائے کیونکہ دنیا اور دنیا کی چیزیں کمتر وحقیر ہیں، جب اس نے دنیا کی کسی چیز کے لئے لوجہ اللہ کہہ کر سوال کیا تو گویا اس نے اس چیز (یعنی دنیا) کی تعظیم وتوقیر کی جسے اللہ تعالیٰ نے کمتر وحقیر قرار دیا ہے لہٰذا ایسے شخص کو از راہ زجر وتنبیہ کچھ نہ دیا جائے اور اگر کوئی شخص یہ کہہ کر سوال کرے کہ بحق اللہ یا بحق محمد دو، تو اسے کچھ دینا واجب نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص اپنی کوئی غلط اور جھوٹی حاجت و ضرورت ظاہر کر کے کسی سے کوئی چیز لے تو وہ اس چیز کا مالک نہیں ہوتا (گویا وہ چیز اس کے حق میں ناجائز وحرام ہوتی ہے) اسی طرح کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ میں سید ہوں اور مجھے فلاں چیز کی یا اتنے روپیہ کی ضرورت ہے اور وہ شخص سائل کو سید سمجھ کر اس کا سوال پورا کر دے مگر حقیقت میں وہ سید نہ ہو تو وہ بھی اس مانگی ہوئی چیز کا مالک نہیں ہوتا جس کے نتیجے میں وہ چیز اس کے حق میں ناجائز وحرام ہوتی ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص کسی سائل کو نیک بخت صالح سمجھ کر کوئی چیز دے دے حالانکہ وہ سائل باطنی طور پر ایسا گنہگار ہے کہ اگر دینے والے کو اس کے گناہ کا پتہ چل جاتا تو اسے وہ چیز نہ دیتا تو اس صورت میں سائل اس چیز کا مالک نہیں ہوتا وہ چیز اس کے لئے حرام ہے اور اس چیز کو اس کے مالک کو واپس کر دینا اس پر واجب ہوگا اگر کوئی شخص کسی کو اس کی بدزبانی یا اس کی

چغل خوری کے مضر اثرات سے بچنے کے لئے کوئی چیز دے تو وہ چیز اس کے حق میں حرام ہوگی۔
اگر کوئی فقیر کسی شخص کے پاس مانگنے کے لئے آئے اور وہ اس کے ہاتھ پیر چومے تا کہ وہ اس کی وجہ سے اس کا سوال پورا کر دے تو یہ مکروہ ہے بلکہ اس شخص کو چاہئے کہ وہ فقیر کو ہاتھ پیر نہ چومنے دے۔ ان سائل اور فقیروں کو کچھ بھی نہ دینا چاہئے جو نقارہ، ڈھول یا ہارمونیم وغیرہ بجاتے ہوئے دروازوں پر مانگتے پھرتے ہیں اور مطرب یعنی ڈوم تو سب سے بدتر ہے۔

بَابُ: مَنْ سَالَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى

یہ باب ہے کہ جو شخص خوشحال ہونے کے باوجود مانگے

1838-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ النَّاسَ اَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَاِنَّمَا يَسْاَلُ جَمْرَ جَهَنَّمَ فَلْيَسْتَقِلَّ مِنْهُ اَوْ لِيُكْثِرْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو شخص اپنے مال میں اضافے کے لیے لوگوں سے ان کا مال مانگتا ہے' تو وہ جہنم کا انگارہ مانگتا ہے اب اس کی مرضی ہے وہ تھوڑا مانگے یا زیادہ مانگے''۔

شرح

اضافہ مال کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی احتیاج وضرورت کی بناء پر نہیں بلکہ محض اس لئے لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرتا ہے تا کہ اس کا مال زیادہ ہو جائے۔ آگ کے انگارے سے مراد دوزخ کا انگارہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جو اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے نہیں بلکہ محض اضافہ مال کی خاطر کسی سے کچھ مانگتا ہے تو وہ اپنی اس ہوسنا کی اور حرص وطمع کی وجہ سے دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔ کم یا زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تنبیہ ارشاد فرمایا اس کی وضاحت یہ ہے کہ بلا ضرورت لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا دنیاوی اور اخروی اعتبار سے بہر صورت نقصان دہ اور باعث ذلت ورسوائی ہے خواہ وہ کسی حقیر وکمتر چیز کے لئے ہاتھ پھیلائے خواہ کسی قیمتی اور اعلیٰ چیز کے لئے دست سوال دراز کرے۔

1839-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ اَنْبَاَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِىْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِى الْجَعْدِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِىْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''خوشحال شخص کے لیے اور طاقتور صحت مند شخص کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے''۔

1838: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2396

1839 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2596

بنان کی روٹی قبول کرنے نہ کرنے کے واقعہ کا بیان

ایک سبق آموز واقعہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام احمد رحمہ اللہ بازار گئے اور وہاں سے انہوں نے کچھ سامان خریدا جسے بنان جلال اٹھا کر احمد کے ساتھ ان کے گھر لائے جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں روٹیاں ٹھنڈی ہونے کے لئے کھلی ہوئی رکھی تھیں، حضرت امام نے اپنے صاحبزادے کو حکم دیا کہ ایک روٹی بنان کو دے دیں، صاحبزادے نے جب بنان کو روٹی دی تو انہوں نے انکار کر دیا بنان جب گھر سے باہر نکل گئے اور واپس چل دیے تو امام احمد نے صاحبزادے سے کہا کہ اب ان کے پاس جاؤ اور انہیں روٹی دے دو صاحبزادے نے باہر جا کر بنان کو روٹی دی تو انہوں نے فورا قبول کر لیا۔

انہیں بڑا تعجب ہوا کہ پہلے تو روٹی لینے سے صاف انکار کر دیا اور اب فورا قبول کر لیا آخر یہ ماجرا کیا ہے! انہوں نے حضرت امام احمد سے اس کا سبب پوچھا تو امام صاحب نے فرمایا کہ بنان جب گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے کھانے کی ایک عمدہ چیز دیکھی بتقاضائے طبیعت بشری انہیں اس کی خواہش ہوئی اور دل میں اس کی طمع پیدا ہو گئی اس لئے جب تم نے انہیں روٹی دی تو انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنی طمع و خواہش کے تابع بن جائیں انہوں نے روٹی لینے سے انکار کر دیا مگر جب وہ باہر چلے گئے اور روٹی سے قطع نظر کر کے اپنا راستہ پکڑا اور پھر تم نے جا کر وہ روٹی دی تو اب چونکہ وہ روٹی انہیں بغیر طمع و خواہش اور غیر متوقع طریق پر حاصل ہو رہی تھی اس لئے انہوں نے اسے اللہ کی نعمت سمجھ کر فورا قبول کر لیا۔

مانگنے والے کی قیامت کے دن کی حالت کا بیان

1840- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ جَاءَتْ مَسْاَلَتُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خُدُوْشًا اَوْ خُمُوْشًا اَوْ كُدُوْحًا فِي وَجْهِهِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا يُغْنِيهِ قَالَ خَمْسُوْنَ دِرْهَمًا اَوْ قِيمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ فَقَالَ رَجُلٌ لِسُفْيَانَ اِنَّ شُعْبَةَ لَا يُحَدِّثُ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ سُفْيَانُ قَدْ حَدَّثَنَاهُ زُبَيْدٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

جو شخص کچھ مانگے حالانکہ اس کے پاس وہ چیز موجود ہو جس کی وجہ سے اسے مانگنے کی ضرورت نہ ہو تو قیامت کے دن اس کا یہ معاملہ اس حالت میں آئے گا کہ وہ اس کے چہرے پر ایک زخم کی طرح ہوگا (یہاں روایت کے لفظ میں راوی کو شک ہے) عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے مانگنے کی ضرورت نہ ہونے کی حد کیا ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **50** درہم یا ان کی قیمت جتنا سونا"۔

1840، اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1626 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 650 'ورقم الحدیث: 651 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 2591

(راوی بیان کرتے ہیں) ایک شخص نے سفیان نامی راوی سے دریافت کیا: شعبہ تو حکیم کے حوالے سے روایت نقل نہیں کرتے آپ نے ان کے حوالے سے یہ روایت کیوں نقل کی ہے؟) تو سفیان نے جواب دیا: یہ حدیث زبیر نامی راوی نے محمد بن عبدالرحمان کے حوالے سے ہمیں سنائی ہے (اور حکیم نے بھی اسی راوی کے حوالے سے یہ روایت ہمیں سنائی ہے)

شرح

مطلب یہ ہے کہ اگر تم سوال ہی کرو تو کم سے کم ایسے شخص سے تو کرو جس پر تمہارا حق بھی ہے اور وہ حاکم یا بادشاہ ہے کہ جس کے تصرف میں بیت المال اور خزانہ ہو تم ان سے اپنا حق مانگو، اگر تم مستحق ہو گے وہ تمہیں بیت المال سے دیں گے۔ عطاء سلطانی کو قبول کرنے کا مسئلہ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں اختلافی اقوال ہیں کہ آیا عطاء سلطانی بادشاہ وحاکم کا عطیہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ اس بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ اگر بیت المال اور خزانے میں حرام مال زیادہ ہو تو اس میں سے کچھ مانگنا یا اس سے عطیہ سلطانی قبول کرنا حرام ہے اور اگر ایسی صورت نہ ہو تو پھر حلال ہے۔

اگر کوئی واقعی مجبوری اور ضرورت ہو کہ کسی سے مانگے بغیر چارہ کار نہ ہو مثلاً کسی کا ضامن بن گیا ہو، طوفان وسیلاب کی وجہ سے کھیتی باڑی تباہ ہو گئی ہو یا کسی حادثے ومصیبت کی وجہ سے نوبت فاقوں تک پہنچ گئی تو ایسی صورتوں میں سوال کرنے کی اجازت ہے بلکہ اگر کوئی شخص حالت اضطراری کو پہنچ گیا ہو خواہ وہ اضطراری حالت کپڑے کی طرف سے ہو کہ ستر چھپانے کو کپڑا نہ ہو یا کھانے کی طرف سے ہو کہ شدت بھوک سے جان نکلی جاتی ہو تو پھر ایسی صورت میں کسی سے مانگ کر اپنی اضطراری حالت کو دور کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اس شخص کے لئے بھی سوال کرنا واجب ہوتا ہے جو حج کی استطاعت رکھتا تھا مگر حج نہیں کیا یہاں تک کہ مفلس ہو گیا تو اب اسے چاہئے کہ وہ لوگوں سے سفر خرچ مانگ کر حج کے لئے جائے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہمیشہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا رہے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں ہو گا کہ اس کے منہ پر گوشت کی بوٹی نہ ہو گی۔

(بخاری ومسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث 336)

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بلا ضرورت محض پیشے کے طور پر بھیک مانگتے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھرتے ہیں وہ قیامت کے روز میدان حشر میں ذلیل ورسوا کر کے لائے جائیں گے یا حقیقۃً ان کا یہ حال ہو گا کہ ان کی اس برائی اور غلط فعل کی سزا کے طور پر ان کے منہ پر گوشت نہیں ہو گا اس طرح وہ لوگ میدان حشر میں مخلوق اللہ کے درمیان یہ کہہ کر بے آبرو ورسوا کئے جائیں کہ یہ دنیا میں بھیک مانگتے پھرا کرتے تھے، آج انہیں اس کی یہ سزا مل رہی ہے۔

مانگنے کی بجائے محنت کرنے کی اہمیت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن انصار میں سے ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کسی چیز کا سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تمہارے گھر میں کچھ بھی نہیں ہے؟ اس نے عرض کیا کہ صرف ایک موٹی

سی کملی ہے جس میں سے کچھ حصہ اوڑھتا ہوں اور کچھ حصہ بچھالیتا ہوں اس کے علاوہ ایک پیالہ بھی ہے جس میں پانی پیتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں چیزوں کو لے آؤ۔ وہ دونوں چیزیں لے کر حاضر ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں چیزیں اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ ان چیزوں کو کون خریدتا ہے ایک شخص نے کہا کہ میں ان دونوں چیزوں کو ایک درہم میں خریدنے کے لئے تیار ہوں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان چیزوں کو ایک درہم سے زیادہ میں کون خریدنے والا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو یا تین بار فرمایا ایک شخص نے کہا کہ میں ان چیزوں کو دو درہم میں خریدتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دونوں چیزیں اس شخص کو دے دیں اور اس سے دو درہم لے کر انصاری کو دیئے اور اس سے فرمایا کہ اس میں سے ایک درہم کا کھانے کا سامان خرید کر اپنے گھر والوں کو دے دو اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ وہ شخص کلہاڑی خرید کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلہاڑی میں اپنے دست مبارک سے ایک مضبوط لکڑی لگادی اور پھر اس سے فرمایا کہ اسے لے کر جاؤ لکڑیاں کاٹ کر جمع کرو۔

اور انہیں فروخت کرو، اب اس کے بعد میں تمہیں پندرہ دن تک یہاں نہ دیکھوں یعنی اب یہاں نہ رہو جا کر اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ اور محنت کرو چنانچہ وہ شخص چلا گیا اور لکڑیاں جمع کر کر کے فروخت کرنے لگا کچھ دنوں کے بعد جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو کہاں وہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنے آیا تھا اور اب وہ دس درہم کا مالک تھا، اس نے ان درہموں میں سے کچھ کا کپڑا خریدا اور کچھ کا غلہ خرید لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حالت کی اس تبدیلی کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ صورتحال تمہارے لئے بہتر ہے بہ نسبت اس چیز کے کہ کل قیامت کے دن تم اس حالت میں آؤ کہ تمہارے سوال تمہارے منہ پر برے نشان یعنی زخم کی صورت میں ہو۔

اور یہ یاد رکھو کہ صرف تین طرح کے لوگوں کو سوال کرنا مناسب ہے ایک تو اس محتاج کے لئے کہ جس کو مفلسی نے زمین پر گرا دیا ہو دوسرے اس قرض دار کے لئے جو بھاری اور عدم ادائیگی کی صورت میں ذلیل کرنے والے قرض کے بوجھ سے دبا ہوا اور تیسرے صاحب خون کے لئے جو درد پہنچائے یعنی اس شخص کے لئے جس پر دیت واجب ہو خواہ اس نے خود کسی ناحق خون کیا ہو اور اس کا خون بہا اس کے ذمہ ہو یا کسی دوسرے شخص نے کوئی خون کر دیا ہو اور اس کی دیت اس نے اپنے ذمہ لی ہو مگر اس کی ادائیگی کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کے لئے بھی جائز ہے کہ اس خون بہا کے بقدر کسی سے مانگ کر ادائیگی کر دے۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اس روایت کو یوم القیامۃ تک نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث 349)

بَابُ: مَنْ تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ

یہ باب ہے کہ کس شخص کے لیے صدقہ (وصول کرنا) حلال ہے؟

1841- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنْبَانَا مَعْمَرٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ

1841 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 1635 'ورقم الحدیث 1636

أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا أَوْ لِغَازٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ لِغَنِيٍّ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ أَوْ فَقِيرٍ تُصُدِّقَ عَلَيْهِ فَأَهْدَاهَا لِغَنِيٍّ أَوْ غَارِمٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''کسی خوشحال شخص کے لیے صدقہ وصول کرنا جائز نہیں ہے البتہ پانچ لوگوں کا حکم مختلف ہے' وہ شخص جو اس کی وصولی کا نگران ہو' وہ شخص جو اللہ کی راہ میں غازی ہو' وہ خوشحال شخص جو اپنے مال کے ذریعے اسے خرید لے' یا پھر کسی غریب کو یہ صدقے کے طور پر دیا گیا اور وہ کسی خوشحال شخص کو یہ تحفے کے طور پر دیدے یا مقروض شخص''۔

بَاب: فَضْلِ الصَّدَقَةِ

یہ باب صدقہ کرنے کی فضیلت کے بیان میں ہے

1842- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَصَدَّقَ أَحَدٌ بِصَدَقَةٍ مِنْ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلَّا الطَّيِّبَ إِلَّا أَخَذَهَا الرَّحْمٰنُ بِيَمِينِهِ وَإِنْ كَانَتْ تَمْرَةً فَتَرْبُو فِي كَفِّ الرَّحْمٰنِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى حَتَّى تَكُونَ أَعْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ وَيُرَبِّيهَا لَهُ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فُلُوَّهُ أَوْ فَصِيلَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص پاکیزہ کمائی میں سے کھجور جتنا صدقہ کرے' ویسے اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ چیز کو ہی قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس چیز کو اپنے دائیں ہاتھ میں رکھ لیتا ہے اور پھر اس کرنے والے کے لیے اس چیز کو بڑھاتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ سے بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جیسے کوئی شخص اپنے بچھڑے کو پالتا ہے۔

شرح

کسب کے معنی ہیں جمع کرنا" کسب طیب " سے مراد وہ مال ہے جسے حلال ذریعوں سے جمع کیا جائے یعنی شرعی اصولوں کے تحت ہونے والی تجارت وصنعت زراعت وملازمت اور وراثت یا حصہ میں حاصل ہونے والا مال۔ "ولا یقبل اللہ الا الطیب "(اللہ تعالیٰ صرف حلال مال قبول کرتا ہے) میں اسی طرف اشارہ ہے کہ بارگاہ الوہیت میں صرف وہی صدقہ قبول ہوتا ہے جو حلال مال کا ہو، غیر حلال مال قبول نہیں ہوتا نیز اس سے یہ نکتہ بھی پیدا ہوا کہ حلال مال اچھی اور نیک جگہ ہی خرچ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جانے والا حلال مال بارگاہ الوہیت میں کمال قبول کو پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ حلال مال خرچ کرنے والے سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اسی مفہوم کو یہاں "داہنے سے لینے " سے اس لئے محاورۃ اور عرفاً تعبیر کیا گیا ہے کہ پسندیدہ اور محبوب چیز داہنے ہاتھ ہی سے لی جاتی ہے۔ "پالنا" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صدقے

1842 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 1410 'ورقم الحدیث: 7430 'اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 2339 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 661 'اخرجہ النسائی فی ''المجتبیٰ'' رقم الحدیث 2524

کے ثواب کو بڑھاتا جاتا ہے تا کہ وہ قیامت کے روز میزان عمل میں گراں ثابت ہو۔

1843- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ ابْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ اَمَامَهُ فَتَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ وَيَنْظُرُ عَنْ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ وَيَنْظُرُ عَنْ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَتَّقِيَ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم میں سے ہر ایک شخص کے ساتھ اس کا پروردگار عنقریب کلام کرے گا یوں کہ اس شخص کے اور پروردگار کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا' وہ شخص اپنے سامنے دیکھے گا' تو اسے سامنے آگ نظر آئے گی وہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا' تو اسے صرف وہی چیز نظر آئے گی جو اس نے آگے بھیجی تھی' وہ اپنے بائیں طرف دیکھے گا' تو اسے وہی چیز نظر آئے گی جو اس نے اپنے آگے دیکھی تھی (یعنی اس نے جو صدقہ کیا تھا وہی جہنم سے بچانے کے لیے وہاں موجود ہوگا)''۔

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں)

''تو تم میں ہر شخص جہاں تک ہو سکے آگ سے بچنے کی کوشش کرے' اگر وہ نصف کھجور کے ذریعے ایسا کر سکتا ہو' تو ایسا ہی کرلے''۔

1844- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِيْنَ عَنِ الرَّبَابِ اُمِّ الرَّائِحِ بِنْتِ صُلَيْعٍ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَّعَلٰى ذِي الْقَرَابَةِ اثْنَتَانِ صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ

حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مسکین کو صدقہ کرنا صرف صدقہ کرنا ہے اور قریبی رشتے دار کو صدقہ کرنے میں دو پہلو ہیں' صدقہ کرنا اور صلہ رحمی کرنا''۔

شرح

ایک سبق آموز حکایت حدیث بالا کی روشنی میں جو یہ نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ حلال مال اچھی جگہ ہی خرچ ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک سبق آموز حکایت سنیے شیخ علی متقی عارف باللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک متقی و صالح شخص کسب معاش کرتے تھے اور ان کا معمول تھا کہ جو کچھ کماتے پہلے تو اس میں ایک تہائی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے پھر ایک تہائی اپنی ضروریات پر صرف کرتے اور ایک تہائی اپنی کسب معاش کے ذریعے میں لگا دیتے ایک دن ان کے پاس ایک دنیادار شخص آیا اور کہنے لگا کہ شیخ! میں چاہتا ہوں کہ کچھ مال اللہ کی راہ میں خرچ کروں، لہٰذا آپ مجھے کسی مستحق کا پتہ دیجیے انہوں نے کہا پہلے تو حلال مال حاصل کرو اور پھر اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو، وہ مستحق شخص ہی کے پاس پہنچے گا۔

دنیادار شخص نے اسے مبالغہ پر محمول کیا، شیخ نے کہا اچھا تم جاؤ تمہیں جو شخص بھی ایسا ملے جس کے تمہارے دل میں جذبہ ترحم

پیدا ہوا سے صدقہ کا مال دے دینا، چنانچہ وہ شخص جب شیخ کے پاس سے اٹھ کر آیا تو اس نے ایک بوڑھے اندھے کو دیکھا جس کے لئے اس کے دل میں جذبہ ترحم پیدا ہوا اور یہ سمجھ کر کہ صدقہ کے مال کا اس بے چارے سے زیادہ کون مستحق ہوسکتا ہے؟ اپنے کمائے ہوئے مال میں سے اسے کچھ حصہ خیرات کر دیا۔

جب دوسرے دن وہ ضعیف و نابینا شخص کے پاس سے گزرا تو اس نے سنا کہ وہ اپنے پاس کھڑے ہوئے ایک دوسرے شخص سے کل کا واقعہ بیان کر رہا تھا کہ کل میرے پاس سے ایک مالدار شخص گزرا اس نے مجھ پر ترس کھا کر اتنا مال مجھے دیا جسے میں نے فلاں بدکار شخص کے ساتھ شراب نوشی میں لٹا دیا۔ وہ دنیادار یہ سنتے ہی شیخ کے پاس آیا اور ان سے پورا ماجرا بیان کیا، شیخ نے یہ واقعہ سن کر اپنی کمائی میں سے ایک درہم اسے دیا اور کہا کہ اسے رکھو اور یہاں سے نکلتے ہی سب سے پہلے تمہاری نظر جس پر پڑے اسے یہ درہم بطور خیرات دے دینا چنانچہ وہ شیخ کا دیا ہوا درہم لے کر گھر سے باہر نکلا تو اس کی نظر سب سے پہلے ایک اچھے شخص پر پڑی جو بظاہر کھاتا پیتا معلوم ہو رہا تھا پہلے تو وہ دیتے ہوئے جھجکا مگر چونکہ شیخ کا حکم تھا اس لئے مجبوراً وہ درہم اس شخص کو دے دیا۔ اس شخص نے وہ درہم لے لیا اور اپنے پیچھے مڑ کر چل دیا، اس کے ساتھ ساتھ وہ مالدار بھی چلا اس نے دیکھا وہ شخص ایک کھنڈر میں داخل ہوا اور وہاں سے دوسری طرف نکل کر شہر راہ پکڑی، مالدار بھی اس کے پیچھے کھنڈر میں داخل ہوا وہاں اسے کوئی چیز نظر نہ آئی البتہ اس نے ایک مرا ہوا کبوتر دیکھا وہ پھر اس شخص کے پیچھے پیچھے ہولیا، پھر اسے قسم دے کر پوچھا کہ بتاؤ تم کون ہو؟ اور کس حال میں ہو؟

اس نے کہا کہ میں ایک غریب انسان ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں وہ بہت بھوکے تھے جب مجھ سے ان کی بھوک کی شدت نہ دیکھی گئی اور انتہائی اضطراب و پریشانی کے عالم میں میں ان کے لئے کچھ انتظام کرنے کی خاطر گھر سے نکل کھڑا ہوا تو میں سرگرداں پھر رہا تھا کہ مجھے یہ مرا ہوا کبوتر نظر آیا مرتا کیا نہ کرتا؟ میں نے یہ کبوتر اٹھا لیا اور اسے لے کر اپنے گھر کی طرف چلا تا کہ اس کے ذریعے بھوک سے بلکتے بچوں کو کچھ تسکین دلاؤں مگر جب اللہ نے تمہارے ذریعے یہ درہم مجھے عنایت فرما دیا تو یہ کبوتر جہاں سے اٹھایا تھا وہیں پھینک دیا۔ اب اس مالدار کی آنکھ کھلی اور اسے معلوم ہوا کہ شیخ کا وہ قول مبالغہ پر محمول نہیں تھا بلکہ حقیقت یہی ہے کہ حلال مال اچھی جگہ اور حرام مال بری جگہ خرچ ہوتا ہے۔

کِتَابُ النِّکَاحِ
یہ کتاب نکاح کے بیان میں ہے

نکاح کے معنی ومفہوم کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: نکاح کے لغوی معنی ہیں جمع کرنا لیکن اس لفظ کا اطلاق مجامعت کرنے اور عقد کے معنی پر بھی ہوتا ہے کیونکہ مجامعت اور عقد دونوں ہی میں جمع ہونا اور ملنا پایا جاتا ہے لہٰذا اصول فقہ میں نکاح کے یہی معنی یعنی جمع ہونا بمعنی مجامعت کرنا مراد لینا چاہیے بشرطیکہ ایسا کوئی قرینہ نہ ہو جو اس معنی کے خلاف دلالت کرتا ہو۔

علماء فقہ کی اصطلاح میں نکاح اس خاص عقد و معاہدہ کو کہتے ہیں جو مرد و عورت کے درمیان ہوتا ہے اور جس سے دونوں کے درمیان زوجیت کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ نکاح کا لغوی معنی جمع کرنا اور ملانا ہے۔ جیسے عربی کی ضرب المثل ہے۔ انکحنا الفریٰ فسنریٰ ۔ یعنی ہم نے مذکر نیل گائے اور مؤنث نیل گائے کا ملاپ کرا دیا ہے اور اب ہم دیکھیں گے کہ ان کے ہاں کیا پیدا ہوتا ہے۔ یہ ضرب المثل ان لوگوں کے لئے بیان کی جاتی ہے جو کسی معاملے پر اکٹھے ہو جائیں اور انہیں یہ سمجھ نہ آ رہا ہو کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟

لفظ ''نکاح''، وطی کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے' کیونکہ اس میں ''ملانے'' کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ البتہ مجازی طور پر یہ لفظ ''عقد'' کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ لفظ نکاح عقد کے معنی میں استعمال ہونے کی مثال قرآن میں یہ ہے:

''فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ'' (النساء:۲۵)

''یعنی تم ان خواتین کے گھر والوں کی اجازت سے ان کے ساتھ عقدِ نکاح کرو''۔ لفظ نکاح کے وطی کے معنی میں استعمال ہونے کی مثال قرآن میں یہ ہے ۔حَتّٰی اِذَا بَلَغُوا النِّکَاحَ (النساء:٦)

''یہاں تک کہ وہ لوگ نکاح (کی عمر) تک پہنچ جائیں''۔ یہاں اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ نکاح سے مراد وطی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ''شرح اسبیجابی'' میں یہ بات تحریر ہے۔ لغت میں نکاح کا مطلب مطلق جمع (اکٹھے کرنا) ہے۔ جبکہ شریعت میں مخصوص شرائط کے ہمراہ کیا جانے والا عقد ''نکاح'' کہلاتا ہے۔

(البنائیہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۳، حقانیہ ملتان)

فخر الاسلام فرماتے ہیں: نکاح' شرعی عقد کو کہتے ہیں اور اس کے ذریعے وطی مراد لی جاتی ہے۔ زیادہ صحیح رائے یہ ہے: اس سے مراد حقیقت میں وطی ہوتی ہے' کیونکہ وطی کرنے میں ضم کرنے کا مفہوم حقیقت کے اعتبار سے پایا جاتا ہے' جبکہ مجازی طور پر اس سے

مراد عقد ہوگا۔ نکاح سے مراد حقیقت میں عقد نہیں لیا جاسکتا کیونکہ اس صورت میں لفظ نکاح کو وطی اور عقد دونوں معانی کے بیے مشترک ماننا پڑے گا اور یہ بات اصل کے خلاف ہے۔

تعریف نکاح میں مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمٰن جزیری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: فقہاء احناف میں بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ایک شخص کو کسی کی ذات سے حصول نفع کا مالک بنا دینا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے وہ خاص شخص صرف مخصوص عضو سے نفع حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے۔

بعض فقہاء احناف نے یہ لکھا ہے کہ کسی شخص کو ملکہ متعہ کا مالک بنا دینا نکاح ہے۔ جبکہ بعض نے کہا ہے کہ نکاح صرف عضو خاص نہیں بلکہ جسم کے تمام اعضاء سے نفع حاصل کرنے کے لئے ہے۔

فقہاء شوافع میں بعض نے نکاح کی تعریف یوں کی ہے کہ نکاح ایک معاملہ ہے جس میں نکاح یا تزویج یا اس کے ہم معنی لفظ کو استعمال کیا جاتا ہے۔ تاکہ اس سے مباشرت کی ملکیت حاصل ہو اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص لذت معلومہ سے نفع حاصل کرے۔

فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ نکاح ایک محض جنسی لذت کے لئے ایک معاملہ ہے جو حصول لذت سے پہلے گواہوں کی موجودگی میں کیا جاتا ہے۔ اور اس کام کی قیمت واجب الادا نہیں ہوتی۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ نکاح منفعت استمتاع کے لئے ایک معاملہ ہے جس میں انکاح یا تزویج کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ دراستمتاع سے مراد فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ مرد کا خود نفع حاصل کرنا ہے۔ (مذاہب اربعہ، ج ۴، ص ۴، اوقاف پنجاب)

قرآن کی روشنی میں نکاح کی اہمیت کا بیان

(۱) وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا

(النساء۳)

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو، دو اور تین، تین اور چار، چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ (کنزالایمان)

(۲) وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۔ (البقرہ، ۲۳۵)

اور اگر تم نے عورتوں کو بے چھوئے طلاق دے دی اور ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا ٹھہرا تھا اس کا آدھا واجب ہے

مگر یہ کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں۔ یا وہ زیادہ دے۔ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اے مرد و تمہارا زیادہ دینا پرہیز گاری سے نزدیک تر ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کو بھلا نہ دو بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

(۳) وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا. (النساء ۶)

اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو ان کے مال انہیں سپرد کر دو اور انہیں نہ کھاؤ حد سے بڑھ کر اور اس جلدی میں کہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں اور جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھائے پھر جب تم ان کے مال انہیں سپرد کرو تو ان پر گواہ کر لو اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو۔

احادیث کی روشنی میں نکاح کی اہمیت کا بیان

(۱) امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سے اس کے دین اس کے مال اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے لہٰذا تم دیندار عورت کو نکاح کے لیے اختیار کرو۔ پھر فرمایا کہ تمہارے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔ اس باب میں عوف بن مالک، عائشہ، عبداللہ بن عمر، اور ابوسعید سے بھی روایت ہے کہ حدیث جابر حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۰۷۶، مرفوع)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شادی کے لئے عورت کی چار باتیں دیکھی جاتی ہیں، مال، نسب، خوبصورتی، دین، تجھے دیندار کو حاصل کرنا چاہئے (اگر تو نہ مانے) تو تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں گے۔ (صحیح بخاری، ج ۳، رقم الحدیث ۸۲)

(۳) امام بخاری و مسلم اپنی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جوانوں کے گروہ! تم میں سے جو شخص مجامعت کے لوازمات (یعنی بیوی بچوں کا نفقہ اور مہر ادا کرنے) کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح کرنا نظر کو بہت چھپاتا ہے اور شرم گاہ کو بہت محفوظ رکھتا ہے (یعنی نکاح کر لینے سے اجنبی عورت کی طرف نظر مائل نہیں ہوتی اور انسان حرام کاری سے بچتا ہے) اور جو شخص جماع کے لوازمات کی استطاعت نہ رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ رکھنا اس کے لئے خصی کرنے کا فائدہ دے گا (یعنی جس طرح خصی ہو جانے سے جنسی ہیجان ختم ہو جاتا ہے اسی طرح روزہ رکھنے سے بھی جنسی ہیجان ختم ہو جاتا ہے (بخاری ومسلم)

اس خطاب عام کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوانوں کو نکاح کی ترغیب دلاتے ہوئے نکاح کے دو بڑے فائدے ظاہر فرمائے ہیں ایک تو یہ کہ انسان نکاح کرنے سے اجنبی عورتوں کی طرف نظر بازی سے بچتا ہے اور دوسری طرف حرام کام سے

محفوظ رہتا ہے۔

(۴) امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں انبیاء کی سنتوں میں سے ہیں، حیاء کرنا، عطر لگانا، مسواک کرنا، اور نکاح کرنا۔ اس باب میں حضرت عثمان، ثوبان، ابن مسعود، عائشہ، عبداللہ بن عمر، جابر، اور عکاف سے بھی روایت ہے حدیث ابی ایوب حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۰۸۰، مرفوع)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین واخلاق تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کرو اگر ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بہت فساد ہوگا۔

(جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۰۸۴، مرفوع)

(۶) حضرت ابوحاتم مزنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص آئے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کرو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور فساد ہوگا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ وہ مفلس ہی کیوں نہ ہو۔ فرمایا اگر اس کی دینداری اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو اسی سے نکاح کرو۔ یہی الفاظ تین مرتبہ فرمائے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۰۸۵، مرفوع)

اہل فقہ کے نزدیک نکاح کی اہمیت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔

علامہ حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: **ليس لنا عبادة شرعت من عهد آدم عليه السلام الى الآن ثم تستمر في الجنة الا النكاح والايمان** (درمختار کتاب النکاح)

" کوئی عبادت ایسی نہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک مشروع ہو اور جنت میں بھی باقی رہے سوائے نکاح اور ایمان کے "

نکاح کی شرعی حیثیت کا فقہی بیان:

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو نہ عنین (نامرد) ہو اور مہر ونفقہ پر قدرت بھی ہو تو نکاح سنتِ مؤکدہ ہے کہ نکاح نہ کرنے پر اڑا رہنا گناہ ہے اور اگر حرام سے بچنا یا اتباعِ سنت وتعمیلِ حکم یا اولاد حاصل ہونا مقصود ہے تو ثواب بھی پائے گا اور اگر محض لذت یا قضائے شہوت منظور ہو تو ثواب نہیں۔

شہوت کا غلبہ ہے کہ نکاح نہ کرے تو معاذ اللہ اندیشہ زنا ہے اور مہر ونفقہ کی قدرت رکھتا ہو تو نکاح واجب۔ یونہی جبکہ اجنبی عورت کی طرف نگاہ اُٹھنے سے روک نہیں سکتا یا معاذ اللہ ہاتھ سے کام لینا پڑے گا۔ تو نکاح واجب ہے۔ یہ یقین ہو کہ نکاح نہ کرنے میں زنا واقع ہو جائے گا تو فرض ہے کہ نکاح کرے۔ اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کریگا تو نان نفقہ نہ دے سکے گا یا جو ضروری باتیں ہیں

ان کو پورا نہ کر سکے گا تو مکروہ ہے اور ان باتوں کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام مگر نکاح بہر حال ہو جائے گا۔ نکاح اور اُس کے حقوق ادا کرنے میں اور اولاد کی تربیت میں مشغول رہنا، نوافل میں مشغولی سے بہتر ہے۔ (درمختار، کتاب النکاح)

نکاح کی فقہی حیثیت کا بیان

1- حنفی مسلک کے مطابق نکاح کرنا اس صورت میں فرض ہوتا ہے جب کہ جنسی ہیجان اس درجہ غالب ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو اور بیوی کے مہر پر اور اس کے نفقہ پر قدرت حاصل نہ ہو اور یہ خوف نہ ہو کہ بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بجائے اس کے ساتھ ظلم وزیادتی کا برتاؤ ہوگا۔

2- نکاح کرنا اس صورت میں واجب ہو جاتا ہے جب کہ جنسی ہیجان کا غلبہ ہو مگر اس درجہ کا غلبہ نہ ہو کہ زنا میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو، نیز مہر ونفقہ کی ادائیگی کی قدرت رکھتا ہو اور بیوی پر ظلم کرنے کا خوف نہ ہو۔ اگر کسی شخص پر جنسی ہیجان کا غلبہ تو ہو مگر وہ مہر اور بیوی کے اخراجات کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر وہ نکاح نہ کرے تو اس پر گناہ نہیں ہوگا جب کہ مہر اور نفقہ پر قادر شخص جنسی ہیجان کی صورت میں نکاح نہ کرنے سے گناہ گار ہوتا ہے۔

3- اعتدال کی حالت میں نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے اعتدال کی حالت سے مراد یہ ہے کہ جنسی ہیجان کا غلبہ تو نہ ہو لیکن بیوی کے ساتھ مباشرت ومجامعت کی قدرت رکھتا ہو اور مہر ونفقہ کی ادائیگی پر بھی قادر ہو۔ لہٰذا اس صورت میں نکاح نہ کرنیوالا گنہگار رہوتا ہے جب کہ زنا سے بچنے اور افزائش نسل کی نیت کے ساتھ نکاح کرنیوالا اجر وثواب سے نوازا جاتا ہے۔

4- نکاح کرنا اس صورت میں مکروہ ہے جب کہ بیوی پر ظلم کرنے کا خوف ہو یعنی اگر کسی شخص کو اس بات کا خوف ہو کہ میرا مزاج چونکہ بہت برا اور سخت ہے اس لئے میں بیوی پر ظلم وزیادتی کروں گا تو ایسی صورت میں نکاح کرنا مکروہ ہے

5- نکاح کرنا اس صورت میں حرام ہے جبکہ بیوی پر ظلم کرنے کا یقین ہو یعنی اگر کسی شخص کو یہ یقین ہو کہ میں اپنے مزاج کی سختی وتندی کی وجہ سے بیوی کے ساتھ اچھا سلوک قطعاً نہیں کر سکتا بلکہ اس پر میری طرف سے ظلم ہونا بالکل یقینی چیز ہے تو ایسی صورت میں نکاح کرنا اس کے لئے حرام ہوگا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شریعت نے نکاح کے بارے میں مختلف حالات کی رعایت رکھی ہے بعض صورتوں میں تو نکاح کرنا فرض ہو جاتا ہے بعض میں واجب اور بعض میں سنت مؤکدہ ہوتا ہے جب کہ بعض صورتوں میں نکاح کرنا مکروہ بھی ہوتا ہے اور بعض میں تو حرام ہو جاتا ہے لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اسی صورت کے مطابق عمل کرے جو اس کی حالت کے مطابق ہو۔

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: وہ شخص جو شادی کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور بغیر شادی کے رہنے سے اسے اپنے نفس اور دین میں ضرر ونقصان کا اندیشہ ہو اور اس نقصان سے شادی کے بغیر بچنا ممکن نہ ہو تو ایسے شخص پر شادی کے وجوب میں کوئی بھی اختلاف نہیں ہے۔

اور مرداوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "الانصاف" میں کہا ہے کہ: جسے حرام کام میں پڑنے کا خدشہ ہو اس کے حق میں نکاح کرنا واجب ہے اس میں ایک ہی قول ہے کوئی دوسرا قول نہیں، اور یہاں پر عنت سے مراد زنا ہے اور صحیح بھی یہی ہے، اور یہ بھی کہا

گیا ہے کہ زنا سے ہلاکت میں پڑنے کو العنت کہتے ہیں۔

دوم: اس سے مراد ہے کہ اسے اپنے آپ کو محظور غلط کام میں پڑنے کا خدشہ ہو، جب اسے یہ علم ہو یا اس کا گمان ہو کہ وہ اس میں پڑ جائے گا۔ (الانصاف، کتاب النکاح، احکام النکاح)

ملت ابراہیمی میں نکاح کا طریقہ

اسلام سے پہلے اولاد اسماعیل اور ملت ابراہیمی میں نکاح کی یہ صورت تھی کہ مرد وعورت دونوں کے بڑے جمع ہو کر اپنے اپنے خاندانی فضائل پر روشنی ڈالتے تھے اور اس کے بعد مرد اور عورت کے درمیان ایک ساتھ زندگی گزارنے کا معاملہ طے پاجاتا تھا اور مہر کی ایک رقم یا کچھ سامان مرد کے ذمہ واجب کر دیا جاتا تھا، جو وہ ادا کر دیا کرتا تھا۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی اس قدیم رسم اور قدیم طریقہ کو قائم رکھا، کیوں کہ وہ طریقہ فطری طور پر معاملات کے طے ہونے کا مناسب طریقہ تھا، البتہ آپ نے خاندانی فضائل بیان کرنے کی بجائے خدا تعالیٰ کی تعریف وثنا کے ساتھ خطبہ دینے کا سلسلہ شروع کیا، موجودہ خطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اسی تاریخی نکاح میں حضور علیہ السلام کی طرف سے بطور وکیل آپ کے چچا ابو طالب تھے اور حضرت خدیجہ کے وکیل ان کے چچا عمرو بن اسد تھے اور بیس اونٹ بطور مہر مقرر ہوئے تھے۔

اولاد اسماعیل پر جب تین سو سالہ جاہلیت کا عہد مسلط ہوا تو اس دور میں معاشرہ کے اندر کچھ خرابیاں پیدا ہو گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خرابیوں کی اصلاح کر دی، آپ نے ایک طرف نکاح کی اہمیت قائم کی اور دوسری طرف نکاح کو آسان سے آسان تر کر دیا، تاکہ غریب سے غریب آدمی بھی بے نکاح نہ رہے، نکاح کے ذریعہ مرد اور عورت کو جو کردار کی حفاظت حاصل ہوتی ہے اور نسل انسانی کے سلسلہ میں، جو پاکیزگی اور اعتماد پیدا ہوتا ہے، وہ پیدا ہو جائے۔

زمانہ جاہلیت میں رائج شادی کے مختلف طریقے

شادی جو خاندانی زندگی کے قیام وتسلسل کا ادارہ ہے، اہل عرب کے ہاں اصول وضوابط سے آزاد تھا جس میں عورت کی عزت وعصمت اور عفت وتکریم کا کوئی تصور کارفرما نہ تھا۔ اہل عرب میں شادی کے درج ذیل طریقے رائج تھے۔

(ا) زواج البعولة

یہ نکاح عرب میں بہت عام تھا۔ اس میں یہ تھا کہ مرد ایک یا بہت سی عورتوں کا مالک ہوتا۔ بعولت (خاوند ہونا) سے مراد مرد کا عورتیں جمع کرنا ہوتا تھا۔ اس میں عورت کی حیثیت عام مال ومتاع جیسی ہوتی۔

زواج البدل

بدلے کی شادی، اس سے مراد دو بیویوں کا آپس میں تبادلہ تھا۔ یعنی دو مرد اپنی اپنی بیویوں کو ایک دوسرے سے بدل لیتے اور اس کا نہ عورت کو علم ہوتا، نہ اس کے قبول کرنے، مہر یا ایجاب کی ضرورت ہوتی۔ بس دوسرے کی بیوی پسند آنے پر ایک مختصر سی مجلس میں یہ سب کچھ طے پا جاتا۔

نکاح متعہ

یہ نکاح بغیر خطبہ، تقریب اور گواہوں کے ہوتا۔ عورت اور مرد آپس میں کسی ایک مدت مقررہ تک ایک خاص مہر پر متفق ہو جاتے اور مدت مقررہ پوری ہوتے ہی نکاح خود بخود ختم ہو جاتا تھا طلاق کی ضرورت بھی نہیں پڑتی تھی اور اس نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد ماں کی طرف منسوب ہوتی اسے باپ کا نام نہیں دیا جاتا تھا۔

نکاح الخدن

دوستی کی شادی، اس میں مرد کسی عورت کو اپنے گھر بغیر نکاح، خطبہ اور مہر کے رکھ لیتا اور اس سے ازدواجی تعلقات قائم کر لیتا اور بعد ازاں یہ تعلق باہمی رضامندی سے ختم ہو جاتا کسی قسم کی طلاق کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر اولاد پیدا ہو جاتی تو وہ ماں کی طرف منسوب ہوتی۔ یہ طریقہ آج کل مغربی معاشرے میں بھی رائج ہے۔

نکاح الضغینہ

جنگ کے بعد مال اور قیدی ہاتھ لگتے اور جاہلیت میں فاتح کے لیے مفتوح کی عورتیں، مال وغیرہ سب مباح تھا یہ عورتیں فاتح کی ملکیت ہو جاتیں اور وہ چاہتا تو انہیں بیچ دیتا چاہتا تو یونہی چھوڑ دیتا اور چاہتا تو ان سے مباشرت کرتا یا کسی دوسرے شخص کو تحفہ میں دے دیتا۔ یوں ایک آزاد عورت غلام بن کر بک جاتی۔ اس نکاح میں کسی خطبہ، مہر یا ایجاب و قبول کی ضرورت نہ تھی۔

نکاح شغار

وٹے سٹے کی شادی۔ یہ وہ نکاح تھا کہ ایک شخص اپنی زیر سرپرستی رہنے والی لڑکی کا نکاح کسی شخص سے اس شرط پر کر دیتا کہ وہ اپنی کسی بیٹی، بہن وغیرہ کا نکاح اس سے کرائے گا۔ اس میں مہر بھی مقرر کرنا ضروری نہ تھا اسلام نے اس کی بھی ممانعت فرما دی۔

نکاح الاستبضاع

فائدہ اٹھانے کے لیے عورت مہیا کرنے کا نکاح۔ مراد یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو کسی دوسرے خوبصورت مرد کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے بھیج دیتا اور خود اس سے الگ رہتا تاکہ اس کی نسل خوبصورت پیدا ہو اور جب اس کو حمل ظاہر ہو جاتا تو وہ عورت پھر اپنے شوہر کے پاس آ جاتی۔

اجتماعی نکاح

اجتماعی نکاح۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تقریباً دس آدمی ایک ہی عورت کے لیے جمع ہوتے اور ہر ایک اس سے مباشرت کرتا اور جب اس کے ہاں اولاد ہوتی تو وہ ان سب کو بلواتی اور وہ بغیر کسی پس و پیش کے آ جاتے پھر وہ جسے چاہتی (پسند کرتی یا اچھا سمجھتی) اسے کہتی کہ یہ بچہ تیرا ہے اور اس شخص کو اس سے انکار کرنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔

نکاح البغایا

فاحشہ عورتوں سے تعلق، یہ بھی نکاح رہط سے ملتا جلتا ہے مگر اس میں دو فرق تھے، ایک تو یہ کہ اس میں دس سے زیادہ افراد بھی ہو سکتے تھے جبکہ نکاح رہط میں دس سے زیادہ نہ ہوتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ان مردوں سے بچہ منسوب کرنا عورت کا نہیں بلکہ مرد کا کام ہوتا تھا۔

مذکورہ طریقہ ہائے زواج سے ثابت اور واضح ہوتا ہے کہ عورت کی زمانہ جاہلیت میں حیثیت مال ومتاع کی طرح تھی اسے خریدا اور بیچا جاتا تھا۔(۱)، فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب النکاح، 9: 185182(۲) بخاری، کتاب النکاح 5.1970، رقم: 4834(۳) ابوداؤد، السنن، کتاب الطلاق، 2: 281، رقم: 2272(۴) دار قطنی، السنن الکبریٰ، 7. 110(۵) بیہقی، السنن الکبریٰ، 7. 110(۶) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 3: 120(۷) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 3: 120) (اسلام میں خواتین کے حقوق)

نکاح کی اہمیت میں اخلاقی فوائد

نکاح یعنی شادی صرف دو افراد کا ایک سماجی بندھن، ایک شخصی ضرورت، ایک طبعی خواہش اور صرف ایک ذاتی معاملہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ معاشرہ انسانی کے وجود و بقاء کا ایک بنیادی ستون بھی ہے اور شرعی نقطہ نظر سے ایک خاص اہمیت و فضیلت کا حامل بھی ہے۔ نکاح کی اہمیت اور اس کی بنیادی ضرورت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) تک کوئی ایسی شریعت نہیں گزری ہے جو نکاح سے خالی رہی ہو اسی لئے علماء لکھتے ہیں کہ ایسی کوئی عبادت نہیں ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک مشروع ہو اور جنت میں بھی باقی رہے سوائے نکاح اور ایمان کے چنانچہ ہر شریعت میں مرد و عورت کا اجتماع ایک خاص معاہدہ کے تحت مشروع رہا ہے اور بغیر اس معاہدہ کے مرد و عورت کا باہمی اجتماع کسی بھی شریعت و مذہب نے جائز قرار نہیں دیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس معاہدہ کی صورتیں مختلف رہی ہیں اور اس کے شرائط واحکام میں تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں اسلام نے جو شرائط مقرر کی ہیں جو احکام نافذ کئے ہیں اور جو قواعد و ضوابط وضع کئے ہیں اس باب سے ان کی ابتداء ہو رہی ہے۔

نکاح کے فوائد و آفات کا بیان

نکاح کا جہاں سب سے بڑا عمومی فائدہ نسل انسانی کا بقاء اور باہم توالد و تناسل کا جاری رہنا ہے وہیں اسمیں کچھ مخصوص فائدے اور بھی ہیں جن کو پانچ نمبروں میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

1- نکاح کر لینے سے ہیجان کم ہو جاتا ہے یہ جنسی ہیجان انسان کی اخلاقی زندگی کا ایک ہلاکت خیز مرحلہ ہوتا ہے جو اپنے سکون کی خاطر مذہب واخلاق ہی کی نہیں شرافت و انسانیت کی بھی ساری پابندیاں توڑ ڈالنے سے گریز نہیں کرتا، مگر جب اس کو جائز ذرائع سے سکون مل جاتا ہے تو پھر یہ پابند اعتدال ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جائز ذریعہ صرف نکاح ہی ہو سکتا ہے۔

2- نکاح کرنے سے اپنا گھر بستا ہے خانہ داری کا آرام ملتا ہے گھریلو زندگی میں سکون و اطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے اور

گھریلو زندگی کے اس اطمینان وسکون کے ذریعہ حیات انسانی کو فکر وعمل کے ہر موڑ پر سہارا ملتا ہے۔

3۔ نکاح کے ذریعہ سے کنبہ بڑھتا ہے، جس کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو مضبوط وزبردست محسوس کرتا ہے اور معاشرہ میں اپنے حقوق ومفادات کے تحفظ کے لئے اپنا رعب داب قائم رکھتا ہے۔

4۔ نکاح کرنے سے نفس مجاہدہ کا عادی ہوتا ہے کیونکہ گھربار اور اہل وعیال کی خبر گیری ونگہداشت اور ان کی پرورش وپرداخت کے سلسلہ میں جدوجہد کرنا پڑتی ہے اس مسلسل جدوجہد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان بے عملی اور لاپرواہی کی زندگی سے دور رہتا ہے جو اس کے لئے دنیاوی طور پر بھی نفع بخش ہے اور اس کی وجہ سے وہ دینی زندگی یعنی عبادات وطاعات میں بھی چاق وچوبند رہتا ہے۔

5۔ نکاح ہی کے ذریعہ صالح ونیک بخت اولاد پیدا ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی شخص کی زندگی کا سب سے گراں مایہ سرمایہ اس کی صالح اور نیک اولاد ہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ نہ صرف دنیا میں سکون واطمینان اور عزت ونیک نامی کی دولت حاصل کرتا ہے بلکہ اخروی طور پر بھی فلاح وسعادت کا حصہ دار بنتا ہے۔

یہ تو نکاح کے فائدے تھے لیکن کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جو نکاح کی وجہ سے بعض لوگوں کے لیے نقصان وتکلیف کا باعث بن جاتی ہیں اور جنہیں نکاح کی آفات کہا جاتا ہے چنانچہ ان کو بھی چھ نمبروں میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

1۔ طلب حلال سے عاجز ہونا یعنی نکاح کرنے کی وجہ سے چونکہ گھربار کی ضروریات لاحق ہو جاتی ہیں اور طرح طرح کے فکر دامن گیر رہتے ہیں اس لئے عام طور پر طلب حلال میں وہ ذوق باقی نہیں رہتا جو ایک مجرد وتنہا زندگی میں رہتا ہے۔

2۔ حرام امور میں زیادتی ہونا۔ یعنی جب بیوی کے آجانے اور بال بچوں کے ہو جانے کی وجہ سے ضروریات زندگی بڑھ جاتی ہیں تو بسا اوقات اپنی زندگی کا وجود معیار برقرار رکھنے کے لئے حرام امور کے ارتکاب تک سے گریز نہیں کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ ذہن وعمل سے حلال وحرام کی تمیز بھی اٹھ جاتی ہے اور بلا جھجک حرام چیزوں کو اختیار کر لیا جاتا ہے۔

3۔ عورتوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہونا۔ اسلام نے عورتوں کو جو بلند وبالا حقوق عطا کئے ہیں ان میں بیوی کے ساتھ اچھے سلوک اور حسن معاشرت کا ایک خاص درجہ ہے لیکن ایسے بہت کم لوگ ہیں جو بیوی کے حقوق کا لحاظ کرتے ہوں بلکہ بدقسمتی سے چونکہ بیوی کو زیردست سمجھ لیا جاتا ہے اس لئے عورتوں کے حقوق کی پامالی اور ان کے ساتھ برے سلوک وبرتاؤ بھی ایک ذاتی معاملہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، حالانکہ یہ چیز ایک انسانی اور معاشرتی بداخلاقی ہی نہیں ہے بلکہ شرعی طور پر بھی بڑے گناہ کی حامل ہے اور اس سے دین ودنیا دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔

4۔ عورتوں کی بدمزاجی پر صبر نہ کرنا عام طور پر شوہر چونکہ اپنے آپ کو بیوی سے برتر سمجھتا ہے اس لئے اگر بیوی کی طرف سے ذرا سی بھی بدمزاجی ہوئی تو ناقابل برداشت ہو جاتی ہے اور صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے فوراً چھوٹ جاتا ہے۔

5۔ عورت کی ذات سے تکلیف اٹھانا بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنی بدمزاجی وبداخلاقی کی وجہ سے اپنے شوہروں کے لئے تکلیف وپریشانی کا ایک مستقل سبب بن جاتی ہیں اس کی وجہ سے گھریلو ماحول غیر خوشگوار اور زندگی غیر مطمئن واضطراب انگیز بن جاتی ہے۔

6- بیوی بچوں کی وجہ سے حقوق اللہ کی ادائیگی سے باز رہنا یعنی ایسے لوگ کم ہی ہوتے ہیں جو اپنی گھریلو زندگی کے استحکام اور بیوی بچوں کے ساتھ حسن معاشرت کے ساتھ ساتھ اپنی دینی زندگی کو پوری طرح برقرار رکھتے ہوں جب کہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ بیوی بچوں اور گھر بار کے ہنگاموں اور مصروفیتوں میں پڑ کر دینی زندگی مضمحل و بے عمل ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تو عبادات وطاعات کا خیال رہتا ہے نہ حقوق اللہ کی ادائیگی پورے طور پر ہو پاتی ہے۔

نکاح کے ان فوائد وآفات کو سامنے رکھ کر اب یہ سمجھئے کہ اگر یہ دونوں متقابل ہوں یعنی فوائد وآفات برابر، برابر ہوں، تو جس چیز سے دین کی باتوں میں زیادتی ہوتی ہو اسے ترجیح دی جائے مثلاً ایک طرف تو نکاح کا یہ فائدہ ہو کہ اس کی وجہ سے جنسی ہیجان کم ہوتا ہے اور دوسری طرف نکاح کرنے سے یہ دینی نقصان سامنے ہو کہ عورت کی بدمزاجی پر صبر نہیں ہو سکے گا تو اس صورت میں نکاح کرنے ہی کو ترجیح دی جائے کیونکہ اگر نکاح نہیں کرے گا تو زنا میں مبتلا ہو جائے گا اور ظاہر ہے کہ یہ چیز عورت کی بدمزاجی پر صبر نہ کرنے سے کہیں زیادہ دینی نقصان کا باعث ہے۔

نکاح کرنے کا مستحب طریقہ

1 علانیہ ہونا۔ 2 نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا، کوئی سا خطبہ ہو۔ 3 مسجد میں ہونا۔ 4 جمعہ کے دن۔ 5 گواہانِ عادل کے سامنے۔ 6 عورت عمر، حسب، مال، عزت میں مرد سے کم ہو اور 7 چال چلن اور اخلاق وتقویٰ وجمال میں بیش ہو (درمختار) حدیث میں ہے: "جو کسی عورت سے بوجہ اُسکی عزت کے نکاح کرے، اللہ (عزوجل) اسکی ذلت میں زیادتی کریگا اور جو کسی عورت سے اُس کے مال کے سبب نکاح کریگا، اللہ تعالیٰ اُسکی محتاجی بڑھائے گا اور اُس کے حسب کے سبب نکاح کریگا تو اُس کے کمینہ پن میں زیادتی فرمائے گا اور جو اس لیے نکاح کرے کہ اِدھر اُدھر نگاہ نہ اُٹھے اور پاکدامنی حاصل ہو یا صلہ رحم کرے تو اللہ عزوجل اس مرد کے لیے اُس عورت میں برکت دے گا اور عورت کے لیے مرد میں۔ (رواہ الطبرانی عن انس رضی اللہ عنہ کذا فی الفتح)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

جس سے نکاح کرنا ہو اُسے کسی معتبر عورت کو بھیج کر دکھوالے اور عادت واطوار وسلیقہ وغیرہ کی خوب جانچ کرلے کہ آئندہ خرابیاں نہ پڑیں۔ کنواری عورت سے اور جس سے اولاد زیادہ ہونے کی اُمید ہو نکاح کرنا بہتر ہے۔ سن رسیدہ اور بدخلق اور زانیہ سے نکاح نہ کرنا بہتر۔

عورت کو چاہیے کہ مرد دیندار، خوش خلق، مال دار سخی سے نکاح کرے، فاسق بدکار سے نہیں۔ اور یہ بھی نہ چاہیے کہ کوئی اپنی جوان لڑکی کا بوڑھے سے نکاح کردے۔

یہ مستحبات نکاح بیان ہوئے، اگر اس کے خلاف نکاح ہوگا تب بھی ہو جائے گا۔ ایجاب وقبول یعنی مثلاً ایک کہے میں نے اپنے کو تیری زوجیت میں دیا۔ دوسرا کہے میں نے قبول کیا۔ یہ نکاح کے رکن ہیں۔ پہلے جو کہے وہ ایجاب ہے اور اُس کے جواب میں دوسرے کے الفاظ کو قبول کہتے ہیں۔ یہ کچھ ضرور نہیں کہ عورت کی طرف سے ایجاب ہو اور مرد کی طرف سے قبول بلکہ اِس کا اُلٹا بھی ہو سکتا ہے۔

جب کوئی شخص نکاح کرنا چاہے خواہ مرد ہو یا عورت تو چاہئے کہ نکاح کا پیغام دینے سے پہلے ایک دوسرے کے حالات اور عادات واطوار کی خوب اچھی طرح جستجو کرلی جائے تاکہ ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی ایسی چیز معلوم ہو جو طبیعت ومزاج کے خلاف ہونے کی وجہ سے زوجین کے درمیان ناچاقی وکشیدگی کا باعث بن جائے۔

یہ مستحب ہے کہ عمر، عزت، حسب اور مال میں بیوی خاوند سے کم ہو اور اخلاق وعادات خوش سلیقگی وآداب حسن وجمال اور تقویٰ میں خاوند سے زیادہ ہو اور مرد کے لئے یہ بھی مسنون ہے کہ وہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس کو نکاح سے پہلے دیکھ لے بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ میں اگر اس کو پیغام دوں گا تو منظور ہو جائے گا۔ (درمختار، کتاب النکاح)

مستحب ہے کہ نکاح کا اعلان کیا جائے گا اور نکاح کی مجلس اعلانیہ طور پر منعقد کی جائے جس میں دونوں طرف سے اعزا واحباب نیز بعض علماء وصلحا بھی شریک ہوں۔ اسی طرح یہ بھی مستحب ہے کہ نکاح پڑھانے والا نیک بخت وصالح ہو اور گواہ عادل وپرہیزگار ہوں۔

منگیتر کو دیکھنے کی اباحت کا بیان

امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے دیکھ لو۔ یہ تمہاری محبت کو قائم رکھنے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

اس باب میں محمد بن مسلمہ، جابر، انس، ابوحمید، ابوہریرہ سے بھی روایت ہے یہ حدیث حسن ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کے مطابق فرمایا کہ جس عورت کو آدمی نکاح کا پیغام بھیجے اس کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کا کوئی ایسا عضو نہ دیکھے جس کو دیکھنا حرام ہو۔ امام احمد، اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد آخری انکے معنی یہ ہیں کہ تمہارے درمیان محبت کے ہمیشہ رہنے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث، ۱۰۸۷، مرفوع)

منگیتر کو دیکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ حضرت امام شافعی حضرت امام احمد اور اکثر علماء کے نزدیک اپنی منسوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھ لینا جائز ہے خواہ منسوبہ اس بات کی اجازت دے یا نہ دے۔ حضرت امام مالک کے ہاں اپنی منسوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھنا اسی صورت میں جائز ہے جب کہ اس کی اجازت حاصل ہو اس کی اجازت کے بغیر دیکھنا جائز نہیں ہے لیکن ایک روایت کے مطابق حضرت امام مالک کے ہاں منسوبہ کو دیکھنا علی الاطلاق ممنوع ہے۔

اس بارے میں فقہی مسئلہ یہ بھی ہے کہ بہتر اور مناسب یہی ہے کہ مرد اپنی منسوبہ کو دیکھنے کی بجائے کسی تجربہ کار اور معتمد عورت کو بھیج دے تاکہ وہ اس کی منسوبہ کو دیکھ کر مطلوبہ معلومات فراہم کردے۔

نکاح کرنے والے کی فضیلت میں احادیث

(۱) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا نکاح میری سنت ہے جو میری سنت پر عمل نہ کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق

نہیں اور نکاح کیا کرو اس لئے کہ تمہاری کثرت پر میں امتوں کے سامنے فخر کروں گا اور جس میں استطاعت ہو تو وہ نکاح کرلے اور جس میں استطاعت نہ ہو تو وہ روزے رکھے اس لئے کہ روزہ اس کی شہوت کو توڑ دے گا۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث ۲،)

(۲) حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہاری شادی ہوگئی (یا نہیں) میں نے جواب دیا نہیں، تو انہوں نے فرمایا نکاح کرلو کیوں کہ اس امت کا بہترین شخص وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔
(صحیح بخاری ج ۳، رقم ۶۳)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس شخص کے پاس باندی ہو اور اس نے اسے (مسائل ضروریہ کی) اچھی تعلیم دی اور اسے اچھا ادب سکھایا، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کرلیا اسے دوہرا ثواب ملے گا، اور جو شخص اہل کتاب میں سے اپنے نبی پر اور مجھ پر ایمان لائے اس کو بھی دوہرا ثواب ملے گا اور جو غلام اپنے مالک اور اپنے خدا کا حق ادا کرے تو اس کا دگنا ثواب ہے، شعبی نے سائل سے کہا جاؤ یہ حدیث مفت میں سفر وغیرہ کی تکلیف اٹھائے بغیر لے جاؤ، پہلے زمانے میں اس سے کمتر مضمون کی حدیث کے لئے مدینہ تک سفر کرتے تھے، ابوبکر کہتے ہیں کہ ابوحصین سے روایت ہے وہ ابوبردہ سے وہ اپنے والد سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ لونڈی کو آزاد کردیا اور پھر اسے مہر بھی دے دیا۔ (صحیح بخاری ج ۳، رقم ۷۵،)

(۴) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا دو محبت کرنے والوں (میں محبت بڑھانے) کے لئے نکاح جیسی کوئی چیز نہ دیکھی گئی۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث ۳۰،)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا! دنیا نفع اٹھانے (اور استعمال کرنے) کی چیز ہے اور نیک عورت سے بڑھ کر فضیلت والی کوئی چیز متاع دنیا میں نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث ۱۱۱،)

(۶) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایک عورت ملی ہے جو خوبصورت بھی ہے اور خاندانی بھی لیکن اس کے اولاد نہیں ہوتی تو کیا میں اس سے شادی کرسکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں پھر وہ دوسری مرتبہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر منع فرمادیا پھر وہ تیسری مرتبہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی عورت سے نکاح کرو جو شوہر سے محبت کرنے والی ہو اور خوب بچے جننے والی ہو کیونکہ تمھاری کثرت کی بنا پر ہی میں سابقہ امتوں کے مقابلہ میں فخر کروں گا۔ (سنن ابوداود، ج ۲، رقم ۲۸۵،)

(۷) حضرت ابوایوب سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں انبیاء کی سنتوں میں سے ہیں، حیاء کرنا، عطر لگانا، مسواک کرنا، اور نکاح کرنا۔ اس باب میں حضرت عثمان، ثوبان، ابن مسعود، عائشہ، عبداللہ بن عمر، جابر، اور عکاف سے بھی روایت ہے حدیث ابی ایوب حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی، حدیث، ۱۰۷۸)

(۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین اشخاص کو دو گنا ثواب ملتا ہے۔ پہلا وہ بندہ جس نے اللہ تعالیٰ اور اپنے آقا کا حق ادا کیا ہو۔ تو اس کو دوگنا ثواب ملتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جس کے

پاس حسین وجمیل باندی تھی۔ پھر اس نے اس کو اچھی طرح ادب سکھایا۔ پھر اس نے اس کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد کر کے اپنے نکاح میں لے لیا۔ اس کو بھی دوگنا ثواب ملتا ہے۔ تیسرا وہ شخص کہ اہل کتاب تھا۔ پھر اس نے قرآن کریم کو بھی کلام الٰہی تسلیم کیا اور اس پر ایمان لے آیا۔ تو ایسے شخص کو بھی دوگنا ثواب ملتا ہے۔

(الجامع للترمذی، باب ما جاء فی فضل عتق الامة و تزویجها۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب تعلیم الرجل امته و اهله، المسند لاحمد بن حنبل، الصحیح لابی عوانة، شرح السنة للبغوی، المعجم الصغیر للطبرانی، التفسیر لابن کثیر، التفسیر للطبری، التفسیر للقرطبی، الترغیب و الترهیب للمنذری، الدر المنثور للسیوطی، کنز العمال للمتقی)

نکاح نہ کرنے والے کی وعید میں احادیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تین آدمی آپ کی عبادت کا حال پوچھنے آئے، جب ان سے بیان کیا گیا تو انہوں نے آپ کی عبادت بہت کم خیال کرتے ہوئے کہا کہ ہم آپ کی برابری کس طرح کر سکتے ہیں، آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ سب معاف ہو گئے ہیں، ایک نے کہا میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، تیسرے نے کہا میں نکاح نہیں کروں گا اور عورت سے ہمیشہ الگ رہوں گا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم لوگوں نے یوں یوں کہا ہے؟ اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے تمہاری بہ نسبت بہت زیادہ ڈرنے والا اور خوف کھانے والا ہوں، پھر روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور ساتھ ساتھ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، یاد رکھو جو میری سنت سے روگردانی کرے گا، وہ میرے طریقے پر نہیں۔

(صحیح بخاری، رقم، ۴۷۶۸)

حضرت ابو نجیح روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص نکاح کی قدرت رکھنے کے باوجود نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن دارمی: جلد دوم: رقم الحدیث 28 حدیث مرفوع)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرد زندگی گزارنے سے منع کیا ہے۔

(سنن دارمی: جلد دوم: رقم الحدیث 32، حدیث مرفوع)

نکاح کے متعلق بعض مذاہب اور اہلِ مغرب کے افکار

آگے اجمالی طور پر ان مذاہب کے افکار کو پیش کیا جا رہا ہے جنھوں نے شادی کو غیر اہم بتایا ہے اور شادی سے انکار کیا ہے بعض مذاہب کے بعض لوگوں نے رہبانیت کے چکر میں پھنس کر شادی کو روحانی اور اخلاقی ترقی میں رکاوٹ مانا ہے تجرد رہنے اور سنیاس لینے (یعنی شادی نہ کرنے) کو اہم بتایا ہے اسی طرح روحانی و اخلاقی ترقی کے لئے انسانی خواہشات مٹانے اور فطری جذبات دبانے کو ضروری قرار دیا ہے۔ ان لوگوں کے نظریات و افکار نہ صرف فطرتِ انسانی کے خلاف ہیں بلکہ نظامِ قدرت کے بھی خلاف ہیں۔

رہبانیت کا تصور آپ کو عیسائیوں میں بھی نظر آئے گا اور ہندؤں میں بھی۔ دنیا کے اور بھی مذاہب ہیں جیسے بدھ مت جین مت ان میں بھی یہ تصور مشترک ملے گا کہ نکاح اور گھر گرہستی کی زندگی روحانیت کے اعتبار سے گھٹیا درجہ کی زندگی ہے۔ اس اعتبار سے ان مذاہب میں اعلیٰ زندگی تجرد کی زندگی ہے۔ شادی بیاہ کے بندھن کو یہ مذاہب کے بعض لوگ روحانی ترقی کے لئے رکاوٹ قرار دیتے ہیں مرد ہو یا عورت دونوں کے لئے تجرد کی زندگی کو ان کے ہاں روحانیت کا اعلیٰ وارفع مقام دیا جاتا ہے نکاح کرنے والے ان مذاہب کے نزدیک ان کے معاشرہ میں دوسرے درجہ کے شہری (Citizensrate(Second شمار ہوتے ہیں چونکہ شادی بیاہ میں پڑ کر انھوں نے اپنی حیثیت گرادی ہے۔

چنانچہ جن لوگوں نے شادی کرنے کو غلط قرار دیا ہے اور عورت سے دور رہنے کا درس دیا ہے اور روحانی ترقی کے لئے ایسا کرنا ناگزیر بتایا ہے آخر کار وہی لوگ انسانی خواہشات اور فطری جذبات سے مغلوب ہو کر طرح طرح کی جنسی خرابیوں اور اخلاقی برائیوں کے مرتکب ہوئے ہیں حتیٰ کہ فطرت کے خلاف کاموں تک میں ملوث ہوئے ہیں اور برے نتائج اور تباہ کن حالات سے دوچار ہیں۔

اسی طرح عصرِ حاضر میں خصوصاً بعض اہلِ مغرب اور مغرب زدہ لوگوں نے بھی شادی کو غیر اہم بتایا ہے اور شادی سے انکار کردیا ہے۔ ان کے بے ہودہ نظریات کے مطابق انسان ہر طرح کی آزادی کا حق رکھتا ہے اور اسے اپنے فطری جذبات کو جیسا چاہے ویسا پورا کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس معاملہ میں انسان کسی قسم کی روک ٹوک اسی طرح شادی جیسی کوئی پابندی اور بندھن کا قائل نہیں ہے۔ ان کے ہاں شادی کا تصور ہے بھی تو اس کا مقصد صرف جنسی خواہشات کا پورا کرنا رنگ رلیاں منانا، موج مستی کرنا اور سیر وتفریح کرنا پھر ایک مقررہ وقت اور مدت کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جانا ہے۔ مغربی ممالک کے لوگ خصوصاً اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے دنیا کے دیگر ممالک کے افراد عموماً مرد کے لئے عورت دوست اور عورت کے لئے مرد دوست (Boy friend Girlfriend,) نظریے کے تحت بے حیائی بے شرمی کے شکار ہیں۔ عاشق ومعشوق کی حیثیت سے بے حیاء وبے شرم بن کر زندگی گزارتے ہیں ایشیائی ممالک میں تو بعض بیوقوف اور کم عقل لوگ اخلاق سوز فلموں اور بے ہودہ ٹی وی پروگراموں کی بدولت عشق کی خاطر جان دینے اور جان لینے کی احمقانہ باتیں اور عقل کے خلاف حرکتیں بھی کرتے ہیں۔ اہلِ مغرب اور مغرب زدہ لوگوں نے شادی کو ایک کھیل تماشا بنا کر رکھ دیا ہے جس کی وجہ سے مغربی ممالک میں گھر گرہستی کا تصور ختم ہوگیا ہے۔ خاندان اور اقارب کا نام ونشان مٹ گیا ہے۔ ماں باپ اور بچوں کے درمیان کوئی تعلق قائم نہیں رہ گیا ہے۔ اس سنگین صورت حال سے خود مغربی ممالک کے سنجیدہ اور غیور لوگ بہت پریشان ہیں اور غور وفکر کر رہے ہیں کہ کس طرح ان تباہ کن حالات اور انسانیت سوز ماحول پر قابو پایا جائے اور سوسائٹی کو ان برائیوں اور خرابیوں سے محفوظ رکھا جائے۔

نکاح کے ذریعے خواتین پر اسلام کے احسانات

اسلام سے پہلے عورتوں کے حقوق پامال تھے نہ ان کی جان کی کوئی قیمت تھی، نہ عصمت وعفت ہی کی قدر تھی۔ بیویوں کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ اس لیے جب کوئی مرد چاہتا اور جس عورت کو چاہتا اور جس طرح چاہتا اپنے نکاح میں لے آتا اور ان کے ساتھ

وہی سلوک روا رکھتا جو جانوروں سے کیا جاتا ہے۔حق مہر ایک بے معنی چیز تھی۔ بلکہ عورت کی ملکیت اور سارا ساز وسامان لا قانونی کے تحت شوہروں کی ملکیت قرار پاتا تھا۔ بے حسی کا عالم یہ تھا کہ شوہر کے مرنے کے بعد سوتیلی ماؤں میں بھی وراثت کا قانون رائج تھا کہ مرنے والوں کے وارثوں میں ایک مال کی طرح اس کی تقسیم بھی عمل میں آتی تھی۔ دنیا میں سب سے پہلے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کے حقوق قائم کیے اور عورت کی شخصیت کو ابھارا اور قرآن کریم کے الفاظ میں اعلان فرمایا کہ

ولهن مثل الذى عليهم بالمعروف (البقره، ۲۲۸)

یعنی جیسے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں ویسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔ اسلام سے قبل عورت کی تذلیل وتحقیر کی ایک وجہ اس کی مالی بے چارگی بھی تھی۔ اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کی مالی حالت کو بھی مستحکم کیا اور اس کیلیے اصول وضع کیے۔

1۔ اسے وراثت میں حصہ دار بنایا اور اپنے باپ بھائی خاوند بیٹے وغیرہ کے مال متروکہ اور جائیداد منقولہ وغیر منقولہ میں عورت کے حصے مقرر فرمائے۔ 2 میکے سے ملنے والا سامان جہیز اس کی ملکیت قرار دیا۔ 3 اسے اپنی املاک وجائیداد پر مالکانہ حق دے کر اس میں تصرف کا حق دیا۔ 4 اپنے حق مہر پر اسے پورا پورا اختیار بخشا۔

اور اس طرح بنیادی حیثیت سے عورت کو مرد کے مساوی کر دیا اور ان تدابیر سے عورت کو پستی سے نکال کر بلندی عطا فرمائی اور صحیح معنی میں اسے مرد کا شریک کار اور رفیقہ حیات بنا دیا۔

غرض چونکہ نکاح شریعت اسلامیہ میں مرد وعورت کے مابین ایک شرعی تعلق، دینی رابطہ اور مذہبی اختلاط ہے۔ اس لیے اسلام نے نکاح کے اصول وقواعد مقرر کیے، میاں بیوی کے حقوق متعین کیے تا کہ کوئی فریق کسی کے حقوق پامال نہ کر سکے۔ مثلاً

(۱) ایجاب وقبول کو نکاح کا لازمی حصہ قرار دیا۔ (۲) کم از کم دو گواہوں کی موجودگی ضروری ٹھہرائی گئی۔ (۳) عورتوں کی دو قسمیں کی گئیں ایک وہ جن سے نکاح حلال ہے اور دوسری وہ جن سے نکاح حرام ہے۔ (۴) عورت عاقلہ بالغہ ہو تو اسے اپنے نکاح کا اختیار دیا گیا اور نابالغی کی حالت میں اس پر اس کے ولی کو اختیار بخشا گیا۔ 5 نکاح کو ہر صورت سے مکمل کرنے کیلیے کفو کا لحاظ کیا 6 مرد پر بنام حق مہر ایک معینہ رقم مقرر کی گئی اور اس پر عورت کو پورا پورا اختیار دیا۔ 7 شریعت نے وہ حدود مقرر کیں جس کے بعد شوہر کو عورت پر کوئی حق نہیں رہتا۔ عورتوں کو چھوڑنے کیلیے قوانین وضع کیے گئے جنہیں طلاق اور خلع کہا جاتا ہے۔ 9 عورت کا نان نفقہ شوہر پر لازم قرار دیا۔ 10 زمانہ جاہلیت کے رسم ورواج کے برخلاف مرد کو ایک عورت سے نکاح کا حکم دیا، اور بوقت ضرورت، کچھ شرطوں سے مشروط، سخت پابندیوں کے ساتھ، ایک سے زیادہ کی اجازت دی۔

جوانی کی حد میں فقہی بیان

انسان بالغ ہونے کے بعد جوان کہلاتا ہے لیکن جوانی کی یہ حد کہاں تک ہے؟ اس میں اختلاف ہے چنانچہ امام شافعی کے نزدیک جوانی کی حد تیس برس کی عمر تک ہے جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ ایک انسان چالیس برس کی عمر تک جوان کہلانے کا مستحق رہتا ہے۔

تبتل اختیار کرنے میں فقہ شافعی و حنفی کا بیان

حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کو تبتل (یعنی نکاح ترک کرنے) سے منع کر دیا تھا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تبتل کی اجازت دے دیتے تو ہم بھی خصی ہو جاتے (بخاری ومسلم)

تبتل کے معنی ہیں عورتوں سے انقطاع اور ترک نکاح، نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین کے ہاں تبتل ایک اچھا اور پسندیدہ فعل ہے کیونکہ ان کے نزدیک دینداری کی آخری حد یہ ہے کہ انسان عورتوں سے اجتناب کرے اور نکاح وغیرہ سے پرہیز کرے۔ لیکن جس طرح عیسائیت یا بعض دوسرے مذاہب میں نکاح کو ترک کر دینا اور لذائذ زندگی سے کنارہ کش ہو جانا عبادت اور نیکی و تقویٰ کی آخری حد سمجھا جاتا ہے اس طرح کی کوئی بات اسلام میں نہیں ہے بلکہ شریعت اسلامیہ نے نکاح کو انسانی زندگی کے لئے ایک ضرورت قرار دے کر اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ لذائذ زندگی سے مکمل کنارہ کشی اور خود ساختہ تکالیف برداشت کرنا عبادت نہیں ہے بلکہ رہبانیت ہے جسے اس دین فطرت میں کوئی مقام حاصل نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی اتنا ضرور کہتے ہیں کہ بغیر نکاح زندگی گزارنا افضل ہے لیکن امام شافعی کا یہ قول بھی نکاح کے بارے میں شریعت اسلامیہ کے بنیادی منشاء کے منافی نہیں ہے کیونکہ اول تو اس کا تعلق صرف افضلیت سے ہے اور دوسرے یہ کہ یہ افضلیت بھی نفس نکاح یعنی کرنے یا نہ کرنے) کے بارے میں نہیں ہے بلکہ صرف تخلي للعبادة (یعنی عبادت کے لئے مجرد رہنا) کے نکتہ نظر سے ہے۔

حضرت امام شافعی کا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ عبادات میں مشغول رہنا نکاح کی مشغولیت سے افضل ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری نے مرقات میں امام شافعی کی دلیلیں نقل کرنے کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ کی بہت سی دلیلیں نقل کی ہیں جن سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ تجرد بغیر نکاح رہنے کے مقابلہ میں تاہم نکاح کرنا ہی افضل ہے۔

بہر کیف حضرت عثمان بن مظعون نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تبتل کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا کیونکہ اسلام مسلمانوں کے ہاں نکاح کے ذریعہ افزائش نسل کو پسند کرتا ہے تا کہ اس کے ذریعہ دنیا میں زیادہ سے زیادہ خدا کے حقیقی نام لیوا موجود رہیں اور وہ ہمیشہ کفر و باطل کے خلاف جہاد کرتے رہیں۔ اسی سلسلہ میں حدیث کے راوی حضرت سعد بن ابی وقاص نے یہ کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کو تبتل کی اجازت دے دیتے تو ہم سب اپنے آپ کو خصی کر ڈالتے تا کہ ہمیں عورتوں کی ضرورت نہ پڑتی اور نہ ہمیں عورتوں سے متعلق کسی برائی میں مبتلا ہونے کا خوف رہتا۔

علامہ طیبی شافعی کہتے ہیں کہ اس موقع کے مناسب تو یہ تھا کہ حضرت سعد یہ کہتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کو تبتل کی اجازت دے دیتے تو ہم بھی تبتل کرتے۔ مگر حضرت سعد نے یہ کہنے کی بجائے یہ کہا کہ ہم سب اپنے آپ کو خصی کر ڈالتے لہذا حضرت سعد نے یہ بات دراصل بطور مبالغہ کہی یعنی اپنی اس بات سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کو اجازت دے دیتے تو ہم بھی تبتل میں اتنا مبالغہ اور اتنی سخت کوشش کرتے کہ آخر کار خصی کی مانند ہو جاتے۔ گویا اس جملہ سے

حضرت سعد کی مراد حقیقۃً خصی ہو جانا نہیں تھا کیونکہ یہ فعل یعنی اپنے آپ کو خصی کر ڈالنا جائز نہیں ہے۔

اور علامہ نووی کہتے ہیں کہ حضرت سعد نے یہ بات اس وجہ سے کی کہ ان کا گمان یہ تھا کہ خصی ہو جانا جائز ہے حالانکہ انکا یہ گمان حقیقت وواقعہ کے خلاف تھا کیونکہ خصی ہو جانا انسان کے لئے حرام ہے خواہ چھوٹی عمر کا ہو یا بڑی عمر کا اس موقع پر جانوروں کے بارے میں جان لینا چاہئے کہ ہر اس جانور کو خصی کرنا حرام جو غیر ماکول یعنی کھایا نہ جاتا ہو اور جو جانور کھایا جاتا ہے اس کو خصی کرنا چھوٹی عمر میں تو جائز ہے لیکن بڑی عمر میں حرام ہے۔ جانوروں کو خصی کرنے کے بارے میں مذکورہ بالا تفصیل علامہ نووی شافعی نے لکھی ہے جب کہ فقہ حنفی کی کتابوں اور در مختار اور ہدایہ میں بڑی عمر اور چھوٹی عمر کی تفصیل کے بغیر صرف یہ لکھا ہے کہ جانوروں کو خصی کرنا جائز ہے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي فَضْلِ النِّكَاحِ

یہ باب نکاح کی فضیلت میں ہے

1845-حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ بِمِنًى فَخَلَا بِهِ عُثْمَانُ فَجَلَسْتُ قَرِيبًا مِنْهُ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ هَلْ لَكَ أَنْ أُزَوِّجَكَ جَارِيَةً بِكْرًا تُذَكِّرُكَ مِنْ نَفْسِكَ بَعْضَ مَا قَدْ مَضَى فَلَمَّا رَأَى عَبْدُ اللَّهِ أَنَّهُ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ سِوَى هَذِهِ أَشَارَ إِلَيَّ بِيَدِهِ فَجِئْتُ وَهُوَ يَقُولُ لَئِنْ قُلْتَ ذَلِكَ لَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ

◄► علقمہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں تھا۔ ان کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انہیں لے کر الگ ہو ◄► حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: ابوعبدالرحمن! کیا آپ پسند کریں گے کہ ہم آپ کی شادی کسی کنواری کے ساتھ کر دیں جو تمہیں گزرا ہوا زمانہ یاد دلا دے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ محسوس کیا کہ انہیں صرف یہی کہنا تھا تو انہوں نے مجھے اشارے کے ذریعے بلایا۔ اور بولے: اے علقمہ! علقمہ کہتے ہیں: جب میں ان کے پاس آیا تو وہ کہہ رہے تھے آپ نے یہ بات کہی ہے سو کہی ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص شادی کر سکتا ہو اُسے شادی کر لینی چاہئے اور جو نہ کر سکتا ہو اسے روزے رکھنے چاہئے کیونکہ یہ شہوت کو ختم کر دیتے ہیں۔

شرح

اس خطاب عام کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوانوں کو نکاح کی ترغیب دلاتے ہوئے نکاح کے دو بڑے فائدے

1845: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5065 ' ورقم الحدیث: 1905 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3384 ' ورقم الحدیث 3385 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2046 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1081 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2239 ' ورقم الحدیث: 2240 ' ورقم الحدیث: 2241 ' ورقم الحدیث: 3207 ' ورقم الحدیث: 3208 ' ورقم الحدیث: 3211

ظاہر فرمائے ہیں ایک تو یہ کہ انسان نکاح کرنے سے اجنبی عورتوں کی طرف نظر بازی سے بچتا ہے اور دوسری طرف حرام کاری سے محفوظ رہتا ہے۔ جوانی کی حد انسان بالغ ہونے کے بعد جوان کہلاتا ہے لیکن جوانی کی یہ حد کہاں تک ہے؟ اس میں اختلاف ہے چنانچہ امام شافعی کے نزدیک جوانی کی حد تیس برس کی عمر تک ہے جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ ایک انسان چالیس برس کی عمر تک جوان کہلانے کا مستحق رہتا ہے۔

1846-حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْاَزْهَرِ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مَيْمُوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَّمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي وَتَزَوَّجُوا فَاِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ وَمَنْ كَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِحْ وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالصِّيَامِ فَاِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

''نکاح میری سنت ہے' جو میری سنت پر عمل نہیں کرتا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے' تم لوگ شادی کرو' کیونکہ میں تمہاری وجہ سے دوسری امتوں کے سامنے کثرت پر فخر کروں گا' جو شخص صاحب حیثیت ہو' وہ نکاح کرے اور جو شخص یہ گنجائش نہ پائے اس پر روزے رکھنا لازم ہے' کیونکہ روزہ اس کی شہوت کو ختم کردے گا''۔

شرح

حضرت معقل بن یسار کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو اپنے خاوند سے محبت کرنیوالی ہو اور زیادہ بچے جننے والی ہو کیونکہ دوسری امتوں کے مقابلہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔

(ابوداؤد،نسائی،مشکوۃ المصابیح:جلد سوم:رقم الحدیث **313**)

منکوحہ عورت میں مذکورہ بالا دو صفتوں کو ساتھ ساتھ اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کے ہاں بچے تو بہت پیدا ہوتے ہوں مگر وہ اپنے خاوند سے محبت کم کرتی ہو تو اس صورت میں خاوند کو اس کی طرف رغبت کم ہوگی اور اگر کوئی عورت خاوند سے محبت تو بہت کرے مگر اس کے یہاں بچے زیادہ نہ ہوں تو اس صورت میں مطلوب حاصل نہیں ہوگا اور مطلوب امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت سے جو ظاہر ہے کہ زیادہ بچے ہونے کی صورت میں ممکن ہے۔

اگر مسلمان عورتوں کے ہاں زیادہ بچے ہوں گے تو امت میں کثرت ہوگی جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ اور مطلوب ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نکاح سے پہلے یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ کون سی عورت اپنی آئندہ زندگی میں ان اوصاف کی حامل ثابت ہوسکتی ہے تو اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ کسی خاندان وکنبہ کا عام مشاہدہ اس کی کسی عورت کے لئے ان صفتوں کا معیار بن سکتا ہے چنانچہ ان اکثر لڑکیوں میں یہ صفتیں موجود ہوسکتی ہیں جن کے خاندان وقرابت داروں میں ان صفتوں کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے عام طور پر چونکہ اقرباء کے طبعی اوصاف ایک دوسرے میں سرایت کئے ہوتے ہیں اور عادت ومزاج میں کسی خاندان وکنبہ کا ہر فرد ایک دوسرے کے ساتھ یکسانیت رکھتا ہے اس لئے کسی خاندان کی لڑکی کے بارے میں اس کے خاندان کے

1846 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عام مشاہدہ کے پیش نظران اوصاف کا اندازہ لگالینا کوئی مشکل نہیں ہے۔

بہرکیف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر سے بہت زیادہ محبت کرنیوالی اور بچے پیدا کرنیوالی عورت سے نکاح کرنا مستحب ہے نیز یہ کہ زیادہ بچے ہونا بہتر اور پسندیدہ ہے کیونکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یعنی امت کی زیادتی وکثرت کا فخر حاصل ہوتا ہے ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہاں نکاح کرنے سے مراد یہ تعلیم دینا ہے کہ تمہاری جن بیویوں میں یہ اوصاف موجود ہوں ان کے ساتھ زوجیت کے تعلق کو ہمیشہ قائم رکھو اور اس بات کی کوشش کرو کہ آپس میں کبھی کوئی تفرقہ اور جدائی نہ ہو۔

1847- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ نَرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "دو محبت کرنے والوں کے لیے نکاح جیسی چیز ہم نے نہیں دیکھی"۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ نکاح کے ذریعہ جس طرح خاوند اور بیوی کے درمیان بغیر کسی قرابت کے بے پناہ محبت والفت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح کا کوئی تعلق ایسا نہیں ہے جو دو شخصوں کے درمیان جو ایک دوسرے کے لئے بالکل اجنبی ہوں اس درجہ کی محبت والفت پیدا کردے۔

بَابُ: النَّهْيِ عَنِ التَّبَتُّلِ

یہ باب مجرد رہنے کی ممانعت میں ہے

1848- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدٍ قَالَ لَقَدْ رَدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلَ وَلَوْ أَذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی مجرد رہنے کی درخواست مسترد کر دی تھی اگر آپ انہیں اجازت دیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔

تبتل کے معانی اور فقہی مذاہب کا بیان

تبتل کے معنی ہیں عورتوں سے انقطاع اور ترک نکاح، نصاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین) کے ہاں تبتل ایک اچھا اور

1847: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1848: اخرجه البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5073' ورقم الحدیث: 5074' ورقم الحدیث: 3390' ورقم الحدیث 3391' ورقم الحدیث: 3392' اخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1083' اخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3212

پسندیدہ نفل ہے کیونکہ ان کے نزدیک دینداری کی آخری حد یہ ہے کہ انسان عورتوں سے اجتناب کرے اور نکاح وغیرہ سے پرہیز کرے۔ لیکن جس طرح عیسائیت یا بعض دوسرے مذاہب میں نکاح کو ترک کر دینا اور لذائذ زندگی سے کنارہ کش ہو جانا عبادت اور نیکی وتقویٰ کی آخری حد سمجھا جاتا ہے اس طرح کی کوئی بات اسلام میں نہیں ہے بلکہ شریعت اسلامیہ نے نکاح کو انسانی زندگی کے لئے ایک ضرورت قرار دے کر اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ لذائذ زندگی سے مکمل کنارہ کشی اور خود ساختہ تکالیف برداشت کرنا عبادت نہیں ہے بلکہ رہبانیت ہے جسے اس دین فطرت میں کوئی مقام حاصل نہیں ہے۔ ہاں امام شافعی اتنا ضرور کہتے ہیں کہ بغیر نکاح زندگی گزارنا افضل ہے۔

لیکن امام شافعی کا یہ قول بھی نکاح کے بارے میں شریعت اسلامیہ کے بنیادی منشاء کے منافی نہیں ہے کیونکہ اول تو اس کا تعلق صرف فضیلت سے ہے اور دوسرے یہ کہ یہ فضیلت بھی نفس نکاح یعنی کرنے یا نہ کرنے) کے بارے میں نہیں ہے بلکہ صرف تخلی للعبادۃ (یعنی عبادت کے لئے مجرد رہنا) کے نکتہ نظر سے ہے گویا امام شافعی کا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ عبادات میں مشغول رہنا نکاح کی مشغولیت سے افضل ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری نے مرقات میں امام شافعی کی دلیلیں نقل کرنے کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ کی بہت سی دلیلیں نقل کی ہیں جن سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ تجرد بغیر نکاح رہنے کے مقابلہ میں تاہل نکاح کرنا ہی افضل ہے۔

بہر کیف حضرت عثمان بن مظعون نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تبتل کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا کیونکہ اسلام مسلمانوں کے ہاں نکاح کے ذریعہ افزائش نسل کو پسند کرتا ہے تا کہ اس کے ذریعہ دنیا میں زیادہ سے زیادہ اللہ کے حقیقی نام لیوا موجود رہیں اور وہ ہمیشہ کفر وباطل کے خلاف جہاد کرتے رہیں۔ اسی سلسلہ میں حدیث کے راوی حضرت سعد بن ابی وقاص نے یہ کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کو تبتل کی اجازت دیدیتے تو ہم سب اپنے آپ کو خصی کر ڈالتے تا کہ ہمیں عورتوں کی ضرورت نہ پڑتی اور نہ ہمیں عورتوں سے متعلق کسی برائی میں مبتلا ہونے کا خوف رہتا۔ طیبی کہتے ہیں کہ اس موقع کے مناسب تو یہ تھا کہ حضرت سعد یہ کہتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کو تبتل کی اجازت دیدیتے تو ہم بھی تبتل کرتے۔ مگر حضرت سعد نے یہ کہنے کی بجائے یہ کہا کہ ہم سب اپنے آپ کو خصی کر ڈالتے لہٰذا حضرت سعد نے یہ بات دراصل بطور مبالغہ کہی یعنی اپنی اس بات سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کو اجازت دے دیتے تو ہم بھی تبتل میں اتنا مبالغہ اور اتنی سخت کوشش کرتے کہ آخر کار خصی کی مانند ہو جاتے۔ گویا اس جملہ سے حضرت سعد کی مراد حقیقۃً خصی ہو جانا نہیں تھا کیونکہ یہ فعل یعنی اپنے آپ کو خصی کر ڈالنا جائز نہیں ہے۔ اور علامہ نووی کہتے ہیں کہ حضرت سعد نے یہ بات اس وجہ سے کی کہ ان کا گمان یہ تھا کہ خصی ہو جانا جائز ہے حالانکہ انکا یہ گمان حقیقت وواقعہ کے خلاف تھا کیونکہ خصی ہو جانا انسان کے لئے حرام ہے خواہ چھوٹی عمر کا ہو یا بڑی عمر کا اس موقع پر جانوروں کے بارے میں جان لینا چاہئے کہ ہر اس جانور کو خصی کرنا حرام جو غیر ماکول یعنی کھایا نہ جاتا ہو اور جو جانور کھایا جاتا ہے اس کو خصی کرنا چھوٹی عمر میں تو جائز ہے لیکن بڑی عمر میں حرام ہے۔ جانوروں کو خصی کرنے کے بارے میں مذکورہ بالا تفصیل علامہ نووی شافعی نے لکھی ہے جب کہ فقہ حنفی کی کتابوں اور مختار اور ہدایہ میں بڑی عمر اور چھوٹی عمر کی تفصیل کے بغیر صرف یہ لکھا ہے کہ جانوروں کو خصی کرنا جائز ہے۔

1849- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ اٰدَمَ وَزَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ التَّبَتُّلِ زَادَ زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ وَقَرَاَ قَتَادَةُ (وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً)

◆◆ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مجرد رہنے سے منع کیا ہے۔

زید نامی راوی نے مزید یہ بات نقل کی ہے قتادہ نامی راوی نے (اس روایت کی تائید میں) یہ آیت تلاوت کی۔

''اور ہم نے تم سے پہلے بھی رسولوں کو مبعوث کیا اور ہم نے ان کی بیویاں اور اولاد بنائی۔''

بَابُ: حَقِّ الْمَرْاَةِ عَلَى الزَّوْجِ

یہ باب بیوی کا شوہر پر حق ہونے کے بیان میں ہے

1850- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِىْ قَزَعَةَ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَقُّ الْمَرْاَةِ عَلَى الزَّوْجِ قَالَ اَنْ يُّطْعِمَهَا اِذَا طَعِمَ وَاَنْ يَّكْسُوَهَا اِذَا اكْتَسٰى وَلَا يَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا يُقَبِّحْ وَلَا يَهْجُرْ اِلَّا فِى الْبَيْتِ

◆◆ حکیم بن معاویہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کیا: عورت کا شوہر پر کیا حق ہوتا ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ کہ جب وہ خود کھائے' تو اس عورت کو بھی کھلائے' جب وہ خود پہنے تو اسے بھی پہننے کے لیے دے اور اس کے چہرے پر نہ مارے' اسے برا قرار نہ دے اور اس سے لاتعلقی اختیار نہ کرے' البتہ گھر میں رہتے ہوئے الگ رہ سکتا ہے۔

1851- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ شَبِيْبِ بْنِ غَرْقَدَةَ الْبَارِقِيِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ اَنَّهُ شَهِدَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ ثُمَّ قَالَ اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٍ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ لَكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمْ حَقًّا وَّلِنِسَآئِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَاَمَّا حَقُّكُمْ عَلٰى نِسَآئِكُمْ فَلَا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَّنْ تَكْرَهُوْنَ وَلَا يَاْذَنَّ فِىْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِىْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ

◆◆ سلیمان بن عمرو بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

1849 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1082' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3214

1850 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1242

1851 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1163

کے ساتھ شریک ہوئے تھے نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتے ہوئے وعظ و نصیحت کی پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خواتین کے ساتھ بھلائی کی تلقین قبول کرو! وہ تمہارے ہاں قیدی کی طرح پابند ہوتی ہیں تم انہیں پابند کرنے کے علاوہ اور کسی بھی چیز کے مالک نہیں ہو البتہ اگر وہ واضح برائی کا ارتکاب کریں تو حکم مختلف ہوگا اور اگر وہ ایسا کرتی ہیں تو تم ان کے بستر الگ کر دو اور ان کی پٹائی کرو لیکن ان پر نشان نہ لگے اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کر لیتی ہیں تو پھر تم ان کے خلاف کوئی راستہ نہ تلاش کرو تمہارے کچھ حقوق ہیں جن کی ادائیگی خواتین پر لازم ہے اور خواتین کے کچھ حقوق ہیں جن کی ادائیگی تم پر لازم ہے خواتین پر تمہیں یہ حق حاصل ہے کہ تم جسے ناپسند کرتے ہو اسے وہ تمہارے بچھونے پر نہ بیٹھنے دیں اور جسے تم ناپسند کرتے ہو اسے تمہارے گھر کے اندر نہ آنے دیں اور تم پر ان کا یہ حق ہے کہ تم ان کے ساتھ ان کے لباس اور ان کے کھانے پینے کے معاملے میں اچھا سلوک کرو۔

بَابُ: حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْاَةِ

یہ باب شوہر کا بیوی پر حق ہونے کے بیان میں ہے

1852- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَلَوْ اَنَّ رَجُلًا اَمَرَ امْرَاَتَهٗ اَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ اَحْمَرَ اِلٰى جَبَلٍ اَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ اَسْوَدَ اِلٰى جَبَلٍ اَحْمَرَ لَكَانَ نَوْلُهَا اَنْ تَفْعَلَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے "اگر میں نے کسی ایک کو کسی دوسرے کو سجدہ کرنے کا حکم دینا ہوتا تو میں عورت کو یہ ہدایت کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یہ ہدایت کرے کہ وہ سرخ پہاڑ کو سیاہ پہاڑ کی طرف (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) سیاہ پہاڑ کو سرخ پہاڑ کی طرف منتقل کر دے تو عورت کے لیے یہی ضروری ہے وہ ایسا کرے۔

1853- حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ الْقَاسِمِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ اَوْفٰى قَالَ لَمَّا قَدِمَ مُعَاذٌ مِّنَ الشَّامِ سَجَدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا هٰذَا يَا مُعَاذُ قَالَ اَتَيْتُ الشَّامَ فَوَافَقْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِاَسَاقِفَتِهِمْ وَبَطَارِقَتِهِمْ فَوَدِدْتُ فِىْ نَفْسِىْ اَنْ نَّفْعَلَ ذٰلِكَ بِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَفْعَلُوْا فَاِنِّىْ لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِغَيْرِ اللّٰهِ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا تُؤَدِّى الْمَرْاَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتّٰى تُؤَدِّىَ حَقَّ زَوْجِهَا وَلَوْ سَاَلَهَا نَفْسَهَا وَهِىَ عَلٰى قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعْهُ

حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ شام سے تشریف لائے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے سجدہ کیا، نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: اے معاذ! یہ کیوں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں شام گیا تھا، وہاں میں

1852. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1853 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

نے دیکھا کہ لوگ اپنے روساء اور امراء کو سجدہ کرتے ہیں' تو میں نے یہ طے کیا کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ بھی ایسا ہی کریں گے' تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کرو' کیونکہ اگر میں نے کسی کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دینا ہوتا تو میں عورت کو یہ ہدایت کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے' اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے' جب تک عورت اپنے شوہر کے حق کو ادا نہیں کرتی' اس وقت تک وہ اپنے پروردگار کے حق کو بھی ادا نہیں کرتی' اگر شوہر عورت کے قرب کا طلبگار ہو اور عورت اس وقت اونٹ کے پالان پر ہو تو وہ پھر بھی اسے منع نہ کرے۔

1854- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِیْ نَصْرٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُّسَاوِرٍ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ اُمِّهٖ قَالَتْ سَمِعْتُ اُمَّ سَلَمَةَ تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَّاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ

سیّدہ اُمّ سلمہ ؓ بیان کرتی ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت فوت ہو جائے اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ عورت جنت میں داخل ہوتی ہے۔

بَابُ: اَفْضَلِ النِّسَآءِ

یہ باب ہے کہ سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والی خواتین

1855- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ اَنْعُمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّلَيْسَ مِنْ مَّتَاعِ الدُّنْيَا شَيْءٌ اَفْضَلَ مِنَ الْمَرْاَةِ الصَّالِحَةِ

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: بے شک دنیا لطف اندوز کرنے کا سامان ہے اور دنیا کے لطف دینے والے سامان میں کوئی بھی چیز نیک عورت سے افضل نہیں ہے۔

1856- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ سَمُرَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ لَمَّا نَزَلَ فِی الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ مَا نَزَلَ قَالُوْا فَاَیَّ الْمَالِ نَتَّخِذُ قَالَ عُمَرُ فَاَنَا اَعْلَمُ لَكُمْ ذٰلِكَ فَاَوْضَعَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ فَاَدْرَكَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا فِیْ اَثَرِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیَّ الْمَالِ نَتَّخِذُ فَقَالَ لِيَتَّخِذْ اَحَدُكُمْ قَلْبًا شَاكِرًا وَّلِسَانًا ذَاكِرًا وَّزَوْجَةً مُّؤْمِنَةً تُعِيْنُ اَحَدَكُمْ عَلٰى اَمْرِ الْاٰخِرَةِ

حضرت ثوبان ؓ بیان کرتے ہیں: جب چاندی اور سونے کے بارے میں حکم نازل ہو گیا تو لوگوں نے کہا اب ہم

1854: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1161

1855: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3628 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3232

1856: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3094

کون سا مال حاصل کریں؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: میں اس بارے میں تمہارے لیے دریافت کرتا ہوں' پھر انہوں نے اپنے اونٹ کو تیز کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے (راوی کہتے ہیں:) میں ان کے پیچھے تھا انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب ہم کون سا مال اختیار کریں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو شکر گزار دل، ذکر کرنے والی زبان اور مومن بیوی حاصل کرنی چاہئے جو آخرت کے معاملے میں آدمی کی مدد کرے۔

1857- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِى الْعَاتِكَةِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللّٰهِ خَيْرًا لَّهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ اِنْ اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَيْهَا اَبَرَّتْهُ وَاِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِىْ نَفْسِهَا وَمَالِهٖ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی پرہیزگاری کے بعد بندۂ مومن کو کوئی بھی ایسی چیز حاصل نہیں ہوتی جو نیک عورت سے زیادہ بہتر ہو' اگر مرد اس عورت کو کوئی حکم دے' تو وہ اس کی فرمانبرداری کرے' اگر مرد اس عورت کی طرف دیکھے تو اسے خوشی ہو' اگر وہ مرد عورت کو کوئی قسم دے' تو وہ عورت اسے پورا کرے اور اگر مرد عورت کے پاس موجود نہ ہو' تو وہ عورت اپنی جان اور مرد کے مال کے بارے میں اس مرد کی خیر خواہ ہو"۔

شرح

اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کو اور ممنوعات سے بچنے کو تقویٰ کہتے ہیں لہٰذا ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا نیک و صالح بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور ممنوعات سے اجتناب کے بعد اپنی دینی اور دنیاوی بھلائی کے لئے جو سب سے بہتر چیز پسند کرتا ہے وہ نیک بخت و خوب صورت بیوی ہے۔ وہ اس کی تعمیل کرتی ہے، کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو گناہ و معصیت کا باعث نہیں ہوتیں یعنی وہ اپنے شوہر کی انہیں باتوں اور انہی احکام کی تعمیل کرتی ہے جو شریعت کے خلاف اور اللہ کی ناراضگی کا باعث نہیں ہوتے، یہ قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ شریعت کا یہ حکم ہے کہ مخلوق یعنی کسی شخص کا کوئی بھی ایسا حکم تعمیل نہ کرنا چاہئے جو خالق یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے متعلق ہو۔

وہ اس کی قسم کو پورا کرتی ہے، کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش و مرضی پر اپنے شوہر کی خواہش و مرضی کو مقدم رکھتی ہے مثلاً جب اس کا شوہر اس کو کسی ایسے کام کے کرنے کی قسم دیتا ہے جو اس کی خواہش کے خلاف ہوتا ہے تو وہ اپنی خواہش کو چھوڑ کر وہ اپنے شوہر کی قسم و مرضی کے مطابق وہی کام کرتی ہے یا جب اس کا شوہر اس کو کسی ایسے کام کے نہ کرنیکی قسم دیتا ہے جو اس کی خواہش کے مطابق ہے تو وہ اپنی خواہش کی پرواہ کئے بغیر اپنے شوہر کی قسم و مرضی کی مطابق اس کام کو ترک کر دیتی ہے۔

1857. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَابُ: تَزْوِيجِ ذَوَاتِ الدِّيْنِ

یہ باب دیندار عورت کے ساتھ شادی کرنے کے بیان میں ہے

1858 -حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُنْكَحُ النِّسَاءُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: خواتین سے چار وجوہات میں سے کسی ایک وجہ سے شادی کی جاتی ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے، اس کے نسب کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے۔ اس کے دین کی وجہ سے، تم دین دار خاتون کو ترجیح دو تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

شرح

حسب ونسب والی سے مراد وہ عورت ہے جو نہ صرف اپنی ذات میں شرف وبلندی اور وجاہت رکھتی ہو بلکہ وہ جس خاندان وقبیلہ کی فرد ہو وہ خاندان وقبیلہ بھی عزت و وجاہت اور شرف و بلندی کا حامل ہو چنانچہ انسان کی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایسی عورت سے بیاہ کرے جو باحیثیت وباعزت خاندان وقبیلہ کی فرد ہو تا کہ اس عورت کی وجہ سے اپنی اولاد کے نسب میں شرف وبلندی کا امتیاز حاصل ہو۔ بہرکیف حدیث کا حاصل یہ ہے کہ عام طور پر لوگ عورت سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں مذکورہ چار چیزوں کو بطور خاص ملحوظ رکھتے ہیں کہ کوئی شخص تو مالدار عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔

بعض لوگ اچھے حسب ونسب کی عورت کو بیوی بنانا پسند کرتے ہیں بہت سے لوگوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ایک حسین وجمیل عورت ان کی رفیقہ حیات بنے اور کچھ نیک بندے دین دار عورت کو ترجیح دیتے ہیں لہٰذا دین ومذہب سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ دین دار عورت ہی کو اپنے نکاح کے لئے پسند کرے کیونکہ اس میں دنیا کی بھی بھلائی ہے اور آخرت کی بھی سعادت ہے۔ اور خاک آلودہ ہوں تیرے دونوں ہاتھ ویسے تو یہ جملہ لفظی مفہوم کے اعتبار سے ذلت وخواری اور ہلاکت کی بددعا کے لئے کنایہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہاں اس جملہ سے یہ بددعا مراد نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد دین دار عورت کو اپنا مطلوب قرار دینے کی ترغیب دلانا ہے۔

1859 -حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْمُحَارِبِيُّ وَجَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنِ الْاِفْرِيقِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ فَعَسَى

1858 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 5090 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3620 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2047 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 3230

1859 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حُسْنُهُنَّ اَنْ يُرْدِيَهُنَّ وَلَا تَزَوَّجُوهُنَّ لِاَمْوَالِهِنَّ فَعَسَى اَمْوَالُهُنَّ اَنْ تُطْغِيَهُنَّ وَلٰكِنْ تَزَوَّجُوهُنَّ عَلَى الدِّيْنِ وَلَاَمَةٌ خَرْمَاءُ سَوْدَاءُ ذَاتُ دِيْنٍ اَفْضَلُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''خواتین کے ساتھ ان کی خوبصورتی کی وجہ سے شادی نہ کرو' کیونکہ ہو سکتا ہے' ان کا حسن ان کے لیے تکلیف کا باعث بن جائے' ان خواتین کے ساتھ ان کے اموال کی وجہ سے بھی شادی نہ کرو' کیونکہ ہو سکتا ہے ان کے اموال ان کے لیے سرکشی کا باعث بن جائیں' تم دین کی وجہ سے خواتین کے ساتھ شادی کرو' ناک' کان کٹی ہوئی سیاہ فام' دیندار کنیز زیادہ فضیلت رکھتی ہے''۔

بَابُ: تَزْوِيجِ الْاَبْكَارِ

یہ باب کنواری لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کے بیان میں ہے

1860- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِيتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَزَوَّجْتَ يَا جَابِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَبِكْرًا اَوْ ثَيِّبًا قُلْتُ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا قُلْتُ كُنَّ لِيْ اَخَوَاتٌ فَخَشِيتُ اَنْ تَدْخُلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُنَّ قَالَ فَذَاكَ اِذَنْ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں، میں نے ایک خاتون کے ساتھ شادی کر لی میری ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: جابر! کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کنواری کے ساتھ یا ثیبہ کے ساتھ میں نے جواب دیا: ثیبہ کے ساتھ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے کنواری کے ساتھ شادی کیوں نہیں کی؟ تاکہ وہ تمہارے ساتھ ہنسی مذاق کرتی۔ میں نے عرض کی: میری بہنیں ہیں مجھے یہ اندیشہ تھا کہ اگر کنواری لڑکی کے ساتھ شادی کی تو وہ میرے اور میری بہنوں کے درمیان رکاوٹ بن جائے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ٹھیک ہے۔

1861- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَالِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْاَبْكَارِ فَاِنَّهُنَّ اَعْذَبُ اَفْوَاهًا وَّاَنْتَقُ اَرْحَامًا وَّاَرْضٰى بِالْيَسِيْرِ

◆◆ عبدالرحمٰن بن سالم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

1860: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 361' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3226

1861: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

"تم کنواری لڑکیوں کے ساتھ شادی کرو کیونکہ ان کے منہ میٹھے ہوتے ہیں' ان کی بچے پیدا کرنے کی صلاحیت بہتر ہوتی ہے اور وہ تھوڑی چیز پر راضی ہو جاتی ہیں"۔

شرح

اس ارشاد گرامی کے ذریعہ کنواری عورتوں کی خصوصیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو بیوہ عورتوں میں نہیں پائی جاتیں مثلاً کنواری عورت زیادہ بچے پیدا کرنے کے قابل ہوتی ہے کیونکہ اس کے رحم میں حرارت زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس کا رحم مرد کا مادہ تولید بہت جلد قبول کر لیتا ہے لیکن یہ چیز محض ظاہری اسباب کے درجہ کی ہے جو حکم الٰہی کے بغیر کوئی اہمیت نہیں رکھتی، کنواری عورتوں کی ایک نفسیاتی خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ تھوڑے سے مال واسباب پر بھی راضی وخوش رہتی ہیں ان کا شوہر انہیں جو کچھ دے دیتا ہے اسی کو برضا ورغبت قبول کر لیتی ہیں اور اس پر قانع رہتی ہیں کیونکہ وہ بیوہ عورت کی طرح پہلے سے کسی خاوند کا کچھ دیکھے ہوئے تو ہوتی نہیں کہ انہیں کمی بیشی کا احساس ہو اور وہ اپنے شوہر سے زیادہ مال واسباب کا مطالبہ کریں۔

بَابُ: تَزْوِيجِ الْحَرَائِرِ وَالْوَلُوْدِ

یہ باب ہے کہ آزاد اور بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت رکھنے والی خواتین کے ساتھ شادی کرنا

1862-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ مُزَاحِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَلْقَى اللَّهَ طَاهِرًا مُطَهَّرًا فَلْيَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی حالت میں حاضر ہونا چاہے' کہ وہ پاک ہو اور اس کی تطہیر ہو چکی ہو' تو وہ آزاد عورتوں کے ساتھ شادی کرے"۔

شرح

حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایک جہاد میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے چنانچہ جب ہم (جہاد سے) واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری نئی شادی ہوئی تھی (کہ میں جہاد میں چلا گیا اب اگر حکم ہو تو میں آگے چلا جاؤں تاکہ اپنے گھر جلد سے جلد پہنچ سکوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نکاح کیا ہے میں نے عرض کیا کہ ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا بیوی کنواری تھی یا بیوہ تھی؟ میں نے عرض کیا کہ بیوہ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو تم نے کنواری سے کیوں نکاح نہیں کیا؟ تاکہ تم اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ تمہارے ساتھ کھیلتی پھر جب ہم مدینہ پہنچ گئے اور ہم سب نے اپنے اپنے گھروں میں جانے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ٹھہر جاؤ ہم رات میں (یعنی شام کے

1862: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

رات) گھروں میں داخل ہوں گے تاکہ جس عورت کے بال پراگندہ ہوں وہ کنگھی چوٹی کرلے اور وہ عورت جس کا خاوند موجود نہیں تھا (بلکہ ہمارے ساتھ جہاد میں گیا تھا) اپنے زائد بال صاف کرلے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 310)

تم اس کے ساتھ کھیلتے الخ، سے آپ کی بے تکلفی اور کمال الفت ورغبت مراد ہے مطلب یہ ہے کہ کنواری عورت سے نکاح کرنے میں آپس کی زندگی زیادہ الفت ورغبت کے ساتھ گزرتی ہے اور بے تکلفی اور چاہت زیادہ ہوتی ہے اس کے برخلاف بیوہ عورت جب کسی دوسرے کی زوجیت میں آتی ہے چونکہ اس کا دل پہلے خاوند کی یاد کی کسک محسوس کرتا ہے دوسرے یہ کہ اگر رہن سہن اور میل ملاپ میں اس دوسرے خاوند کو اپنے پہلے خاوند کی طرح نہیں پاتی تو اس کی طبیعت اچاٹ ہو جاتی ہے ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اتنی زیادہ بے تکلف اور خوش مزاج ثابت نہیں ہوتی جتنی ایک کنواری عورت ہوتی ہے۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے گھروں میں جانے میں جلدی نہ کرو بلکہ کچھ دیر توقف کرو تا کہ تمہاری بیویاں رات سے پہلے اپنا بناؤ سنگھار کر کے تمہاری مجامعت کے لئے اپنے آپ کو تیار کرلیں اور جب تم رات میں ان کے پاس پہنچو تو تمہیں کسی قسم کا کوئی تکدر اور کوئی بے لطفی نہ ہو۔

اس موقع پر یہ خلجان پیدا ہو سکتا ہے کہ دوسری حدیثوں میں تو اپنے گھر واپس آنیوالے مسافر کو رات کے وقت گھر میں داخل ہونے سے منع فرمایا گیا ہے جب کہ یہاں رات کے وقت گھروں میں داخل ہونے کو فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گھر لوٹنے والے مسافر کو رات کے وقت گھر میں داخل ہونے کی جو ممانعت ہے اس کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ بغیر اطلاع کے یکا یک گھر میں چلا جائے اور اگر گھر والوں کو پہلے سے اطلاع ہو جیسا کہ اس موقع پر ہوا تو اس صورت میں رات کے وقت اپنے گھر میں داخل ہونا ممنوع نہیں ہوگا۔

1863- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ الْمَخْزُومِيُّ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْكِحُوا فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم نکاح کرو کیونکہ میں (قیامت کے دن) تمہاری کثرت پر فخر کروں گا''۔

بَابُ: النَّظَرِ إِلَى الْمَرْأَةِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا

یہ باب ہے کہ جب کسی خاتون کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ ہو تو اسے دیکھ لینا

1864- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ عَمِّهِ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ قَالَ خَطَبْتُ امْرَأَةً فَجَعَلْتُ أَتَخَبَّأُ لَهَا حَتَّى نَظَرْتُ إِلَيْهَا فِي نَخْلٍ لَهَا فَقِيلَ لَهُ أَتَفْعَلُ هَذَا وَأَنْتَ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَلْقَى اللَّهُ فِي قَلْبِ امْرِئٍ خِطْبَةَ امْرَأَةٍ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا

1863: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1864: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت سہل بن ابوحثمہ' حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں: میں نے ایک خاتون کو شادی کا پیغام بھیجا' میں نے اس سے چھپ کر اس کے باغ میں اسے دیکھ لیا' ان سے کہا گیا' آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو کر یہ کام کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ اس نے کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجنا ہے' تو اس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے' کہ وہ اس عورت کو دیکھ لے''۔

شرح

اپنی منسوبہ کو نکاح کا پیغام بھیجنے سے پہلے ایک نظر دیکھ لینا مستحب ہے کیونکہ اگر وہ عورت پسند آ گئی اور طبیعت کو بھا گئی تو اس نکاح کے بعد وہ اس عورت کی وجہ سے بدکاری سے بچا رہے گا جو نکاح کا اصل مقصود ہے اس موقع پر یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ ایک موقع پر جو یہ فرمایا گیا ہے کہ کسی عورت سے اس کے حسن و جمال کی وجہ سے نکاح نہ کیا جائے تو اس حکم کا یہ مقصد نہیں ہے کہ حسن و جمال کو ملحوظ ہی نہ رکھا جائے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی حسین وجمیل عورت سے نکاح کرنے میں کوئی دینی نقصان وفساد ہو تو اس دینی نقصان کو تاہی سے بالکل صرف نظر کر کے اس سے محض اس بناء پر نکاح نہ کیا جائے کہ وہ حسن و جمال کی حامل ہے۔ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے منگنی کا ارادہ کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم نے اس عورت کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس عورت کو ایک نظر دیکھ لو کیونکہ دیکھ لینا بہت مناسب و بہتر ہے۔ (احمد ترمذی نسائی، دارمی)

یعنی اگر تم اپنی منسوبہ کو ایک نظر دیکھ لینے کے بعد اس سے نکاح کرو گے تو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت، الفت بہت زیادہ ہوگی کیونکہ جب منسوبہ کو دیکھ لینے کے بعد نکاح ہوتا ہے تو عام طور پر کوئی پچھتاوا نہیں ہوتا اور نہ اپنے اس انتخاب پر کوئی شرمندگی و پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔

1865- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَزُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ اَرَادَ اَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَاَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهُ اَحْرٰى اَنْ يُّؤْدَمَ بَيْنَكُمَا فَفَعَلَ فَتَزَوَّجَهَا فَذَكَرَ مِنْ مُوَافَقَتِهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک خاتون کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ کیا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔

''جاؤ اور اسے جا کر دیکھ لو' کیونکہ یہ اس بات کے زیادہ لائق ہے' اس کی وجہ سے تم دونوں کے درمیان محبت پیدا ہو''۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا' پھر انہوں نے اس خاتون کے ساتھ شادی کر لی (پھر راوی نے اس کی موافقت کا بھی تذکرہ کیا)

1865 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1866- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَبِي الرَّبِيعِ اَنْبَاَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ امْرَاَةً اَخْطُبُهَا فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهُ اَجْدَرُ اَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا فَاَتَيْتُ امْرَاَةً مِنَ الْاَنْصَارِ فَخَطَبْتُهَا اِلَى اَبَوَيْهَا وَاَخْبَرْتُهُمَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنَّهُمَا كَرِهَا ذٰلِكَ قَالَ فَسَمِعَتْ ذٰلِكَ الْمَرْاَةُ وَهِيَ فِي خِدْرِهَا فَقَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَكَ اَنْ تَنْظُرَ فَانْظُرْ وَاِلَّا فَاَنْشُدُكَ كَاَنَّهَا اَعْظَمَتْ ذٰلِكَ قَالَ فَنَظَرْتُ اِلَيْهَا فَتَزَوَّجْتُهَا فَذَكَرَ مِنْ مُوَافَقَتِهَا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے ایک خاتون کا تذکرہ کیا جسے میں نکاح کا پیغام بھیجنا چاہتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اور جا کر اسے دیکھ لو! کیونکہ ایسا کرنے کے نتیجے میں تم دونوں کے درمیان محبت زیادہ ہوگی (حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) میں ایک انصاری خاتون کے پاس آیا میں نے اسے نکاح کا پیغام دے کر اس عورت کے والدین کی طرف بھیجا اور اس کے والدین کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بارے میں بتایا ان دونوں کو یہ بات پسند نہیں آئی یہ بات اس عورت نے بھی سن لی وہ پردے میں بیٹھی ہوئی تھی وہ بولی اگر تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں اس بات کا حکم دیا ہے تو تم دیکھ لو ورنہ میں تمہیں قسم دیتی ہوں (کہ تم ایسا نہ کرو) گویا اس عورت کے لیے بھی ایسا کرنا مشکل تھا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اس عورت کی طرف دیکھ لیا پھر میں نے اس کے ساتھ شادی بھی کر لی پھر راوی نے اس عورت کے ساتھ موافقت کا بھی ذکر کیا۔

منگیتر کو دیکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ حضرت امام شافعی حضرت امام احمد اور اکثر علماء کے نزدیک اپنی منسوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھ لینا جائز ہے خواہ منسوبہ اس بات کی اجازت دے یا نہ دے۔ حضرت امام مالک کے ہاں اپنی منسوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھنا اسی صورت میں جائز ہے جب کہ اس کی اجازت حاصل ہو اس کی اجازت کے بغیر دیکھنا جائز نہیں ہے لیکن ایک روایت کے مطابق حضرت امام مالک کے ہاں منسوبہ کو دیکھنا علی الاطلاق ممنوع ہے۔

اس بارے میں فقہی مسئلہ یہ بھی ہے کہ بہتر اور مناسب یہی ہے کہ مرد اپنی منسوبہ کو دیکھنے کی بجائے کسی تجربہ کار اور معتمد عورت کو بھیج دے تاکہ وہ اس کی منسوبہ کو دیکھ کر مطلوبہ معلومات فراہم کر دے۔

بَابُ: لَا يَخْطُبِ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيهِ

یہ باب ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر نکاح کا پیغام نہ بھیجے

1867- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَسَهْلُ بْنُ اَبِي سَهْلٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ

1866: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1087 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3235

الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْطُبِ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ بھیجے۔

1868- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيْمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْطُبِ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "کوئی بھی شخص اپنے بھائی کے پیغام پر نکاح کا پیغام نہ بھیجے"۔

شرح

کسی شخص کی منسوبہ سے نکاح کا پیغام بھیجنے کی یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب کہ ان دونوں کی شادی کا معاملہ تقریباً طے ہو چکا ہے یعنی لڑکی اور لڑکا دونوں راضی ہو گئے ہوں اور مہر متعین ہو چکا ہو، لہٰذا اس صورت میں اب کسی دوسرے شخص کے لئے جائز نہیں ہوگا کہ وہ اپنے نکاح کا پیغام بھیجے اگر کوئی دوسرا شخص اس ممانعت کے باوجود کسی کی منسوبہ کے پاس نکاح کا پیغام بھیج دے اور اس پہلے شخص کی اجازت کے بغیر نکاح بھی کر لے تو یہ نکاح تو صحیح ہو جائے گا لیکن یہ دوسرا شخص جس نے پہلے شخص کی منسوبہ سے نکاح کیا ہے) گناہگار ہوگا۔

1869- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَبِی الْجَهْمِ بْنِ صُخَيْرٍ الْعَدَوِیِّ قَالَ سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ تَقُوْلُ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَلَلْتِ فَاٰذِنِيْنِیْ فَاٰذَنْتُهٗ فَخَطَبَهَا مُعَاوِيَةُ وَاَبُو الْجَهْمِ بْنُ صُخَيْرٍ وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا مُعَاوِيَةُ فَرَجُلٌ تَرِبٌ لَا مَالَ لَهٗ وَاَمَّا اَبُو الْجَهْمِ فَرَجُلٌ ضَرَّابٌ لِلنِّسَآءِ وَلٰكِنْ اُسَامَةُ فَقَالَتْ بِيَدِهَا هٰكَذَا اُسَامَةُ اُسَامَةُ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَاعَةُ اللّٰهِ وَطَاعَةُ رَسُوْلِهٖ خَيْرٌ لَّكِ قَالَتْ فَتَزَوَّجْتُهٗ فَاغْتَبَطْتُ بِهٖ

◄► سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے بتا دینا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اس عورت کو نکاح کا

1867: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2140 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3803 'ورقم الحدیث: 3444 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2080 'ورقم الحدیث: 3438 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1134 'ورقم الحدیث: 1190 'ورقم الحدیث: 1222 'ورقم الحدیث: 1304 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3239 'اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 2172 'ورقم الحدیث: 2174 'ورقم الحدیث: 2175

1868 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3441 'ورقم الحدیث: 3791

1869: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3696 'ورقم الحدیث: 3697 'ورقم الحدیث: 3698 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1135 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3418 'ورقم الحدیث: 3553 'اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 2035

پیغام بھجوایا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاں تک معاویہ کا تعلق ہے تو وہ ایک کنگال شخص ہے جس کے پاس مال نہیں ہے جہاں تک ابوجہم کا تعلق ہے تو وہ ایک ایسا شخص ہے جو عورتوں کی پٹائی بہت کرتا ہے تاہم اسامہ (ٹھیک رہے گا) تو سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے ہاتھ کے ذریعے اس طرح اشارہ کرتے ہوئے کہا اسامہ؟ اسامہ (یعنی انہوں نے اس رشتے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا) تو نبی کریم ﷺ نے اس خاتون سے فرمایا: اللہ کی فرمانبرداری اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کر لی تو اس حوالے سے مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔

بَابُ: اسْتِئْمَارِ الْبِكْرِ وَالثَّيِّبِ

یہ باب ہے کہ کنواری اور ثیبہ عورت سے اجازت لینا

1870 - حَدَّثَنِي إِسْمَعِيلُ بْنُ مُوسَى السُّدِّيُّ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْفَضْلِ الْهَاشِمِيِّ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَيِّمُ أَوْلَى بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ فِي نَفْسِهَا قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحْيِي أَنْ تَتَكَلَّمَ قَالَ إِذْنُهَا سُكُوتُهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"ثیبہ عورت اپنے ولی کے مقابلے میں اپنی ذات کی زیادہ حق دار ہے اور کنواری سے اس کی مرضی معلوم کی جائے گی"۔

عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ کنواری لڑکی اس بارے میں بات کرتے ہوئے شرما جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔

شرح

ایم اس عورت کو کہتے ہیں جس کا خاوند نہ ہو خواہ وہ باکرہ ہو (پہلے کبھی اس کی شادی نہ ہوئی ہو) خواہ ثیب ہو کہ پہلے اس کی شادی ہو چکی ہو اور پھر یا تو اس کا خاوند مر گیا ہو یا اس نے طلاق دیدی ہو) لیکن یہاں ایم سے مراد ثیب بالغہ ہے یعنی وہ عورت جو بالغہ ہو اور اس کا پہلا شوہر یا تو مر گیا ہو یا اس نے طلاق دے دی ہو۔

عورت سے اس کے نکاح کی اجازت حاصل کرنے کے سلسلے میں حدیث نے باکرہ کنواری اور ثیب بیوہ کا ذکر اس فرق کے ساتھ کیا ہے کہ ثیب کے بارے میں تو یہ فرمایا گیا کہ جب تک اس کا حکم حاصل نہ کر لیا جائے اور باکرہ کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کہ جب تک کہ اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے لہٰذا حکم اور اجازت کا یہ فرق اس لئے ظاہر کیا گیا ہے کہ ثیب یعنی بیوہ عورت اپنے نکاح کے سلسلہ میں زیادہ شرم و حیاء نہیں کرتی بلکہ وہ خود کھلے الفاظ میں اپنے نکاح کا حکم کرتی ہے یا کم سے کم صریح اشارات

1870: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3461 ' ورقم الحدیث: 3462 ' ورقم الحدیث: 3463 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2098 ' ورقم الحدیث: 2099 ' ورقم الحدیث: 2100 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1108 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3260 ' ورقم الحدیث: 3261 ' ورقم الحدیث: 3262 ' ورقم الحدیث: 3263 ' ورقم الحدیث: 3264

کے ذریعہ اپنی خواہش کا ازخود اظہار کر دیتی ہے اور اس بارے میں کوئی خاص جھجک نہیں ہوتی اس کے برخلاف باکرہ یعنی کنواری عورت چونکہ بہت زیادہ شرم وحیاء کرتی ہے اس لئے وہ نہ تو کھلے الفاظ میں اپنے نکاح کا حکم کرتی ہے اور نہ صریح اشارات کے ذریعہ ہی اپنی خواہش کا اظہار کرتی ہے ہاں جب اس کے نکاح کی اجازت اس سے لی جائے تو وہ اپنی رضامندی وا جازت دیتی ہے بلکہ زیادہ تر تو یہ ہوتا ہے کہ طلب اجازت کے وقت وہ زبان سے اجازت دینا بھی شرم کے خلاف سمجھتی ہے اور اپنی خاموشی وسکوت کے ذریعہ ہی اپنی رضامندی کا اظہار کر دیتی ہے۔

اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے حکم یا اجازت کے بغیر نکاح جائز نہیں ہوتا لیکن فقہاء کے یہاں اس بارے میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ تمام عورتوں کی چار قسمیں ہیں اول ثیب بالغہ یعنی وہ بیوہ عورت جو بالغ ہو ایسی عورت کے بارے متفقہ طور پر تمام علماء کا قول یہ ہے کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرنا جائز نہیں ہے بشرطیکہ وہ عاقلہ ہو یعنی دیوانی نہ ہو اگر عاقلہ نہ ہوگی تو ولی کی اجازت سے اس کا نکاح ہو جائے گا۔ دوم باکرہ صغیرہ یعنی وہ کنواری لڑکی جو نابالغ ہو، اس کے بارے میں بھی تمام علماء کا متفقہ طور پر یہ قول ہے کہ اس کے نکاح کے لئے اس کی اجازت کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا ولی اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے۔ سوم ثیب صغیرہ یعنی وہ بیوہ جو بالغ نہ ہو اس کے بارے میں حنفی علماء کا تو یہ قول ہے کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر ہو سکتا ہے لیکن شافعی علماء کہتے ہیں کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔

چہارم باکرہ بالغہ یعنی وہ کنواری جو بالغہ ہو، اس کے بارے میں حنفی علماء تو یہ کہتے ہیں کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں لیکن شافعی علماء کے نزدیک جائز ہے۔ گویا تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ حنفی علماء کے نزدیک ولایت کا مدار صغر پر ہے یعنی ان کے نزدیک ولی کو عورت کی اجازت کے بغیر نکاح کر دینے کا حق اسی صورت میں حاصل ہوگا جب کہ وہ کمسن یعنی نابالغ ہو خواہ وہ باکرہ کنواری ہو یا ثیب بیوہ ہو جب کہ شافعی علماء کے نزدیک ولایت کا مدار بکارت پر ہے یعنی ان کے نزدیک ولی کو عورت کی اجازت کے بغیر نکاح کر دینے کا حق اس صورت میں حاصل ہوگا جب کہ وہ باکرہ ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ ہو۔

لہٰذا یہ حدیث حنفیہ کے نزدیک بالغہ پر محمول ہے خواہ وہ ثیب ہو یا باکرہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی حدیث (ولا تنکح البکر حتی تستاذن) (کنواری عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے) شوافع کے قول کے خلاف ایک واضح دلیل ہے۔ اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایم یعنی وہ عورت جو بیوہ بالغہ اور عاقلہ ہو اپنے نکاح کے معاملہ میں اپنے ولی سے زیادہ خود اختیار رکھتی ہے اور کنواری لڑکی جو بالغ ہو بھی اس کی حق دار ہے کہ اس کے نکاح کی اس سے اجازت حاصل کی جائے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنی زبان سے اجازت دے بلکہ اس کی شرم وحیاء کے پیش نظر اس کا خاموش رہنا ہی اس کی اجازت کے لئے کافی ہے) ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثیب یعنی بیوہ عورت اپنے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ خود اختیار رکھتی ہے اور کنواری لڑکی سے بھی اس کے نکاح کی اجازت حاصل کی جائے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثیب اپنے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ خود اختیار رکھتی ہے اور کنواری لڑکی بھی اس کا باپ اس کے

نکاح کے بارے میں اجازت حاصل کرے اور اس کی اجازت اس کا چپ رہنا ہے۔ (مسلم)

اپنے ولی سے زیادہ خود اختیار رکھتی ہے کا مطلب یہ ہے کہ بیوہ عورت اپنے نکاح کی اجازت دینے یا نہ دینے کے معاملے میں بالکل خود مختار ہے اور یہ کہ جب تک وہ خود اپنی زبان سے اجازت نہ دے دے اس کا نکاح نہیں ہوگا بخلاف کنواری عورت کے کہ اس کے لئے زبان سے اجازت دینا ضروری نہیں ہے بلکہ وہ خاموشی کے ذریعہ بھی اپنی اجازت کا اظہار کر سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں باقی تفصیل وتشریح وہی ہے جو اس سے پہلے ذکر کی گئی ہے۔ یہاں جو کئی روایتیں نقل کی گئی ہیں ان میں صرف تھوڑا سا اختلاف ہے مفہوم ومعنی کے اعتبار سے تمام روایتیں تقریباً یکساں ہیں۔

1871- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُنْكَحُ الثَّيِّبُ حَتّٰى تُسْتَأْمَرَ وَلَا الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَاْذَنَ وَاِذْنُهَا الصُّمُوتُ

◄◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 'نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ثیبہ عورت کی شادی اس وقت تک نہ کی جائے جب تک اس سے اجازت نہ لی جائے اور کنواری کی اس وقت تک نہ لی جائے جب تک اس کی مرضی معلوم نہ کی جائے اور اس کی خاموشی اس کی اجازت ہے''۔

1872- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ اَنْبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي حُسَيْنٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ الْكِنْدِيِّ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثَّيِّبُ تُعْرِبُ عَنْ نَفْسِهَا وَالْبِكْرُ رِضَاهَا صَمْتُهَا

◄◄ عدی بن عدی کندی اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' ثیبہ عورت بول کر اپنی رضا مندی کا اظہار کرے گی' جبکہ کنواری کی رضا مندی اس کی خاموشی ہے۔

بَابُ: مَنْ زَوَّجَ ابْنَتَهٗ وَهِيَ كَارِهَةٌ

یہ باب ہے کہ جو شخص اپنی بیٹی کی شادی کر دے' حالانکہ لڑکی اس (رشتے کو) ناپسند کرے

1873- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ وَمُجَمِّعَ بْنَ يَزِيدَ الْاَنْصَارِيَّيْنِ اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنْهُمْ يُدْعٰى خِذَامًا اَنْكَحَ ابْنَةً لَهٗ فَكَرِهَتْ نِكَاحَ اَبِيهَا فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ لَهٗ فَرَدَّ عَلَيْهَا نِكَاحَ اَبِيهَا فَنَكَحَتْ اَبَا لُبَابَةَ بْنَ عَبْدِ الْمُنْذِرِ وَذَكَرَ يَحْيَى اَنَّهَا كَانَتْ ثَيِّبًا

1871 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 3459 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1107

1872 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رضی اللہ عنہ اور حضرت مجمع بن یزید رضی اللہ عنہ یہ دونوں حضرات انصاری ہیں یہ بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والا ایک شخص خذام تھا اس نے اپنی بیٹی کی شادی کردی اس لڑکی کو اپنے باپ کا کیا ہوا نکاح پسند نہیں آیا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے والد کے کیے ہوئے نکاح کو کالعدم قرار دیا پھر اس خاتون نے حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کر لی۔

یحییٰ نامی راوی نے یہ بات ذکر کی ہے وہ خاتون ثیبہ تھی۔

1874- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَتْ فَتَاةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أَبِي زَوَّجَنِي ابْنَ أَخِيهِ لِيَرْفَعَ بِي خَسِيسَتَهُ قَالَ فَجَعَلَ الْأَمْرَ إِلَيْهَا فَقَالَتْ قَدْ أَجَزْتُ مَا صَنَعَ أَبِي وَلَكِنْ أَرَدْتُ أَنْ تَعْلَمَ النِّسَاءُ أَنْ لَيْسَ إِلَى الْآبَاءِ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

◆◆ ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک لڑکی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی' اس نے عرض کی: میرے والد نے اپنے بھتیجے کے ساتھ میری شادی کر دی ہے' تاکہ میری وجہ سے اس کی حیثیت بہتر ہو جائے' راوی کہتے ہیں: تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو اس حوالے سے اختیار دیا' وہ لڑکی بولی' میرے والد نے جو کیا ہے میں اسے برقرار رکھتی ہوں' تاہم میں یہ چاہتی تھی کہ خواتین کو یہ پتہ چل جائے کہ ماں باپ کو اس بارے میں کلی اختیار نہیں ہے۔

1875- حَدَّثَنَا أَبُو السَّفَرِ يَحْيَى بْنُ يَزْدَادَ الْعَسْكَرِيُّ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَرُّوذِيُّ حَدَّثَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ لَهُ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک کنواری لڑکی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی' اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات ذکر کی کہ اس کے والد نے اس کی شادی کر دی ہے' جسے وہ ناپسند کرتی ہے' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو اختیار دیا تھا۔

1875م- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّقِّيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ حِبَّانَ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

◆◆ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

1874. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1873 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 5138 'ورقم الحدیث 5139 'ورقم الحدیث 6945 'ورقم الحدیث 6969 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2101 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 3268

1874 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1875. اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2096 'ورقم الحدیث 2097

بَابُ: نِكَاحِ الصِّغَارِ يُزَوِّجُهُنَّ الْآبَاءُ

یہ باب ہے کہ آباء کا اپنے کم سن بچوں کی شادی کر دینا

1876- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَنَزَلْنَا فِي بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَوُعِكْتُ فَتَمَرَّقَ شَعَرِي حَتَّى وَفَى لَهُ جُمَيْمَةٌ فَأَتَتْنِي أُمِّي أُمُّ رُومَانَ وَإِنِّي لَفِي أُرْجُوحَةٍ وَمَعِي صَوَاحِبَاتٌ لِي فَصَرَخَتْ بِي فَأَتَيْتُهَا وَمَا أَدْرِي مَا تُرِيدُ فَأَخَذَتْ بِيَدِي فَأَوْقَفَتْنِي عَلَى بَابِ الدَّارِ وَإِنِّي لَأَنْهَجُ حَتَّى سَكَنَ بَعْضُ نَفَسِي ثُمَّ أَخَذَتْ شَيْئًا مِنْ مَاءٍ فَمَسَحَتْ بِهِ عَلَى وَجْهِي وَرَأْسِي ثُمَّ أَدْخَلَتْنِي الدَّارَ فَإِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَيْتٍ فَقُلْنَ عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلَى خَيْرِ طَائِرٍ فَأَسْلَمَتْنِي إِلَيْهِنَّ فَأَصْلَحْنَ مِنْ شَأْنِي فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضُحًى فَأَسْلَمْنَنِي إِلَيْهِ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میرے ساتھ شادی کی اس وقت میری عمر 6 سال تھی پھر ہم لوگ مدینہ منورہ آ گئے۔ بنو حارث بن خزرج کے محلے میں ہم نے پڑاؤ کیا مجھے بخار ہو گیا میں شدید بیمار ہو گئی۔ میرے بال جھڑ گئے چھوٹی سی چٹیا باقی رہ گئی۔ میری والدہ سیدہ اُم رومان رضی اللہ عنہا میرے پاس آئیں، میں اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ جھولے میں کھیل رہی تھی۔ انہوں نے بلند آواز میں مجھے بلایا میں ان کے پاس آئی مجھے نہیں پتہ تھا کہ ان کا ارادہ کیا ہے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور دروازے پر مجھے لا کر کھڑا کر دیا میں ہانپ رہی تھی۔ جب میرا سانس تھوڑا درست ہوا تو انہوں نے تھوڑا سا پانی لے کر میرے چہرے اور سر کو صاف کیا۔ پھر وہ مجھے گھر کے اندر لے گئیں، وہاں کچھ انصاری خواتین گھر میں موجود تھیں۔ انہوں نے کہا: خیر و برکت کے ہمراہ آئیں نیک نصیب لے کر آئیں۔ پھر میری والدہ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا، انہوں نے مجھے تیار کیا چاشت کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے میری والدہ نے مجھے ان کے حوالے کر دیا میری عمر اس وقت نو برس تھی۔

1877- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ سَبْعٍ وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ وَتُوُفِّيَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سات سال تھی' جب ان کی رخصتی ہوئی اس وقت ان کی عمر نو سال تھی' جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا' اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔

1876 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 3894

1877 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ولایت نکاح کے حقداروں کا بیان

علامہ امجد علی اعظمی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: قرابت کی وجہ سے ولایت عصبہ بنفسہٖ کے لیے ہے یعنی وہ مرد جس کو اس سے قرابت کسی عورت کی وساطت سے نہ ہو یا یوں سمجھو کہ وہ وارث کہ ذوی الفروض کے بعد جو کچھ بچے سب لے لے اور اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو سارا مال یہی لے۔ ایسی قرابت والا ولی ہے اور یہاں بھی وہی ترتیب ملحوظ ہے جو وراثت میں معتبر ہے یعنی سب میں مقدم بیٹا، پھر پوتا، پھر پرپوتا اگرچہ کئی پشت کا فاصلہ ہو، یہ نہ ہوں تو باپ، پھر دادا، پھر پردادا، وغیرہم اصول اگرچہ کئی پشت اوپر کا ہو، پھر حقیقی بھائی، پھر سوتیلا بھائی، پھر حقیقی بھائی کا بیٹا، پھر سوتیلے بھائی کا بیٹا، پھر حقیقی چچا، پھر سوتیلا چچا، پھر حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے چچا کا بیٹا، پھر باپ کا حقیقی چچا، پھر سوتیلا چچا، پھر باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے چچا کا بیٹا، پھر دادا کا حقیقی چچا، پھر سوتیلا چچا، پھر دادا کے حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے چچا کا بیٹا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اُس خاندان میں سب سے زیادہ قریب کا رشتہ دار جو مرد ہو، وہ ولی ہے اگر بیٹا نہ ہو تو جو حکم بیٹے کا ہے وہی پوتے کا ہے، وہ نہ ہو تو پرپوتے کا اور عصبہ کے ولی ہونے میں اُس کا آزاد ہونا شرط ہے اگر غلام ہے تو اس کو ولایت نہیں بلکہ اس صورت میں ولی وہ ہوگا جو اُس کے بعد ولی ہوسکتا ہے۔

کسی پاگل عورت کے باپ اور بیٹا یا دادا اور بیٹا ہیں تو بیٹا ولی ہے باپ اور دادا نہیں مگر اس عورت کا نکاح کرنا چاہیں تو بہتر یہ ہے کہ باپ اس کے بیٹے (یعنی اپنے نواسے) کو نکاح کردینے کا حکم کردے۔

عصبہ نہ ہوں تو ماں ولی ہے، پھر دادی، پھر نانی، پھر بیٹی، پھر پوتی، پھر نواسی، پھر پرپوتی، پھر نواسی کی بیٹی، پھر نانا، پھر حقیقی بہن، پھر سوتیلی بہن، پھر اخیافی بھائی بہن یہ دونوں ایک درجے کے ہیں، ان کے بعد بہن وغیرہا کی اولاد اسی ترتیب سے پھر پھوپی، پھر ماموں، پھر خالہ، پھر چچازاد بہن، پھر اسی ترتیب سے ان کی اولاد۔

جب رشتہ دار موجود نہ ہوں تو ولی مولی الموالاۃ ہے یعنی وہ جس کے ہاتھ پر اس کا باپ مشرف باسلام ہوا اور یہ عہد کیا کہ اس کے بعد یہ اس کا وارث ہوگا یا دونوں نے ایک دوسرے کا وارث ہونا ٹھہرالیا ہو۔ (بہار شریعت، کتاب النکاح)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مذکورہ اولیاء کے بعد بادشاہِ اسلام ولی ہے پھر قاضی جب کہ سلطان کی طرف سے اسے نابالغوں کے نکاح کا اختیار دیا گیا ہو اور اگر اس کے متعلق یہ کام نہ ہو اور نکاح کردیا پھر سلطان کی طرف سے یہ خدمت بھی اسے سپرد ہوئی اور قاضی نے اس نکاح کو جائز کردیا تو جائز ہوگیا۔

قاضی نے اگر کسی نابالغہ لڑکی سے اپنا نکاح کرلیا تو یہ نکاح بغیر ولی کے ہوا یعنی اس صورت میں قاضی ولی نہیں۔ یونہی بادشاہ نے اگر ایسا کیا تو یہ بھی بے ولی کے نکاح ہوا اور اگر قاضی نے نابالغہ لڑکی کا نکاح اپنے باپ یا لڑکے سے کردیا تو یہ بھی جائز نہیں۔

قاضی کے بعد قاضی کا نائب ہے جب کہ بادشاہ اسلام نے قاضی کو یہ اختیار دیا ہو اور قاضی نے اس نائب کو اجازت دی ہو یا تمام امور میں اس کو نائب کیا ہو۔ وصی کو یہ اختیار نہیں کہ یتیم کا نکاح کردے اگرچہ اس یتیم کے باپ دادا نے یہ وصیت بھی کی ہو کہ میرے بعد تم اس کا نکاح کردینا، البتہ اگر وہ قریب کا رشتہ دار یا حاکم ہے تو کرسکتا ہے کہ اب وہ ولی بھی ہے۔ (درمختار، کتاب النکاح)

چھوٹی بچی کی شادی کی اباحت میں قرآن وسنت واجماع

عام علماء کرام اس کو جائز قرار دیتے ہیں، کہ شریعت میں شادی کے لیے بچی کی عمر کی تعیین نہیں کہ اس عمر سے قبل بچی کی شادی نہ کی جائے۔ اس کا ثبوت اللہ کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اہل علم کے اجماع میں ہے۔

1 اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اور تمہاری عورتوں میں سے وہ جو حیض سے ناامید ہوگئی ہوں، اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے، اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو)۔ (طلاق، ۴)

یہ آیت کریمہ اس مسئلہ پر واضح دلالت کرتی ہے جس میں ہم بحث کر رہے ہیں، اور اس آیت میں اس طلاق شدہ عورت کی عدت بیان ہوئی ہے جو ابھی بچی ہو اور اسے حیض آنا ہی شروع نہیں ہوا

امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اور وہ عورتیں جنہیں ابھی حیض نہیں آیا)۔ یعنی وہ چھوٹی عمر کی جنہیں ابھی حیض آیا ہی نہیں، تو ان کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ (تفسیر البغوی، ج ۴، ص ۵۲)

اور ابن قیم کہتے ہیں۔ اس عورت کی عدت جسے حیض نہیں آتا اس عورت کی دو قسمیں ہیں: ایک تو وہ چھوٹی عمر کی جسے ابھی حیض آیا ہی نہیں، اور دوسری وہ بڑی عمر کی عورت جو حیض سے ناامید ہو چکی ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان دونوں قسم کی عورتوں کی عدت بیان کرتے ہوئے فرمایا: (اور تمہاری عورتوں میں سے وہ جو حیض سے ناامید ہوگئی ہوں، اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے، اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو) یعنی ان کی عدت بھی اسی طرح ہے۔ (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد (5/595)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کی تو ان کی عمر ابھی چھ برس تھی، اور جب رخصتی ہوئی تو وہ نو برس کی تھیں، اور نو برس ہی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر (4840) صحیح مسلم حدیث نمبر (1422)

علماء کے صحیح قول کے مطابق اس چھوٹی عمر کی لڑکی کی شادی اس کا باپ کریگا باپ کے علاوہ کوئی اور ولی نہیں کر سکتا اور بالغ ہونے کے بعد یہ لڑکی اختیار کی مالک نہیں۔

عورت کی اجازت کے بغیر کوئی بھی عورت کی شادی نہیں کر سکتا، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، اور اگر وہ اسے ناپسند کرے تو اسے نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا، لیکن چھوٹی عمر کی کنواری بچی کو، اس کی شادی اس کا والد کریگا، اور اس کو اجازت کا حق نہیں۔ (مجموع الفتاوی (32/39)

باپ کے لئے عدم اجازت صغیرہ پر اجماع کا بیان

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ باپ اپنی چھوٹی عمر کی بچی کی شادی کر سکتا ہے اور اس میں اسے بچی سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے شادی کی تو ان کی عمر ابھی چھ یا سات برس تھی، ان کا نکاح ان کے والد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔

(الاستذکار (ج 16/49-50)

اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ چھوٹی بچی کا والد اس کی شادی کریگا اس پر اتفاق ہے بخلاف شاذ قول کے۔ کیونکہ اسی پر اتفاق ہے۔ (فتح الباری (ج ۹، ص ۲۳۹)

چھوٹی بچی کی رخصتی اور اس سے دخول کرنا

عقد نکاح کرنے سے یہ چیز لازم نہیں آتی، کیونکہ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ بعض اوقات بڑی عمر کی عورت کا نکاح ہوتا ہے لیکن اس سے اس کا دخول لازم نہیں آتا، اور اس کا پوری وضاحت سے بیان اس طرح ہو سکتا ہے کہ:

بعض اوقات عقد نکاح کے بعد اور دخول یعنی رخصتی سے قبل ہی طلاق ہو جاتی ہے، تو اس صورت میں اس کے کچھ احکام بھی ہیں اور یہ اپنے عموم کے اعتبار سے چھوٹی عمر کی بچی کو بھی شامل ہے اگر مہر مقرر کیا گیا ہے تو اسے نصف مہر ادا کرنا ہوگا، اور اس کی کوئی عدت نہیں ہوگی۔

نصف مہر کے متعلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:) اور اگر تم انہیں چھونے سے پہلے ہی طلاق دے دو اور تم نے ان کا مہر بھی مقرر کر دیا ہو تو مقرر کردہ مہر کا آدھا مہر دے دو، یہ اور بات ہے کہ وہ خود معاف کر دیں، یا وہ شخص جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ معاف کر دے (البقرۃ (237) اور دوسری عورت یعنی جس پر عدت نہیں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:) اے ایمان والو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں جسے تم شمار کرو، چنانچہ تم کچھ نہ کچھ انہیں دے دو اور بھلے طریقہ سے انہیں رخصت کر دو (الاحزاب (49)

اس بنا پر جس چھوٹی بچی کا نکاح ہو جائے تو اسے خاوند کے سپرد اس وقت نہیں کیا جائے گا جب تک وہ رخصتی اور مباشرت کے قابل نہیں ہو جاتی، اور اس میں اس کے بالغ ہونے کی شرط نہیں؛ بلکہ مباشرت کو برداشت کرنے کی طاقت ہونی چاہیے، اور اگر رخصتی ہونے کے بعد طلاق ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہوگی جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں علماء کے یہ اقوال ہیں جو کہ چھوٹی بچی سے استمتاع یا اس سے دخول کا گمان کرنے والے کار دہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "چھوٹی عمر کی لڑکی کی رخصتی اور اس سے دخول کا وقت یہ ہے کہ: اگر خاوند اور ولی کسی ایسی چیز پر متفق ہوئے ہوں جس میں چھوٹی بچی کو نقصان اور ضرر نہیں تو اس پر عمل کیا جائے گا، اور اگر ان میں اختلاف ہو تو امام احمد اور ابو عبید کہتے ہیں کہ نو برس کی بچی کو اس پر مجبور کیا جائے گا لیکن اس سے چھوٹی بچی کو نہیں۔

اور امام شافعی اور مالک اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ کہتے ہیں۔ اس کی حد جماع برداشت کرنے کی استطاعت ہے، اور یہ چیز عورتوں میں مختلف ہوتی ہے اس میں عمر کی قید نہیں لگائی جا سکتی، اور صحیح بھی یہی ہے، اور پھر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں عمر کی تحدید نہیں، اور نہ ہی اس میں منع کیا گیا ہے کہ اگر وہ اس عمر سے قبل استطاعت رکھتی ہو اس کی رخصتی نہیں کی جائے گی۔ اور نہ ہی اس کے لیے اجازت پائی جاتی ہی جو نو برس کی ہونے کے باوجود جماع کی استطاعت نہ رکھتی ہو۔ داؤدی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت بہتر جوان ہوئی تھیں۔ (شرح مسلم (9/206)

صاحب رائے عورت کی ولایت میں مذاہب اربعہ

احناف کے جب عورت بڑی عمر کی ہو جائے اور صاحب رائے بن جائے تو اس کے باپ کی ولایت ختم ہو جاتی ہے، اس طرح وہ جہاں پسند کرے جہاں اس کو کوئی خوف وخطرہ نہ ہو رہ سکتی ہے، اور ثیبہ عورت (مطلقہ یا بیوہ) کو اپنے ساتھ اسی صورت میں رکھا جا سکتا ہے جب امن نہ ہو اور خطرہ محسوس ہو تو پھر والد یا دادا اسے اپنے ساتھ رکھے کوئی اور نہیں، ابتدا میں یہی لکھا ہے۔

اور مالکی کہتے ہیں: عورت کے بارے میں یہ ہے کہ اس کی پرورش اور دیکھ بھال جاری رہے گی، حتی کہ شادی تک نفسی ولایت ہو گی اور جب خاوند کے پاس چلی جائے تو یہ ولایت ختم ہو گی۔

اور شافعیہ کے ہاں یہ ہے کہ: جب بچہ بالغ ہو جائے تو اس کی ولایت ختم ہو جاتی ہے چاہے وہ لڑکی ہو یا لڑکا۔

اور حنابلہ کے ہاں یہ ہے کہ: اگر لڑکی ہو تو وہ علیحدہ نہیں رہ سکتی اور اس کے والد کو اسے منع کرنے کا حق حاصل ہے، کیونکہ ایسی حالت میں خدشہ ہے کہ اس کے پاس کوئی ایسا شخص آ جائے جو اسے غلط راہ پر لگائے اور خراب کر دے، اور اس طرح اس لڑکی اور اس کے خاندان پر عار بن جائے، اور اگر اس لڑکی کا والد نہ ہو تو اس کے ولی اور خاندان والوں کے لیے اسے منع کرنے کا حق حاصل ہے

(الموسوعۃ الفقہیۃ (8/204-205)

اولاد کی مسئولیت وذمہ داری ختم ہونے کے وقت میں مذاہب اربعہ کے اقوال یہی ہیں، اور علماء کرام کا تقریباً اس پر اتفاق ہی ہے کہ لڑکی پر اس کے گھر والوں کی ذمہ داری جاری رہتی ہے چاہے وہ بالغ بھی ہو جائے، اور کچھ نے اس کی شادی ہونے پر ذمہ داری ختم ہونے کا کہا ہے، کیونکہ شادی ہونے کے بعد اس کا خاوند ذمہ دار موجود ہے، اور کچھ نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ امن والی جگہ میں ہو جہاں اس کو کوئی خطرہ نہ ہو۔

بَابُ: نِكَاحِ الصِّغَارِ يُزَوِّجُهُنَّ غَيْرُ الْآبَاءِ

یہ باب ہے کہ آباء کے علاوہ کسی دوسرے کا نابالغ بچوں کی شادی کرنا

1878- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ الصَّائِغُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ حِيْنَ هَلَكَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ تَرَكَ ابْنَةً لَهُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَزَوَّجَنِيْهَا خَالِيْ قُدَامَةُ وَهُوَ عَمُّهَا وَلَمْ يُشَاوِرْهَا وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا هَلَكَ اَبُوْهَا فَكَرِهَتْ نِكَاحَهُ وَاَحَبَّتِ الْجَارِيَةُ اَنْ يُزَوِّجَهَا الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ فَزَوَّجَهَا اِيَّاهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے پسماندگان میں ایک بیٹی چھوڑی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میرے ماموں حضرت قدامہ رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کے ساتھ میری شادی کرنا چاہی، وہ اس

1878. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

لڑکی کے چچا تھے انہوں نے لڑکی کے ساتھ اس بارے میں مشاورت نہیں کی اور انہوں نے یہ عمل اس بچی کے والد کے انتقال کے بعد کیا تو اس لڑکی کو یہ رشتہ پسند نہیں آیا اس کی یہ خواہش تھی کہ اس کی شادی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو تو اس (کے چچا) نے اس کی شادی انہی کے ساتھ کردی۔

بَابُ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ

یہ باب ولی کے بغیر نکاح نہ ہونے کے بیان میں ہے

ولایت نکاح کے فقہی مفہوم کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کا قول دوسرے پر نافذ ہو دوسرا چاہے یا نہ چاہے۔ ولی کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے، بچہ اور مجنون ولی نہیں ہوسکتا۔ مسلمان کے ولی کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے کہ کافر کو مسلمان پر کوئی اختیار نہیں، متقی ہونا شرط نہیں۔ فاسق بھی ولی ہوسکتا ہے۔ ولایت کے اسباب چار ہیں: قرابت ،ملک ،ولا ،امامت۔ (درمختار، کتاب النکاح بیروت)

ولی کے معنی ومفہوم کا بیان

ولی لغوی طور پر کارساز منتظم کو کہتے ہیں یعنی وہ شخص جو کسی کام کا منتظم ہو لیکن یہاں ولی سے مراد وہ شخص ہے جو کسی عورت کے نکاح کا متولی وذمہ دار ہوتا ہے، بایں طور کہ اس عورت کے نکاح کا اختیار اسے حاصل ہوتا ہے۔ اس موقع پر یہ بتادینا ضروری ہے کہ ولایت یعنی کسی کے ولی ہونے کا حق کن کن لوگوں کو حاصل ہے چنانچہ جاننا چاہئے کہ نکاح کے سلسلہ میں ولایت کے اختیار اس کے ان رشتہ دار کو حاصل ہوتے ہیں جو عصبہ بنفسہ ہوں اگر کئی عصبات بنفسہ ہوں تو ان میں مقدم وہ ہوگا جو وراثت میں مقدم ہو گویا اس بارے میں عصبات کی وہ ترتیب رہے گی جو وراثت میں ہوتی ہے اگر عصبات بنفسہ میں کوئی نہ ہو تو ماں کو ولایت حاصل ہوگی پھر دادی کو (قنیہ میں اس کے برعکس ترتیب مذکور ہے) پھر بیٹی کو پھر پوتی کو پھر نواسی کو پھر پوتے کی بیٹی کو اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو پھر نانا کو ولایت حاصل ہوگی پھر حقیقی بہن کو پھر سوتیلی بہن کو پھر ماں کی اولاد کو (خواہ مرد یا عورت ہوں) پھر اسی ترتیب کے مطابق ان کی اولاد کو اور اگر ان میں سے کوئی بھی نہ ہو تو پھر ذوی الارحام کو حاصل ہوگی ذوی الارحام میں سب سے پہلے پھوپھیاں ولی ہوں گی ان کے بعد ماموں ان کے بعد خالائیں ان کے بعد چچا کی بیٹیاں اور ان کے بعد اسی ترتیب کے مطابق ان کی اولاد اور اگر ان میں سے کوئی بھی نہ ہو تو حق ولایت مولی الموالات کو حاصل ہوگا۔

اگر مولی الموالات بھی نہ ہو تو پھر بادشاہ وقت ولی ہوگا بشرطیکہ وہ مسلمان ہو اس کے بعد بادشاہ وقت کا کوئی نائب مثلاً قاضی بھی ولی ہوسکتا ہے بشرطیکہ بادشاہ کی طرف سے اس کو یہ اختیار دیا گیا ہو اس کے بعد قاضی کے نائبوں کو حق ولایت حاصل ہوگا بشرطیکہ اپنا نائب بنانے کی اجازت واختیار قاضی کو حاصل ہو اگر قاضی کو یہ اجازت حاصل نہیں ہوگی تو پھر اس کا کوئی بھی نائب ولی نہیں ہوسکے گا۔ ولایت کا حق حاصل ہونے کے لئے آزاد ہونا عاقل ہونا بالغ ہونا اور مسلمان ہونا شرط ہے لہذا کوئی غلام کسی کا ولی نہیں ہوسکتا کوئی نابالغ کسی کا ولی نہیں ہوسکتا، کوئی دیوانہ کسی کا ولی نہیں ہوسکتا اور پاگل کسی کا ولی نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ولی ہوسکتا

ہے، اسی طرح کوئی مسلمان بھی کسی کافر کا ولی نہیں ہو سکتا البتہ یہ کہ عام سبب پایا جائے جیسے کوئی مسلمان کسی کافرہ لونڈی کا آقا ہو یا مسلمان بادشاہ یا بادشاہ کا نائب ہو تو اس صورت میں مسلمان کافر کا ولی ہو سکتا ہے۔

1879- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ لَمْ يُنْكِحْهَا الْوَلِيُّ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَاِنْ اَصَابَهَا فَلَهَا مَهْرُهَا بِمَا اَصَابَ مِنْهَا فَاِنِ اشْتَجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جس عورت کا نکاح اس کا ولی نہیں کرواتا' تو اس عورت کا نکاح باطل ہوتا ہے اس عورت کا نکاح باطل ہوتا ہے اس عورت کا نکاح باطل ہوتا ہے۔ اگر اس عورت کے ساتھ اس کے شوہر نے صحبت کر لی ہو' تو اس کے شوہر نے جو صحبت کی ہے اس کی وجہ سے اس عورت کو مہر ملے گا لیکن اگر اس کے سرپرستوں کے درمیان اختلاف ہو جائے' تو جس کا کوئی ولی نہ ہو' تو اس کا ولی حاکم وقت ہوتا ہے۔

1880- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَجَّاجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ وَفِيْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ وَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا''۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ الفاظ اضافی ہیں۔

''جس کا کوئی ولی نہ ہو' سلطان اس کا ولی ہوتا ہے''۔

1881- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا''۔

1882- حَدَّثَنَا جَمِيْلُ بْنُ الْحَسَنِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ الْعُقَيْلِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزَوِّجُ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ وَلَا تُزَوِّجُ

1879: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2083' ورقم الحدیث: 2084' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1102

1881: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2085' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1101

1882: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَإِنَّ الزَّانِيَةَ هِيَ الَّتِي تُزَوِّجُ نَفْسَهَا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی عورت کسی دوسرے کی شادی نہیں کرواسکتی' کوئی عورت اپنی شادی خود نہیں کرواسکتی' چونکہ زناء کرنے والی عورت اپنی شادی خود کرواتی ہے''۔

شرح

آزاد عاقل اور بالغ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی کے ساتھ منعقد ہو جاتا ہے' اگرچہ ولی نے اسے منعقد نہ کروایا ہو خواہ وہ لڑکی باکرہ ہو یا ثیبہ ہو' یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے اور ظاہر الروایت کے مطابق امام ابویوسف بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام ابویوسف سے یہ روایت بھی منقول ہے: نکاح صرف ولی کی موجودگی میں منعقد ہوگا۔ امام محمد کے نزدیک وہ منعقد ہو جائے گا (لیکن ولی کے اجازت دینے پر) موقوف ہوگا۔ امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں: خواتین کی عبارت کے ذریعے نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا' کیونکہ نکاح سے مراد اس کے مخصوص مقاصد ہوتے ہیں اور یہ معاملہ ان خواتین کے سپرد کرنے کے نتیجے میں' ان مقاصد میں خلل لازم آتا ہے۔ امام محمد یہ فرماتے ہیں: وہ خلل' ولی کے اجازت دینے سے ختم ہو جاتا ہے۔ (ایسے نکاح کو) جائز قرار دینے کی وجہ یہ ہے: اس عورت نے خالص اپنے حق میں تصرف کیا ہے اور وہ اس کی اہل بھی ہے' کیونکہ وہ عاقل ہے اور سمجھدار ہے' یہی وجہ ہے: اسے اپنے مال میں بھی تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہے اور اسے شوہر منتخب کرنے کا بھی اختیار حاصل ہے۔ ولی کے ذریعے شادی کرنے کا مطالبہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ اسے بے شرمی کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔ پھر ظاہر الروایت میں یہ بھی منقول ہے: اس بارے میں کفو اور غیر کفو کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے' تاہم غیر کفو کے بارے میں اعتراض کرنے کا حق' ولی کو حاصل ہوگا۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف سے یہ روایت بھی منقول ہے: غیر کفو میں ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا' کیونکہ کتنے ہی ایسے واقعات ہیں جو مشہور نہیں ہو پاتے (یا جو عدالت تک نہیں پہنچ پاتے)۔ یہ بھی روایت کیا گیا ہے: امام محمد نے ان دونوں حضرات کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

انعقاد نکاح کی ولایت میں فقہاء تابعین کے مذاہب

امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے، باطل ہے، پھر اگر خاوند نے اس سے جماع کیا تو اس پر مہر واجب ہو جائے گا کیونکہ مرد نے اس کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھایا اگر ان کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے تو بادشاہ وقت اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی (وارث) نہ ہو۔ یہ حدیث حسن ہے۔

یحییٰ بن سعید انصاری، یحییٰ بن ایوب، سفیان ثوری اور کئی حفاظ حدیث ابن جریج سے اسی کے مثل روایت کرتے ہیں۔ ابوموسیٰ کی حدیث میں اختلاف ہے اسرائیل، شریک بن عبداللہ، ابوعوانہ، زہیر بن معاویہ، اور قیس بن ربیع، ابواسحاق سے وہ ابوبردہ سے وہ

ابو موسیٰ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔

ابو بردہ سے وہ ابو موسیٰ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت کرتے ہیں اور اس میں ابو اسحاق کا ذکر نہیں کرتے۔ یہ حدیث یونس بن ابو اسحاق سے بھی ابو بردہ کے حوالے سے مرفوعا مروی ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث روایت کرتے ہیں۔ سفیان کے بعض ساتھی بھی سفیان سے وہ ابو اسحاق سے وہ ابو بردہ سے اور وہ ابو موسیٰ سے روایت کرتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے میرے نزدیک ابو اسحاق کی ابو بردہ سے اور ان کی ابو موسیٰ کے حوالے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی حدیث کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا زیادہ صحیح ہے۔

اس لیے کہ ان تمام راویوں کا جو ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں ابو اسحاق سے حدیث سننا مختلف اوقات میں تھا اگرچہ سفیان اور شعبہ ان سب سے زیادہ اثبت اور احفظ ہیں۔ پس ان راویوں کی روایت میرے نزدیک اصح و اشبہ ہے اس لیے کہ ثوری اور شعبہ دونوں نے یہ حدیث اس ابو اسحاق سے ایک ہی وقت میں سنی ہے۔

جس کی دلیل یہ ہے کہ محمود بن غیلان ابوداؤد سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے شعبہ نے کہا میں نے سفیان ثوری کو ابو اسحاق سے یہ پوچھتے ہوئے سنا کہ کیا آپ نے ابو بردہ سے یہ حدیث سنی ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں پس یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں نے یہ حدیث ایک ہی وقت میں سنی جب کہ دوسرے راویوں نے مختلف اوقات میں سنی پھر اسرائیل ابو اسحاق کی روایتوں کو اچھی طرح یاد رکھنے والے ہیں۔ محمد بن مثنی، عبدالرحمن بن مہدی کے حوالے سے کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا ثوری کی جو احادیث مجھ سے چھوٹ گئی ہیں وہ اسرائیل واہی پر بھروسہ کرنے کی وجہ سے چھوٹی ہیں کیونکہ انہیں اچھی طرح یاد رکھتے تھے پھر حضرت عائشہ کی حدیث کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ حسن ہے۔

اس حدیث کو ابن جریج سلیمان بن موسیٰ سے وہ زہری سے وہ عروہ سے وہ عائشہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں پھر حجاج بن ارطاۃ اور جعفر بن ربیعہ بھی زہری سے وہ عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ سے اسی کے مثل مرفوعا روایت کرتے ہیں ہشام بھی اپنے والد سے وہ حضرت عائشہ اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں بعض محدثین زہری کی بحوالہ عائشہ، عروہ سے مروی حدیث میں کلام کرتے ہیں۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے ملاقات کی اور اسی حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے یہ حدیث روایت نہیں کی۔ لہٰذا اسی وجہ سے اس حدیث کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن معین کے بارے میں مذکور ہے کہ انہوں نے کہا کہ حدیث کے یہ الفاظ صرف اسماعیل بن ابراہیم ہی ابن جریج سے روایت کرتے ہیں۔

اور ان کا ابن جریج سے سماع قوی نہیں ہے ان کے نزدیک بھی یہ ضعیف ہیں۔ اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں پر بعض صحابہ کرام کا عمل ہے جن میں عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، ابو ہریرہ شامل ہیں۔ بعض فقہاء تابعین سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ سعید بن مسیب، حسن بصری، شریح، ابراہیم نخعی عمر بن عبدالعزیز، وغیرھم ان تابعین میں شامل ہیں سفیان ثوری، اوزاعی، مالک، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد، اور اسحاق کا یہی قول

ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۱۰۲)

اجازت ولی کے بغیر نکاح میں مذاہب اربعہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث ۳۰۸)

حنفیہ کے نزدیک اس حدیث کا تعلق نابالغہ اور غیر عاقلہ سے ہے یعنی کمسن لڑکی اور دیوانی کا نکاح اس کے ولی کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا جب کہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد نے حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ نکاح اسی وقت صحیح ہوتا ہے جب کہ ولی عقد کرے اور عورتوں کی عبارت کے ساتھ نکاح منعقد نہیں ہوتا عورت خواہ اصیلہ ہو یا وکیلہ ہو۔

علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو نابالغہ اور غیر عاقلہ پر محمول نہ ماننے بلکہ رکھنے کی صورت میں) جمہور علماء نے نفی صحت پر اور امام ابوحنیفہ نے نفی کمال پر محمول کیا ہے۔

اور حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت نے اپنا نکاح اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کیا تو اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، پھر اگر شوہر نے اس کے ساتھ مجامعت کی تو وہ مہر کی حق دار ہوگی کیونکہ شوہر نے اس کی شرم گاہ سے فائدہ اٹھایا ہے اور اگر کسی عورت کے ولی باہم اختلاف کریں تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی بادشاہ ہے (احمد ترمذی)

اس کا نکاح باطل ہے، یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرما کر گویا ولی کی اجازت کے بغیر ہونے والے نکاح پر متنبہ کیا اور اس بات کی تاکید فرمائی کہ نکاح کے معاملہ میں ولی کی اجازت و مرضی کو بنیادی درجہ حاصل ہونا چاہئے، اس طرح یہ حدیث اور اسی مضمون کی دوسری حدیثیں ارشاد گرامی (الایم احق بنفسها من ولیها) (ایم کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کا حکم حاصل نہ کرلیا جائے) کے معارض و برعکس ہیں اسلئے حنفیہ کی طرف سے اس حدیث کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر کفو سے نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے یا یہ کہ جو کمسن لڑکی یا لونڈی اور یا مکاتبہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے گی تو اس کا نکاح باطل ہوگا۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ یہ حدیث اور اس سے پہلے کی حدیث یہ دونوں فنی طور پر اس درجہ کی نہیں ہیں کہ انہیں کسی مسلک کے خلاف بطور دلیل اختیار کیا جاسکے کیونکہ ان دونوں حدیثوں کے صحیح ہونے میں محدثین نے کلام کیا ہے۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی عورت کے ولی آپس میں اختلاف و نزاع کرتے ہیں اور کسی فیصلہ پر متفق نہیں ہو پاتے تو وہ سب کالعدم ہو جاتے ہیں اور اس صورت میں ولایت کا حق بادشاہ وقت کو حاصل ہوتا ہے ورنہ تو یہ معلوم ہی ہے کہ ولی کی موجودگی میں بادشاہ کو ولایت کا حق حاصل نہیں ہوتا۔

بیوہ، بالغہ کے نکاح میں رضامندی کا حکم شرعی

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایم (یعنی بیوہ بالغہ) کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی

اجازت حاصل نہ کر لی جائے اسی طرح کنواری عورت (یعنی کنواری بالغہ) کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کنواری عورت کی اجازت کیسے حاصل ہوگی (کیونکہ کنواری عورت تو بہت شرم و حیا کرتی ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہ وہ چپکی رہے یعنی کوئی کنواری عورت اپنے نکاح کی اجازت مانگے جانے پر اگر بسبب شرم و حیا زبان سے ہاں نہ کرے بلکہ خاموش رہے تو اس کی یہ خاموشی بھی اس کی اجازت سمجھی جائے گی۔ (بخاری ومسلم)

ایم اس عورت کو کہتے ہیں جس کا خاوند نہ ہو خواہ وہ باکرہ ہو (پہلے کبھی اس کی شادی نہ ہوئی ہو) خواہ ثیب ہو کہ پہلے اس کی شادی ہو چکی ہو اور پھر یا تو اس کا خاوند مر گیا ہو یا اس نے طلاق دے دی ہو) لیکن یہاں ایم سے مراد ثیب بالغہ ہے یعنی وہ عورت جو بالغہ ہو اور اس کا پہلا شوہر یا تو مر گیا ہو یا اس نے طلاق دے دی ہو۔

عورت سے اس کے نکاح کی اجازت حاصل کرنے کے سلسلے میں حدیث نے باکرہ کنواری اور ثیب بیوہ کا ذکر اس فرق کے ساتھ کیا ہے کہ ثیب کے بارے میں تو یہ فرمایا گیا کہ جب تک اس کا حکم حاصل نہ کر لیا جائے اور باکرہ کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کہ جب تک کہ اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے لہٰذا حکم اور اجازت کا یہ فرق اس لئے ظاہر کیا گیا ہے کہ ثیب یعنی بیوہ عورت اپنے نکاح کے سلسلہ میں زیادہ شرم و حیا نہیں کرتی بلکہ وہ خود کھلے الفاظ میں اپنے نکاح کا حکم کرتی ہے یا کم سے کم صریح اشارات کے ذریعہ اپنی خواہش کا از خود اظہار کر دیتی ہے اور اس بارے میں کوئی خاص جھجک نہیں ہوتی اس کے برخلاف باکرہ یعنی کنواری عورت چونکہ بہت زیادہ شرم و حیا کرتی ہے اس لئے وہ نہ تو کھلے الفاظ میں اپنے نکاح کا حکم کرتی ہے اور نہ صریح اشارات کے ذریعہ ہی اپنی خواہش کا اظہار کرتی ہے ہاں جب اس کے نکاح کی اجازت اس سے لی جائے تو وہ اپنی رضامندی و اجازت دیتی ہے بلکہ زیادہ تر تو یہ ہوتا ہے کہ طلب اجازت کے وقت وہ زبان سے اجازت دینا بھی شرم کے خلاف سمجھتی ہے اور اپنی خاموشی و سکوت کے ذریعہ ہی اپنی رضامندی کا اظہار کر دیتی ہے۔

اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے حکم یا اجازت کے بغیر نکاح جائز نہیں ہوتا لیکن فقہاء کے یہاں اس بارے میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ تمام عورتوں کی چار قسمیں ہیں اول ثیب بالغہ یعنی وہ بیوہ عورت جو بالغ ہو ایسی عورت کے بارے متفقہ طور پر تمام علماء کا قول یہ ہے کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرنا جائز نہیں ہے بشرطیکہ وہ عاقلہ ہو یعنی دیوانی نہ ہو اگر عاقلہ نہ ہوگی تو ولی کی اجازت سے اس کا نکاح ہو جائے گا۔

دوم باکرہ صغیرہ یعنی وہ کنواری لڑکی جو نابالغ ہو، اس کے بارے میں بھی تمام علماء کا متفقہ طور پر یہ قول ہے کہ اس کے نکاح کے لئے اس کی اجازت کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا ولی اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے۔

سوم ثیب صغیرہ یعنی وہ بیوہ جو بالغ نہ ہو اس کے بارے میں حنفی علماء کا تو یہ قول ہے کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر ہو سکتا ہے لیکن شافعی علماء کہتے ہیں کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔

باکرہ بالغہ کی اجازت نکاح میں فقہ شافعی و حنفی کا بیان

چہارم باکرہ بالغہ یعنی وہ کنواری جو بالغہ ہو، اس کے بارے میں حنفی علماء تو یہ کہتے ہیں کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر

جائز نہیں لیکن شافعی علماء کے نزدیک جائز ہے۔
گویا تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ حنفی علماء کے نزدیک ولایت کا مدار صغر پر ہے یعنی ان کے نزدیک ولی کو عورت کی اجازت کے بغیر نکاح کر دینے کا حق اسی صورت میں حاصل ہوگا جب کہ وہ کمسن یعنی نابالغ ہو خواہ وہ باکرہ کنواری ہو یا ثیب بیوہ ہو جب کہ شافعی علماء کے نزدیک ولایت کا مدار بکارت پر ہے یعنی ان کے نزدیک ولی کو عورت کی اجازت کے بغیر نکاح کر دینے کا حق اس صورت میں حاصل ہوگا جب کہ وہ باکرہ ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ ہو۔ لہٰذا یہ حدیث حنفیہ کے نزدیک بالغہ پر محمول ہے خواہ وہ ثیب ہو یا باکرہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی حدیث (ولا تنكح البكر حتى تستاذن) (کنواری عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے) شوافع کے قول کے خلاف ایک واضح دلیل ہے۔

بَابُ: النَّهْيِ عَنِ الشِّغَارِ

یہ باب شغار کی ممانعت کے بیان میں ہے

1883- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ اَنْ يَّقُوْلَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ زَوِّجْنِي ابْنَتَكَ اَوْ اُخْتَكَ عَلٰى اَنْ اُزَوِّجَكَ ابْنَتِيْ اَوْ اُخْتِيْ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ

◄► حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع کیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: شغار کا مطلب یہ ہے: کوئی شخص اپنی بیٹی کی شادی اس شرط پر دوسرے کے ساتھ کرے کہ دوسرا شخص بھی اپنی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کر دے گا اور ان دونوں لڑکیوں کا کوئی مہر نہیں ہوگا۔

1884- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ وَّاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشِّغَارِ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع کیا ہے۔

1885- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ اَنْبَاَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنْبَاَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا شِغَارَ فِي الْاِسْلَامِ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "اسلام میں شغار کی کوئی گنجائش نہیں ہے"۔

1883: اخرجه البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5112 'اخرجه مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3450 'اخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2074 'اخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1124 'اخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3337

1884: اخرجه مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3454 'اخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3338

1885: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجه منفرد ہیں۔

شرح

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع کیا ہے اور شغار یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے آدمی سے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کر دے کہ اس دوسرے شخص کو اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کرنا ہوگا اور دونوں میں مہر کچھ نہ ہو (بخاری ومسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام میں شغار جائز نہیں ہے۔

(مشکوۃ المصابیح جلد سوم رقم الحدیث 362)

شغار دو آدمیوں کے درمیان ایک دوسرے کی بیٹی سے نکاح کرنے کی ایک خاص صورت کا نام ہے جیسے کہ زید بکر سے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح زید سے کر دے گا۔ اور ان دونوں کے نکاح میں مہر کچھ بھی متعین نہ ہو بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک دوسرے کی بیٹی کا تبادلہ ہی گویا مہر ہو اس طرح کا نکاح زمانہ جاہلیت میں لوگ کیا کرتے تھے مگر اسلام نے اس سے منع کر دیا ہے۔

اس بارے میں فقہی اختلاف یہ ہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں تو اس طرح کا نکاح سرے سے صحیح ہی نہیں ہوتا جبکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح سے نکاح کرے تو وہ نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مثل دینا لازم ہوگا لیکن حکم یہ ہے کہ اس طرح کے نکاح سے اجتناب کرنا چاہئے۔

نکاح شغار کے مہر میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر تمام اہل علم کا عمل ہے کہ نکاح شغار جائز نہیں شغار اسے کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنی بہن یا بیٹی کو بغیر مہر مقرر کیے کسی کے نکاح میں اس شرط پر دیدے کہ وہ بھی اپنی بہن یا بیٹی اس کے نکاح میں دے۔ اس میں مہر مقرر نہیں ہوتا بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ اگر اس پر مہر بھی مقرر کر دیا جائے تب بھی یہ حلال نہیں اور یہ نکاح باطل ہو جائے گا۔ امام شافعی، احمد، اور اسحاق کا یہ قول ہے۔ عطاء بن ابی رباح سے منقول ہے کہ ان کا نکاح برقرار رکھا جائے اور مہر مثل مقرر کر دیا جائے۔ اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی، ج ۱، رقم الحدیث، ۱۱۳۶)

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع کیا ہے اور شغار یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے آدمی سے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کر دے کہ اس دوسرے شخص کو اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کرنا ہوگا اور دونوں میں مہر کچھ نہ ہو (بخاری ومسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام میں شغار جائز نہیں ہے۔

(مشکوۃ المصابیح جلد سوم رقم الحدیث 362)

شغار دو آدمیوں کے درمیان ایک دوسرے کی بیٹی سے نکاح کرنے کی ایک خاص صورت کا نام ہے جیسے کہ زید بکر سے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح زید سے کر دے گا۔ اور ان دونوں کے نکاح میں مہر کچھ بھی متعین نہ ہو بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک دوسرے کی بیٹی کا تبادلہ ہی گویا مہر ہو اس طرح کا نکاح زمانہ جاہلیت میں لوگ کیا کرتے تھے مگر اسلام نے اس سے

منع کر دیا ہے۔

اس بارے میں فقہی اختلاف یہ ہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں تو اس طرح کا نکاح سرے سے صحیح ہی نہیں ہوتا جبکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح سے نکاح کرے تو وہ نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مثل دینا لازم ہوگا لیکن حکم یہ ہے کہ اس طرح کے نکاح سے اجتناب کرنا چاہئے۔

فقہ مالکی کے مطابق نکاح شغار کا حکم یہ ہے۔ اور جب نکاح شغار یعنی وٹہ سٹہ کے نکاح کا نام دیا جاتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار یعنی وٹہ سٹہ کے نکاح سے منع فرمایا۔

صحیح بخاری رقم الحدیث (5112) صحیح مسلم رقم الحدیث (1415)

اور "المدونۃ" میں درج ہے: "یہ بتائیں کہ اگر کسی نے کہا: اپنی بیٹی کی میرے ساتھ ایک سو دینار میں شادی کر دو، اس شرط پر کہ میں اپنی بیٹی کی تیرے ساتھ سو دینار میں شادی کر دونگا؟

تو امام مالک رحمہ اللہ نے اس کو ناپسند اور مکروہ جانا، اور اسے نکاح شغار یعنی وٹہ سٹہ کا ایک طریقہ خیال کیا۔ اور اس کی دلیل ابو داؤد وغیرہ کی درج ذیل حدیث بھی ہے جو عبدالرحمن بن ہرمز سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ عباس بن عبداللہ بن عباس سے عبدالرحمن بن حکم نے اپنی بیٹی کی شادی کی، اور انہوں نے عبدالرحمن بن حکم سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی، اور دونوں نے مہر بھی رکھا، تو معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مروان بن حکم کو خط لکھا جس میں انہوں نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی اور جدائی کا حکم دیا، اور اپنے خط میں لکھا۔ یہ وہ شغار یعنی وٹہ سٹہ ہے جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث (2075)، المدونۃ (2/98)

بَابُ: صَدَاقِ النِّسَآءِ

یہ باب خواتین کے مہر کے بیان میں ہے

حق مہر کی تعریف کا بیان

علامہ عبدالرحمن جزیری لکھتے ہیں: اصطلاح فقہ میں مہر اس مال کو کہتے ہیں جو عقد نکاح کے بعد عورت سے نفع حاصل کرنے کے بدلے دیا جاتا ہے۔ جبکہ بعض فقہاء نے کہا ہے مہر وہ ہے جو ملک بضع کے بدلے میں بیوی کو دیا جاتا ہے۔ البتہ اس کے مال ہونے میں مختلف حیثیت ہے۔

فقہاء شوافع نے لکھا ہے کہ مہر وہ مال ہے جو نکاح سے یا مباشرت سے یا خاوند سے حقوق زوجیت سے جبری طور پر محروم کئے جانے یا خلع کے سبب جھوٹی (گواہی) سے واجب ہو جاتا ہے۔ (مذاہب اربعہ، ج ۵، ص ۱۲۲، اوقاف پنجاب)

قرآن کے مطابق حکم مہر کا بیان

(۱) فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ

الْفَرِيْضَةِ ، إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا . (النساء، ۲۴)

جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو، ان کے مہر مقرر شدہ انھیں دو اور قرار داد کے بعد تمھارے آپس میں جو رضا مندی ہو جائے، اس میں کچھ گناہ نہیں۔ بیشک اللہ (عزوجل) علم وحکمت والا ہے۔

(۲) وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا . (النساء، ۴)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ خوشی دل سے اس میں سے کچھ تمھیں دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔

(۳) لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِیْضَةً وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ . (البقرہ، ۲۳۶)

تم پر کچھ مطالبہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو، جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا مہر نہ مقرر کیا ہو اور ان کو کچھ برتنے کو دو، مالدار پر اس کے لائق اور تنگ دست پر اس کے لائق حسب دستور برتنے کی چیز واجب ہے، بھلائی والوں پر۔

(۴) وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ . (البقرہ، ۲۳۷)

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدی اور ان کے لیے مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا مقرر کیا اس کا نصف واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں معاف کر دیں یا وہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ اور اے مردو! تمھارا زیادہ دینا پرہیز گاری سے زیادہ نزدیک ہے اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو، بے شک اللہ (عزوجل) تمھارے کام دیکھ رہا ہے۔

مہر اور اس کی مقدار کا بیان

مہر حقوق زوجیت حاصل ہونے کے اس معاوضہ کو کہتے ہیں جو عورت کو اس کے شوہر کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ مہر کے نہ دینے کی نیت نہ ہونا نکاح کے صحیح ہونے کی ایک شرط ہے یعنی اگر کوئی شخص نکاح کے وقت یہ نیت کرلے کہ مہر دیا ہی نہ جائے گا تو اس کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔ نکاح کے وقت مہر کا ذکر کرنا نکاح صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے اگر مہر کا ذکر نہ کیا جائے تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور شوہر پر مہر مثل واجب ہوگا۔ مہر کی مقدار: نہ تو شریعت نے مہر کے لئے کسی خاص مقدار کو متعین کر کے اسے واجب قرار دیا ہے اور نہ اس کی زیادہ سے زیادہ کوئی حد مقرر کی گئی ہے بلکہ اسے شوہر کی حیثیت واستطاعت پر موقوف رکھا ہے کہ جو شخص جس قدر مہر دینے کی استطاعت رکھتا ہو اسی قدر مقرر کرے البتہ مہر کی کم سے کم ایک حد ضرور مقرر کی گئی ہے تا کہ کوئی شخص اس سے کم مہر نہ باندھے، چنانچہ حنفیہ کے مسلک میں مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم (۶۲ ء **30** گرام چاندی) ہے اگر کسی شخص نے اتنا مہر باندھا جو دس درہم یعنی (۶۲ ء ۳۰ گرام چاندی) کی قیمت سے کم ہو تو مہر صحیح نہیں ہوگا۔

حضرت امام مالک کے نزدیک کم سے کم مہر کی آخری حد چوتھائی دینار ہے اور حضرت امام شافعی و حضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ جو بھی چیز ثمن یعنی قیمت ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اس کا مہر باندھنا جائز ہے۔ ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا مہر: ام

المؤمنین حضرت ام حبیبہ کے علاوہ تمام ازواج مطہرات اور حضرت فاطمہ کے علاوہ تمام صاحبزادیوں کا مہر پانچ سو درہم چاندی کی مقدار ۱۵۷۵ ماشہ یعنی ایک کلو ۵۳۰ گرام ہوتی ہے۔ آجکل کے نرخ کے مطابق ایک کلو ۵۳۰ گرام چاندی کی قیمت تقریبا ۹۱۸ روپے ہوتی ہے۔ ام المؤمنین ام حبیبہ کا مہر چار ہزار درہم یا چار سو دینار تھا، چار ہزار درہم بارہ ہزار چھ سو ماشہ یعنی بارہ کلو ۲۴۷ گرام چاندی کے بقدر ہوتے ہیں اور چاندی کے موجودہ نرخ کے مطابق اس کی قیمت سات ہزار تین سو اڑتالیس (۷۳۴۸) روپیہ ہوتی ہے۔ حضرت فاطمہ زہراء کا مہر چار سو مثقال نقرہ تھا، چار سو مثقال اٹھارہ سو ماشہ یعنی ایک کلو ۷۰۰ گرام چاندی کے بقدر ہوتے ہیں اور چاندی کے موجودہ نرخ کے مطابق اس کی قیمت ایک ہزار پچاس روپیہ ہوتی ہے۔ اس قدر چاندی کے ساتھ روپے کی یہ مطابقت آج کل کے دور میں درست نہیں ہے کیونکہ پاکستان میں روپے کی قیمت بہت زیادہ گر چکی ہے۔ ہاں ہر زمانے میں چاندی کی قیمت معلوم کر کے روپے کی تعیین کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

1886 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ اَنْبَانَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ كَمْ كَانَ صَدَاقُ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ صَدَاقُهُ فِيْ اَزْوَاجِهِ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اُوْقِيَّةً وَنَشًّا هَلْ تَدْرِيْ مَا النَّشُّ هُوَ نِصْفُ اُوْقِيَّةٍ وَّذٰلِكَ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر کتنا تھا؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کو 12 اوقیہ اور "نش" ادائیگی کرتے تھے کیا تم جانتے ہو "نش" سے مراد کیا ہے؟ یہ نصف اوقیہ ہوتا ہے اور یہ رقم (مجموعی طور پر) 500 درہم بنتی ہے۔

بغیر طے کردہ حق مہر میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت علقمہ حضرت بن مسعود کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ ان سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کا کچھ مہر مقرر نہیں کیا اور پھر اس نے ابھی دخول نہیں کیا تھا یعنی نہ تو اپنی بیوی کے ساتھ جماع کیا تھا اور نہ خلوت صحیحہ ہوئی تھی۔ کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابن مسعود نے ایک مہینہ تک اس مسئلہ پر غور وفکر کیا اور پھر اپنے اجتہاد کی بنیاد پر فرمایا کہ اس عورت کو وہ مہر ملے گا جو اس کے خاندان کی عورتوں کا ہے (یعنی اس شخص کی بیوہ کو مہر دیا جائے گا) نہ اس میں کوئی کمی ہوگی نہ زیادتی اور اس عورت پر شوہر کی وفات کی عدت بھی واجب ہوگی اور اس کو میراث بھی ملے گی۔ یہ سن کر حضرت معقل بن سنان اشجعی کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے خاندان کی ایک عورت بروع بنت واشق کے بارے میں یہی حکم دیا تھا جو اس وقت آپ نے بیان کیا ہے حضرت ابن مسعود یہ بات سنکر بہت خوش ہوئے۔

(ترمذی ابوداؤد نسائی دارمی) مشکوۃ المصابیح جلد سوم۔ رقم الحدیث **409**)

حضرت ابن مسعود کو اللہ تعالیٰ نے علم وفضل ذہانت وذکاوت اور دینی فہم وفراست کی دولت بڑی فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی تھی کسی بھی الجھے ہوئے مسئلے کو اپنی بے پناہ قوت اجتہاد کے ذریعہ اس طرح حل فرمادیتے تھے کہ وہ قرآن وحدیث کے بالکل مطابق

1886 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3474 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2105 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 3347

ہوتا انہوں نے اپنی قوت اجتہاد سے اس کا شرعی فیصلہ سنایا تو ایک صحابی حضرت معقل نے علی الاعلان یہ شہادت دی کہ حضرت ابن مسعود کا یہ فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے عین مطابق ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی قسم کے ایک معاملہ میں ایسا ہی فیصلہ صادر فرمایا تھا چنانچہ حضرت ابن مسعود نے اپنی اس بات پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار فرمایا کہ حق تعالیٰ نے میری رہبری فرمائی اور میرا یہ فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہوا۔

مذکورہ بالا مسئلہ میں حضرت علی اور صحابہ کی ایک جماعت کا یہ مسلک تھا کہ اس صورت میں عورت عدم دخول کی وجہ سے مہر کی حق دار نہیں ہوتی ہاں اس پر عدت واجب ہوتی ہے اور اسے شوہر کی میراث بھی ملتی ہے اس بارے میں حضرت امام شافعی کے دو قول ہیں ایک تو حضرت علی کے موافق ہے اور دوسرا قول حضرت ابن مسعود کے مطابق ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد کا مسلک وہی ہے جو حضرت ابن مسعود نے بیان کی ہے۔

مہر مثل کسے کہتے ہیں؟ مہر مثل عورت کے اس مہر کو کہتے ہیں جو اس کے باپ کے خاندان کی ان عورتوں کا ہو جو ان باتوں میں اس کے مثل ہوں عمر، جمال، زمانہ، عقل، دینداری، بکارت وثیوبت، علم وادب اور اخلاق وعادات۔

1887- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ ح و حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِی الْعَجْفَاءِ السُّلَمِيِّ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا تُغَالُوْا صَدَاقَ النِّسَاءِ فَاِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا اَوْ تَقْوًى عِنْدَ اللّٰهِ كَانَ اَوْلَاكُمْ وَاَحَقَّكُمْ بِهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَصْدَقَ امْرَاَةً مِنْ نِسَائِهِ وَلَا اُصْدِقَتِ امْرَاَةٌ مِنْ بَنَاتِهِ اَكْثَرَ مِنِ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اُوْقِيَّةً وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيُثْقِلُ صَدَقَةَ امْرَاَتِهِ حَتّٰى يَكُوْنَ لَهَا عَدَاوَةٌ فِي نَفْسِهِ وَيَقُوْلُ قَدْ كَلِفْتُ اِلَيْكِ عَلَقَ الْقِرْبَةِ اَوْ عَرَقَ الْقِرْبَةِ وَكُنْتُ رَجُلًا عَرَبِيًّا مَوْلِدًا مَا اَدْرِیْ مَا عَلَقُ الْقِرْبَةِ اَوْ عَرَقُ الْقِرْبَةِ

ابو عجفاء سلمی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا خواتین کے مہر کے بارے میں تم زیادتی نہ کرو کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت کا باعث ہوتا یا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقویٰ عزت کا باعث ہوتا' تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے زیادہ مستحق اور حق دار تھے (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ مہر ادا کرتے) حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے کسی ایک کو بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر نہیں دیا گیا بعض اوقات آدمی اپنی بیوی کا مہر زیادہ کر دیتا ہے' جس کے نتیجے میں اس کے دل میں اس عورت کے لیے نفرت آ جاتی ہے اور وہ یہ کہتا ہے تمہاری وجہ سے مجھے بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: روایت کے ایک لفظ کے بارے میں شک پایا جاتا ہے: میں ایک ایسا شخص ہوں جو روایتی عرب ہوں لیکن مجھے نہیں معلوم کہ روایت کے یہ الفاظ میں علق الرقبہ یا عرق القربہ سے مراد کیا ہے؟

1887: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2102 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1114 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3349

شرح

مہر کے عدم ذکر کی صورت مثلی مہر کا فقہی بیان

حضرت عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بھی اسی طرح کا ایک معاملہ آیا لوگ مہینہ بھر تک اختلاف کرتے رہے (اور کسی فیصلہ پر نہیں پہنچے) یا یہ کہا کہ مہینہ بھر میں کئی مرتبہ اختلاف کیا (بہت غور وفکر کے بعد) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اس معاملہ میں میری یہ رائے ہے کہ اس عورت کا مہر ثابت ہے جیسا کہ اس کی قوم کی عورتوں کا ہوا کرتا ہے نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ نیز یہ عورت میراث کی بھی مستحق ہوگی اور عدت بھی گزارے گی اگر میری رائے درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر اس میں مجھ سے کوئی بھول چوک ہوگئی ہے تو وہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس خطا سے بری ہیں پھر قبیلہ اشجع کے کئی لوگ کھڑے ہوئے جن میں جراح اور ابوسفیان بھی تھے یہ سب لوگ بولے اے ابن مسعود ہم گواہ ہیں کہ بروع بنت واشق کے معاملہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا تھا جیسا کہ تم نے فیصلہ کیا۔ بروع بنت واشق کے شوہر کا نام ہلال بن مرہ اشجعی تھا۔ عبداللہ بن عتبہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سن کر بیحد خوش ہوئے کہ ان کا فیصلہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق ہوگیا۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 351)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا تو فلاں عورت سے نکاح کرنے پر راضی ہے؟ اس نے کہا ہاں میں راضی ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے پوچھا کہ کیا تو فلاں شخص سے نکاح کرنے پر راضی ہے؟ اس نے کہا ہاں میں راضی ہوں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا نکاح کر دیا۔ پھر اس شخص نے اپنی بیوی سے صحبت کی لیکن اس کا مہر مقرر نہ کیا اور نہ اس کو کوئی چیز دی۔ وہ شخص جنگ حدیبیہ میں شریک تھا اور اس کا حصہ خیبر میں نکلتا تھا جب وہ شخص مرنے لگا تو اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نکاح فلاں عورت سے کیا تھا لیکن میں نے نہ اس کا مہر مقرر کیا اور نہ اس کو کوئی چیز دی اب میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس عورت کو اپنا وہ حصہ دیدیا ہے جو خیبر سے ملنے والا ہے چنانچہ اس عورت نے اس کا وہ حصہ لے کر ایک لاکھ درہم میں فروخت کیا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ شیخ عمر بن الخطاب نے آغاز حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین نکاح وہ ہے جو آسان ہو نیز اس کی روایت میں کہ رجل کی بجائے للرجل ہے پھر حسب سابق روایت بیان کی ابوداؤد کہتے ہیں کہ غالباً یہ روایت ملحق ہوگئی کیونکہ اصل بات اس کے علاوہ ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث ۳۵۲)

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اور اگر اس نے نکاح میں مہر کا ذکر ہی نہ ہوا یا مہر کی نفی کر دی کہ بلا مہر نکاح کیا تو نکاح ہو جائے گا اور اگر خلوت صحیحہ ہوگئی یا دونوں سے کوئی مر گیا تو مہر مثل واجب ہے بشرطیکہ بعد عقد آپس میں کوئی مہر طے نہ پا گیا ہو اور اگر طے ہو چکا تو وہی طے شدہ ہے۔ یونہی اگر قاضی نے مقرر کر دیا تو جو مقرر کر دیا وہ ہے اور ان دونوں صورتوں میں مہر جس چیز سے مؤکد ہوتا ہے، مؤکد ہو جائے گا۔

اور مؤکد نہ ہوا بلکہ خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق ہوگئی، تو ان دونوں صورتوں میں بھی ایک جوڑا کپڑا واجب ہے یعنی کرتہ، پاجامہ،

دوپٹا جس کی قیمت نصف مہر مثل سے زیادہ نہ ہو اور زیادہ ہو تو مہر مثل کا نصف دیا جائے اگر شوہر مالدار ہو اور ایسا جوڑا بھی نہ ہو جو پانچ درہم سے کم قیمت کا ہو اگر شوہر محتاج ہو اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو جوڑا اعلیٰ درجہ کا ہو اور دونوں محتاج ہوں تو معمولی اور ایک مالدار ہو ایک محتاج تو درمیانی۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب النکاح، باب مہر، ج ۲، ص ۷۰، امدادیہ لاہور)

دخول سے پہلے طلاق دینے میں سامان دینے کا بیان

اگر مرد عورت کو دخول سے پہلے طلاق دے دیتا ہے تو ایسی صورت میں عورت کو مال و متاع دے دیا جائے گا اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''تم انہیں کچھ ساز و سامان دے دو صاحب حیثیت شخص پر اس کی حیثیت کے مطابق لازم ہوگا''۔ پھر اس ساز و سامان کی ادائیگی واجب ہوگی تاکہ امر کے صیغے کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس میں امام مالک علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

قبل از دخول طلاق کی صورت میں عورتوں پر احسان کا بیان

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ. (البقرہ، ۲۳۶)

تم پر کچھ مطالبہ نہیں۔ اگر تم عورتوں کو طلاق دو جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا کوئی مہر مقرر کر لیا ہو اور ان کو کچھ برتنے کو دو۔ مقدور والے پر اس کے لائق اور تنگدست پر اس کے لائق حسب دستور کچھ برتنے کی چیز یہ واجب ہے بھلائی والوں پر۔
(کنز الایمان)

دخول سے قبل طلاق دینے پر مہر میں فقہی مذاہب

حافظ عماد الدین شافعی لکھتے ہیں: اے ایمان والو تم جب ایمان والی عورت سے نکاح کرلو پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہاری طرف سے کوئی عدت نہیں جو عدت وہ گزاریں تم انہیں کچھ مال اسباب دے دو اور حسن کردار سے چھوڑ دو،

سعید بن مسیب کا قول ہے کہ سورۃ احزاب کی یہ آیت سورۃ بقرہ کی آیت سے منسوخ ہو چکی ہے۔ حضرت سہل بن سعد اور ابواسید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیہ بنت شرجیل سے نکاح کیا جب وہ رخصت ہو کر آئیں اور آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو گویا اس نے برا مانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابواسید سے فرمایا اسے دو رنگین کپڑے دے کر رخصت کرو،

تیسرا قول یہ ہے کہ صرف اسی صورت میں بطور فائدہ کے اسباب و متاع کا دینا ضروری ہے جبکہ عورت کی وداع نہ ہوئی ہو اور مہر بھی مقرر نہ ہوا ہو اور اگر دخول ہو گیا ہو تو مہر مثل یعنی خاندان کے دستور کے مطابق دینا پڑے گا اگر مقرر نہ ہوا ہو اور اگر مقرر ہو چکا ہو اور رخصت سے پہلے طلاق دے دے تو آدھا مہر دینا پڑے گا اور اگر رخصتی بھی ہو چکی ہے تو پورا مہر دینا پڑے گا اور یہی متعہ کا عوض ہوگا۔ ہاں اس مصیبت زدہ عورت کے لئے متعہ ہے۔ جس سے نہ ملاپ ہوا نہ مہر مقرر ہوا اور طلاق مل گئی۔

حضرت ابن عمر اور مجاہد کا یہی قول ہے، گو بعض علماء اسی کو مستحب بتلاتے ہیں کہ ہر طلاق والی عورت کو کچھ نہ کچھ دے دینا چاہئے

ان کے سوا جو مہر مقرر کئے ہوئے نہ ہوں اور نہ خاوند بیوی کا میل ہوا ہو، یہی مطلب سورۃ احزاب کی اس آیت تخییر کا ہے جو اس سے پہلے اسی آیت کی تفسیر میں بیان ہو چکی ہے اور اسی لئے یہاں اس خاص صورت کے لئے فرمایا گیا ہے کہ امیر اپنی وسعت کے مطابق دیں اور غریب اپنی طاقت کے مطابق۔

حضرت شعبی سے سوال ہوتا ہے کہ یہ اسباب نہ دینے والا کیا گرفتار کیا جائے گا؟ تو آپ فرماتے ہیں اپنی طاقت کے برابر دے دے، اللہ کی قسم اس بارے میں کسی کو گرفتار نہیں کیا گیا اگر یہ واجب ہوتا تو قاضی لوگ ضرور ایسے شخص کو قید کر لیتے۔

امام احمد کا مسلک ہے کہ ہر قسم کی مطلقہ کے لئے یہ حق ہے اور یہ ہر ایک کے لئے واجب ہے یہی قول حضرت علی رضی اللہ عنہ، حسن بصری، سعید بن جبیر، ابوقلابہ زہری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے، اُن کی دلیل یہ آیت ہے:

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (البقرہ، 241:2)

اور طلاق یافتہ عورتوں کو بھی مناسب طریقے سے خرچہ دیا جائے یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے۔

يَاۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۔(الاحزاب، ۲۸)

اے غیب بتانے والے (نبی) اپنی بیبیوں سے فرمادے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں۔

جس عورت کے ساتھ بعد نکاح دخول یا خلوتِ صحیحہ ہوئی اس کو طلاق دی جائے تو کچھ سامان دینا مستحب ہے اور وہ سامان تین کپڑوں کا جوڑا ہوتا ہے، یہاں مال سے وہی مراد ہے۔ جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اس کو قبلِ دخول طلاق دی تو یہ جوڑا دینا واجب ہے۔ (خزائن العرفان، احزاب، ۲۸)

اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ طلاق کے بعد وہ جب تک عدت میں ہے، اگر اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کے ترکہ سے میراث ملے گی، جس طرح غیر مطلقہ بیوی کو ملتی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک اس نے شادی نہ کی ہو، عدت کے بعد بھی میراث میں حصہ ملے گا۔ یہی قول کئی صحابہ سے بھی مروی ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ چاہے اس کا طلاق دیتے وقت شوہر بیمار ہو یا نہ ہو، وہ اس لئے کہ شوہر کو ابھی اسے روکنے کا اور رجوع کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے اور وہ بھی اس کی مرضی سے، ولی اور گواہوں کی موجودگی کے بغیر اور بلا کسی نئے مہر کے۔

دخول سے پہلے طلاق دینے میں عدم رجوع پر اہل علم کا اتفاق

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اہل علم اس پر متفق ہیں کہ جس عورت سے دخول نہ کیا گیا ہو اسے ایک طلاق دینے سے ہی طلاق بائن ہو جاتی ہے، اور طلاق دینے والے کو اس سے رجوع کا حق حاصل نہیں؛ اس لیے کہ رجوع تو عدت میں کیا جا سکتا ہے اور دخول سے قبل کوئی عدت نہیں ہے۔

اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: اے ایمان والو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں دخول سے قبل طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں جسے وہ عدت شمار کریں الاحزاب (المغنی (7/397)

اس بنا پر اگر آپ کا سابقہ خاوند آپ سے رجوع کرنا چاہے تو اس کے سامنے صرف یہی ایک حل ہے کہ وہ آپ کے ساتھ نئے مہر کے ساتھ نیا نکاح کر لے۔

مطلق خلوت ہونے کے بعد مہر دینے میں مذاہب اربعہ

جمہور کے ہاں یہی ہے کہ کامل مہر واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ جس نے بھی اپنی بیوی سے صحیح خلوت کر لی، یعنی وہ بغیر کسی بڑے یا چھوٹے یا امتیاز کرنے والے بچے کے بغیر صرف دونوں ہی خلوت کر لیں اور پھر عورت کو طلاق ہو جائے تو اسے پورا مہر دینا ہوگا۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجمل یہ کہ جب مرد اپنی بیوی سے صحیح عقد نکاح کے بعد خلوت کر لے تو اس کا مہر دینا ہوگا اور وہ عدت بھی پوری کریگی چاہے اس نے اس سے جماع نہ بھی کیا ہو، خلفاء راشدین سے یہی مروی ہے۔

امام احمد اور اثرم نے زرارۃ بن اوفی سے روایت کیا ہے کہ: خلفاء راشدین نے یہ فیصلہ کیا: جس نے دروازہ بند کر لیا یا پردہ گرا کر اندر چلا گیا تو اس پر پورا مہر واجب ہوگا، اور عدت بھی واجب ہوگی۔

اور اثرم نے احنف سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ: عمر اور علی اور سعید بن مسیب اور زید بن ثابت سب کے ہاں اس پر عدت ہوگی اور اسے پورا مہر دیا جائے گا، اور یہ معاملہ جات مشہور ہیں اور اس میں ان کے دور میں کسی نے بھی مخالفت نہیں کی تو اس طرح یہ اجماع ہوا۔ (المغنی (7/191)

"امام احمد رحمہ اللہ سے ایک روایت ذکر کی جاتی ہے جو ایک قاعدہ اور اصول ہونی چاہیے وہ کہتے ہیں: کیونکہ اس نے عورت سے وہ کچھ حلال کر لیا جو کسی اور کے لیے حلال نہ تھا، اس لیے ان کا کہنا ہے: اگر مرد نے اس کو شہوت کے ساتھ چھوا یا اس کا کوئی حصہ جو خاوند کے علاوہ کوئی اور نہیں دیکھتا مثلاً شرمگاہ تو وہ عورت پورے مہر کی مستحق ہوگی، کیونکہ اس نے وہ کچھ حلال کر لیا جو اس کے علاوہ کسی اور کے لیے حلال نہیں تھا۔

اس بنا پر اگر تو آپ نے بیوی سے وہ کچھ فائدہ حاصل کر لیا ہے تو اس کے لیے پورا مہر واجب ہوگا، اور اس کو عدت بھی پوری کرنا ہوگی۔

دوم: مطلقہ عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ اگر بالغ اور عقلمند ہو تو اپنے مہر میں سے کچھ حصہ معاف کر دے؛ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔؟ اور اسی طرح جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ بھی اسی طرح معاف کر سکتا ہے، اس میں اختلاف ہے کہ کیا اس سے مراد خاوند ہے یا کہ عورت کا ولی؟

ابو حنیفہ اور احمد اور شافعی کے نئے قول میں اس سے خاوند مراد ہے، چنانچہ اسے حق حاصل ہے کہ وہ نصف مہر معاف کر دے اور اسے مطلقہ عورت کے لیے چھوڑ دے۔

اور امام مالک اور امام شافعی قدیم قول میں اس سے ولی مراد لیتے ہیں، چنانچہ اسے حق حاصل ہے کہ اپنی ولایت میں عورت کا

نصف مہر چھوڑ سکتا ہے۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اہل علم کا اختلاف ہے کہ نکاح کی گرہ کس کے ہاتھ میں ہے امام احمد کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد خاوند ہے، اور امام مالک اور علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿اور یہ کہ تم معاف کر دو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔﴾ اور وہ معافی جو تقویٰ کے زیادہ قریب ہے وہ خاوند اپنا حق معاف کر دے، رہا یہ کہ ولی عورت کا مال معاف کر دے یہ تقویٰ کے زیادہ قریب نہیں، اور اس لیے بھی کہ مہر تو بیوی کا مال ہے، اس لیے ولی نہ تو اسے ہبہ کرنے اور نہ ہی معاف کرنے کا مالک ہے جس طرح عورت کا دوسرا مال اور اس کے حقوق معاف نہیں کر سکتا، اور اسی طرح سارے ولی بھی۔ (المغنی ابن قدامہ (1/195)

1888- حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ الضَّرِيرُ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي فَزَارَةَ تَزَوَّجَ عَلَى نَعْلَيْنِ فَأَجَازَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِكَاحَهُ

◆◆ عبداللہ بن عامر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: بنو خزاعہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے دو جوتوں (کی بطور ادائیگی) کی شرط پر شادی کر لی۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے نکاح کو درست قرار دیا۔

مہر کی مقدار میں مذاہب اربعہ

عاصم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے ان کے والد کے حوالے سے سنا کہ قبیلہ بنو فزارہ کی ایک عورت نے دو جوتیاں مہر مقرر کر کے نکاح کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تم جوتیوں کے بدلے میں اپنی جان و مال دینے پر راضی ہو، اس نے عرض کیا ہاں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی۔ اس باب میں حضرت عمر، ابو ہریرہ، سہل بن سعد، ابو سعید، انس، عائشہ، جابر اور ابو حدرد اسلمی سے بھی روایت ہے عامر بن ربیعہ کی حدیث حسن صحیح ہے مہر کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں لہٰذا زوجین جس پر متفق ہو جائیں وہی مہر ہے۔ سفیان، ثوری، شافعی، احمد، اسحاق کا یہی قول ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ مہر چار دینار سے کم نہیں۔ بعض (فقہاء احناف) اہل کوفہ فرماتے ہیں کہ مہر دس درہم سے کم نہیں ہوتا۔ (جامع ترمذی، ج ۱، رقم الحدیث ۱۱۱۳)

نہ تو شریعت نے مہر کے لئے کسی خاص مقدار کو متعین کر کے اسے واجب قرار دیا ہے اور نہ اس کی زیادہ سے زیادہ کوئی حد مقرر کی گئی ہے بلکہ اسے شوہر کی حیثیت و استطاعت پر موقوف رکھا ہے کہ جو شخص جس قدر مہر دینے کی استطاعت رکھتا ہو اسی قدر مقرر کرے البتہ مہر کی کم سے کم ایک حد ضرور مقرر کی گئی ہے تاکہ کوئی شخص اس سے کم مہر نہ باندھے۔

چنانچہ حنفیہ کے مسلک میں مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم (۶۲ء30 گرام چاندی) ہے اگر کسی شخص نے اتنا مہر باندھا جو دس درہم یعنی (۶۲ء۳۰ گرام چاندی) کی قیمت سے کم ہو تو مہر صحیح نہیں ہوگا۔

1888: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1113

حضرت امام مالک کے نزدیک کم سے کم مہر کی آخری حد چوتھائی دینار ہے اور حضرت امام شافعی و حضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ جو بھی چیز ثمن یعنی قیمت ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اس کا مہر باندھنا جائز ہے۔

ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا مہر:

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ کے علاوہ تمام ازواج مطہرات اور حضرت فاطمہ کے علاوہ تمام صاحبزادیوں کا مہر پانچ سو درہم چاندی کی مقدار ۱۵۷۵ ماشہ یعنی ایک کلو ۵۳۰ گرام ہوتی ہے۔ آجکل کے نرخ کے مطابق ایک کلو ۵۳۰ گرام چاندی کی قیمت تقریباً ۹۱۸ روپے ہوتی ہے۔ ام المؤمنین ام حبیبہ کا مہر چار ہزار درہم یا چار سو دینار تھا، چار ہزار درہم بارے ہزار چھ سو ماشہ یعنی بارے کلو ۲۴۷ گرام چاندی کے بقدر ہوتے ہیں اور چاندی کے موجودہ نرخ کے مطابق اس کی قیمت سات ہزار تین سو اڑتالیس (۷۳۴۸) روپیہ ہوتی ہے۔

حضرت فاطمہ زہراء کا مہر چار سو مثقال نقرہ تھا، چار سو مثقال اٹھارہ سو ماشہ یعنی ایک کلو ۷۵۰ گرام چاندی کے بقدر ہوتے ہیں اور چاندی کے موجودہ نرخ کے مطابق اس کی قیمت ایک ہزار پچاس روپیہ ہوتی ہے۔

اس قدر چاندی کے ساتھ روپے کی یہ مطابقت آج کل کے دور میں درست نہیں ہے کیونکہ پاکستان میں روپے کی قیمت بہت زیادہ گرچکی ہے۔ ہاں ہر زمانے میں چاندی کی قیمت معلوم کر کے روپے کی تعیین کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

مہر کی مقدار میں ادلہ مذاہب اربعہ

حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں کہ ایک دن ایک عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اپنے آپ کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ہبہ کر دیا یہ کہہ کر وہ عورت دیر تک کھڑی رہی یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہی تھے کہ ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اس عورت کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوں تو اس سے میرا نکاح کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جسے تم اس عورت کو مہر میں دے سکو؟ انہوں نے عرض کیا کہ اس تہبند کے علاوہ جسے میں باندھے ہوئے ہوں میرے پاس کوئی اور چیز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ کوئی چیز ڈھونڈ لاؤ! اگرچہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔ جب صحابی نے بہت تلاش کیا اور انہیں کوئی چیز نہیں ملی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہیں قرآن میں سے کچھ یاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن میں سے جو کچھ تمہیں یاد ہے اس کے سبب میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا تم اس کو قرآن کی تعلیم دیا کرو۔

(بخاری ومسلم) مشکوۃ المصابیح: جلد سوم رقم الحدیث 485)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں یہ حکم تھا کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کر دیتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہبہ کو قبول کر لیتے تھے تو وہ عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال ہو جاتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا کچھ مہر واجب نہیں ہوتا تھا۔ یہ اور کسی کے لئے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جائز تھا اور نہ اب جائز ہے بلکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا یعنی صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے جائز تھا چنانچہ قرآن کریم کی یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔

اور اگر کوئی مؤمن عورت اپنے تئیں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہبہ کر دے یعنی مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے) اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو وہ عورت حلال ہے لیکن اے محمد یہ اجازت صرف آپ ہی کو ہے سب مسلمانوں کو نہیں۔

اس بارے میں فقہی تفصیل یہ ہے کہ حضرت امام شافعی کے نزدیک بغیر مہر کے لفظ ہبہ کے ذریعہ نکاح کا جواز صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا یہ کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے۔

جب کہ حنفی مسلک یہ ہے کہ لفظ ہبہ کے ذریعہ نکاح کرنا تو سب کے لئے جائز ہے مگر اس صورت میں مہر کا واجب نہ ہونا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا لہٰذا اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی شخص کے لئے ہبہ کرے اور وہ شخص اس ہبہ کو قبول کر لے تو اس ہبہ کے ذریعہ دونوں کے درمیان نکاح صحیح ہو جائے گا اور اس شخص پر مہر مثل واجب ہوگا اگرچہ وہ عورت مہر کا کوئی ذکر نہ کرے یا مہر کی نفی ہی کیوں نہ کر دے لہٰذا حنفی مسلک کے مطابق مذکورہ بالا آیت کے الفاظ (خَالِصَةً لَّكَ) **33**۔الاحزاب:**50**) کے معنی ہیں کہ اپنے آپ کو ہبہ کر دینے والی عورت کا مہر واجب ہوئے بغیر حلال ہونا صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

(ولو خاتما من حديد) (اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو) سے معلوم ہوا کہ از قسم مال کسی بھی چیز کا مہر باندھنا جائز ہے خواہ وہ چیز کتنی ہی کم تر کیوں نہ ہو بشرطیکہ مرد و عورت دونوں اس پر راضی ہوں۔

چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے اس بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک کا جو مسلک ہے وہ ابتدائے باب میں ذکر کیا جا چکا ہے حنفیہ کی دلیل حضرت جابر کی یہ روایت ہے۔ جس کو دارقطنی نے نقل کیا ہے کہ حدیث (لا تنكحوا النساء الا الاكفاء) الخ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کا نکاح ان کے کفو ہی سے کیا جائے گا اور عورتوں کا نکاح ان کے ولی کریں اور دس درہم سے کم مہر کا اعتبار نہیں ہے۔

نیز حنفی مسلک کی تائید دارقطنی اور بیہقی ہی میں منقول حضرت علی کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ دس درہم سے کم کا مہر معتبر نہیں۔

حضرت سہیل کی اس روایت کو حنفیہ نے مہر معجل پر محمول کیا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے مقررہ مہر میں سے کچھ حصہ علی الفور عین جماع کرنے سے پہلے دے دیتے تھے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو بھی یہ حکم فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی بھی چیز خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو مل جائے تو لے آؤ تا کہ نکاح کے

بعد اس عورت کو مہر کے طور پر کچھ نہ کچھ دے سکو۔ اسی بناء پر بعض علماء نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ نکاح کے بعد اپنی بیوی سے اس وقت تک جماع نہ کیا جائے جب تک اس کے مہر میں سے کچھ نہ کچھ اسے دے دیا جائے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت زہری اور حضرت قتادہ کا یہی مسلک تھا ان کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے نکاح کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت فاطمہ کے پاس اس وقت تک جانے سے ممانعت کر دی جب تک کہ وہ حضرت فاطمہ کو ان کے مہر میں سے کچھ نہ دے دیں حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس وقت تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم فاطمہ کو اپنی زرہ دے دو حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو اپنی زرہ دے دی اور اس کے بعد ان کے پاس گئے اور یہ معلوم ہے کہ حضرت فاطمہ کا مہر چار سو مثقال چاندی کا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اس مقررہ مہر سے ایک زرہ کی بقدر دینے کا حکم دیا تھا لہٰذا ان حضرات کے نزدیک مقررہ مہر میں سے علی الفور یعنی جماع سے قبل کچھ دے دینا واجب ہے جب کہ حنفیہ کے ہاں یہ مستحب ہے واجب نہیں ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کو مہر قرار دیا، چنانچہ بعض ائمہ نے اسے جائز رکھا ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں یعنی تعلیم قرآن کو مہر قرار دے کے نکاح کر لینے کی صورت میں نکاح تو صحیح ہو جاتا ہے مگر خاوند پر مہر مثل واجب ہوتا ہے اور جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے تو ارشاد گرامی (بما معك) الخ میں حرف با بدل کے لئے نہیں ہے بلکہ سببیت کے اظہار کے لئے ہے یعنی اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ قرآن میں سے جو کچھ تمہیں یاد ہے اس کے سبب میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا گویا تمہیں قرآن کا یاد ہونا اس عورت کے ساتھ ہوا تھا تو قبولیت اسلام ان کے نکاح کا سبب تھا اسے مہر قرار نہیں دیا گیا تھا۔

تم اس کو قرآن کی تعلیم دیا کرو یہ حکم بطور وجوب نہیں تھا بلکہ بطریق استحباب تھا لہٰذا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کو مہر قرار دیا تھا۔

حریت کے مہر ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ہی ان کا مہر مقرر کیا۔ اس باب میں حضرت صفیہ سے بھی روایت ہے حضرت انس کی حدیث حسن صحیح ہے، بعض صحابہ کرام اور دوسرے حضرات کا اس پر عمل ہے امام شافعی، احمد، اور اسحاق، کا یہی قول ہے بعض علماء کے نزدیک آزادی کو مہر مقرر کرنا مکروہ ہے ان کے نزدیک آزادی کے علاوہ مہر مقرر کرنا چاہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (جامع ترمذی، ج ۱، رقم الحدیث، ۱۱۲۶)

مہر کی مقدار میں فقہی مذاہب ثلاثہ واہل ظواہر کا مؤقف

کم از کم مہر کے متعلق صحیح مسلم میں ایک روایت ملتی ہے جو ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ نے آپ

کو آپ کے لیے ہبہ کرتی ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا اور اپنی نظریں اوپر کرنے کے بعد نیچے کر لیں جب عورت نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔ صحابہ کرام میں سے ایک صحابی کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کو اس عورت کی ضرورت نہیں تو میرے ساتھ اس کی شادی کر دیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے پاس کچھ ہے؟ اس صحابی نے جواب دیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی قسم میرے پاس کچھ نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اپنے گھر والوں کے پاس دیکھو ہو سکتا ہے کچھ مل جائے، وہ صحابی گیا اور واپس آ کہنے لگا اللہ کی قسم مجھے کچھ بھی نہیں ملا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو اگر لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے وہ گیا اور واپس آ کر کہنے لگا اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی، لیکن میرے پاس یہ چادر ہے اس میں سے نصف اسے دیتا ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: اس کا تم کیا کرو گے اگر اسے تم باندھ لو تو اس پر کچھ بھی نہیں ہوگا، وہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ بات سن کر بیٹھ گیا اور جب زیادہ دیر بیٹھا رہا تو اٹھ کر چل دیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تو اسے واپس بلانے کا حکم دیا جب وہ واپس آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: تجھے کتنا قرآن حفظ ہے؟ اس نے جواب دیا فلاں فلاں سورۃ حفظ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اسے زبانی پڑھ سکتے ہو؟ وہ کہنے لگا جی ہاں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: جاؤ میں نے جو تمہیں قرآن کریم حفظ ہے اس کے بدلہ میں اس کا مالک بنا دیا۔ صحیح مسلم رقم الحدیث (1425)

تو اس حدیث میں ہے کہ مہر کم بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی جس سے مال حاصل کیا جا سکتا ہو، لیکن اس میں خاوند اور بیوی کی رضامندی ضروری ہے کہ وہ جتنے مہر پر راضی ہو جائیں، اس لیے کہ مہر میں کم از کم لوہے کی انگوٹھی ہے۔

امام شافعی اور سلف اور بعد میں آنے والے جمہور علماء کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مسلک ہے، ربیعہ، ابوالزناد، ابن ابی ذئب، یحییٰ بن سعید، لیث بن سعد، اور امام ثوری، اوزاعی، مسلم بن خالد، ابن ابی لیلیٰ، اور داؤد، اور اہل حدیث فقہاء کرام رحمہ اللہ تعالیٰ اجمعین اور امام مالک کے اصحاب میں ابن وھب کا بھی یہی مسلک ہے۔

حجازیوں، بصریوں، کوفیوں، اور شامیوں وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ جس پر بھی خاوند اور بیوی راضی ہو جائیں چاہے وہ زیادہ ہو یا کم مہر مثلاً جوتا، لوہے کی انگوٹھی اور چھڑی وغیرہ۔

قرآن کی تعلیم کو مہر قرار دینے کا بیان

1889- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَآءَتِ امْرَاَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَّتَزَوَّجُهَا فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطِهَا وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ فَقَالَ لَيْسَ مَعِيْ قَالَ قَدْ زَوَّجْتُكَهَا عَلٰى مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کون اس کے ساتھ شادی کرے گا' ایک صاحب بولے: میں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا' تم اسے (مہر کے طور پر) کوئی چیز دو خواہ وہ لوہے کی بنی ہوئی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو' انہوں نے عرض کی: میرے پاس وہ نہیں ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ''پھر تمہیں جو قرآن آتا ہے میں اس (کی تعلیم بطور مہر) پر تمہاری شادی اس کے ساتھ کرتا ہوں''۔

شرح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں یہ حکم تھا کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کر دیتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہبہ کو قبول کر لیتے تھے تو وہ عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال ہو جاتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا کچھ مہر واجب نہیں ہوتا تھا۔ یہ اور کسی کے لئے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جائز تھا اور نہ اب جائز ہے بلکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا یعنی صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے جائز تھا چنانچہ قرآن کریم کی یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ اور اگر کوئی مؤمن عورت اپنے تئیں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہبہ کر دے یعنی مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے) اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو وہ عورت حلال ہے لیکن اے محمد یہ اجازت صرف آپ ہی کو ہے سب مسلمانوں کو نہیں۔ اس بارے میں فقہی تفصیل یہ ہے کہ حضرت امام شافعی کے نزدیک بغیر مہر کے لفظ ہبہ کے ذریعہ نکاح کا جواز صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا یہ کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے جب کہ حنفی مسلک یہ ہے کہ لفظ ہبہ کے ذریعہ نکاح کرنا تو سب کے لئے جائز ہے مگر اس صورت میں مہر کا واجب نہ ہونا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا لہٰذا اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی شخص کے لئے ہبہ کرے۔

اور وہ شخص اس ہبہ کو قبول کر لے تو اس ہبہ کے ذریعہ دونوں کے درمیان نکاح صحیح ہو جائے گا اور اس شخص پر مہر مثل واجب ہو گا اگرچہ وہ عورت مہر کا کوئی ذکر نہ کرے یا مہر کی نفی ہی کیوں نہ کر دے لہٰذا حنفی مسلک کے مطابق مذکورہ بالا آیت کے الفاظ (خالصۃ لک) (۳۳۔ الاحزاب: 50) کے معنی ہیں کہ اپنے آپ کو ہبہ کر دینے والی عورت کا مہر واجب ہوئے بغیر حلال ہونا صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ (ولو خاتما من حدید) (اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو) سے معلوم ہوا کہ از قسم مال کسی بھی چیز کا مہر باندھنا جائز ہے خواہ وہ چیز کتنی ہی کمتر کیوں نہ ہو بشرطیکہ مرد و عورت دونوں اس پر راضی ہوں چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے اس بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک کا جو مسلک ہے وہ ابتدائے باب میں ذکر کیا جا چکا ہے حنفیہ کی دلیل حضرت جابر کی یہ روایت ہے جس کو دارقطنی نے نقل کیا ہے کہ حدیث (لا تنکحوا النساء الا الاکفاء) الخ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کا نکاح ان کے کفو ہی سے کیا جائے گا اور عورتوں کا نکاح ان کے ولی کریں اور دس درہم سے کم مہر کا اعتبار نہیں ہے۔

نیز حنفی مسلک کی تائید دارقطنی اور بیہقی ہی میں منقول حضرت علی کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ دس درہم سے کم کا مہر معتبر نہیں) حضرت سہیل کی اس روایت کو حنفیہ نے مہر معجل پر محمول کیا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے مقررہ مہر میں سے کچھ حصہ علی الفور عین جماع کرنے سے پہلے دیدیتے تھے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو بھی یہ حکم فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی بھی چیز خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو مل جائے تو لے آؤ تا کہ نکاح کے بعد اس عورت کو مہر کے طور پر کچھ نہ کچھ دے سکو۔

اسی بناء پر بعض علماء نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ نکاح کے بعد اپنی بیوی سے اس وقت تک جماع نہ کیا جائے جب تک اس کے مہر

میں سے کچھ نہ کچھ اسے دے دیا جائے چنانچہ حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت زہری اور حضرت قتادہ کا یہی مسلک تھا ان کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے نکاح کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت فاطمہ کے پاس اس وقت تک جانے سے ممانعت کر دی جب تک کہ وہ حضرت فاطمہ کو ان کے مہر میں سے کچھ نہ دیدیں حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس وقت تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم فاطمہ کو اپنی زرہ دیدو حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو اپنی زرہ دیدی اور اس کے بعد ان کے پاس گئے اور یہ معلوم ہے کہ حضرت فاطمہ کا مہر چار سو مثقال چاندی کا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اس مقررہ مہر سے ایک زرہ کی بقدر دینے کا حکم دیا تھا لہٰذا ان حضرات کے نزدیک مقررہ مہر میں سے علی الفور یعنی جماع سے قبل کچھ دیدینا واجب ہے۔

جب کہ حنفیہ کے ہاں یہ مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کو مہر قرار دیا، چنانچہ بعض ائمہ نے اسے جائز رکھا ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں یعنی تعلیم قرآن کو مہر قرار دے کے نکاح کر لینے کی صورت میں نکاح تو صحیح ہو جاتا ہے مگر خاوند پر مہر مثل واجب ہوتا ہے اور جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے تو ارشاد گرامی (بمامعک) الخ میں حرف با بدل کے لئے نہیں ہے بلکہ سببیت کے اظہار کے لئے ہے یعنی اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ قرآن میں سے جو کچھ تمہیں یاد ہے اس کے سبب میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا گویا تمہیں قرآن کا یاد ہونا اس عورت کے ساتھ ہوا تھا تو قبولیت اسلام ان کے نکاح کا سبب تھا اسے مہر قرار نہیں دیا گیا تھا۔ تم اس کو قرآن کی تعلیم دیا کرو یہ حکم بطور وجوب نہیں تھا بلکہ بطریق استحباب تھا لہٰذا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کو مہر قرار دیا تھا۔

1890 - حَدَّثَنَا اَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَمَانٍ حَدَّثَنَا الْاَغَرُّ الرَّقَاشِيُّ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ عَائِشَةَ عَلٰى مَتَاعِ بَيْتٍ قِيْمَتُهُ خَمْسُوْنَ دِرْهَمًا

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گھر کا سامان مہر ہونے کی شرط پر شادی کی تھی جس کی قیمت پچاس درہم تھی۔

نکاح کو کسی شرط سے مشروط کرنے میں مذاہب اربعہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ عورت کی جسمانی کمزوری اور انفعالی کیفیت کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس کے ساتھ زیادتی بھی کی جاتی ہے، مثلاً ایک بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کر لیا جاتا ہے؛ لیکن شریعت میں عدل کے جو احکام دیے گئے ہیں، ان کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔

اشتراط فی النکاح سے مراد یہ ہے کہ ایسی شرطیں جن کا شریعت نے نکاح میں حکم بھی نہیں دیا ہے اور وہ شریعت کے احکام سے

1890. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

متصادم بھی نہیں ہیں؛ لیکن وہ کسی فریق کے مفاد میں ہوں تو ایسی شرطیں معتبر ہوں گی یا نہیں؟ جیسے عورت شرط لگائے کہ شوہر اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کرے گا یا اس کو میکے میں رکھے گا یا اس کو اس کے شہر سے باہر نہیں لے جائے گا تو اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟۔ ایک گروہ کے نزدیک ایسی شرطیں معتبر نہیں ہیں۔ صحابہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ائمہ متبوعین میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر یہی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، بدایۃ المجتہد، شرح مہذب)

دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ ایسی شرطیں معتبر ہیں اور شوہر پر ان کا پورا کرنا واجب ہے، صحابہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ مصنف عبدالرزاق، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ شرح السنہ، بعد کے اہل علم میں مشہور قاضی، قاضی شریح، مصنف عبدالرزاق اور ائمہ متبوعین میں امام احمد ابن حنبل المغنی اور محدثین میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری، باب الشروط النکاح اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، ابوداؤد، باب فی الرجل یشترط لھا دارا کا بھی یہی نقطہ نظر ہے، ان حضرات کی دلیل قرآن مجید کی آیت: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔ (المائدہ)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: احق ما او فیتم من الشروط ان توفوا به ما استحللتم به الفروج -

(بخاری)

اس لیے علماء وارباب افتاء نے اس دوسرے نقطہ نظر کو موجودہ حالات کے پس منظر میں قبول کیا ہے۔ نکاح کے وقت اگر ایسی باتوں کی شرط لگائی جائے کہ شریعت نے نہ ان کو لازم قرار دیا ہے اور نہ ان سے منع کیا ہے تو ایسی شرطوں کو پورا کرنا واجب ہے۔ اسی سے قریب تر دوسرا مسئلہ نکاح میں مشروط مہر مقرر کرنے کا ہے۔ مثلاً مہر یوں طے پائے کہ اگر مرد نے اس منکوحہ کی موجودگی میں دوسرا نکاح کیا تو مہر بیس ہزار درہم ہوگا اور اگر دوسرا نکاح نہیں کیا تو دس ہزار درہم ہوگا۔

تو مالکیہ اور شوافع کے نزدیک ایسی شرطوں کا اعتبار نہیں؛ بلکہ ایسی صورت میں مہر مثل واجب ہوگا، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ دونوں شرطیں معتبر ہوں گی،

یہی نقطہ نظر حنفیہ میں صاحبین کا بھی ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مہر کی جو مقدار پہلے ذکر کی گئی، وہ معتبر ہوگی اور جو بعد میں ذکر کی گئی، اس کا اعتبار نہیں۔

اس مسئلے میں صاحبین کی رائے کو قبول کرنا بہتر ہوگا، اس سے عورتوں کے حقوق کے تحفظ اور طلاق کے واقعات کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔ جیسے یوں مہر مقرر ہو کہ اگر مرد نے اس عورت کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا یا اسے طلاق نہیں دی تو مہر دو ہزار ڈالر ہوگا اور اگر اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرلیا یا کبھی اس بیوی کو طلاق دے تو مہر دس ہزار ڈالر ہوگا۔ ایسی صورت میں شرط پوری نہ کرنے پر مرد کو مہر کی جو کثیر مقدار ادا کرنی پڑے گی، اس کا خوف کسی مناسب ضرورت کے بغیر دوسرے نکاح سے یا بلا سبب طلاق دینے سے اس کو باز رکھنے میں موثر ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے دائرے میں رہتے ہوئے بھی اس مسئلے کو حل کیا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ امام صاحب کے یہاں اگر دو الگ شرطوں کے ساتھ مہر کی دو مقدار متعین کی جائے تو پہلی شرط اور اس سے مربوط مہر معتبر ہوتا ہے اور اگر وہ شرط پائی

جائے تو دوسری شرط معتبر نہیں ہوتی؛ بلکہ اس کی بجائے مہر مثل واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا مثلاً یوں کہا جائے کہ اگر ہندہ کی موجودگی میں دوسرا نکاح کیا گیا تو مہر ایک لاکھ روپے ہوگا اور نکاح نہیں کیا گیا تو مہر پچیس ہزار روپے ہوگا تو اس صورت میں اگر ہندہ کی موجودگی میں مرد نے دوسری شادی کی تو ہندہ کو ایک لاکھ روپے ادا کرنے پڑیں گے اور اگر اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا تو مہر مثل واجب ہوگا، اس طرح یہ مقصد کہ بیوی کو ناگوار صورت حال پیش آنے پر زیادہ مہر مل جائے، حاصل ہو جائے گا۔

بَابُ: الرَّجُلِ يَتَزَوَّجُ وَلَا يَفْرِضُ لَهَا فَيَمُوتُ عَلٰى ذٰلِكَ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص شادی کرلے اور وہ عورت کا مہر مقرر نہ کرے اسی حالت میں اس کا انتقال ہو جائے

1891- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةً فَمَاتَ عَنْهَا وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَهَا الصَّدَاقُ وَلَهَا الْمِيْرَاثُ وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ فَقَالَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ الْاَشْجَعِيُّ شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِىْ بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ بِمِثْلِ ذٰلِكَ

◄► حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے ان سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو کسی عورت کے ساتھ شادی کر لیتا ہے اور پھر فوت ہو جاتا ہے اس نے اس عورت کے ساتھ صحبت بھی نہیں کی اور اس کا مہر بھی مقرر نہیں کیا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس عورت کو مہر بھی ملے گا اس عورت کو وراثت میں حصہ بھی ملے گا اور اس عورت پر عدت کی ادائیگی بھی لازم ہوگی، تو حضرت معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات گواہی دے کر کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق (نامی خاتون) کے بارے میں بھی یہی فیصلہ دیا تھا۔

1891م- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مِثْلَهُ

◄► یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

جو شخص دس درہم یا اس سے زیادہ مہر مقرر کرے تو شوہر پر طے شدہ مہر کی ادائیگی لازم ہوگی۔ اگر اس نے اس عورت کے ساتھ دخول کرلیا ہو یا اسے چھوڑ کر فوت ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے: دخول کی وجہ سے "مبدل" کو سپرد کرنا متحقق ہو جاتا ہے اور مبدل کی سپردگی سے بدل کی سپردگی میں تاکید پیدا ہو جاتی ہے اور (شوہر کی) موت کی وجہ سے نکاح اپنی انتہاء تک پہنچ جاتا ہے۔

1891 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2114 ' ورقم الحدیث: 2115 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1145 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3354 ' ورقم الحدیث: 3355 ' ورقم الحدیث: 3356 ' ورقم الحدیث: 3357 ' ورقم الحدیث: 3358 ' ورقم الحدیث: 3524

نیز کوئی بھی شے اپنی انتہاء تک پہنچ کر ثابت اور مؤکد ہو جاتی ہے اس لیے یہ نکاح اپنے تمام تر احکام سمیت ثابت ہو گا۔
اگر شوہر نے دخول اور خلوت سے پہلے عورت کو طلاق دے دی تو اس عورت کو طے شدہ مہر کا نصف حصہ ملے گا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور اگر تم ان کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے انہیں طلاق دے دیتے ہو''۔ اس بارے میں قیاس میں باہمی طور پر تعارض پایا جاتا ہے' کیونکہ اس میں ایک صورت یہ ہے: شوہر نے اپنی ذات کو حاصل ہونے والی ملکیت کو اپنے اختیار کے ساتھ فوت کر دیا ہے اور اس میں ایک پہلو یہ ہے: جس چیز کے بارے میں عقد کیا گیا تھا وہ اس کی طرف سالم لوٹ آئی ہے' لہٰذا اس بارے میں نص کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور یہ بھی شرط بیان کی گئی ہے: یہ طلاق خلوت سے پہلے ہونی چاہئے' چونکہ ہمارے نزدیک خلوت بھی دخول کی مانند ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

شرح

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (البقرہ، ۲۳۷)

اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو لیکن مہر مقرر کر چکے ہو تو آدھا مہر دینا ہو گا ہاں اگر عورتیں مہر بخش دیں یا مرد جن کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے (اپنا حق) چھوڑ دیں (اور پورا مہر دے دیں تو ان کو اختیار ہے) اور اگر تم مرد لوگ ہی اپنا حق چھوڑ دو تو یہ پرہیزگاری کی بات ہے اور آپس میں بھلائی کرنے کو فراموش نہ کرنا کچھ شک نہیں کہ خدا تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

اس آیت میں صاف دلالت ہے اس امر پر کہ پہلی آیت میں جن عورتوں کے لئے متعہ مقرر کیا گیا تھا وہ صرف وہی عورتیں ہیں جن کا ذکر اس آیت میں تھا کیونکہ اس آیت میں یہ بیان ہوا ہے کہ دخول سے پہلے جبکہ طلاق دے دی گئی ہو اور مہر مقرر ہو چکا ہو تو آدھا مہر دینا پڑے گا۔ اگر یہاں بھی اس کے سوا کوئی اور متعہ واجب ہوتا تو وہ ضرور ذکر کیا جاتا کیونکہ دونوں آیتوں کی دونوں صورتوں میں ایک کے بعد ایک بیان ہو رہی ہیں واللہ اعلم۔

دخول سے قبل طلاق کی صورت میں نصف مہر پر فقہاء کا اجماع

اس صورت میں جو یہاں بیان ہو رہی ہے آدھے مہر پر علماء کا اجماع ہے، لیکن تین کے نزدیک پورا مہر اس وقت واجب ہو جاتا ہے جبکہ خلوت ہو گئی یعنی میاں بیوی تنہائی کی حالت میں کسی مکان میں جمع ہو گئے، گو ہم بستری نہ ہوئی ہو۔
امام شافعی کا بھی پہلا قول یہی ہے اور خلفائے راشدین کا فیصلہ بھی یہی ہے، لیکن امام شافعی کی روایت سے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اس صورت میں بھی صرف نصف مہر مقررہ ہی دینا پڑے گا، امام شافعی فرماتے ہیں میں بھی یہی کہتا ہوں اور ظاہر الفاظ کتاب اللہ کے بھی یہی کہتے ہیں۔
امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس روایت کے ایک راوی لیث بن ابی سلیم اگرچہ سند پکڑے جانے کے قابل نہیں لیکن ابن ابی طلحہ

سے ابن عباس کی یہ روایت مروی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا فرمان یہی ہے، پھر فرماتا ہے کہ اگر عورتیں خود ایسی حالت میں اپنا آدھا مہر بھی خاوند کو معاف کر دیں تو یہ اور بات ہے اس صورت میں خاوند کو سب معاف ہو جائے گا۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ثیبہ عورت اگر اپنا حق چھوڑ دے تو اسے اختیار ہے۔ بہت سے مفسرین تابعین کا یہی قول ہے۔

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ اس سے مراد عورتوں کا معاف کرنا نہیں بلکہ مردوں کا معاف کرنا ہے۔ یعنی مرد اپنا آدھا حصہ چھوڑ دے اور پورا مہر دے دے لیکن یہ قول شاذ ہے کوئی اور اس قول کا قائل نہیں، پھر فرماتا ہے کہ وہ معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے اس سے مراد خاوند ہے۔

حضرت علی سے سوال ہوا کہ اس سے مراد کیا عورت کے اولیاء ہیں، فرمایا نہیں بلکہ اس سے مراد خاوند ہے۔ اور بھی بہت سے مفسرین سے یہی مروی ہے۔

امام شافعی کا جدید قول بھی یہی ہے۔ امام ابو حنیفہ وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے، اس لئے کہ حقیقتاً نکاح کو باقی رکھنا توڑ دینا وغیرہ یہ سب خاوند کے ہی اختیار میں ہے اور جس طرح ولی کو اس کی طرف سے جس کا ولی ہے، اس کے مال کا دے دینا جائز نہیں اسی طرح اس کے مہر کے معاف کر دینے کا بھی اختیار نہیں۔

دوسرا قول اس بارے میں یہ ہے کہ اس سے مراد عورت کے باپ بھائی اور وہ لوگ ہیں جن کی اجازت بغیر عورت نکاح نہیں کر سکتی۔ ابن عباس، علقمہ، حسن، عطاء، طاؤس، زہری، ربیعہ، زید بن اسلم، ابراہیم نخعی، عکرمہ، محمد بن سیرین سے بھی یہی مروی ہے کہ ان دونوں بزرگوں کا بھی ایک قول یہی ہے۔

امام مالک کا اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ ولی نے ہی اس حق کا حقدار اسے کیا تھا تو اس میں تصرف کرنے کا بھی اسے اختیار ہے، گو اور مال میں ہیر پھیر کرنے کا اختیار نہ ہو، عکرمہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے معاف کر دینے کی رخصت عورت کو دی اور اگر وہ بخیلی اور تنگ دلی کرے تو اس کا ولی بھی معاف کر سکتا ہے۔ گو وہ عورت سمجھدار ہو۔

حضرت شریح بھی یہی فرماتے ہیں لیکن جب شعبی نے انکار کیا تو آپ نے اس سے رجوع کر لیا اور فرمانے لگے کہ اس سے مراد خاوند ہی ہے بلکہ وہ اس بات پر مباہلہ کو تیار رہتے تھے۔ پھر فرماتا ہے تمہارا خون معاف کرنا ہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے، اس سے مراد عورتیں دونوں ہی ہیں یعنی دونوں میں سے اچھا وہی ہے جو اپنا حق چھوڑ دے، یعنی عورت یا تو اپنا آدھا حصہ بھی اپنے خاوند کو معاف کر دے یا خاوند ہی اسے بجائے آدھے کے پورا مہر دے دے۔ آپس کی فضیلت یعنی احسان کو نہ بھولو، اسے بیکار نہ چھوڑو بلکہ اسے کام میں لاؤ۔

ابن مردویہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک کاٹ کھانے والا زمانہ آئے گا، مومن بھی اپنے ہاتھوں کی چیز کو دانتوں سے پکڑ لے گا اور فضیلت و بزرگی کو بھول جائے گا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اپنے آپس کے فضل کو نہ بھولو، برے ہیں وہ لوگ جو ایک مسلمان کی بیکسی اور تنگ دستی کے وقت اس سے سستے داموں اس کی چیز خریدتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع سے منع فرمادیا ہے۔ اگر تیرے پاس بھلائی ہو تو اپنے بھائی کو بھی وہ بھلائی پہنچا اس کی

ہلاکت میں حصہ نہ لے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اسے رنج وغم پہنچے نہ اسے بھلائیوں سے محروم رکھے، حضرت عون حدیثیں بیان کرتے جاتے ہیں روتے جاتے یہاں تک کہ داڑھی سے ٹپکتے رہتے اور فرماتے میں مالداروں کی صحبت میں بیٹھا اور دیکھا کہ ہروقت دل ملول رہتا ہے کیونکہ جدھر نظر اٹھتی ہر ایک کو اپنے سے اچھے کپڑوں میں اچھی خوشبوؤں میں اور اچھی سواریوں میں دیکھتا، ہاں مسکینوں کی محفل میں میں نے بڑی راحت پائی۔

رب العالمین یہی فرماتا ہے ایک دوسرے کی فضیلت فراموش نہ کرو، کسی کے پاس جب بھی کوئی سائل آئے اور اس کے پاس کچھ نہ ہو تو وہ اس کے لئے دعائے خیر ہی کر دے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے، اس پر تمہارے کام اور تمہارا حال بالکل روشن ہے اور عنقریب وہ ہر ایک عامل کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ، بیروت)

بَابُ: خُطْبَةِ النِّكَاحِ

یہ باب نکاح کے خطبہ کے بیان میں ہے

1892- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ أُوتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَوَامِعَ الْخَيْرِ وَخَوَاتِمَهُ أَوْ قَالَ فَوَاتِحَ الْخَيْرِ فَعَلَّمَنَا خُطْبَةَ الصَّلٰوةِ وَخُطْبَةَ الْحَاجَةِ خُطْبَةُ الصَّلٰوةِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

وَخُطْبَةُ الْحَاجَةِ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تَصِلُ خُطْبَتَكَ بِثَلَاثِ آيَاتٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ) (وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا) (اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھلائی کو جمع کرنے والی باتیں اور جن پر بھلائی ختم ہو جاتی ہے ایسی باتیں عطا کی گئی تھیں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) بھلائی کو کھولنے والی باتیں عطا کی گئی تھیں' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز کا خطبہ اور نکاح کا خطبہ سکھایا۔ نماز کا خطبہ یہ ہے۔

''تمام زبانی مالی جسمانی عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں

1892 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 2118 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 1105 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 3277

اور اس کی برکتیں نازل ہوں اور ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر بھی سلام ہو میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں''۔

(جبکہ) نکاح کے خطبے کے الفاظ یہ ہیں۔

''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں: اسی سے مدد طلب کرتے ہیں: اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں: اور ہم اپنی ذات کے شر اور اپنے اعمال کی برائی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں: جسے اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کر دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ رہنے دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

(بعد کے یہ الفاظ شاید راوی کے ہیں) پھر تم اپنے خطبے کے ساتھ اللہ کی کتاب کی یہ تین آیات شامل کر لو۔

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم لوگ مرتے وقت ضرور مسلمان ہی رہنا۔''

''اور تم اس اللہ سے ڈرو! جس کے وسیلے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری کے حقوق کے بارے میں بھی ڈرو اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہے۔''

''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو تو وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہوں کی مغفرت کر دے گا' جو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے' تو وہ دین و دنیا کی کامیابی حاصل کرتا ہے۔''

شرح

تشہد کے معنی ایمان کی گواہی کا اظہار کرنا اور زین العرب نے کہا ہے کہ یہاں تشہد سے مراد وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور دونوں کلمہ شہادت کا ذکر ہو۔ حاجت وضرورت سے مراد نکاح وغیرہ ہے اور حاجت وضرورت کے وقت پڑھے جانیوالے تشہد سے مراد وہ خطبہ ہے جو نکاح وغیرہ کے وقت پڑھا جاتا ہے یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ حضرت امام شافعی کے نزدیک صرف نکاح ہی میں نہیں بلکہ تمام عقود کے وقت خطبہ پڑھنا مسنون ہے روایت میں جو دوسری آیت نقل کی گئی ہے۔ اس میں (یاایہا الذین آمنوا) کے الفاظ بھی ہیں اور یہ آیت مشکوۃ کے تمام نسخوں میں اسی طرح نقل ہوئی ہے۔

حالانکہ قرآن کریم میں یہ آیت یوں نہیں ہے بلکہ دراصل سورت نساء کی پہلی آیت کا ٹکڑا ہے جو (یاایہا الذین امنوا) کے بغیر اس طرح ہے آیت (وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا، النساء 1) لہذا ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم کا جو مصحف حضرت ابن مسعود کے پاس تھا اس میں یہ آیت اسی طرح ہو۔ حصن حصین سے مفہوم ہوتا ہے کہ ابوداؤد نے مذکورہ خطبہ میں لفظ ورسولہ کے بعد یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں آیت (ارسلہ بالحق بشیرا ونذیرا بین یدی الساعۃ من یطع

الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما فلا يضر الا نفسه ولا يضر الله شيا) جو شخص عقد کرانے بیٹھے وہ پہلے یہ خطبہ پڑھے اور پھر اس کے بعد ایجاب وقبول کرائے اور ایجاب وقبول میں ان باتوں کالحاظ رکھے جو ضروری ہیں۔

1893 - حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ اَبُوْ بِشْرٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ اَبِيْ هِنْدٍ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (خطبے میں پڑھا)

''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں: اس سے مدد طلب کرتے ہیں: اور ہم اپنی ذات کے شر اور اپنے اعمال کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں: جسے اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ رہنے دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' امابعد!''

1894 -حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ قَالُوْا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ قُرَّةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَا يُبْدَاُ فِيْهِ بِالْحَمْدِ اَقْطَعُ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ہر اہم کام جس کا آغاز حمد سے نہ کیا جائے وہ نامکمل ہوتا ہے''۔

بَابُ: اِعْلَانِ النِّكَاحِ

یہ باب نکاح کا اعلان کرنے کے بیان میں ہے

نکاح کے اعلان کا بیان

اعلان نکاح نکاح کا اعلان کرنا مستحب ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ نکاح کا اعلان کرو اگرچہ دف بجا کر ہی کیوں نہ اعلان کرنا پڑے، دف بجانے کے سلسلہ میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں چنانچہ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ دف بجانا تو حرام ہے یا مطلقا مکروہ ہے اور بعض علماء نے اس کو مطلقا مباح کہا ہے زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ بعض مواقع پر جیسے عید کے دن کسی معزز مسافر و مہمان

1893 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2005 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3278

1894 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4840

کے آنے کے وقت اور نکاح کے موقع پر دف بجانا مباح ہے ان کے علاوہ اور کسی بھی وقت اور کسی بھی موقعہ پر دف بجانا حرام ہے۔
خطبہ علماء نے اسے خ کے پیش کے ساتھ یعنی خطبہ بھی صحیح کہا ہے اور خ کے زیر کے ساتھ یعنی خطبہ کو بھی صحیح قرار دیا ہے دونوں میں فرق یہ ہے خطبہ سے مراد نکاح کا پیغام بھیجنا اور خطبہ اس خطبے کو کہتے ہیں جو نکاح میں پڑھایا جاتا ہے چنانچہ یہاں عنوان میں خطبہ سے مراد نکاح کا پیغام بھیجنا (کہ جسے منگنی کہتے ہیں) بھی ہوسکتا ہے لیکن زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ یہاں خطبہ سے وہی مراد ہے جو نکاح کے وقت پڑھا جاتا ہے۔

حنفیہ کے نزدیک عقد نکاح کے وقت خطبہ پڑھنا مسنون ہے شوافع کے نزدیک بھی مسنون ہے لیکن ان کے ہاں عقد نکاح ہی نہیں بلکہ ہر عقد مثلاً بیع وشراء وغیرہ کے وقت بھی خطبہ پڑھنا مسنون ہے۔ شادی بیاہ کی رسوم وبدعات شرط سے مراد وہ شرطیں ہیں جو نکاح میں ذکر کی جائیں خواہ وہ فاسد ہوں یا صحیح ہوں۔ یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ نکاح جیسا پاکیز معاملہ بھی غیر مسلموں کی ناپاک رسموں اور ملکی رواجوں سے محفوظ نہیں رہا ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس ملک کی غیر شرعی رسمیں جس کثرت اور شدت کے ساتھ مسلمانوں کے شادی بیاہ کے معاملات میں داخل ہوگئی ہیں اس نے نکاح کے اسلامی اور مسنون طریقے کو بالکل ہی اوجھل کردیا ہے اور اب تو جس قدر رسمیں رائج ہیں یا پہلے رائج تھیں ان سب کا احاطہ کرنا بھی ناممکن ہوگیا ہے۔

1895- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَالْخَلِيلُ بْنُ عَمْرٍو قَالَا حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ خَالِدِ بْنِ إِلْيَاسَ عَنْ رَبِيعَةَ ابْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالْغِرْبَالِ

◄◄ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں۔ ”نکاح کا اعلان کرو اور اس کے لیے دف بجاؤ“۔

1896- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بَلْجٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الدُّفُّ وَالصَّوْتُ فِي النِّكَاحِ

◄◄ محمد بن حاطب بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”حلال اور حرام نکاح میں بنیادی فرق دف بجانا اور آواز (بلند کرنا) ہے“۔

شرح

ام المؤمنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نکاح کا اعلان کیا کرو نکاح مسجد کے اندر کیا کرو اور نکاح کے وقت دف بجایا کرو ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث **367**)

اعلان سے مراد اگر گواہوں کی موجودگی ہو کہ نکاح گواہوں کے سامنے کیا جائے تو یہ حکم بطریق وجوب ہوگا اور اگر اعلان سے

1895: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1896: اخرجہ الترمذی فی ”الجامع“ رقم الحدیث: 1088 اخرجہ النسائی فی ”السنن“ رقم الحدیث: 3370

مراد تشہیر ہو کہ نکاح کی مجلس اعلانیہ طور پر منعقد کرو تو پھر یہ حکم بطریق استحباب ہوگا۔ مسجد میں نکاح کرنا مستحب ہے اسی طرح جمعہ کے دن نکاح کرنا مستحب ہے کیونکہ مسجد میں اور جمعہ کے دن نکاح کرنے سے برکت حاصل ہوتی ہے۔ اور حضرت محمد بن حاطب جمحی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال اور حرام کے درمیان فرق نکاح میں آواز اور دف بجانا ہے۔

(احمد ترمذی نسائی، ابن ماجہ)

آواز سے مراد تو گانا ہے یا لوگوں کے درمیان نکاح کا ذکر و اعلان کرنا ہے حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بغیر آواز اور دف کے نکاح ہوتا ہی نہیں کیونکہ نکاح دو گواہوں کے سامنے بھی ہو جاتا ہے بلکہ اس حدیث کا مقصد لوگوں کو اس بات کی ترغیب دلانا ہے کہ نکاح کی مجلس علانیہ طور پر منعقد کی جائے اور لوگوں میں اس کی تشہیر کی جائے اب رہی یہ بات کہ تشہیر کی حد کیا ہے؟ تو وہ یہ ہے کہ اگر ایک مکان میں نکاح ہو تو دوسرے مکان میں یا پڑوس میں اس کا علم ہو جائے اور یہ چیز دف بجانے یا آواز کے ذریعہ یعنی گوئی نظم و گیت پڑھنے گانے سے) حاصل ہوتی ہے تشہیر کا مطلب قطعاً نہیں ہے کہ محلوں اور شہروں میں شہنائی نوبت اور باجوں کے شور و شغب کے ذریعہ نکاح کا اعلان کیا جائے۔

بَابُ: الْغِنَاءِ وَالدُّفِّ

یہ باب گانا اور دف بجانے کے بیان میں ہے

1897- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِي الْحُسَيْنِ اسْمُهُ خَالِدٌ الْمَدَنِيُّ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَالْجَوَارِيْ يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَتَغَنَّيْنَ فَدَخَلْنَا عَلَى الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهَا فَقَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيْحَةَ عُرْسِيْ وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ يَتَغَنَّيَانِ وَتَنْدُبَانِ اٰبَائِيَ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا يَوْمَ بَدْرٍ وَّتَقُوْلَانِ فِيْمَا تَقُوْلَانِ وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَّعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَالَ اَمَّا هٰذَا فَلَا تَقُوْلُوْهُ مَا يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ اِلَّا اللّٰهُ

ابوالحسین جن کا نام خالد جرنی ہے وہ بیان کرتے ہیں: عاشورہ کے دن ہم لوگ مدینہ منورہ میں موجود تھے کچھ لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور کوئی نغمہ گا رہی تھیں ہم سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے ان کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا' تو انہوں نے بتایا: جس دن میری شادی ہوئی تھی اس سے اگلے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں اور گیت گا رہی تھیں وہ ہمارے ان آباؤ اجداد کے بارے میں تھا جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ انہوں نے گیت گاتے ہوئے یہ بھی پڑھا۔

''ہمارے درمیان ایک ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں جو یہ بات جانتے ہیں: کل کیا ہوگا۔''

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاں تک اس بات کا تعلق ہے' تو تم لوگ یہ نہ کہو کیونکہ کل کے بارے میں صرف اللہ تعالیٰ

1897 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 4001,5148 ' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 4922 ' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث

جانتا ہے۔

1898- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَىَّ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعِنْدِىْ جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِى الْاَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتْ بِهِ الْاَنْصَارُ فِىْ يَوْمِ بُعَاثٍ قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَبِمَزْمُوْرِ الشَّيْطَانِ فِىْ بَيْتِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذٰلِكَ فِىْ يَوْمِ عِيْدِ الْفِطْرِ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّهٰذَا عِيْدُنَا

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے میرے پاس انصار سے تعلق رکھنے والی دولڑکیاں تھیں جو گیت گارہی تھیں وہ گیت جنگ بعاث کے بارے میں تھا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں وہ دونوں باقاعدہ گانے والی نہیں تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا شیطانی آلات اللہ کے رسول کے گھر میں موجود ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا وہ عید کا دن تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! ہر قوم کا کوئی تہوار ہوتا ہے اور آج ہمارا تہوار ہے۔

1899- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِبَعْضِ الْمَدِيْنَةِ فَاِذَا هُوَ بِجَوَارٍ يَضْرِبْنَ بِدُفِّهِنَّ وَيَتَغَنَّيْنَ وَيَقُلْنَ

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِىْ النَّجَّارِ   يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارِ

فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ اللّٰهُ اِنِّىْ لَاُحِبُّكُنَّ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں کسی جگہ سے گزرے تو وہاں کچھ لڑکیاں دف بجا کر یہ گانا گارہی تھیں۔

''ہم بنونجار کی لڑکیاں ہیں' اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کتنے اچھے پڑوسی ہیں''۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالی یہ بات جانتا ہے' میں تم سے محبت کرتا ہوں''۔

شرح

حضرت عامر بن سعد تابعی کہتے ہیں کہ جب ایک شادی میں شرکت کے لئے پہنچا جہاں دو صحابی حضرت قرظہ بن کعب اور حضرت ابو مسعود انصاری بھی موجود تھے تو دیکھا کہ چند بچیاں گا رہی ہیں میں نے کہا کہ اے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابیو اور جنگ بدر میں شریک رہنے والو! کیا تمہارے سامنے بھی یہ گانا ہو رہا ہے؟ یہ سن کر ان دونوں صحابیوں نے کہا کہ بیٹھ جاؤ! اگر تمہارا جی چاہے تو تم بھی ہمارے ساتھ سنو اور چاہے چلے جاؤ، کیونکہ شادی بیاہ کے موقع پر ہمیں گیت گانے سننے کی اجازت دی گئی ہے۔ (نسائی، مشکوۃ المصابیح: جلد سوم رقم الحدیث 971)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی گانے کی حرمت و کراہت ہی مشہور تھی عیدیں اور نکاح وغیرہ کی تخصیص بعض لوگوں

1898: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 952 ' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2058

1899 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کو تو معلوم تھی اور بعض لوگوں کو معلوم نہیں تھی، چنانچہ حضرت عامر بن سعد انہیں لوگوں میں سے تھے جنہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ عیدین اور شادی بیاہ وغیرہ میں گانا جائز ہے۔

1900- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَنْبَاَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ اَنْبَاَنَا الْاَجْلَحُ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَنْکَحَتْ عَآئِشَةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ لَّهَا مِنَ الْاَنْصَارِ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَهْدَیْتُمُ الْفَتَاةَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَرْسَلْتُمْ مَعَهَا مَنْ یُّغَنِّیْ قَالَتْ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْصَارَ قَوْمٌ فِیْهِمْ غَزَلٌ فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ یَّقُوْلُ اَتَیْنَاکُمْ اَتَیْنَاکُمْ فَحَیَّانَا وَحَیَّاکُمْ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انصار سے تعلق رکھنے والی اپنی کسی قریبی عزیز خاتون کی شادی کروادی' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم نے لڑکی کو کوئی تحفہ دیا ہے' تو انہوں نے بتایا: جی ہاں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم نے اس کے ساتھ کسی (شادی کے گیت) گانے والی کو بھیجا ہے''۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: جی نہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انصار ایسے لوگ ہیں' جن میں (شادی کے گیت) گانے کا رواج ہے' اگر تم اس کے ساتھ کسی ایسی عورت کو بھیجتی جو یہ گاتی' ہم تمہارے پاس آئے ہیں' ہم تمہارے پاس آئے ہیں' تو انہوں نے ہمیں خوش آمدید کہا' اور انہوں نے تمہیں خوش آمدید کہا''۔

شرح

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میرے پاس ایک انصاری لڑکی تھی جب میں نے اس کا نکاح کسی سے کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ! کیا تم گانے کے لئے کسی سے نہیں کہہ رہی ہو؟ کیونکہ یہ انصار کی قوم گانے کو بہت پسند کرتی ہے؟ (اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے) (مشکوۃ المصابیح جلد سوم: رقم الحدیث **362**)

یہ لڑکی جو حضرت عائشہ کے پاس رہا کرتی تھی اور جس کا نکاح انہوں نے کیا تھا تو ان کے قرابت داروں میں سے کسی کی تھی جیسا کہ آگے آنیوالی حدیث وضاحت کر رہی ہے یا پھر کوئی یتیمہ رہی ہوگی جسے انہوں نے اپنے یہاں رکھ کر پالا پوسا تھا۔ مشکوۃ کے اصل نسخہ میں لفظ رواہ کے بعد کوئی عبارت نہیں لکھی ہوئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مؤلف مشکوۃ کو اس روایت کے اصل مآخذ کا علم نہیں ہوسکا تھا پھر بعد میں دوسرے علماء نے حاشیہ پر یہ عبارت ابن حبان فی صحیحہ (یعنی اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے (لکھ دی ہے) اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ نے ایک لڑکی کا نکاح کیا جو انصاری تھی اور ان کے قرابتداروں میں سے تھی چنانچہ جب نکاح کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو پوچھا کہ کیا تم نے اس لڑکی کو کہ جس کا نکاح کیا گیا ہے۔ اس کے خاوند کے گھر بھیج دیا؟ گھر والوں نے کہا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے

1900 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اس کے ساتھ کسی گانے والے کو بھی بھیجا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار ایک ایسی قوم ہے جس میں گانے کا شوق ہے کاش! تم اس کے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھیج دیتیں جو یہ گاتا ہوا جاتا (اتيناكم اتيناكم فحيانا وحياكم) (یعنی ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور تمہیں بھی سلامتی کے ساتھ رکھے۔ (ابن ماجہ)

شادی بیاہ کے موقع پر طربیہ اشعار کے ذریعہ خوشی و مسرت کا اظہار ایک قدیم روایت ہے چنانچہ انصار میں بھی یہ روایت جاری تھی اور وہ اسے پسند بہت کرتے تھے اسی وجہ سے جب حضرت عائشہ نے اس انصار کی لڑکی کا نکاح کیا اور اس کے ساتھ کسی گانیوالے کو نہیں بھیجا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اگر اس لڑکی کے ساتھ کوئی گانیوالا بھی جاتا تو اس موقع پر اس کے طربیہ اشعار لڑکی کے سسرال والوں کے جذبات مسرت وخوشی میں یقیناً اضافہ کرتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طربیہ گیت کا ایک مصرعہ بھی پڑھ کر سنایا جو عرب میں شادی بیاہ کے موقع پر گایا جاتا تھا، چنانچہ وہ پورا شعر یوں ہے۔ (اتيناكم اتيناكم فحيانا وحياكم ولا الحنطة السمراء لم تسمن عذاراكم) ہم تمہارے پاس آئے خداوند تعالی تمہیں بھی اور ہمیں بھی سلامتی کے ساتھ رکھے۔ اگر سرخ گیہوں نہ ہوتے تو تمہاری کنواریاں گداز بدن والی نہ ہوتیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ دوسرا مصرعہ ولا الحنطۃ کے بجائے یہ ہے (ولولا الحبة السوداء ما كنا بواديكم) اگر سیاہ کھجوریں نہ ہوتیں تو ہم تمہارے مکانوں میں نہ رہتے (بلکہ بھوک کے مارے کہیں نکل جاتے)۔

1901- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ التَّمِيمِيِّ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَسَمِعَ صَوْتَ طَبْلٍ فَأَدْخَلَ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ ثُمَّ تَنَحَّى حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مجاہد بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا انہوں نے طبلے کی آواز سنی تو اپنی انگلیاں دونوں کانوں میں ڈال لیں پھر وہ ایک طرف ہٹ گئے یہاں تک کہ انہوں نے تین مرتبہ ایسا کیا پھر انہوں نے بتایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

بَابُ: فِي الْمُخَنَّثِينَ

یہ باب ہیجڑوں کے احکام میں ہے

1902- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَمِعَ مُخَنَّثًا وَهُوَ يَقُولُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ إِنْ

1901: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1902 اخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 4324 ورقم الحديث: 5235 ورقم الحديث: 5887 اخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5654 اخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 4929 اخرجه ابن ماجه في "السنن" رقم الحديث: 2613

بِفَتْحِ اللّٰهُ الطَّائِفَ غَدًا دَلَلْتُكَ عَلَى امْرَاَةٍ تُقْبِلُ بِاَرْبَعٍ وَّتُدْبِرُ بِثَمَانٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْرِجُوْهُ مِنْ بُيُوْتِكُمْ

◆◆ سیّدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے (وہاں اس وقت ایک ''خواجہ سرا'' بیٹھا ہوا تھا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عبداللہ بن ابوامیہ سے یہ کہتے ہوئے سنا: اے عبداللہ! اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں کل طائف کی فتح نصیب کی تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی کے بارے میں بتاؤں گا جو آتی ہے تو چار سلوٹیں ہوتی ہے اور جب جاتی ہے تو آٹھ سلوٹیں ہوتی ہیں' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں اپنے گھروں سے نکال دو!

1903 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْمَرْاَةَ تَتَشَبَّهُ بِالرِّجَالِ وَالرَّجُلَ يَتَشَبَّهُ بِالنِّسَآءِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی خاتون پر لعنت کی ہے' جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہے اور ایسے مرد پر لعنت کی ہے' جو خواتین کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے۔

1904 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِىُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَلَعَنَ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے ساتھ مشابہت رکھنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت رکھنے والی خواتین پر لعنت کی ہے۔

بَابُ: تَهْنِئَةِ النِّكَاحِ

یہ باب شادی کی مبارکباد دینے میں ہے

1905 - حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِىُّ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَفَّاَ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمْ وَبَارَكَ عَلَيْكُمْ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِىْ خَيْرٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو مبارکباد دیتے تھے' تو یہ کہتے تھے: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت نصیب کرے اور تم پر برکت نازل کرے اور تم دونوں کو بھلائی میں جمع کردے۔

1906 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَقِيْلِ بْنِ اَبِىْ

1903: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1904: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5885 ' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4097 ' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2785

1905: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2130 ' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1091

طَالِبٍ أَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنْ بَنِي جُشَمٍ فَقَالُوْا بِالرِّفَاءِ وَالْبَنِينَ فَقَالَ لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِمْ

حضرت عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے انہوں نے بنو جشم سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کے ساتھ شادی کی تو ان لوگوں نے کہا۔

"پھلو پھولو بال بچے ہوں" تو حضرت عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگ اس طرح نہ کہو بلکہ یوں کہو جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

"اے اللہ! انہیں برکت نصیب کر اور ان پر برکت نازل کر"۔

بَابُ: الْوَلِيمَةِ

یہ باب ولیمہ کے بیان میں ہے

ولیمہ کے معنی ومفہوم کا بیان

ولیمہ اس کھانے کو کہتے ہیں جو نکاح میں کھلایا جاتا ہے اور چونکہ ولیمہ مشتق ہے التیام سے جس کے معنی اجتماع کے ہیں اس لئے اس کھانے کو ولیمہ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ اجتماع زوجین کی تقریب میں کھلایا جاتا ہے۔ ولیمہ کی شرعی حیثیت اور اس کا وقت اکثر علماء کے قول کے مطابق ولیمہ مسنون ہے جب کہ بعض علماء اسے مستحب کہتے ہیں اور بعض حضرات کے نزدیک یہ واجب ہے اسی طرح ولیمہ کے وقت کے بارے میں بھی اختلافی اقوال ہیں۔

بعض علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ ولیمہ کا اصل وقت دخول یعنی شب زفاف کے بعد ہے بعض حضرات کا یہ قول ہے کہ ولیمہ عقد نکاح کے وقت کھلانا چاہئے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ عقد نکاح کے وقت بھی کھلانا چاہئے اور دخول کے بعد بھی۔ دو دن سے زیادہ وقت تک ولیمہ کھلانے کے بارے میں بھی علماء کے مختلف قول ہیں ایک طبقہ تو اسے مکروہ کہتا ہے یعنی علماء کے اس طبقہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ دو دن تک کھلایا جاسکتا ہے اس سے زیادہ وقت تک کھلانا مکروہ ہے۔

حضرت امام مالک کے ہاں ایک ہفتہ تک کھلانا مستحب ہے لیکن اس سلسلہ میں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس کا انحصار خاوند کی حیثیت واستطاعت پر ہے اگر وہ صرف ایک ہی وقت پر اکتفا کرے اور اگر کئی دن اور کئی وقت تک کھلانے کی استطاعت رکھتا ہے تو کئی دن اور کئی وقت تک کھلا سکتا ہے۔

ضیافت کی اقسام کا بیان

مجمع البحار میں لکھا ہے کہ ضیافت یعنی دعوت کی آٹھ قسمیں ہیں (ولیمہ) (خرس، اعذار، وکیرہ، نقیعہ، وضیمہ، عقیقہ، مادبہ: چنانچہ ولیمہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو شادی بیاہ کے موقعہ پر کی جائے۔ خرس اس دعوت کو کہتے ہیں کہ جو بچہ کی پیدائش کی خوشی میں کی جائے

1906: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اعزاراس دعوت کو کہتے ہیں جو ختنہ کی تقریب میں کی جائے وکیرہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو مکان بننے کی خوشی میں کی جائے نقیعہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو مسافر کے آنے کی تقریب میں کی جائے عقیقہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو بچہ کا نام رکھنے کی تقرب میں کی جائے اور مادبہ ہراس دعوت کو کہتے ہیں جو بلا کسی خاص تقریب کے کی جائے ضیافت کی یہ تمام قسمیں مستحب ہیں البتہ ولیمہ کے بارے میں بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ دعوت واجب ہے۔

1907- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَا هٰذَا اَوْ مَهْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر زرد رنگ کا نشان دیکھا تو دریافت کیا: یہ کس وجہ سے ہے؟ انہوں نے بتایا: یارسول اللہ! میں نے ایک انصاری خاتون کے ساتھ ایک گٹھلی سونے کے عوض میں شادی کر لی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت نصیب کرے تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری (ذبح کر کے ہی دعوت کرو)۔

شرح

حضرت عبدالرحمٰن کے کپڑوں پر یا ان کے بدن پر زعفران کا نشان دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یہ کیا ہے؟ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زعفران کے لگنے کا سبب دریافت فرمایا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ مردوں کو خلوق استعمال کرنے سے منع فرماتے تھے (خلوق ایک خوشبو کا نام ہے جو زعفران وغیرہ سے بنتی ہے) اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے ذریعہ ان کو تنبیہ فرمائی کہ جب مردوں کے لئے یہ ممنوع ہے تو تم نے کیوں لگائی چنانچہ عبدالرحمٰن نے جواب دیا کہ میں نے قصداً انہیں لگائی ہے بلکہ دلہن سے اختلاط کی وجہ سے بغیر میرے قصد اور بغیر علم کے لگ گئی ہے۔

قاضی کہتے ہیں کہ جس طرح نش بیس درہم اور اوقیہ چالیس درہم کے برابر وزن کو کہتے ہیں اسی طرح نواۃ پانچ درہم کے برابر وزن کا نام ہے۔ لہٰذا ایک نواۃ سونے کے عوض کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس عورت کا مہر پانچ درہم کے برابر یعنی پونے سولہ ماشہ سونا مقرر کیا ہے۔ بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ نواۃ سے نواۃ تمر یعنی کھجور کی گٹھلی مراد ہے اور بظاہر یہی مراد زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے اس صورت میں حضرت عبدالرحمٰن کے کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے کھجور کی گٹھلی کے بقدر سونے کا مہر باندھا ہے۔

تم ولیمہ کرنا اگرچہ ایک بکری کا ہو اس طرح کی عبارت تقلیل کم سے کم مقدار بیان کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے اور یہاں تکثیر مراد ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ بیان کرنا تھا کہ اگرچہ زیادہ خرچ ہو تب بھی ولیمہ کرو اور تکثیر مراد لینے کی

1907 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5155 ورقم الحدیث: 6386 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3475 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1094 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3372

وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں بکری کو ایک قلیل ترین مقدار کے اظہار کے لئے ذکر کرنا بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی مالی اور اقتصادی حالت بہت کمزور تھی لوگ ستو اور اسی قسم کی دوسری کم تر چیزوں کے ذریعہ ولیمہ کی سنت پوری کیا کرتے تھے پھر یہ کہ خود حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی مالی حیثیت اس وقت اتنی زیادہ نہیں تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے بکری جیسی چیز کو کم سے کم مقدار کی صورت میں بیان فرماتے۔

1908-حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلَمَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ نِسَآئِهِ مَا اَوْلَمَ عَلٰى زَيْنَبَ فَاِنَّهُ ذَبَحَ شَاةً

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بھی زوجہ محترمہ کے ساتھ شادی کا اتنے اہتمام کے ساتھ ولیمہ نہیں کیا جتنا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کا کیا تھا۔ آپ نے ایک بکری (قربان کر کے دعوت کی تھی)۔

شرح

اس سے پہلے حدیث کی تشریح میں جو یہ بتایا گیا تھا کہ بکری کا ذکر بیان تکثیر کے لئے ہے تو اس حدیث سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ایسا ولیمہ جس میں ایک بکری استعمال کی گی ہو ایک بڑے اور کثیر خرچ ولیمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ شب زفاف گزارنے کے بعد ولیمہ کیا اور اس ولیمہ میں لوگوں کا پیٹ گوشت اور روٹی سے بھر دیا۔ (بخاری)

1909-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ عُمَرَ الْعَدَنِيُّ وَغِيَاثُ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّحَبِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا وَائِلُ بْنُ دَاوُدَ عَنِ ابْنِهِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلَمَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِسَوِيْقٍ وَّتَمْرٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کے بعد ولیمے میں ستو اور کھجوریں کھلائے تھے۔

1910-حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ اَبُوْ خَيْثَمَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ شَهِدْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيْمَةً مَا فِيْهَا لَحْمٌ وَّلَا خُبْزٌ قَالَ ابْنُ مَاجَةَ لَمْ يُحَدِّثْ بِهِ اِلَّا ابْنُ عُيَيْنَةَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ولیمہ میں شرکت کی ہے، جس میں گوشت اور روٹی نہیں تھے۔

ابن ماجہ کہتے ہیں: یہ روایت صرف ابن عیینہ نے نقل کی ہے۔

1908 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 5168 ' ورقم الحدیث: 5171 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3489 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3743

1909 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3744 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1081

1910 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1911- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ قَالَتَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُجَهِّزَ فَاطِمَةَ حَتّٰى نُدْخِلَهَا عَلٰى عَلِيٍّ فَعَمَدْنَا إِلَى الْبَيْتِ فَفَرَشْنَاهُ تُرَابًا لَيِّنًا مِنْ أَعْرَاضِ الْبَطْحَاءِ ثُمَّ حَشَوْنَا مِرْفَقَتَيْنِ لِيفًا فَنَفَشْنَاهُ بِأَيْدِينَا ثُمَّ أَطْعَمْنَا تَمْرًا وَزَبِيبًا وَسَقَيْنَا مَاءً عَذْبًا وَعَمَدْنَا إِلٰى عُودٍ فَعَرَضْنَاهُ فِي جَانِبِ الْبَيْتِ لِيُلْقٰى عَلَيْهِ الثَّوْبُ وَيُعَلَّقَ عَلَيْهِ السِّقَاءُ فَمَا رَأَيْنَا عُرْسًا أَحْسَنَ مِنْ عُرْسِ فَاطِمَةَ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت کی تھی کہ ہم سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز تیار کریں تا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی شادی پر ان کی رخصتی ہو جائے' تو ہم لوگ گھر کی طرف متوجہ ہوئے' ہم نے سیلابی زمین کے پاس سے مٹی لا کر گھر کو لیپ کیا' کھجور کی چھال کے ساتھ دو تکیے بنائے اور اپنے ہاتھوں کے ساتھ انہیں نرم کیا' کھانے کے لیے ہم نے کھجور اور کشمش اور پینے کے لیے میٹھا پانی تیار کیا' پھر ہم نے ایک لکڑی لی اور اسے گھر کے ایک طرف ٹھونک دیا تا کہ اس پر کپڑا بھی رکھا جا سکے اور مشکیزہ بھی لٹکایا جا سکے' ہم نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی سے بہتر اور کوئی شادی نہیں دیکھی۔

1912- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ دَعَا أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى عُرْسِهِ فَكَانَتْ خَادِمَهُمُ الْعَرُوسُ قَالَتْ تَدْرِي مَا سَقَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ أَنْقَعْتُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ صَفَّيْتُهُنَّ فَأَسْقَيْتُهُنَّ إِيَّاهُ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ انہوں نے اپنی شادی کے موقع پر یہ دعوت کی تھی۔ ان کی اہلیہ نے مہمانوں کی خدمت کی، وہ نئی نویلی دلہن تھیں۔ اس خاتون نے دریافت کیا: تم جانتے ہو کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کے لیے کیا دیا تھا؟ میں نے گزشتہ رات کچھ کھجوریں بھگو دیں تھیں صبح میں نے انہیں صاف کر کے وہ مشروب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا۔

بَابُ: إِجَابَةِ الدَّاعِي

یہ باب دعوت قبول کرنے کے بیان میں ہے

ولیمہ کی دعوت میں غریبوں کو دعوت دینے کا بیان

1913- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي

1911: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1912: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5176 'ورقم الحدیث: 6685 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5201

هُرَيْرَةَ قَالَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُدْعَى لَهَا الْاَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ لَمْ يُجِبْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سب سے برا کھانا اس ولیمے کا کھانا ہوتا ہے جس میں امیروں کو بلالیا جاتا ہے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور جو شخص دعوت کو ترک کرے گا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

شرح

شر الطعام، یعنی برے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں اور بہت سے برے کھانے ہیں اس میں سے ایک یہ بھی ہے یہ اس لئے کہا گیا ہے کہ بعض کھانے اس سے بھی برے ہوتے ہیں چنانچہ جہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ (شر الناس من اکل وحدہ) (یعنی برا شخص وہ ہے جس نے تنہا کھانا کھایا ہو) وہاں یہ بھی مراد ہے کہ جہاں اور بہت سے برے شخص ہیں ان میں سے ایک برا شخص وہ بھی ہے جو تنہا کھانا کھاتا ہے۔

اس حدیث کا مقصد مطلق ولیمہ کے کھانے کی برائی بیان کرنا نہیں ہے کیونکہ نہ صرف دعوت ولیمہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اس دعوت کو قبول کرنے کی تاکید بھی فرمائی گئی ہے اور جو شخص دعوت ولیمہ کو قبول نہیں کرتا وہ گنہگار ہوتا ہے لہٰذا حدیث کی مراد یہ ہے کہ جو ولیمہ ایسا ہو کہ اس میں صرف مالداروں کو بلایا جائے اور غربا کو نہ پوچھا جائے تو وہ ایک برا ولیمہ ہے چنانچہ اس وقت کچھ لوگوں کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے ولیمہ میں صرف مالداروں کو بلاتے تھے اور انہیں اچھا اچھا کھانا کھلاتے اور بیچارے غریبوں کی بات بھی نہ پوچھتے تھے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا اس ارشاد گرامی کے ذریعہ اس بری عادت سے منع فرمایا۔

دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اس طرح ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت قبول کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا جس نے دعوت قبول نہ کر کے اللہ کے رسول کے حکم کی نافرمانی کی اس نے گویا اللہ ہی کے حکم کی نافرمانی کی۔ جو حضرات دعوت کے قبول کرنے کو واجب کہتے ہیں انہوں نے اس حدیث کو اپنے قول کی دلیل قرار دیا ہے جب کہ جمہور علماء نے اس حدیث کو تاکید استحباب پر محمول کیا ہے۔

دعوت ولیمہ کو قبول کرنے کا بیان

1914- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَنْبَاَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلٰى وَلِيمَةِ عُرْسٍ فَلْيُجِبْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب کسی شخص کو ولیمے کی دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کرلے۔

1913 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5177' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3507' ورقم الحدیث: 3508' ورقم الحدیث 3509' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3742

1914 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3497

شرح

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو شادی کے کھانے پر بلایا جائے تو اسے جانا چاہئے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ دعوت قبول کرنی چاہئے خواہ وہ ولیمہ کی دعوت ہو یا اسی قسم کی کوئی اور دعوت۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد سوم: رقم الحدیث 418)

اسی قسم کی کوئی اور دعوت سے ختنہ وعقیقہ وغیرہ کی دعوت مراد ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان روایتوں میں ولیمہ سے مراد صرف وہی کھانا ہے جو شادی بیاہ کے موقع پر کھلایا جائے۔ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ شادی بیاہ کے کھانے کی دعوت قبول کرنا واجب ہے اگر کوئی شخص بلا کسی عذر کے دعوت قبول نہ کرے تو وہ گنہگار ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: جس شخص نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی۔ اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے لیکن یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ قبول کرنے سے مراد دعوت میں جانا یعنی اگر کسی شخص کو شادی میں بلایا جائے تو اس کے لئے اس دعوت میں جانا بعض علماء کے نزدیک واجب ہے اور بعض علماء کے نزدیک مستحب ہے اب رہی یہ بات کہ کھانے میں شریک ہونے کی تو اس کے بارے میں متفقہ طور پر مسئلہ یہ ہے کہ اگر روزے سے نہ ہو تو کھانے میں شریک ہونا مستحب ہے شادی کے کھانے کی دعوت کے علاوہ دوسری دعوتوں کا قبول کرنا مستحب ہے۔

علامہ طیبی اور ابن ملک نے یہ بھی لکھا ہے کہ دعوت قبول کرنے کا وجوب یا استحباب بعض صورتوں میں ساقط ہو جاتا ہے یہ شبہ ہو کہ دعوت میں جو کھانا کھلایا جائے گا وہ حلال مال کا نہیں ہوگا یا اس دعوت میں مالداروں کی تخصیص ہو یا اس دعوت میں کوئی ایسا شخص شریک ہو جس سے یا تو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو یا وہ اس قابل نہ ہو کہ اس کے ساتھ کہیں بیٹھا جائے ان صورتوں میں اگر کوئی شخص دعوت قبول نہ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی طرح اگر کسی شخص کو دعوت میں محض اس لئے بلایا جائے کہ اس کی خوشنودی مزاج حاصل ہو جائے اور اس سے کوئی نقصان نہ پہنچے یا اس کی ذات وجاہ سے کوئی دنیاوی غرض پوری ہوئے تو ایسی دعوت کو قبول نہ کرنا ہی اولی ہے یا ایسے ہی اگر کچھ لوگ کسی شخص کو اس مقصد کے لئے دعوت میں بلائیں کہ وہ ان لوگوں کے باطل ارادوں یا غیر شرعی کاموں میں مدد کرے یا کسی دعوت میں ممنوع چیزیں جیسے شراب وغیرہ موجود ہو یا وہاں ناچ گانے یا غیر شرعی تفریحات کی چیزیں ہوں یا جس جگہ دعوت ہو وہاں حریر وغیرہ کا فرش بچھا ہو تو ایسی دعوت میں شریک نہ ہونا چاہئے۔

یہ بات مدنظر رہنی چاہئے کہ آجکل کی مجالس مذکورہ بالا چیزوں سے خالی نہیں ہوتیں اگر سب چیزیں نہیں ہوتیں تو ان میں بعض چیزیں اکثر مجلسوں میں پائی جاتی ہیں اس لئے صوفیاء کا قول ہے کہ عزلت (گوشہ نشینی) حلال ہوگئی ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ آجکل گوشہ نشینی واجب ہوگی ہے لہذا جو شخص احتیاط کے پیش نظر گوشہ نشینی اختیار کرنا چاہے اور کسی بھی مجلس یا دعوت میں شریک ہونا مناسب نہ سمجھتا ہو تو اس کے لئے گوشہ نشینی ہی بہتر ہے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو شادی بیاہ اسی رسم کی کسی اور تقریب کے) کھانے پر بلایا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ دعوت قبول کرلے یعنی دعوت میں چلا جائے پھر وہاں جا کر اس کی مرضی پر موقوف ہوگا کہ

چاہے تو کھائے چاہے تو نہ کھائے۔ (مسلم)

اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوا کہ دعوت قبول کرنے کا مطلب داعی کے یہاں جانا ہے اور یہ واجب یا سنت ہے ہاں دعوت کے کھانے میں شریک ہونا سنت ہے بشرطیکہ روزہ سے نہ ہو۔

ابن ملک فرماتے ہیں کہ ارشاد گرامی میں دعوت کو قبول کا جو حکم دیا گیا ہے وہ بطریق وجوب ہے لیکن اس کا تعلق اس شخص سے ہے جس کو کوئی عذر لاحق نہ ہو اگر کوئی شخص معذور ہو مثلاً دعوت کی جگہ اتنی دور ہے کہ وہاں جانا تکلیف ومشقت برداشت کرنے کا مرادف ہے تو اس صورت میں اس دعوت کو قبول نہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

1915- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حُسَيْنٍ اَبُوْ مَالِكٍ النَّخَعِيُّ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلِيمَةُ اَوَّلَ يَوْمٍ حَقٌّ وَّالثَّانِیْ مَعْرُوْفٌ وَّالثَّالِثَ رِيَاءٌ وَّسُمْعَةٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "پہلے دن ولیمہ کرنا حق ہے' دوسرے دن معروف ہے' تیسرے دن دکھاوا اور ریاکاری ہے"۔

بَابُ: الْاِقَامَةِ عَلَى الْبِكْرِ وَالثَّيِّبِ

یہ باب ہے کہ کنواری یا ثیبہ بیوی کے پاس ٹھہرنا

1916- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِیِّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلثَّيِّبِ ثَلَاثًا وَّلِلْبِكْرِ سَبْعًا

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"ثیبہ کے لیے 3 دن ہوں گے اور کنواری کے لیے 7 دن ہوں گے"۔

1917- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا تَزَوَّجَ اُمَّ سَلَمَةَ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا وَّقَالَ لَيْسَ بِكِ عَلَى اَهْلِكِ هَوَانٌ اِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ لَكِ وَاِنْ سَبَّعْتُ لَكِ سَبَّعْتُ لِنِسَائِیْ

1915 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1916 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 5214' ورقم الحدیث 5215' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3611' ورقم الحدیث 3612' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2124' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1139

1917 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3606' ورقم الحدیث 3607' ورقم الحدیث 3608' ورقم الحدیث 3609' ورقم الحدیث 3610' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2122

سیدہ اُم سلمہ ؓ بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے جب سیدہ اُم سلمہ ؓ کے ساتھ شادی کی تو ان کے ہاں تین دن ٹھہرے آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے شوہر کے نزدیک کم حیثیت کی مالک نہیں ہو اگر تم چاہو تو میں 7 دن تمہارے ساتھ رہتا ہوں لیکن اگر میں 7 دن تمہارے ساتھ رہا تو اپنی دیگر بیویوں کے ساتھ بھی 7،7 دن رہوں گا۔

کثیر ازواج کے درمیان باری تقسیم کرنے میں فقہی تصریحات

اگر کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے ساتھ شب باشی کے لئے نوبت باری مقرر کرنا واجب ہے یعنی ان بیویوں کے پاس باری باری سے جانا چاہئے۔ اس سلسلہ میں چند باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

1- جب باری مقرر ہو جائے تو ایک بیوی کی باری میں دوسری بیوی کے ہاں شب باشی جائز نہیں ہے مثلاً جس رات میں پہلی بیوی کے ہاں جانا ہو اس رات میں دوسری بیوی کے ہاں نہ جائے۔

2- ایک رات میں بیک وقت دو بیویوں کے ساتھ شب باشی جائز نہیں ہے اگر وہ دونوں بیویاں اس کی اجازت دے دیں اور وہ خود بھی اس کے لئے تیار ہوں تو جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات میں ایک سے زائد بیویوں سے جماع کیا ہے تو یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کے باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا یا یہ کہ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بیویوں کی اجازت حاصل تھی اس کے علاوہ حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ باری مقرر کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہیں تھا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اپنے کرم اور اپنی عنایت سے اپنی ہر زوجہ مطہرہ کے ہاں رہنے کی باری مقرر کر دی تھی۔

3- سفر کی حالت میں بیویوں کو باری کا حق حاصل نہیں ہوتا اور نہ کسی بیوی کی باری کا لحاظ رکھنا ضروری ہے بلکہ اس کا انحصار خاوند کی مرضی پر ہے کہ وہ جس بیوی کو چاہے اپنے ساتھ سفر میں لے جائے اگرچہ بہتر اولی یہی ہے کہ خاوند اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈال لے اور جس کا نام قرعہ میں نکلے اس کو سفر میں ساتھ رکھے۔

4- مقیم کے حق میں اصلی باری کا تعلق رات سے ہے دن رات کا تابع ہے ہاں جو شخص رات میں اپنے کام کاج میں مشغول رہتا ہو مثلاً چوکیداری وغیرہ کرتا ہو اور اس کی وجہ سے وہ رات اپنے گھر میں بسر نہ کر سکتا ہو تو اس کے حق میں اصل باری کا تعلق دن سے ہوگا۔

درمختار میں یہ لکھا ہے کہ جس شخص کے ایک سے زائد بیویاں ہوں تو اس پر ان بیویوں کے پاس رات میں رہنے اور ان کے کھلانے پلانے میں برابری کرنا واجب ہے ان کے ساتھ جماع کرنے یا جماع نہ کرنے اور پیار و محبت میں برابری کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

کسی عورت کا جماع سے متعلق اس کے شوہر پر حق ہوتا ہے اور وہ ایک بار جماع کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے جماع کرنے کے بارے میں شوہر خود مختار ہے کہ جب چاہے کرے لیکن کبھی کبھی جماع کر لینا اس پر دیانۃً واجب ہے اور مدت ایلاء کے بقدر یعنی چار چار مہینہ تک جماع نہ کرنا خاوند کے لئے مناسب نہیں ہے ہاں اگر بیوی کی مرضی سے اتنے دنوں جماع نہ کرے تو پھر کوئی

مضائقہ نہیں ہے۔ ہر بیوی کے ہاں ایک ایک رات اور ایک ایک دن رہنا چاہئے لیکن برابری کرنا رات ہی میں ضروری ہے چنانچہ اگر کوئی شخص ایک بیوی کے ہاں مغرب کے فوراً بعد چلا گیا اور دوسری بیوی کے ہاں عشاء کے بعد گیا تو اس کا یہ فعل برابری کے منافی ہوگا اور اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس نے باری کے حکم کو ترک کیا کسی بیوی سے اس کی باری کے علاوہ یعنی کسی دوسری بیوی کی باری میں) جماع نہ کرے اسی طرح کسی بیوی کے پاس اس کی باری کے علاوہ کسی رات میں نہ جائے ہاں اگر وہ بیوی بیمار ہو تو اس کی عیادت کے لئے جا سکتا ہے بلکہ اگر اس کا مرض شدید ہو تو اس کی باری کے علاوہ بھی اس کے پاس اس وقت تک رہنا جائز جب تک کہ وہ شفایاب نہ ہو یا اس کا انتقال ہو جائے لیکن یہ اس صورت میں جائز ہے جب کہ اس کے پاس کوئی اور تیمارداری اور غم خواری کے لئے نہ ہو اور اگر خاوند اپنے گھر میں بیماری کی حالت میں ہو تو وہ اپنی ہر بیوی کو اس کی باری میں بلاتا رہے۔

بیویوں کے درمیان تقسیم میں انصاف

جب کسی شخص کی دو آزاد بیویاں ہوں تو تقسیم کے اعتبار سے ان میں برابری کرنا اس شخص پر لازم ہے' خواہ وہ دونوں باکرہ ہوں یا دونوں ثیبہ ہوں' یا ان دونوں میں سے ایک باکرہ ہو اور دوسری ثیبہ ہو'اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے'' جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ تقسیم میں ان میں سے کسی ایک کی طرف داری کرے' تو جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا''۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے درمیان تقسیم کے معاملے میں انصاف سے کام لیتے تھے اور آپ یہ دعا کرتے تھے:''اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے اس کے بارے میں' میں مالک ہوں' تو اس چیز کے بارے میں مجھ سے مواخذہ نہ کرنا' جس کا میں مالک نہیں ہوں''۔ (صاحب ہدایہ فرماتے ہیں) یعنی کسی ایک کے ساتھ زیادہ محبت ہو'ہم نے جو روایت بیان کی ہے اس میں کوئی فصل نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

ازواج کے درمیان تقرر باری میں فقہ حنفی کے مطابق عدل کا بیان

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان باری مقرر فرماتے اور عدل سے کام لیتے (یعنی ان کے پاس رات رہنے کے سلسلہ میں برابری کا خیال رکھتے) اور پھر اس احتیاط و عدل کے باوجود یہ دعا مانگا کرتے کہ اے اللہ جس چیز کا میں مالک ہوں اس میں باری مقرر کر دی ہے لہٰذا جس کا تو مالک ہے میں مالک نہیں ہوں اس پر مجھے ملامت نہ کیجئے۔

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ دارمی، مشکوۃ المصابیح، جلد سوم رقم الحدیث 436)

دعا کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بیویوں کے پاس جانے کی باری مقرر کرنے اور ان کے نان نفقہ کا میں مالک ہوں لہٰذا ان چیزوں میں عدل و برابری کرنا میری ذمہ داری ہے جسے میں پورا کرتا ہوں اور کسی بھی بیوی کے ساتھ ناانصافی یا اس کی حق تلفی نہیں کرتا ہاں پیار و محبت کا معاملہ دل سے متعلق ہے جس پر میرا کوئی اختیار نہیں ہے۔ میں اس میں برابری نہیں کر سکتا اس لئے اگر مجھے کسی بیوی سے زیادہ محبت اور کسی سے کم محبت ہو تو چونکہ میرے قصد و ارادہ کو دخل نہیں ہوگا لہٰذا اس پر مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے ایک سے زائد بیویاں ہوں تو اس پر یہ لازم ہے کہ وہ ان بیویوں کے پاس جائے ان کے ہاں شب گزارے اور ان کے نان ونفقہ میں پورا پورا عدل کرے اور ان چیزوں میں ان کے درمیان اس طرح برابری کرے کہ کسی بھی بیوی کو فرق وامتیاز کی شکایت نہ ہو ہاں پیار ومحبت مباشرت وجماع اور جنسی لطف حاصل کرنے کے بارے میں عدل و برابری لازم نہیں ہوگی کیونکہ یہ چیزیں دل وطبیعت سے متعلق ہیں جس پر کسی انسان کا اختیار نہیں ہوتا۔

ازواج کے حقوق میں عدل وانصاف کا بیان

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (النساء، ۱۲۹)

تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو، اگر چہ حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ اور دوسری کو لٹکتی چھوڑ دو اور اگر نیکی اور پرہیزگاری کرو تو بے شک اللہ (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ گو تم چاہو کہ اپنی کئی ایک بیویوں کے درمیان ہر طرح بالکل پورا عدل وانصاف اور برابری کرو تو بھی تم کر نہیں سکتے۔ اس لئے کہ گو ایک ایک رات کی باری باندھ لو لیکن محبت چاہت شہوت جماع وغیرہ میں برابری کیسے کر سکتے ہو؟

ابن ملکیہ فرماتے ہیں یہ بات حضرت عائشہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بہت چاہتے تھے، اسی لئے ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے درمیان صحیح طور پر مساوات رکھتے تھے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے فرماتے تھے الٰہی یہ وہ تقسیم ہے جو میرے بس میں تھی اب جو چیز میرے قبضہ سے باہر ہے یعنی دلی تعلق اس میں تو مجھے ملامت نہ کرنا (ابوداؤد) اس کی اسناد صحیح ہے۔

لیکن امام ترمذی فرماتے ہیں دوسری سند سے یہ مرسلاً مروی ہے اور وہ زیادہ صحیح ہے۔ پھر فرمایا بالکل ہی ایک جانب جھک نہ جاؤ کہ دوسری کو لٹکا دو وہ نہ بے خاوند کی رہے نہ خاوند والی وہ تمہاری زوجیت میں ہو اور تم اس سے بیرخی برتو نہ تو اسے طلاق ہی دو کہ اپنا دوسرا نکاح کر لے نہ اس کے وہ حقوق ادا کرو جو ہر بیوی کے لئے اس کے میاں پر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کی دو بیویاں ہوں پھر وہ بالکل ہی ایک کی طرف جھک جائے تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس طرح آئے گا کہ اس کا آدھا جسم ساقط ہوگا۔ (احمد وغیرہ)

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث مرفوع طریق سے سوائے ہمام کی حدیث کے پہچانی نہیں جاتی۔ پھر فرماتا ہے اگر تم اپنے کاموں کی اصلاح کر لو اور جہاں تک تمہارے اختیار میں ہو عورتوں کے درمیان عدل وانصاف اور مساوات برتو ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو، اس کے باوجود اگر تم کسی وقت کسی ایک کی طرف کچھ مائل ہو گئے ہو اسے اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ پھر تیسری حالت بیان فرماتا ہے کہ اگر کوئی صورت بھی نباہ کی نہ ہو اور دونوں الگ ہو جائیں تو اللہ ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا، اسے اس سے اچھا شوہر اور اسے اس سے اچھی بیوی دے دے گا۔ اللہ کا فضل بہت وسیع ہے وہ بڑے احسانوں والا ہے اور ساتھ ہی وہ حکیم ہے تمام افعال ساری تقدیریں اور پوری شریعت حکمت سے سراسر بھرپور ہے۔

مقررہ باری میں دوسری بیوی کے پاس جانے کی اباحت کا بیان

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "بیوی کی باری کے وقت میں اس کی سوکن کے پاس جانے کا مسئلہ: اگر تو رات کے وقت ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں لیکن ضرورت کی حالت میں جائز ہوگا مثلاً بیوی موت وحیات کی کشمکش میں ہو اور خاوند اس کے پاس جانا چاہتا ہو، یا پھر بیوی نے اس کی وصیت کی ہو، یا اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو اگر وہ ایسا کرے اور وہاں دیر دیر ٹھہرے بغیر واپس آ جائے تو قضا نہیں، لیکن اگر وہ وہیں رہے حتی کہ وہ تندرست ہو جائے تو دوسری بیوی کی باری میں اتنی دیر ہی رات کو اس بیوی کے پاس رہے گا۔

اور اگر وہ بغیر کسی ضرورت کے جاتا ہے تو گنہگار ہوگا اور قضا میں حکم یہ ہے جیسا کہ اگر ضرورت کی بنا پر جاتا ہے تو تھوڑے سے وقت کی قضا کا کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن اگر کسی دوسری بیوی کی باری میں دن کے وقت اور بیوی کے پاس جائے تو ضرورت کی بنا پر جائز ہے، مثلاً اخراجات دینے یا بیمار پرسی کرنے یا کسی کام کے متعلق دریافت کرنے، یا پھر زیادہ دیر ہو گئی ہو تو ملنے جاسکتا ہے۔

اس کی دلیل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث ہے وہ بیان کرتی ہیں: "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری باری کے علاوہ دن میرے پاس آیا کرتے تھے اور جماع کے علاوہ سب کچھ حاصل کرتے اور جب وہ باری کے علاوہ دوسری باری کے پاس جائے تو اس سے جماع مت کرے، اور نہ ہی اس کے پاس زیادہ دیر رہے کیونکہ اس سے رہنا حاصل ہوتا ہے اور وہ اس کی مستحق نہیں کیونکہ باری کسی اور کی ہے، اور اگر وہ زیادہ دیر رہے تو قضا کریگا۔ (المغنی، ج ۷، ص ۲۳۴، بیروت)

نئی اور پرانی بیوی کے حقوق یکساں ہوں گے

اس بارے میں پرانی اور نئی بیویوں کی حیثیت برابر ہوگی' کیونکہ ہم نے جو روایت نقل کی ہے وہ مطلق ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: تقسیم نکاح کے حقوق سے تعلق رکھتی ہے اور اس بارے میں بیویوں کے درمیان کوئی تفاوت نہیں ہے۔ بیوی کے پاس آنے جانے کی مقدار کتنی ہوگی اس کا اختیار شوہر کو ہے' کیونکہ اصل لازم چیز ان کے درمیان برابری رکھنا ہے' اس کا کوئی مخصوص طریقہ لازم نہیں ہے' اور جو برابری لازم ہے وہ رات بسر کرنے کے اعتبار سے ہے۔ صحبت کرنے کے حوالے سے نہیں ہے' کیونکہ اس کا تعلق طبیعت کی آمادگی کا ساتھ ہوتا ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

نئی و پرانی زوجہ کی باری تقسیم میں فقہ شافعی وحنفی کا استدلال

حضرت ابوقلابہ تابعی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا یہ مسنون ہے کہ جب کوئی شخص ثیبہ کی موجودگی میں کسی باکرہ سے نکاح کرے تو سات رات تک اس کے پاس رہے اور پھر اس میں اور پرانی بیویوں کے درمیان باری مقرر کر دے اور کسی ثیب یعنی کسی بیوہ یا مطلقہ عورت سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین رات رہے اور پھر باری مقرر کر دے۔ حضرت ابوقلابہ کہتے ہیں کہ اگر میں چاہتا تو یہ کہتا کہ حضرت انس نے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح جلد سوم رقم الحدیث 434)

حضرت امام شافعی نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کے نکاح میں کئی عورتیں ہوں یا ایک عورت ہو اور پھر وہ ایک عورت سے نکاح کرے تو اگر وہ عورت باکرہ (کنواری) ہو تو اس کے پاس سات رات تک رہے اور اگر وہ ثیبہ (یعنی بیوہ یا مطلقہ ہو) تو اس کے پاس تین رات تک رہے اور پھر نئی اور پرانی بیویوں کے درمیان باری مقرر کردے کہ ہر ایک کے پاس برابر برابر ایک ایک رات جایا کرے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس سلسلہ میں باکرہ اور ثیب یا نئی اور پرانی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ باری کے اعتبار سے سب برابر ہیں انہوں نے ان دونوں حدیثوں پر عمل کیا ہے جو اس باب کی دوسری فصل میں آئیں گی اور جن میں اس قسم کا فرق وامتیاز بیان نہیں کیا گیا ہے،

امام اعظم کے نزدیک اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی ایک یا ایک سے زائد بیویوں کی موجودگی میں کسی باکرہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس سات رات تک رہے اور پھر پہلی بیویوں میں سے بھی ہر ایک کے پاس سات سات رات تک رہے اور اگر ثیبہ کے ساتھ نکاح کرے تو اس کے پاس تین رات تک رہے اور پھر پہلی بیویوں سے بھی ہر ایک کے پاس تین تین رات تک رہے۔

روایت کے آخر میں ابوقلابہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں چاہتا تو اس حدیث کو مرفوع کہتا یعنی یہ کہتا کہ اس حدیث کو حضرت انس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کیونکہ صحابہ کا یہ کہنا کہ یہ مسنون ہے مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو دوسرے دن صبح کو ان سے فرمایا کہ تمہارے خاندان والوں کے لئے تمہاری طرف سے اس میں کوئی ذلت نہیں کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات رات رہوں اور پھر دوسری تمام بیویوں کے پاس بھی سات سات رات تک رہوں اور اگر تم چاہو تو تمہارے پاس تین رات تک رہوں اور پھر اس کے بعد دورہ کروں (یعنی تمام بیویوں کے پاس بھی تین تین رات تک رہوں) حضرت ام سلمہ نے یہ سن کر کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تین راتیں رہئے۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا کہ کنواری کے پاس سات رات تک رہنا چاہئے اور ثیبہ کے پاس تین رات تک۔

(مشکوۃ المصابیح جلد سوم رقم الحدیث 435، مسلم)

اس میں کوئی ذلت نہیں ہے کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے پاس جو تین رات رہوں گا تو اس کی وجہ سے تمہارے خاندان و قبیلہ پر کسی حقارت یا ذلت کا داغ نہیں لگے گا کیونکہ تمہارے ساتھ میرا تین رات تک رہنا تمہاری صحبت واختلاط سے بے رغبتی کے سبب سے نہیں ہے بلکہ شرعی حکم کی بناء پر ہے ان الفاظ کے ذریعہ گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عذر کی تمہید بیان فرمائی ہے جس کی وجہ سے شادی کی ابتداء کے ایام میں حضرت ام سلمہ کے ہاں شب باشی کے لئے صرف تین راتوں پر اکتفاء کرنا پڑا اور وہ عذر یہ شرعی حکم ہے کہ اگر اپنی پہلی بیوی کی موجودگی میں کسی اور عورت سے نکاح کیا جائے۔ تو اس نئی بیوی کے ساتھ مسلسل سات دن تک شب باشی اس صورت میں جائز ہوگی جب کہ وہ باکرہ کنواری ہو لیکن اس کے بعد پہلی بیویوں میں سے بھی ہر ایک کے ہاں سات سات دن تک شب باشی ہونی چاہئے۔

حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ ام سلمہ سے شادی کی تو آپ ان کے ہاں تین دن رہے پھر آپ نے ارشاد فرمایا تمہارے میاں کے سامنے تمہاری حیثیت کم نہیں ہے۔ اگر تم چاہو میں تمہارے پاس سات دن تک رہ سکتا ہوں لیکن اگر میں تمہارے پاس سات دن رہوں تو دوسری بیویوں کے پاس بھی سات دن رہوں گا۔

(سنن دارمی: جلد دوم: رقم الحدیث 71)

تا کہ باری کے اعتبار سے کسی کے ساتھ بے انصافی اور حق تلفی نہ ہو اور اگر وہ نئی بیوی ثیبہ (کسی کی بیوہ یا مطلقہ) ہو تو پھر اسکے ساتھ تین دین تک شب باشی کی جائے لیکن اس کے بعد پہلی بیویوں میں سے بھی ہر ایک کے ساتھ تین تین دن تک شب باشی کی جائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کے سامنے اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارے یہاں بھی سات راتوں تک رہ سکتا ہوں لیکن یہ حق کنواری عورت کے لئے ہے اور تم ثیبہ ہو اور پھر یہ کہ بعد میں مجھے دوری تمام بیویوں کے پاس بھی سات سات راتوں تک رہنا ہوگا اس لئے بہتر یہ ہے کہ ثیبہ کے حق میں جو حکم ہے اسی کے مطابق میں تمہارے پاس تین دن تک شب باشی کروں اور پھر بعد میں ہر ایک بیوی کے ہاں تین تین دن تک شب باشی کر کے تمہارے سب کے درمیان باری مقرر کر دوں لہذا حضرت ام سلمہ نے منشاء شریعت اور مزاج نبوت کے مطابق اسی بات کو قبول کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تین رات تک رہیں۔ یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: شوہر پر صرف مساوات لازم ہے اس مساوات کے لئے کوئی مخصوص طریقہ لازم نہیں ہے بلکہ وہ اپنے مزاج اور سہولت کے مطابق کوئی بھی طریقہ اختیار کر سکتا ہے۔

ازواج کو سفر پر لے جانے میں تقسیم کا بیان

شیخ عبد الرحمن السعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ یعنی: جو دو بیویاں رکھنا پسند کرتا ہے وہ رکھے، اور جو تین پسند کرتا یا چار پسند کرتا ہے وہ رکھے لیکن چار سے زائد نہیں؛ کیونکہ آیت بطور اطمنان لائی گئی ہے یعنی اللہ کے احسان کے سیاق میں لائی گئی ہے، اس لیے اللہ تعالی نے جو عدد بیان کیا ہے اس سے زائد رکھنا جائز نہیں اس پر اجماع ہے؛ اس لیے کہ ہو سکتا ہے مرد کی شہوت ایک بیوی سے پوری نہ ہو سکتی ہو، چنانچہ اس کے لیے ایک کے بعد دوسری حتی کہ چار تک مباح کی گئی ہیں۔

کیونکہ چار میں ہر ایک کے لیے کفایت ہے لیکن نادرا کوئی ایسا ہوگا جسے چار کافی نہ ہوں، لیکن یہ چار بھی اس کے اس وقت مباح کی گئی ہیں جب اسے یہ خدشہ نہ ہو کہ وہ کسی پر ظلم کریگا بلکہ یقینی عدل و انصاف پایا جائے، اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا وثوق ہو۔

اور اگر اسے ان میں سے کسی چیز کا خدشہ ہو تو اسے ایک پر ہی گزارا کرنا چاہیے، یا پھر لونڈی پر، کیونکہ لونڈی میں تقسیم واجب نہیں ہے۔ ذلک: یعنی ایک بیوی پر ہی اکتفا کرنا یا پھر لونڈی پر۔ ادنی الا تعولوا: اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ تم ظلم نہ کرو۔ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر بندے کو کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے جہاں اس سے ظلم وجور کے ارتکاب کا خدشہ ہو اور اسے اس بات کا خوف ہو کہ وہ اس معاملے کے حقوق پورے نہیں کر سکے گا خواہ یہ معاملہ مباحات کے زمرے میں کیوں نہ آتا ہو تو اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اس معاملے میں کوئی تعرض کرے، بلکہ اس سے بچاؤ اور عافیت کا التزام کرے، کیونکہ عافیت بہترین چیز ہے

جو بندے کی عطا کی گئی ہے۔ (تفسیر السعدی، ۱۶۳)

جو عورت بھی اپنے حساب پر خاوند کو کسی دوسری بیوی کی طرف مائل دیکھے، یا اس کے حق پر ظلم کرتا ہوا دیکھے۔ تو اسے خاوند کو اچھے اور بہتر طریقہ سے نصیحت کرنی چاہیے اور اسے اللہ کی جانب سے واجب کردہ حقوق کی عدل و انصاف کے ساتھ ادائیگی یاد دلائے، اور بتائے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ظلم کرنا حرام کیا ہے، اور اسی طرح اسے اپنی بہن سوکن کو بھی نصیحت کرنی چاہیے کہ وہ بھی ظلم کو قبول مت کرے، اور جو اس کا حق نہیں وہ مت لے، امید ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے عدل کرنے کی راہ دکھائے اور وہ ہر حقدار کو اس کا حق ادا کرنا شروع کر دے۔

دوم: بیویوں کے مابین عدل میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اگر خاوند سفر پر جانا چاہتا ہے تو وہ اپنے ساتھ لے جانے کے لیے بیویوں کے مابین قرعہ اندازی کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہی رہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: "جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر جانا چاہتے تو اپنی بیویوں کے مابین قرعہ اندازی کرتے جس کا نام قرعہ اندازی میں نکل آتا اسے اپنے ساتھ لے جاتے" (صحیح بخاری رقم الحدیث (2454) صحیح مسلم رقم الحدیث (1770)

امام نووی رحمہ اللہ اس کی شرح میں کہتے ہیں: "اس حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ جو کوئی بھی اپنی کسی ایک بیوی کو سفر میں ساتھ لے جانا چاہے تو وہ ان کے مابین قرعہ اندازی کرے، ہمارے ہاں یہ قرعہ اندازی واجب ہے۔ (شرح مسلم، ج ۵ص ۲۰۱)

اور ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں: "خاوند کے لیے جائز نہیں کہ وہ قرعہ اندازی کیے بغیر کسی ایک بیوی کو اپنے ساتھ سفر پر لے جانے کے لیے خاص کر لے۔ (المحلی (9/212)

اور جب وہ سفر سے واپس لوٹے تو قرعہ اندازی سے ساتھ جانے والی عورت کا سفر والا وقت شمار نہیں ہوگا۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اور جب خاوند سفر سے واپس پلٹے اور بیویوں میں تقسیم دوبارہ شروع کرے تو اپنے ساتھ سفر پر جانے والی بیوی کے ساتھ سفر میں رہنے والے ایام شمار نہیں کریگا، اور اس بیوی کا سفر کی مشقت اور تکلیف برداشت کرنا اور اس کے ساتھ رہنا اس کے حصے کے برابر ہوگا۔ تمہید (19/266)

بَابُ: مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ اِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ اَهْلُهُ

یہ باب ہے کہ جب آدمی کی بیوی اس کے گھر آئے' تو آدمی کیا کہے؟

1918- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وَصَالِحُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى الْقَطَّانُ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَفَادَ اَحَدُكُمُ امْرَاَةً اَوْ خَادِمًا اَوْ دَابَّةً فَلْيَاْخُذْ بِنَاصِيَتِهَا وَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا وَخَيْرِ مَا جُبِلَتْ عَلَيْهِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جُبِلَتْ عَلَيْهِ

1918: اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 2252

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' جب کسی شخص کو بیوی ملے یا خادم ملے یا کوئی جانور ملے تو اسے چاہئے کہ اس کی پیشانی کو تھام کر یہ کہے۔

''اے اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر اور جس خیر پر اسے پیدا کیا گیا' اس (خیر) کا سوال کرتا ہوں' اور میں اس کے شر اور جس شر پر اس کو پیدا کیا گیا ہے اس (شر) سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

1919- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى امْرَأَتَهُ قَالَ اللَّهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنِي ثُمَّ كَانَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يُسَلِّطِ اللَّهُ عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ أَوْ لَمْ يَضُرَّهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: انہیں نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کا پتہ چلا ہے: جو شخص اپنی بیوی کے پاس آتے وقت یہ دعا پڑھے' تو اللہ تعالیٰ شیطان کو اس پر تسلط نہیں دے گا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) شیطان اس کے بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

''اللہ کے نام کے ساتھ آغاز کرتا ہوں' اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو اولاد تو ہمیں عطا کرے گا' اسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ''۔

بَابُ: التَّسَتُّرِ عِنْدَ الْجِمَاعِ

یہ باب صحبت کرنے کے وقت پردہ کرنے کے بیان میں ہے

1920- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَأَبُو أُسَامَةَ قَالَا حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِي مِنْهَا وَمَا نَذَرُ قَالَ احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ قَالَ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا تُرِيَهَا أَحَدًا فَلَا تُرِيَنَّهَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنْ كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا قَالَ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ

بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ہم اپنی شرمگاہوں سے کیا کرسکتے ہیں: اور کن چیزوں سے پرہیز کریں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم اپنی بیوی اور اپنی کنیز کے علاوہ ہر ایک سے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو میں نے عرض کی: یارسول

1919 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 141' ورقم الحدیث: 3271' ورقم الحدیث: 3283' ورقم الحدیث 5165' ورقم الحدیث 6388 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3519' ورقم الحدیث 3520' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2161' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1092

1920 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 278' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4017' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2769' ورقم الحدیث 2794

اللہ ﷺ ایسی صورت کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا خیال ہے کہ اگر کچھ لوگ اکٹھے ہوں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تم اپنی شرمگاہ کسی کو نہ دکھاؤ تو تم اسے ہرگز نہ دکھاؤ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اگر ہم میں سے کوئی ایک شخص تنہا ہو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بات کا لوگوں سے زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔

1921- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ وَهْبٍ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ الْقَاسِمِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا الْاَحْوَصُ بْنُ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ وَرَاشِدُ ابْنُ سَعْدٍ وَّعَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَدِيٍّ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ السُّلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمْ اَهْلَهُ فَلْيَسْتَتِرْ وَلَا يَتَجَرَّدْ تَجَرُّدَ الْعَيْرَيْنِ

حضرت عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

''جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرنے لگے تو اسے پردہ کر لینا چاہئے' گدھے اور گدھی کی طرح بالکل برہنہ نہیں ہونا چاہئے''۔

1922- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُوْسٰى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ مَوْلًى لِعَائِشَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا نَظَرْتُ اَوْ مَا رَاَيْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ

قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ اَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ مَوْلَاةٍ لِعَائِشَةَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے کبھی نظر نہیں کی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میں نے نبی کریم ﷺ کی شرمگاہ کو کبھی نہیں دیکھا۔

ابوبکر نامی راوی کہتے ہیں: ابونعیم نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے' یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیز کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابُ: النَّهْيِ عَنْ اِتْيَانِ النِّسَآءِ فِيْ اَدْبَارِهِنَّ

یہ باب خواتین کی پچھلی شرمگاہ میں صحبت کرنے کی ممانعت میں ہے

1923- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مُخَلَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى رَجُلٍ جَامَعَ امْرَاَتَهُ فِيْ دُبُرِهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نظر رحمت نہیں کرتا جو عورت کے ساتھ اس کی پچھلی شرمگاہ میں صحبت کرتا ہے''۔

1921 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1923 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 2162

1924- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ اَنْبَانَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هَرَمِيٍّ عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَا تَاْتُوا النِّسَآءَ فِيْ اَدْبَارِهِنَّ

حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ حق بات سے حیا نہیں کرتا''۔ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی' (پھر فرمایا:) ''تم خواتین کے ساتھ ان کی پچھلی شرمگاہ میں صحبت نہ کرو''۔

1925- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ اَبِيْ سَهْلٍ وَّجَمِيْلُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ كَانَتْ يَهُوْدُ تَقُوْلُ مَنْ اَتَى امْرَاَتَهُ فِيْ قُبُلِهَا مِنْ دُبُرِهَا كَانَ الْوَلَدُ اَحْوَلَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ (نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یہودی یہ کہا کرتے تھے جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ پیچھے کی طرف سے اگلی شرمگاہ کی طرف صحبت کرتا ہے اس کا بچہ بھینگا ہوتا ہے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''تمہاری بیویاں تمہارے کھیت ہیں تم اپنے کھیت میں جس طرف سے چاہو آؤ''۔

شرح

یہودی یہ کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص عورت سے اس طرح جماع کرے کہ اس کے پیچھے کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر اس کے اگلے حصہ یعنی شرم گاہ میں اپنا عضو داخل کرے تو اس کی وجہ سے بھینگا بچہ پیدا ہوگا چنانچہ ان کے اس غلط خیال اور وہم کی تردید کے لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں کہ جس طرح تمہارے کھیتوں میں تمہارے لئے فصل پیدا ہوتی ہے اسی طرح تمہاری بیویوں کے ذریعے تمہاری اولاد پیدا ہوتی ہے اس لئے تم اپنی کھیتی میں آنے میں خود مختار ہو کہ جس طرح چاہو آؤ خواہ لیٹ کر خواہ بیٹھ کر خواہ کھڑے ہو کر خواہ پیچھے ہو کر اور خواہ آگے ہو کر جس طرح بھی تمہارا جی چاہے ان سے جماع کرو کسی صورت میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جماع بہر صورت عورت کے اگلے حصے یعنی شرمگاہ ہی میں کیا جائے۔

کیونکہ جس اعتبار سے عورت کو کھیتی کہا گیا ہے اس کا اطلاق عورت کی شرم گاہ ہی پر ہوسکتا ہے مقعد پر اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا بایں وجہ کہ مقعد اولاد پیدا ہونے کی جگہ نہیں ہے بلکہ پاخانہ کی جگہ ہے اس لئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ پیچھے کے حصہ میں بدفعلی یعنی اغلام کرنا صرف اسلام ہی نہیں بلکہ ہر دین میں حرام ہے۔

مباشرت سے متعلق بعض احکام کا بیان

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ

1924: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1925: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 3521 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2979

مُّلٰقُوْهُ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔(البقرہ، ۲۲۳)

تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں، تو آؤ اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو۔ اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے اور اے محبوب بشارت دو ایمان والوں کو۔ (کنزالایمان)

(۱) امام وکیع، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی ابن ماجہ، ان جریر، ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے سنن میں حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ یہودی کہتے تھے جب کوئی آدمی اپنی عورت کے پاس اس کے پیچھے (ہوکر) اس کے اگلے حصہ (یعنی فرج) میں آئے گا (یعنی اس طرح جماع کرے گا) پھر اس کا حمل ہوگیا تو بچہ بھینگا پیدا ہوگا تو (اس پر یہ آیت) نازل ہوئی لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم اگر وطی فرج میں ہو تو آگے کی طرف سے یا پیچھے کی طرف سے (جائز ہے)

(۲) سعید بن منصور، دارمی، ابن المنذر ابن ابی حاتم نے حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا جو آدمی اپنی عورت سے پیچھے کی طرف سے فرج میں وطی کرتا ہے۔ تو اس کا بیٹا بھینگا پیدا ہوگا۔ تو (اس پر) اللہ تعالیٰ نے اتار الفظ آیت نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا آگے کی طرف سے پیچھے کی طرف سے جب کہ وطی فرج میں ہو۔

فرج میں ہر طرح سے ہمبستری جائز ہے

(۳) ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، عبد بن حمید، ابن جریر نے مرۃ ہمدانی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک یہودی ایک مسلمان سے ملا اور اس سے کہا تم اپنی عورتوں کے پاس ان کے پیٹھ کی طرف سے آتے ہو گر یا انہوں نے اس کیفیت کو ناپسند کیا۔ یہ بات انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ذکر کی۔ تو (یہ آیت) نازل ہوئی۔ لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم (الآیہ)۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ اجازت دیدی کہ عورتوں سے ان کے فرج میں جماع کریں جیسے چاہیں اور جس طرح چاہیں۔ ان کے سامنے سے یا ان کے پیچھے سے۔

(۴) ابن ابی شیبہ نے مرہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ یہودی مسلمانوں سے مذاق کرتے تھے ان کی عورتوں کے ساتھ پیچھے کی طرف سے ہوکر فرج میں جماع کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم (الآیہ)

(۵) ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ انصار اپنی عورتوں کے ساتھ جماع کرتے تھے جبکہ وہ پہلوں کے بل لیٹی ہوئی تھیں اور قریش چت لٹا کر جماع کرتے تھے قریش کے ایک مرد نے انصار کی ایک عورت سے شادی کی تو اس نے اپنے طریقے سے جماع کرنے کا ارادہ کیا۔ تو عورت نے کہا میرے قریب نہ آ مگر جیسے وہ (یعنی انصاری لوگ) کرتے ہیں۔ یہ بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شئتم یعنی کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے بعد اس کے کہ (جماع) ایک ہی سوراخ (یعنی فرج) میں ہو۔

(۶) ابن جریر نے سعید بن ابی ہلال رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ان کو عبداللہ بن علی رحمہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ان کو یہ

بات پہنچی ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب میں سے کچھ لوگ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے اور ایک آدمی یہود میں سے ان سے قریب (بیٹھ گیا) ان میں سے بعض نے یہ کہنا شروع کیا کہ میں اپنی عورت کے پاس اس حال میں آتا ہوں کہ وہ پہلو کے بل لیٹی ہوئی ہوتی ہے۔ اور دوسرے نے کہا اور میں اپنی عورت کے پاس آتا ہوں کہ وہ کھڑی ہوئی ہوتی ہے۔ اور تیسرے نے کہا میں اپنی عورت کے پاس آتا ہوں کہ وہ بیٹھی ہوئی ہوتی ہے۔ یہودی نے کہا تم جماع نہیں کرتے مگر جانوروں کی طرح مگر ہم ایک ہی طریقے پر آتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری لفظ آیت **نساؤ کم حرث لکم** (الآیہ)

(۷) وکیع، ابن ابی شیبہ، دارمی نے حسن (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ یہودی پرواہ نہیں کرتے تھے جو کچھ مسلمان پر (کوئی حکم) سخت ہوتا تھا۔ وہ کہتے تھے اے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قسم تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ نہ آؤ تم عورتوں کے ساتھ مگر ایک ہی طریقے سے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے اتار الفظ آیت **نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم** تو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں اور ان کی ضرورت کے درمیان راستہ چھوڑ دیا (یعنی جس طرح چاہو جماع کرو)

یہود کی قسم کی تکذیب کا بیان

(۸) عبد بن حمید نے حسن (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ یہودی حسد کرنے والی قوم تھی۔ انہوں نے کہا کہ اے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی قسم نہیں حلال ہے تمہارے لئے کہ تم اپنی عورتوں کے پاس آؤ مگر ایک ہی طریقہ کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جھٹلایا اور یہ آیت اتاری۔ لفظ آیت **نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم** تو اللہ تعالیٰ نے اجازت فرمادی اپنی بیوی سے جیسے چاہے لطف اندوز ہو۔ اگر مرد چاہے تو اپنی عورت کے پاس آئے اس کے آگے کی طرف۔ اگر وہ چاہے تو اس کے پیچھے کی طرف سے سوائے اس کے کہ راستہ ایک ہی ہو (یعنی فرج میں خواہش پوری کرے)

(۹) عبد بن حمید نے حسن (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا تم اپنی عورتوں کے پاس جانوروں کی طرح آتے ہو اونٹ کی طرح ان کو بٹھاتے ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ نے اتار الفظ آیت **نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم** اور کچھ حرج نہیں کہ مرد اپنی عورت کو ڈھاک لے جس طرح چاہے اگر وہ اس کی فرج میں جماع کرے۔

(۱۰) عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ علیہ سے لفظ آیت **نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم** کے بارے میں روایت کیا کہ یہودی مسلمانوں کو ان کی عورتوں کے بارے میں ان کو عار دلاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی اور یہودی کو جھوٹا قرار دیا اور مسلمانوں کو اپنی عورتوں کے پاس آنے کی ہر طرح کی رخصت دی جائے۔

(۱۱) ابن عساکر نے محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان رحمہم اللہ سے روایت کیا کہ عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) نے ہم کو بیان فرمایا کہ عورتوں کے قبل (یعنی فرج میں) جماع کیا جاتا تھا (اس حال میں) کہ وہ الٹی ہوئی ہوتی تھیں۔ یہودیوں نے کہا کہ جو آدمی اپنی عورت کے پاس (اس حال میں) آیا کہ وہ الٹی ہوتی ہے تو اس کا لڑکا بھینگا پیدا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اتار الفظ آیت **نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم**

(۱۲) عبد الرزاق، عبد بن حمید، بیہقی نے الشعب میں صفیہ بنت شیبہ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ جب

مہاجرین مدینہ منورہ میں آئے تو انہوں نے ارادہ کیا کہ اپنی عورتوں سے پیچھے کے راستہ سے ہو کر ان کے فروج میں جماع کریں تو ان عورتوں نے انکار کر دیا تو وہ عورتیں ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس آئیں اور اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے اس بارے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تم اپنی کھیتی میں جیسے چاہو آؤ لیکن راستہ ایک ہو۔

(۱۳) ابن ابی شیبہ، دارمی، احمد، عبد بن حمید نے اور ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں عبدالرحمٰن بن سابط رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے حفصہ بنت عبدالرحمٰن سے پوچھا کہ میں آپ سے ایک چیز کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن میں آپ سے سوال کرنے میں شرماتا ہوں تو انہوں نے فرمایا میرے بھائی کے بیٹے پوچھ لے جو تو چاہے۔ تو پھر انہوں نے کہا کہ میں آپ سے عورتوں کے پیچھے کی جانب سے ہو کر فرج میں جماع کرنے کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) نے بیان فرمایا کہ انصار کے پیچھے کے راستہ سے جماع نہ کرتے تھے اور مہاجرین پیچھے کے راستہ سے جماع کر لیتے تھے۔ اور یہود کہتے تھے کہ جو آدمی پیچھے کے راستے سے فرج میں اپنی عورت سے جماع کرے گا تو اس کا بچہ بھینگا ہوگا۔ جب مہاجرین مدینہ منورہ میں آتے اور انصار کی عورتوں سے نکاح کیا تو انہوں نے ان سے پیچھے کے راستہ سے فرج میں جماع کرنا چاہا تو عورت نے شوہر کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگی ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گی۔ یہاں تک کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھ لیں تو وہ عورت ام سلمہ کے پاس آئیں اور اس بارے میں سوال کیا ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا بیٹھ جا یہاں تک کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئیں۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے تو انصاری عورت سوال کرنے سے شرمانے لگی اور باہر نکل گئی تو پھر ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا میرے پاس اس کو بلاؤ وہ بلائی گئی تو آپ نے اس پر یہ آیت پڑھی لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم یعنی اور فرمایا راستہ ایک ہے (یعنی فرج میں جس طرح چاہیں جماع کر سکتے ہیں) راوی نے فرمایا کہ صمام سے مراد ایک ہی راستہ (یعنی فرج ہے)

(۱۴) امام مسند ابی حنیفہ نے حضرت حفصہ ام المؤمنین (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ ایک عورت ان کے پاس آئی اور کہنے لگی میرا شوہر مجھ سے پیچھے ہو کر آگے کی طرف جماع کرتے ہیں۔ اور میں اس کو ناپسند کرتی ہوں۔ یہ بات نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کچھ حرج نہیں اگر راستہ ایک ہو (یعنی فرج) میں جماع ہوتا ہے۔

(۱۵) امام احمد، ابن ابی حمید، ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے) نسائی، ابو یعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی الخرائطی نے مساوی الاخلاق میں بیہقی نے سنن میں اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں آئے تو عرض کیا یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا آپ نے فرمایا کس چیز نے تجھے ہلاک کر دیا؟ عرض کیا، رات کو میں نے اپنی بیوی سے دبر کی طرف سے فرج میں جماع کیا اور اس کا میں نے ارادہ نہیں کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف یہ آیت وحی (کے ذریعہ) بھیجی۔ لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا

حرثکم انی شئتم یہ فرمایا کہ آگے سے یا پیچھے (جس طرح چاہو جماع کرو) مگر دبر سے اور حیض سے بچو۔

(۱۶) احمد نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت نساؤکم حرث لکم انصار کے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ لوگ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں آئے اور ان سے سوال کیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اپنی عورتوں سے جماع کرو جس حال میں چاہو اگر وہ فرج میں ہو۔

(۱۷) ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور الخرائطی نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ حمیر (قبیلہ) کے لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے انہوں نے کچھ چیزوں کے بارے میں پوچھا ایک آدمی نے آپ سے پوچھا کہ میں عورتوں سے محبت کرتا ہوں اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں اپنی عورت سے پیچھے کے راستہ (فرج) میں جماع کروں اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ کی یہ آیت ان کے سوالوں کے جواب میں نازل فرمائی یعنی لفظ آیت نساؤکم حرث لکم (الآیہ) (پھر) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اپنی عورت سے جماع کرو آگے سے یا پیچھے سے اگر وہ فرج میں ہو۔

(۱۸) ابن راویہ۔ دارمی، ابوداؤد، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) بیہقی نے سنن میں مجاہد سے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا ان کی مغفرت فرمائے نے خیال کیا کہ یہ وہ لوگ انصار کے قبیلہ میں سے ہیں اور یہ بت پرست ہیں اور ان کے ساتھ یہود کا قبیلہ ہے اور وہ (یہود) اہل کتاب ہیں ان کو علم کی وجہ سے فضیلت والا خیال کیا جاتا تھا اور لوگ اکثر ان کاموں کی اقتداء کرتے تھے اور اہل کتاب کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ اپنی عورتوں کے پاس ایک طریقہ سے آتے اور یہ عورت کے لئے زیادہ پوشیدگی تھی۔ اور انصار کے قبیلہ نے ان سے اس طریقہ کو اپنا لیا اور قریش کا یہ قبیلہ چت لٹا کر جماع کرتے اور ان سے لذت حاصل کرتے تھے جبکہ وہ سیدھی یا الٹی یا چت لیٹی ہوئی تھی۔

جب مہاجرین مدینہ منورہ میں آئے ان میں سے ایک آدمی نے انصار کی عورت سے نکاح کر دیا اور کہا کہ ہم تو ایک طریقہ پر آتے ہیں تو اسی طرح کرو ورنہ مجھ سے دور ہو جا۔ یہ بات (جب) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم تو فرمایا گیا الٹی ہوں یا سیدھی ہوں اگر وہ فرج میں ہو تو (جائز ہے) اور وہ (جماع) ہوتا ہے۔ دبر کے راستہ سے قبل میں طبرانی نے زیادہ کیا کہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ اس کی دبر میں (جماع کرنا) تو ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے (اس بارے میں) وہم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے اور بیشک حدیث اسی طرح نقل کی ہے۔

(۱۹) عبد بن حمید، دارمی نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حیض کی حالت میں لوگ عورتوں سے پرہیز کرتے تھے ان کے پیچھے کے راستہ سے آتے تھے اس بارے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ (یہ آیت) اتاری لفظ آیت ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی الی قولہ من حیث امرکم اللہ یعنی فرج میں اور اس سے (آگے) نہ بڑھو۔

(۲۰) ابن جریر، ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اس درمیان کہ میں اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سعید بن

جبیر رحمہ اللہ علیہ حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھے تھے اچانک ایک آدمی آیا کہنے لگا کیا آپ مجھے حیض کی آیت کے بارے میں مطمئن کر سکتے ہیں۔ فرمایا ہاں (پھر) اس نے یہ آیت تلاوت کی لفظ آیت ویسئلونک عن المحیض الی قولہ فاتوھن من حیث امرکم اللہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اللہ نے تم کو اس جگہ وطی کرنے کا حکم دیا جہاں سے خون آتا ہے تم کو ان کے پاس آنے کا حکم ہے۔ اس نے کہا اس آیت کا مطلب کیا ہے۔ لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم فرمایا افسوس ہے تجھ پر کیا دبر حرث میں سے ہے۔ اگر یہ سچ ہوتا جسے تو کہتا ہے تو حیض کا حکم منسوخ ہو جاتا ہے۔ جب فرج میں حیض آتا ہے تو دبر میں وطی کر لیا۔ لیکن انی شئتم کا مطلب یہ ہے کہ رات میں یا دن میں جس وقت چاہو۔

(۲۱) ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شئتم کا مطلب یہ ہے کہ پیٹ کی طرف سے پیٹھ کی طرف جیسے چاہو (جماع کر) مگر دبر اور حالت حیض میں نہ ہو۔

(۲۲) ابن ابی شیبہ نے ابوصالح رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شئتم سے مراد ہے کہ اگر تو چاہے تو اس کے پاس چت لیٹ کر۔ اور اگر تو چاہے تو اس کے پاس آ جا جبکہ وہ الٹی لیٹی ہو اگر تو چاہے تو گھٹنوں اور ہاتھوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہو۔

(۲۳) ابن ابی شیبہ نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شئتم سے مراد ہے کہ تو آئے عورت کے پاس اس کے آگے سے اس کے پیچھے سے جب تک وطی دبر میں نہ ہو۔

(۲۴) ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شئتم سے مراد ہے کہ اپنی عورتوں کے پاس ان کے آگے سے آؤ ہر طریقے پر۔

(۲۵) عبد بن حمید نے عکرمہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا اور کہا میں اپنی عورت سے اس کے پیچھے سے جماع کرتا تھا اور میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول سنا لفظ آیت نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم اور میں نے یہ خیال کیا کہ میرے لئے ایسا کرنا حلال ہے۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اے کمینے انی شئتم کا مطلب یہ ہے جیسے تم چاہو وہ کھڑی ہو بیٹھی ہو۔ چت لیٹی ہو یا الٹی لیٹی ہو۔ لیکن فرج میں ہو اس کے علاوہ کسی دوسرے (راستہ) کی طرف نہ بڑھو۔

(۲۶) ابن جریر نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ فاتوا حرثکم سے مراد ہے بچہ پیدا ہونے کی جگہ۔

(۲۷) سعید بن منصور، بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ اپنی کھیتی میں آ۔ جہاں سے کچھ اگتا ہے۔

(۲۸) ابن جریر نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شئتم سے مراد ہے کہ تو اپنی عورت کے پاس آ جس طرح چاہے جب تک کہ تو اس پر دبر میں یا حیض (کی حالت) میں نہ آئے۔

اَجَلُهَا

حضرت ابوسنابل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیدہ سبیعہ بنت حارث نے اپنے شوہر کی وفات کے 20 سے کچھ زیادہ دن گزرنے کے بعد اپنے پیٹ میں موجود بچے کو جنم دیا جب وہ نفاس سے پاک ہوئی تو اس نے دوسری شادی کی تیاری کی اس پر اعتراض کیا گیا' تو اس کا معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ایسا کر سکتی ہے کیونکہ اس کی عدت پوری ہو چکی ہے۔

2028- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ وَّعَمْرِو بْنِ عُتْبَةَ اَنَّهُمَا كَتَبَا اِلٰى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ يَسْاَلَانِهَا عَنْ اَمْرِهَا فَكَتَبَتْ اِلَيْهِمَا اِنَّهَا وَضَعَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِخَمْسَةٍ وَّعِشْرِيْنَ فَتَهَيَّاَتْ تَطْلُبُ الْخَيْرَ فَمَرَّ بِهَا اَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ فَقَالَ قَدْ اَسْرَعْتِ اعْتَدِّيْ اٰخِرَ الْاَجَلَيْنِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْ لِيْ قَالَ وَفِيْمَ ذَاكَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اِنْ وَّجَدْتِ زَوْجًا صَالِحًا فَتَزَوَّجِيْ

امام شعبی بیان کرتے ہیں: مسروق اور عمرو بن عتبہ نے سیدہ سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کو خط لکھا اور ان سے ان کے معاملے کے بارے میں دریافت کیا: تو اس خاتون نے انہیں جوابی خط میں لکھا کہ انہوں نے اپنے شوہر کے انتقال کے 25 دن بعد بچے کو جنم دیا پھر وہ بھلائی کی طلب میں تیار ہوئیں' تو ابوسنابل ان کے پاس سے گزرے اور بولے: تم نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ تم وہ والی عدت بسر کرو جو بعد میں مکمل ہو گی' جو 4 ماہ دس دن ہے وہ خاتون کہتی ہیں میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے لیے دعائے مغفرت کیجئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: وہ کیوں؟ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں کوئی اچھا شوہر ملتا ہے' تو تم شادی کر لو۔

2029- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الْمِسْوَرِ ابْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ سُبَيْعَةَ اَنْ تَنْكِحَ اِذَا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ سبیعہ رضی اللہ عنہا کو یہ ہدایت کی کہ جب وہ نفاس سے فارغ ہوں' تو شادی کر لیں۔

2030- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ وَاللّٰهِ لَمَنْ شَاءَ لَاعَنَّاهُ لَاُنْزِلَتْ سُوْرَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرٰى بَعْدَ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

2028: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3991' ورقم الحدیث: 5319' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3706' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2306' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3518' ورقم الحدیث: 3519' ورقم الحدیث: 3520

2029: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5320' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3506' ورقم الحدیث: 3507

2030: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2307

(٢٩) ابن جریر و بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شئتم میں حرث سے مراد فرج ہے۔ اور فرمایا تم اس کے پاس آؤ جیسے تم چاہو یعنی آگے سے یا پیچھے سے جیسے تم چاہو لیکن فرج ہی میں ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس قول لفظ آیت من حیث امرکم اللہ کا یہی مطلب ہے۔

دبر میں ہمبستری حرام ہے

(٣٠) ابن جریر نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ وہ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ تو اپنی بیوی سے اس کی دبر میں جماع کرے۔ اور فرماتے تھے حرث سے مراد قبل یعنی فرج ہے جس سے نسل ہوتی ہے اور حیض آتا ہے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ آیت لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم نازل ہوئی (یعنی جس جانب سے تم چاہو آؤ۔

(٣١) دارمی، الخرائطی نے مساوی الاخلاق میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شئتم کہ آؤ اس کے پاس وہ بیٹھی ہو یا کھڑی ہو اس کے آگے سے اس کے پیچھے سے اور جس طرح چاہو بعد اس کے کہ ہو اس کی جگہ میں (یعنی فرج میں)

(٣٢) بیہقی نے سنن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے اس آیت لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس جگہ سے آؤ جہاں حیض (کا خون) آتا ہے اور بچہ (پیدا) ہوتا ہے

(٣٣) بیہقی نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اس کے فرج میں آتے جب وہ چت لیٹی ہو یا الٹی لیٹی ہو۔

(٣٤) ابن ابی شیبہ نے خرائطی نے مساوی الاخلاق میں عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اپنی بیوی کے پاس آؤ جس طرح چاہو کھڑے ہو کر یا پیٹھ کر اور ہر حالت میں لیکن اس کی دبر میں نہ ہو (فرج میں ہو)

(٣٥) سعید بن منصور، عبد بن حمید، دارمی اور بیہقی نے ابو القعقاع حرمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا اور کہنے لگا میں اپنی عورت کے پاس جس طرح چاہوں آؤں فرمایا ہاں پھر اس نے کہا جہاں سے چاہوں آؤں؟ فرمایا ہاں پھر کہا جیسے میں چاہوں فرمایا ہاں (اس کی اس گفتگو کو) ایک آدمی نے سمجھ لیا اور اس نے کہا کہ یہ آدمی اپنی عورت کی مقعد میں آنے کا ارادہ کرتا ہے تو حضرت نے فرمایا نہیں عورت کی دبر تم پر حرام ہے۔

(٣٦) امام احمد، عبد بن حمید، ابوداؤد اور نسائی نے بہز بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اور وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ہم اپنی عورتیں کے کس حصہ میں آئیں اور کیا یہ چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا تمہاری کھیتیاں ہیں اپنی کھیتی کے پاس جب چاہو آ جاؤ سوائے اس کے اس کے چہرہ کو نہ مارو اور نہ ان کو برا بھلا کہو اور ان سے علیحدگی اختیار نہ کرو مگر گھر میں اور کھلا اس کو جب تو کھائے اور پہنا اس کو جب تو پہنے اور یہ کیسے نہ ہو۔ کہ تم ایک دوسرے سے علیحدگی میں مل چکے ہو۔ مگر جو اس پر حلال ہو۔

ہمبستری کے ایک اور طریقہ کا بیان

(۳۷) شافعی نے الام میں ابن شیبہ اور نسائی۔ ابن ماجہ، ابن المنذر، بیہقی نے سنن میں خزیمہ بن ثابت (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ایک سائل نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عورتوں کی دبر میں وطی کرنے کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا حلال ہے یا فرمایا کچھ حرج نہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو آپ نے اس کو پھر بلایا اور فرمایا تو نے کیسے کہا اس کے پیچھے سے ہو کر اس کے اگلے حصے میں اس نے کہا ہاں لیکن اس کی دبر سے دبر میں جماع کرنا حلال نہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتے۔ تم اپنی عورتوں کی دبر میں وطی نہ کرو۔

(۳۸) حسن بن عرفہ نے اپنے جزء میں اور ابن عدی اور دار قطنی نے جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم حیا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے ست حیا نہیں فرماتے عورتوں کی دبر میں وطی حلال نہیں ہے۔

(۳۹) ابن عدی نے جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا عورتوں کی دبر میں وطی کرنے سے بچو۔

(۴۰) ابن ابی شیبہ، ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے) نسائی اور ابن حابن نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے مرد کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتے جو کسی مرد یا عورت کی دبر میں جماع کرتا ہے۔

(۴۱) ابوداؤد، الطیالسی، احمد، بیہقی نے سنن میں عمرو بن شعیب سے روایت کیا کہ اور وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اپنی عورت کے پاس اس کی دبر میں وطی کرتا ہے۔ تو یہ چھوٹی لواطت ہے۔

(۴۲) نسائی نے حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے حیا کرو جیسا کہ حق ہے اس سے حیا کرنے کا تم عورتوں سے ان کی دبر میں جماع نہ کرو۔

(۴۳) امام احمد، ابوداؤد، نسائی نے حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا وہ شخص ملعون ہے جو اپنی عورت سے اس کی دبر میں جماع کرتا ہے۔

(۴۴) ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس نے کسی مرد یا عورت کے دبر میں لواطت کی۔ تو اس نے کفر کیا۔

(۴۵) عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، نسائی، بیہقی نے حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ عورتوں اور مردوں کی دبر میں جماع کرنا کفر ہے۔

(۴۶) وکیع اور البزار نے حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتے عورتوں کی دبر میں جماع نہ کرو۔

(۴۷) نسائی نے حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ سے شرم کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بات سے نہیں شرماتے۔ عورتوں کی دبر میں جماع نہ کرو۔

(۴۸) ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا عورتوں کی دبر میں جماع نہ کرو۔

(۴۹) وھب اور ابن عدی نے عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا وہ شخص ملعون ہے جو عورتوں کے پاس ان کے پاخانے کی جگہوں میں آتا ہے۔

(۵۰) احمد نے یزید بن طلق (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتے تم اپنی عورتوں کی دبر میں وطی نہ کرو۔

(۵۱) ابن ابی شیبہ نے عطا رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس بات سے منع فرمایا کہ تم عورتوں کی دبر میں وطی کرو۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حق بات (کہنے) سے نہیں شرماتے۔

(۵۲) ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور بیہقی نے علی بن طلق (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم عورتوں کی دبر میں وطی نہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ حق بات (کہنے) سے نہیں شرماتے۔

(۵۳) عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی نے حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جو آدمی اپنی عورت کی دبر میں جماع کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہیں فرمائے گا۔

(۵۴) عبد الرزاق، عبد بن حمید، نسائی، بیہقی نے الشعب میں طاؤس رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے اس شخص کیبارے میں پوچھا گیا جو اپنی عورت کے دبر میں وطی کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ مجھ سے کفر کے بارے میں سوال کر رہا ہے۔ (گویا یہ کفر کا کام ہے)

(۵۵) عبد الرزاق اور بیہقی نے الشعب میں عکرمہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے ایک آدمی کو ایسا کرنے پر سزا دی تھی۔

(۵۶) عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، بیہقی نے حضرت ابو درداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ان سے عورتوں کی دبر میں وطی کرنے کے بارے میں پوچھا گیا انہوں نے فرمایا یہ کام کافر کے سوا کوئی نہیں کرتا۔

(۵۷) عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ اس نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ جو اپنی بیوی کی دبر میں وطی کرتا ہے فرمایا یہ چھوٹی لواطت ہے۔

(۵۸) عبد الرزاق، عبد بن حمید، بیہقی نے زہری رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ابن المسیب اور ابوسلمہ بن عبد الرحمن

رحمہ اللہ علیہ سے سوال کیا تو ان دونوں نے اس کو ناپسند کیا اور اس سے منع فرمایا۔

(۵۹) عبداللہ بن احمد، بیہقی نے قتادہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آپ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنی عورت سے دبر میں وطی کرتا ہے۔ تو انہوں نے کہا مجھ سے عقبہ بن شاح نے بیان فرمایا کہ ابودرداء (رضی اللہ عنہ) نے بیان فرمایا اس کام کو کافر کے سوا کوئی نہیں کرتا پھر فرمایا مجھ سے عمرو بن شعیب (رضی اللہ عنہ) نے اپنے باپ دادا سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا یہ چھوٹی لواطت ہے۔

لواطت بیوی کے ساتھ بھی حرام ہے

(۶۰) بیہقی نے الشعب میں ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ کچھ چیزیں قیامت کے قریب اس امت کے آخر میں ہوں گے۔ ان میں ایک یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی یا اپنی باندی کی دبر میں لواطت کرے گا اور یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا اور اس پر اللہ اور اس کے رسول سخت ناراض ہوتے ہیں ایک یہ ہے کہ عورت عورت سے لواطت کرے گی اور یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا۔ ان لوگوں کی نماز ہی نہیں جب تک یہ اس کام پر قائم رہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف پکی توبہ کرلیں۔ زر رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ میں ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا پکی توبہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے یہ بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھی گئی۔ آپ نے فرمایا وہ گناہ پر ندامت ہے اور اپنی ندامت کے ساتھ اپنی برائی کو چھوڑے ہوئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے پھر اس گناہ کی طرف کبھی نہ لوٹے۔

(۶۱) عبد بن حمید نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جو آدمی اپنی عورت کی دبر میں وطی کرتا ہے سو وہ عورت سے ایسا کام کرے گا جیسے مرد سے بدفعلی کرتا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی لفظ آیت ویسئلونک عن المحیض

الی قولہ: لفظ آیت فاتوھن من حیث امرکم اللہ یعنی ان کو چھوڑ دو حیض کی حالت میں فروج میں (جماع کرنے سے) پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم فرمایا (جماع کرو) اگر تو چاہے عورت کے کھڑے ہونے کی حالت میں بیٹھنے کی حالت میں سیدھے لیٹنے کی حالت میں الٹے لیٹنے کی حالت میں لیکن فرج میں ہو۔

(۶۲) عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ طاؤس رحمہ اللہ علیہ سے عورتوں کے دبر میں وطی کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ کفر ہے یہ عمل قوم لوط کا ہے جو اپنی عورتوں کی دبر میں وطی کرتے تھے اور مرد مردوں کے ساتھ لواطت کرتے تھے۔

(۶۳) ابوعبدالاشرم نے سنن میں اور ابوبشیر ذوی نے الکنی میں حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا عورتوں کی دبر تم پر حرام ہے۔

(۶۴) ابن ابی شیبہ، دارمی، بیہقی نے سنن میں حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ عورتوں کی دبر تم پر حرام ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ روایت موقوف ہے اور صحیح ہے۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا اس بات میں تمام مرفوع احادیث اور ان کی گنتی بیس کے قریب ہے سب کی سب ضعیف ہیں۔ اس میں سے کوئی بھی صحیح نہیں اور اس میں سے موقوف روایت صحیح ہے۔ حافظ

ابن حجر نے اس بارے میں فرمایا منکر ہے کسی طریق سے بھی نہیں جیسے کہ بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اپنی بات کی تصریح فرمائی۔ اور بزار اور نسائی اور سب نے اس کی تصریح فرمائی۔

(۶۵) نسائی، طبرانی، ابن مردویہ نے ابوالنصر رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے نافع جو ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کے آزاد کردہ غلام تھے۔ سے فرمایا کہ تیرے متعلق یہ مشہور ہے کہ تم اکثر کہتے ہو کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ انہوں نے عورتوں کی دبر میں وطی کرنے کا فتویٰ دیا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ لوگوں نے مجھ پر جھوٹ بولا۔ لیکن عنقریب میں تجھ سے بیان کروں گا کہ یہ معاملہ کس طرح ہوا۔ (واقعہ یوں ہوا) کہ ایک دن ابن عمر (رضی اللہ عنہ) قرآن مجید پڑھ رہے تھے اور میں ان کے پاس تھا یہاں تک کہ جب اس آیت لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم پر پہنچے تو فرمایا اے نافع! کیا تو اس آیت کے بارے میں جانتا ہے؟ میں نے کہا نہیں پھر فرمایا ہم قریش لوگ عورتوں کی دبر کی طرف سے قبل میں وطی کرتے تھے جب ہم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو ہم نے انصاری عورتوں سے نکاح کیا اور ہم نے ان سے اس طریقے پر جماع کرنے کا ارادہ کیا تو ان عورتوں نے اس طریقہ کو ناپسند کیا اور اس کا انکار کیا اور انصار کی عورتوں نے یہودیوں کا طریقہ اختیار کیا ہوا تھا کہ پہلو کے بل ان سے وطی کی جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی۔ لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم

(۶۶) دارمی نے سعید بن یسار ابوالحباب رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے عرض کیا۔ آپ باندیوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ تحمیض کرلیں انہوں نے فرمایا تحمیض کیا چیز ہے؟ تو اس نے دبر کا ذکر کیا (یعنی دبر میں جماع کرنا) تو انہوں نے فرمایا کہ مسلمان میں سے کوئی ایسا کام کرسکتا ہے؟

(۶۷) بیہقی نے سنن میں، عکرمہ نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ دبر میں جماع کرنے کو سخت عیب شمار کرتے تھے۔

(۶۸) الواحدی نے الکلبی سے انہوں نے ابوصالح سے انہوں نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ یہ آیت مہاجرین کے بارے میں نازل ہوئی جب وہ مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے انصار اور یہود کے درمیان عورتوں کے آگے اور پیچھے کی طرف وطی کرنے کا ذکر کیا۔ جبکہ وطی فرج میں ہو یہود نے پیچھے کی طرف آنے کو معیوب کہا انہوں نے کہا یہ صرف آگے کی طرف سے ہی جائز ہے یہود نے کہا ہم اپنی کتاب میں پڑھتے ہیں کہ جو اپنی عورتوں کے ساتھ ایسی حالت میں وطی کرتے ہیں جبکہ وہ چت لیٹی ہوئی ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ گندے ہیں۔ اور اس وجہ سے بھینگا پن اور اعضاء کی خرابی ہے۔ اس بات کو مسلمانوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ذکر کیا اور ان سے عرض کیا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں اور اسلام لانے کے بعد بھی عورتوں کے پاس جس طرح چاہتے تھے آتے تھے۔ لیکن یہودی ہم پر عیب لگاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی بات کو جھوٹا قرار دیا اور (یہ آیت) نازل فرمائی۔ لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم فرمایا کہ فرج اولاد (پیدا کرنے کی) کھیتی ہے۔ سو تم آؤ اپنی کھیتی کو جس طرح اس کے آگے سے اس کے پیچھے لیکن فرج میں ہو۔

اس آیت کے بارے میں دوسرے قول کا ذکر

(۱) اسحاق بن راہویہ نے اپنی سند اور تفسیر میں بخاری اور ابن جریر نے نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک دن میں نے (یہ آیت) لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم پڑھی حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کیا تو جانتا ہے کس بارے میں یہ آیت ہوئی۔ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا یہ آیت عورتوں سے ان کے پیچھے کی طرف سے جماع کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔

(۲) بخاری، ابن جریر نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شئتم سے مراد ہے دبر میں (جماع کرو)

(۳) الخطیب نے روائی مالک میں نصر بن عبداللہ الازدی کے طریق سے انہوں نے مطرف سے انہوں نے مالک سے انہوں نے نافع سے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم کے بارے میں روایت کیا کہ اگر چاہو تو اس کے آگے کے راستہ میں جماع کرو اور اگر چاہو تو اس کے پیچھے کے راستہ میں جماع کرو۔

(۴) حسن بن سفیان نے اپنی سند میں، طبرانی نے الادب میں، حاکم اور ابونعیم نے مستخرج میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لفظ آیت نساؤکم حرث لکم (الآیہ) تو اس میں دبر میں جماع کرنے کی رخصت ہے۔

(۵) ابن جریر، طبرانی نے الاوسط میں، ابن مردویہ اور ابن النجار نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں ایک آدمی نے اپنی عورت سے اس کے دبر میں جماع کیا تو اس کام کو لوگوں نے ناپسند کیا اور کہنے لگے اس کے لنگوٹ کر دو۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت لفظ آیت نساؤکم حرث لکم نازل ہوئی۔

(۶) الخطیب نے رواۃ مالک میں، احمد بن الحکم العبدی کے طریق سے انہوں نے حضرت مالک سے انہوں نے نافع سے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ انصار میں سے ایک عورت نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئی تو اپنے خاوند کی شکایت کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت نساؤکم حرث لکم

(۷) نسائی، ابن جریر نے زید بن اسلم نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے اپنی عورت سے اس کی دبر میں جماع کیا پھر اس کو بڑا دکھ ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم

(۸) دارقطنی نے غرائب مالک میں اور بشر الدیلوی کے طریق سے روایت کیا کہ نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے مجھ سے فرمایا اے نافع مصحف (یعنی قرآن مجید میرے سامنے پڑھو)۔ انہوں نے قرآن پڑھا اور جب اس آیت لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم پر پہنچے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ یہ آیت کیوں نازل ہوئی۔ میں نے عرض کیا نہیں تو انہوں نے فرمایا کہ یہ ایک انصاری مرد کے بارے میں نازل ہوئی جس نے اپنی عورت

سے اس کی دبر میں جماع کیا تھا۔ تو اس کام کو لوگوں نے بہت برا خیال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم میں نے عرض کیا کیا دبر کی طرف سے قبل میں اس میں وطی کی تھی؟ فرمایا نہیں بلکہ صرف دبر میں۔

الرفاع نے تخریج دارقطنی کے فوائد میں فرمایا کہ ہم کو ابو احمد بن عبدوس نے خبر دی اور ہم کو علی بن الجعد نے خبر دی اور ہم کو ابو ذئب نے خبر دی کہ نافع نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے عورت سے اس کی دبر میں جماع کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم راوی نے کہا کہ میں نے ابن ابی ذئب سے پوچھا کہ آپ اس قول کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا اس کے بعد میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔

(۹) طبرانی، ابن مردویہ، احمد بن اسامہ التحسین نے اپنے فوائد میں نافع رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے یہ سورتیں پڑھیں جب اس آیت سے گزرے لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم تو فرمایا کیا تو جانتا ہے یہ کیوں نازل ہوئی۔ میں نے عرض کیا نہیں تو فرمایا ان مردوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنی عورتوں سے ان کی دبر میں جماع کرتے ہیں۔

(۱۰) دارقطنی، دعلج دونوں نے غرائب مالک میں ابوالمصعب اور اسحاق بن محمد الفردری کے طریق سے نافع رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے (مجھ سے) فرمایا اے نافع! کیا تو جانتا ہے یہ آیت کیوں نازل ہوئی۔ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا کہ یہ آیت انصار کے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی۔ جس نے اپنی عورت سے اس کی دبر میں جماع کیا تھا۔ پھر اپنے دل میں اس کام کو برا جانا اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ امام دارقطنی کہتے ہیں یہ حدیث امام مالک رحمہ اللہ علیہ سے ثابت ہے ابن عبدالبر کہتے ہیں اس معنی کی ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت صحیح معروف اور مشہور ہے۔

(۱۱) ابن راہویہ، ابویعلی، ابن جریر الطحاوی مشکل الاثار میں اور میں مردویہ، حسن سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے اپنی عورت سے اس کی دبر میں جماع کیا تو لوگوں نے اس کام کو ناپسند کیا تو اس پر یہ آیت اتاری گئی۔ لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم

(۱۲) نسائی، طحاوی، ابن جریر نے دارقطنی نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے مالک بن انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ان سے پوچھا گیا اے ابوعبیداللہ (جو ان کی کنیت ہے لوگ سالم بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ العبد نے العلج نے میرے باپ پر جھوٹ بولا۔ تو مالک نے فرمایا کہ میں یزید ابن رومان پر گواہی دیتا ہوں انہوں نے مجھے سالم بن عبداللہ کی طرف سے خبر دی کہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے ایسے ہی فرمایا جیسے نافع نے فرمایا ان سے کہا گیا کہ حارث بن یعقوب رحمہ اللہ علیہ سے ابوالحباب سعید بن یسار سے روایت کیا کہ انہوں نے ابن عمر سے (یہ) سوال کیا کہ ہم لونڈیاں خریدتے ہیں کیا ہم اس سے تحمیض کر لیا کریں؟ ابن عمر نے پوچھا تحمیض کیا ہے؟ تو انہوں نے دبر میں وطی کا ذکر کیا۔ تو حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اف اف مؤمن کیا یہ کام کر سکتا ہے؟ یا یہ فرمایا کہ مسلمان (کیا یہ کام کر سکتا ہے) مالک نے فرمایا کہ میں ربیعہ یہ گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے

مجھے ابوالحباب سے ابن عمر کی طرف سے ایسے ہی خبر دی جیسا کہ نافع نے فرمایا دار قطنی نے کہا یہ حدیث محفوظ ہے مالک کی طرف سے جو صحیح ہے۔

(۱۳) نسائی نے یزید بن رومان کے طریق سے عبداللہ بن عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) مرد کا اپنی عورت کی دبر میں جماع کرنے کو کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

(۱۴) بیہقی نے سنن میں محمد بن علی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ علیہ کے پاس تھا ایک آدمی آیا اور کہا کہ عورت کی دبر میں جماع کرنے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں تو انہوں نے فرمایا یہ شیخ ہیں قریش میں سے ان سے سوال کیا یعنی عبداللہ بن علی بن سائب سے تو انہوں نے فرمایا یہ غلیظ اور گندہ فعل ہے۔ اگرچہ حلال ہے۔

(۱۵) ابن جریر نے دراوردی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ زید بن اسلم رحمہ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ محمد بن المنکدر عورتوں سے ان کی دبر میں جماع کرنے سے منع کرتے تھے تو زید نے فرمایا میں محمد (ابن المنکدر) پر گواہی دیتا ہوں انہوں نے خود مجھے بتایا کہ وہ ایسا کرتے تھے۔

(۱۶) ابن جریر ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں ان سے عورت کی دبر میں وطی سے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے گذشتہ رات اپنی باندی کی دبر میں وطی کا ارادہ کیا تو اس نے منع کر دیا میں نے تیل کی مدد حاصل کی۔

(۱۷) الخطیب نے رواۃ مالک میں ابوسلیمان بن جرجانی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ان سے باندیوں کے دبر میں جماع کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس کی دبر میں جماع کرنے کی وجہ سے ابھی ابھی میں نے اس فعل سے غسل کیا ہے۔

(۱۸) ابن جریر نے کتاب النکاح میں ابن وھب کے طریق سے مالک رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ یہ عمل مباح ہے۔

(۱۹) طحاوی نے اصبغ بن الفرج سے عبداللہ بن قاسم رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے دین میں کسی مقتدی شخص کو نہیں پایا جو عورت کی دبر میں وطی کے حلال ہونے میں شک کرتا ہو۔ پھر انہوں نے بطور دلیل کے یہ آیت پڑھی۔ لفظ آیت نساؤکم حرث لکم پھر فرمایا کون سی چیز اس سے زیادہ واضح ہے۔

(۲۰) طحاوی حاکم نے مناقب الشافعی میں اور خطیب نے محمد بن عبداللہ عبدالحکیم سے روایت کیا ہے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اس بارے میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس کے حلال ہونے اور اس کے حرام ہونے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں اور قیاس یہ ہے کہ یہ حلال ہے۔

(۲۱) حاکم نے ابن عبدالحکیم رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (ایک مرتبہ) شافعی رحمہ اللہ علیہ نے محمد بن حسن رحمہ اللہ علیہ سے اس بارے میں مناظرہ کیا تو اس پر ابن الحسن نے یہ دلیل پکڑی کہ (آیت میں) حرث صرف فرج میں ہے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا پھر تو فرج کے علاوہ پورا جسم حرام ہوگا۔ تو جواب دیتے ہوئے فرمایا آپ مجھے بتائیے اگر کوئی آدمی اپنی عورت سے اس کی پنڈلی کے درمیان یا اس کے پیٹ کی سلوٹ کے درمیان وطی کرے۔ کیا یہ بھی حرث ہوگی تو انہوں نے فرمایا نہیں امام شافعی

نے فرمایا یہ عمل حرام ہوگا امام محمد نے کہا نہیں پھر امام شافعی نے کہا آپ کس طرح دلیل پکڑتے ہیں جس کو آپ نہیں کہتے حاکم نے کہا شاید کہ امام شافعی کا پہلا قول ہو جو وہ فرمایا کرتے تھے لیکن دوسرے قول میں دبر میں وطی صراحتہ حرام ہے۔

اس آیت کے بارے میں تیسرے قول کا ذکر

(۱) وکیع بن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم طبرانی، حاکم ابن مردویہ الضیاء نے المختارہ میں

(۲) وکیع بن ابی شیبہ نے ابوذراع رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ میں نے ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شئتم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا اگر تو چاہے تو عزل کرے اور اگر چاہے تو عزل نہ کر۔

(۳) ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے سعید بن المسیب رحمہ اللہ علیہ سے اس قول لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شئتم کے بارے میں روایت کیا کہ اگر تو چاہے تو عزل کرلے اور چاہے تو عزل نہ کر۔

(۴) عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی نے حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن نازل ہوتا تھا یہ بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچی تو آپ نے ہم کو اس سے منع نہیں فرمایا۔

(۵) عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، بیہقی نے حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا میری ایک باندی ہے میں اس سے جماع کرتا ہوں مگر میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ اس کو حمل ہو جائے آپ نے فرمایا اس سے عزل کرلے اگر تو چاہے۔ مگر جو اس کے لئے مقدر کیا گیا وہ عنقریب اس کے پاس آئے گا وہ آدمی چلا گیا اور تھوڑے دن ٹھہرنے کے بعد آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میری باندی حاملہ ہو گئی ہے آپ نے فرمایا میں نے تجھ کو بتادیا تھا کہ عنقریب اس کے پاس آئے گا جو اس کے لئے مقدر کیا گیا۔

(۶) امام مالک، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی نے ابوسعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تم ایسا کرتے ہو؟ تم پر ایسا نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں بلاشبہ وہ تقدیر ہے جو روح قیامت تک پیدا ہونے والی ہے۔ وہ پیدا ہو کر رہے گی۔

(۷) مسلم، بیہقی نے ابوسعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ہر پانی (یعنی منی) سے بچہ (پیدا) نہیں ہوتا اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا پیدا کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو کوئی چیز اس کو روک نہیں سکتی۔

(۸) عبدالرزاق، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نسائی نے جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم عزل کیا کرتے تھے تو یہودیوں نے یہ گمان کیا کہ یہ چھوٹا زندہ درگور کرنا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا یہودیوں نے جھوٹ کہا جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں کسی (بچہ) کو پیدا کرنے کا۔ تو اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔

(۹) عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، بیہقی نے ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری ایک باندی ہے اور میں اس سے عزل کر لیتا ہوں اور میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ وہ حاملہ ہو جائے۔ اور میں وہی ارادہ

رکھتا ہوں جو اور لوگ ارادہ رکھتے ہیں۔ اور یہودی یہ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا چھوٹا زندہ درگور کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا یہودی جھوٹ کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ اس کے پیدا کرنے کا ارادہ فرماتے تو کبھی اس کو نہ روک سکتا۔

عزل کرنا ضرورت کے وقت جائز ہے

(۱۰) البزار اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ یہودی اس کو چھوٹا زندہ درگور کرنا کہتے ہیں آپ نے فرمایا یہودیوں نے جھوٹ کہا۔

(۱۱) امام مالک، عبدالرزاق، بیہقی نے زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ان سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا وہ تیری کھیتی ہے اگر چاہے تو اس کو پانی پلادے اگر چاہے تو اس کو پیاسا رکھے۔

(۱۲) عبدالرزاق اور بیہقی نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ان سے عزل کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا آدم کے بیٹے کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اس جان کو قتل کر دے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنے کا فیصلہ فرمالیا ہو۔ (پھر فرمایا) وہ تیری کھیتی ہے اگر تو چاہے تو اس کو پیاسا رکھ اور اگر تو چاہے تو سیراب کر۔

(۱۳) ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آزاد عورت سے عزل کرنے کو منع فرمایا مگر اس کی اجازت سے (عزل کرسکتا ہے)۔

(۱۴) بیہقی نے ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ باندی سے عزل کیا جائے گا اور آزاد عورت سے مشورہ لیا جائے گا۔

(۱۵) عبدالرزاق، بیہقی نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ آزاد عورت سے عزل کرنے میں اس سے مشورہ کیا جائے گا اور باندی سے مشورہ نہیں کیا جائے گا۔

(۱۶) احمد، داؤد، نسائی، بیہقی نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دس کاموں کو ناپسند فرماتے تھے۔ سونے کی انگوٹھی پہننے کو چادر کو ٹخنے سے نیچے لٹکانے کو رزد رنگ کی خوشبو کو بڑھاپے کے بدلنے کو اور جھاڑ پھونک کرنے کو مگر معوذات کے ساتھ (کہ وہ جائز ہے) تعویذ گنڈوں میں گرہ لگانے کو۔ چوسر کھیلنے کو اور غیر محل میں عورت کا بناؤ سنگار اور آزاد عورت سے عزل کرنے کا اور بچہ کو بگاڑنا۔

اس آیت کے بارے میں چوتھے قول کا ذکر

(۱) عبد بن حمید نے ابن الحنفیہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شئتم سے مراد ہے جب تم چاہو۔

(۲) ابن ابی حاتم نے عکرمہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت وقدموا لانفسکم اس سے بچہ مراد ہے۔

(۳) ابن جریر نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ لفظ آیت وقدموا لانفسکم سے مراد ہے جماع

کے وقت بسم اللہ پڑھنا۔

(۴) عبدالرزاق نے المصنف میں ابن ابی شیبہ۔ احمد، مسلم، ترمذی، ابوداؤد ونسائی، ابن ماجہ، بیہقی نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس (جماع کے لئے) آئے تو یوں کہے: بسم اللہ اللّٰھم جنبنا الشیطن وجنب الشیطن ما رزقتنا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ (میں یہ کام کرتا ہوں) اے اللہ! ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد تو ہم کو دے اس سے بھی شیطان کو دور رکھ۔

اگر ان کے درمیان بچہ (پیدا ہونے کا) فیصلہ کیا گیا تو شیطان اسے کبھی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔

(۵) عبدالرزاق، العقیلی نے الضعفاء میں سلمان (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ہم کو میرے دوست ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم فرمایا کہ ہم سامان نہ بنائیں مگر جیسے مسافر کا سامان ہوتا ہے۔ اور قیدی نہ بنائیں مگر جن سے خود نکاح کریں یا ان کا کسی سے نکاح کر دیں اور ہم کو حکم دیا گیا جب ہم میں سے کوئی اپنے گھر والوں کے پاس جائے تو نماز پڑھے یا اپنی اہلیہ کو حکم کرے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور وہ دعا کرے اور اہلیہ کو حکم دے کہ وہ آمین کہے۔

(۶) عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے ابووائل رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا اور ان سے کہا میں نے ایک کنواری لڑکی سے شادی کی ہے۔ اور میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھ سے لڑائی جھگڑا نہ کرے حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جھگڑا شیطان کی طرف سے ہے وہ ناپسند کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے حلال فرما دیا ہے۔ جب وہ تیرے پاس آجائے تو اس کو اپنے پیچھے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم کر اور یوں دعا کر۔

اللّٰھم بارك فی اھلی وبارك لھم فی وارزقنی منھم وارزقھم منی، اللّٰھم اجمع بیننا ما جمعت وفرق بیننا اذا فرقت الی خیر۔

ترجمہ: اے اللہ میرے اہل میں برکت عطا فرما اور میرے بارے میں ان کے لئے بھی برکت عطا فرما۔ اور مجھ کو ان سے رزق عطا فرما اور ان کو مجھ سے رزق عطا فرما اے اللہ ہمارے درمیان (ہمارے دلوں کو) جمع کر دے (یعنی ملا دے) جو آپ جمع فرمائیں اور ہمارے درمیان جدائی ڈال دے جب تو جدائی ڈالے خیر کی طرف۔

(۷) عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے ابوسعید مولی اسد سے روایت کیا کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کو دعوت دی ان میں ابوذر اور ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) میں تھے۔ انہوں نے مجھ کو سکھایا اور فرمایا کہ جب تیرے پاس تیری بیوی آئے تو دو رکعت نماز پڑھ اور اس کو حکم کر کہ وہ تیرے پیچھے نماز پڑھے اور اس کی پیشانی کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر کا سوال کر اور اس کے شر سے پناہ مانگ پھر اپنے حقوق پورے کر۔

(۸) عبدالرزاق نے حسن (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ یہ بات بتائی کہ جب آدمی اپنی بیوی کے پاس آئے تو یوں

کہے۔

بسم الله اللّٰهم بارك لنا فيما رزقتنا ولا تجعل للشيطن نصيبا فيما رزقتنا

ترجمہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ (شروع کرتا ہوں) اے اللہ ہمارے لئے برکت عطا فرما جو تو ہم کو عطا فرمائے اور اس میں شیطان کے لئے کوئی حصہ نہ بنا جو تو ہم کو عطا فرمائے۔ (پھر) فرمایا اس بات کی امید رکھے کہ اگر اس کو حمل ہو گیا تو (ان شاء اللہ) نیک لڑکا ہوگا۔

(۹) ابو وائل رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دو موقعوں میں بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا جب اپنی بیوی کے پاس آتا ہے تو اللہ کا نام لے کر شروع کرے اور جب بیت الخلاء ہو تو (اللہ کا نام لے کر جائے)۔

(۱۰) ابن ابی شیبہ، الخرائطی نے مکارم اخلاق میں علقمہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) جب اپنی بیوی سے جماع کرتے تھے اور انزال ہوتا تھا تو یوں فرماتے تھے۔ **اللّٰهم لاتجعل للشيطان فيما رزقتنا نصيبا** ترجمہ: اے اللہ جو تو ہم کو عطا فرمائے اس میں شیطان کے لئے حصہ نہ بنا۔

(۱۱) الخرائطی نے عطار رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت **وقدموا لانفسكم** سے مراد ہے کہ جماع کے وقت **بسم الله الرحمن الرحيم** پڑھنا۔ (تفسیر در منثور، سورہ بقرہ، لاہور)

بَابُ: الْعَزْلِ

یہ باب عزل کے بیان میں ہے

1926- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ اَوَ تَفْعَلُوْنَ لَا عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ نَّسَمَةٍ قَضَى اللّٰهُ لَهَا اَنْ تَكُوْنَ اِلَّا هِيَ كَائِنَةٌ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عزل کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کیا تم لوگ ایسا کرتے ہو، اگر تم ایسا نہ کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، کیونکہ جس جان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ دیا ہے، وہ پیدا ہوگی، تو اس نے ضرور پیدا ہونا ہے"۔

1927- حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ

1926: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1927: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 5208 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3544 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1137

●● حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم عزل کیا کرتے تھے اور قرآن نازل ہوتا تھا۔

1928 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَرَّرِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعْزَلَ عَنِ الْحُرَّةِ إِلَّا بِإِذْنِهَا

●● حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے' آزاد عورت کے ساتھ عزل کیا جائے البتہ اگر اس کی اجازت کے ساتھ کیا جائے (تو جائز ہے)۔

شرح

حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کیا کرتے تھے اور قرآن کریم نازل ہوتا رہتا تھا یعنی نزول کا سلسلہ جاری تھا مگر اس بارے میں کوئی ممانعت نازل نہیں ہوئی۔ (بخاری ومسلم) اور مسلم نے اپنی روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ ہمارے اس فعل کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع نہیں فرمایا۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: رقم حدیث 395)

عزل کا مطلب یہ ہے کہ عورت سے اس طرح جماع کیا جائے کہ مرد جب منزل ہونے لگے تو وہ اپنا عضو مخصوص عورت کی شرم گاہ سے باہر نکال کر مادہ کا باہر ہی اخراج کرے۔ اس طریقہ سے مادہ منویہ چونکہ اندر نہیں پہنچتا اس لئے عورت حاملہ ہونے سے بچ جاتی ہے۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ عزل جائز ہے اور بعض حضرات جن میں کچھ صحابہ بھی شامل ہیں اس کو ناجائز کہتے ہیں لیکن زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ عزل کرنا جائز ہے چنانچہ درمختار میں بھی یہی لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی خاص مصلحت یا عذر کی بناء پر عزل کرنا چاہے تو اس کی اجازت ہے لیکن یہ ملحوظ رہے کہ اپنی لونڈی سے عزل کرنا تو اس کی اجازت کے بغیر بھی جائز ہے جب کہ اپنی آزاد منکوحہ سے اس کی اجازت کے بعد ہی جائز ہوگا اسی طرح اگر کسی دوسرے کی لونڈی اپنے نکاح میں ہو تو اس کے مالک کی اجازت حاصل کرنے کے بعد اس سے عزل کرنا جائز ہوگا۔

حضرت امام شافعی کے بارے میں سید نے یہ لکھا ہے کہ ان کے نزدیک بھی اپنی آزاد منکوحہ سے اس کی اجازت کے بعد ہی عزل کرنا جائز ہے لیکن لونڈی خواہ اپنی مملوکہ ہو یا منکوحہ ہو اس کی اجازت کے بغیر بھی عزل کرنا جائز ہے۔ اور امام نووی نے جو شافعی المسلک ہیں) یہ لکھا ہے کہ ہمارے یعنی شوافع کے نزدیک عزل کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ انقطاع نسل کا سبب ہے۔

اور حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پاس لونڈی ہے جو ہماری خدمت کرتی ہے اور میں اس سے جماع بھی کرتا ہوں لیکن میں اسے ناپسند کرتا ہوں کہ وہ حاملہ ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو عزل کرلیا کرو لیکن اس لونڈی کے ذریعہ جو چیز پیدا ہونی مقدر ہو چکی ہے وہ ضرور پیدا ہوگی۔ اس کے بعد کچھ

1928. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عرصہ تک وہ شخص نہیں آیا اور پھر جب آیا تو کہنے لگا کہ میری لونڈی حاملہ ہوگئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ میں نے تو تمہیں پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ اس کے ذریعہ جو چیز پیدا ہونی مقدر ہو چکی ہے وہ ضرور پیدا ہوگی۔ (مسلم)

علامہ نووی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عزل کرنے کے باوجود اگر حمل ٹھہر جائے تو اس کا نسب ثابت ہوگا اور علامہ ابن ہمام نے اس بارے میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے عورت کی اجازت کے بعد یا اس کی اجازت کے بغیر عزل کیا اور اس کے باوجود اس عورت کے حمل ٹھہر گیا تو آیا اس شخص کے لئے اس حمل سے انکار کرنا یعنی یہ کہنا کہ یہ حمل میرا نہیں ہے) جائز ہے یا نہیں؟

اس مسئلہ میں تفصیل ہے، چنانچہ علماء کا قول ہے کہ اگر اس شخص نے عزل کرنے کے بعد دخول نہیں کیا تھا یا دخول کیا تھا مگر اس سے پہلے پیشاب نہیں کیا تھا تو پھر اس کے لئے اس حمل سے انکار کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس بات کا قوی احتمال ہو سکتا ہے کہ اس کے ذکر میں منی کا کوئی قطرہ باقی رہ گیا ہو اور وہ اب دخول کی صورت میں عورت کے رحم میں چلا گیا ہو اسی طرح حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا یہ مسلک ہے کہ اگر کسی شخص نے مثلاً جماع سے فارغ ہونے کے بعد پیشاب کرنے سے پہلے غسل جنابت کیا اور اس کے بعد جب اس نے پیشاب کیا تو منی کا کوئی قطرہ نکل آیا تو اس صورت میں اس پر واجب ہوگا کہ وہ اب پھر غسل کرے۔ اور حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بنی المصطلق کی جنگ میں گئے تو عرب قوم میں سے کچھ لونڈی غلام ہمارے ساتھ آئے، ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی اور مجرد رہنا ہمارے لئے سخت مشکل ہو گیا اور ان لونڈیوں سے جو ہمارے ہاتھ لگی تھیں ہم نے عزل کرنا چاہا) تاکہ ان کے حمل نہ ٹھہر جائے) آخر ہم نے عزل کا ارادہ کر لیا مگر پھر ہم نے سوچا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ ہم نے آپ سے اس کے بارے میں دریافت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم عزل نہ کرو تو اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے اس لئے کہ قیامت تک جو جان پیدا ہونے والی ہے وہ تو پیدا ہو کر رہے گی (بخاری ومسلم)

امام نووی کہتے ہیں کہ سبیا من العرب سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل عرب پر بھی رق جاری ہوتا ہے جب کہ وہ مشرک ہوں (یعنی جس طرح غیر عرب مشرک وکافر جنگ میں پکڑ لئے جانے کے بعد غلام ولونڈی بنائے جا سکتے ہیں اسی طرح اگر وہ مشرک وکافر جن کا تعلق عرب نسل سے ہو کسی جنگ میں بطور قیدی ہاتھ لگیں تو وہ بھی مسلمانوں کے حق میں لونڈی غلام ہو جاتے ہیں کیونکہ یہاں جن لونڈی غلاموں کا ہاتھ لگنا ذکر کیا گیا ہے ان کا تعلق بنی المصطلق سے تھا جو قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ تھی اور قبیلہ خزاعہ والے اہل عرب میں سے تھے چنانچہ حضرت امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے۔ (ما علیکم ان لا تفعلوا) میں حروف "الف" کے زبر کے ساتھ یعنی (ان) بھی صحیح ہے اور الف کے زیر کے ساتھ یعنی ان بھی صحیح ہے اس جملہ کے معنی نووی نے یہ بیان کئے ہیں کہ اگر تم عزل نہ کرو تو اس میں کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ جب یہ بات طے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس نفس کو پیدا کرنا مقدر کر دیا ہے تو وہ ضرور پیدا ہو کر رہے گا اس لئے تم عزل کرو یا عزل نہ کرو پیدا ہونے والی جان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا اگر اسے دنیا میں آنا ہے تو تم لاکھ عزل کر لو ضبط ولادت کے لاکھ طریق آزما لو وہ اس دنیا میں آ کر رہے گی اور اگر اس کا پیدا ہونا مقدر نہیں ہے تو پھر اگر عزل نہ کرو تو تمہارا کوئی

مقصد یہ ہے کہ حاصل یہ کہ تمہارا عزل کرنا کوئی فائدہ مند چیز نہیں ہے۔

اس اعتبار سے یہ حدیث عزل کے عدم جواز کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ (ان لا تفعلوا) میں حرف لا زائد ہے اس صورت میں اس جملہ کے یہ معنی ہوں گے کہ عزل کرنے میں کوئی قباحت نہیں اس اعتبار سے یہ حدیث عزل کے جواز ہونے کی دلیل ہوگی۔ اور حضرت ابوسعید خدری راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کرنے کے بارے میں پوچھا گیا (کہ عزل کرنا جائز ہے یا نہیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منی کے ہر پانی سے بچہ بنتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو پیدا ہونے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ (مسلم)

بظاہر اشکال پیدا ہوسکتا ہے کہ سوال اور جواب میں کوئی مطابقت نہیں ہے حالانکہ اگر حدیث کے حقیقی مفہوم پر نظر ہو تو یہ اشکال پیدا ہونے کا کوئی محل ہی نہیں رہ جاتا کیونکہ سوال کا مقصد یہ تھا کہ عزل کرنے کی اجازت مل جائے تا کہ عورت کے ہاں ولادت ہونے کا کوئی خوف نہ رہے، سوال کے اسی حقیقی مفہوم کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تم لوگ تو یہ سمجھتے ہو کہ مرد کی منی کا عورت کے رحم میں گرنا عورت کے ہاں ولادت ہونے کا سبب ہے اور عزل کر لینا ولادت نہ ہونے کا سبب ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ منی کے ہر پانی سے بچہ نہیں بنتا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مرد کی منی عورت کے رحم تک پہنچ جاتی ہے مگر اس سے بچہ نہیں بنتا اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ عزل کرتے ہیں مگر اس کے باوجود عورت حاملہ ہو جاتی ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا حاملہ ہونا مرد کے مادہ تولید کے اندر کرنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ پر موقوف ہے، اسی طرح عورت کا حاملہ نہ ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ ہی پر موقوف ہے عزل پر موقوف نہیں ہے۔

ہاں یہ ثابت ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توالد و تناسل کا ایک نظام مقرر کر دیا ہے کہ مرد کے نطفہ سے بچہ کی تولید ہوتی ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ عزل کرنے کی صورت میں بھی نطفہ کا کوئی حصہ بلا اختیار عورت کے رحم میں چلا جائے اور اس سے بچہ بن جائے بلکہ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اگر کسی بچہ کا پیدا ہونا تقدیر الٰہی میں ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت حاصل ہے کہ وہ اس بچہ کو بغیر نطفہ کے بھی پیدا کر دے۔ بظاہر یہ احادیث عزل کے جائز نہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں لیکن ان کا حقیقی مفہوم و منشاء اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ عزل کرنا پسندیدہ نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے۔

اس مسئلہ میں حنفیہ اور دوسرے علماء کا جو فقہی مسلک ہے اس کا بیان حضرت جابر کی روایت کی تشریح میں گزر چکا ہے۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں اپنی عورت سے عزل کرتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ میں اس کے شیر خوار بچہ کی وجہ سے ڈرتا ہوں کہ کہیں مدت رضاعت میں وہ حاملہ نہ ہو جائے اور اس حالت میں بچہ کو دودھ پلانا نقصان پہنچ جائے گا) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ نقصان پہنچاتا تو روم و فارس والوں کو ضرور نقصان پہنچاتا (مسلم)

تشریح: لوگوں کا خیال یہ تھا کہ مدت رضاعت میں جماع اور پھر حمل ٹھہرنے سے چونکہ عورت کے دودھ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے اس دودھ کو پینے سے شیر خوار بچہ کو نقصان پہنچتا ہے اس کے علاوہ ایسی حالت میں عورت کا دودھ بھی کم ہو جاتا ہے اس کا

جاتا تھا کہ اسی خوف کی بنا پر اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کی اجازت چاہی اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا اس کا حاصل یہ تھا کہ اگر مدت رضاعت میں جماع کرنا اور حمل ٹھہر جانا شیر خوار بچہ کو نقصان دہ ہوتا تو یہ روم و فارس والوں کو ضرور نقصان پہنچاتا کیونکہ وہ اس کے عادی ہیں اور جب ان کی یہ عادت ان کے لئے نقصان دہ نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ مدت رضاعت میں حمل ٹھہر جانا نقصان دہ نہیں ہے لہذا عزل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور حمل ٹھہر جانے کے خوف کی وجہ سے عزل نہ کرو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عزل کی کراہت و ناپسندیدگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اور حضرت جدامہ بنت وہب کہتی ہیں کہ ایک دن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت لوگوں کی ایک جماعت وہاں موجود تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مخاطب کر کے فرما رہے تھے کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگوں کو غیلہ سے منع کروں لیکن پھر میں نے دیکھا کہ روم و فارس کے لوگ اپنی اولاد کی موجودگی میں غیلہ کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں ہوتا تو میں نے اس ارادہ کو ترک کر دیا) پھر لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کرنے کے بارے میں پوچھا کہ اس کا کیا حکم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عزل کرنا تو پوشیدہ طور پر زندہ گاڑ دینا ہے اور یہ ایک بری عادت ہے جو اس آیت کریمہ (وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ، التکویر: 8) (اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی تھی) کے حکم میں داخل ہے۔ (مسلم) تشریح: غیلہ کے معنی ہیں حمل کی حالت میں بچہ کو دودھ پلانا اور نہایہ میں لکھا ہے کہ غیلہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ایام رضاعت میں اپنی بیوی سے جماع کرے چنانچہ اہل عرب غیلہ یعنی ایام رضاعت میں اپنی بیوی سے جماع کرنے) احتراز کرتے تھے اور اس کی وجہ ان کا یہ گمان تھا کہ اس صورت میں شیر خوار بچہ کو نقصان پہنچتا ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ ارادہ فرمایا کہ لوگوں کو ایام رضاعت میں اپنی بیوی کے پاس جانے سے منع کر دیں لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ روم و فارس کے لوگ ایسا کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کا ارادہ ترک فرما دیا۔ واد کے معنی ہیں زندہ درگور کرنا، جیتا گاڑ دینا، زمانہ جاہلیت میں اہل عرب تنگدستی کے خوف اور عار کی وجہ سے اپنی بچیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی کی طرف سے ان والدین سے سخت باز پرس کی جائے گی جو اپنے ہاتھوں اپنی بچیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل کو بھی واد خفی یعنی پوشیدہ زندہ گاڑ دینے سے تعبیر فرمایا۔ اس طرح یہ حدیث منسوخ ہے یا آپ نے یہ بات محض تہدید و تنبیہ کے طور پر فرمائی ہے یا پھر یہ کہ اس ارشاد کے ذریعہ گویا اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ عزل نہ کرنا ہی اولی اور زیادہ بہتر ہے۔ ان حضرات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک مجلس منعقد تھی۔ حاضرین میں حضرت علی حضرت زبیر اور حضرت سعد رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین جیسے جلیل القدر صحابہ کے علاوہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق بھی موجود تھے۔ عزل کے سلسلہ میں مباحثہ ہو رہا تھا صحابہ کی رائے تھی کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن ایک صحابی نے یہ کہا کہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ عزل کرنا موودۃ (چھوٹی موودۃ ہے یعنی جس طرح اپنی اولاد کو زندہ گاڑ دینا موودۃ کبری ہے، اسی طرح عزل کرنا موودۃ صغریٰ ہے حضرت علی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس سلسلہ میں حاصل کلام یہ ہے کہ جب تک بچہ میں

جان نہ پڑے مؤدۃ کے مفہوم کا اطلاق نہیں ہو گا یعنی اگر جان پڑھ جانے کے بعد استقاط حمل کرایا جائے یا زندہ پیدا ہونے کے بعد اسے جیتا جاگتا گاڑ دیا جائے تو اس کو مؤدۃ کہا جائے گا۔

حضرت علی کا یہ جواب سن کر حضرت عمر نے فرمایا علی! اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے تم نے سچ کہا ہے چنانچہ فقہی مسئلہ یہ ہے کہ جب تک بچہ میں جان نہ پڑے استقاط حمل جائز ہے اور قرار حمل کے بعد ایک سوبیس دن میں حمل کے اندر جان پڑتی ہے گویا قرار حمل کے بعد ایک سوبیس دن کے اندر اندر تو استقاط حمل جائز ہے اس کے بعد جائز نہیں ہے۔ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد گرامی عزل کے حرام ہونے پر دلالت نہیں کرتا البتہ اس کے مکروہ ہونے پر ضرور دلالت کرتا ہے بایں معنی کہ عزل کرنا واد حقیقی یعنی واقعۃً زندہ درگور کر دینے کے حکم میں داخل نہیں ہے کیونکہ واد حقیقی کا مطلب ہوتا ہے ایک جان کو ہلاک کر دینا جب کہ عزل میں یہ صورت نہیں ہوتی البتہ عزل کرنا واد حقیقی کے مشابہ یقیناً ہے اسی واسطے اس کو پوشیدہ زندہ گاڑ دینا فرمایا گیا ہے جو اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ عزل کے ذریعہ چونکہ اپنے مادہ تولید نطفہ کو ضائع کیا جاتا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ مادۂ تولید اللہ تعالیٰ نے بچہ پیدا ہونے کے لئے مہیا کیا ہے اس لئے یہ فعل یعنی عزل کرنا اپنے بچہ کو ہلاک کرنے یا اس کو زندہ درگور کر دینے کے مشابہ ہے۔

علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کے بارے میں یہ صحیح روایت منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ عزل مؤدۃ صغریٰ ہے۔ نیز حضرت ابوامامہ کے بارے میں یہ منقول ہے کہ جب ان سے عزل کا حکم پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے کسی مسلمان کو عزل کرتے نہیں دیکھا سنا اس سے معلوم ہوا کہ عزل کرنا پسندیدہ نہیں ہے) اسی طرح حضرت ابن عمر سے یہ منقول ہے کہ حضرت عمر فاروق نے بعض لوگوں کو عزل کرنے پر مارا ہے اور حضرت عثمان غنی کے بارے میں یہ منقول ہے کہ وہ عزل کرنے سے منع کرتے تھے۔ ان تمام روایات سے عزل کی ممانعت ثابت ہوتی ہے لیکن علماء لکھتے ہیں کہ یہ ممانعت نہی تنزیہی کے طور پر ہے۔

بَابُ: لَا تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَلَا عَلٰى خَالَتِهَا

یہ باب ہے کہ کسی عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ پر نکاح نہ کیا جائے۔

1929 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَلَا عَلٰى خَالَتِهَا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"کسی عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی پر یا اس کی خالہ پر نکاح نہ کیا جائے" (یعنی کسی ایسی عورت کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے جس کی پھوپھی یا خالہ پہلے سے آدمی کے نکاح میں ہو)

شرح

پھوپھی اور خالہ سے عمومیت مراد ہے یعنی خواہ حقیقی پھوپھی اور خالہ ہوں جیسے اس عورت کے باپ اور ماں کی بہن یا مجازی

1929 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3428

ہوں جیسے اس عورت کے دادا اور پڑدادا یا اس سے اوپر کے درجہ کی بہن اور نانی و پڑنانی یا اس سے اوپر کی درجہ کی بہن۔ حدیث میں پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کی تخصیص محض اتفاقی ہے کہ کسی شخص نے ان دونوں ہی کے بارے میں پوچھا ہوگا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انہی دو کا تذکرہ فرمایا ورنہ ان دونوں کے علاوہ اور بھی کچھ عورتیں ایسی ہیں جن کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا حرام ہے۔

1930- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ نِكَاحَيْنِ اَنْ يَّجْمَعَ الرَّجُلُ بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَعَمَّتِهَا وَبَيْنَ الْمَرْاَةِ وَخَالَتِهَا

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو طرح کے نکاح سے منع کرتے ہوئے سنا ہے: ”ایک یہ کہ عورت اور اس کی پھوپھی کو یا عورت اور اس کی خالہ کو نکاح میں جمع کرلیا جائے“۔

1931- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ النَّهْشَلِيُّ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَلَا عَلٰى خَالَتِهَا

◆◆ ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کا نکاح پر کیا جائے۔

بَابُ: الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا فَتَتَزَوَّجُ فَيُطَلِّقُهَا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا اَتَرْجِعُ اِلَى الْاَوَّلِ

یہ باب ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا ہے پھر وہ عورت دوسری شادی کر لیتی ہے' دوسرا شوہر اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دے دیتا ہے' تو کیا وہ پہلے شوہر کے پاس واپس جاسکتی ہے؟

1932- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِىْ عُرْوَةُ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ امْرَاَةَ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ جَآءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّىْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِىْ فَبَتَّ طَلَاقِىْ فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِيْرِ وَاِنَّ مَا مَعَهٗ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

1930: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1931: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1932: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 3639' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 3512' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 1118

فَقَالَ أَتُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ لَا حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رفاعہ قرظی کی اہلیہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: میں پہلے رفاعہ کی بیوی تھی پھر اس نے مجھے طلاق دیدی اس نے مجھے طلاق بتہ دی پھر میں نے عبدالرحمان بن زبیر کے ساتھ شادی کر لی اس کا ساتھ کپڑے کے کنارے کی مانند ہے تو نبی کریم ﷺ مسکرا دیئے آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہو؟ ایسا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک تم اس (عبدالرحمٰن بن زبیر) کا شہد نہیں چکھ لیتی اور وہ تمہارا شہد نہیں چکھ لیتا ہے۔

شرح

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک تمہارا دوسرا شوہر تمہارے ساتھ جماع نہ کرے اور پھر اس کی طلاق کے بعد تم عدت کے دن پورے نہ کرلو تم اپنے سابق خاوند یعنی رفاعہ سے نکاح نہیں کر سکتیں چنانچہ یہ حدیث مشہور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حلالہ یعنی سابق خاوند کے واسطے حلال ہونے کے لئے کسی دوسرے مرد سے محض نکاح کر نا ہی کافی نہیں ہے بلکہ مجامعت بھی ضروری ہے البتہ مجامعت میں صرف دخول کافی ہے انزال شرط نہیں۔

1933- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ رَزِينٍ يُحَدِّثُ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ تَكُونُ لَهُ الْمَرْأَةُ فَيُطَلِّقُهَا فَيَتَزَوَّجُهَا رَجُلٌ فَيُطَلِّقُهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا أَتَرْجِعُ إِلَى الْأَوَّلِ قَالَ لَا حَتَّى يَذُوقَ الْعُسَيْلَةَ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: ایسا شخص جس کی بیوی ہو اور وہ اسے طلاق دیدے پھر کوئی دوسرا شخص اس عورت کے ساتھ شادی کرے اور وہ اس عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دے تو کیا وہ عورت پہلے شوہر کے پاس واپس جا سکتی ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہیں ہو سکتا جب تک وہ مرد (اس عورت کا) شہد نہیں چکھ لیتا۔

طلاق ثلاثہ کے وقوع میں مذاہب اربعہ

ایک مجلس میں تین دفعہ دی گئی طلاق گو سنت کے خلاف ہے، طلاق بدعت ہے؛ لیکن اس کے واقع ہو جانے میں ائمہ اربعہ کا اختلاف نہیں، حضرت امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقد اختلف العلماء فيمن قال لامراته انت طالق ثلثاً فقال الشافعي ومالك وابو حنيفة واحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث ۔ (نووی شرح مسلم)

علامہ نووی شافعی کہتے ہیں۔ امام مالک علیہ الرحمہ، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور قدیم وجدید تمام علماء کے نزدیک تین طلاقیں

1933 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 3414

واقع ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح امام ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں وہ واقع ہو جائیں گی۔

سیدنا حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی یہی نظریہ ہے اور بعد کے تابعین اور ائمہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (المغنی، ج ۷، ص ۲۸۲، بیروت)

بیک وقت تین طلاق دینا حرام ہیں

حضرت محمود ابن لبید کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کے بارے میں بتایا گیا جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا اللہ عزوجل کی کتاب کے ساتھ کھیلا جاتا ہے (یعنی حکم خداوندی کے ساتھ استہزاء کیا جاتا ہے) درآنحالیکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں یہ سن کر مجلس نبوی میں موجود صحابہ میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں؟ (نسائی)

اللہ عزوجل کی کتاب سے قرآن کریم کی یہ آیت (اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ)۔ 2۔ البقرۃ 229) مراد ہے۔

اس آیت میں یہاں یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں نہ دینی چاہئیں بلکہ متفرق طور پر دینی چاہئیں وہیں (وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا، البقرۃ 231) کے ذریعہ یہ تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو لہو لعب کی طرح بے وقعت مت سمجھو چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ متفرق طور پر طلاق دینے کی بجائے ایک ساتھ تینوں طلاقیں دینا حق تعالیٰ کے حکم و منشاء کی خلاف ورزی ہے اور یہ خلاف ورزی گویا حق تعالیٰ کے احکام کے ساتھ استہزاء ہے۔ کیونکہ جس شخص نے حق تعالیٰ کے حکم کے خلاف کیا اس نے درحقیقت اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ اس کی نظر میں حکم خداوندی کی کوئی وقعت نہیں ہے کہ اس پر عمل نہ کرنا اور کرنا دونوں برابر ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک تین طلاق ایک ساتھ دینا بدعت و حرام ہے۔ اور اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے اس فعل پر غضب ناک ہوتے تھے جو گناہ و معصیت کا باعث ہوتا تھا حضرت امام شافعی کے نزدیک تین طلاق ایک ساتھ دینا حرام نہیں ہے بلکہ خلاف اولیٰ ہے۔

علماء لکھتے ہیں کہ تین طلاقیں ایک ساتھ نہ دینے میں فائدہ یہ ہے کہ ایک طلاق کے بعد شاید اللہ تعالیٰ خاوند کے دل کو اس کی بیوی کی طرف مائل کر دے اور اس کے فیصلہ میں کوئی ایسی خوشگوار تبدیلی آ جائے کہ وہ رجوع کر لے اور ان دونوں کے درمیان مستقل جدائی کی نوبت نہ آئے۔

علماء کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ انت طالق ثلاثا (یعنی تجھ پر تین طلاق ہیں) تو آیا اس کی بیوی پر ایک طلاق پڑے گی یا تین طلاق واقع ہوں گی چنانچہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ حضرت امام شافعی حضرت امام ابوحنیفہ حضرت امام احمد اور جمہور علماء یہ فرماتے ہیں کہ تین طلاقیں پڑیں گی جب کہ طاؤس اور بعض اہل ظاہر یہ کہتے ہیں کہ ایک طلاق پڑ گئی۔

ایک صحابی کا یہ کہنا کہ میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں؟ اس بناء پر تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کتاب اللہ کے

ساتھ استہزاء کرنے والا کہا تھا جو کفر ہے اور اگر کوئی مسلمان کفر کی حد میں داخل ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے حالانکہ ان صحابی نے یہ نہیں جانا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جو الفاظ ارشاد فرمائے ہیں وہ زجر و توبیخ پر مبنی ہیں ان کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں۔

ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کا بیان

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان سے حضرت عویمر عجلان نے بیان کیا کہ میں حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی اہلیہ کے پاس کسی اجنبی آدمی کو دیکھے اور وہ شخص اس اجنبی شخص کو قتل کر دے تو اس قتل کرنے کے عوض کیا اس شخص کو بھی قتل کر دیں گے اگر وہ شخص ایسا نہ کرے؟ یعنی اس عورت کے شوہر کے واسطے کیا شرعی حکم ہے؟ تم یہ مسئلہ اے عاصم میری جانب سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو چنانچہ پھر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے یہ مسئلہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ سوال ناگوار محسوس ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کو برا خیال فرمایا اور سائل کے اس سوال کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معیوب خیال فرمایا حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناگواری محسوس کر کے گراں محسوس ہوا اس وجہ سے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو اس سوال سے افسوس ہوا اور ان کو اس سوال سے شرمندگی محسوس ہوئی اور خیال ہوا کہ میں نے خواہ مخواہ یہ مسئلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا بہرحال جس وقت حضرت عاصم رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس گھر تشریف لائے جب حضرت عویمر کہنے لگے کہ تم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ حضرت عویمر سے حضرت عاصم نے کہا کہ تم نے مجھ کو اس طرح کے سوال کرنے کا خواہ مخواہ مشورہ دیا (یعنی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ نہیں دریافت کرنا چاہیے تھا) اس پر حضرت عویمر نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں اس مسئلہ کو بغیر دریافت کیے نہیں رہوں گا۔ یہ کہہ کر حضرت عویمر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل دیئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے کو دیکھے اور اگر یہ شخص اس کو قتل کر دے تو کیا اس کو بھی قتل کر دیا جائے گا؟ آیا اس کے ساتھ (یعنی قاتل کے ساتھ) کس قسم کا معاملہ ہوگا؟ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے واسطے حکم خداوندی نازل ہو چکا ہے تم جاؤ اور اس عورت کو لے کر آؤ۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے لعان کیا یعنی حضرت عویمر اور ان کی اہلیہ محترمہ نے اور ہم لوگ بھی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک موجود تھے۔ جس وقت حضرت عویمر لعان سے فارغ ہو گئے تو فرمانے لگے کہ اگر اب میں اس خاتون کو مکان میں رکھوں تو میں جھوٹا اور غلط گو قرار پایا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اسی وقت تین طلاقیں دے ڈالیں اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا انتظار بھی نہ فرمایا۔ (سنن نسائی: جلد دوم: رقم الحدیث 1340)

بیک وقت تین طلاقیں دینے کی ممانعت وانعقاد

سہ بارہ طلاق کا طریقہ یقیناً قرآن وحدیث کے خلاف اور گناہ و معصیت ہے، غور و فکر کے بغیر غصہ کی حالت میں طلاق دینے

[illegible] میں آکر ہو جاتے ہیں اس لئے بار بار طلاق کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے اور علم معاشرہ سے
[illegible] اور اس سے واقف [illegible] چاہیے تاکہ بار بار طلاق کا غیر شرعی طریقہ اختیار نہ کیا جائے اور معصیت کی یہ راہ مسدود
ہو جائے اس سے باوجود اگر کوئی شخص تین طلاق دے تو تین واقع ہو جائیں گی۔ عہد نبوی میں ایک صاحب نے تین طلاق دی تو
حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نافذ قرار دیا۔

سنن ابوداؤد شریف کتاب الطلاق باب فی اللعان ص 306 میں حدیث پاک ہے: **عن سهل بن سعد في هذا الخبر قال فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فانفذه رسول الله صلى الله عليه وسلم۔**

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے (حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے) واقعہ کے بارے میں روایت ہے انہوں نے فرمایا (عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ) نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنی بیوی کو تین طلاق دی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تین طلاق کو نافذ قرار دیا۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاق کو کالعدم نہیں قرار دیا جا سکتا، جمہور صحابہ وتابعین اور ائمہ اربعہ اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ تین طلاق دینے سے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں۔

یہ مسئلہ احادیث مبارکہ سے ثابت اور صحابہ وتابعین، فقہاء ومحدثین سے منقول ہونے کے بعد اس کے مقابل کسی کی رائے کو قبول نہیں کیا جا سکتا مقام غور ہے کہ غصہ کی حالت میں اگر کوئی شخص کسی دنیوی قانون کی خلاف ورزی کرے تو اس کو قابل سزا قرار دیا جاتا ہے اور وہی شخص اسلامی قانون کی خلاف ورزی کرے تو غصہ کی حالت کا عذر پیش کر کے رائے زنی کی جاتی ہے، اہل اسلام قرآن وحدیث میں بتائے گئے اصول واحکام کے پابند ہیں، لہٰذا تین طلاق کے سلسلہ میں دی گئی یہ رائے کہ غصہ کی حالت میں اور بیوی کو اطلاع نہ پہنچنے کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، نا قابل قبول ہے۔

رد المحتار ج 2 کتاب الطلاق ص 455 میں ہے **وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع ثلاث وعن هذا قلنا لو حكم حاكم بانها واحدة لم ينفذ حكمه لانه لايسوغ الاجتهاد فيه فهو خلاف لا اختلاف۔**

طلاق ثلاثہ کے نفاذ کا ثبوت

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے عرض کیا کہ میں خالد کی لڑکی ہوں اور فلاں کی اہلیہ ہوں اور اس نے مجھ کو طلاق کہلوائی ہے اور میں اس کے لوگوں سے خرچہ اور رہائش کے واسطے مکان مانگ رہی ہوں۔ وہ انکار کرتے ہیں۔ شوہر کی جانب کے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کے شوہر نے اس کو تین طلاقیں دے کر بھیجا ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کا نان نفقہ اور رہائش کے واسطے جگہ اس خاتون کو ملتی ہے کہ جس خاتون سے مرد طلاق سے رجوع کرے اور تین طلاق دینے کے بعد طلاق سے رجوع نہیں ہو سکتا۔ اس

وجہ سے ایسی عورت کا نان نفقہ بھی نہ ملے گا۔ (سنن نسائی: جلد دوم، رقم الحدیث 1341)

ایک مجلس کی تین طلاقوں کے وقوع میں اسلاف امت مسلمہ کا اختلاف

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ابن عباس، ابو ہریرہ، ابن عمر، عبداللہ بن عمرو، ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں اور عورت اس پر حرام ہو جائے گی حتیٰ کہ کسی دوسرے مرد سے شادی کرے اور پھر بیوہ ہو یا طلاق پائے اور اس میں مدخولہ یا غیر مدخولہ کا کوئی فرق نہیں۔ اور یہی قول ہے بعد کے اکثر اہل علم کا تابعین اور ائمہ میں سے بھی ہے۔

اور عطاء، طاؤس سعید بن جبیر، ابوالشعثا اور عمرو بن دینار کا کہنا ہے کہ غیر مدخولہ کی اکٹھی تین طلاقیں ایک ہوں گی۔ اور طاؤس ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہ کی ابتدائی خلافت میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں، اور سعید بن جبیر، عمرو بن دینار، مجاہد، اور مالک بن الحارث ابن عباس سے طاؤس کی روایت کے خلاف روایت کرتے ہیں، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی طاؤس کی روایت کے خلاف ہے۔ (مغنی، ج ۷، ص ۳۷۰، بیروت)

بہ یک وقت تین طلاقوں کے عدم وقوع میں غیر مقلدین کے عجیب استدلالات

غیر مقلدین نے تین کو ایک ثابت کرنے کے لئے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کر دیئے ہیں اور اس قسم کے استدلال شروع کیے ہیں جو بعض اوقات عقل وادارک سے بالکل دور اور انسانی سوچ سے کوسوں دور ہیں۔ اول تو غیر مقلدین رائے اور قیاس کی سخت مخالفت کرتے ہیں مگر جب خود کسی مسئلہ میں رائے یا قیاس سے کام لیتے ہیں تو پھر تمام عقلی حدود سے بھی گزر جاتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہمہ وقت قرآن وحدیث ہوتا ہے۔ اور کسی قسم کے فقہی اصول کو خاطر میں نہیں لاتے لیکن جب کسی مسئلہ میں پھنس جاتے ہیں یا فقہاء کی مخالفت کی ٹھان لیتے ہیں تو پھر رائے، قیاس، ظن، گمان اور ہر طرح غیر فقہی اصول بھی اپنانے سے گریز نہیں کرتے۔

طلاق ثلاثہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تعزیری فیصلہ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ناپسندیدہ عمل ہے: اسلام کے اصول عدل واصلاح پر مبنی ہیں اسی بناء پر بوقت مجبوری اسلام نے طلاق کو جائز رکھا ہے۔ یعنی اگر میاں بیوی کے درمیان نباہ کی صورت نہیں رہتی تو پھر طلاق کے ذریعہ وہ ایک دورے سے خلاصی کر سکیں گے باوجود اس کے کہ یہ فعل اللہ کو پسند نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند چیز طلاق ہے۔

(المستدرک للحاکم، ج 2، ص 196)

اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور حافظ ذھبی نے تلخیص میں اس کو صحیح مسلم کی شرط پر مانا ہے۔ اس ناپسندیدگی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طلاق آخری حربہ ہے اس سے قبل جہاں تک اصلاح کا امکان ہو تو اس کی کوشش کی جائے۔

بیک وقت زیادہ طلاق دینا منع ہے

اسی لئے شریعت نے بیک وقت ایک سے زیادہ طلاقیں دینے سے منع فرمایا ہے۔ محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص کی خبر دی گئی کہ اس نے بیک وقت اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ اللہ کی کتاب سے کھیل ہو رہا ہے حالانکہ میں تم میں موجود ہوں یہاں تک کہ یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کو قتل نہ کر دوں؟ (سنن نسائی، ج 2،ص 81)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں بیک وقت تین طلاقوں کو بدعت کہا گیا ہے اور اس طرح طلاق دینے والے کو عاصی اور گنہگار بتلایا گیا ہے۔ (ہدایہ، ج 2، باب طلاق السنۃ، ص 355)

امام ابوبکر جصاص رازی حنفی نے صحابہ رض سے اس مسئلہ کی بابت چند آثار نقل کر کے فرماتے ہیں: ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے تین طلاقیں اکٹھی دینے کی منع ثابت ہے۔ اور کسی ایک صحابی سے اسکے خلاف منقول نہیں لہٰذا اجماع ہوا۔

(احکام القرآن، ج 1،ص 382)

(طلاق سنت) بلکہ شریعت نے طریقہ یہ بتلایا ہے کہ کم از کم ایک مہینہ کے بعد دوسری طلاق ہو۔ چنانچہ امام نسائی نے سنن میں اس کے لیے ایک باب مقرر کیا ہے کہ "باب طلاق السنۃ" اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں۔

عبداللہ ابن مسعود رض سے روایت ہے (وہ فرماتے ہیں) مسنون طریقہ طلاق کہ یہ ہے کہ طہر کی حالت میں بغیر ہم بستر کے ایک طلاق دے پھر ایک ماہواری کے بعد طہر آئے تو دوسری طلاق دے اسی طرح تیسرے طہر میں پھر (تیسری) طلاق دے اسکے بعد عدت گزارے۔ اور امام اعمش فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعی سے یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

(سنن نسائی، ج 2، باب طلاق السنۃ، ص ۸۰)

اور علامہ ابوبکر جصاص رازی حنفی فرماتے ہیں: "ہمارے علماء (حنفی) نے کہا کہ طلاق کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب حیض سے پاک ہو تو بغیر جماع (ہمبستری) کرنے کے ایک طلاق دیدے اور اگر تین دینا چاہتا ہے تو ہر ایک طلاق ہر ایک طہر میں قبل الجماع (ہمبستری سے پہلے) دیدے یہی قول امام سفیان ثوری کا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ بواسطہ ابراہیم نخعی ہم کو خبر پہنچی ہے کہ صحابہ کرام کو یہ بات پسند تھی کہ بیک وقت ایک سے زیادہ طلاقیں نہ دی جائیں اور تین طلاقیں الگ الگ ہر ایک طہر میں دی جائیں۔

(احکام القرآن للجصاص، ج 1، ص 389)

ایک وقت کی تین طلاق کا ایک ہونا فطرت سلیمہ کے موافق ہے: یہی فیصلہ عقل سلیم اور فطرت انسانیہ کے موافق ہے کیونکہ تین ماہ کا وقفہ اس لیے دیا جاتا ہے کہ کسی طرح دونوں میاں بیوی پشیماں ہو کر دوبارہ اپنا گھر آباد کریں۔ اور جب ثابت ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور گناہ ہے بلکہ اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل اور مذاق ہے، تو پھر اس قسم کی طلاق کیسے واقع ہو سکتی ہے اس کو واقع کہنا گویا کہ ایک ناجائز فعل کی اجازت دینا ہے۔

ایک وقت کی تین طلاق کا ایک ہونا اور (مرّتان) کی وضاحت: (طلاق دو مرتبہ ہے اس کے بعد پھر نیکی کے ساتھ روک رکھنا

یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔) (البقرہ،۲۲۹)

یہ آیت کریمہ بھی واضح کرتی ہے کہ بیک وقت ایک ہی طلاق ہوگی، نہ دو، نہ تین کیونکہ "مرتان" کا اطلاق "مرة بعد مرة" یکے بعد دیگرے پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ: (سنعذبهم مرتين) (التوبہ "۱۰۱") یعنی عنقریب انکو ہم دو مرتبہ عذاب کریں گے۔"

جس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ دونوں عذابوں کے درمیان وقفہ ہوگا ورنہ بیک وقت ایک ہی عذاب کہلائے گا نہ کہ اسے دو مرتبہ کہا جائے گا۔ اس طرح (مرّتان) کا مطلب ہے کہ دونوں طلاقوں میں وقفہ ہو۔ اسی طرح تیسری (طلاق) بھی وقفہ کے بعد ہو جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا۔

مندرجہ بالا استدلال میں غیر مقلدین نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فقہی استدلال کو تعزیری کہہ کر ٹھکرا دیا اور خود اپنے اجتہادی نقطہ نظر اور تین کو ایک بنا کر ایک ایسی رائے قائم کی جس کی کوئی بنیاد نہ ہوا سے شریعت بنا کر لوگوں پر ٹھونس دیا ہے۔ ہم غیر مقلدین سے یہ پوچھنے میں بہ جانب حق ہیں کہ انہیں اس قسم کے استدلال کونسی وحی سے معلوم ہوئے ہیں۔ کہیں مرزے قادیانی کی طرح ان پر الہامی وحی یا قادیانی دجال کی طرح کوئی خفیہ چالی وحی تو نہیں آنے لگی کہ جس سے استدلال کرتے کرتے لوگوں پر کوئی نئی شریعت زبردستی نافذ کرنے میں مصروف ہوئے ہیں۔

طلاق ثلاثہ کے وقوع میں مذاہب اسلاف و مذاہب اربعہ

واضح رہے کہ از روئے قرآن وحدیث وجمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رضی اللہ عنہم وتبع تابعین رضی اللہ عنہم، ائمہ مجتہدین بالخصوص چاروں ائمہ کرام امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک علیہ الرحمہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم ان تمام حضرات کے نزدیک ایک ساتھ تین طلاق دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسانٍ (بقره)

اور اگلی آیت میں ھے :فان طلقها فلاتحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (بقره)

یعنی دو طلاق دینے تک تو مرد کو رجوع کا اختیار ہے، لیکن جب تیسری طلاق بھی دیدی تو اب مرد کے لئے رجوع کا حق باقی نہیں رہتا، عورت اپنے شوہر پر حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہو جاتی ہے۔

چنانچه اس آیت کی تفسیر میں علامه قرطبی علیه الرحمه فرماتے هیں:ترجم البخاری علی هذه الاية باب من اجاز الطلاق الثلاث بقوله تعالىٰ الطلاق مرتان، فامساكٌ بمعروف او تسريح باحسان، وهذا اشارة الى ان هذه التعديد انما هو فسحة لهم فمن ضيق على نفسه لزمه قال علمائنا. واتفق ائمة الفتوىٰ على لزوم ايقاع الطلاق الثلاث فى كلمة واحدة وهو قول جمهور السلف المشهور عن الحجاج بن ارطاة وجمهور السلف والائمة انه لازم واقع ثلاثاً و لافرق بين ان يوقع ثلاثًا مجتمعة فى كلمة او متفرقة فى كلمات (الجامع لاحكام القرآن)

...قرآن ... ہے

... فامساک بمعروف او تسریح باحسان الآیۃ ... ثلاث معاً مع کونہ منہیاً عنہا

... حدیث میں ہے

عن عائشۃ ان رجلا طلق امرأتہ ثلاثاً فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلتھا کما ذاق الاول (بخاری شریف)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیدیں پھر اس نے ... سے نکاح کر لیا اس نے صحبت کئے بغیر طلاق دیدی، آپ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ پہلے خاوند کے لئے یہ عورت حلال ہوئی؟ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا جب تک دوسرا شوہر صحبت نہ کر لے پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔

اس حدیث میں طلق امرأتہ ثلاثا کا جملہ اس کا مقتضی ہے کہ تین طلاق اکٹھی اور دفعۃ دی گئیں۔ اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تین طلاقیں اکٹھی واقع ہوجانے پر استدلال ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

وھی بایقاع الثلاث اعم من ان تکون مجمعۃً او متفرقۃً (فتح الباری، ادارۃ بحوث العلمیۃ)

حدیث میں ہے:

عن مجاھد قال کنت عند ابن عباس فجاءہ رجل فقال انہ طلق امرأتہ ثلاثاً قال فسکت حتی ظننت انہ رآدھا الیہ ثم قال ینطلق احدکم فیرکب الحموقۃ ثم یقول: یا ابن عباس یا ابن عباس وان اللہ تعالیٰ قال ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً، وانک لم تتق اللہ فلااجد لک مخرجاً، عصیت ربک وبانت منک امرأتک۔ (سنن ابی داؤد، حقانیہ)

ترجمہ: مجاہد سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں (کیا حکم ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش ہوگئے (مجاہد کہتے ہیں) مجھے گمان ہونے لگا کہ شاید ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی بیوی کو واپس لوٹانے والے ہیں پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان پر حماقت سوار ہوتی ہے، پھر میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے یا ابن عباس یا ابن عباس رضی اللہ عنہ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے راستہ نکالتا ہے اور تو اللہ تعالیٰ سے ڈرا نہیں (اور بیک وقت تین طلاقیں دیدی) اس لئے قرآن کے مطابق تمہارے لئے کوئی راستہ نہیں پاتا تو نے خدا کی نافرمانی کی ہے اور تمہاری بیوی تم پر حرام ہوگئی ہے اور تم سے جدا ہوگئی ہے۔ اور ابوداؤد اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

روی ھذا الحدیث حمید الاعرج وغیرہ عن مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کلھم قالوا فی

الطلاق الثلاث انه اجازها قال وبانت منك (ابی داؤد، حقانیه)

یعنی ان حضرات نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے یہ تمام رواۃ متفقہ طور پر نقل فرمار ہے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تین طلاقوں کو نافذ فرمادیا اور فتویٰ دیا کہ عورت جدا ہوگئی۔ اسی طرح نسائی شریف کی حدیث میں ہے۔

عن محمود بن لبيد قال اخبر رسول الله ﷺ عن رجل طلق امراته ثلاث تطليقات جميعاً فقام غضباناً ثم قال ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهر كم حتى قال رجل وقال يا رسول الله الا اقتله

(سنن نسائی، کتاب طلاق، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ: محمود بن لبید سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دیدی ہیں۔ آپ علیہ السلام نے غضبناک ہوکر تقریر فرمائی کہ کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کیا جارہا ہے، حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، آنحضرت ﷺ کا یہ غصہ دیکھ کر ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اسے قتل نہ کردوں۔

حدیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقیں مجتمعاً واقع ہوجاتی ہیں۔ اگر واقع نہ ہوتیں تو آنحضرت ﷺ غضبناک نہ ہوتے اور فرمادیتے کہ کوئی حرج نہیں رجوع کرلو۔

اسی طرح مؤطا امام مالک علیہ الرحمہ میں ہے۔

عن مالك بلغه ان رجلاً قال لابن عباس رضی الله عنهما انی طلقت امرأتی مأة تطليقة ما ذا ترى على؟ فقال له ابن عباس طلقت منك بثلاث وسبع وتسعون اتخذت بها آيات الله هزوا

ترجمہ: ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں ہیں، اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں سے تو عورت تجھ سے جدا ہوگئی اور بقیہ ستانوے طلاقوں سے تو نے اللہ کی آیات کا تمسخر کیا ہے۔ اور طحاوی شریف میں ہے۔

عن مالك بن حارث قال رجل الى ابن عباس ﷺ فقال ان عمی طلق امراته ثلاثاً فقال: ان عمك عصى الله فاثمه الله واطاع الشيطان فلم يجعل له مخرجا فقلت كيف ترى فی رجل يحلها له فقال من يخادع الله يخادعه (باب الرجل يطلق امراته ثلاثا معا ۔

مالک بن حارث فرماتے ہیں کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا میرے چچا اپنی عورت کو دفعۃً تین طلاقیں دے بیٹھے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تیرے چچا نے خدا کی نافرمانی کی اور شیطان کی اطاعت کی اور آپ نے اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکالی۔ مالک بن حارث فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا: آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو اس عورت کو اس شوہر کے لئے حلال کرے؟ آپ نے فرمایا: جو اللہ سے چالبازی کرے گا اللہ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرے گا۔

اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

عن انس قال كان عمر اذا اتى برجل قد طلق امراته ثلاثاً فى مجلس او جعه ضرباً وفرق بينهما وفيه ايضا عن معمر عن الزهرى فى رجل طلق امراته ثلاثاً جميعاً قال ان من فعل فقد عصى ربه وبانت منه امراته ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دی ہوتیں تو آپ اس کو سزا دیتے ہیں اور دونوں میں تفریق کر دیتے ہیں۔ تو قرآنی آیات وتفاسیر واحادیث سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دفعۃً تین طلاقیں دینے سے تین ہی شمار ہوتی ہیں۔

باقی غیر مقلدین کا مسلکہ فتوی از روئے قرآن وحدیث اور جمہور صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور چاروں ائمہ کے متفقہ مسلک کے خلاف ہے، جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اور جس حدیث کو بطور استدلال پیش کیا ہے، اس حدیث سے تین طلاقوں کو ایک شمار کرنے کا استدلال کرنا تمام فقہاء کے نزدیک باطل ہے۔ مذکورہ حدیث حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے اس حدیث سے استدلال کرنا اس لئے درست نہیں ہے کہ اس حدیث کو ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت غیر مدخولہ کے متعلق ہے، عام نہیں ہے۔ واضح رہے کہ عورتیں دو قسم کی ہیں۔

غیر مدخولہ (جس کے ساتھ ہمبستری نہ ہوئی ہو)

مدخولہ (جس کے ساتھ صحبت ہو چکی ہو) غیر مدخولہ عورت کو اگر الگ الگ لفظوں میں اس طرح طلاق دی جائے۔ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے تو پہلے ہی لفظ سے وہ بائنہ ہو جاتی ہے یعنی نکاح سے نکل جاتی ہے اور ایسی عورت پر عدت بھی لازم نہیں ہوتی، جب یہ عورت پہلے ہی لفظ سے بائنہ ہوگی اور اس پر عدت بھی نہیں تو اس کے بعد وہ طلاق کا محل نہ رہی، اس بناء پر دوسری اور تیسری طلاق لغو ہوتی ہے، اسی اعتبار سے حدیث میں کہا گیا ہے کہ اگر تین طلاقیں دی جائیں تو ایک شمار ہوتی ہیں۔ حضور اکرم احضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے ابتدائی سالوں میں غیر مدخولہ کو طلاق دینے کا یہی طریقہ تھا۔ مگر بعد میں لوگوں نے جلد بازی شروع کر دی اور ایسی غیر مدخولہ کو ایک ساتھ ایک لفظ میں تین طلاق دینے لگے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ اب تین طلاق ہی ہوں گی۔ کہ (انت طالق ثلاثا) کہہ کر طلاق دی ہے اور یہ لفظ نکاح قائم ہونے کی حالت میں بولا ہے۔ (ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۳۰۶)

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کے ابتدائی زمانہ میں جب انت طالق، انت طالق، انت طالق کہا جاتا تو عموماً لوگوں کی دوسری اور تیسری طلاق سے تاکید کی نیت ہوتی، استیناف کی نیت نہیں ہوتی تھی اور اس زمانہ میں لوگوں میں دین اور تقویٰ اور خوف آخرت اور خوف خدا غالب تھا دنیا کی خاطر دروغ بیانی کا خطرہ تک دل میں نہ آتا تھا۔ آخرت میں جوابدہی اور آخرت کے عذاب کا اتنا استحضار رہتا کہ مجرم بذات خود حاضر ہو کر اپنے جرم کا اقرار کرتا اور اپنے اوپر شرعی حد جاری کرنے کی درخواست کرتا، اس بناء پر ان کی بات پر اعتماد کر کے ایک طلاق کا حکم کیا جاتا، اسی اعتبار سے حدیث میں کہا گیا ہے کہ اس زمانے میں تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں مگر جیسے جیسے عہد نبوی سے بعد ہوتا گیا اور بکثرت عجمی لوگ بھی حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے، ان میں تقویٰ وخوف آخرت کا معیار کم ہونے لگا اور پہلے جیسی سچائی، امانت داری اور دیانت داری نہ رہی، دنیا اور عورت کی

خاطر دروغ بیانی ہونے لگی، جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عراق سے ایک سرکاری خط آیا کہ یہاں ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ جملہ کہا ہے حبلك علی غاربك (تیری رسی تیری گردن پر ہے) حضرت عمر بن خطاب نے اپنے عامل کو لکھا کہ ان مروان یوافینی بمکة فی الموسم یعنی اس کو کہو کہ حج کے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں مجھ سے ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کے زمانہ میں کعبہ کا طواف کررہے تھے کہ اس آدمی (عراقی) نے آپ سے ملاقات کی اور سلام کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کون ہو، اس نے کہا: میں وہی ہوں جس کو آپ نے حج کے زمانہ میں طلب کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھے رب کعبہ کی قسم سچ بتا حبلك علی غاربك سے تیری کیا نیت تھی، اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے اگر اس مبارک جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ قسم لی ہوتی تو میں صحیح نہ بتاتا، حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس جملے سے فراق کا یعنی عورت کو اپنے نکاح سے الگ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورت تیرے ارادے کے مطابق تجھ سے علیحدہ ہوگئی۔

(موطا امام مالک علیہ الرحمہ ماجاء فی الخلیة والبریة واشباہ ذلك بحوالہ فتاوی رحیمیہ)

یہ عراقی ایک عورت کے لئے جھوٹی قسم کھانے کے لئے اور دروغ بیانی کے لئے تیار تھا مگر کعبۃ اللہ اور حرم شریف کی عظمت وتقدس کا خیال رکھتے ہوئے کذب بیانی سے احتراز کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عوام کی جب یہ حالت دیکھی، نیز آپ کی نظر اس حدیث پر تھی۔

اکرموا اصحابی فانھم خیارکم، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم، ثم یظھر الکذب حتی ان الرجل یحلف ولا یستحلف ویشھد ولا یستشھد الخ۔ (مشکوۃ المصابیح، باب مناقب الصحابۃ)

یعنی عہد نبوت سے جیسے جیسے دوری ہوتی چلی جائے گی، دینداری کم ہوتی رہے گی اور کذب ظاہر ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے موجودہ اور آئندہ حالات کو پیش نظر رکھ کر صحابہ سے مشورہ کیا کہ جب ابھی یہ حالت ہے تو آئندہ کیا حالت ہوگی اور لوگ عورت کو الگ کردینے کی نیت سے تین طلاق دیں گے اور پھر غلط بیانی کرکے کہیں گے کہ ہم نے ایک طلاق کی نیت کی تھی۔ آپ نے اس چور دروازے کو بند کرنے کے لئے فیصلہ کیا کہ لوگوں نے ایسی چیز میں جلد بازی شروع کردی جس میں انہیں دیر کرنی چاہیے تھی، اب جو شخص تین مرتبہ طلاق دے گا، ہم اسے تین ہی قرار دیں گے۔ صحابہ کرام نے اس فیصلہ سے اتفاق کیا اور کسی ایک نے بھی حضرت عمر کی مخالفت نہ کی، چنانچہ طحاوی شریف میں ہے۔

فخاطب عمر بذلك الناس جمیعا وفیھم اصحاب رسول اللہ ا ورضی اللہ عنھم الذین قد علموا ما تقدم من ذلك فی زمن رسول اللہ ا فلم ینکرہ علیہ منھم ولم یدفعہ دافع (طحاوی، ج ۲، ص ۳۲۰)

محقق احناف علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

ولم ینقل عن احد منھم انہ خالف عمر حین امضی الثلاث وھی یکفی فی الاجماع

(حاشیہ ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۶)

یعنی کسی ایک صحابی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی موجودگی میں تین طلاق کا فیصلہ کیا، ان میں سے کسی ایک نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف کیا ہو اور اس قدر بات اجماع کے لئے کافی ہے۔ امام نووی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فاختلف العلماء فی جوابه وتاویله فالاصح ان معناه انه کان فی اول الامر اذا قال لها انت طالق، انت طالق، انت طالق، ولم ینو تاکیداً ولا استینافاً یحکم بوقوع طلقة لقلة ارادتهم الاستیناف بذلک فحمل علی الغالب الذی هو ارادة التاکید فلما کان فی زمن عمر وکثر استعمال الناس بهذه الصیغة وغلب منهم ارادة الاستیناف بها حملت الاطلاق علی الثلاث عملاً بالغالب السابق الی الفهم (نووی شرح مسلم ج ۱، ص ۴۸۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

یعنی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بالکل صحیح تاویل اور اس کی صحیح مراد یہ ہے کہ شروع زمانہ میں جب کوئی انت طالق، انت طالق کہہ کر طلاق دیتا تو عموماً اس زمانہ میں دوسری اور تیسری طلاق سے تاکید کی نیت ہوتی تھی، استیناف کی نیت نہ ہوتی تھی، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے اس جملہ کا استعمال بکثرت شروع کیا اور عموماً ان کی نیت طلاق کی دوسرے اور تیسرے لفظ سے استیناف ہی کی ہوتی تھی، اس لئے اس جملہ کا جب کوئی استعمال کرتا تو عرف کی بناء پر تین طلاقوں کا حکم کیا جاتا۔

یہ ہے حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مطلب محدثین کی نظر میں اور یہی تشریح اور مقصد صحیح ہے۔ جو مطلب غیر مقلدین بیان کرتے ہیں، وہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ راوی حدیث حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خود تین طلاقوں کے نفاذ کا فتویٰ دیا ہے، جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔

علامہ ابن قیم نے بھی باوجود اس تشدد وتصلب کے جو ان کو اس مسئلہ میں تھا، حضرت ابن عباس کے اس فتویٰ ایک مجلس میں تین طلاقیں تین ہیں اور اس کے بعد رجعت جائز نہیں سے انکار نہیں کیا، بلکہ اس فتویٰ کے ثابت ہونے کا صاف اقرار کیا ہے۔ چنانچہ اغاثة اللهفان میں فرماتے ہیں۔

فقد صح بلاشک ابن مسعود وعلی ابن عباس الالزام بالثلاث ان اوقعها جملة،

اور چونکہ یہ مسئلہ حلال وحرام کے متعلق ہے، اگر واقعی تین کو ایک سمجھا جاتا تو اس کے راوی صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کیوں ہیں، ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام سے اس کے بارے میں کوئی روایت نہیں ہے، جبکہ ان سے بڑے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق اس کے برخلاف فیصلہ فرماتے ہیں اور یہ صحابہ کرام کے سامنے کی بات ہے اور ایک صحابی نے بھی اس حکم کے خلاف نہیں کیا جس سے اس مسئلہ پر ان کا اجماع معلوم ہوتا ہے۔ الغرض تین طلاقیں شرعاً واقع ہو چکی ہیں، بیوی شوہر پر حرمت مغلظہ سے حرام ہو گئی ہے، گمراہ لوگوں سے فتویٰ لے کر حرام کو حلال بنانے کی کوشش کرنا بدترین گناہ ہے، لہٰذا دونوں میں علیحدگی ضروری ہے، بصورت دیگر اگر ایک ساتھ رہے تو حرام کے اندر مبتلا ہوں گے چنانچہ حدیث میں ہے۔

من اعلام الساعة وان يكثروا اولاد الزنا قيل لابن مسعود وهم مسلمون ؟ قال نعم: ياتي على الناس زمان يطلق الرجل المراة طلقها فيقيم على فراشها فهما زانيان ما اقاما .

(الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج ۲، ص ۲۰۰، بیروت)

اور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ زنا کی اولاد کی کثرت ہو جائے گی، پوچھا گیا حضرت ابن مسعود سے کیا وہ مسلمان ہوں گے؟ فرمایا، ہاں! وہ مسلمان ہوں گے، ایک زمانہ آئے گا لوگوں پر کہ مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا، لیکن پھر بھی اس کے ساتھ اس کے بستر پر رہے گا جب تک دونوں اس طرح رہیں گے زنا کار ہوں گے۔

قال :ياتي على الناس زمان يطلق الرجل المراة ثم يجحدها طلاقها ثم يقيم على فرجها فهما زانيان ما اقاما (المعجم الاوسط للطبرانی ج ۵، ص ۳۳۲، بیروت)

فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ مرد اپنی بیوی کو طلاق دے گا پھر طلاق دینے سے انکار کرے گا پھر اس سے ہم بستری کرتا رہے گا پس جب تک وہ دونوں اس طرح رہیں گے زنا کار ہوں گے۔

بَابُ: الْمُحَلِّلِ وَالْمُحَلَّلِ لَهُ

یہ باب ہے کہ حلالہ کرنے والا اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہو (ان کا حکم)

1934- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُو عَامِرٍ عَنْ زَمْعَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ وَهْرَامَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے ان پر لعنت کی ہے۔

1935- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ الْبَخْتَرِيِّ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ وَّمُجَالِدٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ

◄► حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے شخص پر اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہو اس پر لعنت کی ہے۔

1936- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ صَالِحٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبِىْ قَالَ سَمِعْتُ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ يَقُوْلُ قَالَ لِىْ اَبُوْ مُصْعَبٍ مِشْرَحُ بْنُ هَاعَانَ قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هُوَ الْمُحَلِّلُ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ

1934: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1935: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2076 ورقم الحدیث 2077 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1119

1936: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "کیا میں تمہیں عاریت کے طور پر لیے ہوئے نر کے بارے میں نہ بتاؤں' لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ' جی ہاں' نبی کریم نے فرمایا: وہ (یعنی اس سے مراد) حلالہ کرنے والا شخص ہے' اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہو ان پر لعنت کی ہے"۔

حلالہ کی شرط پر شادی کرنا مکروہ ہے

اور اگر دوسرا شوہر صرف حلال کرنے کی شرط کے ساتھ نکاح کرتا ہے' تو یہ مکروہ ہوگا' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "حلالہ کرنے والے پر' اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے اس پر' اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے"۔ اس حدیث کا مصداق یہی صورت ہے۔ اگر دوسرا شوہر اس عورت کے ساتھ صحبت کرنے کے بعد' اسے طلاق دیدے' تو وہ پہلے کے لئے حلال ہو جائے گی' کیونکہ صحیح نکاح کے ہمراہ دخول پایا گیا ہے' اس کی دلیل یہ ہے: فاسد شرائط کے ساتھ نکاح فاسد نہیں ہوتا۔ امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: اس کے نتیجے میں نکاح فاسد ہو جائے گا' کیونکہ حلالے کی شرط پر نکاح کرنا وقتی نکاح ہوگا' جو متعہ ہے اور ایسی عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی' کیونکہ دوسرا نکاح فاسد تھا۔ امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حلالے کی شرط پر نکاح درست تو ہو جائے گا' لیکن عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی اس کی دلیل یہ ہے: شریعت نے جس چیز کو پہلے شوہر کے لئے التواء میں رکھا تھا۔ دوسرے شوہر نے اس میں عجلت اور جلد بازی کا مظاہرہ کیا تو اس کی سزا کے طور پر اسے مقصد کے حصول سے روک دیا جائے گا' جیسا کہ کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کر دے (تو وراثت کے حق سے محروم ہو جاتا ہے)۔ (ہدایہ اولین، کتاب طلاق، لاہور)

نکاح حلالہ کے فقہی مفہوم کا بیان

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ایک دن رفاعہ قرظی کی عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں رفاعہ کے نکاح میں تھی مگر انہوں نے مجھے طلاق دیدی اور طلاقیں بھی تین دیں چنانچہ میں نے رفاعہ کے بعد عبدالرحمن ابن زبیر سے نکاح کر لیا لیکن عبدالرحمن کپڑے کے پھندنے کی مانند رکھتے ہیں (یعنی اس عورت نے ازراہ شرم وحیا عبدالرحمن کی نامردی کو کنایۃ ان الفاظ کے ذریعہ بیان کیا کہ وہ عورت کے قابل نہیں ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ کیا تم پھر رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو اس نے عرض کیا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس وقت تک رفاعہ سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ عبدالرحمن تمہارا مزہ نہ چکھ لے اور تم اس کا مزہ نہ چکھ لو۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح: جلد سوم۔ رقم الحدیث 494)

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک تمہارا دوسرا شوہر تمہارے ساتھ جماع نہ کرے اور پھر اس کی طلاق کے بعد تم عدت کے دن پورے نہ کر لو تم اپنے سابق خاوند یعنی رفاعہ سے نکاح نہیں کر سکتیں چنانچہ یہ حدیث مشہور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حلالہ یعنی سابق خاوند کے واسطے حلال ہونے کے لیے کسی دوسرے مرد سے محض نکاح کرنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ مجامعت بھی ضروری ہے البتہ مجامعت میں صرف دخول کافی ہے انزال شرط نہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محلل اور محلل لہ پر لعنت فرمائی ہے (دارمی) ابن ماجہ نے اس روایت کو حضرت علی حضرت ابن عباس اور حضرت عقبہ ابن عامر سے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح جلد سوم رقم الحدیث 405) فرض کیجئے کہ دو شخص ہیں ایک کا نام زید ہے اور دوسرے کا نام بکر ہے زید نے اپنی بیوی خالدہ کو تین طلاقیں دیدیں اور اس کی عدت کے دن پورے ہو گئے ہیں اب زید پھر چاہتا ہے کہ وہ خالدہ کو دوبارہ اپنی زوجیت میں لائے۔ لہٰذا دوسرا شخص یعنی بکر خالدہ سے اس شرط یا ارادہ کے ساتھ نکاح کرتا ہے کہ جماع کے بعد خالدہ کو طلاق دیدی جائے گی تا کہ خالدہ کا پہلا شوہر زید کہ جس نے اس کو تین طلاقیں دی تھیں اس سے دوبارہ نکاح کر سکے اور خالدہ کا پہلا شوہر محلل لہ یعنی جس کے لئے حلالہ کیا گیا) کہلائے گا۔

حدیث میں انہی دونوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے حلالہ کرنیوالے پر لعنت فرمانے کی دلیل یہ ہے کہ اس نے زبان سے تحلیل کی شرط کا اظہار و اقرار کرنے کے بعد اور محض جدائی اختیار کرنے کے قصد سے اس عورت سے نکاح کیا جب کہ نکاح اس لئے شروع ہوا ہے کہ اس کے ذریعہ مرد و عورت ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے رفیق حیات و دمساز رہیں، لہٰذا اس صورت میں نہ صرف یہ کہ نکاح کے اصل مقصد و منشاء پر زد پڑتی ہے بلکہ عورت کی حرمت و عزت بھی مجروح ہوتی ہے اسی لئے ایک حدیث میں اس کو مستعار بکری سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اور محلل لہ یعنی پہلے خاوند پر لعنت فرمانے کی دلیل یہ ہے کہ اس صورت حال اور اس نکاح کا اصل باعث وہی بنا ہے لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس صورت میں عقد باطل ہوتا ہے بلکہ حدیث کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ عقد صحیح ہو جاتا ہے کیونکہ حدیث میں اس نکاح کرنیوالے کو محلل کہا گیا ہے اور یہ ایک ظاہر بات ہے کہ کوئی شخص محلل اسی صورت میں ہوتا ہے جب کہ عقد صحیح ہو عقد فاسد سے محلل نہیں ہوتا لہٰذا ثابت ہوا کہ اس ارشاد گرامی میں لعنت کا حقیقی مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ یہاں مراد محلل اور محلل لہ کی خساست طبع کو ظاہر کرنا ہے اور یہ واضح کرنا ہے کہ یہ ایک قبیح فعل ہے جس کو کوئی سلیم الطبع انسان پسند نہیں کر سکتا۔

حلالہ کے مکروہ تحریمی ہونے کا بیان

ہدایہ اور فقہ کی دیگر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حلالہ کو زبان سے مشروط کیا گیا ہو یعنی محلل اس عورت سے کہ جس کو اس کا خاوند تین طلاقیں دے چکا ہے یہ کہے کہ میں تم سے اس لئے نکاح کرتا ہوں کہ تمہیں اس خاوند کے لئے کہ جس نے تمہیں طلاق دی ہے حلال کر دوں یعنی میں تم سے صرف اس لئے نکاح کرتا ہوں کہ میں جماع کے بعد تمہیں طلاق دیدوں تا کہ تمہارے پہلے خاوند کے لئے تم سے دوبارہ نکاح کرنا حلال ہو جائے یا وہ عورت محلل سے یوں کہے کہ میں تم سے اس لئے نکاح کرتی ہوں کہ میں اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جاؤں تو اس صورت میں حلالہ مکروہ تحریمی ہوگا۔ ہاں اگر زبان سے یہ نہ کہا جائے مگر نیت میں یہ بات ہو تو پھر محلل نہ قابل مواخذہ ہوگا اور نہ لعنت کا مورد ہوگا کیونکہ اس صورت میں یہی کہا جائے گا کہ اس کا مقصد در اصل اصلاح احوال ہے۔

علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس عورت نے کہ جس کو تین طلاقیں دی جا چکی ہیں غیر کفو سے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح

کرلیا اور پھر اس نے اس کے ساتھ جماع بھی کرلیا تو اس صورت میں وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہوگی چنانچہ فتویٰ اسی قول پر ہے۔(فتح القدیر، کتاب طلاق، باب حلالہ)

صاحبین کے نزدیک نکاح حلالہ کے فساد کا بیان

امام ابویوسف سے یہ روایت ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: حلالہ کی نیت سے نکاح پڑھوایا گیا ہو تو یہ نکاح فاسد ہوگا' کیونکہ اس کی مثال موقت نکاح کی سی ہوگی' اور موقت نکاح فاسد ہوتا ہے' لہٰذا اس نکاح کو بھی فاسد قرار دیا جائے گا' تو جب یہ نکاح فاسد قرار دیدیا جائے گا' تو اس کے نتیجے میں جو صحبت کی گئی ہے وہ عورت کو پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں کرے گی صحبت کے لئے یہ بات شرط ہے: وہ صحیح نکاح کے نتیجے میں کی گئی ہو جبکہ یہ صورت یہاں نہیں پائی گئی ہے۔

اس بارے میں امام محمد علیہ الرحمہ سے یہ روایت ہے: حلالہ کی شرط پر نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ فاسد شرائط کے نتیجے میں نکاح باطل نہیں ہوتا' لیکن اس کے نتیجے میں وہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔ کیونکہ نکاح کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ اسے تاعمر برقرار رکھا جائے لیکن پہلے سے ہی یہ بات طے کرلی گئی ہے کہ نکاح کو فوراً ختم کردیا جائے گویا وہ شخص شریعت کے حکم کی خلاف ورزی کررہا ہے' لہٰذا اس شخص کو اس عمل کے نتیجے سے محروم کردیا جائے گا' جیسے کوئی شخص وراثت حاصل کرنے کے لئے اپنے مورث کو قتل کردیتا ہے' تو اس کو وراثت سے محروم کردیا جاتا ہے۔

احناف کی فقہی اصطلاحات پر شائع شدہ کتاب **القاموس الفقهي** مطبوعہ ادارہ القرآن کراچی میں مُحلّل کی تعریف یہ لکھی ہے کہ مُحلّل سے مراد حلالہ کرنے والا وہ شخص ہے جو مطلقہ ثلاثہ کے ساتھ اس لئے نکاح کرے تاکہ وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے اور حدیث شریف میں وارد ہے حلالہ کرنے والا اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے ان دونوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

یہی معنی لغت کی مشہور کتب **القاموس المحیط** ۳۷۲/۱۳ اور **المعجم الوسیط** ص ۱۹۴ پر بھی موجود ہے۔ حلالہ کی تشریح احناف کے مشہور امام اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے شاگرد محمد بن حسن الشیبانی کی زبانی ملاحظہ کیجئے۔ محمد بن حسن شیبانی اپنی کتاب الآثار رقم ۸۷۸ پر مُحلّل اور مُحلّل لہٗ کی توضیح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "مُحلّل (حلالہ کرنے والا) اور مُحلّل لہٗ (جس کے لئے حلالہ کیا جائے) کا بیان یہ ہے کہ ایک مرد اپنی عورت کو تین طلاقیں دے۔ پھر چاہے کہ اس کا کسی دوسرے مرد سے نکاح کردے تاکہ وہ اس کو اس کے لئے حلال کردے۔

حلالہ سے متعلق اختلاف کا بیان اور غیر مقلدین کی وہم پرستی

اختلاف کی صورت میں یہ ہے کہ اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ دوسرا خاوند اسے طلاق دے دے گا تو کیا یہ نکاح ہو جائے گا۔ اگرچہ یہ شرط بے کار ہوگی یا نکاح ہی نہیں ہوگا۔ اب اگر یہ نکاح صحیح قرار پائے تو طلاق کے بعد عورت کا پہلے خاوند سے نکاح جائز ہوگا اور اگر یہ نکاح صحیح قرار نہیں پاتا تو عورت پہلے خاوند کے لئے بدستور حرام رہے گی۔ سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہوگا کیونکہ فاسد شرائط سے نکاح کے انعقاد میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

یہ عبارت من وعن ہم نے نقل کردی ہے۔ اب اس کی وضاحت ملاحظہ کیجئے۔ مولوی صدیق ... نے اس عبارت ...
بات تسلیم کی ہے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک حلالہ (عورت کو حلال کروانے) کی شرط پر نکاح ... اور یہی بات فقہ کی ...
معتبر کتب کنز الدقائق میں، مع فتح القدیر، اور دیگر کتب فقہ میں موجود ہے۔ یہ تو آپ نے پیچھے پڑھ لیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے فرمان کے مطابق حلالہ کرنے والا اور کروانے والا ملعون ہیں اور حلالہ کرنے والا ادھار سانڈ کی مانند ہے۔ یہ احادیث ...
دلالت کرتی ہیں کہ نکاح حلالہ صحیح نہیں بلکہ نکاح فاسد ہے۔ صاحب سبل السلام راقم ہیں:

مذکورہ حدیث حلالہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ لعنت کا اطلاق فعل حرام کے مرتکب پر ہی ہوتا ہے اور ہر حرام چیز پر شریعت میں نہی وارد ہے اور نہی فساد کا تقاضا ہے۔

لہٰذا جب حلالہ حرام اور منہی عنہ ہے، اس لئے یہ نکاح فاسد قرار پاتا ہے۔ یہی مفہوم دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نکاح حلالہ نکاح فاسد ہے، زنا اور بدکاری ہے، نکاح صحیح نہیں ہے۔

سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم سے "ایک آدمی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ایک ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس (طلاق دینے والے آدمی) کے بھائی نے اس کے مشورے کے بغیر اس سے اس لئے نکاح کرلیا تا کہ وہ اس عورت کو اپنے بھائی کے لئے حلال کرے۔ کیا یہ پہلے کے لئے حلال ہوسکتی ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صحیح نکاح کے بغیر یہ حلال نہیں ہوسکتی ہم اس طریقے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بدکاری (زنا) شمار کرتے تھے۔" (مستدرک حاکم، طبرانی، بیہقی، التلخیص الحبیر باب موانع النکاح، تحفۃ الاحوذی) امام حاکم نے فرمایا۔ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر ہے اور امام ذہبی نے تلخیص مستدرک میں امام حاکم کی موافقت کی ہے)۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ کی قسم میرے پاس حلالہ کرنے والا اور کروانے والا لایا گیا تو میں دونوں کو سنگسار کردوں گا۔ (مصنف عبدالرزاق، سنن سعید بن منصور، بیہقی)

فتوے سے بھی ہوتی ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے حلالے کی غرض سے نکاح کیا تھا تو انہوں نے ان دونوں کے درمیان جدائی کرادی اور فرمایا یہ عورت حلالہ کے ذریعے پہلے خاوند کی طرف نہیں لوٹ سکتی بلکہ ایسے نکاح کے ذریعے لوٹ سکتی ہے جو رغبت کے ساتھ ہو اور دھوکہ دہی کے علاوہ ہو۔ (بیہقی)

اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ حلالہ کرنے والا مرد و عورت اگرچہ بیس سال اکٹھے رہیں، وہ زنا ہی کرتے رہیں گے۔ (مغنی ابن قدامہ، کتاب طلاق)

اس قسم کی روایات سے غیر مقلدین نے وہم پرستی کا ایک طوفان کھڑا کیا ہوا ہے کہ حلالہ فقہاء نے جائز قرار دیا ہے حالانکہ میں قباحتیں ہیں۔ اور وہ ناجائز ہے۔

حلالہ کے منکرین کے توہمات کا بیان

فرقہ ظاہریہ غیر مقلدین نام نہاد اسلام کے داعی حلالے کی مذمت اور انکار تو بڑے شور سے کرتے ہیں۔ جبکہ یہی غیر مقلدین

مسئلے کے شرعی ماخذ کا انکار نہیں کر سکتے ورنہ قرآن وحدیث کا انکار لازم آئے گا۔ اصل میں حلالہ سے متعلق بیان کردہ وعید اور ایک معذوری کی صورت حال کو سمجھنے کی بجائے جہلاء غیر مقلدین نے سیدھا انکار کر دیا۔ جبکہ یہ لوگ اتنا بھی علم نہیں رکھتے کہ کسی بھی عمل وجائز حکم کا جب محل یا مقصد بدل جائے تو وہ بھی نیکی گناہ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایک مسلمان بچہ بھی جانتا ہے کہ جب کوئی شخص نماز رضائے حق کی بجائے ریاکاری کے لئے پڑھے تو وہی نیکی جہنم کا ایندھن بن جاتی ہے۔ لیکن افسوس! فرقہ غیر مقلدین کتنے کی عقل سے دور ہیں کہ حلالہ کا مطلق طور پر انکار کر دیا اور کسی قسم کی شرعی نصوص کو خاطر میں نہ لائے۔ اللہ تعالیٰ ہم اہل اسلام کو اس قسم کے فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

قارئین ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ ہم نے حلالے کی جائز وناجائز دونوں صورتوں کو بیان کر دیا ہے اور یہی فقہاء احناف کا مذہب اور جمہور ائمہ وفقہاء امت کا مذہب ہے۔

بَابُ: یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا یَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ

یہ باب ہے کہ رضاعت سے وہی حرمت ثابت ہوتی' جو نسب سے ثابت ہوتی ہے

رضاعت کے معنی ومفہوم کا بیان

لفظ رضاعت اور اس کے دیگر مشتقات قرآن حکیم میں دس مقامات پر آئے ہیں۔ المعجم الوسیط میں رضعت کا معنی کچھ یوں بیان ہوا ہے۔ أرضعتِ الأم : کان لها ولد تُرضِعه.

ماں کا بچہ کو دودھ پلانا رضاعت کہلاتا ہے۔ فقہی اصطلاح میں بچہ کا پیدائش کے بعد پہلے دو سال میں ماں کے سینہ سے دودھ چوسنا رضاعت کہلاتا ہے۔ پیدائش کے بعد بچہ کے لیے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اپنی زندگی کی حفاظت اور افزائش کے لیے ماں کے دودھ کے علاوہ کوئی غذا استعمال کرے اس لیے وضع حمل کے بعد عورت کے پستانوں میں قدرتی طور پر دودھ جاری ہو جاتا ہے اور بچہ کے لیے اس کے دل میں پیدا ہونے والی محبت وشفقت اُسے بچہ کو دودھ پلانے پر اُکساتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت پر واجب کیا ہے کہ وہ بچہ کو پورے دو سال دودھ پلائے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ مدت ہر طرح سے بچہ کی صحت کے لیے ضروری ہے۔

جدید میڈیکل ریسرچ سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ بچہ کے جسمانی ونفسیاتی تقاضوں کے پیش نظر دو سال کی مدتِ رضاعت ضروری ہے۔ یہ اسلام کی آفاقی اور ابدی تعلیمات کا فیضان ہے کہ اہل اسلام کو زندگی کے وہ رہنما اصول ابتداء ہی میں عطا کر دیے گئے جن کی تائید وتصدیق صدیوں بعد کی سائنسی تحقیقات کر رہی ہیں۔

قرآن کے مطابق رضاعت کا بیان

(۱) وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَی الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَی الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا وَاِنْ

أَرَدْتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوْا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے، اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور پہننا دستور کے مطابق بچے کے باپ پر لازم ہے، کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ دی جائے، (اور) نہ ماں کو اس کے بچے کے باعث نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کے سبب سے، اور وارثوں پر بھی یہی حکم عائد ہوگا، پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے (دو برس سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں، اور پھر اگر تم، اپنی اولاد کو (دایہ سے) دودھ پلوانے کا ارادہ رکھتے ہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ جو تم دستور کے مطابق دیتے ہو انہیں ادا کر دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔ (القرآن، البقرۃ، 2:233)

(۲) وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ ۔ (النساء، ۲۳) اور تمہاری رضاعی بہنیں (تم پر حرام ہیں)

1937 - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ حَجَّاجٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''رضاعت سے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے' جو نسب سے ثابت ہوتی ہے''۔

1938 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيْدَ عَلٰى بِنْتِ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَإِنَّهُ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے ساتھ کروانے کے بارے میں سوچا گیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے اور رضاعت سے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے' جو نسب کے ذریعے ثابت ہوتی ہے۔

دودھ رضاعت کے تعین میں فقہی مذاہب اربعہ

آئمہ کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ کتنی مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے، بعض تو کہتے ہیں کہ تعداد معین نہیں دودھ پیتے ہی حرمت ثابت ہوگئی۔

1937: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1938 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 3645 ' ورقم الحدیث: 5100 ' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 3568 ' ورقم الحدیث: 3569 ' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3305 ' ورقم الحدیث: 3306

امام مالک یہی فرماتے ہیں، ابن عمر سعید بن مسیب عروہ بن زبیر اور زہری کا قول بھی یہی ہے، دلیل یہ ہے کہ رضاعت یہاں عام ہے بعض کہتے ہیں تین مرتبہ جب پے تو حرمت ثابت ہوگئی، جیسے کہ صحیح مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ کا چوسنا یا دو مرتبہ کا پی لینا حرام نہیں کرتا یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے،

امام احمد، اسحاق بن راہویہ، ابوعبیدہ، ابوثور بھی یہی فرماتے ہیں، حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت ام الفضل، حضرت ابن زبیر، سلیمان بن یسار، سعید بن جبیر رحمہم اللہ سے بھی یہی مروی ہے بعض کہتے ہیں پانچ مرتبہ کے دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے اس سے کم نہیں، اس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے قرآن میں دس مرتبہ کی دودھ پلائی پر حرمت کا حکم اترا تھا پھر وہ منسوخ ہو کر پانچ رہ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے تک وہ قرآن میں پڑھا جاتا رہا دوسری دلیل سہلہ بنت سہیل کی روایت ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حضرت سالم کو جو حضرت ابو حذیفہ کے مولی تھے پانچ مرتبہ دودھ پلا دیں، حضرت عائشہ اسی حدیث کے مطابق جس عورت کے گھر کسی کا آنا جانا دیکھتیں اسے یہی حکم دیتیں۔

امام شافعی اور ان کے اصحاب کا فرمان بھی یہی ہے کہ پانچ مرتبہ دودھ پینا معتبر ہے یہ بھی یاد رہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ رضاعت دودھ چھٹنے سے پہلے یعنی دو سال کے اندر اندر کی عمر میں ہو۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 297)

عبداللہ بن مسلمہ، مالک، عبداللہ بن ابی بکر، بن محمد بن عمرو بن حزم، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پہلے قرآن پاک میں یہ حکم نازل ہوا تھا کہ دس مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوگی مگر بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا اور پانچ مرتبہ دودھ پینا حرمت کے لیے ضروری ٹھہرا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور یہ آیت قرآن میں پڑھی جاتی تھی

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس رضاعت کا اثر رضاعی ماں کے خاوند تک بھی پہنچے گا یا نہیں؟ تو جمہور کا اور آئمہ اربعہ کا فرمان تو یہ ہے کہ پہنچے گا اور بعض سلف کا قول ہے کہ صرف دودھ پلانے والی تک ہی رہے گا اور رضاعی باپ تک نہیں پہنچے گا اس کی تفصیل کی جگہ احکام کی بڑے بڑی کتابیں ہیں نہ کہ تفسیر (صحیح قول جمہور کا ہے۔

1939-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ حَدَّثَتْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْكِحْ أُخْتِي عَزَّةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُحِبِّينَ ذَلِكِ قَالَتْ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَقُّ مَنْ شَرِكَنِي فِي خَيْرٍ أُخْتِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَحِلُّ لِي قَالَتْ فَإِنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ فَقَالَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهَا لَوْ لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي إِنَّهَا لَابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ أَرْضَعَتْنِي وَأَبَاهَا ثُوَيْبَةُ فَلَا

1939: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5101 ' ورقم الحدیث: 5102 ' ورقم الحدیث: 5107 ' ورقم الحدیث 5123 ' ورقم حدیث 5372 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5371 ' ورقم الحدیث: 5372 ' ورقم الحدیث: 5373 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3284 ' ورقم الحدیث: 3285 ' ورقم الحدیث: 3286 ' ورقم الحدیث: 3287

تَعْرِضْنَ عَلَيَّ اَخَوَاتِكُنَّ وَلَا بَنَاتِكُنَّ

سیدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ میری بہن عزہ کے ساتھ شادی کر لیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! کیونکہ میں آپ کی اکلوتی بیوی نہیں ہوں۔ اس لئے میں یہ چاہتی ہوں کہ اس بھلائی میں میری بہن بھی شریک ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ میرے لئے حلال نہیں ہے۔ میں نے عرض کی: ہم تو یہ بات چیت کر رہی ہیں کہ آپ درہ بنت ابوسلمہ کے ساتھ شادی کرنا چاہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: ام سلمہ کی بیٹی کے ساتھ؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ میری سوتیلی بیٹی نہ ہوتی تو بھی میرے لیے حلال نہیں تھی کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور اس کے والد کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔ تم میرے سامنے اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے رشتے پیش نہ کیا کرو۔

1939م- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اُمِّ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حوالے سے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

حرمت رضاعت کے بعض احکام ومسائل کا بیان

حرمت کا سبب دودھ کا رشتہ: یعنی وہ عورتیں جو رضاعت دودھ پلانے کی وجہ سے حرام ہیں چنانچہ تمام وہ رشتے جو نسبی اور سسرالی ہونے کی وجہ سے حرام ہیں رضاعت کی وجہ سے بھی حرام رہیں گے اگر کسی عورت نے کسی بچہ کو اس کی شیر خوارگی کی عمر میں دودھ پلایا ہے تو ان دونوں میں ماں اور اولاد کا تعلق پیدا ہو جائے گا لہٰذا دودھ پلانوالی عورت کا شوہر دودھ والے بچہ کا رضاعی باپ ہوگا جس کی وجہ سے رضاعی ماں اور باپ کے تمام وہ رشتہ دار اس بچہ کے لئے حرام ہوں گے جو حقیقی ماں اور باپ کی رشتہ داری کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔ شیر خوارگی کی عمر میں مطلقاً دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے خواہ زیادہ دودھ پیا ہو خواہ کم پیا ہو اور کم کی آخری حد یہ ہے کہ دودھ کا پیٹ میں مطلقاً پہنچ جانا یقینی کے ساتھ معلوم ہو جائے۔

شیر خوارگی کی عمر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے قول کے مطابق تو تیس مہینہ تک ہے اور صاحبین یعنی حضرت امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق دو برس تک ہے۔ اگر کسی بچہ نے شیر خوارگی کی عمر میں دودھ پینا بند کر دیا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اس نے شیر خوارگی ہی کی عمر میں دودھ پیا تو یہ رضاعت کے حکم میں داخل ہوگا کیونکہ دودھ پلانا شیر خوارگی ہی کی مدت میں واقع ہوا ہے۔ شیر خوارگی کی مدت رضاعت گزر جانے کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دودھ پلانے کی اجرت کے استحقاق کے سلسلے میں شیر خوارگی کی مدت دو برس ہی تسلیم کی گئی ہے چنانچہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور اس مطلقہ نے اس کے بچہ کو دو برس کی عمر کے بعد دودھ پلانے کی اجرت کا مطالبہ بچہ کے باپ یعنی اپنے سابق شوہر سے کیا تو اس کا مطالبہ تسلیم نہیں ہوگا اور بچہ کے باپ کو اس بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ اپنی مطلقہ کو دو برس کے بعد کے عرصہ کے دودھ پلانے کی اجرت دے ہاں اس کی مطلقہ نے دو برس کے عرصہ میں جو دودھ پلایا ہے اس کی

اجرت دینے پر اسے مجبور کیا جائے گا۔

حرمت رضاعت جس طرح رضائی ماں یعنی دودھ پلانے والی کی رشتہ داروں میں ثابت ہوتی ہے اسی طرح رضائی باپ کے رشتہ داروں میں بھی ثابت ہوتی ہے اور رضائی باپ سے مراد دودھ پلانے والی کا وہ خاوند ہے جس کے جماع کی وجہ سے دودھ اترتا ہے۔ ترضیع، یعنی دودھ پینے والے پر اس کے رضائی ماں باپ اور ان رضائی ماں باپ کے اصول یعنی ان کے باپ دادا وغیرہ) اور ان کے فروع یعنی ان کی اولاد خواہ وہ نسبی ہوں یا رضائی سب حرام ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے دودھ پینے سے پہلے اس کی رضائی ماں کے ہاں جو اولاد ہو چکی ہوگی یا اس کے دودھ پینے کے بعد جو اولاد ہوگی اور وہ اولاد خواہ اس کے رضائی باپ سے ہو خواہ اس کی رضائی ماں کے کسی دوسرے شوہر سے ہو یا اس کی رضائی بہن اور بھائی بہن کی اولاد اس کے بھتیجے، بھتیجی اور بھانجے بھانجی ہوں گے، اسی طرح رضائی باپ کا بھائی اس کا چچا ہوگا رضائی باپ کی بہن اس کی پھوپھی ہوگی رضائی ماں کا بھائی اس کا ماموں ہوگا۔

رضائی ماں کی بہن اس کی خالہ ہوگی اور رضائی ماں کا دادا اور اس کی دادی ونانی رضیع کا دادا اور اس کی دادی ونانی ہوگی۔ جس طرح رضاعت میں نسبی رشتوں کی حرمت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اسی طرح رضاعت میں حرمت مصاہرت یعنی سسرالی رشتہ کی حرمت بھی ثابت ہوتی ہے چنانچہ رضائی باپ کی بیوی اور رضیع دودھ پینے والے پر حرام ہیں اور رضیع کی بیوی اس کے رضائی باپ پر حرام ہے اسی دوسرے رشتوں کو بھی قیاس کیا جاتا ہے لیکن دو صورتیں مستثنیٰ ہیں اول تو یہ کہ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اپنے نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح کرلے تو یہ اس کے لئے جائز نہیں ہے لیکن رضاعت یعنی دودھ کے رشتہ میں یہ جائز ہے کیونکہ کسی شخص کے نسبی بیٹے کی بہن اگر اس کے نطفہ سے ہے تو وہ اس کی حقیقی بیٹی ہوگی۔

اور اگر اس کے نطفہ سے نہیں ہے تو پھر یہ یعنی اس کی سوتیلی بیٹی ہوگی جب کہ دودھ کے رشتہ میں یہ دونوں باتیں مفقود ہوتی ہیں چنانچہ اگر نسبی رشتہ میں بھی ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی بات نہیں پائی جائے گی تو نکاح درست ہوگا مثلاً کسی ایسی لونڈی کے بچہ پیدا ہوا جو دو آدمیوں کی مشترک مملوکہ ہے اور وہ دونوں شریک اس بچہ پر اپنا اپنا دعویٰ کرتے ہیں یہاں تک کہ اس بچہ کا نسب ان دونوں سے ثابت ہو گیا ہے، ادھر ان دونوں کے ہاں اپنی اپنی عورت سے ایک ایک بیٹی ہے تو اب ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ دوسرے شریک کی بیٹی سے اپنا نکاح کرلے کیونکہ اس صورت میں دونوں باتوں میں سے ایک بات بھی نہیں پائی گئی باوجودیکہ ان میں سے جس نے بھی دوسرے کی بیٹی سے نکاح کیا ہے اس نے گویا اپنے نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح کیا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے نسبی بھائی کی ماں سے نکاح کرے اور دودھ کے رشتہ میں یہ جائز ہے کیونکہ نسبی رشتہ میں یا تو یہ صورت ہوگی کہ وہ دونوں اخیافی یعنی سسرالی صرف ماں شریک) بھائی ہوں گے اسی طرح دونوں کی ماں ایک ہی ہوگی یا یہ صورت ہوگی کہ وہ دونوں سوتیلے صرف باپ شریک بھائی ہوں گے اسی طرح بھائی کی ماں اپنے باپ کی بیوی ہوگی جب کہ دودھ کے رشتہ میں یہ دونوں باتیں مفقود ہوتی ہیں۔ دودھ شریک بھائی کی بہن سے یعنی جس نے اس کی ماں کا دودھ پیا ہے اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے جس طرح کہ نسبی رشتہ میں جائز ہے مثلاً زید کا ایک سوتیلا بھائی ہے جس کا نام بکر

ہے اور بکر کی ایک اخیافی بہن ہے یعنی دونوں کی ماں تو ایک ہے مگر باپ الگ الگ ہیں تو بکر کی اس اخیافی بہن سے نکاح کرنا زید کے لئے جائز ہوگا جو بکر کا سوتیلا بھائی ہے۔

دودھ شریک بھائی کی ماں یعنی جس نے اس کی ماں کا دودھ پیا۔ ہے اس کی ماں) محرمات میں سے نہیں ہے اسی طرح رضاعی چچا رضاعی ماموں رضاعی پھوپھی اور رضاعی خالہ کی ماں بھی محرمات میں سے نہیں۔ اپنی رضاعی پوتی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے اسی طرح اپنے رضاعی بیٹے کی دادی اور نانی سے بھی نکاح کرنا جائز ہے۔ رضاعی بیٹے کی پھوپھی اس کی بہن کی ماں اس کی بھانجی اور اس کی پھوپھی کی بیٹی سے بھی نکاح کرنا جائز ہے، اسی طرح عورت کو اپنی رضاعی بہن کے باپ اپنے رضاعی بیٹے کے بھائی اپنے رضاعی پوتے کے باپ اور اپنے رضاعی بیٹے کے دادا اور ماموں سے نکاح کرنا جائز ہے جب کہ نسبی رشتہ میں یہ سب محرمات میں سے ہیں جن سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا۔

کسی شخص نے اپنی بیوی کو جس کے دودھ اترا ہوا تھا طلاق دیدی پھر اس مطلقہ نے عدت کے دن گزار کر ایک دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور اس دوسرے خاوند نے اس سے جماع کیا تو اس بارے میں علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب اس دوسرے خاوند کے نطفہ سے اس کے بچہ پیدا ہوگا تو اس عورت کے دودھ کا سبب بھی دوسرا خاوند قرار پائے گا اس کے دودھ سے پہلے خاوند کا کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا ہاں اگر دوسرے خاوند سے حاملہ نہیں ہوئی تو اس دودھ کا سبب پہلا ہی خاوند سمجھا جائے گا۔ لیکن اگر یہ صورت ہو کہ دوسرے شوہر سے حاملہ تو ہوئی مگر ابھی بچہ پیدا نہیں ہوا ہے تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب تک اس دوسرے شوہر کا بچہ پیدا نہ ہو جائے دودھ پہلے شوہر ہی کا کہلائے گا۔

ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا لیکن اس سے کبھی بھی کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا پھر (بغیر کسی ولادت کے) اس کے دودھ اتر آیا اور وہ دودھ اس نے کسی دوسرے کے بچے کو پلایا تو وہ دودھ اسی عورت کا کہلائے گا اس کے خاوند کا اس دودھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اس صورت میں اس دودھ پینے والے بچہ اور اس شخص کی اس اولاد کے درمیان جو دوسری بیوی سے ہو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا جس کے نتیجہ میں اس کے ہاں ولادت ہوئی اور پھر اس عورت نے کسی دوسری لڑکی کو دودھ پلایا تو اس زنا کرنیوالے اس کے باپ دادا اور اس کی اولاد کو اس دودھ پینے والی لڑکی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا ہاں زنا کرنیوالے کا چچا اور اس کا ماموں نکاح کر سکتا ہے جس طرح کہ زنا کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہونیوالی لڑکی سے زنا کرنیوالے کا چچا اور ماموں نکاح کر سکتا ہے۔

کسی شخص نے شبہ میں مبتلا ہو کر یعنی کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر ایک عورت سے جماع کیا جس سے وہ حاملہ ہوگئی اور پھر اس نے کسی بچہ کو دودھ پلایا تو یہ بچہ اس جماع کرنیوالے کا رضاعی بیٹا ہوگا اس پر یہ قیاس کیا جانا چاہئے کہ جن صورتوں میں بچہ کا نسب جماع کرنیوالے سے ثابت ہوتا ہے انہی صورتوں میں رشتہ رضاعت بھی اس سے ثابت ہوگا اور جن صورتوں میں بچہ کا نسب جماع کرنے والے سے ثابت نہیں ہوتا اس صورت میں رشتہ رضاعت دودھ پلانیوالی عورت سے ثابت ہوگا۔ کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ عورت نے اپنے بچہ کو دودھ پلایا اور بعد میں دودھ خشک ہو گیا کچھ عرصہ کے بعد دودھ پھر

مرد یا عورت نے کسی دوسرے لڑکے کو وہ دودھ پلایا تو اس لڑکے کے لئے اس شخص کی اس اولاد سے نکاح کرنا جائز ہوگا جو اس دودھ پلانے والی عورت کے علاوہ کسی دوسری بیوی کے بطن سے ہو۔

کسی کنواری لڑکی کے دودھ اتر آیا اور اس نے وہ دودھ کسی بچہ کو پلا دیا تو یہ اس بچہ کی رضاعی ماں ہوگی اور رضاعت کے تمام احکام اس کے حق میں ثابت ہوں گے لہٰذا اگر کسی شخص نے اس کنواری لڑکی سے نکاح کیا اور جماع سے پہلے اسے طلاق دیدی تو اس شخص کے لئے اس دودھ پینے والی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہوگا کیونکہ اس صورت میں بیوی کی بیٹی کا بھی یہی حکم ہے اور اگر جماع کے بعد طلاق دی تو اس لڑکی سے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا۔ اگر کسی ایسی لڑکی کے دودھ اتر آیا جس کی عمر نو برس سے کم تھی اور پھر اس نے وہ دودھ کسی لڑکے کو پلا دیا تو اس سے دونوں کے درمیان حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ حرمت رضاعت اسی صورت میں ثابت ہوتی ہے جب کہ دودھ نو برس یا نو برس سے زائد کی عمر میں اترے۔ اسی طرح اگر کسی کنواری لڑکی کی چھاتیوں میں زرد رنگ کا پانی اتر آیا تو اس کے پلانے سے بھی حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

کسی عورت نے ایک بچے کے منہ میں اپنی چھاتی داخل کر دی لیکن بچہ کا اس کی چھاتی سے دودھ چوسنا معلوم نہیں ہوا تو اس صورت میں شک کی وجہ سے حرمت رضاعت کا حکم نافذ نہیں کیا جائے گا البتہ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ حرمت ثابت ہو جائے۔ کسی عورت کی چھاتی سے زرد رنگ کی بہنے والی کوئی چیز بچہ کے منہ میں پہنچ گئی تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی اور یہی کہا جائے گا کہ یہ دودھ ہی ہے جس کا رنگ متغیر ہو گیا ہے۔

اگر کسی مرد کی چھاتیوں میں دودھ اتر آیا اور اس نے کسی بچہ کو پلا دیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی اور حرمت ثابت ہونے کے لئے زندہ اور مردہ عورت کے دودھ کا یکساں حکم ہے۔ اور اگر دو بچوں نے کسی ایک چار پائے جانور کا دودھ پیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ رضاعت کا حکم دارالاسلام اور دارالحرب دونوں جگہ یکساں ہے لہٰذا اگر کسی کافر عورت نے دارالحرب میں کسی کافر بچہ کو دودھ پلایا اور پھر وہ دودھ پلانے والی اس کے قرابت دار اور دودھ پینے والا بچہ مسلمان ہو گئے یا وہ دارالحرب میں اسلام ہی کی حالت میں تھے اور پھر دارالحرب سے دارالاسلام میں آ گئے تو پھر رضاعت کے تمام احکام نافذ ہوں گے۔

جس طرح عورت کی چھاتی سے دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے اسی طرح بچہ کے منہ میں دودھ ڈال دینے یا ناک میں ٹپکا دینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے البتہ کان میں ٹپکانے عضو مخصوص کے سوراخ میں ڈالنے حقنہ کے ذریعہ استعمال کرنے اور مقعد میں اور دماغ اور پیٹ کے زخم میں ڈالنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اگرچہ دودھ ان زخموں کے ذریعہ دماغ اور پیٹ میں پہنچ جائے۔

لیکن حضرت امام محمد کے نزدیک حقنہ کے ذریعہ استعمال کرنے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ اگر غذا کی کسی چیز میں دودھ مل گیا اور اسے آگ پر پکا کر کھانا بنا لیا گیا جس کی وجہ سے دودھ کی حقیقت بدل گئی تو اس کو کھانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی خواہ دودھ غالب ہو یا مغلوب ہو اور اگر دودھ ملی ہوئی چیز آگ پر پکائی نہیں گئی تو اس صورت میں بھی اس کو کھانے سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ بشرطیکہ اس چیز میں دودھ غالب نہ ہو اور اگر وہ دودھ غالب ہوگا تو بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک حرمت ثابت

نہیں ہوگی کیونکہ جب بہنے والی چیز جمی ہوئی چیز میں مخلوط ہوگی تو بہنے والی چیز اس جمی ہوئی چیز کے تابع ہوگی اور مشروبات کی صفت سے خارج ہوگی یعنی پینے کے قابل نہیں رہی اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ جس چیز میں دودھ مخلوط ہوگیا اگر وہ غالب نہ ہو اور اب بھی وہ دودھ بہنے کے قابل ہو تو اس کے پینے سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ ([illegible])

بَابُ: لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ

یہ باب ہے کہ ایک گھونٹ یا دو گھونٹ حرمت ثابت نہیں کرتے ہیں

1940- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِى الْخَلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ اُمَّ الْفَضْلِ حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ وَلَا الرَّضْعَتَانِ اَوِ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ

•• سیدہ اُمِّ فضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ایک مرتبہ دودھ پینے یا دو مرتبہ دودھ پینے، ایک مرتبہ چوسنے یا دو مرتبہ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

1941- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ خِدَاشٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں ایک مرتبہ چوسنے یا دو مرتبہ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

1942- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَبِىْ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ فِيْمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ سَقَطَ لَا يُحَرِّمُ اِلَّا عَشْرُ رَضَعَاتٍ اَوْ خَمْسٌ مَعْلُوْمَاتٌ

•• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو نازل کیا تھا اس میں یہ حکم بھی تھا، پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔
''حرمت صرف دس مرتبہ کی رضاعت یا پانچ متعین مرتبہ سے ثابت ہوتی ہے''۔

پانچ مرتبہ دودھ پلانے کی رضاعت میں تخصیص وتعمیم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس نے

1940 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3576 ' ورقم الحدیث 3577 ' ورقم الحدیث 3578 ' ورقم الحدیث 3579 ' ورقم الحدیث 3580 ' ورقم الحدیث 3581 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 3308

1941 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3575 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2063 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1150 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 3310

1942 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

نے گود بیٹا بنا لیا تھا اور ان سے اپنے بھائی کی بیٹی ہند و بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ کا نکاح کر دیا تھا اور وہ یعنی سالم ایک انصاری عورت کے آزاد کردہ غلام تھے (یہ بیٹا لینا ایسا ہی تھا) جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا اور زمانہ جاہلیت میں یہ طریقہ رائج تھا کہ جو شخص کسی کو بیٹا بنا تا تو لوگ بچے کو اسی کی طرف منسوب کرتے۔ اور (مرنے کے بعد حقیقی بیٹے کی طرح) اس کو اس کا وارث قرار دیتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ آیت نازل فرمائی (اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ) (الاحزاب 5) فی الدین یعنی ان کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو اللہ کے نزدیک یہی صحیح اور مبنی بر حقیقت ہے اور اگر تم ان کے باپوں سے ناواقف ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور آزاد کردہ غلام اس حکم کے نزول کے بعد لوگ لے پالکوں یعنی منہ بولے بیٹے کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارنے لگے اور جس کا باپ معلوم نہ ہو سکا اس کو مولی اور دینی بھائی قرار دیا تو ابو حذیفہ کی بیوی سہلہ بنت سہیل بن عمرو القرشی ثم العامری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو سالم کو اپنے حقیقی بیٹے کی طرح ہی سمجھتے تھے اور وہ میرے اور ابو حذیفہ کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا تھا (جس طرح اپنے بچے رہتے ہیں) اور وہ مجھ کو گھریلو اور تنہائی کے لباس میں دیکھتا تھا اور اب اللہ نے منہ بولے بیٹوں کے بارے میں جو حکم فرمایا ہے اس سے آپ بخوبی واقف ہیں پس فرمایئے اب ہمارے لیے کیا حکم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کو دودھ پلا دے پس انہوں نے پانچ مرتبہ دودھ پلا دیا اس کے بعد وہ اس دودھ پینے کی وجہ سے وہ ان کا رضائی بیٹا سمجھا جانے لگا۔

اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی بھتیجیوں بھانجیوں کو اس کو پانچ مرتبہ دودھ پلانے کا حکم فرمائیں جس کو وہ دیکھنا چاہتیں یا یہ چاہتیں کہ وہ ان کے پاس آیا جایا کرے اگر چہ وہ بڑا ہوتا اور اسکے بعد وہ ان کے پاس آتا جاتا لیکن حضرت ام سلمہ اور باقی دیگر ازواج مطہرات اس بات سے انکار کرتیں کہ کوئی ان کے پاس ایسی رضاعت کی بنا پر آیا جایا کرے جب تک کہ بچپن کی رضاعت نہ ہوتی (اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا استدلال میں اس واقعہ کو پیش کرتیں تو) وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتیں بخدا ہم نہیں جانتیں ممکن ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رخصت صرف سالم کو دی ہو باقی دوسرے لوگوں کو نہیں۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم رقم الحدیث 296)

مدت رضاعت میں فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: یہاں اللہ تعالیٰ بچوں والیوں کو اشاد فرماتا ہے کہ پوری پوری مدت دودھ پلانے کی دو سال ہے۔ اس کے بعد دودھ پلانے کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس سے دودھ بھائی پنا ثابت نہیں ہوتا اور نہ حرمت ہوتی ہے۔

اکثر ائمہ کرام کا یہی مذہب ہے۔ ترمذی میں باب ہے کہ رضاعت جو حرمت ثابت کرتی ہے وہ وہی ہے جو دو سال پہلے کی ہو۔ پھر حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہی رضاعت حرام کرتی ہے جو آنتوں کو پر کر دے اور دودھ چھوٹنے سے پہلے ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور اکثر اہل علم صحابہ وغیرہ کا اسی پر عمل ہے کہ دو سال سے پہلے کی رضاعت تو معتبر ہے اس کے بعد کی نہیں۔ اس حدیث کے

راوی شرط بخاری ومسلم پر ہیں۔ حدیث میں فی الثدی کا جو لفظ ہے اس کے معنی بھی محل رضاعت کے یعنی دوسال سے پہلے کے ہیں، یہی لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بھی فرمایا تھا جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تھا کہ وہ دودھ پلائی کی مدت میں انتقال کر گئے ہیں اور انہیں دودھ پلانے والی جنت میں مقرر ہے۔ حضرت ابراہیم کی عمر اس وقت ایک سال اور دس مہینے کی تھی۔

دارقطنی میں بھی ایک حدیث دوسال کی مدت کے بعد کی رضاعت کے معتبر نہ ہونے کی ہے۔ ابن عباس بھی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی چیز نہیں۔ ابوداؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ دودھ چھوٹ جانے کے بعد رضاعت نہیں اور بلوغت کے بعد یتیمی کا حکم نہیں۔ خود قرآن کریم میں اور جگہ ہے آیت (وفصاله في عامين) الخ، دودھ چھٹنے کی مدت دوسال میں ہے۔ اور جگہ ہے آیت (وحمله وفصاله ثلثون شهرا) یعنی حمل اور دودھ (دونوں کی مدت) تین ماہ ہیں۔ یہ قول کہ دوسال کے بعد دودھ پلانے اور پینے سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، ان تمام حضرات کا ہے۔

حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت اُم سلمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضرت سعید بن المسیب، حضرت عطاء اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔

امام شافعی، امام احمد، امام اسحٰق، امام ثوری، امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ گو ایک روایت میں امام مالک سے دوسال دو ماہ بھی مروی ہیں اور ایک روایت میں دوسال تین ماہ بھی مروی ہیں۔

امام ابوحنیفہ ڈھائی سال کی مدت بتلاتے ہیں۔ زفر کہتے ہیں جب تک دودھ نہیں چھٹا تو تین سالوں تک کی مدت ہے، امام اوزاعی سے بھی یہ روایت ہے۔ اگر کسی بچہ کا دوسال سے پہلے دودھ چھڑوالیا جائے پھر اس کے بعد کسی عورت کا دودھ وہ پئے تو بھی حرمت ثابت نہ ہوگی اس لئے کہ اب قائم مقام خوراک کے ہوگیا۔

امام اوزاعی سے ایک روایت یہی بھی ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی سے مروی ہے کہ دودھ چھڑوا لینے کے بعد رضاعت نہیں۔ اس قول کے دونوں مطلب ہوسکتے ہیں یعنی یا تو یہ کہ دوسال کے بعد یا یہ کہ جب بھی اس سے پہلے دودھ چھٹ گیا۔ اس کے بعد جیسے امام مالک کا فرمان ہے، واللہ اعلم، ہاں صحیح بخاری، صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ وہ اس کے بعد کہ، بلکہ بڑے آدمی کی رضاعت کو حرمت میں مؤثر جانتی ہیں۔

عطاء اور لیث کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت عائشہ جس شخص کا کسی کے گھر زیادہ آنا جانا جانتیں تو وہاں حکم دیتیں کہ وہ عورتیں اسے اپنا دودھ پلائیں اور اس حدیث سے دلیل پکڑتی تھیں کہ حضرت سالم کو جو حضرت ابوحذیفہ کے مولیٰ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ وہ ان کی بیوی صاحبہ کا دودھ پی لیں، حالانکہ وہ بڑی عمر کے تھے اور اس رضاعت کی وجہ سے پھر وہ برابر آتے جاتے رہتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج مطہرات اس کا انکار کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ یہ واقعہ خاص ان ہی کے لئے تھا ہر شخص کے لئے یہ حکم نہیں۔

یہی مذہب جمہور کا ہے یعنی چاروں اماموں، ساتوں فقیہوں، کل کے کل بڑے صحابہ کرام اور تمام امہات المومنین کا سوائے

حضرت عائشہ کے اوران کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری ومسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھ لیا کرو کہ تمہارے بھائی کون ہیں، رضاعت اس وقت ہے جب دودھ بھوک مٹا سکتا ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، البقرۃ، ۲۳۳)

بَابُ: رِضَاعِ الْكَبِيرِ

یہ باب بڑی عمر کے شخص کو دودھ پلانے کے بیان میں ہے

1943- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَرَى فِي وَجْهِ أَبِي حُذَيْفَةَ الْكَرَاهِيَةَ مِنْ دُخُولِ سَالِمٍ عَلَيَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضِعِيهِ قَالَتْ كَيْفَ أُرْضِعُهُ وَهُوَ رَجُلٌ كَبِيرٌ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّهُ رَجُلٌ كَبِيرٌ فَفَعَلَتْ فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَا رَأَيْتُ فِي وَجْهِ أَبِي حُذَيْفَةَ شَيْئًا أَكْرَهُهُ بَعْدُ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سہلہ بنت سہیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سالم کے میرے پاس آنے کی وجہ سے مجھے (اپنے شوہر) حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار محسوس ہوئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسے دودھ پلا دو اس خاتون نے دریافت کیا: میں اسے کیسے دودھ پلا سکتی ہوں؟ وہ تو بڑی عمر کا آدمی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پتہ ہے وہ بڑی عمر کا آدمی ہے پھر اس خاتون نے ایسا ہی کیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی اس کے بعد مجھے حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر کوئی ناپسندیدگی کے آثار نظر نہیں آئے۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شریک ہو چکے تھے۔

1944- حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ نَزَلَتْ آيَةُ الرَّجْمِ وَرَضَاعَةُ الْكَبِيرِ عَشْرًا وَلَقَدْ كَانَ فِي صَحِيفَةٍ تَحْتَ سَرِيرِي فَلَمَّا مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَشَاغَلْنَا بِمَوْتِهِ دَخَلَ دَاجِنٌ فَأَكَلَهَا

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سنگسار کرنے سے متعلق اور دس مرتبہ بڑی عمر کے آدمی کو دودھ پلانے کے متعلق آیت نازل ہوئی تھی اور یہ اس صحیفے میں موجود تھی جو میرے پلنگ کے نیچے تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی وجہ سے ہماری توجہ نہ رہی تو ایک بکری گھر میں داخل ہوئی اور اس نے اسے کھالیا۔

1943: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2585 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3320

1944: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3582 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2062 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1150 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3307

بَابُ: لَا رَضَاعَ بَعْدَ فِصَالٍ

یہ باب ہے کہ دودھ چھڑانے کے بعد رضاعت کا اعتبار نہیں ہوگا

1945- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ اَبِى الشَّعْثَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالَتْ هٰذَا اَخِىْ قَالَ انْظُرُوْا مَنْ تُدْخِلْنَ عَلَيْكُنَّ فَاِنَّ الرَّضَاعَةَ مِنَ الْمَجَاعَةِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے میرے پاس ایک شخص موجود تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: عائشہ یہ کون ہے، میں نے عرض کی: یہ میرا رضاعی بھائی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رضاعی بھائیوں کی تحقیق کرلیا کرو کیونکہ رضاعت بھوک سے ثابت ہوتی ہے۔

1946- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِىْ ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ اَبِى الْاَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا رَضَاعَ اِلَّا مَا فَتَقَ الْاَمْعَاءَ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ "رضاعت صرف وہی معتبر ہوتی ہے جو انتڑیوں کو کھول دے (یعنی نشوونما کا باعث بنے)"۔

حلق میں دودھ ڈالنے ثبوت رضاعت میں فقہی مذاہب

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور ناک کے ذریعہ دودھ پلانا اور پستان کو منہ لگائے بغیر بچے کے حلق میں دودھ ڈال دینا بھی رضاعت کی طرح ہی ہے۔

السعوط: ناک کے ذریعہ خوراک دینا، اور الوجور: حلق میں دودھ ڈالنے کو کہتے ہیں۔ اور ان دونوں طریقوں سے حرمت ثابت ہونے کی روایت میں اختلاف ہے: دونوں روایتوں میں صحیح ترین یہی ہے کہ اس سے بھی اسی طرح حرمت ثابت ہو جاتی ہے جس طرح رضاعت سے ثابت ہوتی ہے۔

شعبی اور ثوری اور اصحاب الرائے کا یہی قول ہے، اور حلق میں ڈالنے کے متعلق امام مالک بھی یہی کہتے ہیں۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، ابوبکر نے یہی اختیار کیا ہے، اور داؤد کا یہی مسلک ہے، اور عطاء خراسانی ناک کے ذریعہ دودھ کی خوراک لینے کے متعلق کہتے ہیں یہ رضاعت نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے رضاعت سے حرمت ثابت کی ہے۔

1945: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3647 ورقم الحدیث: 5102 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3591 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2058 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3312

1946: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اس کی حرمت کی دلیل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "رضاعت وہی ہے جس سے ہڈی پیدا ہو اور گوشت بنے" اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

اور اس لیے بھی کہ یہ اس طریقہ سے بھی دودھ وہیں پہنچتا ہے جہاں رضاعت کے لیے پہنچتا ہے، اور اس طرح خوراک لینے سے بھی گوشت بنتا اور ہڈی بنتی ہے جس طرح پستان سے رضاعت میں پیدا ہوتی ہے، اس لیے اسے حرمت میں بھی برابر ہونی چاہیے۔ (المغنی (8/139))

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "جب دودھ ایک ہی بار برتن میں نکال لیا جائے یا پھر کئی بار نکالا جائے اور پھر اسے پانچ اوقات میں بچے کو پلایا جائے تو یہ پانچ رضاعت ہوں گی، اور اگر ایک ہی وقت میں پلا دیا جائے تو یہ ایک شمار ہوگی، کیونکہ بچے کے پینے کا اعتبار ہوگا، اور اسی سے حرمت ثابت ہوگی، اس لیے اس کا متفرق اور اجتماع کے فرق کا اعتبار کریں۔ الکافی (5/65)

بڑے کے لئے عدم رضاعت میں جمہور فقہاء وعلماء کا اجماع

جمہور علماء وفقہاء کے قول کے مطابق بڑے آدمی کو دودھ پلانے سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ معتبر رضاعت دو برس کی عمر تک ہوتی ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہی رضاعت حرمت پیدا کرتی ہے جس سے انتڑیاں بھریں اور دودھ چھڑانے کی عمر میں سے قبل ہو۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث (1072) اور سنن ابن ماجہ رقم الحدیث (1936)

حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: "فی الثدی" کا معنی رضاعت کی مدت ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور اکثر اہل علم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ کا اسی پر عمل ہے، کہ رضاعت وہی حرمت ثابت کرتی ہے جو دودھ چھڑانے کی عمر دو برس سے قبل ہو، اور مکمل دو برس کے بعد رضاعت کچھ حرام نہیں کرتی۔

اور صحیح بخاری ومسلم میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں: "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے تو میرے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا آپ نے فرمایا: عائشہ یہ کون ہے؟ تو میں نے عرض کیا: یہ میرا رضاعی بھائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عائشہ دیکھو کہ تمہارے بھائی کون ہیں، کیونکہ رضاعت بھوک سے ہوتی ہے"

(صحیح بخاری رقم الحدیث (2453) صحیح مسلم رقم الحدیث (1455)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں: "معنی یہ ہے کہ تم ذرا غور کرو کہ ایسا ہوا ہے آیا یہ رضاعت صحیح ہے اور اس میں رضاعت کی شروط پائی جاتی ہیں، کہ یہ رضاعت مدت میں ہو اور اس کی مقدار بھی پوری ہو کیونکہ جس رضاعت سے حکم ثابت ہوتا ہے وہی رضاعت ہے جس میں شرطیں مکمل ہوں۔

المھلب رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اس کا معنی یہ ہے کہ: عورتیں دیکھیں کہ اس اخوت یعنی بھائی ہونے کا سبب کیا ہے، کیونکہ رضاعت کی حرمت تو صغرسنی میں ہوتی ہے حتیٰ کہ رضاعت بھوک کو مٹا دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: "رضاعت تو بھوک سے ہوتی ہے" اس میں علت بیان ہوئی ہے کہ جو غور وفکر اور تدبر کا

باعث ہے، کیونکہ رضاعت نسب ثابت کرتی ہے اور دودھ پینے والے بچے کو محرم بناتی ہے اور یہ قول "المجاعۃ" یعنی جس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے اور عورت کے ساتھ خلوت حلال کرتی ہے وہ اس حالت میں ہے کہ جب بچے کی بھوک دودھ سے ختم ہوتی ہو۔

کیونکہ کا معدہ کمزور ہونے کی بنا اس کے لیے صرف دودھ ہی کافی ہوتا ہے، اور اس دودھ سے اس کا جسم نشوونما پاتا ہے تو اس طرح وہ دودھ پلانے والی عورت کا ایک جزء بن جاتا ہے، اس طرح وہ حرمت میں اس کی اولاد کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔

گویا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: "معتبر رضاعت وہ ہے جو بھوک مٹائے، یا بھوک سے خوراک پوری کرتی ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آثار ملتے ہیں کہ بڑے شخص کی رضاعت مؤثر نہیں ہوتی ان میں درج ذیل روایات شامل ہیں:

1 ابو عطیہ الوادعی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آیا اور عرض کی: میرے ساتھ میری بیوی تھی تو اس کا دودھ پستان میں رک گیا میں اسے نکالنے کے لیے منہ سے چوستا اور باہر پھینک دیتا، میں ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: وہ تم پر حرام ہو گئی ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور ہم بھی ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے: آپ نے اسے کیا فتویٰ دیا ہے؟ تو انہوں نے جو فتویٰ دیا تھا وہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا تو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آدمی کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے: کیا آپ اس کو دودھ پینے والا بچہ سمجھتے ہیں؟

بلکہ رضاعت تو وہ ہے جس سے گوشت بنے اور خون پیدا ہو (یعنی جسم نشوونما پائے) تو ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: جب تمہارے اندر یہ عالم موجود ہیں تو پھر مجھ سے کوئی سوال مت دریافت کیا کرو" اسے عبدالرزاق نے مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث **(463/7)(13895)** میں روایت کیا ہے۔

اور سنن ابوداؤد میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ الفاظ مروی ہیں: "رضاعت وہ ہے جو ہڈی مضبوط کرے اور گوشت بنائے تو ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب تم میں یہ عالم موجود ہوں تو مجھ سے سوال نہ کیا کرو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث **(2059)**

2 امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں نافع سے روایت کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: "رضاعت وہی ہے جس نے بچپن میں رضاعت کی اور بڑے کی رضاعت نہیں ہے۔ (موطا امام مالک **(603/2)**

3 موطا میں ہی عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: ایک شخص عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور میں بھی دار القضاء کے پاس ان کے ساتھ تھا، وہ شخص بڑے آدمی کی رضاعت کے متعلق دریافت کرنے لگا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: "ایک شخص عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور عرض کی: میری ایک لونڈی ہے اور میں اس سے وطء کرتا ہوں تو میری بیوی نے اسے دودھ پلا دیا، اور میں جب اس لونڈی کے پاس گیا تو وہ کہنے لگی مجھ سے دور ہی رہو، اللہ کی قسم مجھے اس نے دودھ پلا دیا ہے۔

تو عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اپنی بیوی کو مارو، اور اپنی لونڈی کے پاس جاؤ، کیونکہ رضاعت تو بچے کی ہوتی ہے" اس کی سند صحیح

ہے۔

اسی لیے ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "رضاعت کی بنا پر حرمت میں شرط یہ ہے کہ یہ رضاعت دو برس کی عمر میں ہو، اکثر اہل علم کا قول یہی ہے، اور عمر علی ابن عمر اور ابن مسعود ابن عباس اور ابو ہریرہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی ازواج مطہرات سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

شعبی اور ابن شبرمہ اور اوزاعی، شافعی اور اسحاق، ابو یوسف اور محمد اور ابو ثور بھی یہی کہتے ہیں، اور امام مالک سے بھی ایک روایت یہی ہے، اور امام مالک سے مروی ہے کہ اگر ایک ماہ زائد ہو جائے تو جائز ہے، اور ایک روایت میں دو ماہ کا بھی ذکر ہے۔

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اڑھائی برس کی عمر میں رضاعت سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے۔ اس کا حمل اور دودھ چھڑانے کی عمر اڑھائی سال ہے۔ یہاں پیٹ کا حمل مراد نہیں؛ کیونکہ یہ دو برس ہوں گے بلکہ حمل فصال مراد ہے۔

اور زفر کہتے ہیں رضاعت کی مدت تین برس ہے۔ اور عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی رائے میں بڑے شخص کی رضاعت بھی حرمت کا باعث ہے، اور عطاء اور لیث اور داؤد سے بھی یہی مروی ہے۔ (المغنی ابن قدامہ (8/142))

اس میں ایک اور بھی قول ہے کہ: بڑی عمر میں رضاعت اثر انداز ہوگی، عائشہ حفصہ رضی اللہ عنہما اور علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے، طبرانی نے اسے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور قاسم بن محمد وعروہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

اور عطا لیث بن سعد اور ابن حزم کا یہی قول ہے، اور داؤد ظاہری کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اور مالکی حضرات میں سے ابن المواز اس کی طرف مائل ہیں۔ (فتح الباری (9/148))

بڑی عمر میں رضاعت مؤثر ہونے کے قائلین نے مسلم شریف کی درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا غلام سالم ان کے ساتھ ان کے گھر میں رہتا تھا، تو سہلہ بنت سہیل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سالم جوان ہو چکا ہے، اور جس طرح مرد سمجھتا ہے سالم بھی وہی کچھ سمجھنے لگا ہے، اور وہ ہمارے پاس آتا جاتا ہے، میرے خیال میں ابو حذیفہ اس کے آنے سے ناراض ہوتے ہیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے دودھ پلا دو تم اس پر حرام ہو جاؤ گی، اور ابو حذیفہ کے دل میں جو کچھ ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا، تو اس نے دوبارہ آ کر بتایا کہ اس نے اسے دودھ پلایا تو ابو حذیفہ کے چہرے سے ناراضگی ختم ہو گئی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث (1453))

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: "وہ کہنے لگے: اسے تو داڑھی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے دودھ پلا دو ابو حذیفہ کی ناراضگی ختم ہو جائے گی" حذیفہ رضی اللہ عنہ نے منہ بولا بیٹا بنانے کی حرمت نازل ہونے سے قبل سالم کو منہ بولا بیٹا بنا رکھا تھا، حدیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ سالم نے دودھ کس طرح پیا اور اسے دودھ کس طرح پلایا گیا، امام نووی رحمہ اللہ مسلم کی شرح میں رقمطراز ہیں: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: "تم اسے دودھ پلا دو" قاضی کہتے ہیں۔ لگتا ہے کہ اس نے دودھ نکال کر سالم کو پلایا تھا، اور سالم نے سہلہ کے پستان کو نہیں چھوا اور نہ ہی اس کی جسم کو۔ قاضی کا یہ قول بہتر اور اچھا معلوم ہوتا ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ ضرورت وحاجت کی بنا پر اسے چھونے کی بھی اجازت مل گئی ہو جس طرح بڑی عمر کا ہونے کے باوجود رضاعت کی

اجازت ملی۔

حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسی حدیث کو لیا اور وہ اسے سالم کے لیے خاص نہیں سمجھتیں، لیکن باقی ازواج مطہرات اس کا انکار کرتی ہیں۔

مسلم شریف میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وہ کہا کرتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری بیویوں نے اس رضاعت والے شخص کو اپنے پاس آنے سے انکار کر دیا، اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہنے۔ اللہ کی قسم ہمارے خیال میں تو یہ سالم کے لیے خاص رخصت تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سالم کو دی تھی، لہٰذا اس رضاعت سے ہمارے پاس کوئی نہیں آ سکتا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث **(1454)**

ابوداؤد رحمہ اللہ نے ام المومنین عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس نے سالم کو اپنا منہ بیٹا بنایا ہوا تھا اور اپنے بھائی کی بیٹی یعنی بھتیجی ہند بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے شادی کی اور یہ ایک انصاری عورت کا غلام تھا، جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا، دور جاہلیت میں اگر کوئی شخص منہ بولا بیٹا بناتا تو لوگ اسے اس کی ولدیت دیتے اور اسے اس کی طرف منسوب کر دیتے اور اس کی وراثت کا بھی حقدار ٹھہرتا، حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے اس کے متعلق حکم نازل کر دیا۔ لے پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف نسبت کر کے بلاؤ اللہ کے نزدیک پورا انصاف یہی ہے، پھر اگر تمہیں ان کے (حقیقی) باپوں کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔ (احزاب ۵)

تو انہیں ان کے حقیقی باپوں کی طرف لوٹا دو، اور جس کے باپ کا علم نہیں تو وہ اس کا دینی بھائی اور دوست ہے۔ چنانچہ سھلۃ بن سھیل بن عمرو قریشی عامری جو کہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا:

اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ہم سالم کو اپنا بیٹا سمجھتے رہے ہیں، اور وہ میرے اور ابو حذیفہ کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا ہے، اور مجھے ایک ہی کپڑے میں دیکھتا ہے، اور اللہ عزوجل نے ان کے متعلق وہ حکم اتارا ہے جو آپ کو بھی علم ہے، لہٰذا اس کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: اسے دودھ پلا دو" تو سھلہ نے اسے پانچ رضاعت دودھ پلا دیا اور اس طرح وہ اس کا رضاعی بیٹا بن گیا، اسی بنا پر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی بھانجیوں اور بھتیجیوں کو حکم دیا کرتی تھی کہ جنہیں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیکھنا چاہتی اور اسے اپنے پاس آنے کی اجازت دینا چاہتیں تو وہ انہیں دودھ پلا دیں چاہے وہ بڑی عمر کا ہی ہوتا، اسے پانچ رضاعت دودھ پلاتیں اور پھر وہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جاتا تھا، لیکن ام سلمہ اور باقی سب ازواج مطہرات نے اس رضاعت سے اپنے پاس آنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا، حتیٰ کہ وہ بچپن میں دودھ پیے تو پھر اجازت دیتی، اور وہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہا کرتی تھیں: ہمیں نہیں معلوم ہو سکتا ہے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے صرف سالم کے لیے خصوصی اجازت تھی (سنن ابوداؤد رقم الحدیث **(2061)** یہ حدیث صحیح ہے۔

سالم کے واقعہ والی حدیث کا جمہور یہ جواب دیتے ہیں کہ: یہ سالم کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ باقی ازواج مطہرات کا قول

ہے، یا پھر یہ منسوخ ہے۔ بعض فقہاء نے ان دونوں اقوال کو جمع کرتے ہوئے کہا ہے کہ: بڑی عمر میں رضاعت اثر انداز اور معتبر نہیں ہوتی، لیکن جب اس کی ضرورت وحاجت ہو تو پھر اثر انداز ہو گی۔

الصنعانی رحمہ اللہ "سبل السلام" میں لکھتے ہیں: "سہلہ اور اس کے معارض دوسری حدیث میں سب سے بہتر اور احسن جمع وہی ہے جو ابن تیمیہ کی کلام ہے ان کا کہنا ہے بچپن کی رضاعت ہی معتبر شمار ہو گی لیکن اگر اس کی ضرورت وحاجت ہو مثلاً بڑے شخص کو کسی عورت کے پاس آنے کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو اور عورت کا اس سے پردہ کرنا مشکل اور مشقت کا باعث ہو جیسا کہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کے ساتھ سالم کا مسئلہ تھا، تو اس طرح کے بڑے شخص کو ضرورت وحاجت کی بنا پر دودھ پلایا جائے تو رضاعت مؤثر ہو گی، لیکن اس کے بغیر بچپن میں رضاعت ضروری ہے۔

کیونکہ دونوں حدیثوں کے مابین جمع بہتر ہے، اور ظاہری طور پر خاص ہونے اور نہ ہی منسوخ ہونے کی وجہ سے بغیر کسی مخالفت کے اس حدیث پر عمل کرنا بہتر ہے۔ (سبل السلام (2/313))

اور ابن قیم رحمہ اللہ بھی اسی جمع کی طرف گئے ہیں وہ کہتے ہیں: اسے منسوخ کہنے اور کسی معین شخص کے ساتھ مخصوص قرار دینے سے یہ بہتر ہے، اور دونوں اعتبار سے سب احادیث پر عمل کرنے کے زیادہ قریب ہے، اور شرعی قواعد واصول بھی اس کے شاہد ہیں، اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔ (زاد المعاد (5/593))

1947- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ وَعُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِي اَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ عَنْ اُمِّهِ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِي سَلَمَةَ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّهُنَّ خَالَفْنَ عَائِشَةَ وَاَبَيْنَ اَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهِنَّ اَحَدٌ بِمِثْلِ رَضَاعَةِ سَالِمٍ مَوْلَى اَبِي حُذَيْفَةَ وَقُلْنَ وَمَا يُدْرِينَا لَعَلَّ ذٰلِكَ كَانَتْ رُخْصَةً لِسَالِمٍ وَحْدَهُ

◆◆ سیدہ زینب بنت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج نے اس حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی تھی' اور انہوں نے اس بات سے انکار کر دیا تھا کہ جس طرح حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام سالم کو دودھ پلا کر اجازت دی گئی تھی' اس طرح سے کوئی شخص ان کے ہاں آ سکے' ان ازواج مطہرات نے یہ کہا تھا' ہمیں کیا پتہ' ہو سکتا ہے' یہ اجازت صرف سالم کے لیے ہو۔

بَابُ: لَبَنِ الْفَحْلِ

یہ باب لبن الفحل کے حکم میں ہے

1948- حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَتَانِي عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ اَفْلَحُ بْنُ اَبِي قُعَيْسٍ يَسْتَاْذِنُ عَلَيَّ بَعْدَ مَا ضُرِبَ الْحِجَابُ فَاَبَيْتُ اَنْ آذَنَ لَهُ حَتّٰى

1947: اخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 3590 ' اخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 3317

دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ عَمُّكِ فَأْذَنِي لَهُ فَقُلْتُ إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ قَالَ تَرِبَتْ يَدَاكِ أَوْ يَمِينُكِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میرے رضاعی چچا افلح بن ابوقیس نے میرے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی یہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کی بات ہے' تو میں نے انہیں اجازت دینے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارا چچا ہے تم اسے اجازت دو میں نے عرض کی: مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے کسی مرد نے دودھ نہیں پلایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) تمہارا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو۔

1949- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ عَمُّكِ فَقُلْتُ إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ قَالَ إِنَّهُ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میرے رضاعی چچا نے میرے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی تو میں نے انہیں اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا چچا تمہارے گھر میں آ سکتا ہے۔ میں نے عرض کی: مجھے عورت نے دودھ پلایا ہے' مرد نے مجھے دودھ نہیں پلایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارا (رضاعی) چچا ہے' تو وہ تمہارے گھر میں آ سکتا ہے۔

شرح

"لبن الفحل" کے ساتھ حرمت متعلق ہوتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے: کسی عورت نے کسی بچی کو دودھ پلایا ہو' تو یہ بچی اس عورت کے شوہر کے لئے حرام ہوگی اور اس مرد کے آباؤ اجداد کے لئے اور بیٹوں کے لئے بھی حرام ہوگی اور وہ شوہر جس کی وجہ سے عورت کے دودھ اترا ہے اس دودھ پیتی بچی کا رضاعی باپ بن جائے گا۔ امام شافعی کے ایک قول کے مطابق لبن الفحل حرام نہیں ہوتا' اس کی وجہ یہ ہے: حرمت بعضیت کے شبہ کی وجہ سے ہوتی ہے اور دودھ عورت کے جسم کا حصہ ہے' مرد کا حصہ نہیں ہے۔ ہماری دلیل وہ روایت ہے جسے ہم روایت کر چکے ہیں۔ نسب میں حرمت دونوں طرف سے ہوتی ہے' تو اسی طرح رضاعت میں بھی ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ ارشاد فرمایا تھا: افلح تمہارے ہاں اندر آ سکتا ہے' کیونکہ وہ تمہارا رضاعی چچا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: مرد عورت کے دودھ اترنے کا سبب ہوتا ہے' تو حرمت کے معاملے میں احتیاط کے پیش نظر حرمت کو اس کی طرف بھی منسوب کیا جائے گا۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

حرمت کے لبن الفحل سے متعلق ہونے میں فقہ شافعی وحنفی کا اختلاف

یہاں مصنف نے یہ بات بیان کی ہے لبن الفحل سے حرمت متعلق ہوتی ہے۔ مصنف نے اس کی وضاحت یہ کی ہے:

1949: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3560 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1148

بس عورت نے بچے کو دودھ پلایا اس دودھ کے اترنے کا سبب جو شخص ہے وہ لبن الفحل ہے۔

آگے مصنف نے یہ مثال بیان کی ہے: اگر کسی عورت نے بچی کو دودھ پلایا تو وہ بچی اس عورت کے شوہر کے لئے اور اس شوہر کے آباؤ اجداد کے لئے اس شوہر کے بیٹوں کو حرام ہو جائے گی اور وہ شوہر جو اس عورت کے دودھ اترنے کا سبب ہے وہ اس دودھ پینے والی بچی کا باپ شمار ہوگا۔ امام شافعی سے یہ روایت منقول ہے: ان کے نزدیک حرمت کا تعلق لبن الفحل سے نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے اس کی حرمت جزء ہونے کا شبہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور دودھ عورت کا جزء ہے۔ مرد کا جزء نہیں۔ احناف نے اپنے مؤقف کی تائید میں وہ روایت نقل کی ہے جو پہلے گزر چکی ہے اور دوسری دلیل یہ نقل کی ہے: نسب میں بھی حرمت دونوں طرف یعنی میاں بیوی دونوں کی طرف سے ثابت ہوتی ہے تو رضاعت میں بھی میاں بیوی میں دونوں طرف سے ثابت ہونی چاہئے۔ احناف نے اپنے مؤقف کی تائید میں اس حدیث کو پیش کیا ہے جس کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمایا: تمہارے ہاں گھر آ سکتا ہے کیونکہ وہ تمہارا رضاعی چچا ہے یعنی اس سے پردے کی ضرورت نہیں ہے جس طرح سگے چچا سے پردے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مصنف نے یہ دلیل بیان کی ہے: مرد عورت کے دودھ اترنے کا سبب ہے اس لئے احتیاط کے پیش نظر حرمت کی نسبت اس کی طرف بھی کی جائے گی۔

بَابُ: الرَّجُلِ يُسْلِمُ وَعِنْدَهُ اُخْتَانِ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرے اور اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں

1950- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ فَرْوَةَ عَنْ اَبِىْ وَهْبِ الْجَيْشَانِيِّ عَنْ اَبِىْ خِرَاشٍ الرُّعَيْنِيِّ عَنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِىْ اُخْتَانِ تَزَوَّجْتُهُمَا فِى الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ اِذَا رَجَعْتَ فَطَلِّقْ اِحْدَاهُمَا

حضرت دیلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میری دو بیویاں سگی بہنیں تھیں جن کے ساتھ میں نے زمانہ جاہلیت میں شادی کی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم واپس جاؤ تو دونوں میں سے ایک کو طلاق دے دینا۔

شرح

حضرت امام شافعی حضرت امام مالک کا مسلک تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس حال میں اسلام قبول کرے کہ اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں اور وہ دونوں بھی اس کے ساتھ اسلام قبول کر لیں تو اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو اپنے نکاح میں برقرار رکھے خواہ وہ پہلی منکوحہ ہو یا دوسری منکوحہ ہو لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر اس شخص نے ان دو بہنوں سے ایک ساتھ عقد کیا تھا تو اس صورت میں اس کے لئے ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی اپنے نکاح میں برقرار رکھنا جائز نہیں ہوگا ہاں اگر اس نے ان دونوں سے آگے پیچھے عقد کیا تھا تو ان میں سے ایک اس کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز ہوگا جس سے اس

1950: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2243 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1129 'ورقم الحدیث 1130

نے پہلا نکاح کیا تھا جس سے بعد میں نکاح کیا تھا اس کو کسی صورت میں بھی اپنے نکاح میں برقرار رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

1951 - حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجَيْشَانِيِّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ الضَّحَّاكَ بْنَ فَيْرُوزَ الدَّيْلَمِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي أُخْتَانِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي طَلِّقْ أَيَّتَهُمَا شِئْتَ

ضحاک بن فیروز دیلمی اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے میری دو بیویاں سگی بہنیں ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان دونوں میں سے جسے چاہو طلاق دیدو۔

شرح

دو بہنوں کو نکاح میں یا ملک یمین میں، صحبت کرنے میں جمع نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور یہ کہ تم دو بہنوں کو جمع کرو''۔ اس کی دلیل، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے نطفے کو دو بہنوں کے رحم میں جمع نہ کرے''۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت کا بیان

ابن فیروز دیلمی سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نے فرمایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمان ہوگیا ہوں اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں آپ نے فرمایا ان دونوں میں سے جس کو چاہو اپنے لیے منتخب کرلو، یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی، جلد اول: رقم الحدیث 1134)

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت پر سلف وخلف کا اجماع

صحابہ تابعین ائمہ اور سلف وخلف کے علماء کرام کا اجماع ہے کہ دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا حرام ہے اور جو شخص مسلمان ہو اور اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں تو اسے اختیار دیا جائے گا کہ ایک کو رکھ لے اور دوسری کو طلاق دے دے اور یہ اسے کرنا ہی پڑے گا حضرت فیروز فرماتے ہیں میں جب مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں دو عورتیں تھیں جو آپس میں بہنیں تھیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ان میں سے ایک کو طلاق دے دو۔ (مسند احمد)

ابن ماجہ ابوداؤد اور ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے ترمذی میں بھی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے جسے چاہو ایک کو رکھ لو اور ایک کو طلاق دے دو، امام ترمذی اسے حسن کہتے ہیں، ابن ماجہ میں ابوخراش کا ایسا واقعہ بھی مذکور ہے ممکن ہے کہ ضحاک بن فیروز کی کنیت ابوخراش ہو اور یہ واقعہ ایک ہی ہو اور اس کے خلاف بھی ممکن ہے

حضرت دیلمی نے رسول مقبول صلعم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں آپ نے فرمایا ان سے جسے چاہو ایک کو طلاق دے دو (ابن مردویہ) پس دیلمی سے مراد ضحاک بن فیروز ہیں رضی اللہ عنہ یہ یمن کے ان سرداروں

ہیں سے تھے جنہوں نے اسود عنسی متنبی ملعون کو قتل کیا چنانچہ دو لونڈیوں کو جو آپس میں سگی بہنیں ہوں ایک ساتھ جمع کرنا ان سے وطی کرنا بھی حرام ہے، اس کی دلیل اس آیت کا عموم ہے جو بیویوں اور اور لونڈیوں پر مشتمل ہے

حضرت ابن مسعود سے اس کا سوال ہوا تو آپ نے مکروہ بتایا سائل نے کہا قرآن میں جو ہے آیت (الا ماملکت ایمانکم) یعنی وہ جو جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں اس پر حضرت ابن مسعود نے فرمایا تیرا اونٹ بھی تو تیرے داہنے ہاتھ کی ملکیت میں ہے، جمہور کا قول بھی یہی مشہور ہے اور آئمہ اربعہ وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں گو بعض سلف نے اس مسئلہ میں توقف فرمایا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ایک آیت اسے حلال کرتی ہے دوسری حرام میں تو اس سے منع کرتا سائل وہاں سے نکلا تو راستے میں ایک صحابی سے ملاقات ہوئی اس نے ان سے بھی یہی سوال کیا انہوں نے فرمایا اگر مجھے کچھ اختیار ہوتا تو میں ایسا کرنے والے کو عبرت ناک سزا دیتا،

حضرت امام مالک فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ یہ فرمانے والے غالباً علی کا نام اس لئے نہیں لیا کہ وہ عبدالملک بن مروان کا مصاحب تھا اور ان لوگوں پر آپ کا نام بھاری پڑتا تھا حضرت الیاس بن عامر کہتے ہیں میں نے حضرت علی بن ابی طالب سے سوال کیا کہ میری ملکیت میں دو لونڈیاں ہیں دونوں آپس میں سگی بہنیں ہیں ایک سے میں نے تعلقات قائم کر رکھے ہیں اور میرے ہاں اس سے اولاد بھی ہوئی ہے اب میرا جی چاہتا ہے کہ اس کی بہن سے جو میری لونڈی ہے اپنے تعلقات قائم کروں تو فرمایئے شریعت کا اس میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا پہلی لونڈی کو آزاد کر کے پھر اس کی بہن سے یہ تعلقات قائم کر سکتے ہو، اس نے کہا اور لوگ تو کہتے ہیں کہ میں اس کا نکاح کرا دوں پھر اس کی بہن سے مل سکتا ہوں،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا دیکھو اس صورت میں بھی خرابی ہے وہ یہ کہ اگر اس کا خاوند اسے طلاق دے دے یا انتقال کر جائے تو وہ پھر لوٹ کر تمہاری طرف آ جائے گی، اسے تو آزاد کر دینے میں ہی سلامتی ہے، پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا سنو آزاد عورتوں اور لونڈیوں کے احکام حلت وحرمت کے لحاظ سے یکساں ہیں ہاں البتہ تعداد میں فرق ہے یعنی آزاد عورتیں چار سے زیادہ جمع نہیں کر سکتے اور لونڈیوں میں کوئی تعداد کی قید نہیں اور دودھ پلائی کے رشتہ سے بھی اس رشتہ کی وہ تمام عورتیں حرام ہو جاتی ہیں جو نسل اور نسب کی وجہ سے حرام ہیں۔

نکاح میں ممانعت جمع سے متعلق قاعدہ فقہیہ

توقف اول الکلام علی اخرہ فلا جرم یقترنان (نورالانوار)

کلام کا اول حصہ آخری حصہ پر موقوف ہوتا ہے لہٰذا دونوں حصے اول وآخر زمانے میں مقترن ہو گئے۔

اس کا ثبوت یہ ہے۔

ولا یجمع بین الاختین ۔(النساء)

اگر کسی شخص کے وکیل نے دو حقیقی بہنوں کو اس کے نکاح میں جمع کر دیا اور نکاح پڑھا دیا تو اس پر نکاح کرنے والے نے کہا''

اجزت نکاح هذه و هذه " میں۔نے اس اور اُس کے نکاح کی اجازت دی۔تو دونوں سے نکاح باطل ہو جائے گا۔کیونکہ پہلی بہن کے نکاح کا اقرار کلام کے آخری حصہ پر موقوف تھا اور آخری حصہ میں اس کی دوسری بہن کا نکاح کا اقرار ہے جبکہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے لہذا ایک زمانہ میں دو حقیقی بہنوں سے اقرار نکاح کی وجہ سے دونوں سے نکاح باطل ہو گیا۔پہلی بہن سے نکاح کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نکاح تو کلام کے آخری حصہ پر موقوف تھا اور آخری حصے کا اقرار شرعاً باطل تھا وہ تو موقوف علیہ ہونے کی وجہ سے باطل ہو گیا۔اور دوسری بہن کا نکاح بھی پہلے اقرار کو ثابت کرنے کے لئے تھا جبکہ اس اقرار کو اس طرح ثابت کرنا شرعاً باطل تھا لہذا دونوں کا نکاح باطل ہو گیا۔اور یہ قاعدہ بھی ثابت ہو گیا۔(نور الانوار)

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے سے متعلق چند فقہی مسائل

اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا تو نکاح باطل ہوگا اور ان دونوں کو ان کے شوہر سے جدا کرا دیا جائے گا اور پھر یہ جدائی اگر دخول یعنی جماع سے پہلے ہوگی تو ان دونوں کو مہر کے طور پر کچھ نہیں دلوایا جائے گا اور اگر جدائی دخول کے بعد ہوگی تو مہر مثل اور مہر متعین میں سے جس کی مقدار کم ہوگی وہ ان دونوں میں سے ہر ایک کو دیا جائے گا۔اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے مختلف عقد میں یعنی یکے بعد دیگرے نکاح کیا تو جو نکاح بعد میں ہوگا وہ فاسد ہو جائے گا اور شوہر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اس سے علیحدگی اختیار کرے اگر وہ خود سے علیحدگی اختیار نہ کرے اور قاضی کو اس کا علم ہو جائے تو قاضی علیحدگی کرا دے۔اور پھر یہ علیحدگی اگر دخول جماع سے پہلے واقع ہوگئی تو علیحدگی کے احکام (یعنی مہر و عدت وغیرہ) میں سے کوئی حکم نافذ نہیں ہوگا اور اگر دخول کے بعد علیحدگی واقع ہوگئی تو مہر مثل اور مہر متعین میں سے جس کی مقدار کم ہوگی وہ مہر مل جائے گا اور اس پر عدت واجب ہوگی اور اگر بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت ہوگا۔(فتاوی ہندیہ کتاب النکاح، بیروت)

اور اس شخص کو اپنی بیوی یعنی پہلی منکوحہ سے اس وقت تک علیحدہ رہنا ہوگا جب تک کہ اس کی بہن کی عدت پوری نہ ہو جائے اور اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے دو عقدوں میں یعنی یکے بعد دیگرے نکاح کر لیا مگر یہ معلوم نہیں کہ کس بہن سے پہلے اور کس بہن سے بعد میں نکاح کیا تھا تو ایسی صورت میں شوہر کو حکم دیا جائے گا کہ وہ بیان کرے اگر وہ بیان کر دے کہ فلاں بہن سے پہلے اور فلاں بہن سے بعد میں نکاح کیا تھا تو اس بیان کے مطابق عمل کیا جائے (یعنی پہلی کا نکاح باقی اور دوسری کا نکاح باطل قرار دیا جائے اور اگر شوہر بھی بیان نہ کر سکے تو پھر قاضی ان دونوں ہی سے شوہر کی علیحدگی کرا دے، علیحدگی کے بعد ان دونوں کو نصف مہر ملے گا بشرطیکہ دونوں کا مہر برابر ہو اور عقد کے وقت متعین ہوا ہو اور یہ علیحدگی بھی جماع سے پہلے واقع ہوئی ہو اور اگر دونوں کا مہر برابر نہ ہو تو ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے مہر کا چوتھائی حصہ ملے گا اور اگر عقد کے وقت مہر متعین نہ ہوا تو آدھے مہر کی بجائے ایک جوڑا کپڑا دونوں کو دیا جائے گا۔اور اگر یہ علیحدگی جماع کے بعد ہوئی ہو تو ہر ایک کو اس کا مہر پورا ملے گا۔

اور ابو جعفر ہندوانی فرماتے ہیں کہ مسئلہ مذکورہ کا یہ حکم اس وقت ہوگا جب کہ ان دونوں میں سے ہر ایک یہ دعوی کرے کہ پہلے مجھ سے نکاح ہوا تھا اور گواہ کسی ایک کے بھی پاس نہ ہوں تو دونوں کو نصف مہر دلایا جائے گا لیکن اگر دونوں یہ کہیں کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ ہم میں سے کس کا نکاح پہلے ہوا ہے تو ان کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جائے گا جب تک کہ دونوں کسی ایک بات پر متفق

ہو کر صلح نہ کریں اور دونوں کے صلح کی صورت یہ ہوگی کہ وہ دونوں قاضی کے پاس جا کر یہ کہیں کہ ہم دونوں کا مہر ہمارے خاوند پر واجب ہے اور ہمارے اس مطالبہ میں کوئی تیسرا دعوی دار شریک نہیں ہے (یعنی ہمارے خاوند پر مہر کی جو رقم واجب ہے اس میں ہم دونوں کے علاوہ اور کسی تیسری عورت کا کوئی حق نہیں ہے) لہٰذا ہم دونوں اس بات پر صلح و اتفاق کرتی ہیں کہ نصف مہر لے لیں اس کے بعد قاضی فیصلہ کردے گا اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنا نکاح پہلے ہونے پر گواہ پیش کئے تو مرد پر نصف مہر واجب ہوگا جو دونوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا اس حکم میں تمام علماء کا اتفاق ہے نیز دو بہنوں کے سلسلہ میں جو احکام بیان کئے گئے ہیں وہ ایسی تمام عورتوں میں بھی جاری ہوں گے جن کا جمع کرنا (یعنی جن کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا) حرام ہے اور اگر یہ شخص یعنی جس نے دو بہنوں سے ایک عقد میں نکاح کر لیا تھا اور یہ نکاح باطل ہونے کی وجہ سے ان دونوں بہنوں اور اس کے درمیان علیحدگی کرادی تھی) ان دونوں بہنوں کے علیحدہ ہو جانے کے بعد پھر ان دونوں میں سے کسی ایک سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ علیحدگی جماع سے پہلے ہوئی ہو اور اگر یہ علیحدگی جماع کے بعد ہوئی تھی تو اس صورت میں دونوں بہنوں کی عدت گزر جانے سے پہلے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا اور اگر ایک عدت میں ہے اور دوسری کی عدت پوری ہوگئی ہے تو اس بہن سے نکاح کرنا جائز ہوگا جو عدت میں ہے دوسری سے اس وقت تک نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا جب تک اس بہن کی عدت پوری نہ ہو جائے جو عدت میں ہے۔ اور اگر علیحدگی سے پہلے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ جماع ہو گیا تھا تو اس بہن سے نکاح کرنا جائز ہوگا جس سے جماع ہو چکا تھا اور اگر اس بہن سے نکاح کرنا چاہے جس سے جماع نہیں ہوا تھا تو) اس سے اس وقت تک نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا جب تک اس بہن کی عدت پوری نہ ہو جائے جس سے جماع ہوا تھا، ہاں اگر اس بہن کی عدت پوری ہو جائے جس سے جماع ہوا تھا تو پھر ان دونوں میں سے جس سے چاہے نکاح کر سکتا ہے۔ (فتاوی ہندیہ کتاب النکاح، بیروت)

نکاح میں دو بہنیں باندیاں جمع کرنا مثل آزاد بہنوں کے ہے

جس طرح بیک وقت دو بہنوں کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے اسی طرح بیک وقت دو باندی بہنوں سے جنسی لطف حاصل کرنا یعنی مساس و جماع کرنا بھی جائز نہیں ہے (یعنی اگر کسی شخص کی ملکیت میں بیک وقت دو بہنیں بطور باندی ہوں تو وہ ان دونوں سے جنسی تلذذ حاصل نہ کرے بلکہ ان میں سے کسی ایک ہی سے مساس و جماع وغیرہ کرے) کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک سے جنسی لطف لینے کے بعد دوسری بہن حرام ہو جائے گی اس دوسری بہن سے اسی وقت جنسی لطف حاصل کر سکتا ہے جب کہ پہلی بہن کو اپنے اوپر حرام کر لے۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک باندی خریدی اور اس نے جماع کر لیا پھر اس کے بعد اس کی بہن کو خرید لیا تو صرف پہلی ہی سے جماع کر سکتا ہے دوسری سے جماع اس وقت تک حرام ہوگا جب تک کہ پہلی کو اپنے لئے حرام نہ کر لے اور حرام کرنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ یا تو کسی سے اس کا نکاح کردے یا اپنی ملکیت سے نکال دے یا آزاد کردے یا کسی کو ہبہ کردے یا فروخت کردے یا صدقہ کردے اور یا مکاتب بنا دے۔

اس سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ بعض حصہ کو آزاد کرنا کل حصہ کو آزاد کرنے کے مترادف ہے (مثلاً کسی نے اپنی باندی سے کہا کہ میں نے تیرا آدھا حصہ یا تیرا چوتھائی حصہ آزاد کیا تو یہ کل کو آزاد کرنے کے مرادف ہوگا اور اس سے جماع کرنا

ناجائز ہوگا) اسی طرح اس کے بعض حصہ کو اپنی ملکیت سے نکالنا کل کو اپنی ملکیت سے نکالنے کے مرادف ہوگا۔ اگر صرف یہ کہہ دیا جائے کہ پہلی مجھ پر حرام ہے تو اس کو کہہ دینے کی وجہ سے دوسری سے جماع کرنا جائز نہیں ہوگا جیسا کہ ایک کے حیض ونفاس اور احرام وروزہ کی وجہ سے دوسری حلال نہیں ہو جاتی یعنی جس طرح اگر ایک بہن حیض وغیرہ کی حالت میں حرام ہو جاتی ہے تو محض اس کی وجہ سے اس کی دوسری بہن حلال نہیں ہو جاتی اسی طرح فقط اتنا کہہ دینا کہ پہلی میرے لئے حرام ہے دوسری کو حلال کر دینے کے لئے کافی نہیں ہے) (فتاوی ہندیہ کتاب النکاح، بیروت)

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت میں فقہی جزئیات

اگر کسی شخص نے ان دونوں بہنوں سے جماع کر لیا جو بطور باندی اس کی ملکیت میں تھیں تو اس کے بعد ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ جماع نہیں کر سکتا تاوقتیکہ مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق دوسری کو اپنے لئے حرام نہ کر لے۔

اگر کسی شخص نے ان دونوں باندی بہنوں میں سے کہ جو بیک وقت اس کی ملکیت میں تھیں کسی ایک کو فروخت کر دیا لیکن وہ کسی عیب کی وجہ سے لوٹ کر آ گئی یا اس کو ہبہ کر دیا تھا لیکن اپنے ہبہ کو ختم کر کے اسے واپس لے لیا یا اس کا نکاح کر دیا تھا مگر اس کے شوہر نے اس کو طلاق دیدی اور اس کی عدت بھی پوری ہو گئی تو ان صورتوں میں وہ شخص ان میں سے کسی ایک سے بھی جماع نہ کرے تاوقتیکہ دوسری بہن کو اپنے لئے حرام نہ کر لے۔

کسی شخص نے ایک باندی سے نکاح کر لیا اور اس کے ساتھ جماع کرنے سے پہلے اس کی بہن کو خرید لیا تو اس کے لئے خریدی ہوئی باندی سے جنسی لطف حاصل کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ فراش یعنی زوجیت کا استحقاق نفس نکاح سے ثابت ہو جاتا ہے اس لئے اگر وہ خریدی ہوئی باندی سے جماع کرے گا تو یہی کہا جائے گا کہ اس نے فراش یعنی زوجیت کا استحقاق) میں دو بہنوں کو جمع کیا اور یہ حرام ہے۔ (فتاوی ہندیہ کتاب النکاح، بیروت)

اگر ایک شخص نے اپنی باندی سے جماع کر لیا اور اس کے بعد اس کی بہن سے نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح ہوگا اور جب نکاح صحیح ہو گیا تو اب وہ باندی سے جماع نہ کرے گا اگرچہ ابھی تک منکوحہ سے جماع نہ کیا ہو اور اس منکوحہ سے اس وقت تک جماع نہ کرے جب تک کہ اپنی باندی یعنی منکوحہ کی بہن کو مذکورہ بالا طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے اپنے لئے حرام نہ کر لے اور اگر اس نے اپنی باندی کی بہن سے ایسی صورت میں نکاح کیا کہ اس باندی سے جماع نہیں ہوا ہے تو پھر منکوحہ سے جماع کر سکتا ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنی باندی سے جماع کے بعد اس کی بہن سے نکاح کیا مگر وہ نکاح کسی وجہ سے فاسد ہو گیا تو محض نکاح سے وہ باندی حرام نہ ہوگی ہاں اگر نکاح کے بعد وہ منکوحہ سے جماع کر لے تو باندی سے جماع کرنا حرام ہو جائے گا۔

اگر دو بہنوں نے کسی شخص سے یہ کہا کہ ہم نے اتنے مہر کے عوض تمہارے ساتھ اپنا نکاح کیا اور یہ الفاظ دونوں کی زبان سے ایک ساتھ ادا ہوئے اور اس شخص نے ان میں سے ایک کا نکاح قبول کر لیا تو یہ نکاح جائز ہو جائے گا اور اگر پہلے خود اس شخص نے ان دونوں بہنوں سے یہ کہا کہ میں نے تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ہزار روپیہ کے عوض اپنا نکاح کیا اور ان میں سے ایک نے قبول کر لیا اور دوسری نے انکار کر دیا تو دونوں کا نکاح باطل ہوگا۔

[illegible] ایک ہی [illegible] تو بھی اسی کام [illegible] اس شخص کا نکاح ان عورتوں کی [illegible] بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دونوں عورتیں آپس میں بہنیں ہیں، یعنی ان دونوں [illegible] زبان سے نکاح سے [illegible] تو اس صورت میں دونوں عورتوں سے نکاح باطل ہوں گے اسی طرح اگر [illegible] دونوں نکاح ان عورتوں کی [illegible] سے ہوں [illegible] کی اجازت سے اور ایک کی بغیر اجازت تو بھی یہی حکم ہوگا۔

ایک شخص مثلاً زید نے دو بہنوں سے نکاح کیا حالانکہ ان میں سے ایک بہن کسی دوسرے شخص کے نکاح میں تھی یا کسی دوسرے شخص کے طلاق دینے کی وجہ سے ابھی عدت کے دن گزار رہی تھی تو اس صورت میں زید کا نکاح صرف دوسری بہن کے ساتھ صحیح ہوگا۔ ([illegible])

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی یا ایک طلاق بائن یا تین طلاق یں دیں یا نکاح فاسد ہو جانے کی وجہ سے نکاح فسخ ہو گیا یا شبہ ہو کر کسی عورت سے جماع کر لیا غرضیکہ ان میں سے کسی بھی صورت کے پیدا ہونے کی وجہ سے وہ عورت کہ عدت کے دن گزار رہی ہو تو اس کے زمانہ عدت میں اس کی بہن سے وہ شخص نکاح نہیں کر سکتا اور جس طرح اس کے زمانہ عدت میں اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں اسی طرح اس کی کسی بھی ایسی رشتہ والی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں جو اس کے لئے ذوات الرحم میں سے ہو اور دونوں کا بیک وقت کسی ایک کے نکاح میں رہنا حرام ہو (مثلاً اس کے زمانہ عدت میں اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا جائز نہیں) اور اسی طرح اس کے زمانہ عدت میں اس کے علاوہ مزید چار عورتوں سے نکاح کرنا بھی حلال نہیں۔

اگر کسی شخص نے اپنی باندی کو جو ام ولد یعنی اس کے بچہ کی ماں تھی آزاد کر دیا تو جب تک اس کی عدت پوری نہ ہو جائے اس کی بہن سے شادی کرنا جائز نہیں ہوگا۔ البتہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کے زمانہ عدت میں اس کے ماسوا چار عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہوگا جب کہ صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کے زمانہ عدت میں اس کی بہن سے بھی نکاح کر سکتا ہے۔

مطلقہ کی عدت کی مدت میں شوہر کے قول کا اعتبار

اگر کسی شوہر نے کہا کہ میری مطلقہ بیوی نے بتایا کہ اس کی عدت کے دن پورے ہو گئے ہیں (لہٰذا میں اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہوں) تو اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ طلاق دیئے ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہے؟ اگر طلاق دیئے ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے جس میں عدت پوری ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں تو شوہر کا قول معتبر نہیں ہوگا اس طرح اس کی مطلقہ بیوی کا یہ کہنا کہ میری عدت پوری ہو گئی ہے قابل اعتبار نہ ہوگا ہاں اگر وہ کوئی ایسی صورت بیان کرے جس میں عدت پوری ہونے کا احتمال ہو جیسے وہ یہ بیان کرے کہ طلاق کے دوسرے دن میرا حمل جس کے اعضاء پورے تھے ساقط ہو گیا ہے تو اس صورت میں اس کا قول معتبر ہوگا۔ اور طلاق کو اتنا عرصہ گزر چکا ہو کہ اس میں عدت پوری ہونے کا امکان ہو تو اگر عورت اپنے شوہر کے قول کی تصدیق کر دے یا اس مجلس میں موجود نہ ہو تو شوہر کا قول معتبر ہوگا اور اس کے لئے بیک وقت چار دوسری عورتوں سے یا سابقہ بیوی کی بہن سے نکاح کرنا جائز

ہوگا بلکہ حنفی علماء تو یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں اگر بیوی شوہر کو جھٹلائے تو بھی شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

کسی شخص کی بیوی مرتد ہو کر دارالحرب چلی جائے تو شوہر کے لئے اس کی عدت پوری ہونے سے پہلے اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے جیسا کہ اس کے مرجانے کی صورت میں اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے پھر اگر وہ مرتدہ عورت مسلمان ہو کر دارالحرب سے لوٹے اور اس کا شوہر اس کی بہن سے نکاح کر چکا ہو تو اس کی بہن کا نکاح فاسد نہیں ہوگا اور اگر وہ بہن سے ساتھ نکاح ہونے سے پہلے لوٹے تو حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو اس صورت میں بھی وہ شخص اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے لیکن صاحبین یعنی حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد یہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص اس صورت میں اس کی بہن سے نکاح نہیں کر سکتا۔

اگر دو بہنوں سے علیحدہ علیحدہ نکاح کیا تو دوسری کا نکاح فاسد ہے اور اس پر مفارقت لازم ہے، اور اگر قاضی کو یہ معلوم ہو تو وہ دونوں میں تفریق کر دے، اگر دوسری کو دخول سے قبل علیحدہ کر دیا تو نکاح کا کوئی حکم نہ ثابت ہوگا۔

اور اگر اس کو دخول کے بعد جدا کیا تو پھر اس کو مہر دینا ہوگا مہر مثل اور مقررہ سے جو کم ہو وہ واجب ہوگا اور اس پر عدت ہوگی اور نسب ثابت ہو سکے گا، اور پہلی سے اس وقت تک علیحدگی اختیار کرے۔ جب تک دوسری بہن کی عدت نہ گزر جائے، محیط سرخسی میں یونہی ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ کتاب النکاح، بیروت)

بَابُ: الرَّجُلِ يُسْلِمُ وَعِنْدَهُ أَكْثَرُ مِنْ أَرْبَعِ نِسْوَةٍ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرے، اور اس کے ہاں چار سے زیادہ بیویاں ہوں

1952 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ حُمَيْضَةَ بِنْتِ الشَّمَرْدَلِ عَنْ قَيْسِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ أَسْلَمْتُ وَعِنْدِي ثَمَانُ نِسْوَةٍ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اخْتَرْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا

حضرت قیس بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اسلام قبول کیا' میری آٹھ بیویاں تھیں' میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں سے چار کو اختیار کر لو۔

1953 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَسْلَمَ غَيْلَانُ بْنُ سَلَمَةَ وَتَحْتَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا' تو ان کی دس بیویاں تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم ان میں سے 4 کو رکھ لو۔

1952: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2241 'ورقم الحدیث: 2242

1953: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1128

شرح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفر کی حالت میں جو شادی کی جاتی ہے وہ معتبر ہوتی ہے چنانچہ اگر کافر میاں بیوی اسلام لے آئیں تو انہیں تجدید نکاح کا حکم نہیں دیا جائے گا بشرطیکہ ان کے نکاح میں ایسے رشتوں والی عورتیں نہ ہوں جنہیں بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا شریعت اسلامی نے ممنوع قرار دیا ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چار سے زیادہ عورتوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ حضرت نوفل بن معاویہ کہتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں چنانچہ میں نے اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک کو علیحدہ کر دو اور چار کو باقی رکھو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم سن کر) میں اپنی سب سے پہلی بیوی کو علیحدہ کر دیا جو بانجھ تھی اور ساٹھ سال سے میرے ساتھ تھی۔ (شرح السنہ، مشکوۃ المصابیح، جلد سوم، رقم الحدیث 309)

بَابُ: الشَّرْطِ فِي النِّكَاحِ

یہ باب نکاح میں شرط عائد کرنے کے بیان میں ہے

1954- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَقَّ الشَّرْطِ أَنْ يُوفَى بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: پوری کی جانے کی سب سے زیادہ حقدار وہ شرط ہے جس کے ذریعے تم شرمگاہوں کو حلال کرتے ہو۔

1955- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ مِنْ صَدَاقٍ أَوْ حِبَاءٍ أَوْ هِبَةٍ قَبْلَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ فَهُوَ لَهَا وَمَا كَانَ بَعْدَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ فَهُوَ لِمَنْ أُعْطِيَهُ أَوْ حُبِيَ وَأَحَقُّ مَا يُكْرَمُ الرَّجُلُ بِهِ ابْنَتُهُ أَوْ أُخْتُهُ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ نکاح کی عصمت سے پہلے جو چیز مہر عطیے یا ہبہ کے طور پر دی جائے تو وہ عورت کو ملے گی اور جو نکاح کی عصمت کے بعد دیا جائے گا تو یہ اس کی ملکیت ہوگا جسے وہ دیا گیا ہے یا عطیہ کے طور پر دیا گیا ہے اور جس چیز کی وجہ سے آدمی کی عزت افزائی ہوتی ہے اس میں سب سے زیادہ حقدار آدمی کی بیٹی یا اس کی بہن ہے۔

1954 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 2721، ورقم الحدیث: 5151 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3457 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2139 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1127 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 3281، ورقم حدیث 3282

1955 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2129 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 3353

بَابُ: الرَّجُلِ يُعْتِقُ اَمَتَهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا

باب: آدمی کا اپنی کنیز کو آزاد کر کے اس کے ساتھ شادی کر لینا

1956- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحِ بْنِ حَيٍّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ اَدَبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ اَجْرَانِ وَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ فَلَهُ اَجْرَانِ وَاَيُّمَا عَبْدٍ مَّمْلُوْكٍ اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ فَلَهُ اَجْرَانِ قَالَ صَالِحٌ قَالَ الشَّعْبِيُّ قَدْ اَعْطَيْتُكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ اِنْ كَانَ الرَّاكِبُ لَيَرْكَبُ فِيْمَا دُوْنَهَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص کی کوئی کنیز ہو اور وہ اس کی تربیت کرے اور اچھی تربیت کرے اسے تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے پھر اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ شادی کر لے تو اس شخص کو دوگنا اجر ملے گا' اہل کتاب سے تعلق رکھنے والا جو شخص اپنے نبی پر ایمان لائے اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے اسے دوگنا اجر ملے گا' جو غلام اپنے ذمے لازم اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کرتا ہے اور اپنے آقا کے حق کو ادا کرتا ہے اسے دوگنا اجر ملے گا''۔

صالح نامی راوی کہتے ہیں: شعبی نے یہ بات بیان کی ہے میں نے کسی معاوضے کے بغیر یہ حدیث تمہیں دیدی ہے حالانکہ اس سے کم مضمون والی روایت کے لیے لوگ سوار ہو کر مدینہ منورہ جایا کرتے تھے۔

1957- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ وَّعَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ فَتَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا قَالَ حَمَّادٌ فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ لِثَابِتٍ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اَنْتَ سَاَلْتَ اَنَسًا مَا اَمْهَرَهَا قَالَ اَمْهَرَهَا نَفْسَهَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں تھیں پھر اس کے بعد وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں آگئیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ شادی کر لی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔

حماد نامی راوی کہتے ہیں: عبدالعزیز نامی راوی نے ثابت نامی راوی سے کہا' اے ابومحمد! کیا آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کیا مہر دیا تھا' انہوں نے جواب دیا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ذات کو ان کا مہر قرار دیا تھا۔

1958- حَدَّثَنَا حُبَيْشُ بْنُ مُبَشِّرٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ

1956: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 97' ورقم الحدیث: 2547' ورقم الحدیث: 3011' ورقم الحدیث: 3446' ورقم الحدیث 5083' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 385' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1116' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 3344

1957: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 947' ورقم الحدیث: 5086' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 3483' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 2996' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3342

عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا وَتَزَوَّجَهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اوران کی آزادی کوان کا مہر قرار دے کران کے ساتھ شادی کرلی۔

بَابُ: تَزْوِيجِ الْعَبْدِ بِغَيْرِ اِذْنِ سَيِّدِهٖ

یہ باب آقا کی اجازت کے بغیر غلام کی شادی کے بیان میں ہے

1959-حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ بِغَيْرِ اِذْنِ سَيِّدِهٖ كَانَ عَاهِرًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جب کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کرلے' تو وہ بدکار ہوتا ہے''۔

1960-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وَصَالِحُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ مَالِكُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا مَنْدَلٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ مُوْسٰى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ اِذْنِ مَوَالِيْهِ فَهُوَ زَانٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کرلے' تو وہ (غلام) زانی ہوتا ہے''۔

شرح

غلام یا کنیز کا نکاح ان کے آقا کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں: غلام کے لئے ایسا کرنا جائز ہے' کیونکہ جب وہ طلاق دینے کا حق رکھتا ہے' تو نکاح کرنے کا بھی حق رکھے گا۔ ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کرلے وہ زانی ہوگا''۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: ان دونوں (یعنی غلام اور کنیز) کے نکاح کو نافذ قرار دینا ان دونوں کے حق میں عیب ہے' کیونکہ نکاح ان دونوں میں عیب شمار ہوتا ہے' لہٰذا وہ اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اس کے مالک نہیں ہوسکتے۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

نکاح کے اختیار میں غلام سے متعلق فقہی احکام

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر

1958: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1959: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1960: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

نکاح کرے تو وہ زانی ہے۔

اس باب میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے حدیث جابر حسن ہے بعض راوی یہ حدیث عبداللہ بن محمد بن عقیل سے اور وہ ابن عمر سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں، صحیح یہی ہے کہ عبداللہ بن محمد بن عقیل حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں صحابہ کرام در تابعین کا اسی پر عمل ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر غلام کا نکاح جائز نہیں۔ امام احمد، اسحاق، اور دوسرے حضرات کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی جلد اول رقم الحدیث 1111)

مطلب یہ ہے کہ مملوک کا نکاح مالک کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہوتا لہٰذا اگر کوئی مملوک اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے گا اور اس نکاح کے بعد منکوحہ سے مجامعت کرے گا تو یہ فعل حرام ہوگا اور وہ زنا کار کہلائے گا چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے کہ غلام کا نکاح اس کے آقا کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوتا اور نکاح کے بعد اگر آقا اجازت دے دے تب بھی وہ عقد صحیح نہیں ہوتا جبکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ آقا کی اجازت کے بغیر نکاح تو ہو جاتا ہے مگر اس کا نافذ ہونا یعنی صحیح ہونا آقا کی اجازت پر موقوف رہتا ہے کہ جب آقا اجازت دے دے گا تو صحیح ہو جائے گا جیسا کہ فضولی کے نکاح کا حکم ہے۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: لونڈی غلام نے اگر خود نکاح کر لیا یا ان کا نکاح کسی اور نے کر دیا تو یہ نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہے جائز کر دے گا نافذ ہو جائے گا، رد کر دے گا باطل ہو جائے گا، پھر اگر وطی بھی ہو چکی اور مولیٰ نے رد کر دیا تو جب تک آزاد نہ ہو لونڈی اپنا مہر طلب نہیں کر سکتی، نہ غلام سے مطالبہ ہو سکتا ہے اور اگر وطی نہ ہوئی جب تو مہر واجب ہی نہ ہوا۔

یہاں مولیٰ سے مراد وہ ہے جسے اس کے نکاح کی ولایت حاصل ہو، مثلاً مالک نابالغ ہو تو اس کا باپ یا دادا یا قاضی یا وصی اور لونڈی، غلام سے مراد عام ہیں، مدبر، مکاتب، ماذون، ام ولد یا وہ جس کا کچھ حصہ آزاد ہو چکا سب کو شامل ہے۔

(درمختار، کتاب النکاح)

غلام کے حق نکاح وطلاق میں فقہ مالکی کا مؤقف

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے، "جس نے اپنے غلام کو شادی کرنے کی اجازت دے دی، تو اب طلاق کا معاملہ غلام کے ہاتھ ہی میں ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کو طلاق کے معاملے میں کوئی اختیار نہیں۔

(موطاء مالک، کتاب الطلاق، حدیث 1676)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا، "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے آقا نے میری شادی اپنی ایک لونڈی سے کر دی تھی اور اب ہمیں علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا، "اے لوگو! یہ کیا ہو گیا ہے کہ تم میں سے ایک شخص نے اپنے غلام کی شادی اپنی ایک لونڈی سے کر دی ہے اور اب وہ چاہتا ہے کہ ان میں علیحدگی کروا دے۔ طلاق تو اسی کا حق ہے جو شوہر ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الطلاق، حدیث 2081)

نکاح وطلاق کے باہمی عدم قیاس کا بیان

یہاں مصنف نے یہ بات بیان کی ہے: آقا کی اجازت کے بغیر غلام اور کنیز کا نکاح جائز نہیں ہوتا یعنی اسے نافذ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس بارے میں امام مالک کی رائے مختلف ہے کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہیں غلام کا نکاح نافذ ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے: غلام خود طلاق دینے کا مالک ہوتا ہے تو لازمی طور پر اسے نکاح کا بھی مالک ہونا چاہئے۔ مصنف نے اس کے جواب میں اپنے مؤقف کی تائید میں سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے۔ "جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لے وہ زانی شمار ہوگا"۔ یہ نقلی دلیل نقل کرنے کے بعد مصنف نے اس بات کی عقلی دلیل یہ بیان کی ہے: اگر ان دونوں کے نکاح کو نافذ قرار دیا جائے تو یہ بات ان دونوں یعنی غلام اور کنیز کے حق میں عیب شمار ہوگی کیونکہ عام طور پر لوگ غلام یا کنیز خریدتے وقت ایسا غلام یا کنیز خریدنا ناپسند کرتے ہیں جو غیر شادی شدہ ہو۔ امام مالک نے نکاح کے حق کو طلاق دینے کے حق پر قیاس کیا تھا تو اسکا جواب یہ دیا گیا ہے: طلاق غلام یا کنیز کے حق میں عیب کو زائل کرنے کا نام ہے اور نکاح ان کے حق میں عیب کو ثابت کرنے کا نام ہے اس لیے ان دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 528)

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کے بارے میں فرمایا کہ اس کی روٹی کپڑا اس کے آقا کے ذمہ ہے اور یہ کہ اس سے صرف اتنا کام لیا جائے جو اس کی طاقت وہمت کے مطابق ہو۔

اس حدیث میں غلام کے بارے میں دو ہدایتیں ہیں ایک تو یہ کہ غلام کا نفقہ چونکہ اس کے مالک پر واجب ہے اس لئے مالک کو چاہئے کہ وہ اپنے غلام کو اس کی حاجت کے بقدر اور اپنے شہر کے عام دستور کے مطابق اس کو روٹی کپڑا دے یعنی اس کے شہر میں عام طور پر غلام کو جس مقدار میں اور جس معیار کا روٹی اور کپڑا دیا جاتا ہے اسی کے مطابق وہ بھی دے، دوسری ہدایت یہ ہے کہ اپنے غلام کو کوئی ایسا کام کرنے کا حکم نہ دیا جائے جس پر وہ مداومت نہ کرسکتا ہو اور جو اس کی ہمت وطاقت سے باہر ہو یا جس کی وجہ سے اس کے جسم میں کوئی ظاہری نقصان پہنچ سکتا ہو۔

گویا اس ہدایت کے ذریعہ یہ احساس دلایا گیا ہے کہ انسان اپنے غلام کے بارے میں یہ حقیقت ذہن میں رکھے کہ جس طرح مالک حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ان کی طاقت وہمت سے زیادہ کی عمل وفعل کا بار نہیں ڈالا ہے اور ان کو انہی احکام کا پابند کیا ہے جو ان کے قوائے فکر وعمل کے مطابق ہیں اسی طرح بندوں کو بھی جو مالک مجازی ہیں یہی چاہئے کہ وہ اپنے مملوک یعنی غلام پر کہ جو انہی کی طرح انسان ہیں ان کی طاقت وہمت سے باہر کسی کام کا بار نہ ڈالیں۔

حضرت ابن عباس سے یہ حدیث مرفوع منقول ہے کہ غلام کے تئیں مالک کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں (۱) جب غلام نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو جلد بازی کا حکم نہ دے (۲) جب وہ کھانا کھا رہا ہو تو اس کو اپنے کسی کام کے لئے نہ اٹھائے (۳) اس کو اتنا کھانا دے جس سے اس کا پیٹ اچھی طرح بھر جائے۔

نکاح کے اختیار میں مولیٰ کی نیت کا اعتبار

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ جب غلام نے مولیٰ سے نکاح کی اجازت لی اور نکاح فاسد کیا تو اجازت ختم ہوگئی

یعنی پھر نکاح صحیح کرنا چاہے تو دوبارہ اجازت لینی ہوگی اور نکاح فاسد میں وطی کر لی ہے تو مہر غلام پر واجب یعنی غلام مہر میں بیچا جا سکتا ہے اور اگر اجازت دینے میں مولی نے نکاح صحیح کی نیت کی تھی تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا اور نکاحِ فاسد کی اجازت دی تو یہی نکاح صحیح کی بھی اجازت ہے بخلاف وکیل کہ اس نے اگر پہلی صورت میں نکاح فاسد کر دیا، تو ابھی وکالت ختم نہ ہوئی دوبارہ صحیح نکاح کر سکتا ہے اور اگر اسے نکاحِ فاسد کا وکیل بنایا ہے تو نکاح صحیح کا وکیل نہیں۔ غلام کو نکاح کی اجازت دی تھی، اس نے ایک عقد میں دو عورتوں سے نکاح کیا تو کسی کا نہ ہوا۔ ہاں اگر اجازت ایسے لفظوں سے دی جن سے عموم سمجھا جاتا ہے تو ہو جائے گا۔ کسی نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے مکاتب سے کر دیا پھر مر گیا تو نکاح فاسد نہ ہوگا۔ ہاں اگر مکاتب بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز آیا تو اب فاسد ہو جائے گا کہ لڑکی اس کی مالکہ ہو گئی۔ (درمختار، کتاب النکاح)

باندی کے آزاد ہونے پر فسخ نکاح میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت عروہ ام المؤمنین حضرت عائشہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یعنی (حضرت عائشہ) سے بریرہ کے بارے میں فرمایا کہ اسے خرید لو اور پھر اس کو آزاد کر دو اور بریرہ کا خاوند چونکہ غلام تھا اس لئے آنحضرت نے اسے اختیار دے دیا تھا اور بریرہ نے اس اختیار کے مطابق اپنے آپ کو اپنے خاوند سے علیحدہ کر لیا تھا۔ اور اگر اس کا خاوند آزاد ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے یہ اختیار نہ دیتے (بخاری ومسلم)

یہ بطور لونڈی ایک یہودی کی ملکیت میں تھیں پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا تھا چنانچہ بریرہ کی خریداری کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ پہلے اسے اس کے مالکوں سے خرید لو اور پھر اس کو آزاد کر دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت عائشہ نے اسے خریدا اور پھر آزاد کر دیا، بریرہ کا خاوند چونکہ غلام تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو یہ اختیار دے دیا تھا کہ آزاد ہونے کے بعد اگر چاہو تو تم اپنے خاوند کے نکاح میں حسب سابق رہو اور اگر اس کے نکاح میں رہنا نہ چاہو تو اس سے علیحدہ ہو جاؤ، اس اختیار کے پیش نظر بریرہ نے علیحدگی کو اختیار کیا اور اپنے خاوند سے قطع تعلق کر لیا۔ حدیث کا آخری جملہ (ولو کان حرا) الخ اور اگر اس کا خاوند آزاد ہوتا الخ بظاہر حضرت عروہ کا اپنا قول معلوم ہوتا ہے۔

اور ائمہ ثلاثہ یعنی حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے کہ لونڈی کو آزاد ہونے کے بعد اپنے نکاح کو باقی یا فسخ کرنے کا اختیار اسی صورت میں ہوتا ہے جب کہ اس کا خاوند غلام ہوتا کہ وہ آزاد ہو جانے کے بعد ایک غلام کے نکاح میں رہنے کو عار محسوس نہ کرے، اگر اس کا خاوند غلام نہ ہو تو پھر اسے یہ اختیار حاصل نہیں ہوگا۔

حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اسے بہر صورت یہ اختیار حاصل ہوتا ہے، خواہ اس کا شوہر غلام ہو یا آزاد ہو۔ دونوں طرف کے علماء کی دلیلیں فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور اگر میاں بیوی دونوں ایک ساتھ آزاد ہوں تو تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس صورت میں بیوی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوتا اسی طرح اگر شوہر آزاد ہو جائے تو اسے اپنا نکاح باقی رکھنے یا فسخ کر دینے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ خواہ اس کی بیوی آزاد ہو یا لونڈی ہو۔

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ بریرہ کا شوہر آزاد تھا اور آپ نے بریرہ کو اختیار دیا حدیث عائشہ حسن صحیح ہے۔ ہشام بن عروہ بھی اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہ سے اسی طرح نقل کرتے ہیں کہ بریرہ کا شوہر غلام تھا عکرمہ ابن عباس کے حوالے سے کہتے ہیں کہ انہوں نے بریرہ کے شوہر کو دیکھا وہ غلام تھا اور اسے مغیث کہتے تھے۔ ابن عمر سے بھی اسی طرح منقول ہے بعض اہل علم کے نزدیک اسی حدیث پر عمل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر باندی کو آزاد کیا جائے اور وہ کسی آزاد شخص کے نکاح میں ہو تو اسے اختیار نہیں لیکن اگر غلام کے نکاح میں ہو تو اسے اختیار ہے۔

امام شافعی، احمد، اسحاق، کا بھی یہی قول ہے کئی راوی اعمش سے وہ ابراہیم سے وہ اسود سے اور وہ حضرت عائشہ سے بھی نقل کرتے ہیں کہ بریرہ کا شوہر آزاد تھا اور آپ نے اسے اختیار دیا تھا ابوعوانہ یہ حدیث اعمش سے وہ ابراہیم سے وہ اسود سے اور وہ حضرت عائشہ سے بریرہ کا قصہ نقل کرتے ہیں اسود کہتے ہیں کہ بریرہ کا شوہر آزاد تھا بعض علماء تابعین اور ان کے بعد کے علماء کا اسی پر عمل ہے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی، جلد اول، رقم الحدیث 1162)

بَابُ: النَّهْيِ عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ

یہ باب نکاح متعہ کی ممانعت میں ہے

نکاح متعہ کے منسوخ ہونے کا بیان

1961- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْحَسَنِ ابْنَىْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيهِمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر خواتین کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا۔

1962- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْعُزْبَةَ قَدِ اشْتَدَّتْ عَلَيْنَا قَالَ فَاسْتَمْتِعُوْا مِنْ هٰذِهِ النِّسَآءِ فَاَتَيْنَاهُنَّ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّنْكِحْنَنَا اِلَّا اَنْ نَّجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُنَّ

1961: اخرجه البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 4216' ورقم الحدیث: 5115' ورقم الحدیث: 5523' ورقم الحدیث: 6961' اخرجه مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3417' ورقم الحدیث: 3419' ورقم الحدیث: 3420' ورقم الحدیث: 3421' ورقم الحدیث: 1794' اخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3365' ورقم الحدیث: 3366' ورقم الحدیث: 3367' ورقم الحدیث: 4345' ورقم الحدیث: 4346' 1962- اخرجه مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3405' ورقم الحدیث: 3406' ورقم الحدیث: 3407' ورقم الحدیث: 3408' ورقم الحدیث: 3410' ورقم الحدیث: 3412' ورقم الحدیث: 3413' ورقم الحدیث: 3414' ورقم الحدیث 3415' ورقم الحدیث: 3416' اخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2072' ورقم الحدیث: 2073' اخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 3368

اَجَلًا فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اجْعَلُوْا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُنَّ اَجَلًا فَخَرَجْتُ اَنَا وَابْنُ عَمٍّ لِّيْ مَعَهُ بُرْدٌ وَّمَعِيْ بُرْدٌ وَّبُرْدُهٗ اَجْوَدُ مِنْ بُرْدِيْ وَاَنَا اَشَبُّ مِنْهُ فَاَتَيْنَا عَلَى امْرَاَةٍ فَقَالَتْ بُرْدٌ كَبُرْدٍ فَتَزَوَّجْتُهَا فَمَكَثْتُ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ ثُمَّ غَدَوْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ وَهُوَ يَقُوْلُ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ قَدْ كُنْتُ اَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْاِسْتِمْتَاعِ اَلَا وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيْلَهَا وَلَا تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا

ربیع بن سبرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حجۃ الوداع کے موقع پر ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ بیویوں کے بغیر رہنا ہمارے لیے بہت مشکل ہو رہا ہے' تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان خواتین سے لطف اندوز ہو جاؤ (راوی کہتے ہیں:) جب ہم خواتین کے پاس آئے' تو انہوں نے ہمارے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا اور یہ شرط رکھی کہ اگر ہم ان کے درمیان کوئی مخصوص مدت متعین کریں (تو وہ ہم سے نکاح کریں) انہوں نے اس بات کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے اور ان کے درمیان کوئی مدت متعین کرلو۔

(راوی کہتے ہیں:) میں اور میرا چچا زاد نکلے اس کے پاس بھی ایک چادر تھی اور میرے پاس بھی ایک چادر تھی اس کی چادر میری چادر سے زیادہ خوبصورت تھی لیکن میں اس کے مقابلے میں زیادہ جوان تھا ہم ایک خاتون کے پاس آئے' تو اس نے کہا ایک چادر دوسری چادر جیسی ہوتی ہے (یعنی اس نے میرا رشتہ قبول کرلیا) میں نے اس سے شادی کی میں اس کے ہاں رات رہا۔ اگلے دن میں آیا' تو نبی کریم ﷺ اس وقت حجر اسود اور خانہ کعبہ کے درمیان کھڑے ہوئے یہ ارشاد فرمارہے تھے۔

"اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے لطف اندوز ہونے کی اجازت دی تھی یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تک کے لیے اسے حرام کر دیا ہے۔ اگر کسی کے ساتھ اس طرح کی کوئی عورت ہو' تو وہ اسے چھوڑ دے اور تم نے جو اسے ادائیگی کی ہے اس میں سے کچھ بھی اس سے واپس نہ لو۔"

1963- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ عَنْ اَبَانَ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا وَلِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذِنَ لَنَا فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ حَرَّمَهَا وَاللّٰهِ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا يَتَمَتَّعُ وَهُوَ مُحْصَنٌ اِلَّا رَجَمْتُهُ بِالْحِجَارَةِ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِاَرْبَعَةٍ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَلَّهَا بَعْدَ اِذْ حَرَّمَهَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا' نبی کریم ﷺ نے تین دن تک ہمیں متعہ کرنے کی اجازت دی تھی' پھر آپ ﷺ نے اسے حرام قرار دے دیا تھا' اللہ کی قسم! جس شخص کے بارے میں ہمیں یہ پتہ چلا کہ اس نے متعہ کیا ہے اور وہ شادی شدہ شخص ہو' تو میں اسے پتھروں کے ذریعے سنگسار کر دوں گا' البتہ اگر وہ میرے پاس چار ایسے گواہ لے کر آئے جو اس بات کی گواہی دیں کہ نبی کریم ﷺ نے اسے حرام

1963: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

قرار دے نے متعہ حلال قرار دے دیا تھا تو پھر معاملہ مختلف ہے۔

نکاح متعہ کی حرمت کے دلائل کا بیان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرمایا ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے گدھوں کا گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا ہے گھروں میں رہنے والے گدھوں سے مراد وہ گدھے ہیں جو لوگوں کے پاس رہتے ہیں اور بار برداری وغیرہ کے کام آتے ہیں جنگلی گدھا کہ جس کو گورخر کہتے ہیں حلال ہے اس کا گوشت کھایا جا سکتا ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح: جلد سوم رقم الحدیث 382)

کسی متعینہ مدت کے لیے ایک متعینہ رقم کے عوض نکاح کرنے کو متعہ کہتے ہیں جیسے کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ یہ کہہ کر نکاح کرے کہ فلاں مدت مثلاً دو سال تک اتنے روپے مثلاً ایک ہزار روپے) کے عوض تم سے فائدہ اٹھاؤں گا نکاح کا یہ خاص طریقہ یعنی متعہ اسلام کے ابتداء زمانہ میں تو جائز تھا مگر بعد میں حرام قرار دیدیا گیا۔

علماء لکھتے ہیں کہ متعہ کے سلسلے میں تحقیقی بات یہ ہے کہ متعہ دو مرتبہ تو حلال قرار دیا گیا اور دو مرتبہ حرام ہوا، چنانچہ پہلی مرتبہ تو جنگ خیبر سے پہلے کسی جہاد میں جب صحابہ تجرد کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے یہاں تک کہ بعض لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خصی کرانے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں متعہ کرنے کی اجازت دے دی۔ پھر جنگ خیبر کے دن جو یہ کا واقعہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لئے متعہ کو حرام قرار دیا چنانچہ جواز متعہ کا فسخ ہونا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

اسی سلسلہ میں حضرت ابن عمر نے اپنی روایت میں یہ ذکر کیا ہے کہ جس طرح حالت اضطرار میں بھوکے کو مردار کھانے کی اجازت ہے اسی طرح اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اس شخص کے لئے جو بسبب تجرد جنسی ہیجان کی وجہ سے حالت اضطرار کو پہنچ گیا ہو یہ اجازت تھی کہ وہ متعہ کرلے مگر جب بعد میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ حرام قرار دیا گیا تو) پھر صحابہ نے اجتماعی طور پر یہ فیصلہ کیا کہ متعہ کے طور پر جو بھی نکاح ہوا اسے باطل قرار دیا جائے۔

اس لئے ہر دور میں تمام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع واتفاق رہا ہے کہ متعہ حرام ہے کیا صحابہ کیا فقہاء اور کیا محدثین سبھی کے نزدیک اس کا حرام ہونا ایک متفقہ مسئلہ ہے صحابہ میں صرف ابن عباس پہلے اضطرار کی حالت میں متعہ کو مباح سمجھتے تھے مگر جب حضرت علی المرتضیٰ نے ان کو سخت تہدید کی اور متعہ کی قطعی وابدی حرمت سے ان کو واقف کیا تو حضرت ابن عباس نے اپنے قول سے رجوع کرلیا اور وہ بھی اس کی حرمت کے قائل ہوگئے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس کا اپنے اباحت کے قول سے رجوع کرنا حدیث وفقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

ہدایہ فقہ حنفی کی ایک مشہور ترین اور اونچے درجہ کی کتاب ہے، اس کے مصنف اپنے علم وفضل اور فقہی بصیرت ونکتہ رسی کے اعتبار سے فقہاء کی جماعت میں سب سے بلند مرتبہ حیثیت کے حامل ہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ متعہ کے سلسلہ میں انہوں نے حضرت امام مالک کی طرف قول جواز کی جو نسبت کی ہے وہ ان کی سخت علمی چوک ہے نہ معلوم انہوں نے یہ بات کہاں سے لکھ دی کہ امام مالک متعہ کے جائز ہونے کے قائل تھے۔ امام مالک بھی متعہ کو اسی طرح حرام کہتے ہیں جس طرح تمام اہل اسلام کا اس پر اتفاق

ہے۔ چنانچہ نہ صرف ابن ہمام نے ہدایہ میں مذکورہ امام مالک کی طرف قول جواز کی نسبت کو غلط کہا ہے بلکہ ہدایہ کے بعد فقہ کی حنفی بڑی کتابیں تالیف ہوئیں تقریباً سب ہی میں ہدایہ کی اس غلطی کو بیان کرنا لازم سمجھا گیا ہے۔

حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے متعہ کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 200)

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ متعہ حرام ہے، لیکن نہ معلوم شیعہ کیوں اب بھی اسے جائز کہتے ہیں۔ بڑی عجیب بات یہ ہے کہ شیعوں کی کتابوں میں تو انہی کی صحیح احادیث میں ائمہ سے متعہ کی حرمت منقول ہے مگر شیعوں کا عمل یہ ہے کہ وہ نہ صرف متعہ کے حلال ہونے پر اصرار کرتے ہیں بلکہ اس کے فضائل بھی بیان کرتے ہیں اور پھر مزید ستم ظریفی یہ ہے کہ شیعہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ متعہ کو دراصل حضرت عمر نے حرام کیا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے حضرت عمر کو حرام کرنے کا کیا اختیار تھا ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ انہوں نے جس طرح دوسرے اسلامی احکام کی تبلیغ میں بڑی شدت کے ساتھ حصہ لیا ہے اسی طرح انہوں نے متعہ کی حرمت کے اعلان میں بھی بڑی شدومد کے ساتھ کوشش کی ہے۔ چنانچہ ان کا آخری اعلان یہ تھا کہ اگر میں نے سنا کہ کسی نے متعہ کیا ہے تو میں اس کو زنا کی سزا دوں گا ان کے اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ اس وقت کی متعہ کی حرمت سے ناواقف تھے وہ بھی واقف ہو گئے لہٰذا حضرت عمر نے تو صرف اتنا کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کی تبلیغ کر دی اب اگر شیعہ یہ کہیں کہ متعہ کو حضرت عمر نے حرام کیا ہے تو اس کی ایک مضحکہ خیز الزام سے زیادہ کوئی اور اہمیت نہیں ہوگی۔

حضرت سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اوطاس کے تین یوم کے لئے متعہ کی اجازت دی تھی پھر اس سے ہمیشہ کے لئے منع کر دیا (مسلم) مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 364)

اوطاس ایک وادی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ کے قریب طائف جانیوالے راستہ میں واقع ہے اور جس کے گردوپیش قبیلہ ہوازن کی شاخیں آباد تھیں اس کو وادی حنین بھی کہتے ہیں جب رمضان المبارک ۸ھ میں مکہ فتح ہو گیا اور اسلام کی طاقت نے گویا پورے عرب کے باطل عناصر کو حق کے سامنے سرنگوں کر دیا تو اوطاس میں بسنے والے ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں کو بڑی غیرت آئی اور انہوں نے پوری حشر سامانیوں کے ساتھ ایک مرتبہ اسلام کے مقابلہ کی ٹھانی چنانچہ شوال ۸ھ میں ان قبیلوں کے لوگوں کے ساتھ اوطاس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں وہ جنگ ہوئی جسے غزوہ حنین کہا جاتا ہے اور غزوہ اوطاس اور غزوہ ہوازن کے نام سے بھی اس کو یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو سربلند کیا اور اسلامی لشکر کو فتح عطاء فرمائی اس غزوہ میں غنیمت کے طور پر مسلمانوں کو بہت زیادہ مال واسباب ہاتھ لگا چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور تقریباً چالیس ہزار روپیہ کی مالیت کی چاندی پر مسلمانوں نے قبضہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سارا

مال غنیمت وغیرہ اوطاس ہی میں مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

بہرحال متعہ کی تحلیل وتحریم دوسری مرتبہ اسی جنگ اوطاس کے موقع پر ہوئی ہے اور یہ جنگ چونکہ فتح مکہ کے فوزا بعد ہوئی ہے اس لئے اس موقع پر متعہ کی ہونیوالی تحلیل وتحریم کی نسبت کو فتح مکہ کے دن کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ گویا اس سے پہلے کی حدیث کی تشریح میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ متعہ کی تحلیل وتحریم دوسری مرتبہ فتح مکہ کے دن ہوئی ہے تو وہاں فتح مکہ کے دن سے مراد فتح مکہ کے سال ہے، لہٰذا اب بات یوں ہوگی کہ دوسری مرتبہ متعہ کی تحلیل وتحریم فتح مکہ کے سال یعنی ۸ھ میں جنگ اوطاس کے موقع پر ہوئی ہے۔

جواز متعہ کی تنسیخ کا بیان

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ ایک غزوہ کے موقع پر ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک جہاد تھے اور اس وقت ہمارے ساتھ ہماری عورتیں یعنی بیویاں اور لونڈیاں نہیں تھیں چنانچہ جب عورتوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ہم جنسی ہیجان سے پریشان ہوئے تو (ہم نے کہا کہ کیا ہم خصی نہ ہو جائیں تا کہ جنسی ہیجان اور شیطان کے وسوسوں سے ہمیں نجات مل جائے) لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس سے تو منع فرما دیا البتہ ہمیں متعہ کرنے کی اجازت دیدی چنانچہ ہم میں سے بعض لوگ کپڑے کے معاوضہ پر ایک معینہ مدت کے لئے عورت سے نکاح (متعہ) کر لیتے تھے۔ اس کے بعد ابن مسعود نے یہ آیت پڑھی (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ) 5۔ المائدہ:87) (اے ایمان والو! جن پاک چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے ان کو حرام نہ سمجھو)۔ (بخاری ومسلم) مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 371)

یہ حدیث متعہ کی اجازت پر دلالت کرتی ہے چنانچہ ابتداء اسلام میں متعہ کی اجازت تھی مگر بعد میں یہ اجازت منسوخ ہوگئی اور اب متعہ کرنا حرام ہے جیسا کہ آگے آنیوالی حدیث سے بھی معلوم ہوگا اور پہلے بھی وہ احادیث گزر چکی ہیں جن سے متعہ کی اجازت کا منسوخ ہونا ثابت ہو چکا ہے۔

حضرت ابن مسعود کا مذکورہ بالا آیت پڑھنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضرت ابن مسعود بھی حضرت ابن عباس کی طرح متعہ کی مباح ہونے کے قائل تھے، لیکن حضرت ابن عباس کے بارے میں تو یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور وہ بھی متعہ کے حرام ہونے کے قائل ہو گئے تھے جیسا کہ آگے آنیوالی حدیث سے معلوم ہوگا اب رہی حضرت ابن مسعود کی بات تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بھی اس کے بعد اس سے رجوع کر لیا ہو اور وہ بھی متعہ کے حرام ہونے کے قائل ہو گئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں جواز متعہ کے منسوخ ہونے کا صریح حکم معلوم ہی نہ ہوا ہو اور اس وجہ سے وہ آخر تک جواز متعہ کے قائل رہے ہوں۔

اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ متعہ کا جواز صرف ابتداء اسلام میں تھا اور اس وقت متعہ کی ایک صورت یہ ہوتی تھی

کہ) جب کوئی مرد کسی شہر میں جاتا اور وہاں لوگوں سے اس کی کوئی شناسائی نہ ہوتی کہ جن کے ہاں وہ اپنے قیام وطعام کا بندوبست کرتا تو وہاں کسی عورت سے اتنی مدت کے لیے نکاح کر لیتا جتنی مدت اس کو ٹھہرنا ہوتا چنانچہ وہ عورت اس کے سامان کی دیکھ بھال کرتی اور اس کا کھانا پکاتی یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی (**الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم**) (حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ان دونوں یعنی بیوی اور لونڈی کی شرمگاہ کے علاوہ ہر شرمگاہ حرام ہے۔

(ترمذی)

آیت کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اپنی شرمگاہوں کو اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ دوسری عورتوں سے محفوظ رکھتے ہیں ان پر کوئی ملامت نہیں ہے لیکن جو لوگ اپنی بیویوں اور لونڈیوں پر قناعت نہیں کرتے یا جو لوگ نکاح کے ذریعہ اپنی شرعی طور پر اپنی جنسی خواہش کی تسکین کا سامان نہیں کرتے بلکہ غیر عورتوں کی طرف مائل ہوتے ہیں وہ دراصل حلال سے گزر کر حرام کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں جن کے لیے سخت ملامت ہے۔

علامہ طیبی کہتے ہیں کہ اس ارشاد سے حضرت ابن عباس کا مقصد یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ پرہیزگار بندوں کی تعریف بیان کی ہے کہ وہ عورتوں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں البتہ اپنی بیویوں اور اپنی لونڈیوں سے اجتناب نہیں کرتے بلکہ ان کے ذریعہ اپنے جنسی جذبات کو تسکین پہنچاتے ہیں اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ متعہ کی صورت میں جو اس عورت پر تسلط حاصل ہوتا ہے وہ نہ تو بیوی ہوتی ہے اور نہ مملوکہ لونڈی ہوتی ہے کیونکہ اگر وہ بیوی ہوتی تو اس کے اور اسکے مرد کے درمیان میراث کا سلسلہ ضرور ہوتا اور یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ متعہ کی عورت کے ساتھ میراث کا کوئی سلسلہ قائم نہیں ہوتا چونکہ وہ عورت محض چند روز یعنی ایک متعین مدت کے لیے اجرت پر اپنے نفس کو اس مرد کے حوالہ کرتی ہے۔ اس لئے وہ مملوکہ بھی نہیں ہوسکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص متعہ کے طور پر کسی عورت سے جنسی تسکین حاصل کرتا ہے تو وہ ان لوگوں کے زمرہ میں نہیں ہے جن کی توصیف مذکورہ آیت بیان کر رہی ہے۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ جو شخص کسی عورت سے متعہ کرتا ہے تو وہ عورت اس کی بیوی نہیں بنتی اور جب وہ بیوی نہیں بنتی تو پھر لامحالہ یہ واجب ہوگا کہ وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہو۔

اہل تشیع کے نزدیک متعہ جائز ہے چنانچہ بڑی مضحکہ خیز بات ہے کہ وہ حضرت ابن عباس کے قول پر تو عمل کرتے ہوئے متعہ کو جائز کہتے ہیں۔ باوجودیکہ جواز متعہ کے بارے میں حضرت ابن عباس کا اپنے قول سے رجوع کرنا ثابت ہو چکا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مسلک وعقیدہ کو ترک کرتے ہیں اور انکے خلاف عمل کرتے ہیں جب کہ صحیح مسلم میں یہ روایت موجود ہے کہ جب حضرت علی نے یہ سنا کہ حضرت ابن عباس متعہ کو جائز کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عباس ایسا نہ کہو کیونکہ میں نے خود سنا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ اور پالتو گدھے کا گوشت کھانے سے منع

فرما دیا تھا۔

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرمت متعہ کے بارے میں احادیث

(۱) حضرت ربیع بن سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو میں نے تمہیں عورتوں سے نکاح متعہ کی اجازت دی تھی اور تحقیق اللہ نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے پس جس کے پاس ان میں سے کوئی عورت ہو تو اسے آزاد کر دے اور ان سے جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے نہ لے۔ (صحیح مسلم، جلد دوم: رقم الحدیث 928)

(۲) حضرت عبدالملک بن ربیع بن سبرہ الجہنی اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فتح مکہ کے سال مکہ میں داخلہ کے وقت نکاح متعہ کی اجازت دی پھر ہم مکہ سے نکلے ہی نہ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرما دیا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: رقم الحدیث 931)

(۳) حضرت ابی ربیع بن سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو فتح مکہ کے سال عورتوں سے نکاح متعہ کی اجازت دی راوی کہتے ہیں پس میں اور میرا ایک ساتھی بنی سلیم سے نکلے یہاں تک کہ ہم نے بنی عامر کی ایک عورت کو پایا جو کہ نوجوان اور لمبی گردن والی معلوم ہوتی تھی ہم نے اسے نکاح متعہ کا پیغام دیا اور اس کے سامنے ہم نے اپنی اپنی دو چادریں پیش کیں پس اس نے مجھے دیکھنا شروع کیا کیونکہ میں اپنے ساتھی سے زیادہ خوبصورت تھا اور میرے ساتھی کی چادر کو دیکھا جو کہ میری چادر سے زیادہ عمدہ تھی تھوڑی دیر تک اس نے سوچا پھر مجھے میرے ساتھی سے پسند کر لیا پس وہ میرے ساتھ تین دن تک رہی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مسلمانوں کو ان کے چھوڑنے کا حکم دے دیا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم رقم الحدیث 932)

(۴) حضرت ربیع بن سبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: رقم الحدیث 933)

(۵) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں قیام کیا تو فرمایا کہ لوگوں کے دلوں کو اللہ نے اندھا کر دیا ہے جیسا کہ وہ بینائی سے نابینا ہیں کہ وہ متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں اتنے میں ایک آدمی نے انہیں پکارا اور کہا کہ تم کم علم اور نادان ہو میری عمر کی قسم امام المتقین یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعہ کیا جاتا تھا تو ان سے (ابن عباس رضی اللہ عنہ سے) ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا تم اپنے آپ پر تجربہ کر لو اللہ کی قسم اگر آپ نے ایسا عمل کیا تو میں تجھے پتھروں سے سنگسار کر دوں گا ابن شہاب نے کہا مجھے خالد بن مہاجر بن سیف اللہ نے خبر دی کہ وہ ایک آدمی کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے اس سے آ کر متعہ کے بارے میں فتویٰ طلب کیا تو اس نے اسے اس کی اجازت دے دی تو اس سے ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا ٹھہر جا انہوں نے کہا کیا بات ہے حالانکہ امام المتقین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کیا گیا ابن ابی عمرہ نے فرمایا کہ یہ رخصت ابتدائے اسلام میں مضطر آدمی کے لئے تھی مردار اور خون اور خنزیر کے گوشت کی طرح پھر اللہ نے دین کو مضبوط کر دیا اور متعہ سے منع

کر دیا ابن شہاب نے کہا مجھے ربیع بن سبرہ الجہنی نے خبر دی ہے اس کے باپ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعہ کیا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ سے منع فرمایا ابن شہاب نے کہا کہ میں نے ربیع بن سبرہ کی یہ حدیث عمر بن عبدالعزیز سے بیان کرتے سنا اس حال میں کہ میں وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: رقم الحدیث 936)

(۶) حضرت ربیع بن سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ سے ممانعت فرمائی اور فرمایا آگاہ رہو یہ آج کے دن سے قیامت کے دن تک حرام ہے اور جس نے کوئی چیز دی ہو تو اسے واپس نہ لے۔ (صحیح مسلم جلد دوم رقم الحدیث 937)

(۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابو طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن عورتوں سے نکاح متعہ کرنے سے گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم، رقم الحدیث 938 متفق علیہ 11)

(۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو عورتوں کے متعہ میں نرمی کرتے ہوئے سنا تو فرمایا ٹھہر جاؤ اے ابن عباس رضی اللہ عنہ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے غزوہ خیبر کے دن منع فرمایا اور پالتو گدھوں کے گوشت سے بھی۔ (صحیح مسلم، جلد دوم، رقم الحدیث 941 متفق علیہ 11)

(۹) حسن بن محمد بن علی اور اس کے بھائی عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جنگ میں نکاح متعہ اور گدھے کے گوشت سے منع فرمایا۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: رقم الحدیث 195 متفق علیہ 11)

(۱۰) حضرت امام زہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس تھے متعہ کا (متعینہ مدت کے لیے نکاح) ذکر چل نکلا تو ایک شخص نے کہا جسکا نام ربیع بن سبرہ تھا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کرنے کی ممانعت فرمادی تھی۔ (سنن ابو داؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 367)

(۱۱) حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے متعہ کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے۔

(سنن ابو داؤد جلد دوم: رقم الحدیث 368)

(۱۲) حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ سے اور پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا۔ (سنن ابن ماجہ، جلد دوم: رقم الحدیث 118 حدیث متواتر)

(۱۳) عبدالعزیز بن عمر، ربیع بن حضرت سبرہ فرماتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع میں گئے لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے دوری ہمارے لئے سخت گراں ہو رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ان عورتوں سے نکاح کر کے فائدہ اٹھاؤ ہم ان عورتوں کے پاس گئے تو انہوں نے باہمی مدت مقرر کیے گئے نکاح سے انکار کر دیا۔ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر باہمی مدت مقرر کر لو تو میں اور میرا ایک چچازاد بھائی نکلے میرے پاس بھی ایک چادر تھی اور اس کے پاس بھی لیکن اس کی چادر میری چادر سے عمدہ تھی البتہ میں اس کی بہ نسبت زیادہ جوان تھا۔ اس عورت نے

کہا چادر تو چادر کی طرح ہے سو میں نے اس سے شادی کر لی میں اس رات اس کے پاس ٹھہرا۔ صبح آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکن اور باب کے درمیان کھڑے ہوئے فرما رہے تھے اے لوگو! میں نے تمہیں متعہ کی اجازت دی تھی غور سے سنو اللہ نے قیامت تک کے لئے متعہ حرام فرما دیا اسلئے جس کے پاس کوئی متعہ والی عورت ہو اس کا راستہ چھوڑ دے اور جو تم نے انہیں دیا اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: رقم الحدیث 119)

(۱۴) حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب خلیفہ بنے تو لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا! بلاشبہ رسول نے تین مرتبہ ہمیں متعہ کی اجازت دی پھر اسے حرام قرار دیدیا۔ اللہ کی قسم جس کے متعلق معلوم ہوا کہ متعہ کرتا ہے اور وہ محصن ہوا تو میں اس کو سنگسار کروں گا۔ الا یہ کہ میرے پاس چار گواہ لائے جو گواہی بھی دیں کہ اللہ کے رسول نے اسے حرام کرنے کے بعد پھر اسے حلال بتایا۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: رقم الحدیث 120)

(۱۵) حسن اور عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا ہے جب خیبر فتح ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کر دیا۔ (سنن دارمی: جلد دوم: رقم الحدیث 58)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کیا

مصنف نے یہ بات بیان کی ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع ہے کہ نکاح متعہ باطل ہوتا ہے۔ اس پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ روایت منقول ہے کہ وہ اس کو جائز قرار دیتے تھے تو اس کا جواب مصنف نے یہ دیا ہے: ان کا رجوع' یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا رجوع' ان حضرات کے قول کی طرف' یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کی طرف رجوع کرنا مستند طور پر ثابت ہے' لہٰذا جب ان کا بھی رجوع ثابت ہو گیا' تو اب اجماع پختہ ہو جائے گا' اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے نتیجے میں اس کو باطل قرار دیا جائے گا۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

بَابُ: الْمُحْرِمِ يَتَزَوَّجُ

یہ باب احرام والے شخص کی شادی کے بیان میں ہے

1964–حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ فَزَارَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ حَدَّثَتْنِي مَيْمُوْنَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ قَالَ وَكَانَتْ خَالَتِيْ وَخَالَةَ ابْنِ عَبَّاسٍ

1964: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3439' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1843' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم حدیث 845

سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کے ساتھ شادی کی تھی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام میں نہیں تھے۔ راوی کہتے ہیں: سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا میری اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں۔

1965 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نکاح کیا تھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں تھے۔

1966 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ الْمَكِّيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحْرِمُ لَا يَنْكِحُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ

ابان بن عثمان اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: احرام والا شخص نہ نکاح کرسکتا ہے نہ نکاح کرواسکتا ہے نہ نکاح کا پیغام بھیج سکتا ہے۔

قاعدہ فقہیہ اور حالت احرام کے نکاح کا بیان

جب نفی ایسی چیز کی جنس سے ہو جسے اسکی دلیل سے پہچانا جائے یا ایسی چیز سے ہو جس کا حال مشتبہ ہو لیکن یہ معلوم ہو کہ راوی نے دلیل معرفت پر اعتماد کیا ہے تو نفی اثبات کی طرح ہوگی ورنہ نہیں۔ (الحسامی)

اس کا ثبوت یہ ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مُحرم اپنا نکاح کرسکتا ہے نہ کسی اور کا، نہ نکاح کا پیغام دے سکتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱، ص ۴۵۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حالت احرام میں نکاح نہ کیا جائے، تو یہاں ایسی نفی بیان ہوئی ہے جس کی دوسری دلیل سے حال مشتبہ ہے لہٰذا یہ نفی اثبات کی طرح ہوگی اور وہ دوسری روایت یہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ (صحیح مسلم ج ۱، ۴۵۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس روایت سے پہلی نفی والی روایت کا حال مشتبہ جبکہ ایک تیسری روایت میں ایک یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت

1965: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5114 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3437 'ورقم الحدیث 3438 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 844 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2837 'ورقم الحدیث: 2838 'ورقم الحدیث: 3272

1966: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3432 'ورقم الحدیث: 3433 'ورقم الحدیث: 3434 'ورقم الحدیث 3435 'ورقم الحدیث 3436 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 1841 'ورقم الحدیث: 1842 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 840 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم حدیث 2842 'ورقم الحدیث 2843 'ورقم الحدیث: 2844 'ورقم الحدیث: 3275 'ورقم الحدیث: 3276

میمونہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حلال ہونے کی حالت میں نکاح کیا، حضرت میمونہ میری اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں (صحیح مسلم ج۱، کتاب النکاح، قدیمی کتب خانہ کراچی)

بَابُ: الْاَكْفَاءِ

یہ باب کفو کے احکام کے بیان میں ہے

1967- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابُورَ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْصَارِيُّ اَخُو فُلَيْحٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنِ ابْنِ وَثِيمَةَ النَّصْرِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهُ وَدِينَهُ فَزَوِّجُوهُ اِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جن کے اخلاق اور دین کے حوالے سے تم راضی ہو تو ان کی شادی کر دو اگر تم ایسا نہیں کرو گے' تو زمین میں فتنہ پیدا ہو گا اور فساد پھیل جائے گا''۔

1968- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عِمْرَانَ الْجَعْفَرِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخَيَّرُوا لِنُطَفِكُمْ وَانْكِحُوا الْاَكْفَاءَ وَانْكِحُوا اِلَيْهِمْ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں' اپنے نطفے کے لیے بہترین رشتہ تلاش کرو' اور کفو میں شادی کرو' اور انہی کی طرف پیغام نکاح بھجواؤ۔

نکاح میں کفو کے اعتبار کا بیان

نکاح میں کفو کا اعتبار کیا جائے گا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''خواتین کی شادی صرف ان کے سرپرست کریں اور ان کی شادی صرف ان کے ہم پلہ لوگوں سے کی جائے''۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ عام طور پر مصالح ہم پلہ لوگوں کے درمیان ٹھیک رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے: یہ کسی بڑے خاندان کی عورت کسی کمتر حیثیت رکھنے والے شخص کے پہلو میں لیٹنے (یعنی اس کی بیوی بننے) سے انکار کر سکتی ہے' تو اس لئے کفو کا اعتبار کیا جائے گا۔ لیکن عورت کے ہم پلہ ہونے کا حکم اس کے برخلاف ہے' اس کی وجہ یہ ہے: شوہر نے اسے اپنا فراش بنایا ہے' تو فراش کا کمتر ہونا اسے غضبناک نہیں کرے گا۔ (ہدایہ، دین، کتاب نکاح، لاہور)

نکاح کے کفو میں اتفاق مذاہب اربعہ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے نطفوں کے لئے (اچھی عورتوں کا) انتخاب کرو اور کفو عورتوں سے نکاح کرو اور کفو مردوں کے نکاح میں دو۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: رقم الحدیث 125)

1967: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1084

1968: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

نفسِ مسئلہ کفاءت تو عقل اور نقل دونوں سے ثابت ہے، تفصیلات سے قطع نظر بجائے خود نکاح میں اُس کے معتبر ہونے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

عورتوں کی شادیاں نہ کرو مگر اُن لوگوں کے ساتھ جو کفو ہوں۔ یا علی ثلاث لا تؤخرها ، الصلوة اذا اتت ، والجنازة اذا حضرت ، والایم اذا وجدت کفأ (ترمذی، حاکم) اے علی (رضی اللہ عنہ)! تین کام ہیں جن کو ٹالنا نہ چاہئے ایک نماز، جب کہ اس کا وقت آ جائے، دوسرے جنازہ جب کہ تیار ہو جائے، تیسرے بن بیاہی عورت کا نکاح جب کہ اس کے لیے کفو مل جائے۔ تخیروا لنطفکم و انکحوا الاکفاء

اپنی نسل پیدا کرنے کے لیے اچھی عورتیں تلاش کرو اور اپنی عورتوں کے نکاح ایسے لوگوں سے کرو جو ان کے کفو ہوں۔ (یہ حدیث حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا)، انس (رضی اللہ عنہ)، عمر بن الی طب (رضی اللہ عنہ) سے متعدد طریقوں سے مروی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ نے کتاب الآثار میں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا یہ قول بھی نقل کیا ہے: لامنعن فروج ذوات الاحساب الامن الاکفاء

میں شریف گھرانوں کی عورتوں کے نکاح کفو کے سوا کہیں اور نہ کرنے دوں گا۔ یہ تو ہے اس مسئلے کی نقلی دلیل۔ رہی عقلی دلیل تو عقل کا صریح تقاضا یہ ہے کہ کسی لڑکی کو کسی شخص کے نکاح میں دیتے وقت یہ دیکھا جائے کہ وہ شخص اس کے جوڑ کا ہے یا نہیں؟ اگر جوڑ کا نہ ہو تو یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ ان دونوں کا نباہ ہو سکے گا۔

(۱) کفو (برابری) میں اعتبار کس کا ہوگا() کفو (برابری) کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہے یعنی مرد عورت کے کفو میں ہونا چاہئے، عورت اگر مرد کے کفو میں نہ ہو تو کوئی حرج نہیں اور ابتدائے نکاح میں کفو کا اعتبار ہوگا بعد میں کفو ختم ہو جائے تو کچھ حرج نہیں جیسے کوئی شخص نکاح کے وقت پرہیز گار تھا بعد میں بدکار ہو گیا تو یہ نکاح فسخ نہ ہوگا۔

فلا بد من اعتبار الکفاءة من جانب الرجل، لا من جانب المرأة، لأن الزوج لا يتأثر بعدم الکفاءة عادة ۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ رأی جمہور الفقہاء منہم المذاہب الاربعۃ)

(۲) کفائت کے لیے دین اور دیانت کے علاوہ کسی اور چیز میں زیادہ شدت نہیں برتی جائے گی اس لیے کہ اسلام میں حسب ونسب حسن و جمال، مال و دولت اور پیشہ وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے یہ ساری چیزیں عارضی ہیں اور اصل چیز دین اور تقوٰی ہے (ان تمام چیزوں میں کفو از دواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے پیش نظر رکھا گیا ہے لیکن ضروری قرار نہیں دیا گیا۔

کفاءت میں چھ چیزوں کے اعتبار کا بیان

کفاءت میں چھ چیزوں کا اعتبار ہے: ۱نسب، ۲اسلام، ۳حرفہ، ۴حریت، ۵دیانت، ۶مال۔

قریش میں جتنے خاندان ہیں وہ سب باہم کفو ہیں، یہاں تک کہ قرشی غیر ہاشمی ہاشمی کا کفو ہے اور کوئی غیر قرشی قریش کا کفو نہیں۔ قریش کے علاوہ عرب کی تمام قومیں ایک دوسرے کی کفو ہیں، انصار و مہاجرین سب اس میں برابر ہیں، عجمی النسل عربی کا کفو نہیں مگر عالم دین کہ اس کی شرافت نسب کی شرافت پر فوقیت رکھتی ہے۔

جو خود مسلمان ہوا یعنی اس کے باپ، دادا مسلمان نہ تھے وہ اس کا کفو نہیں جس کا باپ مسلمان ہو اور جس کا صرف باپ مسلمان ہو اس کا کفو نہیں جس کا دادا بھی مسلمان ہو اور باپ دادا دو پشت سے اسلام ہو تو اب دوسری طرف اگر چہ زیادہ پشتوں سے اسلام ہو کفو ہیں مگر باپ دادا کے اسلام کا اعتبار غیر عرب میں ہے، عربی کے لیے خود مسلمان ہوا یا باپ، دادا سے اسلام چلا آتا ہو سب برابر ہیں۔ (خانیہ، درمختار)

عدم کفائت کے باوجود نکاح

نکاح میں ایک اہم مسئلہ کفائت کا ہے۔ کفائت کا تعلق بنیادی طور پر عرف سے ہے۔ عرف میں بعض چیزوں کو سماجی اعتبار سے اونچ نیچ کا سبب مان لیا جاتا ہے۔ اگر اولیا، زیر ولایت لڑکی کا رشتہ نیچے سمجھے جانے والے لڑکے سے کر دیں تو یہ لڑکی کے لیے باعث عار ہوتا ہے اور اگر نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہ ہو تو اس کو مطالبہ تفریق کا حق حاصل ہے، اسی طرح اگر خود لڑکی اپنا رشتہ اپنے سے نیچی سطح کے لڑکے سے کر لے تو یہ بات اس کے اولیا کے لیے بھی باعث عار سمجھی جاتی ہے؛ لیکن عرف چوں کہ ایک تغیر پذیر چیز ہے؛ اس لیے کفائت کے معیارات بھی بدلتے رہتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی رشتے کے انتخاب کے لیے کسی اور معیار کو ترجیح دیتی ہے۔ مثلاً: ایک لڑکا خاندان کے اعتبار سے کم تر سمجھا جاتا ہو؛ لیکن اس نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہو اور معاشی اعتبار سے بھی وہ بہتر پوزیشن میں ہو تو بعض لڑکیاں تعلیمی اور معاشی معیار کو خاندان پر ترجیح دیتی ہیں، پس اگر لڑکی خود ایسا رشتہ کر لے جو غیر کفو میں ہو تو نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟

اس سلسلے میں حنفیہ کے یہاں دو قول ہیں، ایک یہ کہ نکاح منعقد ہو جائے گا؛ لیکن ولی کو اس پر اعتراض کرنے اور قاضی سے رجوع کر کے نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا۔ یہ ظاہر روایت ہے اور عام طور پر فتویٰ ظاہر روایت پر دیا جاتا ہے۔ لیکن متاخرین احناف کی رائے یہ ہے کہ ایسا نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا اور بعد کے فقہاء نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

موجودہ صورت حال یہ ہے کہ جیسے جیسے لڑکیوں میں تعلیم کی شرح بڑھ رہی ہے، وہ نکاح میں اپنے حق اختیار کو استعمال کرنا چاہتی ہیں اور تعلیم، معاشی معیار اور مزاج کی ہم آہنگی کو وہ دوسری باتوں پر ترجیح دیتی ہیں۔ اس لیے بعض اوقات اولیا کے معیار کے لحاظ سے غیر کفو میں نکاح کر لیتی ہیں، اولیا کو اگر چہ یہ رشتہ عدم کفائت کی وجہ سے پسند نہیں ہوتا؛ لیکن جب نکاح ہو جاتا ہے تو وہ اس پر خاموش ہو جانے میں ہی اپنی عزت کا تحفظ محسوس کرتے ہیں۔ اب اگر متاخرین کے فتویٰ کو لیا جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوا اور ان کی زندگی معصیت کی زندگی قرار پاتی ہے۔

لہٰذا اگر چہ لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنے رشتوں کے انتخاب میں اولیا کی رائے کو اہمیت دینی چاہیے؛ لیکن اگر عاقلہ بالغہ خاتون نے غیر کفو میں ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح کر لیا تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہو جائے گا؛ البتہ اولیا کو قاضی کے یہاں مرافعہ کا حق حاصل ہوگا۔ اگر اولیا اس نکاح پر خاموش ہو جائیں تو نکاح نافذ رہے گا۔

غیر کفوء میں نکاح کرنے والی عورت کا بیان

اگر کوئی عورت غیر کفو میں شادی کر لیتی ہے تو اس کے اولیاء کو یہ حق حاصل ہوگا وہ میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کروا دیں

تا کہ اپنی ذات کو لاحق ہونے والے عار کو دور کر سکیں۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

غیر کفو میں ہونے والے نکاح میں فقہ حنفی کی اختلافی روایات

اگر عاقلہ بالغہ ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کر لے تو اس کے جواز اور عدمِ جواز یعنی ایسے نکاح کے انعقاد اور عدمِ انعقاد کے بارے میں ائمہ احناف سے دو قسم کی روایات منقول ہیں۔

(۱) احناف کی ظاہر الروایہ کے مطابق اس صورت میں (چونکہ دونوں عاقل و بالغ ہیں اور بنیادی طور پر شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے نکاح کیا ہے) نکاح منعقد ہو جائے گا۔ البتہ ولی کو اعتراض کا حق ہوگا اور وہ چاہے تو عدالت کے ذریعے اس نکاح کو ختم کرا سکتا ہے۔

(۲) احناف کی غیر ظاہر الروایہ یہ ہے کہ ایسا نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا اس پر احکامِ نکاح لاگو نہ ہوں گے اور نہ ان نکاح کرنے والوں میں سے کسی پر حقوق عائد ہوں گے ان دونوں کو اپنی مرضی سے دوسری جگہ رشتہ کرنے کی اجازت ہوگی متاخرین فقہاء میں سے اکثر نے غیر ظاہر الروایہ پر فتویٰ دیا ہے جبکہ بعض دوسرے فقہاء نے ظاہر الروایہ پر فتویٰ دیا ہے احناف سے دونوں قسم کے فتاویٰ منقول ہیں۔

اس مسئلہ پر اختلاف علت کے اختلاف کی وجہ سے ہے یعنی ظاہر الروایہ کے مطابق فتویٰ کی علت اور ہے اور غیر ظاہر الروایہ کے مطابق فتویٰ کی علت اور ہے۔

ظاہر الروایہ کے مطابق فتویٰ کی علت یہ ہے کہ: دونوں عاقل و بالغ ہیں دوسرے یہ کہ ان کو بحیثیت انسان اپنے مال اور اپنی ذات میں ولایت کا اختیار حاصل ہے اور انہوں نے انعقادِ نکاح کی بنیادی شرائط (ایجاب و قبول) کو گواہوں کے سامنے استعمال کیا ہے لہٰذا نکاح تو منعقد ہو جائے گا البتہ عورت نے شرعی اور عرفی لحاظ سے دو بڑی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے۔

(۱) اس نے نکاح کے لئے غیر شرعی طریقہ استعمال کیا ہے یعنی ولی کے توسط اور سرپرستی میں نکاح نہیں کیا جو کہ غیر مہذبانہ اور غیر معروف طریقہ ہے۔

(۲) دوسری غلطی یہ کہ غیر کفو میں اس نے نکاح کیا ہے جس سے خاندانی رو سے ولی کی بے عزتی اور بے حرمتی ہوئی ہے۔ لہٰذا اس تلافی کے واسطے ولی کو حق ہوگا کہ اس نکاح کے بارہ میں سوچے اور غور کرے۔

اگر وہ غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ چونکہ یہ نکاح غیر شرعی طریقہ سے ہوا ہے اور اس میں ایک گونہ ہماری بے عزتی بھی ہوئی ہے اس لئے یہ نکاح نہیں ہونا چاہئے تو ولی بذریعہ عدالت لڑکے کے غیر کفو ہونے کو دو گواہوں سے ثابت کر کے نکاح فسخ کرا سکتا ہے۔ جن حضرات نے غیر ظاہر الروایہ کے مطابق فتویٰ دیا ہے ان کو نصوص اور روایات سے عاقلہ و بالغہ عورت کو نکاح کا اختیار معلوم ہوتا ہے انہوں نے ان سب نصوص و روایات کو تسلیم کرتے ہوئے زمانے کے بعض حالات کی بناء پر سد اللباب عدمِ انعقادِ نکاح کا فتویٰ دیا ہے اور وہ حالات یہ ہیں کہ بہت سے ولی ایسے ہیں جو عدالت اور اس کے طریقہ کار سے ناواقف ہیں لہٰذا اگر فسخِ نکاح کے معاملہ کو ضروری قرار دیا جائے تو اس سے بہت بڑی دشواری اور پریشانی ہوگی فیصلہ بھی صحیح نہیں ہوگا حالاتِ متغیرہ

کی بناء پر وہ عدم انعقاد نکاح پر فتویٰ دیتے ہیں تا کہ عورتوں کی جانب سے غیر کفو میں نکاح کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ان دونوں روایات پر مشائخ احناف کے فتاوی موجود ہیں۔ملاحظہ فرمایئے فتاوی قاضی خان میں ہے۔

اذا زوّجت المرأة نفسها غير كفوء كان للاولياء من العصبة حق الفسخ ولا يكون الفسخ لعدم الكفاءة الا عند القاضي لانه مجتهد فيه وكل واحد من الخصمين يتمسك بنوع دليل وبقول عالم فلاتنقطع الخصومة الا بفصل من له ولاية عليهما كالفسخ بخيار البلوغ والرّد بالعيب بعد القبض

(فتاوی قاضیخان علی ہامش الہندیہ)

اور فتاوی عالمگیری میں ہے۔

ثم المرأة اذا زوجت نفسها من غير كفو صح النكاح في ظاهر الرواية عن ابي حنيفة وهو قول ابي يوسف آخرا وقول محمد آخرا ايضا حتى انّ قبل التفريق يثبت فيه حكم الطلاق والظهار والايلاء والتوارث وغير ذلك ولكن للاولياء حق الاعتراض . وروى الحسن عن ابي حنيفة ان النكاح لاينعقد وبه اخذ كثير من مشائخنا رحمهم الله كذا في المحيط والمختار في زماننا للفتوىٰ رواية الحسن . وقال الشيخ الامام شمس الائمة السرخسي .

رواية الحسن اقرب الى الاحتياط كذا في فتاوىٰ قاضيخان في فصل شرائط النكاح . وفي البزازية ذكر برهان الائمة: ان الفتوى في جواز النكاح بكرا كانت او ثيبا على قول الامام اعظم وهذا اذا كان لها ولى فان لم يكن صح النكاح اتفاقا كذا في النهر الفائق ولايكون التفريق بذلك الا عند القاضي اما بدون فسخ القاضي فلا ينفسخ النكاح بينهما وتكون هذه فرقة بغير طلاق (فتاوی عالمگیری)

مگر جن حالات میں مشائخ نے غیر ظاہر الروایۃ کے مطابق فتویٰ دیا ہے وہ موجودہ زمانے سے مختلف تھے اب تو عدالت کے طریقہ کار سے نہ صرف لڑکی کے اولیاء واقف ہیں بلکہ خود لڑکیاں عدالت میں جا کر نکاح کر لیتی ہیں لہٰذا غیر کفو میں نکاح ہونے کی صورت میں اولیاء اگر اس نکاح پر راضی نہ ہوں تو انہیں بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرانے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی بلکہ نہایت آسانی سے لڑکے کے غیر کفو ہونے کو ثابت کر کے نکاح فسخ کرا سکتے ہیں اس لئے فتویٰ ظاہر الروایۃ کے مطابق دیا جاتا ہے۔اسی طرح متاخرین فقہائے احناف میں سے بھی بعض نے ظاہر الروایۃ کے مطابق فتویٰ دیا ہے

(۱) عاقلہ و بالغہ کا تصرف عقد نکاح نصوص قرآنی کے مطابق ہے لہٰذا نکاح کو نافذ اور منعقد قرار نہ دینے میں نصوص کی مخالفت ہوتی ہے۔

(۲) احناف کے متون اربعہ میں اسی ظاہر الروایۃ کو اختیار کیا گیا ہے باقی یہ بات کہ فسخ نکاح کے لئے عدالت جانا ولی کے لئے ایک مستقل ضرر ہے تو نکاح کو باطل قرار دینے میں اس سے زیادہ ضرر ہے مثلاً: غیر کفو میں جو عاقلہ و بالغہ عورتیں بدون اجازت ولی نکاح کرتی ہیں اکثر و بیشتر ان کے اپنے شوہروں سے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں اگر نکاح کو باطل قرار دیا جائے تو اس

کے نتیجے میں ان کے تعلقات کو ناجائز اور زنا کہنا پڑے گا جس اس میں زیادہ ضرر ہے اسی وجہ سے صاحب بدائع نے لکھا ہے۔

فی انفاذ النکاح وان کان ضررا للالیاء وفی عدم الانفاذ اکبر ضرراً

کن امور میں کفو اور برابری کو دیکھا جائے گا تو جاننا چاہیئے کہ شریعت میں جس طرح کفو و برابری میں حسب ونسب کا اعتبار کیا گیا ہے اسی طرح دیانت میں بھی کفو کا اعتبار کیا جائے گا یعنی دیندار عورت کا کفو دیندار مرد ہے فاسق و فاجر آدمی اس کا کفو نہیں ہے غرض یہ کہ عورت اور اس کے خاندان میں جس قدر دیانت اور دینداری ہوگی مرد اور اس کے خاندان میں بھی اس قدر دینداری کو دیکھا جائے گا تا کہ دونوں میں ہم آہنگی اور موافقت پیدا ہو ورنہ اختلاف پیدا ہوگا عدم موافقت کی وجہ سے رشتہ برقرار نہیں رہ سکے گا ظاہر ہے کہ عورت جب دیندار ہوگی تو وہ ہر عمل دین کی بنیاد پر کرنا چاہے گی شوہر اگر دیندار نہ ہو فاسق و فاجر ہو تو وہ ہر عمل میں لاپرواہی کا مظاہرہ کرے گا جس سے اختلاف پیدا ہونا ظاہر ہے اس لئے شریعت نے کہا کہ نکاح سے پہلے مرد کی دینداری کو دیکھا جائے گا۔

اعلم انه قال فی البحر: وقع لی تردد فیما اذا کانت صالحة دون ابیها او کان ابوها صالحاً دونها هل یکون الفاسق کفوالها او لا: فظاهر ها کلام الشارحین ان العبرة لصلاح ابیها وحدها فانهم قالوا لایکون الفاسق کفوئا لبنت الصالحین واعتبر فی المجمع صلاحها فقال: فلایکون الفاسق کفوئا للصالحة .وفی الخانیه: لایکون الفاسق کفوئا للصالحة بنت الصالحین فاعتبر صلاح الکل ولم اره صریحاً .

(فتاوی شامی کتاب النکاح باب الکفاءة)

وفی الهندیة: کتاب النکاح .الکفاء ة تعتبر فی اشیاء (ومنها الدیانة) تعتبر الکفاء ة فی الدیانة وهو قول ابی حنیفة وابی یوسف والصحیح کذا فی الهندیة فلایکون الفاسق کفوئا للصالحة کذا فی المجمع سواء کان معلن الفسق او لم یکن کذا فی المحیط .پھر کفاء ت فی الدیانة زیادةِ دین ونقصان۔

دین کا بھی شرع نے اعتبار کیا ہے عورت اگر قدیم زمانے سے مسلمان ہے تو نو مسلم مرد اس کا کفو نہیں ہے عورت اگر ولی سے اجازت لئے بغیر نو مسلم سے نکاح کرتی ہے تو غیر ظاہر الروایۃ کے مطابق یہ نکاح نافذ نہ ہوگا جب کہ ظاہر الروایۃ کے مطابق نکاح ہو جائے گا مگر ولی کو یہ نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا لہٰذا اس صورت میں اگر کسی فاسق و فاجر شخص نے کسی نیک و صالحہ لڑکی سے اس کے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا البتہ ولی کو بذریعہ عدالت یہ نکاح فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہوگا۔

کفأت کے اعتبار میں فقہی اجماع کا بیان

کافر مسلمان کا کفو نہیں ہو سکتا بعضوں نے کفاءت میں صرف دین کا اتحاد کافی سمجھا ہے اور کسی بات کی ضرورت نہیں مثلاً سید، شیخ، مغل، پٹھان جو مسلمان ہو وہ سب ایک دوسرے کے کفو ہیں لیکن جمہور علماء کے نزدیک (اسلام کے بعد) کفاءت میں نسب اور خاندان کا بھی لحاظ ہونا چاہیئے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں دوسرے عرب ان کے کفو نہیں ہیں۔ شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک اگر ولی راضی ہوں تو غیر کفو میں بھی نکاح صحیح ہے مگر ایک ولی بھی اگر ناراض ہو تو نکاح فسخ کرا

سکتا ہے۔

سیدہ کا غیر سید سے نکاح کا فقہی مسئلہ

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ینعقد نکاح الحرہ العاقلة البالغة برضانها وان لم یعقد علیها ولی۔ ہر آزاد عقل مند بالغ لڑکی ولی کی اجازت کے بغیر بھی نکاح کرے تو نکاح ہو جاتا ہے۔ احناف اور دیگر ائمہ نے کفو کا اعتبار کیا ہے۔ انہوں نے بھی کبھی کہیں یہ نہیں فرمایا کہ غیر کفو میں نکاح نہیں ہوتا بلکہ یہ فرمایا کہ بالغ لڑکی غیر کفو میں نکاح کرے اور باپ یا دادا سے اجازت نہ لے تو ان حضرات کو اعتراض کا حق ہے اور وہ قاضی کے پاس تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر سکتے ہیں اگر نکاح ہی نہیں ہوتا تو اعتراض کس کا۔ (بدائع الصنائع، 2/ 318)

باپ اور دادا کی اجازت سے تو غیر کفو میں نکاح ناجائز ہونا کسی کے قول سے ثابت نہیں ہے، سب کے نزدیک جائز ہے۔ قرآن مجید میں جن رشتوں کو حرام قرار دیا گیا ہے اس میں سیدہ کا غیر سید سے نکاح نہ ہونے کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی حدیث پاک میں ہے۔ فتاویٰ رضویہ گیارہویں جلد میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ فتویٰ موجود ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں، براہ کرم جواب سے مع دلائل نقلی کے مشرف وممتاز فرمائیں (۱) ایک عورت ہے جونسبی سیدہ ہے اس سے کسی شخص نے جونسبا سید نہیں ہے نکاح کیا تو اس کو لوگ کافر کہتے ہیں تو کیا شخص مذکورہ کافر ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو کہنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ (۲) عورت بالغہ جونسبا سیدہ ہے باکرہ ہو یا ثیبہ یا مطلقہ کسی شخص سے جونسبا سید نہیں ہے نکاح کرے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ (۳) مرد غیر سید نے سیدہ عورت سے نکاح کیا اور اگر وہ نکاح جائز ہوا تو جو اولاد کہ اس سے پیدا ہوگی وہ نسبا سید کہلائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

امام احمد رضا حنفی بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

الجواب (۱) حاشا للہ اسے کفر سے کیا علاقہ، کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام چاہئے کہ بلاوجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں، امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کہ بطن پاک حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا سے تھیں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں اور ان سے حضرت زید بن عمر پیدا ہوئے اور امیر المومنین نسباً سادات سے نہیں۔ (۲) سیدہ عاقلہ بالغہ اگر ولی رکھتی ہے تو جس کفو سے نکاح کرے گی ہو جائے گا اگرچہ سید نہ ہو مثلاً شیخ صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا عباسی، اور اگر غیر کفو سے بے اجازت صریحہ ولی نکاح کرے گی تو نہ ہوگا جیسے کسی شیخ انصاری یا مغل، پٹھان سے مگر جبکہ وہ معزز عالم دین ہو، (۳) جب باپ سید نہ ہو اولاد سید نہیں ہو سکتی اگرچہ ماں سیدانی ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں: اگر کسی نے اپنا نسب چھپایا اور دوسرا نسب بتا دیا بعد کو معلوم ہوا تو اگر اتنا کم درجہ ہے کہ کفو نہیں تو عورت اور اس کے اولیا کو حق فسخ حاصل ہے اور اگر اتنا کم نہیں کہ کفو نہ ہو تو اولیا کو حق نہیں ہے عورت کو ہے اور اگر اس کا نسب اس سے بڑھ کر ہے جو بتایا تو کسی کو نہیں۔ عورت نے شوہر کو دھوکا دیا اور اپنا نسب دوسرا بتایا تو شوہر کو حق فسخ نہیں، چاہے رکھے یا طلاق دیدے۔ اگر غیر کفو سے عورت نے خود یا اس کے ولی نے نکاح کر دیا مگر اس کا غیر کفو ہونا معلوم نہ تھا اور کفو ہونا اس نے ظاہر بھی نہ کیا

تھا تو فسخ کا اختیار نہیں۔ پہلی صورت میں عورت کو نہیں، دوسری میں کسی کو نہیں۔ عورت مجهولة النسب سے کسی غیر قریشی نے نکاح کیا، بعد میں کسی قرشی نے دعویٰ کیا کہ یہ میری لڑکی ہے اور قاضی نے اس کی بیٹی ہونے کا حکم دے دیا تو اس قرشی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ (عالمگیری، کتاب النکاح)

امام حاکم شہید کی کافی میں ہے کہ قریش ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں، اور عرب ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں، غیر عرب عرب کے لئے کفو نہیں اسلام میں اگر کسی کے دو باپ یعنی باپ دادا، یا تین باپ آزادی میں ہو گزرے ہوں وہ ایک دوسرے کے کفو ہیں لیکن عربوں کے کفو نہیں ہوں گے۔ (فتاویٰ شامی)

امام احمد رضا حنفی بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں اور سیدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلہ سے ہو سکتا ہے خواہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی رہے غیر قریش جیسے انصاری یا مغل یا پٹھان ان میں جو عالم دین معظم مسلمین ہو اس سے مطلقاً نکاح ہو سکتا ہے ورنہ اگر سیدانی نابالغہ ہے اور اس غیر قریشی کے ساتھ اس کا نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہیں تو نکاح باطل ہوگا اگرچہ چچا یا سگا بھائی کرے، اور اگر باپ دادا اپنی کسی لڑکی کا نکاح ایسے ہی پہلے کر چکے ہیں تو اب ان کے کئے بھی نہ ہو سکے گا اور اگر بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی نہیں تو وہ اپنی خوشی سے اس غیر قریشی سے اپنا نکاح کر سکتی ہے، اور اگر اس کا کوئی ولی یعنی باپ دادا پردادا ان کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود ہے اور اس نے پیش از نکاح اس شخص کو غیر قرشی جان کر صراحۃً اس نکاح کی اجازت دے دی جب بھی جائز ہوگا، ورنہ بالغہ کا کیا ہوا بھی باطل محض ہوگا۔ ان تمام مسائل کی تفصیل درمختار و ردالمحتار وغیرہما کتب معتمدہ مذہب اور فقیر کے فتاویٰ میں متعدد جگہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح)

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں:

ترمذی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نسب کا علم حاصل کرو تا کہ صلہ رحمی کر سکو صلہ رحمی سے لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے تمہارے مال اور تمہاری زندگی میں اللہ برکت دے گا۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے پھر فرمایا حسب نسب اللہ کے ہاں نہیں چلتا وہاں تو فضیلت، تقویٰ اور پرہیزگاری سے ملتی ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو لوگوں نے کہا ہم یہ عام بات نہیں پوچھتے فرمایا پھر سب سے زیادہ بزرگ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو خود نبی تھے نبی زادے تھے دادا بھی نبی تھے پردادا تو خلیل اللہ تھے انہوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے۔ فرمایا پھر عرب کے بارے میں پوچھتے ہو؟ سنو! ان کے جو لوگ جاہلیت کے زمانے میں ممتاز تھے وہی اب اسلام میں بھی پسندیدہ ہیں جب کہ وہ علم دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔

صحیح مسلم شریف میں ہے اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا خیال رکھ کہ تو کسی سرخ و سیاہ پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا ہاں تقویٰ میں بڑھ جا تو فضیلت ہے۔ طبرانی میں ہے مسلمان سب آپس میں بھائی ہیں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ساتھ۔ مسند بزار میں ہے تم

سب اولادِ آدم ہو اور خود حضرت آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں لوگو اپنے باپ دادوں کے نام پر فخر کرنے سے باز آؤ ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریت کے تودوں اور آبی پرندوں سے بھی زیادہ ہلکے ہو جاؤ گے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن اپنی اونٹنی قصوا پر سوار ہو کر طواف کیا اور ارکان کو آپ اپنی چھڑی سے چھو لیتے تھے۔ پھر چونکہ مسجد میں اس کے بٹھانے کی جگہ نہ ملی تو لوگوں نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ اتارا اور اونٹنی بطن مسیل میں لے جا کر بٹھایا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر لوگوں کو خطبہ سنایا جس میں اللہ تعالیٰ کی پوری حمد و ثنا بیان کر کے فرمایا لوگو اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے اسباب اور جاہلیت کے باپ دادوں پر فخر کرنے کی رسم اب دور کر دی ہے۔

پس انسان دو ہی قسم کے ہیں یا تو نیک پرہیزگار جو اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ ہیں یا بدکار غیر متقی جو اللہ کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہیں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ مسند احمد میں ہے کہ تمہارے نسب نامے دراصل کوئی کام دینے والے نہیں تم سب بالکل برابر کے حضرت آدم کے لڑکے ہو کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہاں فضیلت دین و تقویٰ سے ہے انسان کو یہی برائی کافی ہے کہ وہ بد گو، بخیل، اور فحش کلام ہو۔ ابن جریر کی اس روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حسب نسب کو قیامت کے دن نہ پوچھے گا تم سب میں سے زیادہ بزرگ اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں۔

مسند احمد میں ہے کہ حضور علیہ السلام منبر پر تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ مہمان نواز سب سے زیادہ پرہیزگار سب سے زیادہ اچھی بات کا حکم دینے والا سب سے زیادہ بری بات سے روکنے والا سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہے۔

مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی کوئی چیز یا کوئی شخص کبھی بھلا نہیں لگتا تھا مگر تقوے والے انسان کے اللہ تمہیں جانتا ہے اور تمہارے کاموں سے بھی خبردار ہے ہدایت کے لائق جو ہیں انہیں راہ راست دکھاتا ہے اور جو اس لائق نہیں وہ بے راہ ہو رہے ہیں۔ رحم اور عذاب اس کی مشیت پر موقوف ہیں فضیلت اس کے ہاتھ ہے جسے چاہے جس پر چاہے بزرگی عطا فرمائے یہ تمام امور اس کے علم اور اس کی خبر پر مبنی ہیں۔ اس آیت کریمہ اور ان احادیث شریفہ سے استدلال کر کے علماء نے فرمایا ہے کہ نکاح میں قومیت اور حسب نسب کی شرط نہیں سوائے دین کے اور کوئی شرط معتبر نہیں۔ دوسروں نے کہا ہے کہ ہم نسبی اور قومیت بھی شرط ہے اور ان کے دلائل ان کے سوا اور ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اور ہم بھی انہیں کتاب الاحکام میں ذکر کر چکے ہیں فالحمد اللہ۔

طبرانی میں حضرت عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ انہوں نے بنو ہاشم میں سے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ نسبت اور تمام لوگوں کے بہت زیادہ قریب ہوں پس فرمایا تیرے سوا میں بھی بہت زیادہ قریب ہوں ان سے بہ نسبت تیرے جو تجھے آپ سے نسبت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، بیروت)

کفأت مال وخوشحالی کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مال میں کفاءت کے یہ معنی ہیں کہ مرد کے پاس اتنا مال ہو کہ مہر معجل اور نفقہ دینے پر

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہو اور مال [illegible]

[illegible] حیثیت مال وہی ہوگا کہ مہر معجل [illegible]

[illegible] اگرچہ وہ خود مال کا مالک نہیں مگر مالدار قرار دیا جائے گا کہ چھوٹے بچے، باپ دادا کے تمول سے غنی [illegible]

ہیں۔ [illegible] نکاح کیا اور عورت نے مہر معاف کر دیا تو وہ کفو نہیں ہو جائے گا کہ کفاءت کا اعتبار وقت عقد ہے اور عقد کے وقت وہ کفو نہ تھا۔ نفقہ پر قدرت کفو ہونے میں اس وقت ضروری ہے کہ عورت قابل جماع ہو، ورنہ جب تک اس قابل نہ ہو شوہر پر اس کا نفقہ واجب نہیں، لہٰذا اس پر قدرت بھی ضروری نہیں، صرف مہر معجل پر قدرت کافی ہے۔ (درمختار کتاب النکاح)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: آپ نے معلوم کرلیا کہ سبب وہ اہل عرف کا حقیر جاننا ہے تو اسی بات پر مدار ہوگا اس لئے اگر کوئی امیر حاکم یا اس کا نائب اور مالدار اور سنجیدہ ہو اور لوگوں میں رعب والا ہو تو کوئی شک نہیں ایسے شخص سے عورت عار محسوس نہیں کرتی جیسا کہ وہ دباغ اور جولا ہے وغیرہ سے عار محسوس کرتی ہے اگرچہ حاکم اور اس کا نائب ظلم کے طور پر لوگوں کے مال کھاتے ہوں کیونکہ یہاں مدار دنیاوی حقارت ورفعت ہے۔ (ردمحتار، باب الکفاءۃ، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۳۲۲،۴۲)

کفو سے متعلق فقہی جزئیات کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں: غلام، حرہ کا کفو نہیں، نہ وہ جو آزاد کیا گیا حرہ اصلیہ کا کفو ہے اور جس کا باپ آزاد کیا گیا، وہ اس کا کفو نہیں جس کا دادا آزاد کیا گیا اور جس کا دادا آزاد کیا گیا وہ اس کا کفو ہے جس کی آزادی کئی پشت سے ہے۔

جس لونڈی کے آزاد کرنے والے اشراف ہوں، اس کا کفو وہ نہیں جس کے آزاد کرنے والے غیر اشراف ہوں۔ فاسق شخص متقی کی لڑکی کا کفو نہیں اگرچہ وہ لڑکی خود متقی نہ ہو۔ اور ظاہر کہ فسق اعتقادی فسق عملی سے بدرجہا بدتر، لہٰذا سُنی عورت کا کفو وہ بدمذہب نہیں ہوسکتا جس کی بدمذہبی حدِ کفر کو نہ پہنچی ہو اور جو بدمذہب ایسے ہیں کہ ان کی بدمذہبی کفر کو پہنچی ہو، ان سے تو نکاح ہی نہیں ہوسکتا کہ وہ مسلمان ہی نہیں، کفو ہونا تو بڑی بات ہے جیسے روافض و وہابیہ زمانہ کہ ان کے عقائد و اقوال کا بیان حصہ اول میں ہو چکا ہے۔ (عالمگیری بتصرف، کتاب النکاح)

ایک شخص نے اپنی بیٹی نابالغہ کا کسی لڑکے سے اس گمان پر کیا کہ لڑکا صالح ہے شرابی وغیرہ نہیں ہے تو بعد میں اسے شراب کا عادی پایا اور بیٹی بالغ ہو چکی ہو اور کہہ چکی ہو کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں۔ اس صورت میں اگر باپ کا نکاح کے وقت شرابی ہونا معروف نہ ہو اور اس کا غالب خاندان صالحین لوگ ہوں تو نکاح باطل ہوگا، یعنی باطل ہوسکتا ہے اور یہ مسئلہ متفقہ ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے البتہ امام اور صاحبین کا اختلاف اس صورت میں ہے جب نکاح کے وقت باپ کو لڑکے کا غیر کفو ہونا معلوم ہو تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہے کیونکہ باپ کامل شفیق ہے اور مکمل صاحب

لڑائے ہے لہٰذا اس نے انتہائی سوچ و بچار کیا ہوگا کہ یہ غیر کفو کفو والوں سے بہتر ہے، محیط میں ایسے ہی ہے۔

(فتاوی ہندیہ ،الباب الخامس فی الکفاءۃ، نورانی کتب خانہ پشاور)

ظاہر ہے کہ فسق اعتقادی (بد دینی و بد مذہبی) فسق عملی یعنی بد چلنی سے بدر جہا بدتر ہے لہٰذا سنی عورت کا کفو وہ بد مذہب نہیں ہو سکتا جس کی بد مذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہو اور جو بد مذہب ایسے ہیں کہ ان کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچی ہو ان سے تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ مسلمان ہی نہیں کفو ہونا تو بڑی بات ہے۔ جیسے روافض، وہابیہ زمانہ کہ ان کے عقائد واقوال نے انہیں اسلامی برادری میں رہنے کے قابل ہی نہ رکھا۔

قرآن کریم نے اس بات میں دوٹوک فیصلہ یہ دیا کہ: ولا تنکحوا المشرکٰت حتٰی یومن (البقرہ، 221)

اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بے شک مسلمان لونڈی مشرکہ سے اچھی ہے۔ اگرچہ وہ تمہیں بھاتی ہو اور اپنی عورتوں کو مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو۔ وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے، اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں لوگوں کیلئے بیان کرتا ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔

مشرکین کے ساتھ شادی بیاہ کی ممانعت کی علت وحکمت یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو خواہ مرد ہوں یا عورت، ان اعمال اور ان عقائد کی طرف، اس طریق زندگی کی طرف بلاتے اور اس بود و باش کی طرف آمادہ کرتے ہیں جو جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اور یہ علت جس طرح غیر مسلموں، کافروں، مشرکوں، میں پائی جاتی ہیں اسی طرح ان مرتدین میں بھی درجہ اتم پائی جاتی ہے۔ جو کلمہ پڑھ کر، ضروریات دینیہ میں سے کسی ضرورت دینی کا انکار کرتے ہیں تو ان کے اعمال وعقائد بعینہ کافروں، مشرکوں کے اعمال وعقائد ہیں۔

کفو نکاح کے عرفی فوائد واسباب

نوع انسانی کی جتنی قومیں یا نسلیں دنیا میں پائی جاتی ہیں، وہ دراصل ایک ابتدائی نسل کی شاخیں ہیں جو ایک ماں اور ایک باپ سے شروع ہوئی تھیں۔ اس کے باوجود نوع انسانی کا قوموں، قبیلوں اور کنبوں میں تقسیم ہو جانا ایک فطری امر تھا۔ ظاہر ہے کہ پورے روئے زمین پر سارے انسانوں کا ایک خاندان تو نہیں ہو سکتا تھا، نسل بڑھنے کے ساتھ بے شمار خاندانوں اور پھر خاندانوں سے قبیلوں اور کنبوں کا وجود میں آنا لازمی امر تھا۔ اسی طرح زمین کے مختلف خطوں میں آباد ہونے کے بعد رنگ، خدوخال، زبان، اور طرز رہائش کے اعتبار سے لامحالہ انہیں ایک دوسرے سے مختلف ہونا ہی تھا اور ایک خطے کے رہنے والوں کو باہم قریب تر اور دور دراز کے خطوں کے رہنے والوں کو ان سے دور تر رہنا ہی تھا تاکہ جو ایک دوسرے کے قریب ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق کار اور معاون و مددگار ہوں اور ایک خاندان، ایک برداری، ایک قبیلے اور ایک قوم کے لوگ مل کر مشترک معاشرہ قائم رکھیں تاکہ ایک دوسرے کے ساتھی ایک دوسرے کے بہی خواہ اور ہمدرد بن کر رہیں۔ شادی بیاہ میں بھی اس حقیقت کو معتبر مانا گیا اور قبیلوں اور کنبوں میں باہمی رواداری کی بقا کی خاطر مرد وعورت میں نکاح کے وقت اس کا لحاظ رکھا گیا۔ شریعت کی زبان میں اسی کو کفو کہتے ہیں۔ نکاح کو ہر پہلو

سے مکمل کرنے کیلئے شریعت نے کفو کا بھی لحاظ کیا ہے۔

کفاءت میں یہی روح کارفرما ہے کہ عائلی زندگی کی بنیاد ایسے امور پر رکھی جائے جس سے خاندان اور گھرانہ آباد اور شادکام رہے۔ ان میل اور بے جوڑ شادیاں، عموماً تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ثابت کرتی ہے۔ پھر ایسی شادیاں، عورتوں کے اصل زیور حیاو شرم سے انہیں ننگا بھی کر دیتی ہیں اور یہ عورت کی جیتے جی موت ہے۔

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ عورت مرد کے درمیان نکاح کا تعلق محض ایک شہوانی اور جنسی خواہشات کی تکمیل کا تعلق نہیں بلکہ وہ ایک گہرا تمدنی اخلاقی اور قلبی تعلق ہے انتہائی الفت ورفق کا تعلق ہے اور قرآن حکیم گواہ ہے کہ زناشوئی وہ عظیم رشتہ ہے کہ نخواہی نخواہی باہم انس ومحبت اور الفت ورافت پیدا کرتا ہے اور حدیث شاہد ہے کہ عورت کے دل میں جو بات شوہر کی ہوتی ہے کسی کی نہیں ہوتی۔ (ابن ماجہ، حاکم) تو جہاں اس امر کا امکان ہے کہ کافروں، مرتدوں اور بددینوں سے شادی بیاہ کے مراسم ایک دوسرے کو طرز زندگی اور عقائد واعمال پر اثر ڈالیں گے، وہیں اس امر کا بھی امکان ہے کہ ان تعلقات سے ان کے خاندان اور نسل بھی متاثر ہو اور غالب امکان اس امر کا ہے کہ ایسے تعلقات زناشوئی سے، عقائد واعمال کی ایک ایسی معجون مرکب اس گھر اور اس خاندان میں پرورش پائے گی جسے غیر مسلم خواہ کتنا ہی پسند کریں مگر اسلام کسی طرح پسند کرنے کو تیار نہیں۔

جو شخص صحیح معنوں میں صاحب ایمان ہو، وہ محض اپنے جذبات کی تسکین کیلئے کبھی یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا کہ اس کے گھر اور اس کے خاندان میں کفر وارتداد اور بے دینی وبدمذہبی پروان چڑھے اور اگر بالفرض ایک فرد مومن کسی بنیاد پر اس میں مبتلا ہو جائے تب بھی اس کے ایمان کا تقاضا یہی ہونا چاہیے کہ وہ اپنے خاندان اپنی نسل اور اپنے دین واخلاق، اور عقائد واعمال پر اپنے شخصی جذبات کو قربان کر دے۔ ایسے بے جوڑ، جوڑے عقائد واعمال اور دین واخلاق کی تباہی اور خاندان ونسل کی بربادی کا موجب بھی ہوتے ہیں اور وبال آخرت اور رسوائی وروسیاہی کا باعث بھی ہے۔

بَابُ: الْقِسْمَةِ بَيْنَ النِّسَآءِ

یہ باب بیویوں میں باری تقسیم کرنے کے بیان میں ہے

1969 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَاَتَانِ يَمِيْلُ مَعَ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَحَدُ شِقَّيْهِ سَاقِطٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو چھوڑ کر دوسری کی طرف زیادہ مائل ہو تو جب وہ قیامت کے دن آئے گا' تو اس کے دو پہلوؤں میں سے ایک پہلو لٹکا ہوا ہو گا''۔

1969 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 3133 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1141

1970- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَمَانٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَافَرَ اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جاتے تھے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کر لیتے تھے۔

1971- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ بَيْنَ نِسَائِهِ فَيَعْدِلُ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ هٰذَا فِعْلِىْ فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِىْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواتین کے درمیان وقت کی تقسیم کرتے تھے اور ان کے ساتھ انصاف سے کام لیتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے۔

''اے اللہ میرا یہ فعل اس چیز کے بارے میں ہے جس کا میں مالک ہوں تو مجھے اس چیز کے بارے میں ملامت نہ کرنا جس کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں ہوں۔''

بَابُ: اَلْمَرْاَةِ تَهَبُ يَوْمَهَا لِصَاحِبَتِهَا

یہ باب ہے کہ کسی خاتون کا اپنے مخصوص دن کو اپنی سوکن کے لیے ہبہ کر دینا

1972- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ اَنْبَاَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا كَبِرَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ بِيَوْمِ سَوْدَةَ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا عمر رسیدہ ہو گئیں تو انہوں نے اپنا مخصوص دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کرتے وقت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا دن بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیا کرتے تھے۔

شرح

اگر بیویوں میں سے کوئی ایک اپنے مخصوص حصے کو اپنی سوکن کے لئے ترک کرنے پر راضی ہو جائے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: سیدہ سودہ بنت زمعہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ ان سے رجوع کر لیں اور وہ اپنی باری کا مخصوص دن سیدہ عائشہ کو دے دیتی ہیں۔ تاہم بیوی کو اس بات کا اختیار ہے: وہ اس بارے میں اپنے موقف سے رجوع کر

1970: اخرجہ ابن ماجہ فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2347

1971: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3133 ' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1140

1972: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 3615

سے کیونکہ اس نے اپنے ایک ایسے حق کو ساقط کیا ہے جو واجب نہیں ہے لہٰذا وہ ساقط نہیں ہوگا' باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

(ہدایہ اولین، کتاب نکاح، بیروت)

اپنی باری ہبہ کرنے پر سلف وخلف کا اجماع

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر پر روانہ ہونے لگتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے ان میں سے جس کسی کا نام نکل آتا آپ اسے اپنے ساتھ لے جاتے۔

(سنن دارمی: جلد دوم رقم الحدیث [illegible])

حضرت سودہ بنت زمعہ جب بہت بڑی عمر کی ہو جاتی ہیں اور انہیں معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرما لیا۔ ابوداؤد میں ہے کہ اسی پر یہ آیت اتری۔ ابن عباس فرماتے ہیں میاں بیوی جس بات پر رضامند ہو جائیں وہ جائز ہے۔ آپ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی نو بیویاں تھیں جن میں سے آپ نے آٹھ کو باریاں تقسیم کر رکھی تھیں۔ بخاری مسلم میں ہے کہ حضرت سودہ کا دن بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کو دیتے تھے۔ حضرت عروہ کا قول ہے کہ حضرت سودہ کو بڑی عمر میں جب یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چھوڑ دینا چاہتے ہیں تو خیال کیا کہ آپ کو صدیقہ سے پوری محبت ہے اگر میں اپنی باری انہیں دیدوں تو کیا عجب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں اور میں آپ کی بیویوں میں ہی آخر دم تک رہ جاؤں۔

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ حضور رات گزارنے میں اپنی تمام بیویوں کو برابر کے درجے پر رکھا کرتے تھے عموماً ہر روز سب بیویوں کے ہاں آتے بیٹھتے بولتے چالتے مگر ہاتھ نہ بڑھاتے پھر آخر میں جن بیوی صاحبہ کی باری ہوتی ان کے ہاں جاتے اور رات وہیں گزارتے۔ پھر حضرت سودہ کا واقعہ بیان فرماتے جو اوپر گذرا (ابوداؤد)

معجم ابوالعباس کی ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور نے حضرت سودہ کو طلاق کی خبر بھجوائی یہ حضرت عائشہ کے ہاں جا بیٹھیں جب آپ تشریف لائے تو کہنے لگیں آپ کو اس اللہ تعالیٰ کی قسم ہے جس نے آپ پر اپنا کلام نازل فرمایا اور اپنی مخلوق میں سے آپ کو برگزیدہ اور اپنا پسندیدہ بنایا آپ مجھ سے رجوع کر لیجئے میری عمر بڑی ہو گئی ہے مجھے مرد کی خاص خواہش نہیں رہی لیکن یہ چاہت ہے کہ قیامت کے دن آپ کی بیویوں میں اٹھائی جاؤں چنانچہ آپ نے یہ منظور فرمایا اور رجوع کر لیا پھر یہ کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی باری کا دن اور رات آپ کی محبوب حضرت عائشہ کو ہبہ کرتی ہوں۔ بخاری شریف میں آتا ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ایک بڑھیا عورت جو اپنے خاوند کو دیکھتی ہے کہ وہ اس سے محبت نہیں کر سکتا بلکہ اسے الگ کرنا چاہتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ میں اپنے حق چھوڑتی ہوں تو مجھے جدا نہ کر تو آیت دونوں کی رخصت دیتی ہے یہی صورت اس وقت بھی ہے کہ جب کسی کو دو بیویاں ہوں اور ایک سے اس کی بوجہ اس کے بڑھاپے یا بدصورتی کے محبت نہ ہو اور وہ اسے جدا کرنا چاہتا اور یہ بوجہ اپنے لگاؤ یا بعض اور مصالح کے الگ ہونا پسند نہ کرتی تو اسے حق ہے کہ اپنے بعض یا سب حقوق سے الگ ہو جائے اور خاوند اس کی بات کو منظور کر کے اسے جدا نہ کرے۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر سے ایک سوال (جسے اس کی بیہودگی کی وجہ سے) آپ نے ناپسند

فرمایا اور اسے کوڑا مار دیا پھر ایک اور نے اسی آیت کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ باتیں پوچھنے کی ہیں اس سے ایسی صورت مراد ہے کہ مثلاً ایک شخص کی بیوی ہے لیکن وہ بڑھیا ہوگئی ہے اولاد نہیں ہوتی اس نے اولاد کی خاطر کسی جوان عورت سے اور نکاح کیا پھر یہ دونوں جس چیز پر آپس میں اتفاق کرلیں جائز ہے۔

حضرت علی سے جب اس آیت کی نسبت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ عورت ہے جو بوجہ اپنے بڑھاپے کے یا بدصورتی کے یا بدخلقی کے یا گندگی کے اپنے خاوند کی نظروں میں گر جائے اور اس کی چاہت یہ ہو کہ خاوند مجھے نہ چھوڑے تو یہ اپنا پورا یا ادھورا مہر معاف کردے یا اپنی باری معاف کردے وغیرہ تو اس طرح صلح کرسکتے ہیں۔

سلف اور ائمہ سے برابری اس کی یہی تفسیر مروی ہے بلکہ تقریباً اس پر اتفاق ہے میرے خیال سے تو اس کا کوئی مخالف نہیں واللہ اعلم۔ محمد بن مسلم کی صاحبزادی حضرت رافع بن خدیج کے گھر میں تھیں بوجہ بڑھاپے کے یا کسی اور امر کے یہ انہیں چاہتے نہ تھے یہاں تک کہ طلاق دینے کا ارادہ کرلیا اس پر انہوں نے کہا آپ مجھے طلاق تو نہ دیجئے اور جو آپ چاہیں فیصلہ کریں مجھے منظور ہے۔ اس پر یہ آیت اتری۔

ان دونوں آیتوں میں ذکر ہے اس عورت کا جس سے اس کا خاوند بگڑا ہوا ہو اسے چاہئے کہ اپنی بیوی سے کہہ دے کہ اگر وہ چاہے تو اسے طلاق دے دے اور اگر وہ چاہے تو اس بات کو پسند کرکے اس کے گھر میں رہے کہ وہ مال کی تقسیم میں اور باری کی تقسیم میں اس پر دوسری بیوی کو ترجیح دے گا اب اسے اختیار ہے اگر یہ دوسری شق کو منظور کرلے تو شرعاً خاوند کو جائز ہے کہ اسے باری نہ دے اور جو مہر وغیرہ اس نے چھوڑا ہے اسے اپنی ملکیت سمجھے۔

حضرت رافع بن خدیج انصاری رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ جب سن رسیدہ ہوگئیں تو انہوں نے ایک نوجوان لڑکی سے نکاح کیا اور پھر اسے زیادہ چاہنے لگے اور اسے پہلی بیوی پر مقدم رکھنے لگے آخر اس سے تنگ آکر طلاق طلب کی آپ نے دے دی پھر عدت ختم ہونے کے قریب لوٹا لی، لیکن پھر وہی حال ہوا کہ جوان بیوی کو زیادہ چاہنے لگے اور اس کی طرف جھک گئے اس نے پھر طلاق مانگی آپ نے دوبارہ طلاق دے دی پھر لوٹا لیا لیکن پھر وہی نقشہ پیش آیا پھر اس نے قسم دی کہ مجھے طلاق دے دو تو آپ نے فرمایا دیکھو اب یہ تیسری آخری طلاق ہے اگر تم چاہو تو میں دے دوں اور اگر چاہو تو اسی طرح رہنا منظور کرو اس نے سوچ کر جواب دیا کہ اچھا مجھے اسے طرح منظور ہے چنانچہ وہ اپنے حقوق سے دست بردار ہوگئیں اور اسی طرح رہنے سہنے لگیں۔ اس جملے کا کہ صلح خیر ہے ایک معنی تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ خاوند کا اپنی بیوی کو یہ اختیار دینا کہ اگر تو چاہے تو اسی طرح رہ کر دوسری بیوی کے برابر تیرے حقوق نہ ہوں اور اگر تو چاہے تو طلاق لے لے، یہ بہتر ہے اس سے کہ یونہی دوسری کو اس پر ترجیح دیئے ہوئے رہے۔

لیکن اس سے اچھا مطلب یہ ہے کہ بیوی اپنا کچھ چھوڑ دے اور خاوند اسے طلاق نہ دے اور آپس میں مل کر رہیں یہ طلاق دینے اور لینے سے بہتر ہے، جیسے کہ خود نبی اللہ علیہ صلوات اللہ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں رکھا اور انہوں نے اپنا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو ہبہ کردیا۔ آپ کے اس فعل میں بھی آپ کی امت کے لئے بہترین نمونہ ہے کہ ناموافقت کی صورت میں بھی طلاق کی نوبت نہ آئے۔ چونکہ اللہ اعلیٰ واکبر کے نزدیک صلح افتراق سے بہتر ہے اس لئے یہاں فرمادیا

کہ صلح خیر ہے۔ بلکہ ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے تمام حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسند چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ پھر فرمایا تمہارا احسان اور تقویٰ کرنا یعنی عورت کی طرف کی ناراضگی سے درگذر کرنا اور اسے باوجود ناپسندیدگی کے اس کا پورا حق دینا باری میں لین دین میں برابری کرنا یہ بہترین فعل ہے جسے اللہ بخوبی جانتا ہے اور جس پر وہ بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ گو تم چاہو کہ اپنی کئی ایک بیویوں کے درمیان ہر طرح بالکل پورا عدل وانصاف اور برابری کرو تو بھی تم کر نہیں سکتے۔ اس لئے کہ گو ایک ایک رات کی باری باندھ لو لیکن محبت چاہت شہوت جماع وغیرہ میں برابری کیسے کر سکتے ہو؟

ابن ملکیہ فرماتے ہیں یہ بات حضرت عائشہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بہت چاہتے تھے، اسی لئے ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے درمیان صحیح طور پر مساوات رکھتے تھے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے فرماتے تھے الٰہی یہ وہ تقسیم ہے جو میرے بس میں تھی اب جو چیز میرے قبضہ سے باہر ہے یعنی دلی تعلق اس میں تو مجھے ملامت نہ کرنا (ابوداؤد)

اس کی اسناد صحیح ہے لیکن امام ترمذی فرماتے ہیں دوسری سند سے یہ مرسلاً مروی ہے اور وہ زیادہ صحیح ہے۔ پھر فرمایا بالکل ہی ایک جانب جھک نہ جاؤ کہ دوسری کو لٹکا دو وہ نہ بے خاوند کی رہے نہ خاوند والی وہ تمہاری زوجیت میں ہو اور تم اس سے بیرخی برتو نہ تو اسے طلاق ہی دو کہ اپنا دوسرا نکاح کر لے نہ اس کے وہ حقوق ادا کرو جو ہر بیوی کے لئے اس کے میاں پر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کی دو بیویاں ہوں پھر وہ بالکل ہی ایک کی طرف جھک جائے تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس طرح آئے گا کہ اس کا آدھا جسم ساقط ہوگا۔ (احمد وغیرہ)

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث مرفوع طریق سے سوائے ہمام کی حدیث کے پہچانی نہیں جاتی۔ پھر فرماتا ہے اگر تم اپنے کاموں کی اصلاح کرلو اور جہاں تک تمہارے اختیار میں ہو عورتوں کے درمیان عدل وانصاف اور مساوات برتو ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو، اس کے باوجود اگر تم کسی وقت کسی ایک کی طرف کچھ مائل ہو گئے ہو اسے اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ پھر تیسری حالت بیان فرماتا ہے کہ اگر کوئی صورت بھی نباہ کی نہ ہو اور دونوں الگ ہو جائیں تو اللہ ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا، اسے اس سے اچھا شوہر اور اسے اس سے اچھی بیوی دے دے گا۔ اللہ کا فضل بہت وسیع ہے وہ بڑے احسانوں والا ہے اور ساتھ ہی وہ حکیم ہے تمام افعال ساری تقدیریں اور پوری شریعت حکمت سے سراسر بھرپور ہے۔

1973- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ سُمَيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ فِیْ شَیْءٍ فَقَالَتْ صَفِيَّةُ يَا عَائِشَةُ هَلْ لَكِ اَنْ تُرْضِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِّیْ وَلَكِ يَوْمِیْ قَالَتْ نَعَمْ فَاَخَذَتْ خِمَارًا لَهَا مَصْبُوْغًا بِزَعْفَرَانٍ فَرَشَّتْهُ بِالْمَاءِ لِيَفُوْحَ رِيْحُهُ ثُمَّ قَعَدَتْ اِلٰى جَنْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ اِلَيْكِ عَنِّیْ اِنَّهُ لَيْسَ يَوْمَكِ فَقَالَتْ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

1973 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

فَاَخْبَرَتْهُ بِالْاَمْرِ فَرَضِيَ عَنْهَا

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کی کوئی بات اچھی نہیں لگی تو سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا کیا! آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے راضی کر سکتی ہیں میرے حصے کا دن آپ کو مل جائے گا' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: جی ہاں' پھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ چادر لی جسے زعفران کے ساتھ رنگا گیا تھا' انہوں نے اس پر پانی کا چھڑکاؤ کیا تاکہ اس کی خوشبو مہک اٹھے' پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آکر بیٹھیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! پرے رہو' کیونکہ آج تمہارا مخصوص دن نہیں ہے''۔

انہوں نے عرض کی: یہ اللہ تعالیٰ کا وہ فضل ہے' جسے وہ چاہے عطا کر دیتا ہے' پھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہو گئے۔

1974- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (وَالصُّلْحُ خَيْرٌ) فِي رَجُلٍ كَانَتْ تَحْتَهُ امْرَاَةٌ قَدْ طَالَتْ صُحْبَتُهَا وَوَلَدَتْ مِنْهُ اَوْلَادًا فَاَرَادَ اَنْ يَسْتَبْدِلَ بِهَا فَرَاضَتْهُ عَلٰى اَنْ تُقِيمَ عِنْدَهُ وَلَا يَقْسِمَ لَهَا

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: یہ آیت نازل ہوئی۔

''اور صلح کرنا زیادہ بہتر ہے''۔

یہ آیت ایک ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی' جو اپنی بیوی کے ساتھ بڑے عرصے سے رہ رہا تھا' اس عورت نے اس کی اولاد کو جنم دیا تھا' پھر اس شخص نے اس عورت کو طلاق دے کر دوسری شادی کرنے کا ارادہ کیا' تو اس عورت نے اس مرد کو اس بات پر راضی کیا کہ وہ اس کی بیوی رہے گی تاہم شوہر اس کے لیے باری مقرر نہیں کرے گا۔

بَابُ: الشَّفَاعَةِ فِي التَّزْوِيجِ

یہ باب شادی میں سفارش کرنے کے بیان میں ہے

1975- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ اَبِي رُهْمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَفْضَلِ الشَّفَاعَةِ اَنْ يُشَفَّعَ بَيْنَ الِاثْنَيْنِ فِي النِّكَاحِ

حضرت ابورہم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''سب سے بہترین سفارش یہ ہے' شادی کے لیے دو آدمیوں کے درمیان سفارش کی جائے''۔

1976- حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ ذُرَيْحٍ عَنِ الْبَهِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ عَثَرَ

1974 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1975 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اُسَامَةُ بِعَتَبَةِ الْبَابِ فَشُجَّ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمِيطِي عَنْهُ الْاَذٰى فَتَقَذَّرْتُهُ فَجَعَلَ يَمُصُّ عَنْهُ الدَّمَ وَيَمُجُّهُ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ اُسَامَةُ جَارِيَةً لَحَلَّيْتُهُ وَكَسَوْتُهُ حَتّٰى اُنَفِّقَهُ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اسامہ دروازے کی دہلیز پر گرے تو ان کے چہرے پر زخم آ گیا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے تکلیف دہ چیز (یعنی خون) کو صاف کر دو تو مجھے یہ بہت برا لگا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کا خون پونچھنے لگے اور ان کے چہرے سے اسے صاف کرنے لگے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اگر اسامہ لڑکی ہوتا تو میں اسے زیور پہناتا' اسے لباس پہناتا' تا کہ لوگوں کو اس کے ساتھ شادی میں دلچسپی ہوتی''۔

بَابُ: حُسْنِ مُعَاشَرَةِ النِّسَآءِ

یہ باب خواتین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے بیان میں ہے

1977- حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيٰى بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ عَمِّهِ عُمَارَةَ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهِ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے' جو اپنی بیوی کے حق میں زیادہ بہتر ہو اور میں اپنی بیوی کے حق میں تم سب سے زیادہ بہتر ہوں''۔

1978- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم میں زیادہ بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں زیادہ بہتر ہوں''۔

1979- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ سَابَقَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَقْتُهُ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا' تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل گئی۔

1976: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1977: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1978: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1979: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1980- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَدْرٍ عَبَّادُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اُمِّ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُوَ عَرُوْسٌ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ جِئْنَ نِسَاءُ الْاَنْصَارِ فَاَخْبَرْنَ عَنْهَا قَالَتْ فَتَنَكَّرْتُ وَتَنَقَّبْتُ فَذَهَبْتُ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَيْنِيْ فَعَرَفَنِيْ قَالَتْ فَالْتَفَتَ فَاَسْرَعْتُ الْمَشْيَ فَاَدْرَكَنِيْ فَاحْتَضَنَنِيْ فَقَالَ كَيْفَ رَاَيْتِ قَالَتْ قُلْتُ اَرْسِلْ يَهُوْدِيَّةٌ وَسْطَ يَهُوْدِيَّاتٍ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی تو کچھ انصاری خواتین آئیں اور انہوں نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بتایا' تو میں نے اپنی ہیئت تبدیل کی' چہرے پر نقاب لیا اور میں بھی چلی گئی' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھوں کو دیکھ کر مجھے پہچان لیا' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں وہاں سے واپس آ گئی اور تیز چلتی ہوئی آئی' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر بازوؤں کے حصار میں لیا' اور ارشاد فرمایا:

''تم نے اسے کیسا پایا؟'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مجھے) چھوڑ دیجئے' یہودی عورت یہودی عورتوں کے درمیان تھی۔

1981- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ زَكَرِيَّا عَنْ خَالِدِ بْنِ سَلَمَةَ عَنِ الْبَهِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا عَلِمْتُ حَتّٰى دَخَلَتْ عَلَيَّ زَيْنَبُ بِغَيْرِ اِذْنٍ وَّهِيَ غَضْبٰى ثُمَّ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَسْبُكَ اِذَا قَلَبَتْ بُنَيَّةُ اَبِيْ بَكْرٍ ذُرَيْعَتَيْهَا ثُمَّ اَقْبَلَتْ عَلَيَّ فَاَعْرَضْتُ عَنْهَا حَتّٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُوْنَكِ فَانْتَصِرِيْ فَاَقْبَلْتُ عَلَيْهَا حَتّٰى رَاَيْتُهَا وَقَدْ يَبِسَ رِيْقُهَا فِيْ فِيْهَا مَا تَرُدُّ عَلَيَّ شَيْئًا فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ وَجْهُهٗ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے پتہ نہیں چلا' یہاں تک کہ زینب رضی اللہ عنہا اجازت لیے بغیر ہی میرے ہاں آئیں' وہ اس وقت غصے میں تھیں' انہوں نے کہا' یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اتنا ہی کافی ہے' ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اپنے بازو لپیٹ لے؟ (یعنی آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر زیادہ توجہ دیتے ہیں) پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئیں لیکن میں نے ان سے اعراض کیا' یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم خود جواب دو' میں نے انہیں جواب دینا شروع کیا' یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ ان کا لعاب ان کے منہ میں خشک ہو گیا ہے' وہ مجھے کوئی جواب نہیں دے سکیں' تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمک اٹھا۔

1982- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَبِيْبٍ الْقَاضِيْ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ

1980: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1981: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1982: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ وَاَنَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يُسَرِّبُ اِلَیَّ صَوَاحِبَاتِی يُلَاعِبْنَنِی

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گڑیا کے ساتھ کھیل لیا کرتی تھی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میری سہیلیوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے بھیج دیا کرتے تھے۔

بَابُ: ضَرْبِ النِّسَآءِ

یہ باب خواتین (بیوی) کو مارنے کے بیان میں ہے

1983- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ خَطَبَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَآءَ فَوَعَظَهُمْ فِيْهِنَّ ثُمَّ قَالَ اِلَامَ يَجْلِدُ اَحَدُكُمُ امْرَاَتَهُ جَلْدَ الْاَمَةِ وَلَعَلَّهُ اَنْ يُّضَاجِعَهَا مِنْ اٰخِرِ يَوْمِهِ

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے خواتین کا تذکرہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خواتین کے بارے میں وعظ و نصیحت کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا وجہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو یوں مارتا ہے جیسے کنیز کو مارا جاتا ہے حالانکہ اس دن کے آخری حصے میں اس نے اسی عورت کے ساتھ لیٹنا ہوتا ہے۔

1984- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَادِمًا لَهُ وَلَا امْرَاَةً وَلَا ضَرَبَ بِيَدِهِ شَيْئًا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی خادم یا اپنی کسی زوجہ محترمہ کو کبھی نہیں مارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کے ذریعے کسی چیز کو نہیں مارا۔

1985- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ اَنْبَاَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اِيَاسِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ ذُبَابٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَضْرِبُنَّ اِمَاءَ اللّٰهِ فَجَآءَ عُمَرُ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ ذَئِرَ النِّسَآءُ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ فَاْمُرْ بِضَرْبِهِنَّ فَضُرِبْنَ فَطَافَ بِاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَائِفُ نِسَآءٍ كَثِيْرٍ فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ لَقَدْ طَافَ اللَّيْلَةَ بِاٰلِ مُحَمَّدٍ سَبْعُوْنَ امْرَاَةً كُلُّ امْرَاَةٍ تَشْتَكِیْ زَوْجَهَا فَلَا تَجِدُوْنَ اُولٰٓئِكَ خِيَارَكُمْ

حضرت ایاس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

1983: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 4942 'ورقم الحدیث: 6042 'ورقم الحدیث: 5204 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 7120 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3343

1984: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6005

1985: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2146

"اللہ تعالیٰ کی کنیزوں کو ہرگز نہ مارنا"۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! خواتین اپنے شوہروں کے حوالے سے بے باک ہو گئی ہیں' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پٹائی کی اجازت دیجئے' پھر ان خواتین کی پٹائی شروع ہو گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایسی بہت سی خواتین اس طرح کی شکایات لے کر آئیں اگلے دن صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"گزشتہ رات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں 70 خواتین آئی تھیں' ان میں سے ہر ایک خاتون نے اپنے شوہر کی شکایت کی تھی' تم ایسے مردوں کو اپنے میں بہترین نہیں پاؤ گے (یعنی ایسے لوگ اچھے نہیں ہوتے ہیں' جو اپنی بیویوں کو مارتے ہیں)"۔

1986 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وَالْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ الطَّحَّانُ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَوْدِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُسْلِيِّ عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ ضِفْتُ عُمَرَ لَيْلَةً فَلَمَّا كَانَ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ قَامَ اِلَى امْرَاَتِهٖ يَضْرِبُهَا فَحَجَزْتُ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ لِيْ يَا اَشْعَثُ احْفَظْ عَنِّيْ شَيْئًا سَمِعْتُهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُسْاَلُ الرَّجُلُ فِيْمَ يَضْرِبُ امْرَاَتَهٗ وَلَا تَنَمْ اِلَّا عَلٰى وِتْرٍ وَّنَسِيْتُ الثَّالِثَةَ

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک رات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان کے طور پر ٹھہرا' نصف رات کے وقت وہ اٹھے اور انہوں نے اپنی بیوی کی پٹائی شروع کر دی' میں ان دونوں کے درمیان رکاوٹ بن گیا' جب وہ اپنے بستر پر لیٹے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا۔

"اے ابواشعث! تم مجھ سے سن کر ایک بات یاد کر لو' جو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنی ہے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے) آدمی اپنی بیوی کی جو پٹائی کرتا ہے اس حوالے سے اس سے باز پرس نہیں ہو گی اور تم وتر ادا کیے بغیر نہیں سونا"۔

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا) تیسری بات میں بھول گیا ہوں۔

1986 م - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ خَالِدِ بْنِ خِدَاشٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ بِاِسْنَادِهٖ نَحْوَهٗ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابُ: الْوَاصِلَةِ وَالْوَاشِمَةِ

یہ باب ہے کہ مصنوعی بال لگانے والے اور جسم گودنے والی خواتین کا حکم

1987 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ

1986 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2147

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنوعی بال لگوانے والی' مصنوعی بال لگانے والی' جسم گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے"۔

1988 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ جَائَتِ امْرَاَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ ابْنَتِيْ عُرَيِّسٌ وَّقَدْ اَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ فَتَمَرَّقَ شَعْرُهَا فَاَصِلُ لَهَا فِيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی' اس نے عرض کی: میری بیٹی کی کچھ عرصہ پہلے شادی ہوئی ہے' اسے چیچک کی بیماری لاحق ہوئی' جس کی وجہ سے اس کے بال گر گئے ہیں' تو کیا میں اسے مصنوعی بال لگادوں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی عورت پر لعنت کی ہے"۔

شرح

بالوں کا جوڑ لگائے یا لگوائے" سے مراد یہ ہے کہ بالوں کے حسن و درازی کے لئے کوئی عورت کسی دوسری عورت کے بالوں کا چوٹا لے کر اپنی چوٹی میں شامل کرے یا اپنے بالوں کا چوٹا لے کر کسی دوسری عورت کی چوٹی میں شامل کر دے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ "احادیث سے یہ بات صراحت کے ساتھ ثابت ہوتی ہے کہ بلا کسی استثناء و قید کے بالوں کا جوڑ لگانا حرام ہے" چنانچہ ظاہر و مختار مسئلہ بھی یہی ہے لیکن ہمارے (شافعی) علماء نے اس مسئلہ میں یہ تفصیل بیان کی ہے کہ انسان کے بالوں کا جوڑ لگانا تو بلا اختلاف حرام ہے کیونکہ انسان کو جو بزرگی و شرف حاصل ہے، اس کی بناء پر اس کے بالوں اور اس کے دیگر اجزاء جسم سے فائدہ اٹھانا حرام ہے اور اگر انسان کے علاوہ کسی جانور کے پاک بال ہوں تو ان کی چوٹی میں شامل کرنے کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اگر عورت کا خاوند یا مالک نہ ہو (یعنی جو عورت آزاد ہو اور مطلقہ یا بیوہ یا کنواری ہو) تو اس کے لئے اپنی چوٹی میں ان بالوں کو شامل کرنا بھی حرام ہے اور اگر عورت خاوند یا مالک والی ہو تو اس کے حق میں تین صورتیں ہیں جن میں سے سب سے زیادہ صحیح صورت یہ ہے کہ وہ خاوند یا مالک کی اجازت کے بعد ان بالوں کو اپنی چوٹی میں شامل کرے تو جائز ہے۔

مالک، طبری اور اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ عورت کے لئے اپنی چوٹی میں کوئی بھی چیز شامل کرنا ممنوع ہے خواہ وہ بال ہوں، خواہ کالے صوف (اون) ہوں، خواہ دھجیاں ہوں اور خواہ ان کے علاوہ کوئی اور چیز ہو، ان حضرات نے اس مسئلہ میں احادیث سے

1987' اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1988' اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5936 ' ورقم الحدیث: 5941 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5530 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5109 ' ورقم الحدیث: 5265

استدلال کیا ہے، جبکہ فقیہ لیث کا قول یہ ہے کہ مذکورہ ممانعت کا تعلق صرف بالوں سے ہے، لہٰذا چوٹی میں بالوں کے علاوہ دوسری چیزیں جیسے صوف وغیرہ شامل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ نیز بالوں کو ایسی ڈوری وغیرہ سے باندھنا کہ جو بالوں کی مشابہت نہ رکھے بلا کراہت جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں یہ لکھا ہے کہ سر کے بالوں میں (یعنی چوٹی میں) انسان کے بال شامل کرنا حرام ہے لیکن صوف یعنی اون کو شامل کرنا جائز ہے۔ "گودنے" کا مطلب یہ ہے کہ جسم کے کسی حصہ کی جلد پر سوئیاں یا اسی طرح کی کوئی چیز چبھوئی جائے یہاں تک کہ خون بہنے لگے پھر اس میں سرمہ یا نیل بھر دیا جائے۔ یہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم ہے اور آج کل بعض غیر مسلم قوموں میں اس کا رواج ہے، شریعت اسلامی نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ چیز گودنے والے اور گدوانے والے دونوں کے لئے حرام ہے اور جسم کے جس حصہ پر گودا جاتا ہے وہ حصہ نجس ہو جاتا ہے، لہٰذا اگر کسی مسلمان نے ناسمجھی سے گدوا لیا ہے اور کسی علاج و معالجہ کے ذریعہ اس کا ازالہ ممکن ہو تو اس کا نشان مٹوا دینا واجب ہے اور اگر کسی حرج و تنگی کے بغیر اس کا ازالہ ممکن نہ ہو، نیز اس بات کا خوف ہو کہ اس کو زائل کرنے کی صورت میں جسم کا وہ حصہ تلف یا بیکار ہو جائے گا یا پوری طرح کام نہیں کرے گا یا اس ظاہری عضو میں بہت بڑا عیب پیدا ہو جائے گا تو اس صورت میں اس کا ازالہ واجب نہیں، تاہم اللہ سے معافی مانگنا اور توبہ واستغفار کرنا چاہئے تاکہ اس پر سے گناہ کا بار ہٹ جائے اور اگر مذکورہ چیزوں میں سے کسی چیز کا خوف نہ ہو تو پھر اس کا ازالہ ہی لازم ہوگا اور اس میں تاخیر کرنے سے گنہگار ہوگا۔

مصنوعی بال لگوانے کی ممانعت میں فقہی مذاہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ احادیث کے صراحت کے سبب ہمارے فقہاء شوافع نے بہ اتفاق بالوں کو جوڑنا حرام بتایا ہے۔

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک اور امام طبری اور جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ بالوں کے ساتھ کسی چیز کو بھی پیوند کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ان فقہاء کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اپنے بالوں کے ساتھ کسی چیز کو پیوند کرنے سے منع کیا ہے۔ (شرح مسلم، ج ۲، ص ۲۰۴، کراچی)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بالوں کے ساتھ کسی شخص کے بالوں کو ملانا حرام ہے خواہ وہ عورت کے بال ہوں یا کسی دوسرے کے بال ہوں۔ (درمختار، کتاب بیوع)

1989 - حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ حَفْصُ بْنُ عَمْرٍو وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ لِخَلْقِ اللّٰهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ امْرَاَةً مِنْ

1989: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5931 ' ورقم الحدیث: 5932 ' ورقم الحدیث 5933 ' ورقم الحدیث 5934 ' ورقم الحدیث 5938 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5538 ' ورقم الحدیث: 5539 ' ورقم الحدیث: 5540 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 4169 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2782 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5227

بَنِي أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوبَ فَجَاءَتْ إِلَيْهِ فَقَالَتْ بَلَغَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ قَالَ وَمَا لِيَ لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ قَالَتْ إِنِّي لَأَقْرَأُ مَا بَيْنَ لَوْحَيْهِ فَمَا وَجَدْتُهُ قَالَ إِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ فَقَدْ وَجَدْتِيهِ أَمَا قَرَأْتِ (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا) قَالَتْ بَلَى قَالَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَهَى عَنْهُ قَالَتْ فَإِنِّي لَأَظُنُّ أَهْلَكَ يَفْعَلُونَ قَالَ اذْهَبِي فَانْظُرِي فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا فَقَالَتْ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولِينَ مَا جَامَعَتْنَا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (جسم کو) گودنے والی گدوانے والی اور پیشانی کے بال نوچنے والی اور خوبصورتی کے حصول کے لیے دانت میں خلال پیدا کرنے والی وہ خواتین جو اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرتی ہیں ان پر لعنت کی ہے۔

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ نقل کردہ روایت) بنو اسد سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون تک پہنچی جسے ''اُم یعقوب'' کہا جاتا تھا وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی آپ کے حوالے سے یہ بات پتہ چلی ہے کہ آپ نے یہ بات کہی ہے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں اس شخص پر لعنت کیوں نہ کروں؟ جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور یہ حکم اللہ کی کتاب میں بھی موجود ہے وہ خاتون بولی میں نے تو پورا قرآن پڑھا مجھے تو اس میں یہ حکم نہیں ملا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے واقعی اسے پڑھا ہوتا' تو تمہیں اس میں یہ حکم مل جاتا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی ہے؟

''رسول تمہیں جو دے اسے حاصل کرلو اور وہ تمہیں جس سے منع کرے اس سے باز آجاؤ۔''

وہ بولی جی ہاں' تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔

وہ خاتون بولی میرا یہ خیال ہے کہ آپ کی بیویاں بھی یہ عمل کرتی ہیں' تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ اور تم خود جا کر جائزہ لے لو! وہ عورت گئی اس نے جا کر جائزہ لیا تو اسے اپنے مطلب کی کوئی چیز نظر نہیں آئی اس نے بتایا: مجھے ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی تو حضرت عبداللہ بولے: تم نے جو کہا ہے اگر وہ بیویاں ایسا کرتیں' تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتی تھیں۔

شرح

عورتوں کو اپنے چہرے کے بال چنوانا مکروہ ہے لیکن اگر کسی عورت کو چہرے پر داڑھی یا مونچھ نکل آئے تو اس کو صاف کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ حدیث میں صرف چنوانے والی کا ذکر ہے۔ چننے والی کا ذکر نہیں کیا گیا ہے کہ جس کو نامصہ کہتے ہیں۔

اہل عرب کے نزدیک عورتوں کے دانتوں میں ایک دوسرے دانت کے درمیان کشادگی و فرق کا ہونا پسندیدہ سمجھا جاتا تھا اور عام طور پر چھوٹی عمر کی عورتوں کے دانت اسی طرح کے ہوتے ہیں، چنانچہ عرب میں یہ دستور تھا کہ عورتیں جب بوڑھی ہو جاتی تھیں اور ان کے دانت بڑھ جاتے تھے جس کی وجہ سے ان کے دانتوں کے درمیان یہ کشادگی باقی نہیں رہتی تھی، تو وہ باقاعدہ اپنے دانتوں پر سوہان اور ریتی وغیرہ چلا کر کے دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا کرتی تھیں اور اس کی بنیاد ان کا یہ جذبہ ہوتا تھا کہ جوان و کمسن نظر آئیں اور حسن و دلکشی ظاہر ہو، چنانچہ اسلامی شریعت نے اس طریقہ کو بھی ممنوع قرار دیا۔ لفظ المغیرات تمام مذکورہ عورتوں کی صفت

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہو گیا ہے اور ان ممانعت میں جو حکمت پوشیدہ ہے وہ یہ چیز ہے جس کو ظاہری سنت قرار دیا جاتا ہے لہٰذا ماحصل یہ ہوا کہ شارع (علیہ السلام) نے جن تغیرات کو مباح قرار دیا ہے ان میں اباحت رہے گی اور جن تغیرات کو حرام قرار دیا ہے ان میں حرمت جاری ہو گی مذکورہ عورت نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر جو کچھ کہا اس کا مطلب یہ تھا کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے۔ آپ ان عورتوں کو اپنی طرف سے ملعون قرار دیتے ہیں یا اس بات کی اطلاع دیتے ہیں کہ قرآن کریم میں ان عورتوں کو ملعون قرار دیا گیا ہے حالانکہ قرآن کریم میں ان عورتوں پر لعنت کا کوئی صریح ذکر نہیں ہے اور یہ مسئلہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ملعون قرار دیا ہے اس پر لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے؟

چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو بڑے اچھے انداز میں بات سمجھائی اور قران وحدیث کے حوالوں سے مسئلہ کو ثابت کیا تو اس کو اطمینان ہو گیا کیونکہ اس کو حدیث کے بارے میں کوئی شبہ تھا ہی نہیں محض اس حکم قران میں بالفاظ صریح نہ ہونے کی وجہ سے اس کے ذہن میں اشکال پیدا ہوا تھا اور وہ بھی رفع ہو گیا روایت کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن امور کی ممانعت بیان فرمائیں ان سے باز رہا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بھی اور دوسری احادیث کے ذریعہ بھی مذکورہ بالا چیزوں سے منع فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان چیزوں کی ممانعت گویا قرآن میں مذکور ہے۔

علامہ طیبی کہتے ہیں کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ مذکورہ عورتوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعنت فرمانا ایسا ہے جیسے کہ خود اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کو ملعون قرار دیا ہو لہٰذا اس پر عمل کیا جانا واجب ہے۔

بَابُ: مَتَى يُسْتَحَبُّ الْبِنَاءُ بِالنِّسَآءِ

یہ باب ہے کہ خواتین کی رخصتی کس وقت مستحب ہے؟

1990- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ ح و حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

1990 اخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3468 اخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 1093 اخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث 3236 ورقم الحديث: 3377

تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَوَّالٍ وَبَنَى بِي فِي شَوَّالٍ فَاَيُّ نِسَائِهِ كَانَ اَحْظٰى عِنْدَهُ مِنِّي وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَحِبُّ اَنْ تُدْخِلَ نِسَائَهَا فِي شَوَّالٍ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ نے شوال کے مہینے میں میرے ساتھ شادی کی شوال کے مہینے میں میری رخصتی ہوئی آپ ﷺ کی بارگاہ میں مجھے جو مرتبہ حاصل تھا وہ آپ ﷺ کی کون سی زوجہ محترمہ کو حاصل تھا؟

(راوی بیان کرتے ہیں:) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو مستحب قرار دیتی تھیں کہ خواتین کی رخصتی شوال کے مہینے میں ہو۔

1991- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ اُمَّ سَلَمَةَ فِي شَوَّالٍ وَجَمَعَهَا اِلَيْهِ فِي شَوَّالٍ

عبدالملک بن حارث اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی کریم ﷺ نے شوال کے مہینے میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی تھی اور شوال کے مہینے میں ہی ان کی رخصتی ہوئی تھی۔

بَابُ: الرَّجُلِ يَدْخُلُ بِاَهْلِهِ قَبْلَ اَنْ يُّعْطِيَهَا شَيْئًا

یہ باب ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کو کوئی چیز (یعنی مہر) دینے سے پہلے اس کے ہاں جانا

1992- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ جَمِيلٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ مَنْصُورٍ ظَنَّهُ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا اَنْ تُدْخِلَ عَلٰى رَجُلٍ امْرَاَتَهُ قَبْلَ اَنْ يُّعْطِيَهَا شَيْئًا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی کریم ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ وہ فلاں خاتون کو اس کے شوہر کے پاس بھجوا دیں' حالانکہ اس مرد نے اس عورت کو کوئی چیز عطا نہیں کی تھی (یعنی اس عورت کا مہر ادا نہیں کیا تھا)۔

بَابُ: مَا يَكُوْنُ فِيهِ الْيُمْنُ وَالشُّؤْمُ

یہ باب ہے کہ کن چیزوں میں برکت یا نحوست ہوتی ہے؟

1993- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ سُلَيْمٍ الْكَلْبِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَمِّهِ مِخْمَرِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا شُؤْمَ وَقَدْ يَكُوْنُ الْيُمْنُ فِي ثَلَاثَةٍ فِي الْمَرْاَةِ وَالْفَرَسِ وَالدَّارِ

1991: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1992: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2128

1993: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت مخمر بن معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''کوئی نحوست نہیں ہوتی البتہ برکت تین چیزوں میں ہوتی ہے عورت گھوڑے اور گھر میں''۔

شرح

شوم ضد ہے ''یمن'' کی جس کے معنی ہیں بے برکتی اور اسی کو نحوست کہتے ہیں، لہٰذا حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی تو تفصیل کے ساتھ سمجھ لیجئے کہ نحوست سے کیا مراد ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ گھر کی نحوست سے گھر کی تنگی اور بری ہمسائیگی مراد ہے یعنی جو گھر تنگ وتاریک ہو اور اس کا پڑوس برا ہو تو وہ گھر تکلیف وپریشانی کا باعث ہو جاتا ہے عورت کی نحوست سے مہر کی زیادتی اور اس کی بدمزاجی وزبان درازی اور بانجھ پن مراد ہے یعنی جس عورت کا مہر زیادہ مقرر کیا گیا ہو وہ بد مزاج وتند خو زبان دراز ہو اور یہ کہ بانجھ ہو تو ایسی عورت راحت وسکون کی بجائے اذیت وکوفت کا ذریعہ بن جاتی ہے اسی طرح گھوڑے کی نحوست سے اس کا شوخ ہونا منحا قدم ہونا اور اس پر دار ہو کر جہاد نہ کیا جانا مراد ہے یعنی جو گھوڑا ایسا ہو کہ اپنی خوشی کی وجہ سے پریشان کرتا ہو، ست رفتار ہو اور منحا ہو اور اس پر سوار ہو کر جہاد کرنے کی بھی نوبت نہ آئی ہو تو وہ گھوڑا اپنے مالک کے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

کچھ علماء یہ کہتے ہیں کہ ان تین چیزوں میں نحوست کے اظہار کرنے کا مقصد دراصل یہ بتانا ہے کہ اگر بالفرض کسی چیز میں نحوس کا ہونا اپنی کوئی حقیقت رکھتا تو ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی گویا اس تشریح سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کسی چیز میں نحوست کا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا چنانچہ یہ کہنا کہ فلاں چیز منحوس ہے یا فلاں چیز میں نحوست ہے صرف ایک واہمہ کے درجہ کی چیز ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اگر واقعۃً نحوست کسی چیز میں ہوا کرتی تو ان تین چیزوں میں ضرور ہوتی کیونکہ یہ تین چیزیں نحوست کے قابل ہو سکتی تھی۔

چنانچہ یہ ارشاد ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک روایت میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی چیز تقدیر کے دائرہ سے باہر ہوتی تو وہ نظر بد تھی یعنی کائنات کی ہر جنبش وحرکت اور یہاں کا ذرہ ذرہ پابند تقدیر ہے اس عالم میں صرف وہی ظہور میں آتا ہے جو پہلے سے مقدر ہو چکا ہو کوئی چیز تقدیر سے باہر نہیں ہے اور اگر بفرض محال کوئی چیز مقدرات کے دائرہ سے باہر ہوتی تو وہ نظر بد ہے (کہ جسے عام طور پر نظر لگنا کہتے ہیں) لہٰذا جس طرح اس ارشاد کا مقصد یہ ظاہر کرنا نہیں ہے کہ نظر بد تقدیر کے دائرہ کار سے باہر ہے اسی طرح مذکورہ بالا تینوں چیزوں کے ساتھ نحوس کا ذکر کرنے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی ہے۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی کے ذریعہ دراصل امت کے لوگوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر کسی کے پاس ایسا مکان ہو جس میں رہنا وہ ناپسند کرتا ہو یا کسی کی ایسی بیوی ہو جس کے ساتھ صحبت ومباشرت اسے ناگوار ہو یا کسی کے پاس ایسا گھوڑا ہو جو اسے اچھا معلوم نہ ہوتا ہو تو ان صورتوں میں یہ چیزیں چھوڑ دینی چاہئیں یعنی مکان والا اس مکان سے منتقل ہو جائے بیوی والا اس کو طلاق دیدے اور گھوڑے والا اس گھوڑے کو بیچ دے۔ حدیث کی ان توضیحات کی روشنی میں یہ بات صاف ہو گئی کہ یہ ارشاد گرامی طیرۃ منھی عنہا (بدشگونی لینے کی ممانعت) کے منافی نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عام طور پر لوگ جو یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ

یہ مکان منحوس ہے یا فلاں عورت یا فلاں گھوڑا ابنرقدم ہے تو یہ بات یہاں مراد نہیں ہے۔

1994- حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْ كَانَ فَفِي الْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ وَالْمَسْكَنِ يَعْنِي الشُّؤْمَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اگر وہ ہوتی ہوتی' تو گھوڑے' عورت یا گھر میں ہوتی''۔

(راوی کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد) نحوست تھی۔

1995- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ اَبُوْ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشُّؤْمُ فِيْ ثَلَاثٍ فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ وَالدَّارِ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ اَنَّ جَدَّتَهُ زَيْنَبَ حَدَّثَتْهُ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تَعُدُّ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةَ وَتَزِيْدُ مَعَهُنَّ السَّيْفَ

سالم اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''نحوست تین چیزوں میں ہوسکتی ہے' گھوڑے' عورت اور گھر میں''۔

زہری بیان کرتے ہیں: ابوعبیدہ نے اپنی دادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حوالے سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے' وہ ان تین چیزوں کے ساتھ ایک چوتھی چیز کا بھی اضافہ کرتی تھیں: تلوار۔

شرح

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ ہامہ کوئی چیز ہے نہ ایک سے دوسرے کو بیماری کا لگنا کوئی حقیقت رکھتا ہے اور نہ شگون بد میں کوئی حقیقت ہے، اگر کسی چیز میں شگون بد ہوتا تو گھر میں گھوڑے اور عورت میں ہوتا ہے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث 519)

طیرہ یعنی بدشگونی اور نحوست کے سلسلے میں مختلف احادیث منقول ہیں، جن احادیث سے طیرہ کے اثرات کی نفی اور اس کا اعتبار کرنے یا اس پر اعتقاد رکھنے کی نہی وممانعت ثابت ہوتی ہے وہ زیادہ ہیں، بعض احادیث سے طیرہ کے اثرات کی نفی اور اس کا اعتبار کرنے یا اس پر اعتقاد رکھنے کی نہی وممانعت ثابت ہوتی ہے وہ زیادہ ہیں، بعض احادیث سے عورت، گھوڑے اور گھر میں طیرہ کا ثبوت یقینی الفاظ کے ذریعہ مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔ انما الشوم فی ثلث الفرس ولمراۃ والدار یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ تین چیزوں میں نحوست ہے، گھر، گھوڑے اور عورت میں ایک روایت میں وہ تین چیزیں زمین، خادم اور گھوڑا بیان کی گئی ہیں۔

1994 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5095 'اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2859 'ورقم الحدیث: 5771

1995 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5767

بعض احادیث سے ان تین چیزوں میں طیرہ کا ثبوت الفاظ شرط کے ساتھ مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ اوپر نقل کی گئی حدیث یا اسی طرح دوسری حدیث کے الفاظ ہیں کہ اگر بدشگونی اور نحوست کوئی چیز ہوتی تو ان چیزوں میں پائی جاتی، بعض احادیث سے دوسری تمام چیزوں کی طرح ان تین چیزوں میں بھی نحوست کے پائے جانے کا انکار مفہوم ہوتا ہے، جیسا کہ ابن ابی ملیکہ کی روایت ہے جس کو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے اور بعض احادیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ان چیزوں میں نحوست کے پائے جانے کا اعتقاد زمانہ جاہلیت کے بے سروپا اعتقادات وخیالات سے ہے۔ غرضکہ اس بارے میں مختلف مفہوم کی روایتیں منقول ہیں للہٰذا ان سب کے درمیان وجہ مطابقت اور ان سب کا حاصل مقصد یہ ہے کہ تطیر یعنی شگون بد لینا اور کسی چیز کو منحوس سمجھنا بالکل بے اصل بات ہے اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ کچھ چیزوں میں نحوست ہوتی ہے تو جو چیزیں ایسی ہیں جو اپنی بعض حیثیتوں اور مآل کار کے اعتبار سے اس قابل ہیں کہ ان میں نحوست کا ہونا گمان کیا جاسکتا ہے اور ان کو نحوست کا موقع ومحل قرار دیا سکتا ہے۔ یہ بات ایسی ہی ہے جیسا کہ اس روایت میں فرمایا گیا ہے۔ لو كان شي سابق القدر لسبقة العين یعنی اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جانے والی ہوتو وہ نظر بد ہوتی۔

قاضی نے بھی اسی طرح کی بات کہی ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں پہلے تو طیرہ کا انکار کرنا اور اس کے بعد یہ شرطیہ جملہ (کہ اگر کسی چیز میں شگون بد ہوتا تو گھر میں گھوڑے میں ایک عورت میں ہوتا) لانا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ تطیر یعنی بدشگونی کی نحوست کا انکار اس مفہوم میں ہے اگر نحوست کا کوئی وجود وثبوت ہوتا تو ان تین چیزوں میں ہوتا کیونکہ یہی تین چیزیں نحوست کا موقع ومحل ہو سکتی ہیں، لیکن جب ان چیزوں میں بھی نحوست کا کوئی وجود نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نحوست سرے سے کوئی وجود نہیں رکھتی۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اگر ان چیزوں میں "نحوست" کا کوئی وجود مفہوم ہوتا ہے تو اس معنی میں کہ اگر عورت زبان دراز، بے حیاء اور بدکار ہو یا اس کی کوکھ سے بچہ جنم نہ لیتا ہو یا اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہو اور یا مکروہ صورت وبدشکل ہو تو اس اعتبار سے اس کو منحوس کہا جاتا ہے گھر میں نحوست کا ہونا اس معنی میں ہے کہ وہ گھر تنگ وتاریک ہو اس کا پڑوس برے ہمسایوں پر مشتمل ہو اور اس کی آب وہوا ناموافق ہو۔

اسی طرح گھوڑے میں نحوست کا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ گھوڑا سرکش وشریر ہو، کھانے میں تو تیز ہو لیکن چلنے میں مٹھا ہو، خصوصیات کے اعتبار سے کم تر ہو لیکن قیمت کے اعتبار سے گراں ہو اور مالک کی ضرورت ومصالح کو پورا نہ کرتا ہو، گھوڑے ہی پر خادم کو قیاس کیا جا سکتا ہے، بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ نحوست سے شرعی وطبعی کراہت وناپسندیدگی مراد ہے اس اعتبار سے شوم وتطیر کی نفی تو عموم وحقیقت پر محمول ہوگی یعنی حقیقت تو یہی ہے کہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جس میں نحوست کا کوئی وجود ہو لیکن جن احادیث سے بعض چیزوں میں نحوست کا ہونا مفہوم ہوتا ہے ان میں نحوست سے مراد ان چیزوں کا طبعی طور پر یا کسی شرعی قباحت کی بنا پر ناپسندیدہ ہونا ہے۔

بَابُ: الْغَيْرَةِ

یہ باب غیرت کے بیان میں ہے

1996-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَيْبَانَ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَهْمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللَّهُ وَمِنْهَا مَا يَكْرَهُ اللَّهُ فَأَمَّا مَا يُحِبُّ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيبَةِ وَأَمَّا مَا يَكْرَهُ فَالْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ رِيبَةٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "غیرت کی ایک قسم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور ایک قسم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے وہ غیرت وہ ہے جو تہمت کی جگہ پر (یعنی جہاں فساد کی نشانی ظاہر ہو) لگائی جائے اور جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے وہ غیرت وہ ہے جو تہمت کی جگہ پر نہ ہو"۔

1997-حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ قَطُّ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ مِمَّا رَأَيْتُ مِنْ ذِكْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا وَلَقَدْ أَمَرَهُ رَبُّهُ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ يَعْنِي مِنْ ذَهَبٍ قَالَهُ ابْنُ مَاجَةَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے کسی بھی خاتون پر اتنا رشک نہیں آتا تھا جتنا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک آتا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بکثرت ان کا ذکر کرتے ہوئے دیکھا تھا' اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں موتی سے بنے ہوئے گھر کی بشارت دے دیں۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: روایت کے متن میں استعمال ہونے والے لفظ "قصب" سے مراد سونا ہے۔

1998-حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُونِي أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَلَا آذَنُ لَهُمْ ثُمَّ لَا آذَنُ لَهُمْ ثُمَّ لَا آذَنُ لَهُمْ إِلَّا أَنْ يُرِيدَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ فَإِنَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِنِّي يَرِيبُنِي مَا رَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ہشام بن مغیرہ کے بچوں نے اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی علی بن ابوطالب سے کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں

1996: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1997: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1998: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3714 'ورقم الحدیث: 3767 'ورقم الحدیث: 5230 'ورقم الحدیث: 5278 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6257 'ورقم الحدیث: 6258 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2071 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3867

انہیں اجازت نہیں دوں گا، میں انہیں اجازت نہیں دوں گا، میں انہیں اجازت نہیں دوں گا' اگر وہ ابن ابی طالب کے ساتھ شادی کرنا چاہتے ہیں' تو ابن ابی طالب پہلی میری بیٹی کو طلاق دیں پھر اس عورت سے شادی کریں۔ میری بیٹی میری جان کا ٹکڑا ہے۔ جو چیز اسے ناپسند ہو وہ مجھے بھی ناپسند ہوگی اور جو چیز اس کے لیے تکلیف دہ ہو وہ چیز میرے لیے بھی تکلیف دہ ہوگی۔

1999 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَنْبَانَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ خَطَبَ بِنْتَ اَبِي جَهْلٍ وَعِنْدَهُ فَاطِمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَاطِمَةُ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ قَوْمَكَ يَتَحَدَّثُونَ اَنَّكَ لَا تَغْضَبُ لِبَنَاتِكَ وَهٰذَا عَلِيٌّ نَاكِحًا ابْنَةَ اَبِي جَهْلٍ قَالَ الْمِسْوَرُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّي قَدْ اَنْكَحْتُ اَبَا الْعَاصِ ابْنَ الرَّبِيعِ فَحَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَاِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ بَضْعَةٌ مِّنِّي وَاَنَا اَكْرَهُ اَنْ تَفْتِنُوهَا وَاِنَّهَا وَاللّٰهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ اَبَدًا قَالَ فَنَزَلَ عَلِيٌّ عَنِ الْخِطْبَةِ

◆◆ زہری بیان کرتے ہیں' امام زین العابدین نے مجھے یہ بات بتائی کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کے لئے شادی کا پیغام بھیجا جب اس بات کا پتہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چلا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بولیں: آپ کی قوم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ اپنی بیٹیوں کے معاملے میں غضبناک نہیں ہوتے' یہ علی ابوجہل کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنا چاہتے ہیں۔ (حضرت مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے' میں نے آپ کو تشہد پڑھتے ہوئے سنا' پھر آپ نے فرمایا: میں نے اپنی (ایک بیٹی کی شادی) ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ کی اس نے میرے ساتھ جو بات کی اسے سچ ثابت کیا اور فاطمہ میری جان کا ٹکڑا ہے۔ مجھے یہ بات ناپسند ہے' اسے کوئی تکلیف ہو' اللہ کی قسم! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں اکٹھی نہیں ہوسکتیں' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ پیغام ترک کر دیا۔

بَابُ: الَّتِي وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ باب ہے کہ اس خاتون کا بیان جس نے اپنا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا تھا

2000 - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ اَمَا تَسْتَحِي الْمَرْاَةُ اَنْ تَهَبَ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ (تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ) قَالَتْ فَقُلْتُ اِنَّ رَبَّكَ لَيُسَارِعُ فِي هَوَاكَ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے ان خواتین پر بڑی حیرت ہوتی تھی جو خود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

1999: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 926 ' ورقم الحدیث: 3110 ' ورقم الحدیث: 3714 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 6259 ' ورقم الحدیث: 6260 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2069 ' ورقم الحدیث: 2070

2000: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5113 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3617

ہبہ کر دیتی تھی (تاکہ آپ مہر کے بغیر ان سے نکاح کر لیں) میں یہ کہا کرتی تھی: کیا کوئی عورت بھی اپنے آپ کو ہبہ کرسکتی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''اور تم ان خواتین میں سے جسے چاہو پیچھے کر دو اور جنہیں تم نے الگ کیا ہے اگر تم ان میں سے کسی ایک کو چاہو تو تمہیں کوئی گناہ نہیں ہے''۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کہا: میں یہ سمجھتی ہوں آپ کا پروردگار آپ کی خواہش بڑی جلدی پوری کرتا ہے۔

2001 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْحُوْمُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا مَعَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّعِنْدَهُ ابْنَةٌ لَّهُ فَقَالَ اَنَسٌ جَآءَتِ امْرَاَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَضَتْ نَفْسَهَا عَلَيْهِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لَكَ فِيَّ حَاجَةٌ فَقَالَتِ ابْنَتُهُ مَا اَقَلَّ حَيَائَهَا قَالَ هِيَ خَيْرٌ مِّنْكِ رَغِبَتْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَضَتْ نَفْسَهَا عَلَيْهِ

ثابت بیان کرتے ہیں: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا اس وقت ان کی صاحبزادی بھی ان کے پاس موجود تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا: ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا اور عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ مجھ سے شادی کرنا چاہیں گے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی بولی: اس عورت میں شرم کتنی کم تھی؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ تم سے زیادہ بہتر تھی' کیونکہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رغبت کی تھی اور اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تھا۔

بَابُ: الرَّجُلُ يَشُكُّ فِيْ وَلَدِهٖ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص اپنی اولاد کے بارے میں شک ظاہر کرے

2002 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ فَزَارَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ امْرَاَتِيْ وَلَدَتْ غُلَامًا اَسْوَدَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا اَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيْهَا مِنْ اَوْرَقَ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لَوُرْقًا قَالَ فَاَنّٰى اَتَاهَا ذٰلِكَ قَالَ عَسٰى عِرْقٌ نَزَعَهَا قَالَ وَهٰذَا لَعَلَّ عِرْقًا نَزَعَهُ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الصَّبَّاحِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنوفزارہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری بیوی نے ایک سیاہ فام بچے کو جنم دیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تمہارے

2001 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 5120 'ورقم الحدیث 6123' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 3649 'ورقم الحدیث 3250

2002 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3745 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2260 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 2128 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3478

پاس اونٹ ہیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: ان کے رنگ کون سے ہیں؟ اس نے جواب دیا: سرخ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کیا ان میں کوئی خاکستری بھی ہے؟ اس نے جواب دیا: ان میں خاکستری بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: وہ کہاں سے آ گیا؟ وہ شخص بولا شاید کسی رگ نے اسے کھینچ لیا ہو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو شاید اس کو بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو۔

روایت کے یہ الفاظ ابن صباح نامی راوی کے ہیں۔

2003 - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَادَةُ بْنُ كُلَيْبٍ اللَّيْثِيُّ اَبُوْ غَسَّانَ عَنْ جُوَيْرِيَةَ بْنِ اَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ امْرَاَتِيْ وَلَدَتْ عَلٰى فِرَاشِيْ غُلَامًا اَسْوَدَ وَاِنَّا اَهْلُ بَيْتٍ لَّمْ يَكُنْ فِيْنَا اَسْوَدُ قَطُّ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا اَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيْهَا اَسْوَدُ قَالَ لَا قَالَ فِيْهَا اَوْرَقُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَنّٰى كَانَ ذٰلِكَ قَالَ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ نَزَعَهٗ عِرْقٌ قَالَ فَلَعَلَّ ابْنَكَ هٰذَا نَزَعَهٗ عِرْقٌ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: دیہات کا رہنے والا ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! میری بیوی نے میرے بستر پر ایک سیاہ فام لڑکے کو جنم دیا ہے جبکہ ہمارا خاندان ایسا ہے جس میں کوئی سیاہ فام نہیں ہے نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں اس نے عرض کی: جی ہاں نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: ان کا رنگ کیا ہے اس نے عرض کی: سرخ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کیا ان میں کوئی سیاہ بھی ہے اس نے عرض کی: جی نہیں نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کیا ان میں کوئی خاکستری بھی ہے اس نے عرض کی: جی ہاں نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: وہ کہاں سے آ گیا ہے اس نے عرض کی: ہو سکتا ہے کسی رگ نے اسے کھینچ لیا ہو تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہو سکتا ہے تمہارے اس بیٹے کو بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو''۔

بَابُ: اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ

یہ باب ہے کہ بچہ فراش والے کو ملے گا اور زانی کو محرومی ملے گی

2004 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ وَسَعْدًا اخْتَصَمَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ابْنِ اَمَةِ زَمْعَةَ فَقَالَ سَعْدٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصَانِيْ اَخِيْ اِذَا قَدِمْتُ مَكَّةَ اَنْ اَنْظُرَ اِلَى ابْنِ اَمَةِ زَمْعَةَ فَاَقْبِضَهٗ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ اَخِيْ وَابْنُ اَمَةِ اَبِيْ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِ اَبِيْ فَرَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَهَهٗ بِعُتْبَةَ فَقَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ

2003: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2004: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2421 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3599 'اخرجہ ابو داؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2273 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3487

وَاحْتَجِبِيْ عَنْهُ يَا سَوْدَةُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت عبد بن زمعہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ مقدمہ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو زمعہ کی کنیز کے بارے میں تھا حضرت سعد نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ جب میں مکہ آؤں تو زمعہ کی کنیز کے بیٹے کو ڈھونڈ کر اسے اپنے قبضہ میں لوں تو عبد بن زمعہ بولے: یہ میرا بھائی ہے میرے والد کی کنیز کا بیٹا ہے جو میرے والد کے بستر پر پیدا ہوا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ (یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بھائی) کے ساتھ اس لڑکے کی مشابہت ملاحظہ فرمائی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہیں ملے کیونکہ بچہ فراش والے کا ہوتا ہے (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا) اے سودہ! تم اس سے پردہ کرو۔

2005- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالْوَلَدِ لِلْفِرَاشِ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا ہے بچہ فراش والے کو ملے گا۔

2006- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بچہ فراش والے کا ہوگا اور زنا کرنے والے کو محرومی ملے گی۔

2007- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا شُرَحْبِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''بچہ فراش والے کو ملے گا اور زناہ کرنے والے کو محرومی ملے گی''۔

شرح

امام ترمذی نے یہ مزید نقل کیا ہے کہ بچہ صاحب فراش کے لئے ہے اور زنا کرنیوالے کے لئے پتھر ہے، نیز ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور حضرت ابن عباس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ وارث کے لئے وصیت نہیں ہے مگر جب کہ وارث چاہیں۔

اور دارقطنی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہوتی مگر

2005: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2006: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 3601 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1157 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 3482

2007: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

جب کہ وارث چاہیں۔ تشریح: اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیدیا ہے الخ) کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ورثاء کے لئے حصے متعین ومقرر فرما دیے ہیں خواہ وہ کسی وارث کے حق میں یہ وصیت کر بھی جائے کہ اسے دوسرے وارثوں سے اتنا زیادہ حصہ دیا جائے تو شرعی طور پر اس کا کچھ اعتبار نہیں ہاں اگر تمام ورثاء عاقل وبالغ ہوں اور وہ برضاء ورغبت کسی وارث کو میت کی وصیت کے مطابق اس کے حصے سے زیادہ دیدیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں آیت میراث نازل ہونے سے پہلے اپنے اقرباء کے حق میں وصیت کر جانا واجب تھا مگر جب آیت میراث نازل ہوئی اور تمام ورثاء کے حصے متعین ومقرر ہو گئے تو وصیت کا واجب ہونا منسوخ ہو گیا۔ فراش ویسے تو عورت کو کہتے ہیں لیکن یہاں (الولد للفراش) میں فراش سے مراد صاحب فراش یعنی عورت کا مالک ہے۔

حدیث گرامی کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے اور اس کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہو جائے تو اس بچہ کا نسب زنا کرنے والے سے قائم نہیں ہوتا بلکہ وہ صاحب فراش کی طرف منسوب ہوتا ہے خواہ وہ صاحب فراش زنا کرانے والی عورت کا خاوند ہو یا لونڈی ہونے کی صورت میں) اس کا آقا ہو اور یا وہ شخص جس نے شبہ میں مبتلا ہو کر اس عورت سے صحبت کر لی تھی۔ اور زنا کرنے والے کے لئے پتھر ہے یہ جملہ زنا کرنیوالے کی محرومی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جیسا کہ ہماری عام بول چال میں کسی ایسے شخص کے بارے میں کہ جسے کچھ نہیں ملتا کہہ دیا کرتے ہیں کہ اسے خاک پتھر ملے گا، لہٰذا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ زنا کے نتیجہ میں پیدا ہونیوالے بچہ کا نسب چونکہ زنا کرنیوالے سے قائم نہیں ہوتا اس لئے ولد الزنا کی میراث میں سے اس کو کچھ نہیں ملے گا۔ یا پھر یہ کہ یہاں پتھر سے مراد سنگسار کرنا ہے کہ اس زنا کرنیوالے کو اگر وہ شادی شدہ تھا سنگسار کر دیا جائے گا)۔

ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے کا مطلب یہ ہے کہ اس بدکاری میں مبتلا ہونیوالوں کا حساب وکتاب اللہ پر ہے کہ وہ ہر ایک کو ان کے کرتوت کے مطابق بدلہ دے گا۔ ویسے یہ جملہ ایک دوسرے معنی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور وہ یہ کہ جہاں تک دنیا کا تعلق ہے تو یہاں ہم زنا کرنیوالوں کو سزا دیتے ہیں بایں طور کہ ان پر حد جاری کرتے ہیں اب رہا وہاں یعنی آخرت کا معاملہ تو یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء پر موقوف ہے چاہے تو مؤاخذہ کرے اور چاہے تو اپنے بے پایاں رحم وکرم کے صدقہ میں انہیں بخش دے۔ مذکورہ بالا عبارت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو شخص زنا کرے یا کسی اور گناہ میں مبتلا ہو اور اس پر کوئی حد قائم نہ ہو یعنی دنیا میں اسے کوئی سزا نہ دی جائے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے وہ چاہے تو اسے بخش دے اور چاہے اسے عذاب میں مبتلا کرے۔

بَابُ: الزَّوْجَيْنِ يُسْلِمُ اَحَدُهُمَا قَبْلَ الْاٰخَرِ

یہ باب ہے کہ میاں بیوی میں سے کسی ایک کا دوسرے سے پہلے اسلام قبول کر لینا

2008-حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ جُمَيْعٍ حَدَّثَنَا سِمَاكٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةً جَاءَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَتْ فَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ قَالَ فَجَاءَ زَوْجُهَا الْاَوَّلُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

2008: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3238 ' ورقم الحدیث: 3239 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1144

اِنِّیْ قَدْ كُنْتُ اَسْلَمْتُ مَعَهَا وَعَلِمَتْ بِاِسْلَامِیْ قَالَ فَانْتَزَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَوْجِهَا الْاٰخَرِ وَرَدَّهَا اِلٰى زَوْجِهَا الْاَوَّلِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے اسلام قبول کر لیا ایک صاحب نے ان کے ساتھ شادی کر لی راوی بیان کرتے ہیں: پھر اس خاتون کا پہلا شوہر آیا اور بولا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے بھی اس عورت کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا اسے میرے اسلام کا پتہ تھا راوی کہتے ہیں: تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی اس کے دوسرے شوہر سے علیحدگی کروا دی اور اسے اس کے پہلے شوہر کو واپس کر دیا۔

2009- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ وَيَحْيَى بْنُ حَكِيْمٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ ابْنَتَهُ عَلٰى اَبِى الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيْعِ بَعْدَ سَنَتَيْنِ بِنِكَاحِهَا الْاَوَّلِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو (ان کے شوہر پر) حضرت ابوعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کو دو سال گزرنے کے بعد ان کے پہلے نکاح کی بنیاد پر واپس کر دیا تھا۔

2010- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلٰى اَبِى الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيْعِ بِنِكَاحٍ جَدِيْدٍ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کو نئے نکاح کے ذریعے واپس کیا تھا۔

شرح

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک عورت نے اسلام قبول کیا اور پھر اس نے ایک شخص سے نکاح کر لیا اس کے بعد اس کا پہلا شوہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اسلام قبول کر چکا ہوں اور میری اس بیوی کو میرے اسلام قبول کر لینے کا علم تھا (لیکن اس کے باوجود اس نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا) چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو دوسرے خاوند سے علیحدہ کر کے پہلے خاوند کے حوالے کر دیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اس پہلے خاوند نے یہ کہا کہ وہ عورت یعنی میری بیوی جس نے اب دوسرے شخص سے نکاح کر لیا ہے میرے ساتھ ہی مسلمان ہوئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اس عورت کو اسی پہلے شوہر کے حوالہ کر دیا۔ (ابوداؤد، مشکوۃ المصابیح، جلد سوم، رقم الحدیث 381)

شرح السنۃ میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ آنحضرت نے ان جیسی بہت سی عورتوں کو ان کے پہلے نکاح کے مطابق ان کے شوہروں کے حوالہ کر دیا تھا، جن کے شوہر دین اور ملک کے فرق کے بعد ان کے ساتھ اسلام کی صف میں شامل ہو گئے تھے (یعنی غیر

2009 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2240 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1143 ورقم الحدیث 1144.

2010 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1142.

مسلم میاں بیوی میں سے کسی ایک کے اسلام قبول کر لینے کی وجہ سے اور ایک کے دار الاسلام میں اور دوسرے کے دار الحرب میں رہنے کی وجہ سے گویا دونوں کے درمیان مذہبی اور ملکی بعد واختلاف واقع ہو جاتا تھا مگر جب وہ دوسرا بھی اسلام قبول کر لیتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سابقہ نکاح کو باقی رکھتے ہوئے بیوی کو شوہر کے حوالہ کر دیتے تھے۔ گویا قبولیت اسلام کے بعد تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی تھی) چنانچہ ان عورتوں میں ایک عورت ولید بن مغیرہ کی بیٹی بھی تھی جو صفوان بن امیہ کی بیوی تھی یہ عورت اپنے شوہر سے پہلے فتح مکہ کے دن مسلمان ہو گئی۔

اور اس کے شوہر نے اسلام سے گریز کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے شوہر صفوان بن امیہ کے پاس اس کے چچا کے بیٹے وہب بن عمیر کو اپنی مبارک چادر دے کر بھیجا اور اس کو امان عطا کیا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہب کو بطور علامت اپنی چادر دے کر بھیجا کہ وہ صفوان کو یہ چادر دکھا کر مطلع کریں کہ قتل وتشدد سے تمہیں امان دی گئی ہے تم بلا خوف آ سکتے ہو) پھر جب صفوان آ گئے تو ان کی سیر کے لئے چار مہینے مقرر کئے گئے (یعنی انہیں اجازت دی گئی کہ وہ پورے امن وامان کے ساتھ چار مہینے تک مسلمانوں کے درمیان گھومیں پھریں تا کہ وہ مسلمانوں کی عادات واطوار کا اچھی طرح مشاہدہ کر لیں چنانچہ وہ چند دنوں تک مسلمانوں کے درمیان گھومتے پھرتے رہے) یہاں تک کہ صفوان بھی اپنی بیوی کے مسلمان ہونے کے دو مہینے بعد) مسلمان ہو گئے۔ اور ولید کی بیٹی جو ان کے نکاح میں تھی ان کی بیوی برقرار رہی۔

اسی طرح ان عورتوں میں ایک عورت ام حکیم تھیں جو حارث بن ہشام کی بیٹی اور ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کی بیوی تھیں انہوں نے بھی فتح مکہ کے دن مکہ میں اسلام قبول کیا اور ان کے خاوند عکرمہ نے اسلام سے گریز کیا اور یمن چلے گئے چنانچہ کچھ دنوں کے بعد ام حکیم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اپنے خاوند کو راہ راست پر لانے کے لئے) یمن پہنچیں اور انہوں نے اپنے خاوند عکرمہ کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی تا آنکہ وہ مسلمان ہو گئے اور ان دونوں کا نکاح باقی رہا۔ اس روایت کو امام مالک نے ابن شہاب سے بطریق ارسال نقل کیا ہے۔ (شرح السنہ)

اگر غیر مسلم میاں بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا مسلمان نہ ہو تو ان دونوں کا نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟ اس بارے میں مظہر کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اگر وہ دوسرا کہ جس نے پہلے کے ساتھ اسلام قبول نہیں کیا تھا خواہ وہ بیوی ہو یا خاوند ہو) عدت کے ایام گزرنے سے پہلے اسلام قبول کر لے تو ان کا نکاح باقی رہے گا خواہ ان دونوں کا سابقہ مذہب یکساں رہا ہو مثلاً دونوں عیسائی یا یہودی اور یا بت پرست رہے ہوں خواہ دونوں کا سابقہ مذہب یکساں نہ رہا ہو مثلاً ایک کا مذہب بت پرستی رہا ہو اور دوسرا عیسائی یا یہودی رہا ہو اسی طرح خواہ وہ دونوں ہی دار الاسلام میں رہنے والے ہوں یا دار الحرب میں اور خواہ ان میں ایک تو دار الاسلام میں رہتا ہو اور دوسرا دار الحرب میں۔

اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ان دونوں کے درمیان تفریق ان تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ ہی سے ہو سکتی ہے اول یہ کہ عدت کے دن پورے ہو جائیں دوم یہ کہ ان دونوں میں سے جس نے اسلام قبول کر لیا ہے وہ اسلام قبول نہ کرنے والے کو اسلام کی دعوت دے اور وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے۔

سوم یہ کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک دار الاسلام سے منتقل ہو کر دار الحرب چلا جائے یا دار الحرب چھوڑ کر دار الاسلام آ جائے۔ نیز امام اعظم کے نزدیک ان دونوں میں سے کسی ایک کا اسلام قبول کرنا خواہ مجامعت سے پہلے واقع ہوا ہو یا بعد میں دونوں صورتوں کا یکساں حکم ہے۔

بَابُ: الْغَيْلِ

یہ باب دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ صحبت کرنے میں ہے

2011- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ الْاَسَدِيَّةِ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَدْ اَرَدْتُ اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغِيَالِ فَاِذَا فَارِسُ وَالرُّوْمُ يُغِيْلُوْنَ فَلَا يَقْتُلُوْنَ اَوْلَادَهُمْ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ وَسُئِلَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ هُوَ الْوَاْدُ الْخَفِىُّ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیّدہ جدامہ بنت وہب اسدیہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے پہلے میں نے دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے منع کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ اہل فارس اور اہل روم اپنی خواتین کے ساتھ صحبت کر لیتے ہیں: اس کا ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

وہ خاتون یہ بھی بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں دریافت کیا گیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ زندہ بچے کو درگور کرنے کا خفیہ طریقہ ہے۔

2012- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُهَاجِرٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُ الْمُهَاجِرَ بْنَ اَبِىْ مُسْلِمٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ بْنِ السَّكَنِ وَكَانَتْ مَوْلَاتَهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ سِرًّا فَوَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنَّ الْغَيْلَ لَيُدْرِكُ الْفَارِسَ عَلٰى ظَهْرِ فَرَسِهٖ حَتّٰى يَصْرَعَهٗ

سیّدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اپنی اولاد کو پوشیدہ طور پر قتل نہ کرو' اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے' دودھ پلانے کے دوران صحبت کرنے کا اثر شہ سوار کو گھوڑے کی پشت پر پہنچتا ہے' یہاں تک کہ اسے ہلاک کر دیتا ہے''۔

شرح

حمل کی حالت میں دودھ پلانے یا مدت رضاعت میں جماع کرنے کو غیلہ کہتے ہیں لہٰذا حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ غیلہ کی وجہ سے بچہ کے مزاج میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے قویٰ ضعیف ہو جاتے ہیں اور اس خرابی وضعف کا اثر اس کے بالغ ہونے کے

2011 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 3549' ورقم الحدیث: 3550' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3882' اخرجہ الترمذی فی '' جامع'' رقم الحدیث: 2076' ورقم الحدیث 2077' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3326

2012 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3881

بعد تک رہتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بچہ بڑا ہو کے [illegible] جب [illegible]
کمزور پڑ جاتا ہے اور گھوڑے سے گر پڑتا ہے اور یوں اس کے قتل میں اس [illegible]
غیلہ نہ کرو تا کہ غیلہ کی وجہ سے اپنے بچے کے قتل ہو جانے کا باعث نہ بنو۔ اس [illegible]
معلوم ہو کہ بچے پر غیلہ کا اثر پڑتا ہے جبکہ اس سے پہلے گزرنے والی احادیث سے یہ معلوم ہوا تھا [illegible]
ہوتا؟

اس کا جواب طیبی نے یہ دیا ہے کہ گزشتہ احادیث میں بچے پر غیلہ کے اثر انداز ہونے کی نفی زمانہ جاہلیت کے اس اعتقاد کی تردید کے لئے تھی کہ لوگ غیلہ ہی کو حقیقی مؤثر سمجھتے تھے۔ اور اس حدیث کے اندر غیلہ کے اثر انداز ہونے کا جو اثبات کیا گیا ہے وہ اس بات کے پیش نظر ہے کہ غیلہ فی الجملہ سبب بنتا ہے اور مؤثر حقیقی حق تعالیٰ کی مرضی اور اس کا حکم ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ اس حدیث میں غیلہ کی جو ممانعت بیان کی گئی ہے وہ نہی تنزیہی کے طور پر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزشتہ ارشاد (اقدہمت) تو یہ پر محمول ہے اس طرح دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد باقی نہیں رہے گا اس کے علاوہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے (ان دونوں کی بنیاد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد تھا یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ عرب کے لوگ جب غیلہ کرتے ہیں تو ان کے بچے ضعیف و کمزور ہو جاتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیلہ سے منع کیا مگر جب بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روم و فارس کے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہاں غیلہ کی وجہ سے بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیلہ کی ممانعت کو ختم کر دیا۔

بَابُ: فِي الْمَرْأَةِ تُؤْذِي زَوْجَهَا

یہ باب ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کو اذیت پہنچائے

2013-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مَعَهَا صَبِيَّانِ لَهَا قَدْ حَمَلَتْ أَحَدَهُمَا وَهِيَ تَقُودُ الْآخَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلَاتٌ وَالِدَاتٌ رَحِيمَاتٌ لَوْلَا مَا يَأْتِينَ إِلَى أَزْوَاجِهِنَّ دَخَلَ مُصَلِّيَاتُهُنَّ الْجَنَّةَ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی' جس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے' اس میں سے ایک کو اس نے گود میں اٹھایا ہوا تھا' اور دوسرے کو ساتھ لے کر چل رہی تھی' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"حاملہ عورتیں' بچے کو جنم دینے والی عورتیں جو بڑی مہربان ہوتی ہیں' اگر ان میں وہ خرابیاں نہ ہوں' جو ان کے شوہروں کے حوالے سے ہوتی ہیں' تو صرف نماز پڑھنے کی وجہ سے یہ جنت میں داخل ہو جائیں"۔

2014-حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ الضَّحَّاكِ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ

2013: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2014: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1174

مَعْدَانَ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ لَا تُؤْذِيهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيلٌ أَوْشَكَ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "جب بھی کوئی عورت اپنے شوہر کو کوئی تکلیف دیتی ہے تو اس مرد کی "حورعین" سے تعلق رکھنے والی بیوی کہتی ہے تم اسے تکلیف نہ پہنچاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں برباد کرے یہ تمہارے پاس مہمان ہے اور عنقریب تم سے الگ ہو کر ہمارے پاس آجائے گا"۔

بَابُ: لَا يُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ

یہ باب ہے کہ حرام فعل' حلال چیز کو حرام نہیں کرتا

2015 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُعَلَّى بْنِ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حرام کسی حلال کو حرام نہیں کرتا۔

2015- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

كِتَابُ الطَّلَاقِ

یہ کتاب طلاق کے بیان میں ہے

طلاق کی لغوی تعریف

یہ مصدر ہے: طلقت المراۃ وطلقت تطلق طلاقا فھی طالق سے یعنی چھوڑنا، ترک کرنا اور الگ کر دینا۔ کہا جاتا ہے: طلق البلاد یعنی اس نے شہر چھوڑ دیا، اور اطلق الأسیر یعنی قیدی کو رہا کر دیا۔ اسی طرح یہ چند دیگر معانی پر بھی دلالت کرتا ہے: اس کا اطلاق پاک، صاف اور حلال پر بھی ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے: ھو لك طلق یعنی وہ تیرے لیے حلال ہے۔ اسی طرح بُعد اور دوری پر بھی بولا جاتا ہے، کہا جاتا ہے: طلق فلان فلاں شخص دور ہوا۔

اسے خروج اور نکلنے کے معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ انت طلق من ھذا الأمر (اللسان: ۲۶۹۶/۴، معجم اللغۃ: ۳۳۰۳) یعنی تو اس معاملے سے خارج ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مذکورہ معانی پر گہری نظر ڈالتے ہیں تو مقصود لفظ طلاق اور ان میں ہم یک گونہ ربط پاتے ہیں۔ جب شوہر بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اس کو چھوڑ رہا ہوتا ہے اور کسی دوسرے کے لیے اسے حلال کر رہا ہوتا ہے۔ اس سے دوری اختیار کر رہا ہوتا ہے تو اس عقد سے بھی نکل رہا ہوتا ہے جو ان دونوں کو جمع کیے ہوئے تھا، چنانچہ لفظ طلاق میں یہ تمام معانی جمع ہو جاتے ہیں۔ (فتح الباری: ۵۸۹/۹)

طلاق کی شرعی تعریف

طلاق کی شرعی تعریف کے سلسلہ میں فقہائے کرام کی طرف سے متعدد عبارات دیکھنے میں آئی ہیں۔ ان میں سے جامع و مانع تعریف اس طرح ہوگی۔

حل قید النکاح (وبعضہ) فی الحال أو المآل بلفظ مخصوص ۔ (الدر المختار: ۱۴۲/۳)

علامہ ابن قاسم لکھتے ہیں: کہ حال یا مستقبل میں کسی مخصوص لفظ کے ساتھ نکاح کی گرہ کھولنا۔ یہ تعریف الدر المختار کی ہے جس پر اہل علم کا اتفاق موجود ہے۔ میں نے اس میں (وبعضہ) کا اضافہ اس لیے کیا ہے کہ اس میں طلاق رجعی بھی داخل ہو جائے۔

(الروض المربع، ابن قاسم ۴۸۲/۶)

قرآن کے مطابق مشروعیت طلاق کا بیان

(۱) اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ۔ (البقرہ، ۲۳۰)

طلاق (جس کے بعد رجعت ہو سکے) دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

(۲) فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۔(البقرہ ۲۳۰)

پھر اگر تیسری طلاق دی تو اس کے بعد وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ پھر اگر دوسرے شوہر نے طلاق دے دی تو اُن دونوں پر گناہ نہیں کہ دونوں آپس میں نکاح کرلیں۔ اگر یہ گمان ہو کہ اللہ (عزوجل) کے حدود کو قائم رکھیں گے اور یہ اللہ (عزوجل) کی حدیں ہیں، اُن لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو سمجھ دار ہیں۔

(۳) وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللهِ هُزُوًا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ وَاتَّقُوا اللهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۔(البقرہ ۲۳۱)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور اُن کی میعاد پوری ہونے لگے تو اُنہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا خوبی کے ساتھ چھوڑ دو اور اُنہیں ضرر دینے کے لیے نہ روکو کہ حد سے گزر جاؤ اور جو ایسا کریگا اُس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اللہ (عزوجل) کی آیتوں کو ٹھٹھا نہ بناؤ اور اللہ (عزوجل) کی نعمت جو تم پر ہے اُسے یاد کرو اور وہ جو اُس نے کتاب و حکمت تم پر اُتاری تمہیں نصیحت دینے کو اور اللہ (عزوجل) سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) ہر شے کو جانتا ہے۔

(۴) وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۔(البقرہ ۲۳۲)

اور جب عورتوں کو طلاق دو اور اُن کی میعاد پوری ہو جائے تو اے عورتوں کے والیو! اُنہیں شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ آپس میں موافق شرع رضامند ہو جائیں۔ یہ اُس کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ (عزوجل) اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ تمہارے لیے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے اور اللہ (عزوجل) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(۵) فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیهما فیما افتدت به (البقرہ ۲۲۹)

اگر تم کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدوں پر قائم نہ رہ سکیں گے تو دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ عورت بدلہ دے کر علیحدگی اختیار کرے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب شوہر اور بیوی اللہ تعالیٰ کے احکام وحدود کو قائم نہ رکھ سکیں اور نکاح کے مقاصد فوت ہونے کا پختہ قرینہ موجود ہو تو پھر ایسی صورت میں شوہر کے لئے مباح ہے کہ وہ اسلام کے بیان کردہ طریقے کے مطابق طلاق دے اور اسی طرح عورت کے لئے بھی مباح ہے کہ اپنے شوہر سے خلع کر سکتی ہے تا کہ حدود اللہ جیسے بڑے احکام کے تحفظ کے لئے کمتر نقصان کا ارتکاب کرلیا جائے۔ کیونکہ وہ دونوں کسی دوسری جگہ اپنے اپنے نکاح بعد میں کر سکتے ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی حدوں کو توڑ

دیا تو دنیا میں اس کا کوئی قائم مقام نہیں ہے کہ جس سے اس قانون سے ٹوٹنے کا خدشہ دیا جائے۔ کیونکہ جو متفق ہو چکی اور قوانین اسلامیہ وادی کی حیثیت حاصل ہے۔

احادیث کے مطابق مشروعیت طلاق کا بیان

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے معاذ! کوئی چیز اللہ (عزوجل) نے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ روئے زمین پر پیدا نہیں کی اور کوئی شے روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہ کی۔ (سنن الدارقطنی، کتاب الطلاق، الحدیث ۳۹۳۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔ (سنن أبی داود، کتاب الطلاق باب کراھیۃ الطلاق، الحدیث ۲۱۷۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور اپنے لشکر کو بھیجتا ہے اور سب سے زیادہ مرتبہ والا اُس کے نزدیک وہ ہے جس کا فتنہ بڑا ہوتا ہے۔ اُن میں ایک آ کر کہتا ہے میں نے یہ کیا، یہ کیا۔ ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے میں نے مرد اور عورت میں جدائی ڈال دی۔ اسے اپنے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے، ہاں تو ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث ۱۴۳۸۷)

إنما الطلاق لمن أخذ بالساق (سنن ابن ماجہ ۲۰۸۱) طلاق کا اختیار اسی کو ہے جو پنڈلی تھامتا ہے۔

مشروعیت طلاق پر اجماع کا بیان

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی اور پھر ان سے رجوع کیا۔ (سنن نسائی: ۳۵۶۰، سنن ابوداود: ۲۲۸۳) طلاق کی مشروعیت پر بیسیوں احادیث و آثار موجود ہیں۔

جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو صدر اول سے لے کر موجودہ زمانہ تک طلاق کے جواز پر اجماع چلا آ رہا ہے اور کسی ایک نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ (المغنی لابن قدامہ: ۳۲۳/۱۰)

طلاق دینے کا فقہی حکم

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ طلاق دینا جائز ہے البتہ بغیر عذر شرعی ممنوع ہے۔ اور وجہ شرعی ہو تو مباح ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں مستحب مثلاً عورت اس کو یا اوروں کو ایذا دیتی یا نماز نہیں پڑھتی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے نمازی عورت کو طلاق دے دوں اور اُس کا مہر میرے ذمہ باقی ہو، اس حالت کے ساتھ دربار خدا میں میری پیشی ہو تو یہ اُس سے بہتر ہے کہ اُس کے ساتھ زندگی بسر کروں۔ اور بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے مثلاً شوہر نامرد یا ہیجڑا ہے یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کر دیا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں اور اس کے ازالہ کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچانا ہے۔ (درمختار، کتاب طلاق، ج ۴، ص ۴۱۴، بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: لغت میں طلاق کے معنی بندھن کھول دینا اور چھوڑ دینا ہے اور اصطلاح شرع میں طلاق کہتے ہیں اس پابندی کو اٹھا دینا جو نکاح کی وجہ سے خاوند اور جورو پر ہوتی ہے۔ حافظ نے کہا کبھی طلاق حرام ہوتی ہے جیسے خلاف سنت طلاق دی جائے (مثلاً حالت حیض میں یا تین طلاق ایک ہی مرتبہ دے دے یا اس طہر میں جس میں وطی کر چکا ہو) کبھی مکروہ جب بلاسبب محض شہوت رانی اور نئی عورت کی ہوس میں ہو، کبھی واجب ہوتی ہے جب شوہر اور زوجہ میں مخالفت ہو اور کسی طرح میل نہ ہو سکے اور دونوں طرف کے پنچ طلاق ہی ہو جانی مناسب سمجھیں۔ کبھی طلاق مستحب ہوتی ہے جب عورت نیک چلن نہ ہو، کبھی جائز مگر علماء نے کہا ہے کہ جائز کسی صورت میں نہیں کہ مگر اس وقت جب نفس اس عورت کی طرف خواہش نہ کرے اور اس کا خرچ اٹھانا بے فائدہ پسند نہ کرے۔ (فتح الباری، بتصرف)

اس صورت میں بھی طلاق مکروہ ہوگی۔ خاوند کو لازم ہے کہ جب اس نے ایک عفیفہ پاک دامن عورت سے جماع کیا تو اب اس کو نباہے اور اگر صرف یہ امر کہ اس عورت کو دل نہیں چاہتا طلاق کے جواز کی علت قرار دی جائے تو پھر عورت کو بھی طلاق کا اختیار ہونا چاہیے۔ جب وہ خاوند کو پسند نہ کرے حالانکہ ہماری شریعت میں عورت کو طلاق کا اختیار بالکل نہیں دیا گیا ہے (ہاں خلع کی صورت ہے جس میں عورت اپنے آپ کو مرد سے جدا کر سکتی ہے جس کے لیے شریعت نے کچھ ضوابط رکھے ہیں جن کو اپنے مقام پر لکھا جائے گا) نکاح کے بعد اگر زوجین میں خدانخواستہ عدم موافقت پیدا ہو تو اس صورت میں حتی الامکان صلح صفائی کرائی جائے جب کوئی بھی راستہ نہ بن سکے تو طلاق دی جائے۔

طلاق کی ممانعت میں احادیث

حضرت محارب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جن امور کو مباح کیا ہے ان میں سب سے ناپسندیدہ عمل طلاق کا ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 413)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 414)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی عورت کو اس کے شوہر سے یا غلام کو اس کے آقا سے برگشتہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 411)

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حلال کیے گئے کاموں میں سے اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ ناپسند (چیز) طلاق ہے۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: رقم الحدیث 175)

مسائل طلاق پر عدم التفات سے معاشرتی نقصانات

جس طرح اسلامی شریعت نے نکاح کے معاملے اور معاہدے کو ایک عبادت کی حیثیت دے کر عام معاملات و معاہدات کی سطح سے بلند رکھا ہے اور بہت سی پابندیاں اس پر لگائی ہیں اسی طرح اس معاملہ کا ختم کرنا بھی عام لین دین کے معاملات کی طرح آزاد نہیں رکھا کہ جب جس کا دل چاہا اس معاملہ کو ختم کر دیا اور کسی دوسرے سے نکاح کا معاملہ کر لے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس نکاح کو ختم

کرنے کا ایک خاص حکیمانہ قانون بنایا ہے جس کو طلاق کہتے ہیں۔۔

آج کل جو طلاق کے حوالے سے ہمارے معاشرے میں بے چینی اختلافات اور انتشار پایا جاتا ہے اس کا حقیقی سبب صرف یہی ہے کہ لوگوں نے اسلام کے نظام طلاق کو اس کے صحیح مفہوم میں سمجھا ہی نہیں اور سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اپنی جہالت کی بنا پر اپنے لئے مسائل کو خود پیدا کرتے ہیں اور بدنام اسلام اور علماء کو کرتے ہیں۔۔

آج کل کے عام مسلمانوں کو علماء کی یاد محض مردے کو غسل دلوانے، نماز جنازہ پڑھوانے، باپ کے مرنے کے بعد میراث سے حصہ ڈھونڈنے کے وقت ہی آتی ہے یا پھر نکاح کے وقت ادب سے مولوی کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ طلاق دینے کے بعد مولوی کے پاؤں پکڑ کر بیٹھنے پر تو آمادہ ہوتے ہیں۔لیکن طلاق دینے سے قبل مولوی صاحب سے طلاق دینے کا طریقہ پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔اور خود ہی سیکھنے کی زحمت برداشت کرتے ہیں۔نتیجہ بھی یہی نکلتا ہے کہ طلاق مغلظہ دے کر در در کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ جہالت کے ہاتھوں مجبور ہو کر عزت و ناموس کا جنازہ بھی دھوم سے نکلواتے ہیں اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے لعنت کے مستحق قرار بھی پاتے ہیں۔

نکاح کے حوالے سے اسلامی تعلیمات یا یوں کہیے کہ منشاء خداوندی یہ ہے نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کے لئے ہو، اس کے توڑنے اور ختم کرنے کی کبھی نوبت ہی نہ آئے۔ کیونکہ نکاح کو ختم کرنے کا اثر صرف میاں بیوی پر ہی نہیں پڑتا، بلکہ ان کی نسل اور اولاد کی تباہی و بربادی اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں فساد تک پہنچ جاتا ہے۔اور پورا معاشرہ اس سے بری طرح متاثر ہوتا ہے۔

اسی لئے شریعت اسلامیہ جو اسباب اور وجوہ اس نکاح کو توڑنے کا سبب بن سکتے تھے ان تمام اسباب کو راہ سے ہٹانے کا پورا انتظام کیا ہے۔ میاں بیوی کے ہر معاملے اور ہر حال کے لئے جو ہدایتیں قرآن وسنت میں مذکور ہیں ان سب کا حاصل یہی ہے کہ یہ رشتہ ہمیشہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا جائے۔ٹوٹنے نہ پائے، میاں بیوی میں ناموافقت کی صورت میں اول افہام وتفہیم سے کام لیا جائے۔ مسئلہ حل نہ ہو تو زجر وتنبیہ کی جائے۔اور پھر بھی اگر معاملہ حل نہ ہو سکے تو خاندان ہی کے چند افراد کو ثالث بنا کر معاملہ طے کرنے کی تعلیم دی ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۔ (النساء، ۳۵)

اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو۔تو ایک حاکم مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک حاکم عورت والوں کی طرف سے۔ یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

اس آیت میں خاندان ہی کے افراد کو ثالث بنانے کا فرمان کس قدر حکیمانہ ہے کہ اگر میاں بیوی کے اختلاف کا یہ معاملہ خاندان سے باہر گیا تو بات بڑھ جانے اور دلوں میں زیادہ بعد پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔

لیکن بسا اوقات ایسی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے کہ اصلاح احوال کی تمام تر کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں اور تعلق نکاح کے مطلوبہ

ثمرات میاں بیوی، خاندان اور معاشرے کو حاصل نہیں ہو پاتے۔ اور میاں بیوی کا آپس میں ایک ساتھ رہنا ان دونوں کے لئے ہی نہیں بلکہ خاندان اور معاشرے کے لئے ایک عذاب بن سکتا ہے یا بن جاتا ہے۔

ایسی حالت میں نکاح کے اس رشتہ کو ختم کرنے میں ہی سب کے لئے راحت اور سلامتی بن سکتا ہے۔ اسی لئے شریعت اسلامیہ نے بعض دیگر مذاہب کی طرح یہ نہیں کہا کہ جب ایک بار نکاح ہو گیا تو اب یہ ناقابل تنسیخ ہے۔ بس جو بھی ہے جیسا بھی ہے جہاں بھی ہے اب ساری زندگی ایک ساتھ ہی رہنا ہے۔ بلکہ شریعت نے طلاق اور فسخ نکاح کا قانون بنایا ہے۔ طلاق کا اختیار مرد کو دیا۔ جس میں جادۂ فکر و تدبر اور تحمل کا مادہ عورت سے زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورت کو بالکل اس حق سے محروم کر دیا کہ وہ شوہر کے ظلم و ستم سہنے پر ہی مجبور رہے۔ بلکہ عورت کو یہ حق دیا ہے کہ حاکم شرعی کی عدالت میں اپنا معاملہ پیش کر کے نکاح فسخ کرا سکے۔

اسی طرح شریعت اسلامیہ کی یہ تعلیم بھی نہیں ہے جس کا جب دل چاہے نکاح ختم کر دے۔ جب چاہا دوبارہ شادی کر لی۔ جیسا کہ یورپ امریکہ وغیرہ میں عموما کیا جا رہا ہے۔ اور یہی بد تہذیبی جمہوریت اور حقوق نسواں کے نام پر دوسروں پر مسلط کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی جا رہی ہے۔

بہر حال مختصر یہ کہ شریعت نے نکاح کو ختم کرنے کا اختیار بہر حال دیا ہے اور یہ اختیار مرد کو بھی حاصل ہے اور عورت کو بھی حاصل ہے۔ مگر شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کار کے مطابق۔ چونکہ ہمارا موضوع اس وقت طلاق ہے جس کا تعلق مرد کے نکاح کو ختم کرنے کے حق سے ہے اس لئے عورت کے نکاح کو ختم کرنے کے حق، تنسیخ نکاح۔ یا خلع سے یہاں بات نہیں کروں گا۔۔۔

شریعت نے مرد کو بوقت ضرورت شدیدہ کے نکاح کو ختم کرنے کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسلام نے مرد کو بعض ہدایات دی ہیں یا یوں کہہ لیجیے کہ اس پر بعض پابندیاں عائد کی ہیں۔

() شریعت نے بتا دیا کہ مرد کا طلاق کا اختیار استعمال کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مبغوض اور مکروہ ہے صرف مجبوری کی حالت میں اجازت ہے۔

(۱) حالت غیظ و غضب میں یا کسی وقتی اور ہنگامی ناگواری میں اس طلاق کے اختیار کو استعمال نہ کرے۔ لیکن اگر کرے گا تو طلاق تو ہو چکی مگر گناہ بھی ملے گا۔

(۲) اسی طرح عورت کے ایام ماہواری میں طلاق دینے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر دی تو طلاق تو ہو گی مگر گنہ گار ہو گا۔

(۳) معاملہ نکاح کو ختم کرنے کا طریقہ وہ نہیں رکھا گیا جو عام معاملات کو ختم کرنے کا رکھا گیا ہے۔ ادھر معاملہ ختم ادھر دونوں فریق آزاد جو مرضی ہے کریں چاہے خود ہی دوبارہ معاملہ کر لیں یا فورا کسی دوسرے سے معاملہ کر لیں۔ بلکہ معاملہ نکاح کو ختم کرنے کے لئے پہلے تو اس کے تین درجے تین طلاقوں کی صورت میں رکھے ہیں۔ پھر اس پر عدت کی پابندی لگائی ہے۔ عدت پوری ہونے تک معاملہ نکاح کے متعدد اثرات باقی رہتے ہیں۔ مثلاً عورت دوسرا نکاح دوران عدت نہیں کر سکتی۔ اور مرد ذمہ عورت کا نان ونفقہ دوران عدت ہو گا۔

(۴) ایک یا دو طلاق صریح الفاظ میں دی ہے تو نکاح نہیں ٹوٹتا، عدت ختم ہونے سے قبل مرد رجوع کرسکتا ہے۔

(۵) لیکن یہ رجوع کا اختیار بھی اللہ تعالیٰ نے مرد کو صرف دو طلاق تک محدود رکھا ہے۔ اس کے بعد تیسری طلاق اگر دے دی تو مرد کو رجوع کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔۔ حکیمانہ قانون اللہ تعالیٰ نے عورت کی حفاظت کے لئے بنا رکھا ہے تا کہ کوئی ظالم اور بے قدرا شخص ہمیشہ طلاق دیتا اور رجوع کرتا ہی نہ رہے۔ اور اس کی نظر میں بیوی یا عورت کی کوئی قدر و منزلت ہی نہ ہو۔

طلاق کی شرعی حیثیت کا بیان

فقہاء کا کہنا ہے کہ طلاق پر پانچ احکامات لاگو ہوتے ہیں۔ کبھی واجب ہوتی ھے: یہ اس وقت جب شوہر مباشرت (صحبت) کے قابل نہ ہو، یا بیوی پر خرچ نہیں کرسکتا، تو اسکی دینداری کا تقاضا ہے اس کو طلاق دیدے، (اگر یہ بیوی کی خواہش ہو تو)، تا کہ اس کو روکنے کے نتیجہ میں اسکے اخلاق میں بگاڑ نہ آجائے، یا کو نقصان نہ ہو، نیز ناچاقی کی اصلاح کے لئے جمع ثالثوں کی طلاق، جب دونوں میں ہوئے جھگڑوں کی اصلاح کی کوششیں ناکام ہوجائیں، اور دونوں ثالث، دونوں میں علاحدگی ہی مناسب سمجھیں۔

کبھی مستحب ہوتی ھے: یہ اس صورت میں جب بیوی، شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں تساہل برتے، مثلاً بغیر کسی شرعی سبب کے اپنے آپ کو شوہر سے دور رکھے، اور اس پر مصر رھے، نیز اس صورت میں بھی طلاق مستحب ھے، جب بیوی خود، نااتفاقی کی بنا پر اسکا مطالبہ کرے، اور اس پر مصر رھے۔

کبھی جائز ہوتی ھے: یہ اس صورت میں جب بیوی کی بداخلاقی، اور اسکے برے سلوک سے بچنے، اسکی واقعی ضرورت پیش آئے، یا شوہر بیوی سے اتنی سخت نفرت کرتا ھیکہ اس کو کنٹرول نہیں کرسکتا، یا یہ اندیشہ لاحق ہوجائے کہ بیوی کی حق تلفی ہوگی، یا اس پر ظلم ہوگا، (اس صورت میں طلاق جائز ہوگی)۔

انہی تینوں احکام کیطرف دفعہ نے ان لفظوں میں اشارہ کیا ھے، "یہ، ایسی شادی سے، جسکا شرعی مقصد پورا نہیں ہورہا ہو، ایسے وقت میں چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے رکھی گ ء ھے، جبکہ خاوند و بیوی کے درمیان اختلافات زور پکڑ جائیں، اور یہ یقین ہوجائے کہ شادی کا برقرار رہنا محال ھے"۔

موجودہ دفعہ میں مذکور لفظ 'شرع' (مشروع کی گئی ہے یا رکھی گئی ہے)، میں، واجب، مستحب، اور جائز سبھی آجاتے ہیں۔

طلاق کبھی مکروہ ہوتی ھے، یہ عام فقہاء کا مذھب ھے، یہ اس صورت میں، جب طلاق کی کوئی ضرورت ہی نہ ہو، بعض لوگوں کا تو کہنا ھیکہ اسمیں بیوی کے لئے بنا کسی سبب کے جو تکلیف ونقصان ھے، اس بنا پر یہ طلاق حرام ھے۔

طلاق کبھی حرام ہوتی ھے: یہ اس صورت میں، جب شوہر کو یقین ہو کہ یا تو بیوی سے بے انتہا قلبی تعلق کی بنا پر، یا اسکے علاوہ کسی اور خاتون سے شادی پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہونیکا یقین ہو، نیز حالت حیض میں یا اس پاکی کی حالت میں، جس میں صحبت کی ہو، طلاق دینا حرام ھے، اس کو بدعی طلاق کہتے ہیں، اسکا تفصیلی بیان آگے آئے گا۔

مسئلہ طلاق میں اصلاح عوام کی ضرورت

لیکن بدقسمتی سے بہت سے لوگ بیک وقت تین طلاقیں دے بیٹھتے ہیں پھر علمائے کرام سے مسئلہ پوچھتے ہیں تو علمائے حق اہل

سنت و جماعت یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ اب وہ بغیر حلالہ کے تمہارے نکاح میں نہیں آسکتی کیونکہ شریعت نے بغیر حلالہ کے شوہر اول سے اسکا نکاح منع کر دیا ہے۔ تو جاہل و بے وقوف لوگ سر پکڑ کو بلبلا اٹھتے ہیں کہ دیکھو ایک شخص کا گھر برباد ہو رہا ہے اور اس کے پانچ ،سات بچے ہیں جو معصوم ہیں وہ بیچارے تو بھوک سے مرجائیں گے۔ خاندان کے اندر کئی دشمنیاں جنم لیں گی اور علمائے کرام پر اس طرح کے جملے کستے ہیں کہ جیسے ان کے درمیان اور علمائے کرام کے درمیان حق و باطل کا معرکہ شروع ہو چکا ہے۔

لیکن افسوس؛ اس بات پر کہ لوگ ساری ساری عمر بسر کر جاتے ہیں مگر نکاح، طلاق اور دیگر شرعی احکام کو سمجھنے کی طرف ذرا توجہ نہیں دیتے۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے اگر غلطی انکی اپنی ہو اور الزام شریعت پر، یہ کتنی بڑی غلط فہمی ہے۔ اور اللہ کا کیا ہوا حرام تو کسی بھی صورت میں حلال نہیں ہو سکتا۔ اگر چہ ساری دنیا کے روشن خیال اور عقل کل کا دعویٰ کرنے والے لوگ ساری عمر اپنا سر پکڑ کر بیٹھیں تب بھی وہ اللہ کے حرام کیے ہوئے کو حلال نہیں کر سکتے۔ لہٰذا برائے مہربانی اپنی غلطیوں کی وجہ سے اسلام کے احکام کو بدلنے سے باز رہیں۔

اسی طرح وہ نام نہاد علماء جو عوامی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے تین طلاقوں کو ایک طلاق کہہ دیتے ہیں اور پھر اس پر فتاوی جات کی بھرپور اشاعت بھی کر بیٹھتے ہیں انہیں بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تین، تین ہوتا ہے اور ایک، ایک ہوتا ہے۔ کیا اگر کسی نے کہا کہ اس کے تین خدا ہیں تو کیا تم انکی توحید کو قبول کر لو گے۔ اگر ایسی توحید قابل قبول نہیں تو پھر وحدہ لاشریک کے احکام کو بھی حق کے ساتھ بیان کرو، نہ کہ عوامی خواہشات کی پیروی۔۔۔؟

یاد رہے احکام شرع میں حلت و حرمت کا حکم شرعی نصوص کے ذریعے ثابت کرنا یہ کوئی عام لوگوں کا منصب نہیں ہے کہ وہ جس طرح چاہیں استدلال کرتے ہوئے احکام کی تشریح کریں۔ یہ مجتہدانہ صلاحیت و بصیرت اہل علم لوگوں یعنی فقہائے اسلاف کا کام تھا اور وہ پوری دیانتداری کے ساتھ یہ کام کر گزرے ہیں اور اب ہمیں ان کی اتباع و تقلید کا حکم ہے۔

بَابُ: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ

یہ باب عنوان کے بغیر ہے

2016- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ وَمَسْرُوْقُ بْنُ الْمَرْزُبَانِ قَالُوْا حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِىْ زَائِدَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحِ بْنِ حَيٍّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَّقَ حَفْصَةَ ثُمَّ رَاجَعَهَا

◄◄ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کو طلاق دیدی تھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رجوع کر لیا۔

2017- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى

2016: اخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2283 اخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 3562

2017: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَلْعَبُوْنَ بِحُدُوْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ اَحَدُهُمْ قَدْ طَلَّقْتُكِ قَدْ رَاجَعْتُكِ قَدْ طَلَّقْتُكِ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کے ساتھ کھیلتے ہیں' ان میں سے ایک شخص (اپنی بیوی سے) یہ کہتا ہے' میں نے تمہیں طلاق دی' میں نے تم سے رجوع کیا' میں نے تمہیں طلاق دی"۔

2018- حَدَّثَنَا كَثِيْرُ بْنُ عُبَيْدٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْوَلِيْدِ الْوَصَّافِيِّ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے"۔

بَابُ: طَلَاقِ السُّنَّةِ

یہ باب طلاق کے سنت طریقے کے بیان میں ہے

2019- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ طَلَّقْتُ امْرَاَتِيْ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ اِنْ شَاءَ طَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ يُّجَامِعَهَا وَاِنْ شَاءَ اَمْسَكَهَا فَاِنَّهَا الْعِدَّةُ الَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی وہ اس وقت حیض کی حالت میں تھی میں نے اس بات کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس سے کہو کہ وہ اس عورت سے رجوع کر لے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر اسے حیض آئے پھر پاک ہو جائے پھر اگر وہ چاہے' تو اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دیدے اور اگر چاہے' تو اسے اپنے ساتھ رکھے یہ وہ عدت ہے' جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

2020- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ طَلَاقُ السُّنَّةِ اَنْ يُّطَلِّقَهَا طَاهِرًا مِّنْ غَيْرِ جِمَاعٍ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: طلاق دینے کا سنت طریقہ یہ ہے' آدمی طہر کی حالت میں صحبت کیے بغیر عورت کو طلاق دے۔

2018- اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2177 ' ورقم الحدیث: 2178

2019- اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3640 ' ورقم الحدیث: 3558

2020- اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3394 ' ورقم الحدیث: 3395

2021- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ فِي طَلَاقِ السُّنَّةِ يُطَلِّقُهَا عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ تَطْلِيقَةً فَإِذَا طَهُرَتِ الثَّالِثَةَ طَلَّقَهَا وَعَلَيْهَا بَعْدَ ذٰلِكَ حَيْضَةٌ

⇔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سنت طلاق کے بارے میں یہ فرماتے ہیں: آدمی ہر طہر کے وقت اسے ایک طلاق دے جب وہ تیسرے طہر میں آئے گی تو وہ اسے طلاق دے گا اس کے بعد اس عورت پر ایک حیض بسر کرنا لازم ہوگا۔

2022- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ أَبِي غَلَّابٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَقَالَ تَعْرِفُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَأَتٰى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا قُلْتُ أَيُعْتَدُّ بِتِلْكَ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ

⇔ ابوغلاب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا: جو اپنی بیوی کو اس کے حیض کے دوران طلاق دیدیتا ہے انہوں نے فرمایا: تم عبداللہ بن عمر کو جانتے ہو کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تھی اور اس کی بیوی اس وقت حیض کی حالت میں تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ اس سے رجوع کرلیں۔

ابوغلاب کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: کیا اس طلاق کو شمار کیا گیا تھا؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے وہ عاجز تھا یا احمق تھا۔

طلاق کی اقسام کا بیان

طلاق کی تین اقسام ہیں۔ (۱) حسن (۲) احسن (۳) بدعت۔ احسن طلاق یہ ہے: آدمی اپنی بیوی کو ایک طلاق دے ایسے طہر میں جس میں اس نے اس عورت کے ساتھ صحبت نہ کی ہو اور پھر اس عورت کو چھوڑ دے یہاں تک کہ اس عورت کی عدت گزر جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس بات کو مستحب سمجھتے تھے: وہ ایک سے زیادہ طلاق نہ دیں یہاں تک کہ عدت گزر جائے اور یہ بات ان کے نزدیک اس چیز سے زیادہ فضیلت رکھتی تھی کہ آدمی ہر طہر میں ایک طلاق دے کر تین طلاقیں دیدے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: اس صورت میں آدمی ندامت سے دور رہتا ہے اور اس کا ضرر بھی کم ہوتا ہے۔ تاہم اس کے مکروہ ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (ہدایہ کتاب طلاق، لاہور)

2022: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5252 ورقم الحدیث: 5258 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5333 ورقم الحدیث: 3646 ورقم الحدیث: 3647 ورقم الحدیث: 3648 ورقم الحدیث: 3649 ورقم الحدیث: 3650 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2183 ورقم الحدیث: 2184 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1175 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3399 ورقم الحدیث: 3400 ورقم الحدیث: 3577

طلاق سنت کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طلاق سنت اس طریقہ سے ہے کہ انسان بغیر جماع کیے عورت کو پاکی کی حالت میں طلاق دے دے پھر جس وقت اس کو حیض آ جائے اور وہ عورت پاک ہو جائے تو اس وقت اس کو دوسری طلاق دے دے پھر جس وقت اس کو حیض آ جائے اور وہ پاک ہو جائے جب اس کو اور ایک طلاق دے پھر اس کے بعد عورت ایک حیض عدت گزارے۔ حضرت اعمش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابراہیم سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی اسی طریقہ سے بیان فرمایا۔ (سنن نسائی: جلد دوم رقم الحدیث 1332)

حضرت یونس بن جبیر سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اپنی بیویوں کو ایام حیض میں طلاق دیتا ہے فرمایا تم عبداللہ بن عمر کو جانتے ہو؟ انہوں نے بھی اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تھی جس پر حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا، حضرت عمر نے پوچھا کیا وہ طلاق بھی گنی جائے گی؟ فرمایا خاموش رہو، اگر وہ عاجز ہو اور پاگل ہو جائیں تو کیا ان کی طلاق نہیں گنی جائے گی۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1183)

طلاق سنت میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت سالم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایام حیض میں طلاق دی جس پر حضرت عمر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا انہیں رجوع کرنے کا حکم دو۔ پھر حاملہ ہونے یا حیض سے پاک ہونے کی صورت میں طلاق دیں حضرت یونس بن جبیر کی ابن عمر اور سالم کی اپنے والد سے مروی حدیث دونوں حسن صحیح ہیں یہ دوسری حدیث حضرت ابن عمر سے کئی سندوں سے مروی ہے اس پر علماء صحابہ اور دیگر علماء کا عمل ہے۔ کہ طلاق سنت یہی ہے کہ ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں جماع نہ کیا ہو بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ایک طہر میں ایک طلاق دینا بھی سنت ہے امام شافعی، احمد کا بھی یہی قول ہے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ طلاق سنت اسی صورت میں ہو گی کہ ایک ہی طلاق دے ثوری اسحاق کا یہی قول ہے حاملہ عورت کو جس وقت چاہے طلاق دے امام شافعی، احمد، اور اسحاق کا یہی قول ہے بعض علماء کے نزدیک اسے ہر ماہ میں ایک طلاق دی جائے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1184)

وقت ومحل کے اعتبار سے اقسام طلاق کا بیان

طلاق کی قسمیں: یہ بات جاننی چاہئے کہ وقت ومحل کے اعتبار سے نفس طلاق کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) احسن (۲) حسن، حسن کو سنی بھی کہتے ہیں (۳) بدعی

طلاق احسن کی صورت یہ ہے کہ ایک طلاق رجعی ایسے طہر یا کی کی حالت میں دی جائے جس میں جماع نہ کیا ہو اور پھر اس کو اسی حالت میں چھوڑے یعنی پھر نہ تو اس کو اور طلاق دے اور نہ اس سے جماع کرے) یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہو جائے طلاق کی یہ پہلی قسم سب سے بہتر ہے۔

طلاق حسن کی صورت یہ ہے کہ ایک طلاق حسن رجعی ایسے طہر یا کی حالت میں دی جائے جس میں جماع نہ کیا ہو بشرطیکہ عورت مدخول بہا ہو اور اگر عورت غیر مدخول بہا ہو تو اس کے لئے ایک طلاق حسن ہے نیز اس کو حیض کی حالت میں بھی طلاق دی جا سکتی ہے اور آئسہ صغیرہ اور حاملہ عورتوں کے لئے طلاق حسن یہ ہے کہ ان کو تین مہینہ تک ہر مہینہ میں ایک طلاق دی جائے نیز ان عورتوں کو جماع کے بعد بھی طلاق دینا جائز ہے طلاق کی یہ دوسری قسم بھی بہتر ہے۔

طلاق بدعی: کی صورت یہ ہے کہ مدخول بہا کو ایک ہی طہر میں یا ایک ہی دفعہ میں تین طلاقیں دیدے یا ایسی دو طلاقیں دے جس میں رجعت کی گنجائش نہ ہو یا اس کو اس طہر میں طلاق دے جس میں جماع کر چکا ہو اس طرح اگر کسی شخص نے حیض کی حالت میں طلاق دی تو یہ بھی طلاق بدعی کے حکم میں ہے اور اگر وہ عورت کہ جس کو حیض کی حالت میں طلاق دی ہے مدخول بہا ہو تو صحیح تر روایت کے مطابق اس سے رجوع کرنا واجب ہے جب کہ بعض علماء نے رجوع کرنے کو مستحب کہا ہے، پھر جب وہ پاک ہو جائے اور اس کے بعد دوسرا حیض آئے اور پھر اس سے بھی پاک ہو جائے تب اگر طلاق دینا ضروری ہو تو اس دوسرے طہر میں طلاق دی جائے طلاق کی یہ تیسری قسم شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہے گو طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔

طلاق کی اقسام میں مذاہب اربعہ

احناف طلاق کی تین قسمیں قرار دیتے ہیں: احسن، حسن اور بدعی۔ احسن طلاق یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو ایسے طہر میں جس کے اندر اس نے مجامعت نہ کی ہو، صرف ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دے۔ حسن یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک ایک طلاق دے۔ اس صورت میں تین طہروں میں تین طلاق دینا بھی سنت کے خلاف نہیں ہے۔ اگرچہ بہتر یہی ہے کہ ایک ہی طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ اور طلاق بدعت یہ ہے کہ آدمی بیک وقت تین طلاق دے دے، یا ایک ہی طہر کے اندر الگ الگ اوقات میں تین طلاق دے، یا حیض کی حالت میں طلاق دے، یا ایسے طہر میں طلاق دے جس میں وہ مباشرت کر چکا ہو۔ ان میں سے جو فعل بھی وہ کرے گا گناہگار ہوگا۔ یہ تو ہے حکم اسی مدخولہ عورت کا جسے حیض آتا ہو۔ رہی غیر مدخولہ عورت تو اسے سنت کے مطابق طہر اور حیض دونوں حالتوں میں طلاق دی جاسکتی ہے۔ اور اگر عورت ایسی مدخولہ ہو جسے حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا ابھی آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، تو اسے مباشرت کے بعد بھی طلاق دی جاسکتی ہے، کیونکہ اس کے حاملہ ہونے کا امکان نہیں ہے۔ اور عورت حاملہ ہو تو مباشرت کے بعد اسے بھی طلاق دی جاسکتی ہے، کیونکہ اس کا حاملہ ہونا پہلے ہی معلوم ہے۔ لیکن ان تینوں قسم کی عورتوں کو سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک مہینہ بعد طلاق دی جائے، اور احسن یہ ہے کہ صرف ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ (ہدایہ، فتح القدیر، احکام القرآن للجصاص، عمدۃ القاری)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ سنی، بدعی مکروہ، اور بدعی حرام۔ سنت کے مطابق طلاق یہ ہے کہ مدخولہ عورت کو جسے حیض آتا ہو، طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ بدعی مکروہ یہ ہے کہ ایسے طہر کی حالت میں طلاق دی جائے جس میں آدمی مباشرت کر چکا ہو، یا مباشرت کیے بغیر ایک طہر میں ایک سے زیادہ طلاقیں دی جائیں، یا عدت کے اندر الگ الگ طہروں میں تین طلاقیں دی جائیں، یا بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی

جائیں۔اور بدعی حرام یہ ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق دی جائے۔(حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر۔احکام القرآن لابن العربی)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا معتبر مذہب یہ ہے جس پر جمہور حنابلہ کا اتفاق ہے: مدخولہ عورت جس کو حیض آتا ہو اسے سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر اسے طلاق دی جائے، پھر اسے چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔لیکن اگر اسے تین طہروں میں تین الگ الگ طلاقیں دی جائیں، یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دے دی جائیں، یا بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی جائیں، یا حیض کی حالت میں طلاق دی جائے، یا ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں مباشرت کی گئی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہو، تو یہ سب طلاق بدعت اور حرام ہیں۔لیکن اگر عورت غیر مدخولہ ہو، یا ایسی مدخولہ ہو جسے حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، یا حاملہ ہو، تو اس کے معاملہ میں نہ وقت کے لحاظ سے سنت و بدعت کا کوئی فرق ہے نہ تعداد کے لحاظ سے۔(الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف علی مذہب احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طلاق کے معاملہ میں سنت اور بدعت کا فرق کے لحاظ سے ہے نہ کہ تعداد سے یعنی مدخول عورت جس کو حیض آتا ہو اسے حیض کی حالت میں طلاق دینا یا جو حاملہ ہو سکتی ہو اسے ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں مباشرت کی جا چکی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہو بدعت اور حرام ہے۔رہی طلاقوں کی تعداد، تو خواہ بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں، یا ایک ہی طہر میں دی جائیں، یا الگ الگ طہروں میں دی جائیں، بہر حال یہ سنت کے خلاف نہیں ہے۔اور غیر مدخولہ عورت جسے حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا حیض آیا ہی نہ ہو، یا جس کا حاملہ ہونا ظاہر ہو، اس کے معاملہ میں سنت اور بدعت کا کوئی فرق نہیں ہے۔

(مغنی المحتاج)

ہر قسم کی طلاق کے وقوع میں اتفاق مذاہب اربعہ

کسی طلاق کے بدعت، مکروہ، حرام، یا گناہ ہونے کا مطلب ائمۂ اربعہ کے نزدیک یہ نہیں ہے کہ وہ واقع ہی نہ ہو۔چاروں مذاہب میں طلاق، خواہ حیض کی حالت میں دی گئی ہو، یا بیک وقت تین طلاقیں دے دی گئی، یا ایسے طہر میں طلاق دی گئی ہو جس میں مباشرت کی جا چکی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہوا ہو، یا کسی اور ایسے طریقے سے دی گئی ہو جسے کسی امام نے بدعت قرار دیا ہے، بہر حال واقع ہو جاتی ہے، اگرچہ آدمی گناہ گار ہوتا ہے۔لیکن بعض دوسرے مجتہدین نے اس مسئلے میں ائمۂ اربعہ سے اختلاف کیا ہے۔

حضرت سعید بن مسیب اور بعض دوسرے تابعین کہتے ہیں کہ جو شخص سنت کے خلاف حیض کی حالت میں طلاق دے دے اس کی طلاق سرے سے واقع ہی نہیں ہوتی۔یہی رائے امامیہ کی ہے۔اور اس رائے کی بنیاد یہ ہے کہ ایسا کرنا چونکہ ممنوع اور بدعت محرمہ ہے اس لئے یہ غیر مؤثر ہے۔حالانکہ اوپر جو احادیث ہم نقل کر آئے ہیں ان میں یہ بیان ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے جب بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو حضور نے انہیں رجوع کا حکم دیا۔اگر یہ طلاق واقع ہی نہیں ہوئی تھی تو رجوع کا حکم دینے کے کیا معنی؟ اور یہ بھی بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ نے ایک سے زیادہ طلاق دینے والے کو اگرچہ گناہ گار قرار دیا ہے، مگر اس کی طلاق کو غیر مؤثر قرار نہیں دیا۔

طلاق دینے کے طریقہ حسن کا بیان

اور طلاق حسن سے مراد سنت طلاق ہے اور وہ یہ ہے: آدمی مدخول بہا (بیوی) کو تین طہروں میں تین طلاقیں دے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ بدعت ہے اور صرف ایک ہی طلاق دینا مباح ہے' اس کی وجہ یہ ہے: طلاق میں اصل چیز ممنوعیت ہے اور اس کو چھٹکارے کے حصول کے لئے مباح قرار دیا گیا ہے اور وہ چیز ایک طلاق کے ذریعے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "سنت یہ ہے: تم طہر آنے دو اور پھر ہر ایک طہر میں ایک طلاق دو"۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: حکم کا مدار ضرورت کی بنیاد پر ہوتا ہے اور وہ (دلیل) ایسے زمانے میں طلاق کا اقدام کرنا ہے' جس میں دوبارہ نئے سرے سے رغبت پیدا ہو چکی ہو اور یہ چیز "طہر" کے زمانے میں ہوتی ہے ایسا "طہر" جس میں صحبت نہ کی گئی ہو اس لیے ضرورت کی دلیل کی طرف دیکھتے ہوئے' دوبارہ حاجت ہونے کی صورت حال پیدا ہو جائے گی۔ پھر یہ بات بھی بیان کی گئی ہے: زیادہ بہتر یہ ہے: آدمی طلاق دینے کو طہر کے آخری حصے تک مؤخر کرے تاکہ عدت کو طول دینے سے بچ سکے' تاہم زیادہ مناسب یہ ہے: جیسے ہی عورت پاک ہو' مرد اسے طلاق دیدے کیونکہ وہ اگر اس کو مؤخر کرے گا' تو ہو سکتا ہے' اس عورت کے ساتھ صحبت کر لے۔ چونکہ وہ طلاق دینے کا ارادہ تو کر چکا ہے' تو اس صورت میں وہ صحبت کرنے کے بعد طلاق واقع کرنے میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

مسنون طریقے سے طلاق دینے میں احادیث

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے زمانہ رسالت میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دیدی تو حضرت عمر بن الخطاب نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو چاہیے کہ وہ اس سے رجوع کرے پھر اس کو اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر حیض آئے پھر پاک ہو اس کے بعد اگر چاہے تو اس کو رکھ لے یا چاہے تو جماع کیے بغیر اس کو طلاق دیدے پس یہ ہے وہ عدت جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس میں عورتوں کو طلاق دی جائے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم، رقم الحدیث 415)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کہو کہ رجوع کرے پھر جب پاک ہو جائے یا حاملہ ہو جائے تو طلاق دیدے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 417)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی حضرت عمر نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آگئے اور فرمایا کہ اس کو کہہ دو کہ وہ اس سے رجوع کرلے پھر اس کو اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے پھر اس کو دوسرا حیض آئے اور وہ پھر حیض سے پاک ہو اس کے بعد اگر چاہے تو طلاق دیدے پاکی کی حالت میں جماع کیے بغیر اور یہ طلاق کی عدت کے مناسب ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 418)

حضرت یونس بن جبیر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ تم اپنی بیوی کو کتنی طلاقیں دی تھیں؟ انہوں نے کہا ایک۔ (سنن ابوداؤد، جلد دوم، رقم الحدیث 419)

طلاق بدعت کا بیان

اور بدعت طلاق یہ ہے: شوہر ایک ہی کلمے کے ذریعے' تین طلاقیں دیدے' یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دیدے' جب وہ ایسا کرے گا' تو طلاق واقع ہو جائے گی' اور وہ شخص گنہگار ہوگا۔ امام شافعی فرماتے ہیں: کسی بھی طریقے کے ساتھ طلاق دینا مباح ہے' کیونکہ یہ ایک ایسا تصرف ہے' جو مشروع ہے تا کہ اس کے ذریعے حکم مستفاد ہو سکے لہٰذا مشروعیت' ممانعت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی جبکہ حیض کی حالت میں طلاق دینے کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ وہاں عورت کی عدت کو طول دینا حرام ہے' طلاق دینا منع نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: طلاق میں اصل چیز ممانعت ہے' کیونکہ اس سے نکاح ختم ہو جاتا ہے جس کے ذریعے بہت سے دینی اور دنیاوی مصالح متعلق ہوتے ہیں اور علیحدگی کی ضرورت کے پیش نظر اسے مباح قرار دیا گیا ہے' جبکہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' اور مختلف طہروں میں متفرق طور پر دینے کی ضرورت بھی ثابت ہو گی' اس کی حاجت کی دلیل کو سامنے رکھتے ہوئے اور کیونکہ بذات خود اس کی ضرورت موجود ہے' اس لیے اس پر دلیل کو متصور کرنا بھی ممکن ہوگا۔ اپنی ذات کے اعتبار سے یہ مشروع اس حیثیت سے ہے کہ اس کے ذریعے رقیت زائل ہو جاتی ہے' اور یہ بات ممانعت کے منافی نہیں ہے' کیونکہ اس میں "غیر" کا مفہوم پایا جا رہا ہے اور وہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اسی طرح ایک طہر میں' دو طلاقیں دینا بھی بدعت ہے' جس کی دلیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ ایک بائنہ طلاق کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔

امام محمد نے کتاب المبسوط میں یہ بات بیان کی ہے: ایسا شخص سنت کی خلاف ورزی کرے گا' کیونکہ علیحدگی اختیار کرنے میں کسی اضافی صفت کو ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور وہی صفت "بینونہ" ہے۔ زیادات کی روایات میں یہ بات ہے: ایسا مکروہ نہیں ہے' کیونکہ اس صورت میں فوراً چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

طلاق بدعت کی تعریف

عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے باب سے مشتق اسم طلاق کے ساتھ کسرہ صفت لگا کر عربی اسم بدعت لگانے سے مرکب توصیفی بنا۔ اردو زبان میں بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ 1867ء کو "نور الہدایہ" میں تحریراً مستعمل ملتا ہے۔

(فقہ) اس طلاق کی تین صورتیں ہیں (1) حالت حیض میں طلاق دی ہو، (2) ایسے طہر میں طلاق دی ہو جس میں مباشرت ہو چکی ہو (۳) تین طلاقیں بیک وقت دے دی ہوں۔ "امام مالک علیہ الرحمہ اور بہت سے فقہا نے تیسری طلاق کو جائز ہی نہیں رکھا وہ اس کو طلاق بدعت کہتے ہیں۔

حالت حیض کی وقوع طلاق میں مذاہب اربعہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حیض کی حالت میں طلاق دینے والے کو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

رجوع کا حکم دیا تھا، اس لیے فقہاء کے درمیان یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ یہ حکم کس معنی میں ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام اوزاعی، ابن ابی لیلیٰ، اسحاق بن راہویہ اور ابوثور کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو رجوع کا حکم تو دیا جائے گا مگر رجوع پر مجبور نہ کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری، علامہ بدرالدین عینی حنفی)

ہدایہ میں حنفیہ کا مذہب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس صورت میں رجوع کرنا نہ صرف مستحب بلکہ واجب ہے۔ مغنی المحتاج میں شافعیہ کا مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ جس نے حیض میں طلاق دی ہو اور تین نہ دے ڈالی ہوں اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ رجوع کرے، اور اس کے بعد والے طہر میں طلاق نہ دے بلکہ اس کے گزرنے کے بعد جب دوسری مرتبہ عورت حیض سے فارغ ہو تب طلاق دینا چاہے تو دے، تا کہ حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع محض کھیل کے طور پر نہ ہو۔

الانصاف میں حنابلہ کا مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ اس حالت میں طلاق دینے والے کے لئے رجوع کرنا مستحب ہے۔

لیکن امام مالک علیہ الرحمہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا جرم قابل دست اندازی پولیس ہے۔ عورت خواہ مطالبہ کرے یا نہ کرے، بہر حال حاکم کا یہ فرض ہے کہ جب کسی شخص کا یہ فعل اس کے علم میں آئے تو وہ اسے رجوع پر مجبور کرے اور عدت کے آخری وقت تک اس پر دباؤ ڈالتا رہے۔ اگر وہ انکار کرے تو اسے قید کر دے۔ پھر بھی انکار کرے تو اسے مارے۔ اس پر نہ مانے تو حاکم خود فیصلہ کر دے کہ "میں نے تیری بیوی تجھ پر واپس کر دی" اور حاکم کا یہ فیصلہ رجوع ہوگا جس کے بعد مرد کے لئے اس عورت سے مباشرت کرنا جائز ہوگا، خواہ اس کی نیت رجوع کی ہو یا نہ ہو، کیونکہ حاکم کی نیت اس کی قائم مقام ہے۔

(حاشیہ الدسوقی)

مالکیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس شخص نے طوعاً و کرہاً حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کر لیا ہو وہ اگر طلاق ہی دینا چاہے تو اس کے لئے مستحب طریقہ یہ ہے کہ جس حیض میں اس نے طلاق دی ہے اس کے بعد والے طہر میں اسے طلاق نہ دے بلکہ جب دوبارہ حیض آنے کے بعد وہ طاہر ہو اس وقت طلاق دے۔ طلاق سے متصل والے طہر میں طلاق نہ دینے کا حکم دراصل اس لئے دیا گیا ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق دینے والے کا رجوع صرف زبانی کلامی نہ ہو بلکہ اسے طہر کے زمانے میں عورت سے مباشرت کرنی چاہیے پھر جس طہر میں مباشرت کی جا چکی ہو اس میں طلاق دینا چونکہ ممنوع ہے، لہٰذا طلاق دینے کا صحیح وقت اس کے طہر والا ہی ہے

(حاشیہ الدسوقی)

بَابُ: الْحَامِلِ كَيْفَ تُطَلَّقُ

یہ باب ہے کہ حاملہ عورت کو کیسے طلاق دی جائے

2023-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلٰى اٰلِ طَلْحَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِىَ حَائِضٌ فَذَكَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

2023: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3644 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث:2181 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1176 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث:3397

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُطَلِّقُهَا وَهِيَ طَاهِرٌ اَوْ حَامِلٌ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی وہ عورت اس وقت حیض کی حالت میں تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس سے کہو کہ وہ اس عورت سے رجوع کرے پھر اسے اس وقت طلاق دے جب وہ عورت طہر کی حالت میں ہو یا حاملہ ہو۔

حاملہ عورت کو طلاق دینے کا بیان

حاملہ عورت کے ساتھ صحبت کرنے کے بعد اسے طلاق دینا جائز ہے' کیونکہ اس کے نتیجے میں عدت مشتبہ نہیں ہوتی اور حمل کا زمانہ صحبت میں دلچسپی کا زمانہ ہے' کیونکہ اس کے نتیجے میں مزید بچے کی پیدائش کا امکان نہیں ہوتا یا اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے: اس عورت سے اس مرد کا بچہ پیدا ہونا ہے' لہٰذا صحبت کرنے کے نتیجے میں دلچسپی کم نہیں ہوگی۔ مرد ایسی عورت کو سنت کے مطابق تین طلاقیں دے گا' اور ہر دو طلاقوں کے درمیان ایک ماہ کا وقفہ رکھے گا۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ایسی عورت کو سنت کے مطابق' طلاق ایک ہی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے: طلاق میں اصل چیز ممانعت ہے اور شریعت میں تفریق کا حکم عدت میں فصل کے اعتبار سے دیا ہے' جبکہ حاملہ عورت کے حق میں مہینہ اس فصل سے تعلق نہیں رکھتا' تو اس کی مثال ایسی عورت کی طرح ہوگی جس کا طہر طویل ہو گیا ہو۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے: حاجت کی بنیاد پر طلاق کو مباح قرار دیا گیا ہے اور مہینہ اس کی دلیل ہے جس طرح حیض سے مایوس یا کمسن عورت کے حق میں یہ ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: یہ رغبت میں تجدد کا زمانہ ہوتا ہے اس چیز کے حساب سے جو چیز فطرت سلیمہ میں پائی جاتی ہے اس لیے یہ بات نشان اور دلیل بننے کی صلاحیت رکھتی ہے' جبکہ جس عورت کا طہر طویل ہو چکا ہو اس کا حکم مختلف ہے' کیونکہ اس کے حق میں اصل نشان طہر ہے اور وہ کسی بھی وقت میں اس میں پائے جانے کی امید ہو سکتی ہے' لیکن حمل کے ساتھ اس کی امید نہیں ہو سکتی۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

حاملہ کو طلاق دینے کی اباحت کا بیان

حضرت ابن عمر نے طلاق دی اپنی عورت کو حالت حیض میں۔ حضرت عمر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رجوع کرے پھر طلاق دے جب وہ حیض سے پاک ہو یا حاملہ ہو جائے۔

(سنن ابن ماجہ جلد دوم رقم الحدیث 180)

حالتِ حمل میں ہونے والی طلاق کو طلاق سنی کہا جاتا ہے۔ اس طلاق میں عدت کے اندر رجوع کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ والی روایت صحیح مسلم میں ہے، جس میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ سیدنا ابن عمر نے الت حیض میں طلاق دی تو سیدنا عمر کو رسول اللہ نے فرمایا کہ اسے حکم دیں کہ وہ رجوع کرے پھر حالت طہر یا حمل میں طلاق دے۔ معلوم ہوا کہ حالت حمل میں دی ہوئی طلاق کا وقوع ہو جاتا ہے

عدت میں طلاق دینے کے عمومی حکم کا بیان

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا

تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا . (طلاق،۱)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔ اور اپنے رب اللہ سے ڈرو۔ عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں۔ مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔ (کنزالایمان)

اس آیت میں یہ حکم بیان ہوا کہ انہیں ان کی عدت میں طلاق دو یہ حکم بطور عام ہے لہٰذا خواہ عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو اس کی طلاق دینا صحیح ہے۔

حکم کا مدار دلیل ہونے کا قاعدہ فقہیہ

(وَالْحُكْمُ يُدَارُ عَلٰى دَلِيْلِهَا) (عنایہ شرح الہدایہ، ج۵، ص۱۷۶، بیروت)

حکم کا مدار اس کی دلیل پر ہے۔

حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دینے کا بیان

حاملہ عورت کے ساتھ صحبت کرنے کے فوراً بعد اسے طلاق دینا جائز ہے چونکہ اس عمل کے نتیجے میں اس عورت کی عدت مشتبہ نہیں ہوتی ہے' کیونکہ اس کی عدت تو اسی وقت ختم ہوگی' جب وہ بچے کو جنم دے گی۔

اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ عورت کے حمل کا زمانہ' صحبت میں دلچسپی کا زمانہ ہے' کیونکہ مرد کے اس کے ساتھ صحبت کرنے سے مزید کوئی اور حمل ٹھہرنے کا امکان نہیں ہوتا۔ یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: حاملہ عورت کو طلاق دینے کا سنت طریقہ یہ ہے: اسے ایک' ایک ماہ کے بعد تین طلاقیں دی جائیں تاہم یہ طریقہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ یہ فرماتے ہیں: ایسی عورت کے لئے سنت یہی ہوگا' اسے ایک ہی طلاق دی جائے چونکہ اپنی اصل کے اعتبار سے طلاق ممنوع ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ کے اس بیان پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے: اگر طلاق اپنے اصل کے اعتبار سے ممنوع ہے' تو پھر آپ اس عورت کو ایک سے زیادہ طلاق دینے کے قائل کیوں ہیں جو حاملہ نہیں ہوتی؟ اس کا جواب ہے: اس عورت کے حق میں ایک مہینہ فصل کی حیثیت نہیں رکھتا اور اس کی مثال اس عورت کی طرح ہو جاتی ہے جس کا طہر طویل ہو چکا ہو۔ یعنی کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے اسے طویل عرصے تک حیض نہ آئے تو ایسی عورت کے حق میں ایک مہینہ عدت میں فصل کے قائم مقام نہیں ہوتا۔

شیخین: یہ فرماتے ہیں: طلاق کو ضرورت کے پیش نظر مباح قرار دیا گیا ہے' اور ایک مہینہ اس ضرورت کے لئے دلیل کی حیثیت رکھتا ہے' اور اس کی مثال اسی طرح ہوگی' جیسے کسی عورت کو زیادہ عمر ہو جانے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو یا کم عمری کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے: انسانوں کی عام فطرت کے مطابق یہی عرصہ یعنی ایک مہینہ دوبارہ دلچسپی پیدا ہونے کی نشانی اور دلیل بن سکتا ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے حاملہ عورت کو اس عورت پر قیاس کیا تھا جس کا طہر طویل ہو جاتا ہے۔اس کے بارے میں مصنف فرماتے ہیں۔طویل طہر والی عورت کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ اس کے حق میں نشانی اور دلیل طہر ہے جو ہر زمانے میں موجود ہو سکتا ہے' جبکہ حمل کی حالت میں کیونکہ عورت کو حیض نہیں آتا اس لئے اسے نئے سرے سے طہر آنے کا امکان بھی نہیں ہوگا۔

بَابُ: مَنْ طَلَّقَ ثَلاثًا فِي مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ

یہ باب ہے کہ جو شخص ایک ہی محفل میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے

2024- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ اَبِيْ فَرْوَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ قَالَ قُلْتُ لِفَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ حَدِّثِيْنِيْ عَنْ طَلَاقِكِ قَالَتْ طَلَّقَنِيْ زَوْجِيْ ثَلَاثًا وَّهُوَ خَارِجٌ اِلَى الْيَمَنِ فَاَجَازَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

•• عامر شعبی بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے گزارش کی آپ مجھے اپنی طلاق کے بارے میں واقعہ سنائیں' تو انہوں نے بتایا: میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دی تھیں وہ شخص اس وقت یمن گیا ہوا تھا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں واقع قرار دیا۔

شرح

یہاں پر ہم طلاق ثلاثہ کے وقوع اور اس کے احکام سے متعلق شیخ حسن الکوثری کے مقالہ طلاق ثلاثہ سے بعض اہم موضوعات کو افادیت کے پیش نظر قارئین کو پیش کر رہے ہیں۔

وقوع طلاق سے حق نکاح کے زوال وعدم زوال میں فقہی بحث ونظر

شیخ حسن الکوثری مصری لکھتے ہیں کہ عقود میں عام قاعدہ یہ ہے کہ عقد سے وہ تمام حقوق فریقین پر لازم ہو جاتے ہیں جن کا عقد کے ذریعہ ہر ایک نے التزام کیا ہو اور طلاق خواہ رجعی ہو یا غیر رجعی، وہ عقد نکاح کو زائل کر دیتی ہے، ابن السمعانی کہتے ہیں کہ: حق یہ ہے کہ قیاس اس بات کو مقتضی تھا کہ طلاق جب واقع ہو تو نکاح زائل ہو جائے، جیسا کہ عتق میں رقیت زائل ہو جاتی ہے، مگر چونکہ شرع نے نکاح میں رجوع کا حق رکھا ہے اور عتق میں نہیں رکھا، اس بنا پر ان دونوں کے درمیان فرق ہو گیا۔

اس قاعدے سے دو باتیں ثابت کرنا چاہتا ہے، ایک یہ کہ اگر شارع کی جانب سے اذن نہ ہوتا تو مرد کا یک طرفہ طلاق دینا صحیح نہ ہوتا، چونکہ مرد کو طلاق دینے کا اختیار اذنِ شارع پر موقوف ہے لہٰذا اس کی طلاق کا صحیح ہونا بھی اذنِ شارع کے ساتھ مقید ہوگا۔پس اگر کوئی شخص شارع کی اجازت کے خلاف طلاق دے تو اس کی طلاق باطل ہوگی، کیونکہ وہ تقاضائے عقد کی بنا پر یک طرفہ

2024: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3689' ورقم الحدیث: 3691' ورقم الحدیث: 3692' ورقم الحدیث: 3693' ورقم الحدیث: 3694' ورقم الحدیث: 3695' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2291' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1180' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3403' ورقم الحدیث: 3404' ورقم الحدیث: 3555' ورقم الحدیث: 3551' اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 2036

طلاق کا اختیار نہیں رکھتا۔

دُوسری بات وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ جب طلاقِ رجعی سے نکاح زائل ہو گیا تو عورت دُوسری اور تیسری طلاق کا محل نہ رہی خواہ وہ ابھی تک عدّت کے اندر ہو۔

اس نظریے کی بنیاد انہی دو باتوں پر قائم ہے، لیکن جو شخص کتاب وسنت سے تمسک کا مدّعی ہو، اس کا نصوص کی موجودگی میں محض تخیل اور اٹکل پچو قیاس آرائی پر اپنے نظریے کی بنیاد رکھنا کتنی عجیب بات ہے؟ اور اگر موٴلف کا مقصود خالی فلسفہ آرائی ہے اور وہ بزعمِ خود تھوڑی دیر کے لیے اہلِ دلیل کی صف میں شامل ہونے کا خواہش مند ہے تب بھی اس کے علم سے یہ بات تو اوجھل نہیں رہنی چاہئے کہ مسلمان محض طبعیتِ عقد کی بنا پر تو کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہوتا، بلکہ اس لئے مالک ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تصرفات کا اختیار دیا ہے، نیز اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہئے تھا کہ عورت نکاح کے وقت مرد کے اس حق کو جانتی تھی کہ وہ جب چاہے طلاق دے سکتا ہے، اور اس نے نکاح میں یہ شرط بھی نہیں رکھی کہ اس کا شوہر اگر فلاں فلاں کام کرے گا تو اسے اپنے نفس کا خیار ہوگا، بلکہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود اس نے نکاح قبول کرلیا، تو گویا اس نے شوہر کے حقِ طلاق کا بھی التزام کرلیا۔ اب اگر اسے طلاق دی جارہی ہے تو اس کے التزام پر ہی جاری ہے، لہٰذا اس پر کوئی ایسی چیز لازم نہیں کی جارہی جس کا اس نے التزام نہیں کیا۔ اب غور فرمایئے کہ موٴلفِ رسالہ کے اس نظریے کی کیا قیمت رہ جاتی ہے؟ اور جب یہ نظریہ خود گرتی ہوئی دیوار پر قائم ہے تو اس پر موٴلف جن مسائل کا ہوائی قلعہ تعمیر کرنا چاہتا ہے وہ کب تعمیر ہو سکتا ہے؟

یہی حال اس کے اس دعویٰ کا ہے کہ: رجعی طلاق سے نکاح زائل ہو جاتا ہے یہ قطعاً باطل دلیل ہے جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے مخالف اور ائمہ دین کے علم وتفقہ سے خارج ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اور ان کے شوہر حق رکھتے ہیں ان کے واپس لوٹانے کا عدت کے اندر۔

دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے عدّت کے دوران مردوں کو ان کے شوہر ٹھہرایا ہے، اور انہیں اپنی بیویوں کو سابقہ حالت کی طرف لوٹانے کا حق دیا ہے، مگر اس خود ساختہ مجتہد کا کہنا ہے کہ ان کے درمیان زوجیت کا تعلق باقی نہیں رہا۔ اور اگر وہ لفظ رَدّ سے تمسک کا ارادہ کرے گا تو اچانک اسے ایسے رَدّ کا سامنا کرنا ہوگا جس سے وہ محسوس کرے گا کہ وہ ڈوبتے ہوئے، تنکے کا سہارا لینا چاہتا ہے۔

نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ طلاق دو مرتبہ ہوتی ہے، پھر یا تو روک لینا ہے معروف طریقے سے۔

پس روک رکھنے کے معنی یہی ہیں کہ جو چیز قائم اور موجود ہے اسے باقی رکھا جائے، یہ نہیں کہ جو چیز زائل ہو چکی ہے اسے دوبارہ حاصل کیا جائے۔ ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ طلاقِ رجعی کے بعد انقضائے عدّت تک نکاح باقی رہتا ہے۔ اسی طرح جو احادیث حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے طلاق دینے کے قصے میں مروی ہیں، وہ بھی ہمارے مدعا کی دلیل ہیں، خصوصاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مسندِ احمد میں، جس کے الفاظ یہ ہیں: لیراجعها فانها امرأته ۔ وہ اس سے رجوع کرلے کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔

اگر یہ روایت صحیح ہے، جیسا کہ مولفِ رسالہ کا دعویٰ ہے، تو یہ حدیث اس مسئلے میں نصِ صریح ہے کہ طلاقِ رجعی واقع ہونے کے بعد بھی وہ عورت اس کی بیوی ہے۔

اور مطلقہ رجعیہ سے رُجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اسے ازدواجی تعلق کی پہلی حالت کی طرف لوٹا دیا جائے، جبکہ رجعی طلاق کے بعد عورت کی حیثیت یہ ہوگئی تھی کہ اگر اس سے رُجوع نہ کیا جاتا تو انقضائے عدّت کے بعد وہ بائنہ ہوجاتی۔

صوم وصلوٰۃ اور حج وزکوٰۃ وغیرہ کی طرح مراجعت (طلاق سے رُجوع) کا لفظ اپنے ایک خاص شرعی معنی رکھتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے آج تک مراد لئے جاتے رہے ہیں، جو شخص اس لفظ کے لغوی معنی کو لے کر خلطِ مبحث کرنا چاہتا ہے اس کی بات سراسر مہمل اور نامعقول ہے۔ جب مرد، عورت سے کوئی سی بات کرے تو عربی لغت میں اس کو بھی راجعھا بولتے ہیں، گویا مراجعت کا اطلاق مطلق بات چیت پر ہوتا ہے، لیکن مطلقہ رجعیہ سے اس کے شوہر کے رُجوع کرنے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں ازدواجی تعلقات کی طرف دوبارہ لوٹنے کے سوا اور کوئی معنی مراد نہیں لئے جاسکتے، لہٰذا اس میں کج بحثی کی کوئی گنجائش نہیں۔

علاوہ ازیں اگر مؤلف کے بقول رجعی طلاق کے بعد عقد باقی نہیں رہتا تو تجدیدِ عقد کے بغیر دوبارہ ازدواجی تعلقات استوار کرنے کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ تعلقات ناجائز اور غیر شرعی ہوں (حالانکہ قرآن وحدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے)، پھر کون نہیں جانتا کہ عدّت ختم ہونے تک نفقہ وسکنیٰ شوہر کے ذمہ واجب ہے، اور اگر اس دوران زوجین میں سے کوئی مرجائے تو دُوسرا اس کا وارث ہوگا، اور یہ کہ عورت چاہے نہ چاہے عدّت کے اندر مرد کو رُجوع کرنے کا حق ہے، یہ تمام اُمور اس بات کی دلیل ہیں کہ طلاقِ رجعی کے بعد بھی میاں بیوی کے درمیان عقدِ نکاح باقی رہتا ہے۔

رہا ابنِ سمعانی کا وہ قول جو مولفِ رسالہ نے نقل کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کتاب وسنت اور اِجماعِ اُمت، قیاس سے مانع نہ ہوتے تو قیاس کہتا تھا کہ نکاح باقی نہ رہے، آخر ایسا شخص کون ہے جو نصوصِ قطعیہ کے خلاف قیاس پر عمل کرنے کا قائل ہو، پھر جبکہ اسے مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان دلیل فرق کا اقرار بھی ہو؟

پس اس مختصر سے بیان سے مولفِ رسالہ کے خودساختہ اُصول کی بنیاد منہدم ہوجاتی ہے اور اس پر جو اس نے ہوائی قلعے تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تھا، وہ بھی دھڑام سے زمین پر گرجاتے ہیں۔ ذرا غور فرمائیے کہ ان قطعی دلائل کے سامنے اس کے برخود غلط اٹکل پچو جدلیات کی کیا قیمت ہے؟

طلاقِ مسنون اور غیر مسنون کی بحث

آیات واحادیث یہ نہیں بتاتیں کہ ایک طلاق مسنونہ ہوتی ہے اور ایک غیر مسنونہ، وہ تو یہ بتاتی ہیں کہ طلاق کی اجازت شارع نے مخصوص اوصاف اور خاص شرائط کے تحت دی ہے۔ پس جس شخص نے ان اوصاف وشرائط سے ہٹ کر طلاق دی تو اس نے اجازت کی حد سے تجاوز کیا، اور ایک ایسا کام کیا جس کا وہ مالک نہیں تھا، کیونکہ شارع کی طرف سے اس کی اجازت نہیں تھی، اس لئے وہ لغو ہوگی، پس ہم طلاق کو اسی وقت موثر کہہ سکتے ہیں جبکہ ان شرائط واوصاف کے مطابق دی جائے۔

جس شخص کو کتب حدیث کی ورق گردانی کا اتفاق ہوا ہو اس کا ایسے دعوے کرنا عجیب سی بات ہے، حالانکہ امام مالک نے موطا میں ذکر کیا ہے کہ طلاق سنت کیا ہے؟ اسی طرح امام بخاری نے الصحیح میں اور دیگر اصحاب صحاح وسنن نے اور ہر گروہ کے فقہائے اُمت نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، حتیٰ کہ ابن حزم نے بھی المحلی میں اس کو ذکر کیا ہے، اور اس کے دلائل بہت زیادہ ہیں، ان میں سے ایک وہ روایت ہے جو شعیب بن رزیق اور عطا خراسانی نے حسن بصری سے نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت عبداللہ بن عمر نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو اس کے ایام ماہواری میں طلاق دے دی تھی، بعد ازاں انہوں نے دو طہروں میں دو مزید طلاقیں دینے کا ارادہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: ابن عمر! تجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم نہیں دیا، تو نے سنت سے تجاوز کیا ہے، سنت یہ ہے کہ تو طہر کا انتظار کرے، پھر ہر طہر پر طلاق دے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں اس سے رُجوع کروں، چنانچہ میں نے رُجوع کرلیا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب وہ پاک ہو جائے تب تمہارا جی چاہے تو طلاق دے دینا، اور جی چاہے تو روک رکھنا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایئے کہ اگر میں نے اسے تین طلاق دے دی ہوتیں تو میرے لئے اس سے رُجوع کرنا حلال ہوتا؟ فرمایا: نہیں! بلکہ وہ تجھ سے بائنہ ہو جاتی، اور گناہ بھی ہوتا۔

یہ طبرانی کی روایت ہے، اور انہوں نے اس کی سند حسب ذیل نقل کی ہے۔

حدثنا علی بن سعید الرزای، حدثنا یحییٰ بن عثمان بن سعید بن کثیر الحمصی، حدثنا أبی، ثنا شعیب بن رزیق قال: حدثنا الحسن الخ .

اور دارقطنی نے بطریق معلی بن منصور اس کو روایت کیا ہے، محدث عبدالحق نے اسے معلی کی دلیل سے معلول ٹھہرانا چاہا، مگر یہ صحیح نہیں، کیونکہ ایک جماعت نے اس سے روایت لی ہے، اور ابن معین اور یعقوب بن شیبہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔

اور بیہقی نے بطریق شعیب عن عطا الخراسانی اس کی تخریج کی ہے، اور خراسانی کے سوا اس میں اور کوئی علت ذکر نہیں کی۔ حالانکہ یہ صحیح مسلم اور سننِ اربعہ کا راوی ہے، اور اس پر جو جرح کی گئی ہے کہ اسے اپنی بعض روایات میں وہم ہو جاتا ہے، یہ جرح متابع موجود ہونے کی دلیل سے زائل ہو جاتی ہے، کیونکہ طبرانی کی روایت میں شعیب اس کا متابع موجود ہے۔

اور ابوبکر رازی نے یہ حدیث: ابنِ قانع عن محمد بن شاذان عن معلی کی سند سے روایت کی ہے، اور ابنِ قانع سے ابوبکر رازی کا سماع اس کے اختلاط سے قطعاً پہلے تھا۔

اور شعیب اس روایت کو کبھی عطا خراسانی کے واسطے سے حسن بصری سے روایت کرتا ہے اور کبھی بغیر واسطے کے، کیونکہ اس کی ملاقات ان دونوں سے ہوئی ہے، اور اس نے دونوں سے احادیث کا سماع کیا ہے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس نے عطا خراسانی کے واسطے سے یہ حدیث سنی ہوگی، بعد ازاں بلا واسطہ حسن سے اس لئے وہ کبھی عطا سے روایت کرتا ہے اور کبھی حسن سے، ایسی صورت بہت سے راویوں کو پیش آتی ہے جیسا کہ حافظ ابوسعید العلائی نے جامع التحصیل لاحکام المراسیل میں ذکر کیا ہے۔

رہا شوکانی کا شعیب بن رزیق کی تضعیف کے درپے ہونا، تو یہ ابنِ حزم کی تقلید کی بنا پر ہے، اور وہ منہ زور ہے اور رجال سے

بے خبر، جیسا کہ حافظ قطب الدین حلبی کی کتاب القدح المعلی فی الکلام علی بعض احادیث المحلی سے ظاہر ہے۔ اور شعیب کو دارقطنی اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ اور رزیق دمشقی (جیسا کہ بعض روایات میں واقع ہے) صحیح مسلم کے رجال میں سے ہے۔ اور علی بن سعید رازی کو ایک جماعت نے جن میں ذہبی بھی شامل ہیں، پر عظمت الفاظ میں ذکر کیا ہے، اور ذہبی نے حسن بصری کے حضرت ابن عمر سے سماع کی تصریح بھی کی ہے، حافظ ابوزرعہ سے دریافت کیا گیا کہ حسن کی ملاقات ابن عمر سے ہوئی ہے؟ فرمایا: ہاں!

حاصل یہ کہ حدیث درجہ احتجاج سے ساقط نہیں، خواہ اس کے گرد شیاطین شذوذ کا کتنا ہی گھیرا ہو، اور اس باب کے دلائل باقی کتب حدیث سے قطع نظر صحاح ستہ میں بھی بہت کافی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص سنت کے خلاف طلاق دے اس کی طلاق مخالفت حکم کے باوجود واقع ہو جائے گی، کیونکہ نہی طاری، مشروعیت اصلیہ کے منافی نہیں، جیسا کہ علم اصول میں اس کی تفصیل ذکر کی گئی ہے، مثلاً کوئی شخص مغصوبہ زمین میں نماز پڑھے یا اذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت کرے (اگرچہ وہ گناہگار ہوگا لیکن نماز اور بیع صحیح ہی کہلائے گی)۔

طلاق نام ہے کہ ملک نکاح کو زائل کرنے اور عورت کی آزادی پر سے پابندی اٹھا دینے کا (جو نکاح کی دلیل سے اس پر عائد تھی)۔ ابتداء میں عورت کی آزادی کو (بذریعہ نکاح) مقید کر کے دینی و دنیوی مصالح کی بنا پر اس کی رضا پر موقوف رہا گیا، لیکن مرد کو یہ حق دیا گیا کہ جب وہ دیکھے یہ مصالح، مفاسد میں تبدیل ہو رہے ہیں تو عورت پر سے پابندی اٹھا دے تا کہ عورت اپنی سابقہ حالت کی طرف لوٹ جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طلاق کتاب و سنت کی رو سے مشروع الاصل ہے، البتہ شریعت مرد کو حکم دیتی ہے کہ وہ تین طلاقوں کا حق تین ایسے طہروں میں استعمال کرے جن میں میاں بیوی کے درمیان یکجائی نہ ہوئی ہو، اور مصلحت اس میں یہ ہے کہ یہ ایک ایسا وقت ہوتا ہے جس میں مرد کو عورت سے رغبت ہوتی ہے، اس وقت طلاق دینا اس امر کی دلیل ہوگی کہ میاں بیوی کے درمیان ذہنی رابطہ واقعتاً ٹوٹ چکا ہے، اور ایسی حالت میں طلاق کی واقعی ضرورت موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ مرد تین طہروں میں متفرق طور پر طلاق دے گا تو اسے سوچنے سمجھنے کا موقع مل سکے گا اور طلاق سے اسے پشیمانی نہیں ہوگی۔ علاوہ ازیں حیض کی حالت میں طلاق دینے میں عورت کی عدت خواہ مخواہ طول پکڑے گی (کیونکہ یہ حیض، جس میں طلاق دی گئی ہے، عدت میں شمار نہیں ہوگا، بلکہ اس کے بعد جب ایام ماہواری شروع ہوں گے اس وقت سے عدت کا شمار شروع ہوگا)، لیکن یہ ساری چیزیں عارضی ہیں جو طلاق کی اصل مشروعیت میں خلل انداز نہیں ہو سکتیں، لہٰذا اگر کسی نے بحالت حیض تین طلاق دے دیں یا ایسے طہر میں طلاق دے دی جس میں میاں بیوی یکجا ہو چکے تھے تب بھی طلاق بہرحال واقع ہو جائے گی، اگرچہ بے وقتی طلاق دینے پر وہ گناہگار بھی ہوگا، مگر اس عارض کی دلیل سے جو گناہ ہوا وہ طلاق کے موثر ہونے میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ اس کی مثال میں ظہار کو پیش کیا جا سکتا ہے، وہ اگرچہ نامعقول بات اور جھوٹ ہے (مُنكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا) مگر اس کے باوجود اس کی یہ صفت اس کے اثر کے مرتب ہونے سے مانع نہیں۔ اور مسئلہ زیر بحث میں کتاب و سنت کی نص موجود ہونے کے بعد ہمیں قیاس سے کام لینے کی ضرورت نہیں، اس لئے ہم نے ظہار کو قیاس کے طور پر نہیں بلکہ نظیر کے طور پر پیش کیا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: تو نے سنت سے تجاوز کیا اس سے مراد یہ ہے کہ تو نے وہ طریقہ اختیار نہیں کیا جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم فرمایا ہے۔ یہاں سنت سے وہ کام مراد نہیں جس پر ثواب دیا جائے، کیونکہ طلاق کوئی کارِ ثواب نہیں، اسی طرح طلاقِ بدعت میں بدعت سے مراد وہ چیز نہیں جو صدرِ اوّل کے بعد خلافِ سنت ایجاد کی گئی ہو، بلکہ اس سے مراد وہ طلاق ہے جو مأمور بہ طریقے کے خلاف ہو، کیونکہ حیض کے دوران طلاق دینے اور تین طلاقیں بیک بار دینے کے واقعات عہدِ نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں بھی پیش آئے تھے، جیسا کہ ہم آئندہ تین طلاق کی بحث میں نصوصِ احادیث سے اس کے دلائل ذکر کریں گے۔ اور جن لوگوں نے اس میں نزاع کیا ہے، ان کا نزاع صرف گناہ میں ہے، وقوعِ طلاق میں نہیں، اور تین طلاق بیک بار واقع ہونا اور حیض کی حالت میں طلاق کا واقع ہونا دونوں کی ایک ہی حیثیت ہے، جو شخص اُس میں یا اِس میں نزاع کرتا ہے اس کے ہاتھ میں کوئی دلیل کیا، شبہ دلیل بھی نہیں، جیسا کہ ہمارے ان دلائل سے واضح ہوگا جو ہم آئندہ دو بحثوں میں پیش کریں گے۔

اور امام طحاوی نے نماز سے خروج کی جو مثال پیش کی ہے، اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ عقد میں دخول اور اس سے خروج کے درمیان جو دلیل، فرق ہے وہ فقہ کے طالب علم کے ذہن نشین کرا سکیں، ورنہ ان کا مقصد طلاق کو نماز پر قیاس کرنا نہیں، اور نہ کتاب و سنت کے نصوص کی موجودگی میں انہیں قیاس کی حاجت ہے، اس لئے مؤلفِ رسالہ کا یہ فقرہ بالکل بے معنی ہے کہ:

اعتراض صحیح ہے اور جواب باطل ہے، کیونکہ یہ عقود کا عبادات پر قیاس ہے، حالانکہ عقد میں دُوسرے کا حق متعلق ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں اگر بالفرض امام طحاوی نے قیاس ہی کیا ہو تو آخر قیاس سے مانع کیا ہے؟ کیونکہ اس میں نکاح سے غیر مأمور بہ طریقے پر خروج کو نماز سے غیر مأمور بہ طریقے سے خروج پر قیاس کیا گیا ہے، اور طلاق خالص مرد کا حق ہے، عورت کا حق صرف مہر وغیرہ میں ہے، اس لئے صحتِ قیاس میں مؤلف کے مصنوعی خیال کے سوا کوئی مؤثر دلیل، فرق نہیں ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کے سببِ نزول میں حاکم اور ترمذی کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: میرے نزدیک دونوں سندیں صحیح ہیں یہ فقرہ اس بات کی دلیل ہے کہ مؤلف صرف فقہ ہی میں نہیں بلکہ چشمِ بد دُور! حدیث میں بھی مرتبۂ اجتہاد پر فائز ہو چکے ہیں، جبکہ متأخرین میں حافظ ابنِ حجر جیسے حضرات کا بھی اس مرتبہ تک پہنچنا محلِ نظر ہے۔ میاں! تم ہو کون؟ کہ تم میرے نزدیک کے دعوے کرو؟ آیت کے سببِ نزول کی بحث ہمارے موضوع سے غیر متعلق ہے، ورنہ ہم دِکھاتے کہ میرے نزدیک صحیح ہے کیسے ہوتی ہے

طلاق سنت اور طلاق بدعت کا نتائجی فرق

طلاق سنت اور طلاق بدعت کے نتائج کا فرق یہ ہے کہ ایک طلاق یا دو طلاق دینے کی صورت میں اگر عدت گزر بھی جائے تو مطلقہ عورت اور اس کے سابق شوہر کے درمیان باہمی رضامندی سے پھر نکاح ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر آدمی تین طلاق دے چکا ہو تو نہ عدت کے اندر رجوع ممکن ہے اور نہ عدت گزر جانے کے بعد دوبارہ نکاح کیا جا سکتا ہے۔ البتہ یہ کہ اس عورت کا نکاح کسی اور شخص سے ہو، وہ نکاح صحیح نوعیت کا ہو، دوسرا شوہر اس عورت سے مباشرت بھی کر چکا ہو، پھر یا تو وہ اسے طلاق دے دے یا مر جائے۔

اس کے بعد اگر عورت اور اس کا سابق شوہر رضامندی کے ساتھ از سر نو نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ احادیث کی اکثر کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، پھر اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، اور اس دوسرے شوہر کے ساتھ اس کی خلوت بھی ہوئی مگر مباشرت نہیں ہوئی، پھر اس نے اسے طلاق دے دی، اب کیا اس عورت کا اپنے ساق شوہر سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: لا، حتّٰی یزوق الآخر من عسیلتها ما ذاق الاول۔ نہیں، جب تک کہ دوسرا شوہر اس سے اسی طرح لطف اندوز نہ ہو چکا ہو جس طرح پہلا شوہر ہوا تھا۔ رہ سازشی نکاح، جس میں پہلے سے یہ طے شدہ ہو کہ عورت کو سابق شوہر کے لیے حلال کرنے کی خاطر ایک آدمی اس سے نکاح کرے گا اور مباشرت کرنے کے بعد اسے طلاق دیدے گا، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے تحلیل تو ہو جائے گی، مگر یہ فعل مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن الله المحلل و المحلل له، اللہ نے تحلیل کرنے والے اور تحلیل کرانے والے، دونوں پر لعنت فرمائی ہے (ترمذی، نسائی)۔ حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا الا اخبر کم بالتیس المستعار؟ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کدلیل کا سانڈ کون ہوتا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ فرمایا ھوالمحلل، لعن الله المحلل و المحلل له۔ وہ تحلیل کرنے والا ہے۔ خدا کی لعنت ہے تحلیل کرنے والے پر بھی اور اس شخص پر بھی جس کے لیے تحلیل کی جائے (ابن ماجہ۔ دارقطنی)

تین طلاقیں دینے کے بعد، عورت سے شادی کرنا کب حلال ہوگا؟

﴿وَإِنْ كَانَ الطَّلَاقُ ثَلَاثًا فِي الْحُرَّةِ أَوْ ثِنْتَيْنِ فِي الْأَمَةِ لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ نِكَاحًا صَحِيحًا وَيَدْخُلَ بِهَا ثُمَّ يُطَلِّقَهَا أَوْ يَمُوتَ عَنْهَا﴾ وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ فَالْمُرَادُ الطَّلْقَةُ الثَّالِثَةُ.

ترجمہ

اور جب کوئی شخص آزاد عورت کو تین طلاقیں دیدے یا کنیز کو دو طلاقیں دیدے تو وہ عورت اس وقت تک اس شخص کے لئے حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ صحیح نکاح نہ کر لے اور وہ دوسرا شخص اس عورت کے ساتھ صحبت نہ کر لے اور پھر اسے طلاق نہ دیدے یا انتقال نہ کر جائے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "پس اگر وہ اسے (تیسری) طلاق دیدے تو وہ عورت اس مرد کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک اس کے علاوہ دوسرے شخص کے ساتھ شادی نہ کر لے"۔ س سے مراد تیسری طلاق ہے۔

شرح

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ

يَّتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ

(البقرہ،۲۳۰)

پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔ اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نباہیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے دانش مندوں کے لئے۔

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے چکنے کے بعد تیسری بھی دے دے تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی یہاں تک کہ دوسرے سے باقاعدہ نکاح ہو، ہم بستری ہو، پھر وہ مر جائے یا طلاق دے دے۔ پس اگر نکاح کے مثلاً لونڈی بنا کر وطی بھی کر لے تو بھی اگلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح گو نکاح باقاعدہ ہو لیکن اس دوسرے خاوند نے مجامعت نہ کی ہو تو بھی پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں۔

اکثر فقہاء میں مشہور ہے کہ حضرت سعید بن میسب مجرم (صرف) دعقد کو حلال کہتے ہیں گو میل نہ ہوا ہو، لیکن یہ بات ان سے ثابت نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص ایک عورت سے نکاح کرتا ہے اور دخول سے پہلے ہی طلاق دے دیتا ہے، وہ دوسرا نکاح کرتی ہے وہ بھی دخول سے پہلے ہی طلاق دے دیتا ہے، تو کیا اگلے خاوند کو اب اس سے نکاح کرنا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں، جب تک کہ یہ اس سے اور وہ اس سے لطف اندوز نہ ہو لیں۔ (مسند احمد ابن ماجہ وغیرہ)

اس روایت کے راوی حضرت ابن عمر سے خود امام بن میسب ہیں، پس کیسے ممکن ہے کہ وہ روایت بھی کریں اور پھر مخالفت بھی کریں اور پھر وہ بھی بلا دلیل۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ عورت رخصت ہو کر جاتی ہے، ایک مکان میں میاں بیوی جاتے ہیں، پردہ ڈال دیا جاتا ہے لیکن آپس میں صحبت نہیں ہوتی، جب بھی یہی حکم ہے۔ خود آپ کے زمانہ میں ایسا واقعہ ہوا، آپ سے پوچھا گیا مگر آپ نے پہلے خاوند کی اجازت نہ دی (بخاری مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت رفاعہ قرظی کی بیوی صاحب تمیمہ بنت وہب کو جب انہوں نے آخری تیسری طلاق دے دی تو ان کا نکاح حضرت عبدالرحمن بن زبیر سے ہوا لیکن یہ شکایت لے کر دربار رسالت مآب میں آئیں اور کہا وہ عورت کے مطلب کے نہیں، مجھے اجازت ہو کہ میں اگلے خاوند کے گھر چلی جاؤں۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمہاری کسی اور خاوند سے مجامعت نہ ہو، ان احادیث کی بہت سی سندیں ہیں اور مختلف الفاظ سے مروی ہیں۔

یہ یاد رہے کہ مقصود دوسرے خاوند سے یہ ہے کہ خود اسے رغبت ہو اور ہمیشہ بیوی بنا کر رکھنے کا خواہش مند ہو، کیونکہ نکاح سے مقصود یہی ہے، یہ نہیں کہ اگلے خاوند کے لئے محض حلال ہو جائے اور بس، بلکہ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی شرط ہے کہ یہ مجامعت بھی مباح اور جائز طریق پر ہو مثلاً عورت روزے سے نہ ہو، احرام کی حالت میں نہ ہو، اعتکاف کی حالت میں نہ ہو، حیض یا نفاس کی حالت میں نہ ہو، اسی طرح خاوند بھی روزے سے نہ ہو، محرم یا معتکف نہ ہو، اگر طرفین میں سے کسی کی یہ حالت ہو اور پھر چاہے وطی بھی ہو جائے پھر بھی پہلے شوہر پر حلال نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر دوسرا خاوند ذمی ہو تو بھی اگلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی

کیونکہ امام صاحب کے نزدیک کفار کے آپس کے نکاح باطل ہیں۔ امام حسن بصری تو یہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ انزال بھی ہو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب تک کہ وہ تیرا اور تو اس کا مزہ نہ چکھے، اور اگر یہی حدیث ان کے پیش نظر ہو جائے تو چاہئے کہ عورت کی طرف سے یہ بھی یہ شرط معتبر ہو لیکن حدیث کے لفظ عسیلہ سے منی مراد نہیں، یہ یاد رہے، کیونکہ مسند احمد اور نسائی میں حدیث ہے کہ "عسیلہ" سے مراد جماع ہے۔ اگر دوسرے خاوند کا ارادہ اس سے نکاح سے یہ ہے کہ یہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے تو ایسے لوگوں کی مذمت بلکہ ملعون ہونے کی تصریح احادیث میں آ چکی ہے، مسند احمد میں ہے گودنے والی، گدوانے والی، بال ملانے والی، ملوانے والی عورتیں ملعون، حلال کرنے والی اور جس کے لئے حلالہ کیا جاتا ہے ان پر بھی اللہ کی پھٹکار ہے۔ سود خور اور سود کھلانے والے بھی لعنتی ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں صحابہ کا عمل اسی پر ہے۔ عمر، عثمان اور ابن عمر کا یہی مذہب تابعین فقہاء بھی یہی کہتے ہیں، علی ابن مسعود اور ابن عباس کا بھی یہی فرمان ہے اور روایت میں ہے کہ بیاج کی گواہی دینے والوں اور اس کے لکھنے پر بھی لعنت ہے۔ زکوۃ کے نہ دینے والوں اور لینے میں زیادتی کرنے والوں پر بھی لعنت ہے، ہجرت کے بعد لوٹ کر اعرابی بننے والے پر بھی پھٹکار ہے نوحہ کرنا بھی ممنوع ہے، ایک حدیث میں ہے میں تمہیں یہ بتاؤں کہ ادھار لیا ہوا سانڈ کون سا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ فرمایا جو "حلالہ کرے" یعنی طلاق والی عورت سے اس لئے نکاح کرے کہ وہ اگلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے، اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جو اپنے لئے اسی دلیل سے وہ بھی ملعون ہے۔ (ابن ماجہ)

ایک روایت میں ہے کہ ایسے نکاح کی بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ نکاح ہی نہیں جس میں مقصود اور ہو اور ظاہر اور ہو، جس میں اللہ کی کتاب کے ساتھ مذاق اور ہنسی ہو، نکاح صرف وہی ہے جو رغبت کے ساتھ ہو، مستدرک حاکم میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے دی، اس کے بعد اس کے بھائی نے بغیر اپنے بھائی کے کہے از خود اس سے اس ارادے سے نکاح کر لیا کہ یہ میرے بھائی کے لئے حلال ہو جائے، تو آیا نہ نکاح صحیح ہو گیا۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں، ہم تو اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زنا شمار کرتے تھے۔ نکاح وہی ہے جس میں رغبت ہو، اس حدیث کے پچھلے جملے نے گو اسے موقوف سے حکم میں مرفوع کر دیا، بلکہ ایک اور روایت میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے ایسے نکاح میں تفریق کر دی، اسی طرح حضرت علی اور حضرت ابن عباس وغیرہ بہت سے صحابہ کرام سے بھی یہی مروی ہے۔ پھر فرمان ہے کہ اگر دوسرا خاوند نکاح اور وطی کے بعد طلاق دے تو پہلے خاوند پر پھر اسی عورت سے نکاح کر لینے میں کوئی گناہ نہیں جبکہ یہ اچھی طرح گزر اوقات کر لیں اور یہ بھی جان لیں کہ وہ دوسرا نکاح صرف دھوکہ اور مکر و فریب کا نہ تھا بلکہ حقیقت تھی۔ یہ ہیں احکام شرعی جنہیں علم والوں کے لئے اللہ نے واضح کر دیا، آئمہ کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو یا ایک طلاق دے دی، پھر چھوڑے رہا یہاں تک کہ وہ عدت سے نکل گئی، پھر اس نے دوسرے سے گھر بسا لیا، اس سے ہم بستری بھی ہوئی، پھر اس نے بھی طلاق دے دی اور اس کی عدت ختم ہو چکی، پھر اگلے خاوند نے اس سے نکاح کر لی تو اسے تین میں سے جو طلاقیں یعنی ایک یا دو جو باقی ہیں صرف انہی کا اختیار رہے گا یا پہلے کی طرح طلاقیں گنتی سے ساقط ہو جائیں گی اور اسے از سر نو تینوں

طلاقوں کا حق حاصل ہو جائے گا، پہلا مذہب تو ہے امام مالک علیہ الرحمہ امام شافعی اور امام احمد کا اور صحابہ کی ایک جماعت کا، دوسرا مذہب ہے امام ابو حنیفہ اور ان کے ساتھیوں کا اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جب اس طرح تیسری طلاق ہو، گنتی میں نہیں آئی تو پہلی دوسری کیا آئے گی،

طلاق ثلاثہ سے ازالہ نکاح ووقوع طلاق میں فقہی بحث ونظر

شیخ حسن الکوثری لکھتے ہیں: کہ اس حدیث کی (یعنی حضرت ابنِ عمر کے اپنی بیوی کو بحالتِ حیض طلاق دینے کی) روایات اور اس کے الفاظ کتب حدیث میں بہت سے ہیں، اور ان میں اس نکتے پر شدید اختلاف واضطراب ہے کہ ابنِ عمر نے حیض میں جو طلاق دی تھی اسے شمار کیا گیا یا نہیں؟ بلکہ اس حدیث کے الفاظ بھی مضطرب ہیں لہٰذا ابو الزبیر کی اس روایت کو ترجیح دی جائے گی، جس میں ابنِ عمر کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ: آپ نے میری بیوی واپس لوٹا دی، اور اس کو کچھ نہیں سمجھا (فردها علىّ ولم يرها شيئًا)۔ یہ روایت اس لئے راجح ہے کہ یہ ظاہر قرآن اور قواعد صحیحہ کے موافق ہے، اور اس روایت کی تائید ابو الزبیر ہی کی دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جسے وہ حضرت جابر سے سماعاً یہ الفاظ نقل کرتے ہیں ابن عمر سے کہو وہ اس سے رُجوع کرلے کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔

یہ سند صحیح ہے اور ابن لہیعہ ثقہ ہے اور خشنی کی روایت محمد بن بشار سے یہ ہے: لا يعتد بذلك (اس کا اعتبار نہ کرے) اور یہ سند بہت ہی صحیح ہے، اور ابنِ وہب کی روایت میں جو آتا ہے کہ: وهي واحدة (اور یہ ایک طلاق شمار ہوگی) اس سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ ضمیر اس طلاق کی طرف راجع ہے جو ابنِ عمر نے حیض کے دوران دی تھی، حتیٰ کہ ابنِ حزم اور ابنِ قیم کو بھی اس دلیل سے گلو خلاصی کی صورت اس کے سوا نظر نہ آئی کہ وہ اس کے مدرج ہونے کا دعویٰ کریں۔ حالانکہ صحیح اور واضح بات یہ ہے کہ یہ ضمیر اس طلاق کی طرف راجع ہے جو ابنِ عمر کو بعد میں دینی تھی، لہٰذا یہ فقرہ حیض کے دوران کی طلاق کے باطل ہونے پر دلیل ہے، اور ابو الزبیر کی روایت کا مؤید ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ عمر کو ان کی مطلقہ فی الحیض سے رُجوع کرنے کا جو حکم فرمایا تھا اس میں مراجعت سے مراد لفظ کے معنی لغوی ہیں، اور مطلقہ رجعیہ سے رُجوع کرنے میں اس کا استعمال ایک نئی اصطلاح ہے، جو عصرِ نبوت کے بعد ایجاد ہوئی۔

مؤلف نے صفحہ: پر صاف صاف لکھا ہے کہ: حیض میں دی گئی طلاق صحیح نہیں، اور اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا مؤلف کا یہ قول روافض اور ان کے ہم مسلک لوگوں کی پیروی ہے، اور یہ ان صحیح احادیث سے تلاعب ہے جو صحیحین وغیرہ میں موجود ہیں اور جن کی صحت، ثقہ حفاظ کی شہادت سے ثابت ہے، یہ قول محض نفس پرستی پر مبنی ہے اور اہلِ نقد کی نظر میں ایک منکر (روایت) کو اس سے بدترین منکر کے ساتھ تقویت دینے کی کوشش ہے۔ اور پھر ایسی احادیث میں اضطراب کا دعویٰ کرنا جن کو تمام اربابِ صحاح نے لیا ہے پرلے درجے کی بے حیائی ہے، اور ایسے مدعی کی عقل میں فتور اور اضطراب کی دلیل ہے۔ امام بخاری نے صحیح میں حائضہ کو دی گئی طلاق کے صحیح ہونے پر باب باندھا ہے: باب اذا طلقت الحائض يعتد بذلك الطلاق یعنی جب حائضہ کو طلاق دی جائے

تو اس طلاق کو صحیح شمار کیا جائے گا امام بخاری اس مسئلے میں کسی کے اختلاف کی طرف اشارہ تک نہیں کرتے، اور اس باب سے تحت ابن عمر کے اپنی بیوی کا طلاق دینے کی حدیث درج کرتے ہیں جس میں یہ الفاظ ہیں مرہ فلیراجعھا یعنی اس سے کہو کہ اپنی بیوی سے رُجوع کر لے۔ امام مسلم بھی اس طلاق کے شمار کیے جانے کی تصریح کرتے ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں وحسبت لھا التطلیقة التی طلقھا یعنی: ابن عمر نے اپنی بیوی کو اس کے حیض کی حالت میں جو طلاق دی تھی اسے شمار کیا گیا۔ اسی طرح مسند احمد میں حضرت حسن کی حدیث جو خود حضرت ابن عمر سے مروی ہے، اور جس کا ذکر مع سند کے پہلے آ چکا ہے، وہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ اس طلاق کو صحیح اور موثر قرار دیا گیا۔

صحیحین وغیرہ میں جو احادیث اس سلسلے میں مروی ہیں ان میں جو رُجوع کرنے کا لفظ آیا ہے، جو شخص اس پر سرسری نظر بھی ڈالے اسے ایک لمحے کے لئے بھی اس بات میں شک نہیں ہوگا کہ یہ لفظ طلاق وغیرہ کی طرح عہد نبوی میں ایک خاص اصطلاحی مفہوم رکھتا تھا، اور یہ کہ یہ اصطلاح دور نبوت کے بعد قطعاً ایجاد نہیں ہوئی۔ احادیثِ طلاق میں ارتجاع، رجعت اور مراجعت کے جتنے الفاظ وارد ہیں ان کے شرعی معنی مراد ہیں، یعنی طلاقِ رجعی دینے کے بعد دوبارہ ازدواجی تعلقات قائم کرنا، بلکہ فقہائے اُمت کی عبارتوں میں اس قبیل کے جتنے الفاظ وارد ہیں وہ لفظاً معنیً انہی الفاظ کے مطابق ہیں جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اس باب کی احادیث میں رُجوع کے لغوی معنی مراد لینا یکسر غلط ہے، ابن قیم ؒ بھی اس دعوی کی جرأت نہیں کر سکے کہ یہاں رُجوع کے شرعی معنی مراد نہیں، کیونکہ ان کے سامنے وہ احادیث موجود تھیں جن میں شرعی معنی کے سوا اور کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتے، انہوں نے اپنی ذات کو اس سے بالاتر سمجھا کہ وہ ایک ایسی مہمل بات کہہ ڈالیں جو حاملینِ حدیث کے نزدیک بھی ساقط الاعتبار ہو، چہ جائیکہ فقہاء اس پر کان نہ دھریں۔

شوکانی چونکہ زیغ میں سب سے آگے ہے، اور یہ بات کم ہی سمجھ پاتا ہے کہ فلاں بات کہنے سے اس کی ذلت و رسوائی ہوگی، اس لئے اس نے اپنے رسالہ طلاق میں یہ راستہ اختیار کرنے میں کوئی باک نہیں سمجھا کہ یہاں رُجوع کے معنی شرعی مراد نہیں ہیں، اور مؤلفِ رسالہ کو (شوکانی کی تقلید میں) یہ دعویٰ کرتے ہوئے یہ خیال نہیں رہا کہ اس سے اس کی دلیل کا بھی مطالبہ کیا جا سکتا ہے، اور یہ بھی دریافت کیا جا سکتا ہے کہ زمانہ نبوت کے بعد کس زمانے میں یہ نئی اصطلاح ایجاد ہوئی جس کا وہ مدعی ہے؟ مؤلفِ رسالہ، ابن حزم کی طرح بے دلیل دعوے ہانکنے میں جری ہے، اس نے ان صحیح احادیث کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھا جن میں طلاق بحالتِ حیض کو واقع شدہ شمار کیا گیا ہے، اور یہ احادیث ناقابلِ تردید فیصلہ کرتی ہیں کہ یہاں مراجعت سے قطعاً معنی شرعی مراد ہیں۔

پس ان احادیث میں مطلقہ بحالتِ حیض سے رُجوع کرنے کا جو حکم وارد ہوا ہے، تنہا وہی یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ حیض کی حالت میں جو طلاق دی جائے وہ بلاشک و شبہ واقع ہو جاتی ہے، پھر جبکہ صحیح احادیث میں یہ بھی وارد ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ اس حالت میں دی گئی طلاق کو صحیح شمار کیا گیا، تو اب بتائیے کہ اس مسئلے میں شک و تردد کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ اور آیتِ کریمہ میں تراجع کا جو لفظ آیا ہے یہ اس صورت سے متعلق ہے جبکہ سابق میاں بیوی کے درمیان عقدِ جدید کی ضرورت ہو، اور یہ صورت ہماری بحث سے خارج ہے۔

اور جس شخص نے ان احادیث کا، جو ابنِ عمر کے واقعہ طلاق میں وارد ہوئی ہیں، احاطہ کیا ہو، بلکہ احادیث کی وہ تھوڑی سی تعداد، جو حافظ ابنِ حجر نے فتح الباری میں ذکر کی ہے، بالخصوص دار قطنی کی حدیث شعبہ اور حدیث سعید بن عبدالرحمٰن الجمحی، جس کے پیشِ نظر ہو، اسے یہ یقین کیے بغیر چارہ نہیں ہوگا کہ ان احادیث میں مراجعت سے صرف معنی شرعی مراد ہیں، یعنی طلاقِ رجعی کے بعد معاشرتِ زوجیت کی طرف لوٹنا۔ اور الفاظ سے ان کی حقیقتِ شرعیہ ہی مراد ہوتی ہے، اِلاَّ یہ کہ وہاں کوئی صارف موجود ہو، اور یہاں کوئی مانع موجود نہیں۔ ابنِ قیم کو چونکہ یہ احادیث مستحضر تھیں اس لئے وہ اس پر راضی نہیں ہوئے کہ محض ہٹ دھرمی سے معنی شرعی کے مراد ہونے سے انکار کردیں، کیونکہ یہاں انکار کی مجال ہی نہیں۔ اس کے بجائے انہوں نے چاہا کہ شریعت میں مراجعت کے تین معنی ثابت کردیں:: نکاح، جائز ہبہ کو واپس کردینا: طلاق کے بعد معاشرتِ زوجیت کی طرف لوٹنا، تاکہ وہ یہ کہہ سکیں کہ یہ لفظ مشترک ہے، اور مشترک میں احتمال ہوتا ہے، اور احتمال کی صورت میں استدلال ساقط ہوجاتا ہے۔ لیکن انہیں یہ خیال نہیں رہا کہ یہاں مراجعت کی نسبت میاں بیوی کی طرف کی گئی ہے، مرد کی طرف بحیثیت رُجوع کنندہ کے، اور عورت کی طرف بحیثیت رُجوع کردہ شدہ کے، اس سے مراجعت کے معنی خود بخود متعین ہوجاتے ہیں، یعنی طلاق کے بعد معاشرتِ زوجیت کی طرف عود کرنا، لہٰذا یہاں اشتراک ثابت کر کے استدلال پر اعتراض کرنا صحیح نہیں، علاوہ ازیں وہ یہ بھی بھول گئے کہ ہماری بحث لفظ مراجعت میں ہے جو ان احادیث میں وارد ہوا ہے، نہ تو لفظ تراجع میں ہے جو قرآن کریم میں بہ معنی نکاح کے آیا ہے، اور نہ لفظ ارجاع میں ہے، جو جائز ہبہ کے واپس کرنے کی حدیث میں آیا ہے۔

ابنِ قیم کے بعد شوکانی آئے، اور موصوف نے اپنے رسالے میں جو طلاقِ بدعی کے موضوع پر ہے، یہ مسلک اختیار کیا کہ ان احادیث میں مراجعت کے معنی شرعی مراد ہونا مُسلّم نہیں، بایں خیال کہ معنی لغوی، معنی شرعی سے عام ہیں۔ شوکانی کے اس موقف کو اختیار کرنے کی دلیل یہ ہے کہ ان کو فضول کٹ حجتی میں جس کا موصوف نے عجمیوں کی کتابوں سے استفادہ کیا ایک خاص ملکہ اور رُسوخ حاصل ہے۔ کیونکہ شوکانی نے عجمی کتابیں پڑھی تھیں، ابنِ قیم نے نہیں، مگر شوکانی سے یہ بات اوجھل رہی کہ باتفاق اہلِ علم کتاب وسنت میں الفاظ کی حقیقتِ شرعیہ مراد ہوا کرتی ہے، اور لفظ مراجعت کی حقیقتِ شرعیہ کو تسلیم کر لینے کے بعد اس کے مراد ہونے کو تسلیم نہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد وہ تحریف وتخریف میں اور آگے بڑھے اور محض ہٹ دھرمی کی بنا پر نیل الاوطار میں لفظ مراجعت کے معنی شرعی سے ہی انکار کر ڈالا۔ ان کا خیال تھا کہ جو احادیث کہ معنی شرعی میں نص ہیں، اور جن کو شوکانی نے ابنِ حجر کی فتح الباری سے نقل کیا ہے، اگر ان کو غلط سلط نقل کر کے ان کے معنی بگاڑ دیئے جائیں تو کمزور علم کے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کافی ہے، اور ایسا کوئی آئے گا جو ان کی خیانت فی النقل کا پردہ چاک کرے، ذرا شوکانی سے پوچھو کہ اس نے فتح الباری سے ابنِ حجر کا یہ قول کیوں نقل نہیں کیا۔

اور دار قطنی میں بروایت شعبہ عن انس بن سیرین عن ابنِ عمر اس قصے میں یہ الفاظ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ طلاق شمار ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس حدیث کے شعبہ تک تمام راوی ثقہ ہیں۔
اور دار قطنی میں بروایت سعید بن عبدالرحمٰن الجمحی (ابنِ معین وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے) عن عبیداللہ بن عمر عن نافع

عن ابن عمر یہ واقعہ منقول ہے کہ ایک شخص نے ابن عمرؓ سے عرض کیا کہ: میں نے اپنی بیوی کو البتہ (قطعی طلاق، یعنی تین) طلاق دے دی، جبکہ وہ حیض کی حالت میں تھی، ابن عمر نے فرمایا کہ: تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی، اور تیری بیوی تجھ سے الگ ہوگئی، وہ شخص بولا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ابن عمر کو اپنی بیوی سے رُجوع کرنے کا حکم دیا تھا، فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر کو اس طلاق کے ساتھ رُجوع کرنے کا حکم دیا تھا جو اس کے لئے ابھی باقی تھی، اور تو نے تو کچھ باقی ہی نہیں چھوڑا جس کے ذریعہ تو اپنی بیوی سے رُجوع کرسکتا (یعنی ابنِ عمر نے تو ایک رجعی طلاق دی تھی، اور دو طلاقیں ابھی باقی تھیں، اس لئے وہ رُجوع کرسکتے تھے، مگر تو نے تین دے ڈالیں، تو کیسے رُجوع کرسکتا ہے؟)۔ اور اس سیاق میں رَدّ ہے اس شخص پر جو ابنِ عمر کے قصے میں رجعت کو معنی و لغوی پر محمول کرتا ہے۔

اور یہ ساری بحث تو اس وقت ہے جبکہ یہ تسلیم کرلیا جائے کہ لفظ رجعت کے ایک ایسے معنی ولغوی بھی ہیں جو اَحادیثِ ابنِ عمر میں مراد لئے جاسکتے ہیں، لیکن جس شخص نے کتبِ لغت کا مطالعہ کیا ہو اس پر واضح ہوگا کہ لفظ مراجعت کے لغوی معنی ہر اس صورت میں متحقق ہیں، جبکہ مرد، عورت سے کسی معاملے میں بات چیت کرے، اور یہ عام معنی ان احادیث میں قطعاً مراد نہیں لئے جاسکتے، اِلَّا یہ کہ شوکانی اس لفظ کو کوئی جدید معنی پہنادیں، جو کتاب وسنت، اجماعِ فقہائے ملت اور لغت کے علی الرغم شوکانی کی من گھڑت دلیل کے موافق ہوں۔

اس تقریر سے واضح ہوا کہ قصہ، ابنِ عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: اس سے کہو کہ اپنی بیوی سے رُجوع کرلے از خود معنی، شرعی پر نص ہے، اس کے لئے دارقطنی کی تخریج کردہ روایات کی بھی حاجت نہیں۔

رہا ابنِ حزم کا المحلّٰی میں یہ کہنا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر کو اپنی بیوی سے رُجوع کا جو حکم فرمایا تھا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس طلاق کو شمار کیا گیا۔ ہم جواب میں یہ کہتے ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد تمہارے زعم کی دلیل نہیں، کیونکہ ابنِ عمر نے جب اسے حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو بلاشبہ اس سے اجتناب بھی کیا ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صرف یہ حکم دیا تھا کہ اپنی علیحدگی کو ترک کردیں اور اس کی پہلی حالت کی طرف لوٹادیں۔

اس کی پہلی حالت سے ابنِ حزم کی مراد اگر طلاق سے پہلے کی حالت ہے، تب تو ابنِ حزم کی طرف سے یہ اقرار ہے کہ یہ جملہ طلاق کے واقع ہونے کی دلیل ہے، اور اگر پہلی حالت سے مراد اجتناب سے پہلے کی حالت ہے، تو یہ لفظ کے نہ لغوی معنی ہیں، نہ شرعی۔ البتہ ممکن ہے کہ یہ معنی مجازی ہوں، جو طلاق وتقیید کی مناسبت سے معنی، شرعی سے اخذ کئے گئے ہیں، لیکن معنی، مجازی مراد لینے کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جبکہ کوئی قرینہ ایسا موجود ہو جو معنی، حقیقی سے مراد لینے سے مانع ہو۔ سوال یہ ہے کہ یہاں وہ کون سا قرینہ ہے جو حقیقتِ شرعیہ سے مانع ہے؟ اس بیان کے بعد مؤلفِ رسالہ کی بات کو جس وادی میں چاہو پھینک دو۔

اور ابوداؤد میں ابوالزبیر کی روایت کا یہ لفظ مجمل ہے کہ: **فردها عليّ ولم يرها شيئاً**، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مجھ پر لوٹادیا اور اس کو کچھ نہیں سمجھا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ واپس لوٹانے کے لفظ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ طلاق بینونت میں قطعاً مؤثر نہیں تھی، رَدّ اور امساک کے الفاظ اس رُجوع میں استعمال ہوتے ہیں جو طلاقِ رجعی کے بعد

ہو۔

اور اگر فرض کرلیا جائے کہ اس لفظ سے طلاق کا واقع ہونا کسی درجے میں مفہوم ہوتا ہے تو سنئے! امام ابوداؤد اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: تمام احادیث اس کے خلاف ہیں۔ یعنی تمام احادیث بتاتی ہیں کہ ابن عمر پر ایک طلاق شمار کی گئی۔ امام بخاری نے اس کو صراحتاً روایت کیا ہے اور اسی طرح امام مسلم نے بھی، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور بہت سے حضرات نے ذکر کیا ہے کہ امام احمد کے سامنے ذکر کیا گیا کہ طلاق بدعی واقع نہیں ہوتی، آپ نے اس پر نکیر فرمائی اور فرمایا کہ: یہ رافضیوں کا مذہب ہے۔

اور ابوالزبیر محمد بن مسلم مکی کو ان سب مؤلفین نے جنھوں نے مدلسین پر کتابیں لکھی ہیں، مدلس راویوں کی فہرست میں جگہ دی ہے، پس جن کے نزدیک مدلسین کی روایت مطلقاً مردود ہے ان کے نزدیک تو اس کی روایت مردود ہوگی، اور جو لوگ مدلس کی روایت کو کچھ شرائط سے قبول کرتے ہیں وہ اس کی روایت بھی شرائط کے ساتھ ہی قبول کرسکتے ہیں، مگر وہ شرائط یہاں مفقود ہیں، لہٰذا یہ روایت بالاتفاق مردود ہوگی۔

ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ: یہ بات ابوالزبیر کے سوا کسی نے نہیں کہی، اس حدیث کو ایک بہت بڑی جماعت نے روایت کیا ہے، مگر اس بات کو کوئی بھی نقل نہیں کرتا۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ: ابوالزبیر نے اس سے بڑھ کر کوئی منکر روایت نقل نہیں کی۔ اب اگر ابوالزبیر مدلس نہ بھی ہوتا، صرف صحیحین وغیرہ میں حدیثِ ابنِ عمر کے راویوں کی روایت اس کے خلاف ہوتی تب بھی اس کی روایت منکر ہی شمار ہوتی، چہ جائیکہ وہ مشہور مدلس ہے۔

رہی وہ روایت جس کو ابنِ حزم نے بطریق محمد بن عبدالسلام الخشنی (شوکانی کے رسالے میں خود اس کے اپنے قلم سے اس راوی کی نسبت الخشنی کے بجائے الحنی لکھی ہے، اس سے علمِ رجال میں شوکانی کا مبلغ علم معلوم ہوسکتا ہے) عن محمد بن بشار عن عبدالوهاب الثقفي عن عبيدالله عن نافع عن ابنِ عمر نقل کی ہے کہ ابنِ عمر نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو اس کے حیض کی حالت میں طلاق دے دی ہو، فرمایا کہ اس کو شمار نہیں کیا جائے گا، ابنِ حجر تخریج رافعی میں فرماتے ہیں کہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے سنت کے خلاف کیا، یہ مطلب نہیں کہ وہ طلاق ہی شمار نہیں ہوگی علاوہ ازیں بندار اگرچہ صحیح کے راویوں میں سے ہے، لیکن یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی روایتوں کو چھانٹ کر لیا جاتا ہے، مطلقاً قبول نہیں کیا جاتا، اس لئے کہ وہ حدیث کی چوری اور کذب وغیرہ کے ساتھ متہم ہے، اور بہت سے ناقدین نے اس میں کلام کیا ہے، بعض اصحابِ صحاح کے نزدیک اس کی عدالت راجح ثابت ہوئی اس لئے انہوں نے اس کی صرف وہ احادیث روایت کیں جو نکارت سے سالم تھیں۔ امام بخاری اس سے بکثرت روایت کرتے ہیں مگر انہوں نے بھی اس کی زیر بحث حدیث نہیں لی۔ الخشنی اگرچہ ثقہ ہے، مگر احادیث کی چھان پھٹک میں امام بخاری جیسا نہیں۔

اور یہ دعویٰ بے حد مضحکہ خیز ہے کہ مسندِ احمد کی روایت، جو ابنِ لہیعہ عن ابی الزبیر عن جابر کی سند سے مروی ہے، وہ ابوالزبیر کی روایت کی مؤید ہے۔ اس لئے کہ مسندِ احمد متفرد راویوں پر مشتمل ہونے کی بنا پر اہلِ نقد کے نزدیک ان کتب احادیث میں سے نہیں

جن میں صرف صحیح احادیث درج کرنے کا التزام کیا گیا ہو۔ ابن حجر نے اس کی روایت کا دائرہ وسیع ہونے سے قبل، جو اس کا رافع کیا ہے وہ صرف اس مقصد کے لئے ہے کہ اس سے موضوع احادیث کی نفی کی جائے، خواہ اس کی روایت کسی اور راوی کے خلاف بھی نہ ہو۔ جیسا کہ حافظ ابو سعید العلائی نے جامع التحصیل میں ذکر کیا ہے، اور زیر بحث روایت بطریق لیث نہیں، اور مسند احمد جیسی ضخیم کتاب اس بات سے محفوظ نہیں رہ سکتی کہ اس کے متفرد راویوں کے قلتِ ضبط کی بنا پر عنعنہ کی جگہ سماع اور تحدیث کو ذکر کر دیا گیا ہو، ایسی صورت میں اس قسم کی روایت کی صحت ان لوگوں کے نزدیک کیسے ثابت ہو سکتی ہے جو روایت کی چھان پھٹک کے فن سے ناواقف ہیں؟

اور اگر روایت کی صحت کو فرض بھی کر لیا جائے تب بھی اس کو حالتِ حیض میں دی گئی طلاق کے عدمِ وقوع کے لئے مؤید ماننا ممکن نہیں، جیسا کہ ہمارے نام نہاد مجتہد نے سمجھا ہے، کیونکہ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: لیراجعها فانها امراته ۔ وہ اس سے رجوع کر لے، کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔

یہ لفظ حالتِ حیض کی طلاق کے وقوع اور انقضائے عدت تک زوجیت کے باقی رہنے کی دلیل ہے، جیسا کہ جمہور فقہائے اُمت اس کے قائل ہیں، کیونکہ مراجعت صرف طلاقِ رجعی کے بعد ہوتی ہے، اور ارشادِ نبوی: کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے ان دونوں کے درمیان تعلقِ زوجیت کی بقا کی تصریح ہے، بلکہ یہ روایت، دُوسری روایت کے اجمال کی تفسیر کرتی ہے کہ کوئی چیز نہیں سے مراد یہ ہے کہ طلاق بحالتِ حیض ایسی چیز نہیں جس سے بینونت (علیحدگی) واقع ہو جائے جب تک کہ عدت باقی ہے، اس تفسیر کے بعد ابوالزبیر کی روایت بھی دُوسرے راویوں کی روایت کے موافق ہو جاتی ہے۔

اور جو روایت ابنِ حزم نے بطریق ہمام بن یحییٰ عن قتادہ عن خلاس عن عمرو ذکر کی ہے کہ انہوں نے ایسے شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو اس کے حیض میں طلاق دے دے، فرمایا کہ اس کو کچھ نہیں سمجھا جائے گا، اس پر پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ ہمام کے حافظے میں نقص تھا۔ دُوسرے، قتادہ مدلس ہیں اور وہ عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے مفہوم میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس کو یوں نہیں سمجھا جائے گا کہ اس نے سنت کے موافق طلاق دی ہے، جیسا کہ بعض کے نزدیک طلاق کو جمع کرنا خلافِ سنت نہیں۔ دُوسرا احتمال یہ ہے کہ اس طلاق کو طلاق ہی نہیں سمجھا جائے گا، مگر صحابہ میں جو اِجماع جاری تھا وہ پہلے احتمال کا مؤید ہے۔ اور خلاس ان لوگوں میں نہیں جو مسائل میں شذوذ کے ساتھ معروف ہوں اور ابنِ عبدالبر کی دلیل یہ ہے کہ اس قسم کی ضمیریں اس حیض کی طرف راجع ہیں جس میں طلاق دی گئی، مطلب یہ ہے کہ اس حیض کو عورت کی عدت میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

اور مؤلفِ رسالہ نے ابوالزبیر کی منکر روایت کی تائید کے لئے جامع ابنِ وہب کی مندرجہ ذیل روایت جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے، پیش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ عمر کے بارے میں فرمایا۔ اس سے کہو کہ وہ اس سے رُجوع کر لے، پھر اسے روک رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے، پھر اسے حیض آئے، پھر پاک ہو جائے، اب اس کے بعد اگر چاہے تو اسے روک رکھے، اور اگر چاہے تو مقاربت سے پہلے اسے طلاق دے دے، یہ ہے وہ عدت کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے عورت کو طلاق دینے کا حکم فرمایا ہے، اور یہ ایک طلاق ہوگی۔

یہ مؤلف کا فکری اختلال ہے، اور آگ سے بچ کر گرم پتھروں میں پناہ لینے کی کوشش ہے۔اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ومی واحدة (اور یہ ایک طلاق ہو چکی) زیر بحث مسئلے میں نصِ صریح ہے، جس سے جمہور کے دلائل میں مزید ایک دلیل کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ابن حزم اور ابنِ قیم اس سے جان چھڑانے کے لئے زیادہ سے زیادہ جو کوشش کر چکے ہیں وہ یہ کہ اس میں مدرج ہونے کا احتمال ہے، حالانکہ یہ دعویٰ قطعاً بے دلیل ہے۔لیکن ہمارے خود ساختہ مجتہد صاحب نے اس ارشادِ نبوی سے جان چھڑانے کے لئے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے، جس سے اس کے خیال میں حدیث کا مفہوم اُلٹ کر اس کی دلیل بن جاتا ہے، اور وہ یہ کہ: ومی واحدة کی ضمیر کو مناسبتِ قرب کی بنا پر اس طلاق کی طرف راجع کیا جائے جو دان شاء طلق سے مفہوم ہوتی ہے، (مطلب یہ کہ حیض میں جو طلاق دی گئی اس سے تو رُجوع کر لے، یہ حیض گزر جائے، پھر اس کے بعد دُوسرا حیض گزر جائے، اب جو طلاق دی جائے گی اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ایک ہوگی)۔

فرض کر لیجئے کہ ضمیر اسی کی طرف راجع ہے، اس سے قطع نظر کہ اس صورت میں یہ جملہ خالی از فائدہ ہوگا، اور اس سے بھی قطع نظر کہ جس طلاق کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت دے رہے تھے اس سے کلام کو پھیرنا لازم آتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے ابوالزبیر کی روایت کی کوئی ادنیٰ تائید کہاں سے نکلتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ اس حدیث سے جو بات نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ ابن عمر نے اپنی بیوی کو بحالتِ حیض طلاق دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت عمر کی زبانی حکم دیا کہ اس سے رُجوع کر لیں، آئندہ ان کو اختیار ہوگا، خواہ اس کو روک رکھیں یا طلاق دے دیں، اور یہ طلاق، جس کا وقوع اور عدمِ وقوع ابھی معلوم نہیں، ایک شمار ہوگی۔

اب یہ طلاق جس کا وقوع خارج میں ابھی نامعلوم ہے اس کے بارے میں آخر کون کہتا ہے کہ وہ تین ہوں گی، جب وہ خارج میں واقع اور متحقق ہوگی تو قطعاً ایک ہی ہوگی، لیکن اس کا ایک ہونا کیا اس بات کے منافی ہے کہ اس سے قبل بھی عورت پر حقیقتاً طلاق ہو چکی ہے، جیسا کہ حدیث کے لفظ اس سے رُجوع کر لے سے خود معلوم ہوتا ہے۔

غالباً جناب مؤلف وسعتِ علوم، خصوصاً خالص عربی لغت میں اس مقام پر فائز ہو چکے ہیں کہ انہیں نہ تو اہلِ علم سے سیکھنے کی ضرورت ہے، اور نہ اس کے مصادر تلاش کرنے کی حاجت ہے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک جو واقعہ کہ وقوع پذیر ہو چکا ہے، اور جو چیز کہ اس کا وقوع محض فرض کیا جا رہا ہے، یہ دونوں ایک ہی صف میں کھڑے ہیں۔یہ صرف موصوف ہی کی دریافت ہے کہ جس کو عدد کہا جاتا ہے وہ کبھی باعتبار اس کی ذات کے عدد ہوتا ہے، کبھی باعتبار اس کے مرتبہ کے، اور کبھی باعتبار اس کے آئندہ عدد بن جانے کے۔حالانکہ یہ سب عجمی اعتبارات ہیں جو عربیت میں داخل کئے گئے، اس لئے اس کا ترک کرنا واجب ہے۔اب اگر ومی واحدة میں ضمیر طلاقِ مفروض کی طرف راجع ہو تو اس جملے کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ پہلی طلاق ہے، بس اس سے ابنِ حزم، ابنِ قیم اور جمہور کے خلاف حجت قائم ہو جائے گی؟ کیا اس قسم کے خود ساختہ مجتہدوں کو یہ مشورہ دینا مناسب نہ ہوگا کہ: برخوردار! تم ابھی بچے ہو، ایک طرف ہو رہو، کہیں ہجوم تمہیں روند نہ ڈالے۔

اور ابنِ عمر نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں صرف ایک طلاق دی تھی، جیسا کہ لیث کی روایت میں ہے، نیز ابنِ سیرین کی

روایت میں بھی، جس پر خود مؤلف اعتماد کرتا ہے، اور اس بات کو احمقانہ قرار دیتا ہے۔ جو بعض لوگوں سے بیس سال تک سنتا اور اسے صحیح سمجھتا رہا کہ ابن عمر نے اس حالت میں تین طلاقیں دی تھیں۔ امام مسلم نے لیث اور ابن سیرین کی دونوں روایتیں اپنی صحیح میں تخریج کی ہیں۔

علاوہ ازیں طلاق بحالتِ حیض کو باطل قرار دینے کے معنی یہ ہوں گے کہ طلاق عورت کے ہاتھ میں دے دی جائے، کیونکہ حیض اور طہر کا علم عورت ہی کی جانب سے ہوسکتا ہے، پس جب کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور عورت نے کہہ دیا کہ وہ تو حیض کی حالت میں تھی تو آدمی بار بار طلاق دیتا رہے گا یہاں تک کہ وہ اعتراف کرے کہ طلاق طہر میں ہوئی ہے، یا آدمی تھک ہار کر رہ جائے اور غیر شرعی طور پر اسے گھر میں ڈالے رکھے، حالانکہ اسے علم ہے کہ وہ تین طہروں میں الگ الگ تین طلاقیں دے چکا ہے، اور اس سے جو مفاسد لازم آتے ہیں وہ کسی فہیم آدمی پر مخفی نہیں، اس بحث میں مؤلف کے من گھڑت نظریات کی تردید کے لئے غالباً اسی قدر بیان کافی ہے۔

ایک لفظ سے تین طلاق دینے میں فقہی بحث ونظر

مؤلف لکھتے ہیں عام لوگوں کا خیال ہے اور یہی بات ان جمہور علماء کے اقوال سے مفہوم ہوتی ہے جنھوں نے اس بحث سے تعرض کیا ہے کہ تین طلاق سے مراد یہ ہے کہ کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ: تجھے تین طلاق وہ سمجھتے ہیں کہ متقدمین کے درمیان تین طلاقوں کے وقوع یا عدمِ وقوع میں جو اختلاف تھا وہ بس اسی لفظ میں یا اس کے ہم معنی الفاظ میں تھا، بلکہ یہ لوگ ان تمام احادیث و اخبار کو، جن میں تین طلاقوں کا ذکر آیا ہے، اسی پر محمول کرتے ہیں، حالانکہ یہ محض غلط اور عربی وضع کو تبدیل کرنا اور لفظ کے صحیح اور قابلِ فہم استعمال کے بجائے ایک باطل اور ناقابلِ فہم استعمال کی طرف عدول کرنا ہے۔ پھر یہ لوگ ایک قدم اور آگے بڑھے اور انہوں نے لفظ البتہ سے تین طلاق واقع کردیں، جبکہ طلاق دہندہ نے تین کی نیت کی ہو۔ حالانکہ تجھے تین طلاق کا لفظ ہی محال ہے، یہ نہ صرف الفاظ کا کھیل ہے، بلکہ عقول وافکار سے کھیلنا ہے۔ یہ بات قطعاً غیر معقول ہے کہ بلفظ واحد تین طلاق دینے کا مسئلہ ائمہ تابعین اور ان کے مابعد کے درمیان محلِ اختلاف رہا ہو، جبکہ صحابہ اسے پہچانتے تک نہ تھے، اور ان میں سے کسی نے اس کو لوگوں پر نافذ نہیں کیا، کیونکہ وہ اہلِ لغت تھے، اور فطرتِ سلیمہ کی بنا پر لغت میں محقق تھے۔ انہوں نے صرف ایسی تین طلاقوں کو نافذ قرار دیا جو تکرار کے ساتھ ہوں، اور یہ بات مجھے بیس سال پہلے معلوم ہوئی، اور میں نے اس میں تحقیق کی، اور اب میں اس میں اپنے تمام پیشرو بحث کرنے والوں سے اختلاف کرتا ہوں اور یہ قرار دیتا ہوں کہ کسی شخص کے تجھے تین طلاق جیسے الفاظ کہنے سے صرف ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے، الفاظ کے معنی پر دلالت کے اعتبار سے بھی، اور بداہتِ عقل کے اعتبار سے بھی۔ اور اس فقرے میں تین کا لفظ انشاء اور ایقاع میں عقلاً محال اور لغت کے لحاظ سے باطل ہے، اس لئے یہ محض لغو ہے۔ جس جملے میں یہ لفظ رکھا گیا ہے اس میں کسی چیز پر دلالت نہیں کرتا، اور میں یہ بھی قرار دیتا ہوں کہ تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کا تین طلاق کے مسئلے میں جو اختلاف ہے وہ صرف اس صورت میں ہے جبکہ تین طلاقیں یکے بعد دیگرے دی گئی ہوں، اور عقود، معنوی حقائق ہیں جن کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہوتا، سوائے اس کے کہ ان کو الفاظ کے ذریعے وجود میں لایا جائے۔ پس تجھے طلاق کے لفظ سے ایک حقیقتِ معنویہ وجود

میں آتی ہے اور وہ ہے طلاق۔ اور جب اس لفظ سے طلاق واقع ہو گئی تو اس کے بعد تین کا لفظ بولنا محض لغو ہوگا۔ جیسا کہ میں نے فروخت کیا کے بعد کوئی بیع کی ایجاد وانشاء کے قصد سے تین کا لفظ بولے تو یہ محض لغو ہوگا، اور یہ جو کچھ ہم نے کہا ہے یہ بالکل بدیہی ہے، ایک ایسا شخص جس نے معنی میں غور وفکر اور تحقیق وتدقیق سے کام لیا ہو بشرط انصاف اس میں چوں چرا نہیں کر سکتا۔

یہ وہ نکتہ ہے جو مؤلف نے تین طلاق کے بارے میں اپنے رسالے میں کئی جگہ لکھا ہے، اور اگر تم ان تمام باتوں کو دلیل و حجت کا مطالبہ کئے بغیر قبول نہیں کرو گے تو مؤلف کی بارگاہ میں غیر منصف ٹھہرو گے۔

فقہ اور اسلام کی زبوں حالی کا ماتم کرو کہ دین کے معاملے میں ایسا بر خود غلط آدمی ایسی جسارت سے بات کرتا ہے، اور وہ بھی اس پاکیزہ ملک میں جو عالم اسلام کا قبلہ علم ہے، اس کے باوجود اس کی گوش مالی نہیں کی جاتی۔

مؤلف تین طلاق کے مسئلے میں صحابہ وتابعین کے درمیان اختلاف کا تخیل پیش کرتا ہے، جبکہ اس کے نہاں خانہ وخیال کے سوا اس اختلاف کا کوئی وجود نہیں، اور نہ تجھے تین طلاق کے لفظ سے طلاق دینا صحابہ وتابعین کے لئے کوئی غیر معروف چیز تھی، بلکہ اس کو صحابہ بھی جانتے تھے، اور تابعین بھی، اور عرب بھی۔ ہاں! اس سے اگر جاہل ہے تو ہمارا یہ خود رد مجتہد۔ اور اس کا یہ کہنا کہ یہ نکتہ اسے بیس سال قبل معلوم ہوا تھا، بتاتا ہے کہ عقلی اختلال بچپن ہی سے اس کے شامل حال تھا، اس سلسلے میں خبر وانشاء اور طلبی وغیر طلبی کے درمیان کسی نے فرق نہیں کیا، بلکہ فقہائے اُمت نے تجھے تین طلاق کے لفظ کو بینونت کبریٰ میں نص شمار کیا ہے، بخلاف لفظ البتہ کے، جس کے بارے میں عمر بن عبد العزیز کا قول مشہور ہے (کہ اس سے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے)، اور فقہاء نے البتہ جیسے الفاظ میں جو کہا ہے کہ: اگر اس سے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین واقع ہو جاتی ہیں وہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تین طلاقیں بیک بار واقع ہو سکتی ہیں۔

ہمارے قول کے دلائل ظاہرہ میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے بیہقی نے سنن میں اور طبرانی وغیرہ نے بروایت ابراہیم بن عبد الاعلیٰ سوید بن غفلہ سے تخریج کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ عائشہ بنت فضل، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں، جب ان سے بیعت خلافت ہوئی تو اس بی بی نے انہیں مبارک باد دی، حضرت حسن نے فرمایا: تم امیر المؤمنین (علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کے قتل پر اظہار مسرت کرتی ہو؟ تجھے تین طلاق۔ اور اسے دس ہزار کا عطیہ (متعہ) دے کر فارغ کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا: اگر میں نے اپنا نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نہ سنی ہوتی یا یہ فرمایا کہ: اگر میں نے اپنے والد ماجد سے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہ سنی ہوتی کہ آپ نے فرمایا: جب آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں، خواہ الگ الگ طہروں میں دی ہوں، یا تین طلاقیں مبہم دی ہوں تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں رہتی یہاں تک کہ وہ دُوسری جگہ نکاح کرے تو میں اس سے رُجوع کر لیتا۔ حافظ ابن رجب حنبلی اپنی کتاب بیان مشکل الأحادیث الواردة فی ان الطلاق الثلاث واحدة میں اس حدیث کو سند کے ساتھ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا تھا، اس میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا، تجھے تین طلاق تو یہ تین ہی شمار ہوں گی۔ اس کو ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔

امام محمد بن حسن کتاب الآثار میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابراہیم بن یزید نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس شخص کے بارے میں، جو ایک طلاق دے کر تین کی یا تین طلاق دے کر ایک کی نیت کرے، فرمایا کہ: اگر اس نے ایک طلاق کہی تو ایک ہوگی اور اس کی نیت کا کچھ اعتبار نہیں، اور اگر تین طلاق کہی تھیں تو تین واقع ہوں گی، اور اس کی نیت کا اعتبار نہیں۔ امام محمد فرماتے ہیں: ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا، جیسا کہ موطا میں ہے کہ: طلاق ایک ہزار ہوتی تب بھی البتہ کا لفظ ان میں سے کچھ نہ چھوڑتا۔ جس نے البتہ طلاق دے دی اس نے آخری نشانے پر تیر پھینک دیا۔ یہ ان کی دلیل لفظ البتہ کے بارے میں ہے چہ جائیکہ تین طلاق کا لفظ ہو۔

امام شافعی کتاب الام (ج: ص:) میں فرماتے ہیں کہ: اگر کسی نے اپنی کسی بیوی کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا: تجھے تین طلاق اور پھر اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کے بارے میں کہا کہ یہ مراد تھی، تو اسی پر طلاق واقع ہوگی۔

عربی شاعر کہتا ہے: وأمّ عمرو طالق ثلاثا (ام عمرو کو تین طلاق) یہ شاعر اپنے حریف سے مقابلہ کر رہا تھا، اسے ثا کا کوئی اور قافیہ نہیں ملا، تو اس نے بیوی کو طلاق دیتے ہوئے یہی مصرعہ جڑ دیا۔

ایک اور عربی شاعر کہتا ہے وأنت طالق والطلاق عزيمة ثلاث ومن يخرق أعق وأظلم

فبيني بها ان كنتِ غير رفيقة وما لأمرىء بعد الثلاث تندم

اور تجھے تین طلاق، اور طلاق کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں، اور جو موافقت نہ کرے وہ سب سے بڑا ظالم اور قطع تعلق کرنے والا ہے، لہٰذا اگر تو رفاقت نہیں چاہتی تو تین طلاق لے کر الگ ہو جا، اور تین کے بعد تو آدمی کے لئے اظہار ندامت کا موقع بھی نہیں رہتا۔

امام محمد بن حسن سے امام کسائی نے اس شعر کا مطلب اور حکم دریافت کیا تھا، آپ نے جو جواب دیا امام کسائی نے اسے بے حد پسند فرمایا، جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی کی المبسوط میں ہے، اور نحویوں نے اس شعر کے وجوہ اعراب پر طویل کلام کیا ہے۔

کسی ہوسناک کا یہ مقدور نہیں کہ وہ ائمہ نحو و عربیت کے کسی امام سے کوئی ایسی بات نقل کر سکے جو تین طلاق بلفظ واحد دینے کے منافی ہو۔ سیبویہ کی الکتاب، ابوعلی فارسی کی ایضاح، ابن جنی کی خصائص، ابن یعیش کی شرح مفصل اور ابوحیان کی ارتشاف وغیرہ امہات کتب لو اور جتنا چاہو انہیں چھان مارو، مگر تمہیں ان میں ایک لفظ بھی ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ملے گا۔ ارے خود رو مجتہد! تو یہ دعویٰ کیسے کرتا ہے کہ تین طلاق بلفظ واحد کو نہ صحابہ جانتے تھے، نہ تابعین، نہ فقہاء، نہ عرب۔ ان کے یہاں تین طلاق دینے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ طلاق کا لفظ تین بار دہرا دیا جائے یہ سب صحابہ و تابعین، تبع تابعین، فقہائے دین، عرب اور علوم عربیہ پر افترا ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ اے نواسہ رسول حضرت حسن رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں وہ بھی جانتے تھے، ان کے والد اور ان کے نانا (علیہم السلام) بھی جانتے تھے، اس کو حضرت عمر اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما جانتے تھے، ابراہیم نخعی جانتے تھے، جن کے بارے میں امام شعبی فرماتے ہیں کہ: ابراہیم نے اپنے بعد اپنے سے بڑا عالم نہیں چھوڑا، نہ حسن بصری، نہ ابن سیرین، نہ اہل

بصرہ میں، نہ اہلِ کوفہ میں، اور نہ اہلِ حجاز اور شام میں۔ اور جن کے بارے میں ابنِ عبدالبر نے التمہید میں ان کی مرسل احادیث کے حجت ہونے کا ذکر کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ قابلِ دید ہے۔

اور اس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی جانتے تھے، اور عمر بن عبدالعزیز، عمر بن عبدالعزیز ہیں، اور اس کو امام ابوحنیفہ جانتے تھے، وہ امام یکتا جو علومِ عربیہ کی گود میں پلا اور پھلا پھولا، اس کو امام محمد بن حسن جانتے تھے، جن کے بارے میں موافق ومخالف متفق اللفظ ہیں کہ وہ عربیت میں حجت تھے، اس کو امام شافعی جانتے تھے، وہ امام قرشی جو ائمہ کے درمیان یکتا تھے، ان دونوں سے پہلے عالم دار الہجرت امام مالک بھی اس کو جانتے تھے، اس کو یہ عربی شاعر اور وہ عربی شاعر بھی جانتا تھا، کیا اس بیان کے بعد مؤلف کی پیشانی ندامت سے عرق آلود ہوگی؟ اور اس کے یقین میں کوئی تبدیلی واقع ہوگی؟

اور انشاء میں عدد کو لغو قرار دینا شاید ایک خواب تھا جو مؤلف نے دیکھا اور وہ اس پر احکام کی بنیاد رکھنے لگا، اور عدد کو لغو ٹھہرانے کی بات اگر مؤلف کو حاذق اُصولیین کے ایک گروہ کے اس قول سے سوجھی ہے کہ عدد کا مفہوم نہیں ہوتا اور اس سے مؤلف نے یہ سمجھ لیا ہو کہ جس کا مفہوم نہیں ہوتا وہ لغو ہوتی ہے، تو یہ ایک ایسا انکشاف ہے جس میں کوئی شخص موصوف کا مقابلہ نہیں کرسکتا، اس قسم کی سوجھ سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔

ہبہ کرنے والا، عاریت دینے والا، طلاق دہندہ، بیع کنندہ اور آزاد کرنے والا یہ سب لوگ انشاء میں جتنے عدد چاہیں واقع کرسکتے ہیں، مثلاً: ہبہ کرنے والا کہتا ہے کہ: میں نے یہ غلام فلاں شخص کو ہبہ کردیئے تو یہ ہبہ سارے غلاموں پر واقع ہوگا۔ طلاق دینے والا اپنی چاروں بیویوں کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ: تم کو طلاق تو ان میں سے ہر ایک پر طلاق واقع ہوجائے گی، جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کیا تھا۔ بائع یا عاریت دینے والا یا غلاموں کو آزاد کرنے والا کہتا ہے کہ: میں نے یہ مکان فروخت کئے، میں نے یہ مکان فلاں کو عاریت پر دیئے، میں نے ان غلاموں کو آزاد کردیا ان میں سے ہر ایک کے لئے لفظِ واحد کافی ہے، تکرارِ لفظ کی حاجت نہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ مصدر جس کو یہ انشائی افعال متضمن ہیں اگر ہم مفعولِ مطلق کے ذریعے اس کا افادہ کرنا چاہتے تو ایسا عدد ذکر کرنا پڑتا جو ان غلاموں کی، ان عورتوں کی اور ان مکانوں کی تعداد کے مطابق ہوتا، مگر ان مثالوں میں مفعول کو ذکر کرنے کے بعد مفعولِ مطلق عددی کے ذکر کی حاجت نہیں رہی۔ اور مرد کا اپنی بیوی کی تین طلاق کا مالک ہونا اسے صرف شرع سے حاصل ہوا ہے، کسی خاص لغت سے اس کا کوئی علاقہ نہیں، بلکہ ساری لغات اس میں برابر ہیں۔ لہٰذا مؤلفِ رسالہ کا یہ کہنا کہ: اَنتِ طالق ثلاثًا، کے لفظ سے طلاق دینا از رُوئے لغت باطل ہے، اور جو لوگ اس لفظ کو بولتے ہیں یہ ان کے کلام میں محض عجمیت کی دلیل سے داخل ہوا یہ ایک بے معنی اور بے مقصد بات ہے، یہ بات اس صورت میں بامعنی ہوسکتی تھی اگر مسلمانوں کی شرع کے خلاف عجمیوں کی شرع میں آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کا مجاز ہوتا، حالانکہ مسلمانوں کی شرع نے ہی آدمی کو تین طلاقوں کا اختیار دیا ہے، خواہ بیک وقت دے یا متفرق کرکے، ہماری بحث شرعِ اسلام کے سوا کسی اور شرع میں نہیں ہے، نہ مسلمان بھائیوں کی طلاق کے سوا کسی اور مذہب وملت کے لوگوں کی طلاق کے بارے میں گفتگو ہے، خواہ وہ کسی عصر سے ہوں۔

پس مسلمان جب اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو یا تو خلافِ سنت تین طلاق بلفظ واحد طہر میں یا حیض میں دے گا، یا سنت

کے مطابق تین طلاقیں تین الگ الگ طہروں میں دے گا۔ طلاق خواہ کسی لغت میں ہو، عربی میں ہو، یا فارسی میں، ہندی میں ہو یا حبشی زبان میں، ان لغات کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ بہر حال جب آدمی طلاق دینا چاہے تو پہلے ایک یا دو یا تین کا ارادہ کرے گا، پھر ایسا لفظ ذکر کرے گا جو اس کی مراد کو ادا کر سکے، لہٰذا وہی طلاق واقع ہو جائے گی جس کا اس نے ارادہ کیا ہے، خواہ ایک کا، خواہ دو کا، خواہ تین کا، پس انشاء کا لفظ اس کے ارادے کے مطابق ہوا۔

اور انشاء میں عدد کے لغو ہونے کا دعویٰ ان دعاوی میں سے ہے جن کی اولاد بے نسب ہے، کیونکہ پہلے واضح ہو چکا ہے کہ جب ضرورت پیش آئے تو مفعول مطلق عددی کو فعل کے بعد ذکر کیا جا سکتا ہے، اور اس میں خبر و انشاء اور طلبی و غیر طلبی کا کوئی فرق نہیں ہے، نہ لغت کے اعتبار سے، نہ نحو کے لحاظ سے، کیونکہ اس میں اختیار صرف شرع کے سپرد ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

اور جہاں نص موجود ہو وہاں قیاس کے گھوڑے دوڑانا ایک احمقانہ حرکت ہے۔ علاوہ ازیں تسبیح و تحمید تہلیل و تکبیر اور تلاوت وصلوٰۃ وغیرہ عبادات ہیں، جن میں اجر بقدر مشقت ہے، اور اقرار زنا، حلف، لعان اور قسامت میں عدد تاکید کے لئے ہے، اور یہ منصوص تعداد کے ادا کرنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے، بخلاف ہمارے زیر بحث مسئلے کے کہ طلاق نہ تو عبادت ہے، نہ اس میں عدد تاکید کے لئے ہے کہ اسے اس پر یا اُس پر قیاس کیا جائے۔ دیکھئے! ایک عدد وہ ہے جس کے اقل پر اکتفا کیا جا سکتا ہے (مثلاً: طلاق)، اور ایک وہ ہے جس میں اقل پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا (مثلاً: اقرار زنا، حلف، لعان اور قسامت)، آخر اول الذکر کو موخر الذکر پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟ اور دلیل فرق کے باوجود قیاس کرنا اور بھی احمقانہ بات ہے۔

محمود بن لبید کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دی تھیں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے، اس کے بارے میں مؤلف لکھتے ہیں: میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ رکانہ ہی تھے، ارے میاں! ہمیں اپنے غالب گمان سے معاف رکھو، جب تمہارا یقین بھی سراسر غلط ہے، تو غالب گمان کا کیا پوچھنا؟ اور محمود بن لبید کی حدیث بر تقدیر صحت، اہل استنباط کے نزدیک کسی طرح بھی عدمِ وقوع پر دلالت نہیں کرتی، البتہ گناہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس میں بھی امام شافعی اور ابن حزم کی دلیل مختلف ہے، مگر ہم گناہ ہونے یا نہ ہونے کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتے، بلکہ ابو بکر بن عربی نے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر تین طلاقیں نافذ کر دی تھیں، اور توسع فی الروایات میں ابن عربی کا جو پایہ ہے وہ اہل علم کو معلوم ہے، اور حافظ ابن حجر کو ہر چیز میں ہر قسم کے اقوال نقل کر دینے کا عجیب شغف ہے، وہ ایک کتاب میں تحقیق قلم بند کرتے ہیں اور دُوسری کتاب میں کلام کو بے تحقیق چھوڑ جاتے ہیں، اور یہ ان کی کتابوں کا عیب شمار کیا گیا ہے، محمود بن لبید کے بارے میں ان کے اقوال کا اختلاف بھی اسی قبیل سے ہے، تحقیق یہ ہے کہ محمود بن لبید کو سماع حاصل نہیں، جیسا کہ فتح الباری میں ہے، اور یہ کتاب ان کی پسندیدہ کتابوں میں ہے، بخلاف اصابہ کے، اور اصابہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ مسند کے بعض نسخوں کی نقل ہے اور مسند ہر چیز میں محلِ اعتماد نہیں، جبکہ ابن المذہب اور قطیعی جیسے حضرات اس کی روایت میں منفرد ہوں۔

اور رکانہ کے تین طلاق دینے میں ابن اسحاق کی جو روایت مسند میں ہے اس پر بحث آگے آئے گی، اور جب سند سامنے موجود ہے تو ضیاء کی تصحیح کیا کام دے سکتی ہے؟ ضیاء تو حدیث خضر جیسی روایات کی بھی تصحیح کر جاتے ہیں، بعض غلوّ پسند حضرات مسند

احمد میں جو کچھ بھی ہے سب کو صحیح قرار دیتے ہیں، اور ہم خصائص مسند کی تعلیقات میں حافظ ابن طولون ؒ سے اس نظریے کی غلطی نقل کر چکے ہیں، لہٰذا ان لوگوں کو تو رہنے دو اور حدیث رکانہ پر آئندہ بحث میں گفتگو کا انتظار کرو۔

اور تین طلاقیں بہ لفظِ واحد واقع ہو جاتی ہیں اس کی ایک دلیل حدیث لعان ہے، جس کی تخریج صحیح بخاری میں ہوئی ہے، عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے مجلسِ لعان میں کہا کہ: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اس کو اپنے پاس رکھوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی، پس انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہلے ہی اس کو تین طلاق دے دیں۔ اور کسی روایت میں یہ نہیں آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نکیر فرمائی ہو، پس یہ تین طلاق بیک لفظ واقع ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ لوگ تین طلاق کا بلفظِ واحد واقع ہونا سمجھتے رہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح نہ فرمائیں، اگر یہ سمجھنا صحیح نہ تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اصلاح ضرور فرماتے۔ اس حدیث سے تمام اُمت نے یہی سمجھا ہے (کہ تین طلاقیں بلفظِ واحد واقع ہو جاتی ہیں) حتیٰ کہ ابنِ حزم نے بھی یہی سمجھا ہے، وہ لکھتے ہیں: عویمر نے اس عورت کو یہ سمجھ کر طلاق دی کہ وہ ان کی بیوی ہے، اگر تین طلاق بیک وقت واقع نہیں ہو سکتی تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ضرور نکیر فرماتے۔ اور امام بخاری ؒ نے بھی اس حدیث سے وہی سمجھا ہے جو پوری اُمت نے سمجھا، چنانچہ انہوں نے باب من اجاز طلاق الثلاث کے تحت پہلے یہی حدیث نقل کی ہے، اس کے بعد حدیثِ عسیلہ اور پھر حضرت عائشہ کی حدیث اس شخص کے بارے میں جو تین طلاقیں دے۔ جواز سے ان کی مراد یہ ہے کہ تین طلاق جمع کرنے میں گناہ نہیں، جیسا کہ امام شافعی اور ابنِ حزم کی دلیل ہے۔ مگر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تین طلاق بیک وقت واقع کرنے میں گناہ ہے، جیسا کہ ابنِ عبدالبر نے الاستذکار میں خوب تفصیل سے لکھا ہے، اور ہم یہاں اس مسئلے کی تحقیق کے درپے نہیں۔ امام بخاری کا یہ مطلب نہیں کہ تین طلاق کے بہ لفظِ واحد واقع ہونے میں کوئی اختلاف ہے، اس لئے یہ مفہوم امام بخاری کے الفاظ کے خلاف ہونے کے علاوہ حق کے بھی خلاف ہے، اس لئے کہ تین طلاقوں کا بیک وقت واقع ہو جانا ان تمام حضرات کا متفق علیہ مسئلہ ہے جن کا قول لائقِ اعتبار ہے، جیسا کہ ابن التین نے کہا ہے۔ اختلاف اگر نقل کیا گیا ہے تو صرف کسی غلط رو سے، یا ایسے شخص سے جس کا اختلاف کسی شمار میں نہیں۔ ابنِ حجر کو یہاں بھول ہوئی ہے، اس لئے انہوں نے امام بخاری کے الفاظ کا اس مفہوم کو شامل ہونا بھی تجویز کیا ہے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ انہوں نے ابنِ مغیث جیسے لوگوں پر اعتماد کر لیا، حالانکہ کسی محدث کے لئے ایسے شخص پر اعتماد کرنا صحیح نہیں، جب تک کہ قابلِ اعتماد راویوں کی سند سے اختلاف نقل نہ کیا جائے، اس بحث کا اس کے موقع پر انتظار کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، فقہائے صحابہ سے، تابعین سے اور بعد کے حضرات سے بہت احادیث منقول ہیں، جن میں ذکر کیا گیا ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دے دی، کسی نے سو طلاق دیں، کسی نے ننانوے، کسی نے آٹھ، کسی نے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں، وغیرہ وغیرہ۔ یہ روایات موطا امام مالک، مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی وغیرہ میں مروی ہیں۔ یہ تمام احادیث اس مسئلے کی دلیل ہیں کہ تین طلاق بلفظِ واحد واقع ہو جاتی ہیں، کیونکہ یہ بات بہت ہی بعید ہے کہ صحابہ کرام میں کوئی ایسا شخص بھی موجود ہو جو یہ نہ جانتا ہو کہ طلاق کی تعداد صرف تین تک ہے، یہاں تک کہ وہ یکے بعد دیگرے ہزار، سو، یا ننانوے مرتبہ

طلاق دیتا چلا جائے، اور اس طویل مدت میں فقہائے صحابہ میں سے کوئی بھی اسے یہ نہ بتائے کہ بندہ خدا! طلاق کی آخری حد بس تین ہے۔ صحابہ کرام کے بارے میں اس فروگزاشت کا تصور بھی محال ہے، لہٰذا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ طلاق دیتے وقت طلاق دہندگان کے الفاظ تھے، یعنی ایک شخص کہتا: تجھے ہزار طلاق، دُوسرا کہتا: تجھے سو طلاقیں، تیسرا کہتا: تجھے ننانوے طلاقیں ان تمام الفاظ سے طلاق دینے والوں کا مقصد ایسی طلاق واقع کرنا تھا جس سے بینونتِ کبریٰ حاصل ہوجائے، اور یہ ایسی کھلی بات ہے کہ اس میں کسی طرح بھی شغب کی گنجائش نہیں۔

یحییٰ لیثی امام مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: تین طلاقیں اس پر واقع ہوگئیں اور ستانوے طلاقوں کے ساتھ تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق بنایا۔ التمہید میں ابنِ عبدالبر نے اس کو سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ابنِ حزم بھی بطریق عبدالرزاق، عن سفیان الثوری، سلمہ بن کہیل سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے زید بن وہب نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص کا مقدمہ پیش ہوا جس نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی تھیں، حضرت عمر نے اس سے دریافت فرمایا کہ: کیا واقعی تو نے طلاق دی ہے؟ وہ بولا کہ: میں تو ہنسی مذاق کرتا تھا۔ آپ نے اس پر دُرّہ اُٹھایا اور فرمایا: تجھ کو ان میں سے تین کافی تھیں۔ سننِ بیہقی میں بھی بطریق شعبہ اس کی مثل روایت ہے۔

نیز ابنِ حزم بطریق وکیع، عن جعفر بن برقان، معاویہ بن ابی یحییٰ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی ہے، فرمایا: وہ تین طلاق کے ساتھ تجھ سے بائنہ ہوگئی۔

نیز بطریق عبدالرزاق عن الثوری، عن عمرو بن مرۃ عن سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص سے جس نے ہزار طلاق دی تھی، فرمایا: تین طلاق اس کو تجھ پر حرام کردیتی ہیں، باقی طلاقیں تجھ پر جھوٹ لکھی جائیں گی، جن کے ساتھ تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق بنایا۔ سننِ بیہقی میں بھی اس کی مثل ہے۔

نیز ابنِ حزم بطریق وکیع، عن الاعمش عن حبیب بن ابی ثابت حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس شخص کو جس نے ہزار طلاق دی تھیں، فرمایا: تین طلاقیں اسے تجھ پر حرام کردیتی ہیں الخ اس کی مثل سننِ بیہقی میں بھی ہے۔

طبرانی حضرت عبادہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں، جس نے ہزار طلاقیں دیں، فرمایا کہ: تین کا تو اسے حق حاصل ہے، باقی عدوان اور ظلم ہے، اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس پر گرفت فرمائیں اور چاہیں تو معاف کردیں۔

مسندِ عبدالرزاق میں جد عبادہ سے اس کی مثل روایت ہے، مگر عبدالرزاق کی روایت میں علل ہیں۔ بیہقی بطریق شعبہ، عن ابی نجیح، عن مجاہد روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں، ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

تو نے اپنے رَبّ کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے بائنہ ہوگئی، تو نے اللہ سے خوف نہیں کیا، کہ اللہ تعالیٰ تیرے لئے نکلنے کی کوئی صورت پیدا کردیتا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی: یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (الطلاق)

نیز بیہقی بطریق شعبہ، عن الاعمش، عن مسروق، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس شخص سے، جس نے سو طلاقیں دے دی تھیں، فرمایا: وہ تین کے ساتھ بائنہ ہوگئی اور باقی طلاقیں عدوان ہیں۔

ابن حزم بطریق عبدالرزاق، عن معمر، عن الاعمش، عن ابراہیم، عن علقمہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے ننانوے طلاقیں دی تھیں، آپ نے اس سے فرمایا کہ: وہ تین کے ساتھ بائنہ ہوگئی، باقی طلاقیں عدوان ہیں۔

نیز ابن حزم بطریق وکیع، عن اسماعیل ابن ابی خالد، امام شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے قاضی شریح ؒ سے کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں، شریح نے فرمایا کہ: وہ تجھ سے تین کے ساتھ بائنہ ہوگئی اور ستانوے طلاقیں اسراف اور معصیت ہیں۔ حضرت علی، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بہ سند صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے لفظ حرام اور لفظ البتہ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں جیسا کہ ابن حزم کی المحلّٰی اور باجی کی المنتقیٰ اور دیگر کتب میں ہے، اور یہ تین طلاقوں کو بلفظِ واحد جمع کرنا ہے۔

بیہقی، مسلمہ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص جہالت سے تین طلاقیں دے دے انہیں سنت کی طرف لوٹایا جائے گا، اور وہ تین طلاقوں کو ایک ہی سمجھتے ہیں اور آپ لوگوں سے اس بات کو روایت کرتے ہیں، فرمایا: خدا کی پناہ! یہ ہمارا قول نہیں، بلکہ جس نے تین طلاقیں دیں وہ تین ہی ہوں گی۔

مجموع فقہی (مسندِ زید) میں زید بن علی عن ابیہ عن جدہ کی سند سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ: قریش کے ایک آدمی نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین کے ساتھ اس سے بائنہ ہوگئی، اور ستانوے طلاقیں اس کی گردن میں معصیت ہیں۔

امام مالک، امام شافعی اور امام بیہقی، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک طلاق عورت کو بائنہ کردیتی ہے، تین طلاقیں اسے حرام کردیتی ہیں، یہاں تک کہ وہ دُوسری جگہ نکاح کرے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس بدوی شخص کے بارے میں جس نے دُخول سے قبل اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں ایسا ہی فرمایا، اور اس کی مثل حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے ننانوے طلاقیں دیں، آپ نے فرمایا: تین طلاقیں عورت کو بائنہ کردیں گی اور باقی عدوان ہے۔

امام محمد بن حسن کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ: ہم کو امام ابوحنیفہ ؒ نے خبر دی بروایت عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن ابی حسن عن عمرو بن دینار عن عطاء کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، فرمایا: ایک شخص جاکر گندگی میں لت پت ہوجاتا ہے، پھر ہمارے پاس آجاتا ہے، جا! تو نے اپنے رَبّ کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی، وہ اب تیرے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی دُوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ امام محمد فرماتے ہیں: ہم

اسی کو لیتے ہیں، اور یہی امام ابوحنیفہ کا اور عام علماء کا قول ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

نیز امام محمد بن حسن بروایت امام ابوحنیفہ عن حماد، حضرت ابراہیم نخعی سے نقل کرتے ہیں کہ: جس شخص نے ایک طلاق دی، مگر اس کی نیت تین طلاق کی تھی، یا تین طلاقیں دیں مگر نیت ایک کی تھی، فرمایا کہ: اگر اس نے ایک کا لفظ کہا تو ایک طلاق ہوگی، اس کی نیت کوئی چیز نہیں، اور اگر تین کا لفظ کہا تو تین ہوں گی، اور اس کی نیت کوئی چیز نہیں۔ امام محمد فرماتے ہیں: ہم ان سب کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

حسین بن علی کرابیسی ادب القضا میں بطریق علی بن عبداللہ (ابن المدینی) عن عبدالرزاق عن معمر بن طاؤس سے حضرت طاؤس (تابعی) کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ: جو شخص تمہیں طاؤس کے بارے میں یہ بتائے کہ وہ تین طلاق کے ایک ہونے کی روایت کرتے تھے، اسے جھوٹا سمجھو۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ: میں نے عطاء (تابعی) سے کہا کہ: آپ نے ابن عباس سے یہ بات سنی ہے کہ بکر (یعنی وہ عورت جس کی شادی کے بعد ابھی خانہ آبادی نہ ہوئی ہو) کی تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہیں؟ فرمایا: مجھے تو ان کی یہ بات نہیں پہنچی اور عطاء، ابن عباس کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

ابوبکر جصاص رازی احکام القرآن میں آیات و احادیث اور اقوالِ سلف سے تین طلاق کے وقوع کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: پس کتاب و سنت اور اجماعِ سلف تین طلاق بیک وقت کے وقوع کو ثابت کرتے ہیں، اس طرح طلاق دینا معصیت ہے۔

ابوالولید الباجی المنتقی میں فرماتے ہیں: پس جو شخص بیک لفظ تین طلاقیں دے گا اس کی تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، جماعتِ فقہاء بھی اسی کی قائل ہے، اور ہمارے قول کی دلیل اجماعِ صحابہ ہے، کیونکہ یہ مسئلہ ابن عمر، عمران بن حصین، عبداللہ بن مسعود، ابن عباس، ابوہریرہ اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اور ان کا کوئی مخالف نہیں۔

ابوبکر بن عربی تین طلاق کے نافذ کرنے کے بارے میں ابن عباس کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث کی صحت مختلف فیہ ہے، پس اس کو اجماع پر کیسے مقدم کیا جاسکتا ہے؟ اور اس کے معارض محمود بن لبید کی حدیث موجود ہے، جس میں یہ تصریح ہے کہ ایک شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رَدّ نہیں فرمایا، بلکہ نافذ کیا۔ غالباً ان کی مراد نسائی کی روایت کے علاوہ کوئی اور روایت ہے، اور ابوبکر بن عربی حافظ ہیں اور بہت ہی وسیع الروایات ہیں۔ یا ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رَدّ کیا ہوتا تو حدیث میں اس کا ذکر ہوتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر غضبناک ہونا بھی تین طلاق کے وقوع کی دلیل ہے، اور ابن عربی کی مراد کے لئے کافی ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے التمہید اور الاستذکار میں اس مسئلے کے دلائل نقل کرنے اور اس پر اجماع ثابت کرنے میں بہت توسع سے کام لیا ہے۔

لفظِ واحد سے طلاق ثلاثہ کے وقوع میں فقہاء اسلاف امت کا اجماع

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ فتح القدیر میں لکھتے ہیں: فقہائے صحابہ کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں، مثلاً: خلفائے راشدین،

عبادلہ، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم۔ ان کے سوا فقہائے صحابہ قلیل ہیں، اور باقی حضرات انہی سے رُجوع کرتے اور انہی سے فتوی دریافت کیا کرتے تھے، اور ہم ان میں سے اکثر کی نقل صریح ثابت کر چکے ہیں کہ وہ تین طلاق کے وقوع کے قائل تھے، اور ان کا مخالف کوئی ظاہر نہیں ہوا۔ اب حق کے بعد باطل کے سوا کیا رہ جاتا ہے؟ اسی بنا پر ہم نے کہا ہے کہ اگر کوئی حاکم یہ فیصلہ دے کہ تین طلاق بلفظ واحد ایک ہوگی تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں، لہٰذا یہ مخالفت ہے اختلاف نہیں۔ اور حضرت انس کی یہ روایت کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں، امام طحاوی وغیرہ نے ذکر کی ہے۔

جس شخص نے کتاب وسنت، اقوالِ سلف اور اَحوالِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جمہور کے دلائل کا احاطہ کیا ہو وہ اس مسئلے میں، نیز فقہائے صحابہ کی تعداد کے بارے میں ابنِ ہمام کے کلام کی قوت کا صحیح اندازہ کر سکتا ہے، اگرچہ ابنِ حزم نے اُحکام میں ان کی تعداد بڑھانے کی بہت کوشش کی ہے، چنانچہ انہوں نے ہر اس صحابی کو جس سے فقہ کے ایک دو مسئلے بھی منقول تھے، فقہائے صحابہ کی صف میں شامل کر دیا۔ اس سے ابنِ حزم کا مقصد صحابہ کرام کا اِجلال وتعظیم نہیں، بلکہ یہ مقصد ہے کہ اجماعی مسائل میں جمہور کا یہ کہہ کر توڑ کر سکیں کہ ان سب کی نقل پیش کرو۔ حالانکہ ہر وہ شخص جس سے فقہ کے ایک دو مسئلے یا سنت میں ایک دو حدیثیں مروی ہوں، اسے مجتہدین میں کیسے شمار کیا جا سکتا ہے؟ خواہ وہ کوئی ہو، اگرچہ صحابیت کے اعتبار سے صحابہ کرام کا مرتبہ بہت عظیم القدر ہے، اور اس کی کچھ تفصیل آئندہ آئے گی۔

اور جو شخص کسی چیز پر اِجماع ثابت کرنے کے لئے ان ایک لاکھ صحابہ کے ایک ایک فرد کی نقل کو شرط ٹھہراتا ہے جو وصالِ نبوی کے وقت موجود تھے، وہ خیال کے سمندر میں غرق ہے، اور وہ حجیتِ اجماع میں جمہور کا توڑ کرنے میں ابنِ حزم سے بازی لے گیا ہے، ایسا شخص خواہ حنبلی ہونے کا مدعی ہو مگر وہ مسلمانوں کے راستے کے بجائے کسی اور راہ پر چل رہا ہے۔

حنابلہ میں حافظ ابنِ رجب حنبلی بچپن ہی سے ابنِ قیم اور ان کے شیخ (ابنِ تیمیہ) کے سب سے بڑے متبع تھے، بعد ازاں ان پر بہت سے مسائل میں ان دونوں کی گمراہی واضح ہوئی، اور موصوف نے ایک کتاب میں جس کا نام **بیان مشکل الأحادیث الواردة فی ان الطّلاق الثلاث واحدة** رکھا، اس مسئلے میں ان دونوں کے قول کو رَدّ کیا، اور یہ بات ان لوگوں کے لئے باعثِ عبرت ہونی چاہئے جو اَحادیث کے مداخل ومخارج کو جانے بغیر ان دونوں کی کج بحثی (تشغیب) سے دھوکا کھاتے ہیں، حافظ ابنِ رجب اس کتاب میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی فرماتے ہیں:

جاننا چاہئے کہ صحابہ، تابعین اور ان اَئمہ سلف سے، جن کا قول حرام وحلال کے فتویٰ میں لائقِ اعتبار ہے، کوئی صریح چیز ثابت نہیں کہ تین طلاقیں دُخول کے بعد ایک شمار ہوں گی، جبکہ ایک لفظ سے دی گئی ہوں، اور امام اَعمش سے مروی ہے کہ کوفہ میں ایک بڈھا تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے سنا ہے کہ: جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو ان کو ایک کی طرف رَدّ کیا جائے گا لوگوں کی اس کے پاس ڈار لگی ہوئی تھی، آتے تھے اور اس سے یہ حدیث سنتے تھے، میں بھی اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ: تم نے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے سنا ہے؟ بولا: میں نے ان سے سنا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو ان کو ایک کی طرف رَدّ کیا جائے گا۔ میں نے کہا: آپ نے حضرت علی

سے یہ بات کہاں سنی ہے؟ بولا: میں تجھے اپنی کتاب نکال کر دکھاتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے اپنی کتاب نکالی اس میں لکھا تھا:
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ تحریر ہے جو میں نے علی بن ابی طالب سے سنی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو اس سے بائنہ ہوجائے گی، اور اس کے لئے حلال نہیں رہے گی یہاں تک کہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے۔ میں نے کہا: تیرا ناس ہوجائے! تحریر کچھ اور ہے، اور تو بیان کچھ اور کرتا ہے۔ بولا: صحیح تو یہی ہے، لیکن یہ لوگ مجھ سے یہی چاہتے ہیں۔ اس کے بعد ابن رجب نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث سند کے ساتھ نقل کی، جو پہلے گزر چکی ہے، اور کہا کہ: اس کی سند صحیح ہے۔

اور حافظ جمال الدین بن عبدالہادی الحنبلی نے اپنی کتاب **السیر الحاث الٰی علم الطّلاق الثلاث** میں اس مسئلے پر ابن رجب کی مذکورہ بالا کتاب سے بہت عمدہ نقول جمع کردیئے ہیں، اس کا مخطوطہ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں موجود ہے، جو الجامع کے شعبے میں کے تحت درج ہے۔

جمال بن عبدالہادی اس کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں: تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں، یہی صحیح مذہب ہے، اور ایسی مطلقہ، مرد کے لئے حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ کسی دُوسری جگہ نکاح کرے۔ امام احمد کے مذہب کی اکثر کتابوں مثلاً: خرقی، المقنع، المحرر، الہدایہ وغیرہ میں اسی قول کو جزم کے ساتھ لیا گیا ہے۔ اثرم کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل) سے کہا کہ: ابن عباس کی حدیث کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں تین طلاق ایک ہوتی تھی، آپ اس کو کس چیز کے ساتھ رَدّ کرتے ہیں؟ فرمایا: لوگوں کی ابن عباس سے اس روایت کے ساتھ کہ وہ تین ہوتی ہیں۔ اور فروع میں اسی قول کو مقدم کیا ہے، اور المغنی میں بھی اسی پر جزم کیا ہے، اور اکثر حضرات نے تو اس قول کے علاوہ کوئی قول ذکر ہی نہیں کیا۔

اور ابن عبدالہادی کی عبارت میں اکثر کتب اصحاب احمد کا جو لفظ ہے وہ احمد بن تیمیہ کے بعد کے متأخرین، مثلاً: بنو مفلح اور مرادوہ کے اعتبار سے ہے، ان لوگوں نے ابن تیمیہ سے دھوکا کھایا ہے، اس لئے ان کا قول امام احمد کے مذہب میں ایک قول شمار نہیں ہوگا۔ الفروع کا مصنف بھی بنی مفلح کے انہی لوگوں سے ہے جنھوں نے ابن تیمیہ سے فریب کھایا۔

امام ترمذی کے اُستاذ اسحاق بن منصور نے بھی اپنے رسالہ مسائل عن احمد میں جو ظاہریہ دمشق میں فقہِ حنابلہ کے تحت نمبر: پر درج ہے اسی کی مثل ذکر کیا ہے جو اثرم نے ذکر کیا ہے۔ بلکہ امام احمد بن حنبل اس مسئلے کی مخالفت کو خروج از سنت سمجھتے تھے، چنانچہ انہوں نے سنت کے بارے میں جو خط مسدد بن مسرہد کو لکھا اس میں تحریر فرماتے ہیں:

اور جس نے تین طلاقیں ایک لفظ میں دیں اس نے جہالت کا کام کیا، اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی، اور وہ اس کے لئے کبھی حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ دُوسری جگہ نکاح کرے۔

امام احمد کا یہ جواب قاضی ابوالحسین بن ابی یعلیٰ الحنبلی نے طبقاتِ حنابلہ میں مسدد بن مسرہد کے تذکرے میں سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور اس کی سند ایسی ہے جس پر حنابلہ اعتماد کرتے ہیں۔ امام احمد نے اس مسئلے کو سنت میں سے اس لئے شمار کیا کہ روافض، مسلمانوں کے نکاحوں سے کھیلنے کے لئے اس مسئلے کی مخالفت کرتے تھے۔

امام کبیر ابوالوفاء بن عقیل الحنبلی اپنے تذکرہ میں ہے۔ اور جب کسی نے اپنی بیوی سے کہا: تجھے تین طلاق مگر دو، تو تین ہی واقع ہوں گی، کیونکہ یہ اکثر کا استثناء ہے، لہٰذا استثناء صحیح نہیں۔

اور ابوالبرکات مجد الدین عبدالسلام بن تیمیہ الحرانی الحنبلی مؤلف منتقی الاخبار (حافظ ابن تیمیہ کے دادا) اپنی کتاب المحرر میں لکھتے ہیں:

اور اگر اس کو (ایک طلاق دے کر) بغیر مراجعت کے دو طلاقیں دیں یا تین، ایک لفظ میں یا الگ الگ لفظوں میں، ایک طہر میں یا الگ الگ طہروں میں تو یہ واقع ہو جائیں گی، اور یہ طریق بھی سنت کے موافق ہے۔ امام احمد ؒ کی ایک روایت ہے کہ یہ بدعت ہے، اور ایک روایت ہے کہ ایک طہر میں تین طلاقیں جمع کرنا بدعت ہے، اور تین الگ الگ طہروں میں دینا سنت ہے۔

اور احمد بن تیمیہ اپنے اس دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ خفیہ طور پر فتویٰ دیا کرتا تھے کہ تین طلاقوں کو ایک کی طرف رد کیا جائے گا۔ حالانکہ ان کی اپنی کتاب المحرر کی تصریح آپ کے سامنے ہے، اور ہم ابن تیمیہ ؒ کے دادا کو اس بات سے بری سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی کتابوں میں جو تصریح کریں چھپ کر اس کے خلاف بات کریں۔ یہ حالت تو منافقین اور زنادقہ کی ہوا کرتی ہے، اور ہمیں ابن تیمیہ کی نقل میں بکثرت جھوٹ کا تجربہ ہوا ہے، پس جب وہ اپنے دادا کے بارے میں یہ کھلا سفید جھوٹ بول سکتے ہیں تو دوسروں کے بارے میں ان کو جھوٹ بولنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہم سلامتی کی درخواست کرتے ہیں

اور اس مسئلے میں شافعیہ کا مذہب آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن ہے، ابوالحسن السبکی، کمال زملکانی، ابن جہبل، ابن فرکان، عز بن جماعہ اور تقی حصنی وغیرہ نے اس مسئلے میں اور دیگر مسائل میں ابن تیمیہ کے رد میں تالیفات کی ہیں جو آج بھی اہل علم کے ہاتھ میں ہیں۔

اور ابن حزم ظاہری کو مسائل میں شذوذ پر فریفتہ ہونے کے باوجود یہ گنجائش نہ ہوئی کہ اس مسئلے میں جمہور کے راستے پر نہ چلیں، بلکہ انہوں نے بلفظِ واحد تین طلاق کے وقوع پر دلائل قائم کرنے میں بڑے توسع سے کام لیا ہے، اس پر اطلاع واجب ہے، تاکہ ان برخود غلط مدعیوں کے زیغ کا اندازہ ہو سکے جو اس کے خلاف کا زعم رکھتے ہیں۔

اس مفصل بیان سے اس مسئلے میں صحابہ و تابعین وغیرہ پوری اُمت کا قول واضح ہو گیا، صحابہ و تابعین کا بھی، اور دیگر حضرات کا بھی، اور جو احادیث ہم نے ذکر کی ہیں وہ تین طلاق بلفظِ واحد کے وقوع میں کسی قائل کے قول کی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتیں۔

اور کتاب اللہ کی دلالت اس مسئلے پر ظاہر ہے، جو مشاغبہ (کج بحثی) کو قبول نہیں کرتی، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (پس ان کو طلاق دو ان کی عدت سے قبل) اللہ تعالیٰ نے عدت سے آگے طلاق دینے کا حکم فرمایا، مگر یہ نہیں فرمایا کہ غیر عدت میں طلاق دی جائے تو باطل ہوگی، بلکہ طرزِ خطاب غیر عدت کی طلاق کے وقوع پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔ **وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ** (الطلاق)

اور یہ اللہ کی قائم کی ہوئی حدود ہیں، اور جو شخص حدود اللہ سے تجاوز کرے اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔

پس اگر غیر عدت میں دی گئی طلاق واقع نہ ہوتی (بلکہ لغو اور کالعدم ہوتی) تو غیر عدت میں طلاق دینے سے وہ ظالم نہ ہوتا،

نیز اس پر حق تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے: وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۔ (الطلاق)
اور جو ڈرے اللہ سے بنادے گا اللہ اس کے نکلنے کا راستہ۔

اس کا مطلب واللہ اعلم یہ ہے کہ جب طلاق اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دے اور طلاق الگ الگ طہروں میں دے، اس صورت میں اگر طلاق واقع کرنے کے بعد اسے پشیمانی ہو تو اس کے لئے اپنی واقع کردہ طلاق سے مخرج کی صورت موجود ہے، اور وہ ہے رجعت۔ حضرت عمر، ابنِ مسعود اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہم نے آیت کا یہی مطلب سمجھا ہے، قرآنِ کریم کے فہم وادراک میں ان کی مثل کون ہے؟

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ: اگر لوگ طلاق کی مقرر کردہ حد کو ملحوظ رکھیں تو کوئی شخص جس نے بیوی کو طلاق دی ہو، نادم نہ ہوا کرے۔ یہ ارشاد بھی اسی طرف اشارہ ہے، اور اسرارِ تنزیل کے سمجھنے میں باب مدینۃ العلم کی مثل کون ہے؟

اور حق تعالیٰ کا ارشاد: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ بھی دلالت کرتا ہے کہ دو طلاقوں کا جمع کرنا صحیح ہے، جبکہ مَرَّتَانِ کے لفظ کو دو پر محمول کیا جائے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی: نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ میں ہے۔ اور قرآنِ کریم کی آیات ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں، اور امام بخاری نے آیت کے معنی اسی طرح سمجھے ہیں، چنانچہ انہوں نے اس آیت کو باب من اجاز طلاق الثلاث کے تحت ذکر کیا ہے، اسی طرح ابنِ حزم نے بھی یہی سمجھا ہے، اور علامہ کرمانی نے اس کی تائید کی ہے، کیونکہ ایسا کوئی شخص نہیں پایا جاتا ہے جو دو اور تین طلاق کے وقوع کی صحت میں فرق کرتا ہو، اور اسی کی طرف شافعیہ کا میلان ہے۔ اور ابنِ حجر ؒ کا فقرہ تکلف ہے، انہیں لغت میں توسع حاصل نہیں، اور نظر اور لغت کے باب میں ان کا قول کرمانی کے قول کے سامنے کوئی چیز نہیں، اور جب اس لفظ مَرَّتَانِ کو اس پر محمول کرو کہ یہ تثنیٔ مکررہ کے قبیل سے ہے (یعنی مَرَّتَانِ کا مفہوم یہ ہے کہ طلاق دو مرتبہ الگ الگ الفاظ میں دی جانی چاہئے)، تو یہ لفظ تین طلاق کے وقوع کی صحت پر بھی دلالت کرے گا، جبکہ وہ بہ تکرارِ لفظ ہوں، خواہ حیض میں ہوں، یا طہر میں، یا چند طہروں میں، یا ایک مجلس میں، یا چند مجالس میں، پس جب طلاق طہر میں یا حیض میں بہ تکرارِ لفظ صحیح ہے تو طہر میں یا حیض میں بلفظِ واحد بھی صحیح ہوگی، کیونکہ ایسا کوئی شخص نہیں جو اِس میں اور اُس میں فرق کرتا ہو، نزاع کرنے والوں کا نزاع صرف اس صورت میں ہے جبکہ طلاق متفرق طہروں میں نہ دی گئی ہو، اور یہ ظاہر ہے۔

اور شوکانی نے چاہا کہ اس کے تثنانیہ مکررہ کے قبیل سے ہونے کے ساتھ تمسک کریں جیسا کہ زمخشری کہتے ہیں، اور ان کو خیال ہوا کہ (زمخشری) اس قول کے ساتھ اس مسئلے میں اپنے مذہب سے دُور چلے گئے ہیں، مگر ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ شوکانی کو ایسی جگہ کہاں سے مل سکتی ہے؟ جس کے ذریعہ وہ اس آیت سے تمسک کریں، آیت تو اس طرح ہے جس طرح کہ ہم شرح کر چکے ہیں، لیکن ڈوبتا ہوا آدمی ہر تنکے کا سہارا لیا کرتا ہے۔

اور یہ گفتگو تو اس صورت میں ہے جبکہ یہ فرض کرلیا جائے کہ آیت قصر پر دلالت کرتی ہے، اور یہ بھی فرض کرلیا جائے طلاق سے مراد طلاقِ شرعی ہے جس کے خلاف دی گئی طلاق لغو ہوتی ہے، جیسا کہ شوکانی کا خیال ہے، پھر جبکہ یہ دونوں باتیں بھی ناقابلِ تسلیم ہوں تو شوکانی کا تمسک کیسے صحیح ہوگا؟ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ایک طلاق رجعی، طلاقِ شرعی شمار ہوتی ہے اور انقضائے عدت کے

بعد اس سے بینونت واقع ہو جاتی ہے، باوجودیکہ وہ طلاق بعد از طلاق نہیں۔

اور امام ابو بکر جصاص رازی نے جمہور کے قول پر کتاب اللہ کی دلالت کو اس سے زیادہ تفصیل سے لکھا ہے، جو شخص مزید بحث دیکھنا چاہتا ہو وہ احکام القرآن کی مراجعت کرے۔

اور آیات شریفہ طرزِ خطاب میں اس طرف اشارہ کرتی ہیں کہ متفرق طہروں میں طلاق دینے کا حکم طلاق دہندگان کی دنیوی مصلحت پر مبنی ہے، اور وہ مصلحت ہے ان کو طلاق میں ایسی جلد بازی سے بچانا، جس کا نتیجہ ندامت ہو۔ لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مخصوص حالات کی بنا پر طلاق دینے والے کو ندامت نہیں ہوتی، پس غیر عدت میں دی گئی طلاق سے ندامت منفک ہو سکتی ہے، کیونکہ جو شخص الگ الگ طہروں میں طلاق دے، کبھی اس کو بھی ندامت ہوتی ہے، اور کبھی خاص حالات کی بنا پر ایسے شخص کو بھی ندامت نہیں ہوتی جس نے حیض میں طلاق دی ہو، یا ایسے طہر میں جس میں مقاربت ہو چکی ہو، پس ندامت طلاق مذکور کے ساتھ پائی تو جاتی ہے، مگر اس کے لئے وصف لازم نہیں ہے، تا کہ یہاں حکم اس کی ضد کی تحریم کو مفید ہو، جیسا کہ بعض لوگ اس کے قائل ہیں۔ اس تقریر سے شوکانی کے اس کلام کی قیمت معلوم ہو جاتی ہے جو اس نے اس موقع پر کیا ہے۔

حاصل یہ کہ آیاتِ شریفہ نسق خطاب کے لحاظ سے اور حق تعالیٰ کا ارشاد: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ دونوں تفسیروں پر، نیز وہ احادیث جو پہلے گزر چکی ہیں، یہ سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ غیر عدت میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے، مگر گناہ کے ساتھ۔ پس یہ بات قیاس سے مستغنی کر دیتی ہے، کیونکہ موردِ نص میں قیاس کی حاجت نہیں۔

اور یہ جو ذکر کیا جاتا ہے کہ: ظہار قولِ منکر اور زُور ہے، اس کے باوجود اس پر حکم مرتب ہو جاتا ہے یہ محض نظیر کے طور پر ہے، قیاس کے طور پر نہیں۔ اور چونکہ شوکانی نے یہ سمجھا کہ اس کا ذکر قیاس کے طور پر کیا جا رہا ہے اس لئے موصوف نے فوراً یہ کہہ کر مشاغبہ شروع کر دیا کہ: یہ قیاس غلط ہے، کیونکہ حرام چیزوں کی بیع اور محرمات سے نکاح کرنا بھی قولِ منکر اور زُور ہے، لیکن وہ باطل ہے اس پر اس کا اثر مرتب نہیں ہوگا، لہٰذا قیاس صحیح نہیں۔ مگر یہ بات شوکانی کی نظر سے اوجھل رہی کہ بیع اور نکاح کی مثال میں دلیل فرق بالکل ظاہر اور کھلی ہے، کیونکہ یہ دونوں ابتدائی عقد ہیں، کسی عقدِ قائم پر طاری نہیں ہوتے، بخلاف طلاق اور ظہار کے، کہ وہ دونوں ایک ایسے عقد پر جو پہلے سے قائم ہے، طاری ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر بالفرض یہاں قیاس کی ضرورت ہو تو طلاق کو ظہار پر قیاس کرنا شوکانی کے علی الرغم صحیح ہے، تعجب تو اس پر ہے کہ شوکانی اس قسم کے بے مقصد مشاغبوں سے اُکتاتے نہیں۔

امام طحاوی کی احادیث بیان کرنے کا مقصد

یہاں ایک اور دقیق بات کی طرف بھی اشارہ ضروری ہے، اور وہ یہ کہ امام طحاوی اکثر و بیشتر ابواب کے تحت احادیث پر، جو اخبارِ آحاد ہیں، بحث کرنے کے بعد دلیل نظر بھی ذکر کیا کرتے ہیں، کہ نظر یہاں فلاں فلاں بات کا تقاضا کرتی ہے۔ بعض لوگ جو حقیقتِ حال سے بے خبر ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ موصوف زیرِ بحث مسئلے میں قیاس کو پیش کر رہے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں، دراصل اہلِ عراق کا قاعدہ یہ ہے کہ کتاب و سنت سے ان کے یہاں جو اُصول منقح ہو کر سامنے آتے ہیں وہ احادیث آحاد کو ان پر پیش کیا کرتے ہیں، اگر کوئی خبرِ واحد ان اُصولِ شرعیہ کے خلاف ہو تو وہ اسے شاذ اور نظائر سے خارج قرار دے کر اس میں توقف سے کام لیتے ہیں، اور

اس میں مزید غور وفکر کرتے ہیں، تا آنکہ مزید دلائل ان کے سامنے آ جائیں۔ پس امام طحاوی کا دلیل نظر کو پیش کرنا دراصل اس قاعدے کی تطبیق کے لئے ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ اُصول ان کے نزدیک بہت ہی دقیق ہے، اس لئے ان کی تطبیق بھی آسان نہیں، بلکہ اس کے لئے امام طحاوی جیسے دقیق النظر اور وسیع العلم مجتہد کی ضرورت ہے، اس لئے امام طحاوی کی کتابیں اس قسم کے اُصول و قواعد کے لئے، جن کو ضعیف متاخرین نے چھوڑ دیا ہے، بہت ہی مفید ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ امام طحاوی اجتہادِ مطلق کے مرتبے پر فائز ہیں، اگرچہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے انتساب کو نہیں چھوڑا۔ اور امام طحاوی کا یہ قول کہ: عقود میں شروع ہونا تو صحیح نہیں، مگر اسی طریقے سے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، بخلاف ان اُمور کے جو عقودِ قائمہ پر طاری ہوں یہ من جملہ انہی اُصول کے ہے جن پر خبرِ واحد کو پیش کیا جاتا ہے، اور خروج من الصلوٰۃ کا ذکر بطور نظیر کے ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ حاصل یہ کہ امام طحاوی جو وجوہِ نظر ذکر کرتے ہیں وہ موردِ نص میں قیاس کی خاطر نہیں، بلکہ اپنے اُصول کے مطابق کسی حدیث کی تصحیح یا ایک حدیث کی دُوسری حدیث پر ترجیح کی خاطر ذکر کرتے ہیں، اگرچہ ان کی ذکر کردہ نظر میں قیاس بھی صحیح ہوتا ہے۔

بہر حال کتاب وسنت اور فقہائے اُمت تین طلاق کے مسئلے میں پوری طرح متفق ہیں، پس جو شخص ان سب سے نکل جائے وہ قریب قریب اسلام ہی سے نکلنے والا ہوگا، اِلاَّ یہ کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو، اور اس مسئلے میں جہلِ بسیط رکھتا ہو تو اس کو تو بیدار کرنا ممکن ہے، بخلاف اس شخص کے جس کا جہل مرکب یا مکعب ہو، کہ یا تو صرف اپنے جہل سے جاہل و بے خبر ہو (یہ تو جہلِ مرکب ہوا)، یا اپنے جہلِ مرکب کے ساتھ یہ بھی اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اس مسئلے کو، جو اس کے لئے جہلِ مرکب کے ساتھ مجہول ہے، اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ جانتا ہے، (یہ جہلِ مکعب ہے)، ایسے شخص کو راہِ راست پر لانا ممکن نہیں۔ (مقالہ، شیخ حسن کوثری)

بَابُ: الرَّجْعَةِ

یہ باب رجوع کرنے کے بیان میں ہے

رجعت کی لغوی واصطلاحی تعریف وحکم کا بیان

رجعت کے لغوی معنی: لوٹانا اصطلاحی معنی: پہلے سے قائم نکاح (جو طلاق کی دلیل سے ختم ہو رہا ہے) پھر سے برقرار رکھنا ہے۔
طلاق کی تین قسموں میں سے رجعت صرف طلاقِ رجعی ہی میں ہوا کرتی ہے اور طلاق رجعی میں بھی عدت ختم ہونے سے پہلے ہی رجعت کرنے کا حق ہوتا ہے، اس کے بعد رجعت نہیں کر سکتا، رجعت کے لیے عورت کا رضا مند ہونا یا اس کے علم میں لا کر رجعت کرنا ضروری نہیں۔

عن قيس بن زيد : ان النبي صلى الله عليه و سلم طلق حفصة بنت عمر فدخل عليها خالاها قدامة و عثمان ابنا مظعون فبكت و قالت : و الله ما طلقني عن شبع و جاء النبي صلى الله عليه و سلم فقال : قال لي جبريل عليه السلام راجع حفصة فإنها صوامة قوامة و إنها زوجتك في الجنة (مستدرك حاكم ،ذكر أم المؤمنين حفصة بنت عمر بن الخطاب رضي الله عنه ،رقم الحديث، ۶۷۵۳)

وَكَذَا لَا مَهْرَ فِي الرَّجْعَةِ وَلَا يُشْتَرَطُ فِيهَا رِضَا الْمَرْأَةِ ؛ لِأَنَّهَا مِنْ شَرَائِطِ ابْتِدَاءِ الْعَقْدِ لَا مِنْ شَرَائِطِ الْبَقَاءِ ، وَكَذَا إعْلَامُهَا بِالرَّجْعَةِ لَيْسَ بِشَرْطٍ حَتَّى لَوْ لَمْ يُعْلِمْهَا بِالرَّجْعَةِ جَازَتْ ؛ لِأَنَّ الرَّجْعَةَ حَقُّهُ عَلَى الْخُلُوصِ لِكَوْنِهِ تَصَرُّفًا فِي مِلْكِهِ بِالِاسْتِيفَاءِ ، وَالِاسْتِدَامَةِ ، فَلَا يُشْتَرَطُ فِيهِ إعْلَامُ الْغَيْرِ كَالْإِجَازَةِ فِي الْخِيَارِ لَكِنَّهُ مَنْدُوبٌ إلَيْهِ ، وَمُسْتَحَبٌّ (بدائع الصنائع بیان ماهیة الرجعة، ج۷، ص ۳۴۳)

رجعت کے دو طریقے ہیں۔ (۱) قولی، (۲) فعلی

(۱) رجعت کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے صاف صاف الفاظ میں کہدے کہ میں نے تم کو اپنے نکاح میں لوٹا لیا اور اس پر دو گواہ بنائے (یہ رجعت کا بہتر طریقہ ہے) یا رجعت کے لیے ایسے الفاظ کا استعمال کرے جو دو معنی رکھتے ہوں (۱) حقیقی معنی (۲) مجازی معنی جس سے رجعت مراد لی جائے جیسے تو میرے نزدیک ویسے ہی ہے جیسے پہلے تھی، البتہ ان الفاظ میں رجعت کی نیت کرنے سے رجعت ہوگی ورنہ نہیں (ان دونوں صورتوں کو رجعت قولی کہتے ہیں)۔

وَأَمَّا رُكْنُ الرَّجْعَةِ فَهُوَ قَوْلٌ أَوْ فِعْلٌ يَدُلُّ عَلَى الرَّجْعَةِ : أَمَّا الْقَوْلُ فَنَحْوُ أَنْ يَقُولَ لَهَا : رَاجَعْتُك أَوْ رَدَدْتُك أَوْ رَجَعْتُك أَوْ أَعَدْتُك أَوْ رَاجَعْتُ امْرَأَتِي أَوْ رَاجَعْتُهَا أَوْ رَدَدْتُهَا أَوْ أَعَدْتُهَا وَنَحْوُ ذَلِكَ ؛ لِأَنَّ الرَّجْعَةَ رَدٌّ وَإِعَادَةٌ إلَى الْحَالَةِ الْأُولَى وَلَوْ قَالَ لَهَا نَكَحْتُك أَوْ تَزَوَّجْتُك كَانَ رَجْعَةً فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ (بدائع الصنائع رُكْنُ الرَّجْعَةِ)

(۲) رجعت کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ عورت کے ساتھ ایسے افعال کیے جائیں جو صرف بیوی کیساتھ کیے جاتے ہیں: اس کو شہوت سے چھولے یا بوسہ لیلے یا صحبت کرلے وغیرہ، اس کیلیے گواہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ حوالہ

وَأَمَّا رُكْنُ الرَّجْعَةِ فَهُوَ قَوْلٌ أَوْ فِعْلٌ يَدُلُّ عَلَى الرَّجْعَةِ :۔ وَأَمَّا الْفِعْلُ الدَّالُّ عَلَى الرَّجْعَةِ فَهُوَ أَنْ يُجَامِعَهَا أَوْ يَمَسَّ شَيْئًا مِنْ أَعْضَائِهَا لِشَهْوَةٍ أَوْ يَنْظُرَ إلَى فَرْجِهَا عَنْ شَهْوَةٍ أَوْ يُوجَدَ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ هَهُنَا عَلَى مَا بَيَّنَّا وَوَجْهُ دَلَالَةِ هَذِهِ الْأَفْعَالِ عَلَى الرَّجْعَةِ مَا ذَكَرْنَا فِيمَا تَقَدَّمَ وَهَذَا عِنْدَنَا

(بدائع الصنائع رُكْنُ الرَّجْعَةِ، ج۷، ص ۳۵۳)

رجوع وعدم رجوع کی صورت میں اقسام طلاق

اسی طرح حضرات فقہاء نے قرآن وسنت کی نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے وقوع کے اعتبار سے طلاق کی تین قسمیں کی ہیں۔ یعنی عدت گزر جانے کے بعد عورت اور مرد کی حیثیت کیا رہے گی۔ گویا کہ طلاق کی یہ تین قسمیں وقوع طلاق کے بعد اس کے اثرات اور ان کے نتائج کو ظاہر کرتی ہیں۔

(۱) طلاق رجعی

وہ طلاق کہلاتی ہے جس کے بعد عورت کی عدت کے اندر مرد کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ عورت سے رجوع کرلے۔۔ لیکن مرد

کو یہ اختیار صرف ایک یا دو طلاقوں تک رہتا ہے۔

طلاق رجعی کا حکم

طلاق رجعی کا حکم یہ ہے کہ طلاق دیتے ہی وہ نکاح سے نہیں نکلے گی بلکہ عدت گزرنے تک وہ نکاح میں رہے گی اس لیے عدت کے اندر شوہر اس کو دیکھ سکتا ہے، چھو سکتا ہے اور محبت وغیرہ کر سکتا ہے مگر ایسا کرنے سے رجعت ہو جائے گی اور وہ رجعت نہ کرنا چاہے تو ان ساری چیزوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے اور عورت کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ عدت میں اچھا زیب و زینت اور خوب بناؤ سنگھار کرتی رہے کہ ہو سکتا ہے مرد کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے اور رجعت کر لے، عدت گزر گئی اور مرد نے رجعت نہیں کی تو وہ نکاح سے نکل جائے گی اور اب وہ اس کے لیے اجنبیہ کا حکم رکھے گی اور عدت کے بعد بغیر نکاح کے مرد اس کو اپنی بیوی نہیں بنا سکتا۔

وَأَمَّا بَيَانُ حُكْمِ الطَّلَاقِ فَحُكْمُ الطَّلَاقِ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الطَّلَاقِ مِنْ الرَّجْعِيِّ، وَالْبَائِنِ، وَيَتَعَلَّقُ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَحْكَامٌ بَعْضُهَا أَصْلِيٌّ، وَبَعْضُهَا مِنْ التَّوَابِعِ، أَمَّا الطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ فَالْحُكْمُ الْأَصْلِيُّ لَهُ هُوَ نُقْصَانُ الْعَدَدِ، فَأَمَّا زَوَالُ الْمِلْكِ، وَحِلُّ الْوَطْءِ فَلَيْسَ بِحُكْمٍ أَصْلِيٍّ لَهُ لَازِمٍ حَتَّى لَا يَثْبُتَ لِلْحَالِ، وَإِنَّمَا يَثْبُتُ فِي الثَّانِي بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ، فَإِنْ طَلَّقَهَا وَلَمْ يُرَاجِعْهَا بَلْ تَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا بَانَتْ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَزُولُ أَصْلًا، وَإِنَّمَا يَحْرُمُ وَطْؤُهَا مَعَ قِيَامِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ كَالْوَطْءِ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ، وَالنِّفَاسِ وَالدَّلِيلُ عَلَى قِيَامِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ أَنَّهُ يَصِحُّ طَلَاقُهُ، وَظِهَارُهُ، وَإِيلَاؤُهُ، وَيَجْرِي اللِّعَانُ بَيْنَهُمَا، وَيَتَوَارَثَانِ، وَهَذِهِ أَحْكَامُ الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ، وَكَذَا يَمْلِكُ مُرَاجَعَتَهَا بِغَيْرِ رِضَاهَا وَلَوْ كَانَ مِلْكُ النِّكَاحِ زَائِلًا مِنْ وَجْهٍ لَكَانَتْ الرَّجْعَةُ إنْشَاءَ النِّكَاحِ عَلَى الْحُرَّةِ مِنْ غَيْرِ رِضَاهَا مِنْ وَجْهٍ، وَهَذَا لَا يَجُوزُ فَجَازَ أَنْ يَظْهَرَ أَثَرُ هَذَا الطَّلَاقِ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ، وَهُوَ زَوَالُ الْمِلْكِ، وَحُرْمَةُ الْوَطْءِ، عَلَى أَنَّ لَهُ أَثَرًا نَاجِزًا، وَيُسْتَحَبُّ لَهَا أَنْ تَتَشَوَّفَ، وَتَتَزَيَّنَ؛ لِأَنَّ الزَّوْجِيَّةَ قَائِمَةٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، وَيُسْتَحَبُّ لَهَا ذَلِكَ لَعَلَّ زَوْجَهَا يُرَاجِعُهَا، وَعَلَى هَذَا يَنْبَنِي حَقُّ الرَّجْعَةِ أَنَّهُ ثَابِتٌ لِلزَّوْجِ بِالْإِجْمَاعِ سَوَاءٌ كَانَ الطَّلَاقُ وَاحِدًا أَوْ اثْنَيْنِ، أَمَّا عِنْدَنَا فَلِقِيَامِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ (بدائع الصنائع فَصْلٌ فِي بَيَانِ حُكْمِ الطَّلَاقِ)

(۲) طلاق بائن یا بائنہ صغریٰ

اگر عورت کو ایک یا دو طلاق رجعی دے کر عدت کے اندر اس سے رجوع نہیں کیا تو عدت گزر جانے کے بعد وہ عورت بائن یعنی جدا ہو جاتی ہے۔ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے اجنبی کی حیثیت اختیار کر گئے۔۔۔ لیکن اگر عدت گزرنے کے بعد۔۔ یا ایک عرصہ گزرنے کے بعد وہ دونوں باہمی رضامندی نکاح کرنا چاہیں تو ان کا دوبارہ سے نکاح نئے ایجاب وقبول اور نئے حق مہر

کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ اسی دلیل سے اس طلاق کو بائنہ صغریٰ یعنی چھوٹی جدائی والی بھی کہا جاتا ہے۔

طلاق بائن کا حکم

طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ طلاق دیتے ہی وہ نکاح سے نکل جائے گی اب شوہر کے لیے وہ اجنبیہ کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے اس کو دیکھنا غیر ضروری بات کرنا، چھونا اور جماع وغیرہ سب ممنوع ہوگا البتہ اس میں یہ گنجائش ہوگی کہ اگر وہ اس کو پھر سے اپنی بیوی بنانا چاہتا ہو تو از سرِ نو نکاح کرنا ہوگا، خواہ عدت میں ہو یا عدت کے بعد۔

وَأَمَّا حُكْمُ الطَّلَاقِ الْبَائِنِ فَالْحُكْمُ الْأَصْلِيُّ لِمَا دُونَ الثَّلَاثِ مِنَ الْوَاحِدَةِ الْبَائِنَةِ، وَالثِّنْتَيْنِ الْبَائِنَتَيْنِ هُوَ نُقْصَانُ عَدَدِ الطَّلَاقِ، وَزَوَالُ الْمِلْكِ أَيْضًا حَتَّى لَا يَحِلَّ لَهُ وَطْؤُهَا إِلَّا بِنِكَاحٍ جَدِيدٍ وَلَا يَصِحُّ ظِهَارُهُ، وَإِيلَاؤُهُ وَلَا يَجْرِي اللِّعَانُ بَيْنَهُمَا وَلَا يَجْرِي التَّوَارُثُ وَلَا يُحَرِّمُ حُرْمَةً غَلِيظَةً حَتَّى يَجُوزَ لَهُ نِكَاحُهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ تَتَزَوَّجَ بِزَوْجٍ آخَرَ؛ لِأَنَّ مَا دُونَ الثَّلَاثَةِ وَإِنْ كَانَ بَائِنًا فَإِنَّهُ يُوجِبُ زَوَالَ الْمِلْكِ لَا زَوَالَ حِلِّ الْمَحَلِّيَّةِ (بدائع الصنائع فَصْلٌ فِي حُكْمِ الطَّلَاقِ الْبَائِنِ)

(۳) طلاق مغلظہ

وہ ہے جس میں تین طلاقیں تین طہروں میں متواتر دے دی جائیں۔ یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دی جائیں۔ یا ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں دی جائیں۔۔ ایسی عورت طلاق دینے والے مرد پر فوری طور پر اس وقت تک حرام ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ اس طلاق دینے والے شوہر کی عدت گزار کر دوسرے کسی شخص نے نکاح کر کے اس کے ساتھ جماع نہ کرلے۔ اور پھر وہ دوسرا شوہر خود ہی کسی دلیل سے اس کو طلاق دے دے یا وہ فوت ہو جائے۔ تو اس کی طلاق کی یا وفات کی عدت پوری کرنے کے بعد اگر دونوں میاں بیوی چاہیں تو نئے ایجاب وقبول اور نئے حق مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔۔ چونکہ اس طلاق میں بیوی کی جدائی سابقہ شوہر سے زیادہ ہو جاتی ہے اور عموماً خواتین واپس پہلے شوہر سے نکاح نہیں کرتی ہیں اس لئے اس طلاق کو بائنہ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

طلاق مغلظہ کا حکم

طلاق مغلظہ کا حکم یہ ہے کہ وہ فوراً اس کے نکاح سے ہمیشہ کے لیے نکل جائے گی اور عدت کے اندر بھی وہ اجنبیہ ہی کی طرح ہوگی اور وہ اس کو پھر سے اپنی زدلیل بنانا چاہتا ہو تو نہیں بنا سکتا البتہ اتنی گنجائش ہوگی کہ اس عورت کی عدت گزرنے کے بعد اس کا نکاح کسی اور مرد سے ہو جائے اور ان دونوں میں صحبت بھی ہو جائے پھر شوہر ثانی کسی دلیل سے اسے طلاق دیدے یا اس کا انتقال ہو جائے اور وہ ان کی عدت گزارے تو اب شوہر اول اسے اپنی زدلیل نکاح کے ذریعہ بنا سکتا ہے لیکن اس عورت کی نیت عقد ثانی کے وقت حلالہ کی ہو تو وہ اور شوہر ثانی دونوں گناہ گار ہوں گے۔ (بدائع الصنائع فصل فی حکم الطلاق البائن)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِسْمَعِيلُ وَأُرَاهُ قَدْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ ۔ (ابوداؤد،باب فی التحلیل) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ ۔

(ابن ماجہ باب الْمُحَلِّلِ وَالْمُحَلَّلِ لَهُ،حدیث)،

مذکورہ احادیث میں حلالہ کرنے والے مرداور عورت دونوں پرلعنت فرمائی، جس سے معلوم ہوا کہ وہ دونوں گنہگار ہیں۔

حق طلاق مرد کے پاس ہونے کی حکمتوں کا بیان

سوال: یہاں ایک سوال عموماً بعض ناواقف حضرات کی طرف سے اٹھایا جاتا ہے کہ۔جی طلاق تو مرد نے دی اور سزا عورت کی دی جارہی ہے؟

جواب: اسلام بیان کردہ مذکورہ نظام طلاق اور اسلام کی دیگر معاشرتی تعلیمات کو سامنے رکھ کر اگر اس کا جائزہ لیا جائے ہر انصاف پسند شخص پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اصل میں یہ سزا عورت کونہیں مرد کو دی گئی ہے۔۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بیوی جیسی نعمت عطا کی تھی اور اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کا فریضہ مرد کو سونپا گیا تھا۔اور اگر حالات کے ناموافق ہونے کی دلیل سے اس کو طلاق دینی ہی تھی تو وہ راستہ اختیار کرتا جو کہ طلاق کی پہلی دوقسموں یعنی طلاق رجعی اور طلاق بائن میں اس کو دکھایا گیا ہے۔۔اور اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔۔۔لیکن اس نے اللہ کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کیا اور طلاق مغلظہ دے کر اپنی بیوی کو ہمیشہ ہمیشہ اپنے سے جدا کر لیا۔۔اب دونوں ایک دوسرے کے لئے دو اجنبیوں کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔۔

اور آپ تھوڑا سا تصور کریں اس اسلامی معاشرہ کا جس میں نکاح ثانی کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا، جس میں طلاق شدہ اور بیوہ خواتین سے نکاح کوئی برائی نہیں سمجھا جاتا۔۔جس میں بیوہ اور طلاق شدہ عورت کو دوسری، تیسری چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں۔الخ شادی کرنے پر طعنے دینا یا اس کو برا سمجھنا معیوب اور گناہ سمجھا جاتا ہے۔اس اسلامی معاشرہ میں کیا وہ عورت جس کو اس کے سابقہ شوہر نے حدود اللہ سے تجاوز کرتے ہوئے طلاق بدعت، یا طلاق مغلظہ دے کر اس کو خود سے جدا کر دیا۔وہ واپس اس سابقہ شوہر کے عقد میں جانا پسند کرے گی۔۔اور اگر چلی بھی جاتی ہے تو یقیناً وہ یہ دیکھ کر جائے گی کہ اب اس کا مرتبہ ومقام شوہر کی نظر میں پہلے سے بہتر ہوگا۔تب ہی تو اس نے دوبارہ عقد کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔

باوجود اس کے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کی بیوی رہ چکی ہے۔۔۔اور اگر وہ سمجھتی ہو کہ سابقہ شوہر کے پاس دوبارہ جانا اس کے لئے مفید نہیں ہے۔تو اس پر جبر کرنے والا کوئی نہیں ہے۔۔اس کو اسی طرح اپنا نکاح سابقہ شوہر سے کرنے یا نہ کرنے کا حق حاصل ہے جس طرح اس کے کنوارا ہونے کے وقت اس کو حاصل تھا۔۔۔مگر آج کے دور میں جو ہم عورت کو مجبور پاتے ہیں اس میں قصور اسلام کے نظام طلاق کا نہیں ہمارے اس غیر اسلامی معاشرے کا ہے۔۔اسلام، اس کے قوانین اور احکامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مکمل اور بھرپور پیکج ہیں۔اس کے تمام لوازمات کو ہمارا معاشرہ پورا کرے گا تو پھر اس کے ثمرات ہمیں میسر آئیں گے۔۔ایسا نہیں کہ اس پیکج میں سے جو ہمیں پسند ہے وہ ہم لے لیں اور جو پسند نہیں اس کو یا تو ترک کر دیں۔۔یا اس میں پیوند کاری

شروع کر دیں۔ اور پھر امید اور توقع یہ رکھیں کہ اللہ کے بیان کردہ تمام ثمرات بھی ہمیں میسر آئیں۔۔۔ یاد رکھیں اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ ثمرات تب ہی میسر ہوں گے جب ہم اس پیکج کو عملی طور پر دل وجان سے اپنائیں گے۔

تین طلاقوں کے بعد عورت کا دوسرے شوہر سے شادی کرنے کے لازمی ہونے کو جس طرح نشانہ بنایا جاتا ہے اس کی دلیل اسلام کے نظام طلاق سے عدم واقفیت، ہمارے اس غیر اسلامی معاشرے کے رسوم ورواج اور ہماری جہالت کی خرابی ہے۔ اس میں اسلامی نظام طلاق کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

2025- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ الْحُصَيْنِ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ يُطَلِّقُ امْرَاَتَهُ ثُمَّ يَقَعُ بِهَا وَلَمْ يُشْهِدْ عَلٰى طَلَاقِهَا وَلَا عَلٰى رَجْعَتِهَا فَقَالَ عِمْرَانُ طَلَّقْتَ بِغَيْرِ سُنَّةٍ وَرَاجَعْتَ بِغَيْرِ سُنَّةٍ اَشْهِدْ عَلٰى طَلَاقِهَا وَعَلٰى رَجْعَتِهَا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا' جو اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے پھر وہ اس کے ساتھ صحبت بھی کر لیتا ہے' لیکن اس طلاق پر کسی کو گواہ نہیں بناتا اور اس رجوع پر بھی گواہ نہیں بناتا' تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے سنت کے خلاف طلاق دی ہے' سنت کے خلاف رجوع کیا ہے' تم اپنی طلاق دینے اور رجوع کرنے پر گواہ بناؤ۔

طریقہ رجوع کا بیان

اور رجوع اس طرح ہوسکتا ہے' شوہر بیوی سے مخاطب ہو کر یہ کہے: میں نے تم سے رجوع کر لیا' یا یہ کہے: میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا۔ رجوع کرنے کے بارے میں یہ الفاظ صریح ہیں اور ان کے بارے میں ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ شوہر عورت کے ساتھ صحبت کرے' یا اس کا بوسہ لے' شہوت کے ساتھ اسے چھولے یا اس کی شرمگاہ کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھ لے تو ان تمام صورتوں میں ہمارے نزدیک (رجوع شمار ہوگا) امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: جب وہ شخص بولنے کی قدرت رکھتا ہو' تو الفاظ ادا کئے بغیر رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے (امام شافعی کے نزدیک) رجوع کرنا' نئے سرے سے نکاح کرنے کی مانند ہے (یہاں تک کہ عدت کے دوران رجوع کئے بغیر) بیوی کے ساتھ صحبت کرنا حرام ہے۔ ہمارے نزدیک رجوع کا مطلب نکاح کو برقرار رکھنا ہے' جیسا کہ ہم پہلے یہ بات بیان کر چکے ہیں اور آئندہ بھی اس کی وضاحت کریں گے۔ مرد کا فعل بھی اس کے نکاح کے قائم رکھنے کے اسی طرح دلیل بن سکتا ہے جیسے اختیار ساقط کرنے کے لئے بن سکتا ہے۔

اور فعل کا رجوع کرنے کی دلیل ہونا ایسے افعال کے ذریعے ثابت ہوگا جو نکاح کے ساتھ مخصوص ہوں اور وہ افعال وہی ہیں جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ بطور خاص آزاد عورت کے حق میں۔ اس کے برخلاف اس طرح سے چھونا اور اس طرح سے دیکھنا جو شہوت کے بغیر ہو (اس کا حکم مختلف ہے) کیونکہ شہوت کے بغیر دیکھ لینا' یا چھو لینا نکاح کے بغیر بھی جائز ہوتا ہے' جیسے دایہ اور طبیب وغیرہ کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ اور شرمگاہ کے علاوہ' نگاہ ڈالنے کے بارے میں تو اس بات کا امکان زیادہ ہے' جو ایک ہی جگہ رہنے والے لوگوں کے درمیان پایا جاسکتا ہے۔ عدت کے دوران شوہر بیوی کے ساتھ ہی رہے گا' لہٰذا فرج کے علاوہ دیگر اعضاء کی

2025: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2186

طرف دیکھنے کو اگر رجعت قرار دیا جائے تو (تو یہ عملی طور پر ممکن نہیں) اس لئے پھر اسے طلاق دینا پڑے گی، اور اس عورت کی عدت خواہ مخواہ طویل ہوتی چلی جائے گی۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

طریقہ رجوع میں مذاہب اربعہ

رجوع کس طرح ہوتا ہے اور کس طرح نہیں ہوتا؟ اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان یہ امر متفق علیہ ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو رجعی طلاق دی ہو وہ عدت ختم ہونے سے پہلے چاہے رجوع کر سکتا ہے، خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ قرآن مجید (سورہ بقرہ، آیت 228) میں فرمایا گیا ہے وَبُعُولَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ ان کے شوہر اس مدت کے اندر انہیں واپس لے لینے کے پوری طرح حق دار ہیں" اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے تک ان کی زوجیت برقرار رہتی ہے اور وہ انہیں قطعی طور پر چھوڑ دینے سے پہلے واپس لے سکتے ہیں۔ بالفاظ دیگر رجوع کوئی تجدید نکاح نہیں ہے کہ اس کے لئے عورت کی رضا ضروری ہو۔ شافعیہ کے نزدیک رجوع صرف قول ہی سے ہو سکتا ہے، عمل سے نہیں ہو سکتا۔ اگر آدمی زبان سے یہ نہ کہے کہ میں نے رجوع کیا تو مباشرت یا اختلاط کا کوئی فعل خواہ رجوع کی نیت ہی سے کیا گیا ہو، رجوع قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ اس صورت میں عورت سے ہر قسم سے کا استمتاع حرام ہے چاہے وہ بلاشہوت ہی ہو۔ لیکن مطلقہ رجعیہ سے مباشرت کرنے پر حد نہیں ہے، کیونکہ علماء کا اس کے حرام ہونے پر اتفاق نہیں ہے۔ البتہ جو اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو اسے تعزیز دی جائے گی۔ مزید براں آدمی رجوع بالقول کرے یا نہ کرے۔ (مغنی المحتاج، کتاب طلاق)

مالکیہ کہتے ہیں کہ رجوع قول اور فعل، دونوں سے ہو سکتا ہے۔ اگر رجوع بالقول میں آدمی صریح الفاظ استعمال کرے تو خواہ اس کی نیت رجوع کی ہو یا نہ ہو، رجوع ہو جائے گا، بلکہ اگر وہ مذاق کے طور پر بھی رجوع قرار دیے جائیں گے جبکہ وہ رجوع کی نیت سے کہے گئے ہوں۔ رہا رجوع بالفعل تو کوئی فعل خواہ وہ اختلاط ہو، یا مباشرت، اس وقت تک رجوع قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ وہ رجوع کی نیت سے نہ کیا گیا ہو۔ (حاشیہ الدسوقی۔ احکام القرآن لابن العربی)

حنیفہ اور حنابلہ کا مسلک رجوع بالقول کے معاملہ میں وہی جو مالکیہ کا ہے۔ رہا رجوع بالفعل، تو مالکیہ کے برعکس ان دونوں مذاہب کا فتوی یہ ہے کہ شوہر اگر عدت کے اندر مطلقہ رجعیہ سے مباشرت کرلے تو وہ آپ سے آپ رجوع ہے، خواہ وہ مباشرت سے کم کسی درجے کا ہو، اور حنابلہ محض اختلاط کو رجوع نہیں مانتے (ہدایہ، فتح القدیر، عمدۃ القاری، الانصاف)

چھونے سے اثبات رجوع میں فقہی مذاہب ثلاثہ

قول کے ساتھ رجوع اس طرح ہوگا کہ: خاوند کہے: میں نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا، یا پھر اسے رکھ لیا، یا اسے اپنی عصمت میں واپس لے لیا، یا بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہے: میں نے تجھ سے رجوع کرلیا، یا تجھے رکھ لیا، یا تجھے واپس کرلیا۔ فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ مندرجہ بالا الفاظ کے ساتھ رجوع ثابت ہو جائے گا۔ اور الفاظ کے قائم مقام کتابت یعنی لکھائی اور اسی طرح بولنے سے عاجز شخص کا اشارہ بھی یہی معنی دیگا۔ رہا فعل کے ساتھ رجوع کرنا تو یہ جماع کے ساتھ ہوگا اور اس میں بھی شرط یہ ہے کہ یہ جماع

رجوع کے مقصد سے ہو۔

شیخ عبدالرحمن السعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اگر خاوند نے بیوی کو طلاق رجعی دے دی ہو یا تو اس کی عدت ختم ہو چکی ہوگی تو اس صورت میں اس کے لیے نئے نکاح کے ساتھ ہی حلال ہوگی جس میں پوری شروط نکاح موجود ہوں، یا پھر وہ ابھی عدت میں ہی ہو اگر بیوی سے وطء اور جماع کرنے کا مقصد بیوی سے رجوع ہو تو بیوی سے رجوع ہو جائے گا اور یہ وطء بھی مباح ہوگی۔ لیکن اگر وہ اس سے رجوع کا ارادہ نہیں رکھتا تو ایک مذہب کے مطابق یہ رجوع ہو جائے گا، لیکن صحیح یہی ہے کہ اس سے رجوع نہیں ہوگا، اس بنا پر یہ ابھی حرام ہوگی۔ (از ارشاد اولی البصائر والالباب)

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس لیے صرف خاوند کا آپ کو چھونا آپ سے رجوع نہیں کہلائیگا۔ جمہور علماء کرام جن میں امام مالک علیہ الرحمہ امام شافعی اور امام احمد شامل ہیں کا یہ کہنا ہے کہ: صرف شہوت کے ساتھ چھونے سے رجوع حاصل نہیں ہو جائے گا، لیکن امام مالک علیہ الرحمہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اگر شہوت کے ساتھ چھونے سے اس کا مقصد رجوع کرنا ہو تو رجوع کی نیت سے شہوت کے ساتھ چھونا رجوع کہلائیگا، اس لیے جب آپ کا خاوند یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے رجوع کی نیت نہیں کی تو پھر اس سے رجوع حاصل نہیں ہوا۔ (المغنی (7 / 404))

فعلی رجوع میں مذاہب اربعہ

فعل کے ساتھ بیوی سے رجوع کرنے میں علماء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے مثلاً: جماع اور اس کی ابتدائی اشیاء یعنی بیوی سے بوس وکنار کرنا، اس میں علماء کے چار قول ہیں:

پہلا قول: احناف کہتے ہیں کہ جماع کرنے اور شہوت سے بوس وکنار کرنے سے کے ساتھ رجوع ہو جائے گا چاہے درمیان میں حائل بھی ہو لیکن شہوت کی حرارت ہونی چاہیے، انہوں نے اس سب کو رجوع پر محمول کیا ہے، گویا کہ وہ اپنی وطء اور جماع سے اس سے رجوع کرنے پر راضی ہو گیا ہے۔

دوسرا قول: مالکیہ کے ہاں جماع اور اس کے مقدمات سے رجوع ہو جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ خاوند اس میں رجوع کی نیت کرے، اس لیے اگر اس نے رجوع کی نیت سے بیوی کا بوسہ لیا یا اسے شہوت سے چھولیا یا جماع والی جگہ کو شہوت سے دیکھا یا اس سے وطء اور جماع کیا لیکن اس میں رجوع کی نیت نہ تھی تو ان اشیاء سے رجوع صحیح نہیں ہوگا، بلکہ اس نے حرام کا ارتکاب کیا۔

تیسرا قول: شافعی حضرات کہتے ہیں کہ رجوع صرف قول کے ساتھ ہی صحیح ہوگا، مطلقاً فعل کے ساتھ رجوع صحیح نہیں، چاہے وطء ہو یا اس کے مقدمات اور چاہے فعل میں اس نے رجوع کی نیت بھی کی ہو یا نیت نہ ہو۔

چوتھا قول: حنابلہ کہتے ہیں کہ وطء کے ساتھ رجوع صحیح ہے چاہے خاوند نے بیوی سے رجوع کی نیت کی ہو یا نیت نہ کی ہو، لیکن وطء کے مقدمات سے صحیح مذہب میں رجوع ثابت نہیں ہوگا (تبیین الحقائق (2 / 251) حاشیة ابن عابدین (3 / 399) الخرشی علی خلیل (4 / 81) حاشیة البجیرمی (4 / 41) الانصاف (9 / 156) مطالب اولی النہی (5 / 488))

جو فعل سبب حرمت مصاہرت وہی سبب رجعت قاعدہ فقہیہ

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس فعل سے حرمت مصاہرت ہوتی ہے اُس سے رجعت ہو جائے گی مثلاً وطی کرنا یا شہوت کے ساتھ مونھ یا رخسار یا ٹھوڑی یا پیشانی یا سر کا بوسہ لینا یا بلا حائل بدن کو شہوت کے ساتھ چھونا یا حائل ہو تو بدن کی گرمی محسوس ہو یا فرج داخل کی طرف شہوت کے ساتھ نظر کرنا اور اگر یہ افعال شہوت کے ساتھ نہ ہوں تو رجعت نہ ہوگی اور شہوت کے ساتھ بلا قصد رجعت ہوں جب بھی رجعت ہو جائے گی۔ اور بغیر شہوت بوسہ لینا یا چھونا مکروہ ہے جبکہ رجعت کا ارادہ نہ ہو۔ یونہی اُسے برہنہ دیکھنا بھی مکروہ ہے۔ (ردالمحتار، کتاب طلاق، باب رجعت)

رجوع کے لئے گواہی کے استحباب کا بیان

اور یہ مستحب ہے، رجوع کرنے کے لئے دو گواہ قائم کر لئے جائیں، اگر گواہ موجود نہ ہوں، تو عورت سے رجوع کرنا صحیح شمار ہوگا۔ امام شافعی کے ایک قول کے مطابق اور امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک گواہوں کے بغیر رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور تم اپنے میں سے دو عادل گواہوں کو گواہ بنا لو''۔ ہماری دلیل یہ ہے: نص مطلق ہے، اور گواہ بنانے کی قید کے بغیر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: رجوع کرنے کا مطلب نکاح کو باقی رکھنا ہے اور باقی رکھنے میں گواہی شرط نہیں ہوتی۔ بالکل اس طرح جیسے ایلاء میں رجوع کرنے میں یہ شرط نہیں ہے۔ البتہ احتیاط کے پیش نظر ایسا کرنا مستحب ہے تاکہ اس بارے میں باہمی طور پر کوئی اختلاف نہ رہے۔ امام شافعی نے جس آیت کو تلاوت کیا ہے وہ استحباب پر محمول ہوگی۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا اسے علیحدگی کے ساتھ ملا دیا ہے اور اس میں ایسا کرنا مستحب ہے، لہٰذا یہ بات مستحب ہوگی کہ وہ اس بارے میں عورت کو بتا دے تاکہ کسی معصیت کا شکار نہ ہو۔ جب عدت ختم ہو جائے اور شوہر یہ کہے: میں نے عدت کے دوران ہی عورت سے رجوع کر لیا تھا اور عورت بھی اس بات کی تصدیق کر دے، تو یہ بات رجوع شمار ہوگی۔ اگر عورت مرد کی اس بات کو جھوٹ قرار دے، تو اس کی بات کو تسلیم کیا جائے گا، کیونکہ شوہر نے ایک ایسی بات کی خبر دی ہے جس کو وہ فوری طور پر موجود کرنے کا مالک نہیں ہے، لہٰذا اس بارے میں متہم شمار ہوگا۔ البتہ عورت نے اس کی تصدیق کر دی ہو، تو یہ تہمت ختم ہو جائے گی۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عورت کے لیے قسم اٹھانا واجب نہیں ہے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

رجعت کے مسنون طریقے کا فقہی بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ کرے اور عورت کو بھی اس کی خبر کر دے کہ عدت کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کر لے اور اگر کر لیا تو تفریق کر دی جائے اگرچہ دخول کر چکا ہو کہ یہ نکاح نہ ہوا۔ اور اگر قول سے رجعت کی مگر گواہ نہ کیے یا گواہ بھی کیے مگر عورت کو خبر نہ کی تو مکروہ خلاف سنت ہے مگر رجعت ہو جائے گی۔ اور اگر فعل سے رجعت کی مثلاً اُس سے وطی کی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کی تو رجعت ہو گئی مگر مکروہ ہے۔ اُسے چاہیے کہ پھر گواہوں کے سامنے رجعت کے الفاظ کہے۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب طلاق)

رجعت کی شرعی حیثیت میں فقہی مذاہب اربعہ

اگر رجعت کا ارادہ ہو اور رجعت کرو یعنی لوٹا لو تو اس پر دو عادل مسلمان گواہ رکھ لو، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اس سے جماع کرتا ہے نہ طلاق پر گواہ رکھتا ہے نہ رجعت پر تو آپ نے فرمایا اس نے خلاف سنت طلاق دی اور خلاف سنت رجوع کیا طلاق پر بھی گواہ رکھنا چاہئے اور رجعت پر بھی، اب دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نکاح، رجعت بغیر دو عادل گواہوں کے جائز نہیں جیسے فرمان اللہ ہے ہاں مجبوری ہو تو اور بات ہے، پھر فرماتا ہے گواہ مقرر کرنے اور سچی شہادت دینے کا حکم انہیں ہو رہا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں اللہ کی شریعت کے پابند اور عذاب آخرت سے ڈرنے والے ہوں۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں رجعت پر گواہ رکھنا واجب ہے گو آپ سے ایک دوسرا قول بھی مروی ہے اسی طرح نکاح پر گواہ رکھنا بھی آپ واجب بتاتے ہیں ایک اور جماعت کا بھی یہی قول ہے، اس مسئلہ کو ماننے والی علماء کرام کی جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ رجعت زبانی کہے بغیر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ گواہ رکھنا ضروری ہے اور جب تک زبان سے نہ کہے گواہ کیسے مقرر کئے جائیں گے۔ احناف کے نزدیک رجعت کی گواہی مستحب ہے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۔ (الطلاق ۲)

تو جب وہ اپنی میعاد تک پہنچنے کو ہوں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔ اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کر لو اور اللہ کے لئے گواہی قائم کرو۔ اس سے نصیحت فرمائی جاتی ہے اسے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ اور جو اللہ سے ڈرے۔ اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا۔ (کنز الایمان)

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

یعنی تمہیں اختیار ہے اگر تم ان کے ساتھ بحسن معاشرت و مرافقت رہنا چاہو تو رجعت کر لو اور دل میں پھر دوبارہ طلاق دینے کا ارادہ نہ رکھو اور اگر تمہیں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنے کی امید نہ ہو تو مہر وغیرہ ان کے حق ادا کر کے ان سے جدائی کر لو اور انہیں ضرر نہ پہنچاؤ اس طرح کہ آخرِ عدت میں رجعت کر لو، پھر طلاق دے دو اور اس طرح انہیں ان کی عدت دراز کر کے پریشانی میں ڈالو ایسا نہ کرو اور خواہ رجعت کر دیا فرقت اختیار کرو دونوں صورتوں میں دفع تہمت اور رفع نزاع کیلئے دو مسلمانوں کو گواہ کر لینا مستحب ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

مقصود اس سے اس کی رضا جوئی ہو اور اقامت حق و تعمیل حکمِ الٰہی کے سوا اپنی کوئی فاسد غرض اس میں نہ ہو۔ اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ کفار شرائع و احکام کے ساتھ مخاطب نہیں۔ اور طلاق دے تو طلاق سنی دے اور معتدہ کو ضرر نہ پہنچائے، نہ اسے مسکن سے نکالے اور حسب حکمِ الٰہی مسلمانوں کو گواہ کر لے۔

جس سے وہ دنیا و آخرت کے غموں سے خلاص پائے اور ہر تنگی و پریشانی سے محفوظ رہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے شبہات دنیا غمرات موت وشدائد روز قیامت سے خلاص کی راہ نکالے گا اور اس آیت کی نسبت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میرے علم میں ایک ایسی آیت ہے جسے لوگ محفوظ کرلیں تو ان کی ہر ضرورت وحاجت کے لئے کافی ہے۔

شانِ نزول: عوف بن مالک کے فرزند کو مشرکین نے قید کرلیا تو عوف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے یہ بھی عرض کیا کہ میرا بیٹا مشرکین نے قید کرلیا ہے اور اسی کے ساتھ اپنی محتاجی وناداری کی شکایت کی، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھو اور صبر کرو اور کثرت سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھتے رہو عوف نے گھر آ کر اپنی بی بی سے یہ کہا اور دونوں نے پڑھنا شروع کیا وہ پڑھ ہی رہے تھے کہ بیٹے نے دروازہ کھٹکھٹایا دشمن غافل ہو گیا تھا اس نے موقع پایا قید سے نکل بھاگا اور چلتے ہوئے چار ہزار بکریاں بھی دشمن کی ساتھ لے آیا، عوف نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ یہ بکریاں انکے لئے حلال ہیں؟ حضور نے اجازت دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

حق رجوع کے ختم ہو جانے کا بیان

اور جب (عدت گزارنے والی عورت) کے تیسرے حیض کا خون دس دن کے بعد بند ہو جائے' تو رجوع کرنے کا حق ختم ہو جائے گا۔ اگرچہ عورت نے ابھی غسل نہ کیا ہو۔ اگر حیض کا خون دس دن سے پہلے بند ہو جائے' تو جب تک وہ خاتون غسل نہ کرے' یا ایک نماز کا وقت پورا نہ گزر جائے' تو اس وقت تک شوہر کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: شرعی طور پر دس دن سے زیادہ حیض نہیں ہو سکتا اس لئے خون کے منقطع ہونے کے ساتھ ہی حیض ختم شمار ہو جائے گا' اور عدت پوری ہو جائے گی' اور رجوع کرنے کا حق ختم ہو جائے گا۔

لیکن اگر دس دن سے پہلے ہی حیض کی آمد رک جائے' تو رجوع کا حق باقی رہے گا' کیونکہ ہو سکتا ہے دوبارہ خون جاری ہو جائے اس کے منقطع ہونے کا یقین ہونا ضروری ہوگا اور یہ یقین اسی وقت ثابت ہو سکتا ہے جب غسل کرلیا جائے یا اس عورت کو پاک عورتوں کے حکم میں شامل کرلیا جائے' جیسے ایک نماز کا وقت گزر جائے۔ اس کے برخلاف جب بیوی اہل کتاب ہو' تو اس کے حق میں مزید کسی علامت کی توقع نہیں ہے' لہٰذا اس بارے میں صرف خون کے منقطع ہونے پر اکتفاء کیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک رجوع کا حق اسی وقت منقطع ہو جائے گا جب عورت تیمم کر کے کوئی بھی (نفل) نماز ادا کرلے اور نماز پڑھنے کی قید استحسان کے طور پر لگائی گئی ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ عورت کے تیمم کرنے کے ساتھ ہی یہ حق ختم ہو جائے گا' اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے' کیونکہ جب پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمم کرنا مطلق طہارت شمار ہوتا ہے' یہاں تک کہ جو احکام غسل کے ذریعے ثابت ہوتے ہیں وہ تمام احکام تیمم کے ذریعے ثابت ہو جاتے ہیں تو تیمم' غسل کی مانند ہوگا۔

شیخین نے یہ بات بیان کی ہے: تیمم درحقیقت انسان کو پاک نہیں کرتا ہے' بلکہ آلودہ کر دیتا ہے اور اس کو صرف ضرورت کے

پیش نظر طہارت قرار دیا گیا ہے تاکہ فرائض میں اضافہ نہ ہوتا رہے' اس کی ضرورت نماز کی ادائیگی کے وقت پیش آتی ہے۔ نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے پیش نہیں آتی۔ اس طرح دیگر جن امور کے لئے تیمم کا حکم دیا گیا ہے وہ بھی نماز کے کا اقتضاء ہونے کی دلیل سے ضرورت کے تحت ثابت ہوتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے: شیخین کے نزدیک نماز شروع کرنے کے ساتھ ہی رجوع کرنے کا حق منقطع ہو جائے گا' اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے' نماز سے فارغ ہونے کے بعد منقطع ہوگا' تاکہ نماز کے جواز کا حکم پختہ ہو سکے۔

(ایسی صورت میں) جب عورت غسل کرلے اور اس دوران جسم کا کوئی ایسا حصہ بھول جائے جس تک پانی نہ پہنچا ہو' تو اگر وہ حصہ پورے ایک عضو کے برابر ہو' یا اس سے زیادہ ہو' تو رجوع کرنے کا حق منقطع نہیں ہوگا' لیکن اگر اس سے کم نہ ہو' تو شوہر کے رجوع کرنے کا حق منقطع ہو جائے گا۔

مصنف فرماتے ہیں: یہ مسئلہ بھی استحسان کے طور پر ہے' ورنہ قیاس کا تقاضا یہ ہے: کامل عضو رہ جانے کی صورت میں شوہر کو رجوع کا حق باقی نہ رہے' کیونکہ وہ عورت اکثر جسم کو دھو چکی ہے۔ اس طرح اگر ایک عضو سے کم حصہ سوکھا رہ گیا تھا' تو بھی قیاس کا تقاضا یہی ہے' رجوع کا حکم باقی رہے' کیونکہ جنابت اور حیض کے حکم کو تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ استحسان کی دلیل یہ ہے: ایک عضو سے کم حصہ خشک رہ جائے گا' تو یہ کہا جائے گا' شاید یہ حصہ اپنے تھوڑے حجم کی دلیل سے پہلے خشک ہو گیا ہو اس لئے پانی نہ پہنچنے کا حکم نہیں دیا جاسکتا ہے' اس لئے ہم نے یہ فیصلہ دیا' اس صورت میں رجوع کرنے کا حق منقطع ہو جائے گا' دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہوگا تاکہ دونوں باتوں میں احتیاط پر عمل کیا جاسکے' لیکن مکمل عضو کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ مکمل عضو اس طرح سے جلد خشک نہیں ہوتا اور نہ ہی غسل کے دوران عام طور پر مکمل عضو کے بارے میں غفلت اختیار کی جاتی ہے' لہٰذا دونوں مسائل الگ حیثیت کے حامل ہوں گے۔

امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: اگر کلی کرنے کا یا ناک میں پانی ڈالنے کا عمل چھوٹ جائے' تو اس کا مطلب یہ ہے: پورا عضو چھوٹ گیا۔ ان سے دوسری روایت یہ ہے: جس کے امام محمد علیہ الرحمہ بھی قائل ہیں: یہ ایک مکمل عضو سے کم شمار ہوں گے۔ اس کی دلیل یہ ہے: کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی فرضیت میں اختلاف پایا جاتا ہے' جبکہ دیگر اعضاء کا حکم اس سے مختلف ہے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب دس ۱۰ دن رات سے کم میں منقطع ہوا اور نہ نہائی نہ نماز کا وقت ختم ہوا بلکہ تیمم کرلیا تو رجعت منقطع نہ ہوئی ہاں اگر اس تیمم سے پوری نماز پڑھ لی تو اب رجعت نہیں ہو سکتی اگر چہ وہ نماز نفل ہو اور اگر ابھی نماز پوری نہیں ہوئی ہے، بلکہ شروع کی ہے تو رجعت کر سکتا ہے اور اگر تیمم کر کے قرآن مجید پڑھا یا مصحف شریف چھوا یا مسجد میں گئی تو رجعت ختم نہ ہوئی۔ (فتح القدیر، کتاب طلاق)

غسل کیا اور کوئی جگہ ایک عضو سے کم مثلاً بازو یا کلائی کا کچھ حصہ یا دو ایک انگلی بھول گئی جہاں پانی پہنچنے نہ پہنچنے میں شک ہے تو رجعت ختم ہوگئی مگر دوسرے سے نکاح اُس وقت کر سکتی ہے کہ اُس جگہ کو دھولے یا نماز کا وقت گزر جائے اور اگر یقین ہے کہ وہاں پانی نہیں پہنچا ہے یا قصداً اُس جگہ کو چھوڑ دیا تو رجعت ہو سکتی ہے اور اگر پورا عضو جیسے ہاتھ یا پاؤں بھولی تو رجعت ہو سکتی ہے،

کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا دونوں ملکر ایک عضو ہیں اور ہر ایک ایک عضو سے کم ہے۔ (ردمختار، کتاب طلاق)

حق رجوع کے اختتام میں مذاہب اربعہ

رجعی طلاق دینے والے کے لئے رجوع کا موقع کس وقت تک ہے؟ اس میں بھی فقہاء کے درمیان سے مراد تین حیض ہیں یا تین طہر؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرء سے مراد حیض ہے اور امام احمد بن حنبل کا معتبر مذہب بھی یہی ہے۔ یہ دلیل چاروں خلفاء راشدین، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابوالدرداء، عبادہ بن صامت اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے مؤطا میں شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے 13 صحابیوں سے ملے ہیں، اور ان سب کی دلیل یہی تھی۔ اور یہی بکثرت تابعین نے بھی اختیار کی ہے۔

اس اختلاف کی بنا شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک تیسرے حیض میں داخل ہوتے ہی عورت کی عدت ختم ہو جاتی ہے، اور مرد کا حق رجوع ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر طلاق حیض کی حالت میں دی گئی ہو، اس حیض کا شمار عدت میں نہ ہوگا، بلکہ چوتھے حیض میں داخل ہونے پر عدت ختم ہوگی۔ (مغنی المحتاج، حاشیہ الدسوقی)

حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر تیسرے حیض میں دس دن گزرنے پر خون بند ہو تو عورت کی عدت ختم نہ ہوگی جب تک عورت غسل نہ کرے، یا ایک نماز کا پورا وقت نہ گزر جائے۔ پانی نہ ہونے کی صورت میں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب عورت تیمم کر کے نماز پڑھ لے اس وقت مرد کا حق رجوع ختم ہوگا، اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک تیمم کرتے ہی حق رجوع ختم ہو جائے گا (ہدایہ) امام احمد کا معتبر مذہب جس پر جمہور حنابلہ کا اتفاق ہے، یہ ہے کہ جب تک عورت تیسرے حیض سے فارغ ہو کر غسل نہ کر لے مرد کا حق رجوع باقی رہے گا۔ (الانصاف)

دلیل استحسان کے پیش نظر اکثر کو کل کے قائم مقام کرنے کا بیان

مصنف نے یہاں یہ بات بیان کی ہے: یہ حکم استحسان کے پیش نظر ہے۔ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا: اگر ایک مکمل عضو بھی دھونے سے رہ گیا تھا تو بھی رجوع کرنے کا حق باقی نہ رہتا کیونکہ عورت نے اپنے جسم کے اکثر حصے کو دھولیا تھا اور اصول یہ ہے: اکثر پر کل کا اطلاق کیا جاتا ہے اور کثیر کے مقابلے میں قلیل معدوم شمار ہوتا ہے اس لئے جب اکثر جسم دھویا گیا تو یہی حکم ہونا چاہئے کہ پورا جسم دھولیا گیا ہے۔ جبکہ دوسری طرف قیاس کا تقاضا یہ ہے: اگر ایک عضو سے کم حصہ بھی خشک رہ گیا ہے تو رجوع کا حق باقی ہونا چاہئے کیونکہ جنابت اور حیض کو اجزاء میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا تو ایک عضو سے کم حصہ خشک رہنے کی صورت میں جنابت یا حیض کی ناپاکی باقی رہے گی۔

استحسان کی صورت یہ ہے: عام طور پر ایک عضو سے کم حصہ جلد خشک ہو جاتا ہے اس لئے یہ بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی کہ پانی وہاں تک پہنچا ہی نہیں ہے، یا پہنچنے کے بعد خشک ہو گیا ہے۔ اس لئے ہم نے یہ حکم دیا ہے: اس صورت میں یعنی ایک مکمل عضو سے

کم حصہ خشک رہ گیا تھا، تو رجوع کرنے کا حق ختم ہو جائے گا تاہم عورت کے لئے یہ بات جائز نہیں ہو گی۔ وہ مکمل غسل کرنے سے پہلے دوسری شادی کر لے جب تک وہ اس خشک حصے کو دھو کر غسل مکمل نہیں کر لیتی یہ حکم احتیاط کے پیش نظر ہے۔

لیکن مکمل عضو خشک رہ جانے کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ عام طور پر نہ تو وہ مکمل طور پر جلدی خشک ہوتا ہے' اور نہ ہی آدمی عام طور پر اسے دھونے سے غافل ہوتا ہے اس لئے ان دونوں کے درمیان فرق ہو گا۔ یہاں ایک سوال سامنے آتا ہے کہ اگر وہ عورت غسل کرنے کے دوران پورا جسم دھو لیتی ہے' لیکن کلی نہیں کرتی اور ناک میں پانی نہیں ڈالتی تو اس کا حکم کیا ہو گا؟

مصنف نے یہ بات بیان کی ہے: ایک روایت کے مطابق امام ابو یوسف اس بات کے قائل ہیں: غسل میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو ترک کرنا ایک مکمل عضو کو ترک کرنے کے مترادف ہے یعنی اگر مذکورہ بالا عورت غسل کرتے ہوئے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو ترک کر دے اور باقی پورے جسم کو دھو لے تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس کے شوہر کو رجوع کرنے کا اختیار باقی ہو گا۔ امام ابو یوسف سے دوسری روایت یہ منقول ہے، اور امام محمد علیہ الرحمہ بھی اس بات کے قائل ہیں: غسل میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو ترک کرنا ایک مکمل عضو سے کم حصے کو ترک کرنے کے مترادف ہے یعنی اس صورت میں غسل مکمل ہو جاتا ہے۔ مصنف نے اس بات کی وضاحت کی ہے: ناک میں پانی ڈالنے اور کلی کرنے کی فرضیت میں اختلاف پایا جاتا ہے' جبکہ دیگر اعضاء کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ انہیں دھونے کی فرضیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

عدت و رجوع سے متعلق اسلاف سے فقہی روایات کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں: کہ عورت اپنے خاوند کے انتقال کے بعد چار مہینے دس دن عدت گزاریں خواہ اس سے مجامعت ہوئی یا نہ ہوئی ہو، اس پر اجماع ہے دلیل اس کی ایک تو اس آیت کا عموم دوسرے یہ حدیث جو مسند احمد اور سنن میں ہے جسے امام ترمذی صحیح کہتے ہیں کہ اس سے مجامعت نہیں کی تھی نہ مہر مقرر ہوا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا، فرمایئے اس کی نسبت کیا فتویٰ ہے جب وہ کئی مرتبہ آئے گئے تو آپ نے فرمایا میں اپنی دلیل سے فتویٰ دیتا ہوں، اگر ٹھیک ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانو اور اگر خطاء ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے سمجھو، اللہ اور رسول اس سے بری ہیں۔ میرا فتویٰ یہ ہے کہ اس عورت کو پورا مہر ملے گا جو اس کے خاندان کا دستور ہو، اس میں کوئی کمی بیشی نہ ہو اور اس عورت کو پوری عدت گزارنی چاہئے اور اسے ورثہ بھی ملے گا۔ یہ سن کر حضرت معقل بن یسار اشجعی کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے بروع بنت واشق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فیصلہ کیا تھا۔ حضرت عبداللہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ بعض روایات میں ہے کہ اشجع کے بہت سے لوگوں نے یہ روایت بیان کی، ہاں جو عورت اپنے خاوند کی وفات کے وقت حمل سے ہو اس کے لئے یہ عدت نہیں، اس کی عدت وضع حمل ہے۔ گو، انتقال کی ایک ساعت کے بعد ہی ہو جائے۔ قرآن میں ہے آیت (وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ) (65۔ الطلاق 1) حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ وضع حمل اور چار مہینے دس دن میں جو دیر کی عدت ہو وہ حاملہ کی عدت ہے، یہ قول تو بہت اچھا ہے اور دونوں آیتوں میں اس سے تطبیق بھی عمدہ طور پر ہو جاتی ہے لیکن اس کے خلاف بخاری و مسلم کی ایک صاف اور صریح

حدیث موجود ہے جس میں ہے کہ حضرت سبیعہ اسلمیہ کے خاوند کا جب انتقال ہوا اس وقت آپ حمل سے تھیں، وہ چند ہی دن ٹھہر پائی تھیں تو بچہ تولد ہوا، جب نہا دھو چکیں تو لباس وغیرہ اچھا پہن لیا، حضرت ابوالسنابل بن بعکک نے یہ دیکھ کر کہا کیا تم نکاح کرنا چاہتی ہو؟ اللہ کی قسم جب تک چار مہینے دس دن نہ گزر جائیں تم نکاح نہیں کر سکتیں۔ حضرت سبیعہ یہ سن کر خاموش ہو گئیں اور شام کو خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جب بچہ ہوا اسی وقت تم عدت سے نکل گئیں، اب اگر تم چاہو تو بیشک نکاح کر سکتی ہو۔ یہ بھی مروی ہے کہ جب حضرت عبداللہ کو اس حدیث کا علم ہوا تو آپ نے بھی اپنے قول سے رجوع کر لیا، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ کے ساتھی شاگرد بھی اسی حدیث کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح لونڈی کی عدت بھی اتنی نہیں، اس کی عدت اس سے آدھی ہے یعنی دو مہینے اور پانچ راتیں،

جمہور کا مذہب یہی ہے جس طرح لونڈی کی حد بہ نسبت آزاد عورت کے آدھی ہے اسی طرح عدت بھی۔ محمد بن سیرین اور بعض علماء ظاہریہ لونڈی کی اور آزاد عورت کی عدت میں برابری کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل ایک تو اس آیت کا عموم ہے، دوسرے یہ کہ عدت ایک جبلی امر ہے جس میں تمام عورتیں یکساں ہیں۔ حضرت سعید ابن مسیب ابوالعالیہ وغیرہ فرماتے ہیں اس عدت میں حکمت یہ ہے کہ اگر عورت کو حمل ہوگا تو اس مدت میں بالکل ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت ابن مسعود کی بخاری و مسلم والی مرفوع حدیث میں ہے کہ انسان کی پیدائش کا یہ حال ہے کہ چالیس دن تک تو رحم مادر میں نطفہ کی شکل میں ہوتا ہے، پھر خون بستہ کی شکل چالیس دن تک رہتی ہے پھر چالیس دن تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے اور وہ اس میں روح پھونکتا ہے۔ تو یہ ایک سو بیس دن ہوئے جس کے چار مہینے ہوئے، دس دن احتیاطاً اور رکھ دیے کیونکہ بعض مہینے انتیس دن کے بھی ہوتے ہیں اور جب روح پھونک دی گئی تو اب بچہ کی حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور حمل بالکل ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس لئے اتنی عدت مقرر کی گئی۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں دس دن اس لئے ہیں کہ روح انہی دس دنوں میں پھونکی جاتی ہے۔ ربیع بن انس بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت امام احمد سے ایک روایت میں یہ بھی مروی ہے تاکہ جس لونڈی سے بچہ ہو جائے اس کی عدت بھی آزاد عورت کے برابر ہے اس لئے کہ وہ فراش بن گئی اور اس لئے بھی کہ مسند احمد میں حدیث ہے۔ حضرت عمرو بن عاص نے فرمایا لوگو سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر خلط ملط نہ کرو۔ اولاد والی لونڈی کی عدت جبکہ اس کا سردار فوت ہو جائے چار مہینے اور دس دن ہیں۔ یہ حدیث ایک اور طریق سے بھی ابوداؤد میں مروی ہے۔

امام احمد اس حدیث کو منکر بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے ایک راوی قبیصہ نے اپنے استاد عمر سے یہ روایت نہیں سنی۔ حضرت سعید بن مسیب مجاہد، سعید بن جبیر، حسن بن سیرین، ابن عیاض زہری اور عمرو بن عبدالعزیز کا یہی قول ہے۔ یزید بن عبدالملک بن مروان جو امیر المومنین تھے، یہی حکم دیتے تھے۔

اوزاعی، اسحاق بن راہویہ اور احمد بن حنبل بھی ایک روایت میں یہی فرماتے ہیں لیکن طاؤس اور قتادہ اس کی عدت بھی آدھی بتلاتے ہیں یعنی دو ماہ پانچ راتیں۔ ابوحنیفہ ان کے ساتھ حسن بن صالح بن حی فرماتے ہیں تین حیض عدت گزارے، حضرت علی ابن

مسعود، عطاء اور ابراہیم نخعی کا قول بھی یہی ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ، امام شافعی اور امام احمد کی مشہور روایت یہ ہے کہ اس کی عدت ایک حیض ہی ہے۔ ابن عمر، شعبی، مکحول، لیث، ابوعبید، ابوثور اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ حضرت لیث فرماتے ہیں کہ اگر حیض کی حالت میں اس کا سید فوت ہوا ہے تو اسی حیض کا ختم ہو جانا اس کی عدت کا ختم ہو جانا ہے۔ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگر حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے عدت گزارے۔ امام شافعی اور جمہور فرماتے ہیں ایک مہینہ اور تین دن مجھے زیادہ پسند ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ طلاق رجعی کی عدت میں یہ واجب نہیں، اور جب طلاق بائن ہو تو وجوب اور عدم وجوب کے دونوں قول ہیں، فوت شدہ خاوندوں کی زندہ بیویوں پر تو سب پر یہ سوگواری واجب ہے، خواہ وہ نابالغہ ہوں خواہ وہ عورتیں ہوں جو حیض وغیرہ سے اتر چکی ہوں، خواہ آزاد عورتیں ہوں خواہ لونڈیاں ہوں، خواہ مسلمان ہوں خواہ کافرہ ہوں کیونکہ آیت میں عام حکم ہے، ہاں ثوری اور ابوحنیفہ کافرہ عورت کی سوگواری کے قائل نہیں، شہاب اور ابن نافع کا قول بھی یہی ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حکم تعبدی ہے،

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور ثوری کمسن نابالغہ عورت کے لئے بھی یہی فرماتے ہیں کیونکہ وہ غیر مکلفہ ہے۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور ان کے اصحاب مسلمان لونڈی کو اس میں ملاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

بَابُ: الْمُطَلَّقَةِ الْحَامِلِ إِذَا وَضَعَتْ ذَا بَطْنِهَا بَانَتْ

یہ باب ہے کہ طلاق یافتہ حاملہ بچے کو جنم دینے کے ساتھ ہی بائنہ ہو جائے گی

2026- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ هَيَّاجٍ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ ابْنِ الْعَوَّامِ أَنَّهُ كَانَتْ عِنْدَهُ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عُقْبَةَ فَقَالَتْ لَهُ وَهِيَ حَامِلٌ طَيِّبْ نَفْسِي بِتَطْلِيقَةٍ فَطَلَّقَهَا تَطْلِيقَةً ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَرَجَعَ وَقَدْ وَضَعَتْ فَقَالَ مَا لَهَا خَدَعَتْنِي خَدَعَهَا اللَّهُ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَبَقَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ اخْطُبْهَا إِلَى نَفْسِهَا

◄► حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے' ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں تھیں' اس خاتون نے ان سے کہا: جبکہ وہ خاتون حاملہ بھی تھیں' آپ ایک طلاق دے کر مجھے خوش کر دیں' تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے ایک طلاق دے دی' پھر وہ نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے' جب واپس تشریف لائے' تو اس خاتون کے ہاں بچے کی پیدائش ہو چکی تھی' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اس عورت نے کیا کیا ہے؟ اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے' اللہ تعالیٰ بھی اس کے دھوکے کا وبال اس پر ڈالے۔

پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس کی عدت گزر چکی ہے' اب تم اسے نکاح کا پیغام دو''۔

2026۔ اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بچے کی ولادت سے مشروط طلاق دینے کا بیان

اور جب کسی شوہر نے بیوی سے یہ کہا: جب کبھی بھی تم بچے کو جنم دو تو تمہیں طلاق ہے تو جب عورت کے ہاں تین بچے پیدا ہو جائیں تو پہلے بچے کی ولادت طلاق شمار ہوگی۔ دوسرے بچے کی ولادت رجوع شمار ہوگی اور ساتھ ہی دوسری طلاق بھی ہو جائے گی اور اسی طرح تیسرے بچے کی ولادت دوسری طلاق سے رجوع شمار ہوگی اور تیسری طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ جب عورت کے ہاں پہلے بچے کی پیدائش ہوئی تھی تو پہلے بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی ایک طلاق واقع ہوئی تھی اور اس کے بعد وہ عورت عدت گزارنا شروع ہو گئی تھی۔ دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد رجوع ثابت ہو گیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ دوسرے بچے کی پیدائش پر دوسری طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ شوہر نے لفظ ''کلما'' استعمال کیا ہے اور عدت واجب ہو جائے گی پھر تیسرے بچے کی پیدائش سے مرد رجوع کرنے والا شمار ہوگا' لیکن اس کے ساتھ ہی تیسری طلاق واقع ہو جائے گی اور عدت کا شمار حیض سے کیا جائے گا کیونکہ اس وقت جب عورت پر طلاق واقع ہوئی اس وقت وہ حاملہ تھی اور اسے حیض آیا کرتا تھا۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا اگر تو جنے تو تجھ کو طلاق ہے اس کے بچہ پیدا ہوا طلاق ہو گئی پھر چھ مہینے یا زیادہ میں دوسرا بچہ پیدا ہوا تو رجعت ہو گئی اگرچہ دوسرا بچہ دو برس سے زیادہ میں پیدا ہوا کہ اکثر مدت حمل دو برس ہے اور اس صورت میں عدت حیض سے ہے تو ہو سکتا ہے کہ زیادہ زیادہ دنوں کے بعد حیض آیا اور عدت ختم ہونے سے پیشتر شوہر نے وطی کی ہو۔ ہاں اگر عورت عدت گزرنے کا اقرار کر چکی ہو تو مجبوری ہے۔ اور اگر دوسرا بچہ پہلے بچہ سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو بچہ پیدا ہونے کے بعد رجعت نہیں۔ (درمختار، کتاب طلاق)

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: اگر کوئی یہ کہتا ہے: جب کبھی تم بچے کو جنم دو تو تمہیں طلاق ہے' تو پھر وہ عورت تین بچوں کو جنم دے گی اس کے تین بچے مختلف وطی سے پیدا ہوئے۔ تو ہر بچے کی پیدائش کے بعد ایک طلاق واقع ہوتی چلی جائے گی اور تیسرے بچے کی پیدائش کے ساتھ تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ اس کی دلیل کے لفظ ''کلما'' تکرار کا تقاضا کرتا ہے' لہٰذا تیسرے بچے کی پیدائش پر تیسری طلاق واقع ہوگی' اور اس کے بعد عورت اپنی عدت بسر کرے گی۔

بَابُ: اَلْحَامِلِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا اِذَا وَضَعَتْ حَلَّتْ لِلْاَزْوَاجِ

یہ باب ہے کہ حاملہ بیوہ جیسے ہی بچے کو جنم دے گی وہ دوسری شادی کے لیے حلال ہو جائے گی

عدت کے معنی ومفہوم واقسام کا بیان

عدت کے معنی. لغت میں عدت کے معنی ہیں شمار کرنا اور اصطلاح شریعت میں عدت اسے کہتے ہیں کہ جب کسی عورت کو اس کا خاوند طلاق دیدے یا خلع وایلاء وغیرہ کے ذریعہ نکاح یا نکاح جیسی چیز مثلاً نکاح فاسد ٹوٹ جائے بشرطیکہ اس نکاح میں جماع یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو یا شوہر مر جائے تو وہ مقررہ مدت کہ جس کی تفصیل آگے آئے گی) گھر میں رکی رہے جب تک وہ مدت ختم نہ ہو جائے تب تک نہ کہیں جائے اور نہ کسی دوسرے مرد سے ملاقات کرے جب مدت پوری ہو جائے تو جہاں چاہے جائے اور جس

.. طرح چاہے نکاح کرے۔

عدت کی مدت: جس آزاد عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی ہو یا نکاح فسخ ہو گیا ہو اور اس کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت کی مدت تین حیض ہے یعنی وہ تین حیض آنے تک شوہر ہی کے گھر میں جہاں طلاق ملی ہو بیٹھی رہے اس گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی سے نکاح کرے اسی طرح جس عورت کے ساتھ شبہ میں جماع ہو گیا ہو اس کی عدت کی مدت بھی تین حیض ہے یعنی کسی مرد نے کسی غیر عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر دھوکہ سے صحبت کر لی تو اس عورت کو بھی تین حیض آنے تک عدت میں بیٹھنا ہوگا جب تک عدت ختم نہ ہو جائے تب تک وہ اپنے شوہر کو جماع نہ کرنے دے۔ جس عورت کے ساتھ بے قاعدہ یعنی فاسد نکاح ختم ہوا ہو جیسے موقت نکاح اور پھر تفریق کرادی گئی یا تفریق کرانے سے پہلے ہی خاوند مر گیا ہو تو اس عدت کی مدت بھی تین حیض ہے۔ ام ولد جب کہ آزاد کر دی جائے یا اس کا مولیٰ مر جائے تو اس کی عدت بھی تین حیض ہیں۔

اگر کسی عورت کو کم سن ہونے کیوجہ سے یا بانجھ ہونے کی وجہ سے اور یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین مہینہ ہے۔ جس آزاد عورت کا خاوند مر گیا اور اس کی عدت چار مہینہ دس دن ہے خواہ اس عورت سے جماع کیا گیا ہو یا جماع نہ کیا گیا ہو خواہ وہ مسلمان عورت ہو یا مسلمان مرد کے نکاح میں یہودیہ اور نصرانیہ ہو خواہ وہ بالغہ ہو یا نابالغہ اور یا آئسہ ہو خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو اور خواہ اس کی مدت میں اس کو حیض آئے یا نہ آئے۔

حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے خواہ اس عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دی ہو یا اس کا خاوند مر گیا ہو اور خواہ وہ عورت آزاد ہو یا لونڈی ولادت ہوتے ہی اس کی عدت پوری ہو جائے گی اگرچہ خاوند کے طلاق دینے یا خاوند کے مرنے کے کچھ ہی دیر بعد ولادت ہو جائے یہاں تک کہ کتاب مبسوط میں لکھا ہے کہ اگر حاملہ عورت کا شوہر مر گیا ہو اور وہ ابھی تختہ پر نہلایا جا رہا تھا یا کفنایا جا رہا تھا کہ اس عورت کے ولادت ہو گئی تو اس صورت میں بھی اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔ جو عورت آزاد ہو یعنی کسی کی لونڈی ہو اور اس کا خاوند اس کو طلاق دے دے تو اس کی عدت دو حیض ہے بشرطیکہ اس کو حیض آتا ہو اور اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو پھر اس کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہوگی اور اگر اس کا خاوند مر جائے تو تو اس کی عدت دو مہینے پانچ دن ہوگی خواہ اس کو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔

عدت کی ابتداء کا وقت: طلاق کی صورت میں عدت کی ابتداء طلاق کے بعد سے ہوگی یعنی طلاق کے بعد جو تین حیض آئیں گے ان کا شمار ہوگا اگر کسی نے حیض کی حالت میں طلاق دی ہوگی تو اس حیض کا شمار نہ ہوگا بلکہ اس کے بعد کے تین حیض کا اعتبار کیا جائے گا اور وفات میں عدت کا شمار شوہر کی وفات کے بعد سے ہوگا اگر عورت کو طلاق یا وفات کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر گئی تو اس کی عدت پوری ہوگی۔

2027- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِى السَّنَابِلِ قَالَ وَضَعَتْ سُبَيْعَةُ الْاَسْلَمِيَّةُ بِنْتُ الْحَارِثِ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِبِضْعٍ وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَشَوَّفَتْ فَعِيْبَ ذٰلِكَ عَلَيْهَا وَذُكِرَ اَمْرُهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنْ تَفْعَلْ فَقَدْ مَضٰى

2027- اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1193 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3508

اَجَلُهَا

حضرت ابو سنابل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں سیدہ سبیعہ بنت حارث نے اپنے شوہر کی وفات سے 20 سے کچھ زیادہ دن گزرنے کے بعد اپنے پیٹ میں موجود بچے کو جنم دیدیا جب وہ نفاس سے پاک ہوئی تو اس نے دوسری شادی کی تیاری کی اس پر اعتراض کیا گیا' تو اس کا معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ایسا کر سکتی ہے کیونکہ اس کی عدت پوری ہو چکی ہے۔

2028- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ وَّعَمْرِو بْنِ عُتْبَةَ اَنَّهُمَا كَتَبَا اِلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ يَسْاَلَانِهَا عَنْ اَمْرِهَا فَكَتَبَتْ اِلَيْهِمَا اِنَّهَا وَضَعَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِخَمْسَةٍ وَّعِشْرِيْنَ فَتَهَيَّاَتْ تَطْلُبُ الْخَيْرَ فَمَرَّ بِهَا اَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ فَقَالَ قَدْ اَسْرَعْتِ اعْتَدِّى اٰخِرَ الْاَجَلَيْنِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْ لِيْ قَالَ وَفِيْمَ ذَاكَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اِنْ وَجَدْتِ زَوْجًا صَالِحًا فَتَزَوَّجِيْ

امام شعبی بیان کرتے ہیں: مسروق اور عمرو بن عتبہ نے سیدہ سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کو خط لکھا اور ان سے ان کے معاملے کے بارے میں دریافت کیا: تو اس خاتون نے انہیں جوابی خط میں لکھا کہ انہوں نے اپنے شوہر کے انتقال کے 25 دن بعد بچے کو جنم دیدیا پھر وہ بھلائی کی طلب میں تیار ہوئیں' تو ابو سنابل ان کے پاس سے گزرے اور بولے: تم نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ تم وہ والی عدت بسر کرو جو بعد میں مکمل ہوگی' جو 4 ماہ دس دن ہے وہ خاتون کہتی ہیں میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے لیے دعائے مغفرت کیجئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: وہ کیوں؟ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں کوئی اچھا شوہر ملتا ہے' تو تم شادی کرلو۔

2029- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَّمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الْمِسْوَرِ ابْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ سُبَيْعَةَ اَنْ تَنْكِحَ اِذَا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ سبیعہ رضی اللہ عنہا کو یہ ہدایت کی کہ جب وہ نفاس سے فارغ ہوں' تو شادی کرلیں۔

2030- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ وَاللّٰهِ لَمَنْ شَاءَ لَاعَنَّاهُ لَاُنْزِلَتْ سُوْرَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرٰى بَعْدَ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

2028: اخرجه البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3991 ورقم الحدیث: 5319 اخرجه مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3706 اخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2306 اخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3518 ورقم الحدیث: 3519 ورقم الحدیث: 3520

2029: اخرجه البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5320 اخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3506 ورقم الحدیث: 3507

2030: اخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2307

اَجَلُهَا ۔

حضرت ابوسنابل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سبیعہ اسلمیہ بنت حارث نے اپنے شوہر کی وفات کے 20 سے کچھ زیادہ دن گزرنے کے بعد اپنے پیٹ میں موجود بچے کو جنم دیا جب وہ نفاس سے پاک ہوئی تو اس نے دوسری شادی کی تیاری کی اس پر اعتراض کیا گیا' تو اس کا معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ایسا کرسکتی ہے کیونکہ اس کی عدت پوری ہوچکی ہے۔

2028- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِىْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ وَّعَمْرِو بْنِ عُتْبَةَ اَنَّهُمَا كَتَبَا اِلٰى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ يَسْاَلَانِهَا عَنْ اَمْرِهَا فَكَتَبَتْ اِلَيْهِمَا اِنَّهَا وَضَعَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِخَمْسَةٍ وَّعِشْرِيْنَ فَتَهَيَّاَتْ تَطْلُبُ الْخَيْرَ فَمَرَّ بِهَا اَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ فَقَالَ قَدْ اَسْرَعْتِ اعْتَدِّىْ اٰخِرَ الْاَجَلَيْنِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْ لِىْ قَالَ وَفِيْمَ ذَاكَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اِنْ وَجَدْتِ زَوْجًا صَالِحًا فَتَزَوَّجِىْ

امام شعبی بیان کرتے ہیں: مسروق اور عمرو بن عتبہ نے سیدہ سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کو خط لکھا اور ان سے ان کے معاملے کے بارے میں دریافت کیا: تو اس خاتون نے انہیں جوابی خط میں لکھا کہ انہوں نے اپنے شوہر کے انتقال کے 25 دن بعد بچے کو جنم دیدیا پھر وہ بھلائی کی طلب میں تیار ہوئیں' تو ابوسنابل ان کے پاس سے گزرے اور بولے: تم نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔تم وہ والی عدت بسر کرو جو بعد میں مکمل ہوگی' جو 4 ماہ دس دن ہے وہ خاتون کہتی ہیں میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے لیے دعائے مغفرت کیجئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: وہ کیوں؟ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں کوئی اچھا شوہر ملتا ہے' تو تم شادی کرلو۔

2029- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَّمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الْمِسْوَرِ ابْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ سُبَيْعَةَ اَنْ تَنْكِحَ اِذَا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ سبیعہ رضی اللہ عنہا کو یہ ہدایت کی کہ جب وہ نفاس سے فارغ ہوں' تو شادی کرلیں۔

2030- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ وَاللّٰهِ لَمَنْ شَآءَ لَاعَنَّاهُ لَاُنْزِلَتْ سُوْرَةُ النِّسَآءِ الْقُصْرٰى بَعْدَ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

2028: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3991 ' ورقم الحدیث: 5319 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3706 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2306 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3518 ' ورقم الحدیث: 3519 ' ورقم الحدیث: 3520

2029 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5320 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3506 ' ورقم الحدیث: 3507

2030 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2307

''اللہ کی قسم! جو شخص چاہے میں اس کے ساتھ مباہلہ کرنے کو تیار ہوں کہ چھوٹی والی سورۂ نساء چار مہینے دس دن والے حکم کے بعد نازل ہوئی تھی''۔

بَابُ: اَيْنَ تَعْتَدُّ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا

یہ باب ہے کہ بیوہ عورت عدت کہاں بسر کرے گی؟

2031- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ وَكَانَتْ تَحْتَ اَبِىْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ اُخْتَهُ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ مَالِكٍ قَالَتْ خَرَجَ زَوْجِىْ فِىْ طَلَبِ اَعْلَاجٍ لَهُ فَاَدْرَكَهُمْ بِطَرَفِ الْقَدُوْمِ فَقَتَلُوْهُ فَجَآءَ نَعْىُ زَوْجِىْ وَاَنَا فِىْ دَارٍ مِنْ دُوْرِ الْاَنْصَارِ شَاسِعَةٍ عَنْ دَارِ اَهْلِىْ فَاَتَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَآءَ نَعْىُ زَوْجِىْ وَاَنَا فِىْ دَارٍ شَاسِعَةٍ عَنْ دَارِ اَهْلِىْ وَدَارِ اِخْوَتِىْ وَلَمْ يَدَعْ مَالًا يُنْفِقُ عَلَىَّ وَلَا مَالًا وَرِثْتُهُ وَلَا دَارًا يَمْلِكُهَا فَاِنْ رَاَيْتَ اَنْ تَاْذَنَ لِىْ فَاَلْحَقَ بِدَارِ اَهْلِىْ وَدَارِ اِخْوَتِىْ فَاِنَّهُ اَحَبُّ اِلَىَّ وَاَجْمَعُ لِىْ فِىْ بَعْضِ اَمْرِىْ قَالَ فَافْعَلِىْ اِنْ شِئْتِ قَالَتْ فَخَرَجْتُ قَرِيْرَةً عَيْنِىْ لِمَا قَضَى اللّٰهُ لِىْ عَلٰى لِسَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كُنْتُ فِى الْمَسْجِدِ اَوْ فِىْ بَعْضِ الْحُجْرَةِ دَعَانِىْ فَقَالَ كَيْفَ زَعَمْتِ قَالَتْ فَقَصَصْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ امْكُثِىْ فِىْ بَيْتِكِ الَّذِىْ جَآءَ فِيْهِ نَعْىُ زَوْجِكِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهُ قَالَتْ فَاعْتَدَدْتُ فِيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا

◄► سیّدہ زینب بنت کعب رضی اللہ عنہا جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں' وہ بیان کرتی ہیں' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میرے شوہر اپنے کچھ مفرور غلاموں کی تلاش میں نکلے اور ''طرف قدوم'' کے پاس انہیں پالیا' ان غلاموں نے انہیں قتل کردیا' میرے شوہر کے قتل ہونے کی اطلاع آئی تو میں اس وقت انصار کے محلے میں ٹھہری ہوئی تھی' میرا گھر میرے میکے سے دور تھا' میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی' میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے شوہر کے انتقال کی اطلاع مجھ تک پہنچ گئی ہے اور میں ایک ایسے گھر میں رہ رہی ہوں جو میرے میکے کے گھر سے اور میرے بھائیوں کے گھر سے دور ہے' میرے شوہر نے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا جو مجھ پر خرچ کیا جائے' نہ کوئی ایسا مال چھوڑا ہے' جس کی میں وارث بنتی ہوں' نہ کوئی گھر چھوڑا ہے' جس کا وہ مالک تھا' اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مناسب سمجھیں' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے میکے چلی جاؤں یا اپنے بھائیوں کے گھر چلی جاؤں' کیونکہ مجھے یہی صورت زیادہ پسندیدہ ہے اور بعض معاملات کے حوالے سے یہی میرے لیے مناسب ہے' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اگر تم چاہو تو ایسا کرلو''۔

2031 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 2300 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 1204 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 3528 'ورقم الحدیث 3529 'ورقم الحدیث 3530 'ورقم الحدیث 3532

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں اس فیصلے پر خوشی خوشی وہاں سے نکلی جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی میرے بارے میں فیصلہ دیا تھا' میں ابھی مسجد میں ہی تھی یا شاید کسی حجرے میں ہی تھی تو نبی کریم ﷺ نے مجھے بلوایا' آپ ﷺ نے دریافت کیا: تم نے کیا بیان کیا ہے؟ وہ خاتون کہتی ہیں: میں نے آپ ﷺ کو پورا واقعہ سنایا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم اپنے اسی گھر میں ٹھہرو جہاں تمہارے شوہر کی وفات کی اطلاع آئی تھی' جب تک تمہاری عدت پوری نہیں ہو جاتی''۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے اسی گھر میں چار مہینے اور دس دن گزارے۔

شرح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتدہ (یعنی عدت میں بیٹھی ہوئی عورت) کو بلا ضرورت ایک مکان سے دوسرے مکان میں اٹھ آنا درست نہیں ہے۔ شرح السنہ میں لکھا ہے کہ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ جو عورت اپنے خاوند کے مرجانے کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو اس کے لئے سکنی یعنی شوہر ہی کے مکان میں عدت گزارنا) ضروری ہے یا نہیں چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت امام شافعی کے دو قول ہیں جس میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کے لئے سکنی ضروری ہے حضرت عمر حضرت عثمان حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت عبداللہ ابن عمر بھی اسی کے قائل تھے ان کی طرف سے یہی حدیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو فریعہ کو مکان منتقل کرنے کی اجازت دے دی مگر پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منتقل ہونے سے منع کر دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ اپنے شوہر کے اسی مکان میں عدت کے دن گزاریں اس سے ثابت ہوا کہ فریعہ کو پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجازت دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث (امکثی فی بیتک) الخ تم اپنے اسی گھر میں عدت میں بیٹھو) کے ذریعہ منسوخ ہوگیا۔

حضرت امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ معتدہ وفات کے لئے سکنی ضروری نہیں ہے بلکہ وہ جہاں چاہے عدت میں بیٹھ جائے اور یہی قول حضرت علی حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ کا بھی تھا اس قول کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فریعہ کو مکان میں منتقل ہونے کی اجازت عطا فرمادی تھی اور پھر بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ہی مکان میں عدت گزارنے کا جو حکم فرمایا وہ استحباب کے طور پر تھا۔

بَابُ: هَلْ تَخْرُجُ الْمَرْاَةُ فِي عِدَّتِهَا

یہ باب ہے کہ کیا کوئی عورت اپنی عدت کے دوران گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟

2032 -حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِى الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى مَرْوَانَ فَقُلْتُ لَهُ امْرَاَةٌ مِّنْ اَهْلِكَ طُلِّقَتْ فَمَرَرْتُ عَلَيْهَا وَهِيَ تَنْتَقِلُ فَقَالَتْ اَمَرَتْنَا

2032 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 5326 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2292

فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ وَاَخْبَرَتْنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا اَنْ تَنْتَقِلَ فَقَالَ مَرْوَانُ هِيَ اَمَرَتْهُمْ بِذٰلِكَ قَالَ عُرْوَةُ فَقُلْتُ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ عَابَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُ وَقَالَتْ اِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِيْ مَسْكَنٍ وَحْشٍ فَخِيفَ عَلَيْهَا فَلِذٰلِكَ اَرْخَصَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں مروان کے پاس آیا' میں نے ان سے کہا' تمہارے خاندان کی ایک خاتون کو طلاق ہوگئی ہے میں اس کے پاس سے گزرا تو وہ اپنے گھر سے منتقل ہو رہی تھی' اس نے بتایا: سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے ہمیں یہ ہدایت کی ہے اور انہوں نے ہمیں یہ بتایا ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ وہ اپنے گھر سے منتقل ہو جائیں' تو مروان بولا: اس خاتون نے ان لوگوں کو اس بات کی ہدایت کی ہے؟ عروہ کہتے ہیں: میں نے کہا: جی ہاں' اللہ کی قسم! سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حوالے سے تنقید بھی کی ہے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا ہے' فاطمہ کا گھر آبادی سے ہٹ کے تھا' تو اس کے حوالے سے اندیشہ تھا اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ اجازت دی تھی (کہ وہ اپنے گھر سے منتقل ہو جائے)۔

2033- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يُقْتَحَمَ عَلَيَّ فَاَمَرَهَا اَنْ تَتَحَوَّلَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے یہ اندیشہ ہے' کوئی میرے ہاں زبردستی داخل ہو جائے گا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منتقل ہونے کی ہدایت کردی تھی۔

2034- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ ح و حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ طُلِّقَتْ خَالَتِيْ فَاَرَادَتْ اَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ اَنْ تَخْرُجَ اِلَيْهِ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلٰى فَجُدِّيْ نَخْلَكِ فَاِنَّكِ عَسٰى اَنْ تَصَدَّقِيْ اَوْ تَفْعَلِيْ مَعْرُوْفًا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میری خالہ کو طلاق ہوگئی انہوں نے اپنے کھجوروں کے باغ سے کھجوریں توڑنے کا ارادہ کیا' تو ایک شخص نے انہیں اس بات پر ڈانٹا کہ وہ گھر سے نکل کر باغ جائیں وہ خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تم اپنی کھجوروں کو توڑ سکتی ہو ہوسکتا ہے تم انہیں صدقہ کردو یا تم انہیں کسی نیکی کے کام میں استعمال کرلو۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ کھجوریں اتنی مقدار میں ہو جائیں گی کہ ان پر زکوۃ واجب ہو جائے تم ان کی زکوۃ ادا کرو گی اور اگر بقدر نصاب نہیں ہوں گی تو پھر تم ان کے ذریعے احسان وسلوک کرو گی بایں طور کہ اپنے ہمسایوں اور فقراء

2033: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3702' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3549

2034: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3705' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2297' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3552

کو نفل صدقہ کے طور پر دو گی یا لوگوں کے پاس بطور تحفہ بھیجو گی اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ صدقہ نہ کرتیں تو ان کے لئے گھر سے باہر نکلنا جائز نہ ہوتا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو عورت طلاق بائن کی عدت میں بیٹھی ہو اس کو اپنی کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔

بَابُ: الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا هَلْ لَهَا سُكْنَى وَنَفَقَةٌ

یہ باب ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں ہو جائیں' کیا اسے رہائش اور خرچ کا حق ملے گا؟

2035- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ اَبِى الْجَهْمِ بْنِ صُخَيْرٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ تَقُوْلُ اِنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَلَمْ يَجْعَلْ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكْنَى وَلَا نَفَقَةً

◆◆ سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' ان کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں دے دیں' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رہائش اور خرچ کا حق نہیں دیا۔

2036- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُغِيْرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ طَلَّقَنِىْ زَوْجِىْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا سُكْنَى لَكِ وَلَا نَفَقَةَ

◆◆ سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دیں' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تمہیں رہائش اور خرچ کا حق نہیں ملے گا"۔

بَابُ: مُتْعَةِ الطَّلَاقِ

یہ باب ہے کہ طلاق کے وقت کچھ ساز و سامان دینا

2037- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ اَبُو الْاَشْعَثِ الْعِجْلِىُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ عَمْرَةَ بِنْتَ الْجَوْنِ تَعَوَّذَتْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اُدْخِلَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ عُذْتِ بِمُعَاذٍ فَطَلَّقَهَا وَاَمَرَ اُسَامَةَ اَوْ اَنَسًا فَمَتَّعَهَا بِثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ رَازِقِيَّةٍ

◆◆ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' عمرہ بنت جون نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگی' اس وقت جب اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا گیا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم نے ایک زبردست ذات کی پناہ حاصل کی ہے"۔

2037: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

پھر نبی کریم ﷺ نے اسے طلاق دے دی' آپ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی' تو انہوں نے ریشم کے بنے ہوئے تین کپڑے متاع کے طور پر انہیں دیئے۔

بَابُ: الرَّجُلِ يَجْحَدُ الطَّلَاقَ

یہ باب ہے کہ جب کوئی مرد طلاق دینے سے انکار کردے

2038- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِىْ سَلَمَةَ اَبُوْ حَفْصٍ التِّنِّيسِيُّ عَنْ زُهَيْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ادَّعَتِ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ زَوْجِهَا فَجَاءَتْ عَلٰى ذٰلِكَ بِشَاهِدٍ عَدْلٍ اسْتُحْلِفَ زَوْجُهَا فَاِنْ حَلَفَ بَطَلَتْ شَهَادَةُ الشَّاهِدِ وَاِنْ نَكَلَ فَنُكُولُهٗ بِمَنْزِلَةِ شَاهِدٍ اٰخَرَ وَجَازَ طَلَاقُهٗ

◄► عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' جب کوئی عورت شوہر کے طلاق دینے کا دعویٰ کرے اور اس بارے میں ایک عادل گواہ پیش کردے' تو شوہر سے اس حوالے سے قسم لی جائے گی' اگر وہ قسم اٹھالیتا ہے' تو گواہ کی گواہی باطل قرار دی جائے گی' اگر وہ انکار کر دیتا ہے' تو اس کا انکار کرنا دوسرے گواہ کی مانند ہو گا' اور اس کا طلاق دینا درست ہو گا (یعنی اس کی طلاق نافذ ہو جائے گی)۔

بَابُ: مَنْ طَلَّقَ اَوْ نَكَحَ اَوْ رَاجَعَ لَاعِبًا

یہ باب ہے کہ جو شخص ہنسی مذاق کے طور پر طلاق دے یا نکاح کرے یا رجوع کرے

2039- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَبِيْبِ بْنِ اَرْدَكَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ اَبِىْ رَبَاحٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَّهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''تین کام ایسے ہیں جس میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے نکاح، طلاق اور رجوع''۔

مذاق میں نکاح وطلاق کے حکم کا بیان

طلاق کے مسئلہ میں کھیلنا اور مذاق کرنے کی کوئی مجال نہیں، کیونکہ جمہور علماء کے ہاں مذاق میں دی گئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

2038: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2039 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2194 ' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1184

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین چیزوں کی حقیقت بھی حقیقی ہی ہے، اور ان میں مذاق بھی حقیقت ہے: نکاح اور طلاق اور رجوع کرنا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث (2194) سنن ترمذی رقم الحدیث (1184) سنن ابن ماجہ رقم الحدیث (2039)، اس حدیث کی صحت میں علماء کا اختلاف ہے،

اس حدیث کا معنی بعض صحابہ پر موقوف بھی وارد ہے: عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "چار چیزیں ایسی ہیں جب وہ بولی جائیں تو جاری ہوں گی طلاق، آزادی اور نکاح اور نذر" علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "تین چیزوں میں کوئی کھیل نہیں، طلاق اور آزادی اور نکاح" ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "تین اشیاء میں کھیل بھی حقیقت کی طرح ہی ہے: طلاق اور نکاح اور غلام آزاد کرنا" آپ کی بیوی نے بطور مذاق طلاق دینے کا مطالبہ کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے، اور پھر عورت کو بغیر ایسے عذر کے جو طلاق کو مباح کرتا ہو خاوند سے طلاق طلب کرنا حلال نہیں کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس عورت نے بھی اپنے خاوند سے بغیر تنگی اور سبب کے طلاق طلب کی اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

بَابُ: مَنْ طَلَّقَ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ بِهِ

یہ باب ہے کہ جو شخص دل ہی دل میں طلاق دیدے لیکن اس بارے میں کلام نہ کرے

2040- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَّعَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح و حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ جَمِيْعًا عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِاُمَّتِیْ عَمَّا حَدَّثَتْ بِهٖ اَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهٖ اَوْ تَكَلَّمْ بِهٖ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان چیزوں سے درگزر کیا ہے جو ان کے ذہنوں میں خیال آتے ہیں جب تک وہ عمل نہ کریں یا بات نہ کریں۔

بَابُ: طَلَاقِ الْمَعْتُوْهِ وَالصَّغِيْرِ وَالنَّائِمِ

یہ باب ہے کہ جس شخص کا ذہنی توازن ٹھیک نہ ہو جو شخص نابالغ ہو یا جو شخص سویا ہوا ہو اس کی طلاق دینے کا حکم

2040: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 2528' ورقم الحدیث 5269' ورقم الحدیث 6664' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 327' ورقم الحدیث 328' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2209' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1183' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 3434' ورقم الحدیث 3435' اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث 2044

2041- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ خِدَاشٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰی قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّغِيْرِ حَتّٰی يَكْبَرَ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰی يَعْقِلَ اَوْ يُفِيْقَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فِیْ حَدِيْثِهٖ وَعَنِ الْمُبْتَلٰی حَتّٰی يَبْرَاَ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: قلم تین لوگوں سے اٹھالیا گیا ہے سوئے ہوئے شخص سے جب تک وہ بیدار نہیں ہوجاتا، نابالغ سے جب تک وہ بڑا نہیں ہوجاتا اور پاگل سے جب تک اسے عقل نہیں آجاتی یا افاقہ نہیں ہوجاتا۔ ابوبکر نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں بیمار شخص سے جب تک وہ ٹھیک نہیں ہوجاتا۔

2042- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَنْبَاَنَا الْقَاسِمُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُرْفَعُ الْقَلَمُ عَنِ الصَّغِيْرِ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ وَعَنِ النَّائِمِ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "قلم' بچے' پاگل اور سوئے ہوئے شخص سے اٹھالیا گیا ہے"۔

شرح

اور ہر شوہر کی (دی ہوئی) طلاق واقع ہوجاتی ہے' جبکہ وہ شوہر عاقل ہو اور بالغ ہو۔ بچے' پاگل اور سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "ہر طلاق ہوجاتی ہے سوائے بچے اور پاگل کی دی ہوئی طلاق کے"۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے: اہلیت عقل کی دلیل سے ہوتی ہے' جو تمیز کرسکتی ہو اور یہ دونوں (یعنی بچہ اور پاگل) عقل نہیں رکھتے۔ جبکہ سویا ہوا شخص اختیار نہیں رکھتا۔ (ھدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر طلاق واقع ہوجاتی ہے مگر بے عقل اور مغلوب العقل کی طلاق واقع نہیں ہوتی امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کے ایک راوی عطاء بن عجلان روایت حدیث میں ضعیف شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ ان کے حافظہ میں حدیث محفوظ نہیں رہتی تھی۔

امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک اس حدیث کے مطابق ہے کیونکہ ان کے نزدیک کبھی دیوانے کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہاں حدیث میں معتوہ سے دیوانہ مراد ہے یعنی وہ شخص جو کبھی تو مسلوب العقل رہتا ہو اور کبھی اس کی عقل ٹھکانے رہتی ہو قاموس میں لکھا ہے کہ عتہ جو معتوہ کا مصدر ہے کے معنی ہیں کم عقل ہونا مدہوش ہونا اور صراح میں لکھا ہے کہ معتوہ الٹے ہوئے ڈول اور بے عقل شخص کو بھی کہتے ہیں چنانچہ فقہ کی کتابوں میں اس کے یہی معنی بیان کئے گئے ہیں اس اعتبار سے حدیث کا یہ جملہ المغلوب علی عقلہ گویا لفظ معتوہ کا عطف تفسیری ہے یعنی اس جملہ میں معتوہ کی وضاحت مقصود ہے اسی لئے بعض روایات میں المغلوب بغیر واؤ کے ہے۔

اس تفصیل سے یہ ثابت ہوا کہ جب معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی تو مجنون مطلق یعنی پاگل شخص کہ جو سرے سے عقل وشعور

2041: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 4398 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 3432

رکھتا ہی نہیں اس کی طلاق بطریق اولی واقع نہیں ہوگی چنانچہ زین العرب نے کہا ہے کہ یوں تو معتوہ ناقص العقل اور مغلوب العقل کو کہتے ہیں لیکن مجنون سویا ہوا شخص مدہوش اور ایسا مریض کہ جس کی عقل اس کے مرض کی وجہ سے جاتی رہے وہ بھی اس لفظ کے مفہوم میں شامل ہیں یعنی ان سب کی بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لفظ معتوہ کے بارے میں علامہ ابن ہمام نے بعض علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ معتوہ اس شخص کو کہتے ہیں جو ناقص العقل و کم سمجھ اور پریشان کلام ہو یعنی بے عقلی اور نا سمجھی کی باتیں کرتا ہو اور فاسد التدبیر یعنی بے عقلی اور بے سمجھی کے کام کرتا ہو لیکن نہ تو مارتا پھرتا ہو اور نہ گالیاں بکتا پھرتا ہو بخلاف مجنوں کے کہ لوگوں کو مارتا اور گالیاں بکتا پھرتا ہے۔

امام ترمذی کے قول کے مطابق اس حدیث کا راوی اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہ سے منقول ہے کہ کل طلاق جائز الا طلاق المعتوہ یعنی ہر طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص مرفوع القلم ہیں یعنی ان تین شخصوں کے اعمال نامہ اعمال میں نہیں لکھے جاتے کیونکہ ان کے کسی قول وفعل کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ مواخذہ سے بری ہیں ایک تو سویا ہوا شخص جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو دوسرا لڑکا جب تک وہ بالغ نہ ہو تیسرا بے عقل شخص جب تک کہ اس کی عقل درست نہ ہو جائے (ترمذی) اور دارمی نے اس روایت کو حضرت عائشہ سے اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ سے اور حضرت علی سے نقل کیا ہے۔

نابالغ کی طلاق کا فقہی حکم

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: بالغ ہونے سے پہلے انسان پر اللہ کریم کی طرف سے کوئی حکم واجب نہیں ہوتا اسی طرح بلوغ سے پہلے دی جانے والی طلاق کو بھی شریعت نے جائز اور نافذ قرار نہیں دیا۔ حدیث پاک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ تین شخصوں سے تکلیف اٹھالی گئی ہے (۱) سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کے بیدار ہو جائے (۲) بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے (۳) پاگل سے یہاں تک کہ وہ عقل والا ہو جائے۔ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ مشکوۃ) ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں لا یجوز طلاق الصبی والمجنون: بچے اور پاگل کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ (فتح قدیر، کتاب طلاق)

سوئے ہوئے شخص کی طلاق کا حکم

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس سے پہلے بچوں کی طلاق کے ذیل میں ایک روایت گزر چکی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے تین افراد کو شریعت کے احکام کی بجا آوری سے معاف کیے جانے کا حکم بیان فرمایا ہے ان میں ایک وہ شخص بھی ہے جو سویا ہوا ہو۔ سونے کی حالت میں نہ تو اس پر کسی عبادت کی ادائیگی واجب ہوتی ہے اور نہ اس حالت میں اس کا کوئی تصرف معتبر ہوتا ہے۔ اس لیے اگر کسی شخص نے اسی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی تو اس کی طلاق واقعہ نہیں ہوگی

صاحب درمختار نے بھی یہی لکھا ہے۔ اور نہ سوئے ہوئے کی طلاق واقع ہوتی ہے اس حالت میں ارادہ واختیار ختم ہونی کی دلیل سے اس شخص کا کلام صدق، کذب خبر، انشاء وغیرہ کے ساتھ متصف نہیں ہوتا ہے۔ (درمختار مع ردالمختار ج 3 ص 243-244)

پاگل کی طلاق کا فقہی بیان

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا معتوہ کی طلاق کے علاوہ ہر طلاق واقع ہو جاتی ہے اس حدیث کو ہم صرف عطاء بن عجلان کی روایت سے مرفوع جانتے ہیں اور وہ ضعیف ہیں اور حدیثیں بھول جاتے ہیں علماء کا اسی پر عمل ہے کہ دیوانے کی طلاق واقع نہیں ہوتی مگر وہ دیوانہ جسے کبھی کبھی ہوش آ جاتا ہو اور وہ اسی حالت میں طلاق دے تو طلاق ہو جائے گی۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1202)

علامہ ابن عابدین شامی تلویح سے نقل کرتے ہوئے جنون کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جنون اس قوت کے مختل ہو جانے کا نام ہے جس کے ذریعہ انسان اچھے اور برے افعال کے درمیان فرق کرتا ہے اور جس کے ذریعہ عمل کے نتائج اور انجام کار کے متعلق سوچتا ہے اس کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ حالت جنون میں اس کا کوئی تصرف صحیح نہیں ہوگا اگر اس نے اپنی بیوی کو اسی حالت میں طلاق دے دی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ البتہ اگر جنوں پیدا ہونے سے پہلے کسی نے اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا تھا۔ مثلاً کہ اگر میکہ گئی تو تجھ پر طلاق یہ کہنے کے بعد وہ پاگل ہو گیا اور عورت اس کے جنون کی حالت میں میکے چلی گئی تو یہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ درمختار میں ہی: اور نہ مجنون کی طلاق واقع ہوگی۔ سوائے اس کے کہ عقل وہوش کی حالت میں مشروط طلاق دی ہو پھر مجنون ہو گیا اور اسی حالت میں شرط پائی گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ (درمختار مع ردالمختار، کتاب طلاق)

سَفِیہ (کم عقل) کی طلاق کا حکم

سفیہ لغت میں خفت اور ہلکا پن کے معنی میں آتا ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں سفاہت سے مراد کم عقلی ہے جس کی دلیل سے آدمی اپنے مال پر اسطرح تصرف کرتا ہے جو عقل کے تقاضہ کے خلاف ہو ایسے شخص کو عرف عام میں خفیف العقل کہا جاتا ہے ایسے شخص کی طلاق کو بھی شریعت نے صحیح قرار دیا ہے۔ درمختار میں ہے :او سفیها خفیف العقل : یا طدق دینے والا خفیف العقل ہو تو اسکی بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

مجنون کی طلاق معلق کے وقوع کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مجنون نے ہوش کے زمانہ میں کسی شرط پر طلاق معلق کی تھی اور وہ شرط زمانہ جنون میں پائی گئی تو طلاق ہو گئی۔ مثلاً یہ کہا تھا کہ اگر میں اس گھر میں جاؤں تو تجھے طلاق ہے اور اب جنون کی حالت میں اُس گھر میں گیا تو طلاق ہو گئی ہاں اگر ہوش کے زمانہ میں یہ کہا تھا کہ میں مجنون ہو جاؤں تو تجھے طلاق ہے تو مجنون ہونے سے طلاق نہ ہو گی۔ (درمختار، ج ۴، ص ۴۳۷)

بَاب :طَلَاقِ الْمُكْرَهِ وَالنَّاسِيْ

یہ باب ہے کہ جس شخص کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے یا جو شخص بھول کر طلاق دیدے

2043-حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ الْفِرْيَابِيُّ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ سُوَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ الْهُذَلِيُّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِيْ ذَرِّ الْغِفَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَاَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطاء اور بھول چوک سے درگزر کیا ہے اور اس چیز سے بھی جس پر انہیں مجبور کیا گیا ہو''۔

2044-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِاُمَّتِيْ عَمَّا تُوَسْوِسُ بِهٖ صُدُوْرُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهٖ اَوْ تَتَكَلَّمْ بِهٖ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان چیزوں سے درگزر کیا ہے' جو ان کے دلوں میں وسوسے پیدا ہوتے ہیں' جب تک وہ اس پر عمل نہیں کرتے یا اس کے حوالے سے کلام نہیں کرتے اور ان چیزوں سے بھی درگزر کیا ہے' جس پر انہیں مجبور کیا گیا ہو''۔

2045-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفّٰى الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَاَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطاء' نسیان اور زبردستی کو اٹھالیا ہے''۔

2046-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا طَلَاقَ وَلَا عَتَاقَ فِيْ اِغْلَاقٍ

◆◆ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:''اغلاق (زبردستی مجبور کیے جانے) کی حالت

2042:اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2043:اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2045:اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2046:اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

میں طلاق اور عتاق (غلام آزاد کرنا) نہیں ہوتے"۔

شرح

اور جس شخص کو زبردستی طلاق دینے پر مجبور کیا گیا ہو اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے اس بارے میں امام شافعی کی دلیل مختلف ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: مجبور کرنا اختیار کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور اختیار کی دلیل سے شرعی تصرف معتبر ہوتا ہے' جبکہ مذاق میں طلاق دینے والے کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ وہ طلاق کے الفاظ استعمال کرنے کے بارے میں مختار ہوتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: اس شخص نے اپنی منکوحہ کو ایسی حالت میں طلاق دینے کا ارادہ کیا ہے جب وہ طلاق دینے کا اہل ہے' لہٰذا وہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے' اس کے حکم سے لاتعلق نہیں ہو سکتا' اور اس کو طائع پر قیاس کیا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے: اس نے دو طرح کی برائیوں کو جانا اور ان میں سے آسان کو اختیار کر لیا تو یہ اس کے اختیار کی نشانی ہے البتہ وہ اس کے حکم سے راضی نہیں ہے اور یہ بات اس حوالے سے رکاوٹ نہیں ہو سکتی جیسے مذاق میں طلاق دینے والے (کا بھی یہی حکم ہے)۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

مجبوری (اِکراہ) کی طلاق

الاکراہ لغوی طور پر یہ اَکْرِهَ یَکْرَہ سے مصدر ہے۔ یعنی کسی کو ایسے کام کے کرنے یا چھوڑنے پر مجبور کیا جائے جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ اصلاً یہ کلمہ رضا اور پسند کی مخالفت پر دلالت کرتا ہے۔ امام فرا کہتے ہیں۔

يقال أقامني على كره ــ بالفتح ــ إذا أكرهك عليه إلىٰ أن قال: فيصير الكره بالفتح فعل المضطر (اللسان: ۳۸۶۵۵)

کہا جاتا ہے مجھے مجبور کیا گیا۔ یعنی جب یہ فتحہ کے ساتھ ہو تو اس سے مراد مجبور شخص کا فعل ہوگا۔

اکراہ کی اصطلاحی تعریف کا بیان

انسان کا ایسا کام کرنا یا کوئی ایسا کام چھوڑنا جس کے لیے وہ راضی نہ ہو۔ اگر اسے مجبور کیے بغیر آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ ایسا نہ کرے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اکراہ سے مراد آدمی کا کوئی ایسا کام کرنا ہے جو وہ کسی دوسرے کے لیے انجام دیتا ہے۔

(معجم لغۃ الفقہاء، ص ۸۵)

مختلف اعتبار سے اِکراہ کی متعدد اقسام ہیں۔ اِکراہ اقوال میں بھی ہو سکتا ہے اور افعال میں بھی۔ جہاں تک افعال کا تعلق ہے تو اس کی بھی دو اقسام ہیں: مجبور اور غیر مجبور۔

اَقوال میں اکراہ ہونے کا بیان

علمائے کرام نے اقوال میں جبر کی صحت کو تسلیم کیا اور اس پر اتفاق کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جو شخص حرام قول پر مجبور کیا جائے، اُس پر جبر معتبر مانا جائے گا۔ اسے وہ حرام بات کہ کر اپنے آپ کو چھڑانا جائز ہے اور اس پر کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ زبردستی کا تصور تمام اقوال میں پایا جاتا ہے، لہٰذا جب کوئی شخص کسی بات کے کہنے پر مجبور کر دیا جائے تو اس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوگا اور وہ لغو

جائے گا۔

اس سلسلے میں احناف نے فسخ اور عدم فسخ کے مابین تفریق کو ملحوظ رکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر اکراہ خرید وفروخت اور اُجرت دینے میں ہو پھر تو وہ فسخ ہو جائے گا، لیکن طلاق، عتاق (آزادی) اور نکاح میں فسخ کا احتمال باقی نہیں رہے گا۔ لہٰذا جو شخص بیع و تجارت کے لیے مجبور کیے جانے کے بعد بیع کرلے تو اس کو اختیار ہے، چاہے تو اس بیع کو باقی رکھے یا پھر فسخ کردے، لیکن طلاق، آزادی اور نکاح میں میں اختیار باقی نہیں رہے گا۔ (العنایۃ والکفایۃ: ۱۲۶۸)

تاہم اس ضمن میں اگر ادلہ شرعیہ کا جائزہ لیا جائے تو عدم تفریق کا قول زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ فرمانِ عالی شان ہے:

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (النحل: ۱۰۶)

مگر یہ کہ وہ مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔

امام شافعی اس کے متعلق فرماتے ہیں: **إن الله سبحانه وتعالىٰ لما وضع الكفر عمن تلفظ به حال الكراه اسقط عنه أحكام الكفر، كذلك سقط عن المكره ما دون الكفر لأن الأعظم إذا سقط سقط ما هو دونه من باب أولىٰ** (الام: ۳، ۲۷۰)

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حالتِ اکراہ میں کلمۂ کفر کہنے میں رخصت عنایت کی ہے اور اس سے کفریہ احکام ساقط کیے ہیں، بالکل اسی طرح کفر کے علاوہ دیگر چیزیں بھی مجبور سے ساقط ہو جائیں گی، کیونکہ جب بڑا گناہ ساقط ہو گیا تو چھوٹے گناہ تو بالاولیٰ ساقط ہو جائیں گے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

- **إن الله وضع عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه** (سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۵)

اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے خطا و نسیان اور مجبوری سے کیے جانے والے کام معاف کر دیئے ہیں۔

ابن قیم الجوزیہ کہتے ہیں: مجبور کے کسی کلام کا کوئی اعتبار نہیں ہے، قرآن کریم بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے، وہ کافر نہیں ہوگا اور اسی طرح جو اسلام کے لیے مجبور کیا جائے، اسے مسلمان بھی تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ سنت میں بھی واضح اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجبور شخص سے تجاوز کیا ہے اور اس کو مؤاخذے سے بری قرار دیا ہے اس کے بعد امام ابن قیم اقوال اور افعال میں اکراہ کے مابین فرق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اَقوال میں اکراہ اور افعال میں اکراہ کے مابین فرق یہ ہے کہ افعال کے وقوع پذیر ہو جانے کے بعد اس کے مفاسد کا خاتمہ ناممکن ہے۔ جبکہ اقوال کے مفاسد کو سوئے ہوئے اور مجنون پر قیاس کرتے ہوئے دور کیا جا سکتا ہے۔ (زاد المعاد ۵۵، ۲۰۶)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اکراہ (جبر) کی ایک تقسیم درست اور غیر درست کے اعتبار سے بھی کی گئی ہے۔ غیر درست اکراہ تو وہ ہے کہ جس میں ظلم و زیادتی سے کوئی بات منوائی گئی ہو۔ جبکہ درست اِکراہ یہ ہے کہ جس میں حاکم کسی شخص کو اپنا مال بیچنے پر مجبور کرے تاکہ وہ اس سے اپنا قرض ادا کرے۔ یا وہ ایلاء کرنے والے کو طلاق دینے پر مجبور کرے جب کہ وہ رجوع کرنے سے انکار کرے۔

(جامع العلوم والحکم ص ۳۷۷)

اکراہ کی شرائط کا بیان

اہل علم نے اکراہ کی درج ذیل شرائط کا تذکرہ کیا ہے۔

۱-اکراہ اس شخص کی طرف سے ہوگا جو صاحب قدرت ہو جیسے حکمران۔

۲-مجبور کو ظن غالب ہو کہ اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو یہ وعید اور اپنی دھمکی کو نافذ کر دے گا اور مجبور اس سے بچنے یا بھاگنے سے عاجز ہو۔

۳-اکراہ ایسی چیز سے ہو جس سے مجبور کو نقصان پہنچنے کا ڈر ہو۔ (شرح الکبیر:۳۶۷/۲)

ان شروط پر مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے اتفاق کا اظہار کیا ہے۔ البتہ ان میں سے کچھ لوگوں نے چند دیگر شرائط کا اضافہ بھی کیا ہے۔ ظاہر بات یہ ہے کہ اکراہ کی تحدید حاکم اور مفتی کے ساتھ خاص کی جائے گی اور انہی کے ثابت کردہ اکراہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ لوگوں کے احوال کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ (الکفایہ:۱۶۸۸)

اکراہ کی صورت میں وقوع طلاق میں فقہی مذاہب اربعہ

اس تحریر میں مجبوری کی طلاق کو موضوع بحث بنانے کا مقصد اس قضیے کا حل ہے کہ ایسی طلاق وقوع پذیر ہوتی ہے یا نہیں؟

امام مالک علیہ الرحمہ، شافعی، احمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہی قول عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، ابن عمر، ابن زبیر، ابن عباس اور دیگر کثیر جماعت کا ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین نے اس طلاق کے وقوع کا موقف اختیار کیا ہے اور یہی موقف شعبی نخعی اور ثوری کا بھی ہے۔ (الکفایہ والعنایہ ۳۴۳)

سبب اختلاف یہ ہے کہ مجبور کیا جانے والا مختار ہے یا نہیں؟ کیونکہ طلاق کے الفاظ بولنے والے کا ارادہ تو طلاق دینے کا نہیں ہوتا اور وہ تو اپنے لئے دو برائیوں میں سے کم تر برائی کو اختیار کر رہا ہوتا ہے اور وہ مجبور کرنے والے کی وعید سے بچنے کے لیے طلاق دینے کو اختیار کر لیتا ہے۔

فقہاء احناف اور ان کے مؤیدین کے دلائل

۱-نصب الرایہ میں ہے کہ ایک آدمی سو رہا تھا کہ اس کی بیوی نے چھری پکڑ کر اس کے گلے پر رکھی اور دھمکی دی کہ تو مجھے طلاق دے، ورنہ میں تیرا کام تمام کر دوں گی۔ اس شخص نے اسے اللہ کا واسطہ دیا لیکن وہ نہ مانی۔ لہٰذا اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام ماجرا بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاقیلولة فی الطلاق (نصب الرایہ:۳۲۲۳) طلاق میں کوئی فسخ نہیں ہے۔

۲-ابوہریرہ سے روایت ہے: ثلاث جدھن جد، وھزلھن جد: النکاح والطلاق والرجعة۔ (سنن ترمذی ۱۱۸۴)

تین چیزوں کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے۔ نکاح، طلاق اور رجوع۔

احناف اس حدیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ مذاق کرنے والے کا مقصد تو وقوع طلاق نہیں ہوتا بلکہ اس نے فقط

لفظ کا ارادہ کیا ہوتا ہے۔ اس کی طلاق کا واقع ہونا واضح کرتا ہے کہ مجرد لفظ کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔ اس طرح مجبور کو بھی مذاق کرنے والے پر قیاس کیا جائے گا، کیونکہ دونوں کا مقصود لفظ ہوتا ہے، معنیٰ مراد نہیں ہوتا۔ (فتح القدیر: ۳۴۴۳)

۳-حضرت عمر سے مروی ہے:

أربع مبهمات مقفولات ليس فيهن رد: النكاح والطلاق، والعتاق والصدقة (ایضاً)

چار مبہم چیزیں بند کی ہوئی ان میں واپسی نہیں ہو سکتی: نکاح، طلاق، آزادی اور صدقہ

۴-ایک حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والدِ گرامی سے متعلق ہے جب ان دونوں سے مشرکین نے نہ لڑنے کا حلف لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نفي لهم بعهدهم ونستعين الله عليهم (صحیح مسلم: ۱۷۸۷)

ہم ان سے معاہدہ پورا کریں گے اور اللہ سے ان کے خلاف مدد مانگیں گے۔ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ قسم حالت اکراہ اور غیر اکراہ میں برابر ہے۔ لہٰذا مجرد لفظ کے ساتھ کسی حکم کی نفی کے لیے اکراہ کو معتبر نہیں مانا جائے گا۔ جیسا کہ طلاق۔ (فتح القدیر: ۳۴۴۳)

۵-اُن کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ مکلف کی طرف سے ایسے محل میں طلاق ہے جس کا وہ مالک ہے لہٰذا اس پر غیر مجبور کی طلاق کے احکام مرتب ہوں گے۔ (الھدایۃ: ۳۴۴۳)

مجبوری کی طلاق کے غیر معتبر ہونے بعض اہل ظواہر کے دلائل

۱-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: لا طلاق ولا عتاق فی غلاق (مسند احمد: ۲۶۷۲۷)

زبردستی کی کوئی طلاق اور آزادی نہیں ہے۔ اور اِکراہ زبردستی میں شامل ہے، کیونکہ مجبور و مکرہ شخص تصرف کا حق کھو بیٹھتا ہے۔

۲-حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے۔

كل طلاق جائز إلا طلاق المعتوه والمكره (سنن ترمذی: ۱۱۹۱)

دیوانے اور مکرہ کے سوا ہر ایک کی طلاق جائز ہے۔

۳-صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس کا قول ہے۔

طلاق السكران والمستكره ليس بجائز (صحيح بخاری، ترجمة الباب: باب الطلاق فی الغلاق)

مجبوری اور نشے کی حالت میں طلاق جائز نہیں ہے۔

۴-ثابت بن احنف نے عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب کی اُم ولد سے نکاح کر لیا۔ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب نے مجھے بلایا۔ میں اُن کے ہاں آیا تو وہاں دو غلام کوڑے اور زنجیریں پکڑ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس نے مجھ سے کہا: تو نے

میرے باپ کی اُمِّ ولد سے میری رضا کے بغیر نکاح کیا ہے۔ میں تجھے موت کے گھاٹ اُتار دوں گا۔ پھر کہنے لگا: تو طلاق دیتا ہے یا میں کچھ کروں؟ تو میں نے کہا: ہزار بار طلاق۔ میں اس کے ہاں سے نکل کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا: یہ طلاق نہیں ہے، اپنی بیوی کے پاس چلا جا۔ پھر میں عبداللہ بن زبیر کے پاس آیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا۔

(مؤطا امام مالک علیہ الرحمہ، کتاب الطلاق، باب جامع الطلاق: ۱۲۴۵)

۵- چونکہ یہ قول زبردستی منوایا جاتا ہے، اس لیے یہ کوئی تاثیر نہیں رکھتا۔ جیسا کہ مجبوری کی حالت میں کلمۂ کفر کہنا۔

(المغنی: ۱۰/۳۵۱، زاد المعاد: ۲۰۴۵)

بَابُ: لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ

یہ باب ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی

2047- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَنْبَأَنَا عَامِرٌ الْأَحْوَلُ ح و حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَعِيلَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ جَمِيعًا عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا طَلَاقَ فِيمَا لَا تَمْلِكُ

◄► عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''تم جس کے مالک نہ ہو، وہ طلاق نہیں ہوتی''۔

2048- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا طَلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ وَلَا عِتْقَ قَبْلَ مِلْكٍ

◄► حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی اور ملکیت سے پہلے غلام آزاد کرنا نہیں ہوتا''۔

2049- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنْ جُوَيْبِرٍ عَنِ الضَّحَّاكِ عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ

◄► حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی''۔

شرح

اور اگر مرد نے یہ کہا: میرے تمہارے ساتھ شادی کرنے سے پہلے ہی تمہیں طلاق ہے تو کوئی چیز واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اس

2047: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1181، اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2191، ورقم الحدیث: 2192

2048: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2049: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

نے طلاق کی نسبت ایسی حالت کی طرف کی ہے' جو ملکیت کے منافی ہے' تو یہ اسی طرح ہوگا' جیسے مرد نے یہ کہا ہو: میں نے تمہیں اس وقت طلاق دی جب میں بچہ تھا' یا جب میں سویا ہوا تھا' یا پھر یہ اطلاع کے طور پر درست ہوگا۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

حکم بیان کرتے ہیں یحییٰ بن حمزہ نے مجھ سے بیان کیا میں یہ بات یقین سے کرسکتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ نے اہل یمن کو خط کے ذریعے یہ حکم بھیجا تھا کہ قرآن کو صرف باوضو ہاتھ لگا سکتا ہے اور شادی سے پہلے طلاق نہیں دی جاسکتی اور (غلام یا کنیز) کو خریدنے سے پہلے آزاد نہیں کیا جاسکتا۔ امام ابومحمد دارمی سے اس حدیث کے راوی سلیمان بن ابوداؤد جنہوں نے زہری سے یہ روایت نقل کی ہے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو امام ابومحمد دارمی نے کہا میرا خیال ہے کہ یہ صاحب حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سیکرٹری تھے۔ (سنن دارمی، جلد دوم رقم الحدیث 124)

نکاح سے قبل طلاق میں مذاہب فقہاء

حضرت علی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی مالک ہونے سے پہلے غلام کو آزاد نہیں کیا جاسکتا اور پے در پے کے روزے یعنی رات کو افطار کئے بغیر مسلسل وپیہم روزے رکھے چلے جانا) جائز نہیں ہے (یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے جائز تھا) بالغ ہونے کے بعد کوئی یتیم نہیں رہتا یعنی جس کے ماں باپ نہ ہوں اور وہ بالغ ہو جائے تو اسے یتیم نہیں کہیں گے) دودھ پینے کی مدت کے بعد دودھ پینا رضاعت میں شامل نہیں (یعنی دودھ پینے کی مدت دو سال یا ڈھائی سال ہے اور دودھ پینے کے سبب جو حرمت نکاح ہوتی ہے وہ اس مدت کے بعد دودھ پینے سے ثابت نہیں ہوتی) اور دن بھر چپ رہنا جائز نہیں ہے (یا یہ کہ اس کا کوئی ثواب نہیں ہے) (شرح السنۃ)

اس روایت میں چند اصولی باتوں کو ذکر کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح سے پہلے ہی طلاق دے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ طلاق دراصل نکاح کا جزء ہے کہ اگر نکاح کا وجود پایا جائے گا تو اس پر طلاق کا اثر بھی مرتب ہوگا اور جب سرے سے نکاح ہی نہیں ہوگا تو طلاق کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہوگی۔

اسی طرح فرمایا گیا کہ غلام جب تک اپنی ملکیت میں نہ آجائے اس کو آزاد کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوں گے، اگر کوئی شخص کسی ایسے غلام کو آزاد کر دے جس کا وہ ابھی تک مالک نہیں بنا ہے تو وہ غلام آزاد نہیں ہوگا اس اعتبار سے یہ حدیث حضرت امام شافعی اور امام احمد کے مسلک کی دلیل ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح سے پہلے طلاق کی اضافت سبب ملک کی طرف کرے تو درست ہے مثلاً زید کسی اجنبی عورت سے یوں کہے کہ اگر میں تم سے نکاح کروں تو تم پر طلاق ہے یا یہ کہے کہ میں جس عورت سے بھی) نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو اس صورت میں اگر زید اس عورت سے نکاح کرے گا تو نکاح کے وقت اس پر طلاق پڑ جائے گی۔

اسی طرح اگر کوئی شخص آزادی کی اضافت ملک کی طرف کرے مثلاً یوں کہے کہ اگر میں اس غلام کا مالک بنوں تو یہ آزاد ہے یا یہ کہے کہ میں جس غلام کا مالک بنوں وہ آزاد ہے تو اس صورت میں وہ غلام اس شخص کی ملکیت میں آتے ہی آزاد ہو جائے گا۔

لہٰذا یہ حدیث حنفیہ کے نزدیک نفی تنجیز پر محمول ہے یعنی اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس طلاق کا کبھی بھی کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا بلکہ اسکا مطلب صرف یہ ہے کہ جس لمحہ اس نے طلاق دی ہے اس لمحہ طلاق نہیں ہوگی لہٰذا اس طرح اس حدیث سے طلاق کی تعلیق کی نفی نہیں ہوتی۔

ایک بات یہ فرمائی گئی ہے کہ دن بھر چپ رہنا جائز یالا حاصل ہے اس ممانعت کی دلیل یہ ہے کہ پچھلی امتوں میں چپ رہنا عبادت کے زمرہ میں آتا تھا۔ اور دن بھر چپ رہنا تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ ہماری امت میں یہ درست نہیں ہے کہ اس کی دلیل سے کچھ ثواب حاصل نہیں ہوتا ہاں اپنی زبان کو لایعنی کلام اور بری باتوں میں مشغولیت کے بجائے یقیناً یہ زیادہ بہتر ہے کہ اپنی زبان کو ہر وقت خاموش رکھا جائے۔

بَابُ: مَا يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ مِنَ الْكَلَامِ

یہ باب ہے کہ جس کلام کے ذریعے طلاق ہو جاتی ہے

2050- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ سَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ أَيُّ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعَاذَتْ مِنْهُ فَقَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ ابْنَةَ الْجَوْنِ لَمَّا دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَنَا مِنْهَا قَالَتْ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُذْتِ بِعَظِيمٍ الْحَقِي بِأَهْلِكِ

امام اوزاعی بیان کرتے ہیں: میں نے امام زہری سے دریافت کیا: نبی کریم ﷺ کی ازواج میں سے کون سی خاتون نے آپ ﷺ سے پناہ مانگی تھی؟ تو انہوں نے بتایا: عروہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کیا ہے "جون" کی صاحبزادی کے پاس جب نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے جب آپ ﷺ اس کے قریب ہوئے تو وہ بولی میں آپ ﷺ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نے ایک عظیم ذات کی پناہ حاصل کی ہے تم اپنے میکے واپس چلی جاؤ۔

بَابُ: طَلَاقِ الْبَتَّةِ

یہ باب طلاق بتہ کے بیان میں ہے

2051- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ مَا أَرَدْتَ بِهَا قَالَ وَاحِدَةً قَالَ آللّٰهِ مَا أَرَدْتَ بِهَا إِلَّا وَاحِدَةً قَالَ آللّٰهِ مَا أَرَدْتُ بِهَا إِلَّا وَاحِدَةً قَالَ فَرَدَّهَا عَلَيْهِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَاجَةَ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ عَلِيَّ بْنَ مُحَمَّدٍ الطَّنَافِسِيَّ يَقُولُ مَا

2050 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5254 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3417

2051: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2206 ' ورقم الحدیث: 2207 ' ورقم الحدیث: 2208 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1177

اَشْرَفَ هٰذَا الْحَدِيْثَ قَالَ ابْن مَاجَةَ اَبُوْ عُبَيْدٍ تَرَكَهُ نَاجِيَةُ وَاَحْمَدُ جَبُنَ عَنْهُ

◆◆ عبداللہ بن علی اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دیدی پھر وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا: تو نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا تم نے اس کے ذریعے کیا ارادہ کیا تھا؟ اس نے جواب دیا: ایک کا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا واقعی تم نے ایک کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! میں نے صرف ایک ہی کا ارادہ کیا تھا۔ راوی کہتے ہیں: تو نبی کریم ﷺ نے اس کی بیوی کو اس کے پاس واپس بھجوا دیا۔

امام ابن ماجہ کہتے ہیں: میں نے شیخ ابوالحسن طنافسی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے یہ حدیث کتنی عمدہ ہے۔

امام ابن ماجہ کہتے ہیں: (اس روایت کے ایک راوی) ابوعبید کو ناجیہ نے متروک قرار دیا ہے' جبکہ امام احمد نے اس سے روایت نقل کرنے میں بخل سے کام لیا ہے۔

طلاق بتہ کے معنی ومفہوم کا بیان

حضرت عبداللہ بن یزید بن رکانہ اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو بتہ طلاق دی آپ نے پوچھا اس سے آپ کی کیا مراد ہے کتنی طلاقیں مراد ہیں میں نے کہا کہ ایک۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم۔ پس آپ نے فرمایا وہی ہوگی جو تم نے نیت کی۔ اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

علماء، صحابہ، اور دوسرے علماء کا لفظ البتہ کے استعمال میں اختلاف ہے کہ اس سے کتنی طلاقیں مراد ہوتی ہیں حضرت عمر سے مروی ہے کہ یہ ایک ہی طلاق ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس سے تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ طلاق دینے والے کی نیت کا اعتبار ہے اگر ایک طلاق کی نیت کی ہو تو ایک اگر تین کی نیت کی ہو تو تین واقع ہوتی ہیں لیکن اگر دو کی نیت کی ہو تو ایک ہی واقع ہوگی۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ بن انس فرماتے ہیں اگر لفظ البتہ کے ساتھ طلاق دے اور عورت سے صحبت کرچکا تو تین طلاق واقع ہوں گی۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر ایک طلاق کی نیت ہو تو ایک واقع ہوگی اور رجوع کا اختیار ہوگا اگر دو کی نیت کی ہو تو دو اگر تین کی نیت کی ہو تو تین واقع ہوں گی۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1185)

لفظ ''سراح'' کے صریح ہونے یا نہ ہونے میں فقہی مذاہب

لفظ "السراح" جمہور فقہاء کے ہاں طلاق کے صریح الفاظ میں شامل نہیں ہوتا، اس لیے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اسرحی کے الفاظ بولے تو اس سے طلاق کی نیت کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

شافعیہ اور بعض حنابلہ کہتے ہیں کہ: یہ طلاق کے صریح الفاظ میں شامل ہوتا ہے، اس لیے اگر خاوند نے بیوی سے "اسرحی" کہا تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور خاوند کا قول نیت نہ کرنا قبول نہیں ہوگا، الا یہ کہ اگر اس پر کوئی قرینہ دلالت کرے کہ وہ اس سے طلاق مراد نہیں لے رہا تھا۔

مثلاً اگر وہ بیوی سے فصل والی جگہ میں جلدی جانے کا کہنے کے بعد "اسرحی" کہے۔ اور شافعی حضرات میں سے ابن حجر مکی رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ: "اسرحی" کنایہ کے الفاظ میں شامل ہوتا ہے، کیونکہ یہ سرح بغیر شد کے میں سے ہے، نہ کہ سرّح شد کے ساتھ۔ اور الرملی نے نهاية المحتاج میں ذکر کیا ہے کہ: "جب خاوند طلاق کے صریح الفاظ بولے تو پھر خاوند کی یہ بات قبول نہیں کی جائے گی کہ اس نے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا، لیکن یہ کہ اگر اس پر کوئی قرینہ دلالت کرتا ہو، اور اس میں انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ بیوی کو کہے: کھیت جلد جانے کا حکم دینے کے بعد اسرحی کا لفظ بولے تو اس کا قبول کیا جائے گا۔ (نهاية المحتاج (6/ 429

اور مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ: بغیر نیت کے ہی لفظ سراح سے طلاق واقع ہو جائے گی؛ کیونکہ ان کے ہاں بعض کے نزدیک یہ لفظ صریح میں شامل ہوتا ہے، یا پھر ظاہری طور پر لکھے جو نیت کا محتاج نہ ہو۔

راجح جمہور کا مسلک ہے، اس لیے السراح یا سرحتک یا اسرحی کے الفاظ سے طلاق اسی صورت میں واقع ہوگی جب وہ طلاق کی نیت کرے گا۔

طلاق صریح کے الفاظ سے طلاق میں فقہی مذاہب

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "قال (اور جب وہ کہے میں نے تجھے طلاق دی، یا میں نے تجھے علیحدہ کر دیا، یا میں نے تجھے چھوڑ دیا تو اسے طلاق لازم ہوگی۔ یہ اس کا تقاضہ کرتا ہے کہ صریح طلاق کے تین الفاظ ہیں الطلاق، الفراق، اور السراح اور ان سے بنائے جانے والے دوسرے صیغے۔

امام شافعی کا مسلک یہی ہے، اور ابو عبداللہ بن حامد کا کہنا ہے کہ: طلاق کا صریح لفظ صرف ایک ہی ہے اور وہ طلاق اور اس سے بنائے جانے والے صیغے اس کے علاوہ کوئی اور لفظ صریح نہیں، امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور امام مالک علیہ الرحمہ رحمہما اللہ کا مسلک یہی ہے۔

لیکن امام مالک علیہ الرحمہ اس سے بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہونے کے قائل ہیں؛ کیونکہ ظاہری کنایات نیت کے محتاج نہیں ہوتے۔ اس قول کی دلیل یہ ہے کہ فراق اور السراح کے الفاظ طلاق کے علاوہ بھی بہت زیادہ استعمال ہوتے ہیں، اس لیے باقی کنایہ کے افاظ کی طرح یہ بھی طلاق میں صریح نہیں ہوں گے۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ کتاب اللہ میں یہ الفاظ خاوند اور بیوی کے مابین علیحدگی اور جدائی کے معنی میں وارد ہوئے ہیں، تو یہ اس میں طلاق کے افاظ کی طرح صریح ہوئے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اچھے طریقہ سے روک لو، یا پھر اچھے طریقہ سے چھوڑ دو)۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اور اگر وہ دونوں علیحدہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی وسعت میں سے غنی کر دیگا)۔

(مغنی، کتاب طلاق)

طلاق کے صریح الفاظ کا فقہی بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لفظ صریح مثلاً میں نے تجھے طلاق دی، تجھے طلاق ہے، تو مطلقہ ہے، تو طالق ہے، میں تجھے طلاق دیتا ہوں، اے مطلقہ۔ ان سب الفاظ کا حکم یہ ہے کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگر چہ کچھ نیت نہ کی ہو یا بائن کی نیت کی یا ایک سے زیادہ کی نیت ہو یا کہے میں نہیں جانتا تھا کہ طلاق کیا چیز ہے مگر اس صورت میں کہ وہ طلاق کو نہ جانتا تھا دیانۃً واقع نہ ہوگی۔ طلاغ، تلاغ، طلاک، تلاک، تلاکھ، تلاکھ، تلاخ، تلاح، تلاق، طِلاق۔ بلکہ توتلے کی زبان سے، تلات۔ یہ سب صریح کے الفاظ ہیں، ان سب سے ایک طلاق رجعی ہوگی اگر چہ نیت نہ ہو یا نیت کچھ اور ہو۔ طل اق، طالام الف قاف کہا اور نیت طلاق ہو تو ایک رجعی ہوگی۔

اردو میں یہ لفظ کہ میں نے تجھے چھوڑا، صریح ہے اس سے ایک رجعی ہوگی، کچھ نیت ہو یا نہ ہو۔ یونہی یہ لفظ کہ میں نے فارغ خطی یا فارخطی یا فارکھتی دی، صریح ہے۔

لفظ طلاق غلط طور پر ادا کرنے میں عالم و جاہل برابر ہیں۔ بہر حال طلاق ہو جائے گی اگر چہ وہ کہے میں نے دھمکانے کے لیے غلط طور پر ادا کیا طلاق مقصود نہ تھی ورنہ صحیح طور پر بولتا۔ ہاں اگر لوگوں سے پہلے کہہ دیا تھا کہ میں دھمکانے کے لیے غلط لفظ بولوں گا طلاق مقصود نہ ہوگی تو اب اس کا کہا مان لیا جائے گا۔ (درمختار، باب صریح، ج ۴، ص ۴۴۶، بیروت)

بَابُ: الرَّجُلِ يُخَيِّرُ امْرَاَتَهٗ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اختیار دے

2052- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُّسْلِمٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَاهُ فَلَمْ نَرَهُ شَيْئًا

◈ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا' تو ہم نے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا تو ہم نے اسے کچھ (یعنی طلاق) نہیں سمجھا۔

شرح

اور اگر مرد اپنی بیوی کا مالک بن جائے' یا بیوی کے (جسم کے) کچھ حصے کا مالک بن جائے' یا بیوی شوہر کی مالک بن جائے یا شوہر کے (جسم کے) کچھ حصے کی مالک بن جائے' تو وہ دونوں علیحدہ ہو جائیں گے' کیونکہ ملک یمین اور ملک نکاح دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ عورت کے مالک بننے کی صورت میں یہ نقص پیدا ہوگا' وہ اپنے شوہر کی مالک بھی بن جائے گی' اور مملوک بھی رہے گی۔ جہاں تک مرد کے مالک ہونے کا تعلق ہے' تو وہ اس لیے ممکن نہیں ہے کہ نکاح سے متعلق ملکیت تو ضرورت کے پیش نظر تھی

2052' اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5262' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3672' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2203' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1179' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3202' ورقم الحدیث: 3444' ورقم الحدیث: 3445

لیکن جب اسے ملک یمین حاصل ہوگئی تو اب نکاح کی ضرورت باقی نہیں رہے گی' اس لیے وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ (ایسی صورت میں) اگر مرد' عورت کو خریدنے کے بعد اسے طلاق دیدے' تو کچھ بھی واقع نہیں ہوگا' کیونکہ طلاق کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ پہلے سے نکاح موجود ہو' اور اس صورت میں نکاح نہ تو ضمنی طور پر موجود ہے اور نہ ہی کامل طور پر موجود ہے۔ اسی طرح اگر عورت مکمل طور پر مرد کی مالک بن جائے' یا مرد کے کچھ حصے کی مالک بن جائے' تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی' کیونکہ ایک دوسرے کی ضد موجود ہے' جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے یہ بات بیان کی ہے: ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی' کیونکہ عورت پر عدت کی ادائیگی واجب ہے۔ (اور اس دوران طلاق ہو سکتی ہے) لیکن پہلی صورت اس سے مختلف ہے' کیونکہ وہاں عدت کی ادائیگی واجب نہیں ہے' بلکہ اس وقت مباشرت کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

اختیار طلاق میں اقوال اسلاف کا بیان

حماد بن زید نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایوب سے پوچھا کہ آپ حسن کے علاوہ کسی اور شخص کو جانتے ہیں جس نے کہا کہ بیوی سے یہ کہنے سے کہ تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں فرمایا میں حسن کے سوا کسی کو نہیں جانتا پھر فرمایا اے اللہ بخشش فرما مجھے یہ حدیث قتادہ سے پہنچی انہوں نے ابوہریرہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی کہ آپ نے فرمایا تین طلاقیں ہوگئیں ایوب کہتے ہیں کہ میں نے کثیر سے ملاقات کر کے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا پھر میں حضرت قتادہ کے پاس آیا اور انہیں اس بات کی خبر دی انہوں نے فرمایا کہ کثیر بھول گئے ہیں یہ حدیث ہم صرف سلیمان بن حرب کی حماد بن زید سے روایت سے جانتے ہیں میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہم سے بھی سلیمان بن حرب، حماد بن زید سے یہی حدیث نقل کرتے ہیں۔ لیکن یہ حضرت ابوہریرہ پر موقوف ہے یعنی حضرت ابوہریرہ کا قول ہے۔ علی بن نصر حافظ اور صاحب حدیث ہیں۔

اہل علم کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو اختیار دیتے ہوئے یہ کہے کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے تو کتنی طلاقیں ہوتی ہیں بعض علماء صحابہ جن میں حضرت عمر، اور عبداللہ بن مسعود بھی شامل ہیں کہتے ہیں کہ اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور یہ تابعین اور ان کے بعد کے علماء میں سے کئی حضرات کا قول ہے عثمان بن عفان، اور زید بن ثابت کہتے ہیں کہ فیصلہ وہی ہوگا جو عورت کرے گی۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اختیار دے اور وہ خود کو تین طلاق دے تو اس صورت میں اگر خاوند کا دعویٰ ہو کہ اس نے صرف ایک ہی طلاق کا اختیار دیا تھا تو اس سے قسم لی جائے گی اور اسی کے قول کا اعتبار ہوگا۔ امام احمد کا بھی یہی قول ہے امام اسحٰق حضرت ابن عمر کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1166)

بیوی کو طلاق کے اختیار دینے میں فقہی مذاہب کا بیان

مسروق حضرت عائشہ سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے بیوی کو اختیار دینے کے مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دے اور وہ خود کو طلاق دیدے تو

ایک طلاق بائنہ ہوگی ان سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ ایک طلاق رجعی بھی دے سکتی ہے لیکن اگر وہ اپنے شوہر کو اختیار کرے تو کچھ بھی نہیں حضرت علی سے منقول ہے کہ اگر وہ خود کو اختیار کرے گی تو ایک طلاق بائن اور اگر وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنا اختیار کرے گی تو ایک طلاق رجعی ہوگی۔

حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو ایک اور اگر خود کو اختیار کیا تو تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ اکثر فقہاء علماء، صحابہ اور تابعین نے اس باب میں حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعود کا قول اختیار کیا ہے سفیان ثوری، اور اہل کوفہ کا بھی یہ قول ہے امام احمد بن حنبل حضرت علی کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی، جلد اول رقم الحدیث 1188)

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: میاں بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے فریق کے کسی جزء کا مالک بن جائے' تو اسی وقت ان کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی' کیونکہ دو قسم کی ملکیت ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ہیں۔

اس کی صورت یہ ہوگی: کسی شخص نے کسی کنیز کے ساتھ شادی کی اور پھر اس کنیز کو خرید لیا یا کسی عورت نے کسی غلام کے ساتھ شادی کی اور پھر اسے خرید لیا۔ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے مصنف نے یہ بات بیان کی ہے: جہاں تک عورت کے مرد کے مالک ہونے کا تعلق ہے' تو اس کے نتیجے میں یہ صورتحال سامنے آئے گی کہ وہ عورت ایک اعتبار سے مالک ہوگی' اور دوسرے اعتبار سے یعنی نکاح کے حوالے سے اس مرد کی مملوکہ ہوگی' تو یہ دونوں صورتیں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ہیں۔ یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: کوئی شخص اپنی بیوی کو' جو پہلے کسی کی کنیز تھی اسے خرید لیتا ہے' پھر اسے طلاق دیدیتا ہے' تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اس کی دلیل یہ ہے: طلاق تو اس وقت ہو سکتی ہے جب نکاح برقرار ہو جبکہ یہاں تو ان کا نکاح برقرار ہی نہیں رہا۔ اسی طرح عورت اگر اپنے شوہر کی مالک بن جاتی ہے یا شوہر کے کسی حصے کی مالک بن جاتی ہے' اور پھر شوہر اسے طلاق دیدیتا ہے' تو یہاں بھی طلاق واقع نہیں ہوگی' کیونکہ اس صورت میں ان کا نکاح باقی نہیں رہا تو طلاق کیسے باقی رہ سکتی ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ سے ایک روایت یہ منقول ہے: ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی' کیونکہ جب ان دونوں کا نکاح ختم ہوا تھا تو عدت واجب تھی اور عدت کے وقت طلاق دی جا سکتی ہے' لیکن یہ صرف اس صورت میں ہو سکتا کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر کی' جو کسی دوسرے شخص کا غلام تھا مالک بنی ہو' لیکن اگر مرد اپنی بیوی کا مالک بنا ہو' یعنی وہ عورت کسی کی کنیز ہو اور مرد نے اسے خرید لیا تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی' اور شوہر کو یہ حق حاصل ہوگا: وہ اس عورت کے ساتھ صحبت کرے۔

2053- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ (وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ) دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَعْجَلِي فِيهِ حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ قَالَتْ قَدْ عَلِمَ وَاللّٰهِ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا لِيَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ قَالَتْ فَقَرَأَ عَلَيَّ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا) الْآيَاتِ فَقُلْتُ فِي هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ قَدِ اخْتَرْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ

2053 اخرجه البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 4786 اخرجه مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3680 اخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 3440

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی "اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو چاہتی ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہارے سامنے ایک صورت رکھنے لگا ہوں تم نے جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا اور اپنے والدین سے مشورہ کر لینا ہے" سیدہ عائشہ کہتی ہیں: اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات جانتے تھے کہ میرے والدین کبھی مجھے یہ ہدایت نہیں کریں گے کہ میں آپ سے علیحدگی اختیار کروں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پھر آپ نے میرے سامنے یہ آیت پڑھی:

"اے نبی! تم اپنی بیویوں سے کہہ دو اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زیب و زینت چاہتی ہو"۔

(یہ آگے پوری دو آیات ہیں) تو میں نے آپ سے کہا: کیا میں اس معاملے میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی؟ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔

بَابُ: كَرَاهِيَةِ الْخُلْعِ لِلْمَرْاَةِ

یہ باب ہے کہ عورت کے لیے خلع حاصل کرنا مکروہ ہے

خلع کے معنی ومفہوم کا بیان

خلع خ کے پیش کے ساتھ خلع خ کے زبر کے ساتھ) اسم ہے خلع کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو نکالنا اور عام طور پر یہ لفظ بدن سے کسی پہنی ہوئی چیز مثلاً کپڑے اور موزے وغیرہ اتارنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

شرعی اصطلاح میں اس لفظ کے معنی ہیں ملکیت نکاح کو مال کے عوض میں لفظ خلع کے ساتھ زائل کرنا یا ملکیت نکاح ختم کرنے کے لئے لفظ خلع کے ساتھ اپنی عورت سے مال لینا اس شرعی اصطلاح کی توضیح یہ ہے کہ اگر میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے اور دونوں میں کسی طرح نباہ نہ ہو سکے اور مرد طلاق بھی نہ دیتا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ کچھ مال دے کر اپنا مہر دے کر نجات حاصل کر لے مثلاً اپنے مرد سے کہے کہ اتنا روپیہ لے کر خلع کر دو یعنی میری جان چھوڑ دو یا یوں کہے کہ جو مہر تمہارے ذمہ ہے اس کے عوض میری جان چھوڑ دو اس کے جواب میں مرد کہے کہ میں نے چھوڑ دی تو اس سے عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اور دونوں میں جدائی ہو جائے گی۔

خلع سے مراد فسخ یا طلاق ہونے میں مذاہب اربعہ

مظہر نے لکھا ہے کہ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ اگر مرد عورت سے کہے کہ میں نے اتنے مال کے عوض تم سے خلع کیا اور بیوی کہے کہ میں نے قبول کیا اور پھر میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع ہو جائے تو آیا یہ طلاق ہے یا فسخ ہے، چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ یہ طلاق بائن ہے حضرت امام شافعی کا زیادہ صحیح قول بھی یہی ہے لیکن حضرت امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ یہ فسخ ہے اور حضرت امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے

اگر میاں بیوی کے باہمی اختلاف کی بنیاد شوہر کی زیادتی وسرکشی ہو اور شوہر کی اس زیادتی وسرکشی کی دلیل سے بیوی خلع چاہتی ہو تو اس صورت میں شوہر کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ خلع کے معاوضہ کے طور پر کوئی چیز مثلاً روپیہ وغیرہ لے اور اگر میاں بیوی کے باہمی اختلاف کی بنیاد بیوی کی نافرمانی وسرکشی ہو یعنی بیوی کی نافرمانی وبداطواری کی دلیل سے خلع کی نوبت آئی ہو تو اس صورت میں شوہر کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اس خلع کے عوض میں اس قدر رقم لے کہ اس نے عورت کے مہر میں جو رقم دی ہے اس سے بھی زیادہ ہو۔

خلع کے طلاق ہونے میں فقہ حنفی کی ترجیحی دلیل

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ثابت ابن قیس کی بیوی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ثابت ابن قیس پر مجھے غصہ نہیں آتا اور نہ میں ان کی عادات اور ان کے دین میں کوئی عیب لگاتی ہوں لیکن میں اسلام میں کفر یعنی کفران نعمت یا گناہ کو پسند نہیں کرسکتی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ثابت ابن قیس کا باغ جو انہوں نے تمہیں مہر میں دیا ہے) ان کو واپس کرسکتی ہو؟ ثابت کی بیوی نے کہا کہ ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ثابت سے فرمایا کہ تم اپنا باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دیدو۔ (بخاری، مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 475)

ثابت ابن قیس کی بیوی کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں اپنے شوہر سے اس لئے جدائی اختیار کرنا نہیں چاہتی کہ وہ بداخلاق ہیں یا ان کی عادات مجھے پسند نہیں ہیں یا یہ کہ ان کے دین میں کچھ نقصان ہے بلکہ صورت حال یہ ہے کہ مجھے ان سے محبت نہیں ہے اور وہ طبعی طور پر مجھے ناپسند ہیں لیکن بہرحال وہ میرے شوہر ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں ان کے تئیں میری طرف سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جو اسلامی حکم کے خلاف ہو مثلاً مجھ سے کوئی نافرمانی ہو جائے یا ان کی مرضی کے خلاف کوئی فعل سرزد ہو جائے تو ایسی صورت میں گویا کفران نعمت یا گناہ ہوگا جو مجھے گوارہ نہیں ہے اس لئے میں کیوں نہ ان سے جدائی اختیار کرلوں۔

کہا جاتا ہے کہ ثابت ابن قیس بہت بدصورت تھے اور ٹھگنے (پست) قد تھے اور ان کی بیوی کا نام حبیبہ یا جمیلہ تھا جو بہت خوبصورت اور حسین تھیں اسی لئے ان دونوں کا جوڑا بہت ناموزوں تھا اور ان کی بیوی ان کو پسند نہیں کرتی تھیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عرض کے مطابق حضرت ثابت کو مصلحۃ یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو ایک طلاق دیدیں اس سے معلوم ہوا کہ طلاق دینے والے کے حق میں یہ اولی افضل ہے کہ وہ ایک طلاق دے تاکہ اگر رجوع کرنا منظور ہو تو رجوع کرلے نیز اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ خلع طلاق ہے فسخ نہیں ہے چنانچہ صاحب ہدایہ نے اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی نقل کی ہے کہ الخلع تطليقة بائنة یعنی خلع طلاق بائن ہے۔

خلع کے یکطرفہ نہ ہونے میں مذاہب اربعہ کا بیان

فدیہ کے لفظ میں معاوضہ کا معنی ہے اور معاوضہ میں باہمی رضامندی ضروری ہے۔

وفی تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلع فدیہ دلیل علی ان فیہ معنی المعاوضۃ

ولهذا اعتبر فيه رضا الزوجين (زاد المعاد)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خلع کا نام فدیہ رکھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں معاوضہ کے معنی پائے جاتے ہیں اور اس لئے اس میں زوجین کی رضامندی کو لازمی قرار دیا۔

فان خفتم سے جملہ شرطیہ شروع ہوتا ہے اور فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ جملہ جزائیہ ہے، جزا سے کہیں یہ ثابت نہیں ہو رہا کہ اگر زوجین اندیشہ محسوس کریں کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے تو حکام ان کے درمیان تفریق کر دیں۔ خلع کی صورت میں شوہر کچھ مالی مفاد حاصل کر لیتا ہے جبکہ طلاق دینے کی صورت میں مالی فوائد سے یکسر محروم رہتا ہے، اس لئے بجائے طلاق کے شوہر کے لئے خلع باعث کشش ہے، بسا اوقات شوہر خلع دینے پر رضامند ہوتا ہے مگر بیوی یا تو جدائی ہی نہیں چاہتی یا چاہتی ہے مگر جدائی کے بدلے مہر وغیرہ سے دستبردار ہونے پر تیار نہیں ہوتی۔ سوال یہ ہے کہ کیا عدالت شوہر کی خواہش پر بیوی کو زبردستی خلع لینے پر مجبور کر سکتی ہے؟ ظاہر ہے عدالت ایسا اختیار نہیں رکھتی پس آیت شریفہ کی رو سے جس طرح بیوی کی رضامندی ضروری ہے اسی طرح شوہر کی رضامندی بھی ضروری ہے۔

ایک مقدمہ فرض کیجئے کہ شوہر طلاق نہیں دینا چاہتا اور عورت طلاق چاہتی ہے مگر مہر نہیں چھوڑنا چاہتی، علیحدگی کی کوئی اور معقول دلیل بھی موجود نہیں اور حکام کو صرف اندیشہ نہیں بلکہ یقین ہے کہ دونوں حدود اللہ قائم نہیں رکھ سکیں گے، کیا فان خفتم کے خطاب کی دلیل سے حکام زبردستی ان کا نکاح منسوخ اور کالعدم کر سکتے ہیں؟

آیت شریفہ اپنی گفتگو میں میاں بیوی دونوں کو شریک رکھتی ہے ولا یحل لکم سے شوہر کو مال واپس لینے سے منع کر دیا گیا ہے، الا ان یخافا سے ایک صورت میں اجازت دی گئی، ان لا یقیما حدود اللہ کے الفاظ سے بدل خلع کے جواز کو بیان کیا گیا ہے، مگر مال کے بدلے علیحدگی کی صورت میں زوجین کو مال کی ادائیگی و وصولی میں گناہ کا شک ہو سکتا تھا، فلا جناح علیھما کے الفاظ سے اس تردد کو زائل کر دیا گیا۔

ہر وہ شخص جسے سخن فہمی کا سلیقہ ہو وہ ان علیحدہ علیحدہ جملوں اور آیت شریفہ کے مجموعی تاثر سے یہی مفہوم اخذ کرے گا کہ خلع میں میاں بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے جب تک زبان و بیان کے قاعدوں کا خون نہ کیا جائے، اور خواہشات کا رندہ قرآن کریم پر نہ چلایا جائے، اس وقت تک شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کا جواز آیت شریفہ سے ثابت نہیں ہوتا۔

میاں بیوی مل کر نکاح کی صورت میں ایک گرہ لگاتے ہیں مگر قرآن کریم کے بیان کے مطابق یہ گرہ لگنے کے بعد صرف شوہر ہی اسے کھول سکتا ہے، یعنی طلاق کا اختیار صرف مرد کے ہاتھ میں ہے۔ الذی بیدہ عقدۃ النکاح جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

عمرو بن شعیب کی مرفوع روایت میں ہے جو سند کے لحاظ سے حسن درجے سے کم نہیں کہ اس سے مراد شوہر ہے، حضرت علی اور ابن عباس سمیت صحابہ کی اکثریت سے یہی تفسیر منقول ہے، حافظ ابن جریر طبری نے بھی نا قابل انکار دلائل سے یہی ثابت کیا ہے خلع کی شرطیں بھی وہی ہیں جو طلاق کی ہیں، اور طلاق میں شوہر کی مرضی و اجازت شرط ہے اس لئے خلع میں بھی شوہر کی رضامندی

شرط ہے، وشرطه شرط الطلاق (فتاوی ہندیہ) خلع کی شرائط وہی ہیں جو طلاق کی ہیں۔
حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور ظاہری سمیت تمام ائمہ مجتہدین اس نظریئے میں ہم خیال وہم زبان ہیں کہ خلع میں میاں بیوی دونوں کی رضامندی شرط ہے۔

حنفی مسلك: والخلع جائز عند السلطان وغيره لانه عقد يعتمد التراضي (المبسوط) شافعی مسلك: لان الخلع طلاق فلا يكون لأحد ان يكلف عن احد اب ولا سيد ولا ولي ولا سلطان

(الامام الشافعي، مكتبه الازهريه)

مالکی مسلك: وتجبر على الرجوع اليه ان لم يرفراقهما بخلع او بغيره المنتقى) حنبلی مسلك لانه قطع عقد بالتراضي فاشبه الاقالة ابن قدامة، المغني دار المنار، ظاهری مسلك: الخلع هو الافتداء وانما يجوز بتراضيهما۔ (ابن حزم، المحلی اداره الطباعة المنيرية)

حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

بخاری شریف میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس کی بیوی (جمیلہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میں ثابت بن قیس کے اخلاق اور دین داری سے ناراض نہیں ہوں، لیکن میں اسلام لانے کے بعد کفر کی باتوں سے ڈرتی ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ان کو ان کا باغ (جو انہوں نے بطور مہر دیا تھا) لوٹا دوگی؟ انہوں نے کہا ہاں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت سے کہا کہ تم باغ قبول کرلو اور انہیں ایک طلاق دے دو۔

• بعض حضرات اس واقعے سے استدلال کرتے ہیں کہ مذکورہ خلع کا واقعہ شوہر کی مرضی کے خلاف ہوا تھا۔ مگر سنن نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ معاملہ شوہر کی رضامندی سے ہوا تھا۔ نسائی کے الفاظ یہ ہیں:

فارسل الى ثابت فقال له خذ الذى لها عليك، وخل سبيلها، قال نعم ۔ (المطبعه البهيه)
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا، کہ جو مال ان کا تم پر واجب ہے وہ لے لو، اور ان کو چھوڑ دو، حضرت ثابت نے کہا ٹھیک ہے۔

قال نعم کے الفاظ اس مفہوم ومدعا میں بالکل واضح ہیں کہ حضرت ثابت نے خلع قبول کی تھی، اور جب شوہر خلع قبول کرلے تو بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی، علاوہ ازیں اگر صرف حاکم کا اطمینان کافی ہوتا جیسا کہ ہماری عدالتوں کا دستور ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ استفسار کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی کہ کیا تم ان کا باغ لوٹا دوگی؟ بلکہ جوں ہی آپ خلع کی ضرورت محسوس فرماتے بحیثیت حاکم ہونے کے فیصلہ صادر فرما دیتے۔

رہا یہ امر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کو حکم دیا تھا کہ باغ لے لو اور اسے طلاق دے دو، تو اس حکم کی حیثیت محض مشورے کی تھی جیسا کہ بخاری کے مستند شارحین حافظ ابن حجر، علامہ عینی اور قسطلانی نے لکھا ہے:

هو امر ارشاد واصلاح لا ایجاب (فتح الباری)

نیز اگر حاکم زوجین کی رضامندی کے بغیر خلع کی ڈگری جاری کرنے کا مجاز ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ثابت کو طلاق کا حکم دینے کی ضرورت ہی نہ تھی، امام ابوبکر جصاص رازی نے حضرت جمیلہ کے واقعے سے یہی نکتہ کشید کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

اگر یہ اختیار سلطان کو ہوتا کہ وہ یہ دیکھیں کہ زوجین حدود اللہ کو قائم نہیں کریں گے، تو ان کے درمیان خلع کا فیصلہ کر دے خواہ زوجین خلع چاہیں یا نہ چاہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے سوال ہی نہ فرماتے اور نہ شوہر سے یہ فرماتے کہ تم ان سے خلع کرلو، بلکہ خود خلع کا فیصلہ فرما کر عورت کو مرد سے چھڑا دیتے اور شوہر کو اس کا باغ واپس لوٹا دیتے، خواہ وہ دونوں اس سے انکار کرتے یا ان میں سے کوئی ایک انکار کرتے، چنانچہ لعان میں زوجین کے درمیان تفریق کا اختیار چونکہ حاکم کو ہوتا ہے اس لئے وہ لعان کرنے والے شوہر سے یہ نہیں کہتا کہ تم اپنے بیوی کو چھوڑ دو بلکہ خود ان دونوں کے درمیان تفریق کر دیتا ہے۔

(احکام القرآن، سہیل اکیڈمی لاہور)

حکمین کا اختیار تفریق:

زوجین کے پاس مفاہمت کے لئے جو حکمین بھیجے جاتے ہیں۔ امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر وہ مناسب سمجھیں تو زوجین میں تفریق بھی کر سکتے ہیں۔ بعض دیگر ائمہ بھی اس سلسلے میں امام مالک علیہ الرحمہ کے ہم خیال ہیں، جب کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور دوسرے تمام فقہاء رحمہم اللہ کا مسلک یہ ہے کہ جب تک شوہر حکمین کو تفریق کے سلسلے میں اپنا نمائندہ و مختار نہ بنائیں اس وقت تک ان کو شوہر کی مرضی کے بغیر تفریق کرنے کا حق حاصل نہیں، دونوں جانب کے فقہاء نے سورہ نساء کی آیت نمبر اور چند آثار سے استدلال کیا ہے۔ سورہ نساء میں ہے: اگر وہ دونوں (حکمین) اصلاح کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ زوجین کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا۔

آیت شریفہ کے اس ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمین تفریق و علیحدگی کے لئے نہیں بلکہ پھوٹ سے بچانے کے لئے جا رہے ہیں۔ امام شافعی نے کتاب الام میں ذکر کیا ہے۔

حاکم کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ حکمین کو اپنی دلیل سے شوہر کے حکم کے بغیر تفریق کا حکم دے۔

لیس له ان یامرهما یفرقان ان رایا الا بامر الزوج (کتاب الام)

ابن حزم الظاہری بہت سختی کے ساتھ لکھتے ہیں:

لیس فی الآیة ولا شئی من السنن ان للحکمین ان یفرقا ولا ان ذالك للحاكم ۔ المحلی۔ ادارہ طباعہ منیریہ)

یعنی کسی آیت یا کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا، کہ حکمین کو میاں بیوی کے درمیاں علیحدگی کرنے کا اختیار ہے اور نہ یہ

اختیار حاکم کو ثابت ہوتا ہے۔

معقول اسباب کی بناء پر تفریق کا بیان

جو حقوق بیوی کے شوہر پر واجب ہیں وہ دو قسم پر ہیں: ایک وہ ہیں جو قانونی حیثیت رکھتے ہیں جن کے بغیر نکاح کے مقاصد اور مصالح حاصل نہیں کئے جا سکتے، مثلاً نان و نفقہ کی ادائیگی، وظائف زوجیت وغیرہ۔ یہ حقوق بزور عدالت حاصل کئے جا سکتے ہیں بعض اوقات عورت بہت مشکل سے دوچار ہو جاتی ہے۔ ظالم شوہر نہ آباد کرتا ہے اور نہ خوش اسلوبی سے رہائی دیتا ہے۔ کبھی لاپتہ ہو جاتا ہے، کبھی پاگل ہوتا ہے، کبھی نامرد ہوتا ہے اور کبھی جان بوجھ کر نان نفقہ ادا نہیں کرتا۔ ایسی صورتوں میں شوہر پر واجب ہو جاتا ہے، کہ وہ طلاق دے دے اگر وہ طلاق سے انکار کرے تو عدالت اس کی مرضی کے بغیر تنسیخ نکاح کر سکتی ہے۔

اس کے برخلاف بعض حقوق ایسے ہیں جن کی ادائیگی شوہر پر دیانتاً ضروری ہے، لیکن وہ قانونی حیثیت نہیں رکھتے اور انہیں بزور عدالت حاصل نہیں کیا جا سکتا، مثلاً شوہر بیوی کے ساتھ حسن سلوک یا خوش اخلاقی کے ساتھ پیش نہ آتا ہو ایسے حقوق کو بذریعہ عدالت نہیں منوایا جا سکتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ شوہر کی رضامندی کے بغیر یک طرفہ طور پر خلع کی ڈگری صادر کرنا از روئے شرع درست نہیں۔

بلا سبب طلاق کا مطالبہ کرنے کے لئے وعید کا بیان

2054- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ اَبُوْ بِشْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيَى بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ عَمِّهِ عُمَارَةَ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَسْاَلُ الْمَرْاَةُ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ فِيْ غَيْرِ كُنْهِهِ فَتَجِدَ رِيْحَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَّسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ عَامًا

◈◈ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''جو عورت کسی انتہائی مجبوری کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے وہ جنت کی خوشبو نہیں پاسکے گی اگرچہ اس کی خوشبو چالیس برس کے فاصلے سے محسوس ہو جاتی ہے''۔

2055- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْاَزْهَرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِىْ اَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ سَاَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ فِيْ غَيْرِ مَا بَاْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ

◈◈ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جو عورت کسی تکلیف کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہو جاتی ہے''۔

2054: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2055: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2226 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1187

شرح

جب میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہو جائے اور ان دونوں کو یہ خوف ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکتے تو اس بارے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت اپنی ذات کے فدیہ کے طور پر کچھ مال دے کے اس کے عوض میں خلع حاصل کرے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اس کے بارے میں جو وہ عورت فدیہ دیتی ہے''۔ جب وہ دونوں ایسا کریں گے تو اس خلع کے نتیجے میں ایک بائنہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ عورت کے ذمے مال کی ادائیگی لازم ہوگی اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''خلع بائنہ طلاق ہے''۔ دوسری بات یہ ہے: خلع میں طلاق کا احتمال موجود ہوتا ہے یہاں تک کہ لفظ خلع کے ذریعے کنایہ مراد لیا جاسکتا ہے اور کنایہ کے ذریعے ہمیشہ بائنہ طلاق واقع ہوتی ہے البتہ خلع میں جب مال کا ذکر کر دیا جائے تو پھر (طلاق کی) نیت کی ضرورت نہیں رہتی۔

تیسری بات یہ ہے: عورت صرف اسی دلیل سے اپنے ذمے مال کی ادائیگی کو لازم کرتی ہے کہ اس کی ذات اس کے قبضے میں آجائے (یعنی اسے طلاق بائنہ مل جائے) اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب وہ بائنہ ہو جائے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

خلع کے طلاق ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں: کہ خلع کو بعض حضرات طلاق میں شمار نہیں کرتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دیں ہیں پھر اس عورت نے خلع کرا لیا ہے تو اگر خاوند چاہے تو اس سے پھر بھی نکاح کرسکتا ہے اور اس پر دلیل یہی آیت وارد کرتے ہیں۔

یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے، حضرت عکرمہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ طلاق نہیں، دیکھو آیت کے اول و آخر طلاق کا ذکر ہے پہلے دو طلاقوں کا پھر آخر میں تیسری طلاق کا اور درمیان میں جو خلع کا ذکر ہے، پس معلوم ہوا کہ خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے۔ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عمر طاؤس عکرمہ، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابوثور، داؤد بن علی ظاہری کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام شافعی کا بھی قدیم قول یہی ہے اور آیت کے ظاہری الفاظ بھی یہی ہیں۔ بعض دیگر بزرگ فرماتے ہیں کہ خلع طلاق بائن ہے اور اگر ایک سے زیادہ کی نیت ہوگی تو وہ بھی معتبر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ام بکر اسلمیہ نے اپنے خاوند عبداللہ بن خالد سے خلع لیا اور حضرت عثمان نے اسے ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیا اور ساتھ ہی فرمادیا کہ اگر کچھ سامان لیا ہو تو جتنا سامان لیا ہو وہ ہے، لیکن یہ اثر ضعیف ہے۔

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، سعید بن مسیب، حسن، عطا، شریح، شعبی، ابراہیم، جابر بن زید، مالک، ابوحنیفہ اور ان کے ساتھی ثوری، اوزاعی، ابوعثمان بتی کا یہی قول ہے کہ خلع طلاق ہے۔ امام شافعی کا بھی جدید قول یہی ہے، ہاں حنیفہ کہتے ہیں کہ اگر دو طلاق کی نیت خلع دینے والے کی ہے تو دو ہو جائیں گی۔ اگر کچھ لفظ نہ کہے اور مطلق خلع ہو تو ایک طلاق بائن ہوگی اگر تین کی نیت ہے تو تین ہو جائیں گی۔ امام شافعی کا ایک اور قول بھی ہے کہ اگر طلاق کا لفظ نہیں اور کوئی دلیل و شہادت بھی نہیں تو وہ بالکل کوئی چیز نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

طلاق، خلع اور فسخ نکاح کے فرق کا بیان

طلاق صرف خاوند کے الفاظ اور اس کے اختیار ورضا سے ہوتی ہے، لیکن فسخ نکاح خاوند کے الفاظ کے بغیر بھی ہو جاتا ہے، اور اس میں خاوند کی رضا اور اختیار کی شرط نہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "ہر وہ جس سے تفریق اور علیحدگی کا فیصلہ کیا جائے اور خاوند اس کے الفاظ نہ بولے، اور اسے نہ چاہے۔ تو یہ علیحدگی طلاق نہیں کہلائیگی۔ (الام (5/128)

2 طلاق کے کئی ایک اسباب ہیں، اور بعض اوقات بغیر کسی سبب کے بھی ہو سکتی ہے، بلکہ طلاق تو صرف خاوند کا اپنی بیوی کو چھوڑنے کی رغبت سے ہوگی۔

لیکن فسخ نکاح کے لیے سبب کا ہونا ضروری ہے جو فسخ کو واجب یا مباح کرے۔ فسخ نکاح ثابت ہونے والے اسباب کی مثالیں: خاوند اور بیوی کے مابین کفو و مناسبت نہ ہونا جنہوں نے لزوم عقد میں اس کی شرط لگائی ہے۔ جب خاوند یا بیوی میں سے کوئی ایک اسلام سے مرتد ہو جائے، اور دین اسلام میں واپس نہ آئے۔ جب خاوند اسلام قبول کر لے اور بیوی اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے، اور وہ مشرکہ ہو اور اہل کتاب سے تعلق نہ رکھتی ہو۔

خاوند اور بیوی میں لعان ہو جائے۔ خاوند کا نفقہ و اخراجات سے تنگ اور عاجز ہو جانا، جب بیوی فسخ نکاح طلب کرے۔ خاوند یا بیوی میں سے کسی ایک میں ایسا عیب پایا جائے جو استمتاع میں مانع ہو، یا پھر دونوں میں نفرت پیدا کرنے کا باعث بنے۔

3 فسخ نکاح کے بعد خاوند کو رجوع کا حق حاصل نہیں اس لیے وہ اسے نئے عقد نکاح اور عورت کی رضامندی سے ہی واپس لا سکتا ہے۔ لیکن طلاق رجعی کی عدت میں وہ اسکی بیوی ہے، اور اسے پہلی اور دوسری طلاق کے بعد اسے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے، چاہے بیوی راضی ہو یا راضی نہ ہو۔

فسخ نکاح میں مرد جن طلاقوں کی تعداد کا مالک ہے اسے شمار نہیں کیا جاتا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اور خاوند اور بیوی کے مابین جو فسخ نکاح ہو تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، نہ تو ایک اور نہ ہی اس کے بعد۔ (کتاب الام (5/199)

ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "فسخ نکاح اور طلاق میں فرق یہ ہے کہ اگرچہ ہر ایک سے خاوند اور بیوی میں علیحدگی اور تفریق ہو جاتی ہے: فسخ یہ ہے کہ جب اس کے بعد خاوند اور بیوی دوبارہ نکاح کریں تو وہ پہلی عصمت پر ہیں، اور عورت اپنے خاوند کے پاس تین طلاق پر ہوگی (یعنی خاوند کو تین طلاق کا حق ہوگا) اور اگر اس نے فسخ نکاح سے قبل طلاق دی اور رجوع کر لیا تو اس کے پاس دو طلاقیں ہوں گی۔ (الاستذکار (6/181)

بَابُ: اَلْمُخْتَلِعَةِ تَاْخُذُ مَا اَعْطَاهَا

یہ باب ہے کہ خلع حاصل کرنے والی عورت' وہ چیز حاصل کرے گی' جو اس کے شوہر نے اسے دی ہے

2056- حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ جَمِيْلَةَ بِنْتَ سَلُوْلَ اَتَتِ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَا اَعْتِبُ عَلٰى ثَابِتٍ فِىْ دِيْنٍ وَّلَا خُلُقٍ وَّلٰكِنِّىْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِى الْاِسْلَامِ لَا اُطِيْقُهُ بُغْضًا فَقَالَ لَهَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ فَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْهَا حَدِيْقَتَهُ وَلَا يَزْدَادَ

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: سیدہ جمیلہ بنت سلول رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں' انہوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! میں اپنے شوہر حضرت ثابت کے دین یا اخلاق کے حوالے سے ان سے ناراض نہیں ہوں لیکن اسلام قبول کر لینے کے بعد میں شوہر کی ناشکری کو بھی پسند نہیں کرتی ہوں' انہیں ناپسند کرنے کی وجہ سے میں انہیں برداشت نہیں کر سکتی' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا: کیا تم اس کا باغ اسے واپس کر دو گی' اس نے عرض کی: جی ہاں' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے شوہر کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس عورت سے اپنا باغ حاصل کر لے اور مزید کوئی وصولی نہ کرے۔

2057- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَتْ حَبِيْبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ تَحْتَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَّكَانَ رَجُلًا دَمِيْمًا فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْلَا مَخَافَةُ اللّٰهِ اِذَا دَخَلَ عَلَىَّ لَبَصَقْتُ فِىْ وَجْهِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ فَرَدَّتْ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهُ قَالَ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◄► عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' سیدہ حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھی' وہ بدصورت سے آدمی تھے' اس خاتون نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہوتا تو یہ جیسے ہی میرے پاس آیا تھا میں اس کے چہرے پر تھوک دیتی' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم اس کا باغ اسے واپس کر دو گی' اس نے عرض کی: جی ہاں' تو اس خاتون نے اس صاحب کا باغ اسے واپس کر دیا۔

راوی کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروا دی۔

شرح

اگر یہ ناپسندیدگی مرد کی طرف سے ہو' تو مرد کے لئے یہ بات مکروہ ہے کہ عورت سے عوض وصول کرے' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اگر تم ایک بیوی کی بجائے دوسری بیوی لانا چاہتے ہو' تو اگرچہ تم پہلی بیوی کو ایک ڈھیر کے برابر (مال) دے چکے

2056: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2057: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ہو تو پھر بھی اس سے کچھ (واپس) نہ لو"۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے: شوہر اس عورت کو چھوڑ کر دوسری بیوی لانے کے ذریعے اسے پریشانی کا شکار کر سکتا ہے تو اب وہ اس سے مال لے کر اسے مزید پریشان نہ کرے۔

لیکن اگر ناپسندیدگی عورت کی طرف سے ہو تو ہمارے نزدیک یہ بات مکروہ ہے کہ مرد عورت سے اس سے زیادہ وصول کرے جو (اس نے مہر کے طور پر) دیا تھا۔ "الجامع الصغیر" کی ایک روایت میں یہ بات ہے: اضافی ادائیگی لینا بھی جائز ہوگا' اس کی دلیل وہ روایت ہے' ہم نے جو روایت آغاز میں نقل کی ہے' وہ مطلق ہے۔ دوسری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: جو حضرت ثابت بن قیس کی اہلیہ کے بارے میں ہے۔ "جہاں تک اضافی ادائیگی کا تعلق ہے' تو وہ نہیں"۔ اس مسئلے میں ناپسندیدگی' خاتون کی طرف سے تھی۔ اگر مرد زیادہ وصول کر لیتا ہے' تو قضا کے اعتبار سے یہ جائز ہوگا' اسی طرح اگر وہ عوض وصول کر لیتا ہے اور ناپسندیدگی بھی اس کی طرف سے ہو' تو (یہ بھی جائز) ہوگا' کیونکہ ہم نے جو آیت تلاوت کی ہے' اس کا مقتضی دو چیزیں ہیں۔ حکم کے اعتبار سے جائز ہونا اور مباح ہونا اس لئے اباحت کے حق میں عمل ترک کر دیا جائے گا' کیونکہ اس کے مقابلے میں چیز موجود ہے' تو باقی پر عمل کرنا باقی رہ جائے گا۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

صحابیہ کا حق مہر کی عدم واپسی سے متعلق فقہی استدلال

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۔(النساء، ۲۰)

اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو۔ اور اُسے ڈھیروں مال دے چکے ہو۔ تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا اسے واپس لو گے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے۔ (کنز الایمان)

اس آیت سے گراں مہر مقرر کرنے کے جواز پر دلیل لائی گئی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسرِ منبر فرمایا کہ عورت کے مہر گراں نہ کرو ایک عورت نے یہ آیت پڑھ کر کہا کہ اے ابن خطاب اللہ ہمیں دیتا ہے اور تم منع کرتے ہو اس پر امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عمر تجھ سے ہر شخص زیادہ سمجھدار ہے جو چاہو مقرر کرو سبحان اللہ خلیفہ رسول کے شانِ انصاف اور نفس شریف کی پاکی۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى اِتِّبَاعَه آمین ۔ (خزائن العرفان)

خلع میں زیادہ مال لینے سے متعلق مذاہب اربعہ

جمہور کا مذہب تو یہ ہے کہ خلع عورت اپنے سے دیئے ہوئے سے زیادہ لے تو بھی جائز ہے کیونکہ قرآن نے آیت (فی ما افتدت بہ) فرمایا ہے، حضرت عمر کے پاس ایک عورت اپنے خاوند سے بگڑی ہوئی آئی، آپ نے فرمایا اسے گندگی والے گھر میں قید کر دو پھر قید خانہ سے اسے بلوایا اور کہا کیا حال ہے؟ اس نے کہا آرام کی راتیں مجھ پر میری زندگی میں یہی گزری ہیں۔ آپ نے اس کے خاوند سے فرمایا اس سے خلع کر لے۔ اگرچہ گوشوارہ کے بدلے ہی ہو، ایک روایت میں ہے اسے تین دن وہاں قید رکھا تھا، ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر یہ اپنی چٹیا کی دھجی بھی دے تو لے لے اور اسے الگ کر دے۔ حضرت عثمان فرماتے

ہیں اس کے سوا سب کچھ لے کر بھی خلع ہو سکتا ہے۔

ربیع بنت معوذ بن عفراء فرماتی ہیں میرے خاوند اگر موجود ہوتے تو بھی میرے ساتھ سلوک کرنے میں کمی کرتے اور کہیں چلے جاتے تو بالکل ہی محروم کر دیتے۔ ایک مرتبہ جھگڑے کے موقع پر میں نے کہہ دیا کہ میری ملکیت میں جو کچھ ہے لے لو اور مجھے خلع دو۔ اس نے کہا اور یہ معاملہ فیصل ہو گیا لیکن میرے چچا معاذ بن عفراء اس قصہ کو لے کر حضرت عثمان کے پاس گئے۔ عثمان نے بھی اسے برقرار رکھا اور فرمایا کہ چوٹی کی دھجی چھوڑ کر سب کچھ لے لو۔ بعض روایتوں میں ہے یہ بھی اور اس (سیس) چھوٹی چیز بھی غرض سب کچھ لے لو، پس مطلب ان واقعات کا یہ ہے کہ یہ دلیل ہے اس پر کہ عورت کے پاس جو کچھ ہے دے کر وہ خلع کرا سکتی ہے اور خاوند اپنی دی ہوئی چیز سے زائد لے کر بھی خلع کر سکتا ہے۔

ابن عمر، ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، ابراہیم نخعی، قبیصہ بن ذویب، حسن بن صالح عثمان رحمہم اللہ اجمعین بھی یہی فرماتے ہیں۔ امام مالک علیہ الرحمہ، لیث، امام شافعی اور ابو ثور کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام ابن جریر بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔

اور اصحاب ابوحنیفہ کا قول ہے کہ اگر قصور اور ضرر رسانی عورت کی طرف سے ہو تو خاوند کو جائز ہے کہ جو اس نے دیا ہے واپس لے لے، لیکن اس سے زیادہ لینا جائز نہیں۔ گو زیادہ لے لے تو بھی قضاء کے وقت جائز ہوگا اور اگر خاوند کی اپنی جانب سے زیادتی ہو تو اسے کچھ بھی لینا جائز نہیں۔ گو، لے لے تو قضا جائز ہوگا۔

امام احمد ابو عبید اور اسحق بن راھویہ فرماتے ہیں کہ خاوند کو اپنے دیئے ہوئے سے زیادہ لینا جائز ہی نہیں۔ سعید بن مسیب عطاء عمرو بن شعیب زہری طاؤس حسن شعبی حماد بن ابوسلیمان اور ربیع بن انس کا بھی یہی مذہب ہے۔ معمر اور حاکم کہتے ہیں حضرت علی کا بھی یہ فیصلہ ہے۔

اوزاعی کا فرمان ہے کہ قاضیوں کا فیصلہ ہے کہ دیئے ہوئے سے زیادہ کو جائز نہیں جانتے۔ اس مذہب کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے جس میں ہے کہ اپنا باغ لے لو اور اس سے زیادہ نہ لو۔ مسند عبد بن حمید میں بھی ایک مرفوع حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع لینے والی عورت سے اپنے دیئے ہوئے سے زیادہ لینا مکروہ رکھا، اور اس صورت میں جو کچھ فدیہ وہ دے لے گا، کا لفظ قرآن میں ہے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ دیئے ہوئے میں سے جو کچھ دے، کیونکہ اس سے پہلے یہ فرمان موجود ہے کہ تم نے جو انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ نہ لو، ربیع کی قرأت میں بہ کے بعد منہ کا لفظ بھی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ حدود اللہ ہیں ان سے تجاوز نہ کرو ورنہ گنہگار ہوں گے۔

بَابُ: عِدَّةِ الْمُخْتَلِعَةِ

یہ باب خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت میں ہے

2058- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَلَمَةَ النَّيْسَابُورِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ ابْنِ إِسْحٰقَ

2058: اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3498

اَخْبَرَنِيْ عُبَادَةُ ابْنُ الْوَلِيْدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ قَالَ قُلْتُ لَهَا حَدِّثِيْنِىْ حَدِيْثَكِ قَالَتِ اخْتَلَعْتُ مِنْ زَوْجِىْ ثُمَّ جِئْتُ عُثْمَانَ فَسَأَلْتُ مَاذَا عَلَىَّ مِنَ الْعِدَّةِ فَقَالَ لَا عِدَّةَ عَلَيْكِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ حَدِيْثَ عَهْدٍ بِكِ فَتَمْكُثِيْنَ عِنْدَهُ حَتّٰى تَحِيْضِيْنَ حَيْضَةً قَالَتْ وَاِنَّمَا تَبِعَ فِىْ ذٰلِكَ قَضَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ مَرْيَمَ الْمَغَالِيَّةِ وَكَانَتْ تَحْتَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ فَاخْتَلَعَتْ مِنْهُ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ مجھے اپنی حدیث سنایئے' تو انہوں نے بتایا: میں نے اپنے شوہر سے خلع حاصل کرلیا پھر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور میں نے دریافت کیا: مجھ پر کتنی عدت لازم ہے' تو وہ بولے: تم پر کوئی عدت لازم نہیں ہے البتہ اگر اس نے زمانہ قریب میں تمہارے ساتھ صحبت کی تھی تو تم اس کے ہاں رہوگی اور ایک حیض بسر کروگی۔

سیّدہ ربیع رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی پیروی کی تھی جو مریم مدالیہ کے بارے میں تھا جو ثابت بن قیس کی اہلیہ تھیں اور انہوں نے ان صاحب سے خلع حاصل کیا تھا۔

عدت خلع میں حق طلاق پر مذاہب فقہاء کا بیان

اس عورت پر عدت کے اندر اندر دوسری طلاق بھی واقع ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کے تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ نہیں، کیونکہ وہ عورت اپنے نفس کی مالکہ ہے اور اس خاوند سے الگ ہوگئی ہے، ابن عباس ابن زبیر عکرمہ جابر بن زید حسن بصری شافعی احمد اسحاق ابوثور کا یہی قول ہے۔

دوسرا قول امام مالک علیہ الرحمہ کا ہے کہ اگر خلع کے ساتھ ہی بغیر خاموش رہے طلاق دے دے تو واقع ہوجائے گی ورنہ نہیں، یہ مثل اس کے ہے جو حضرت عثمان سے مروی ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ عدت میں طلاق واقع ہوجائے گی۔ ابوحنیفہ ان کے اصحاب، ثوری، اوزاعی، سعید بن مسیب، شریح، طاؤس، ابراہیم، زہری، حاکم، حکم اور حماد کا بھی یہی قول ہے۔

ابن مسعود اور ابوالدرداء سے بھی یہ مروی تو ہے لیکن ثابت نہیں۔ پھر فرمایا ہے کہ یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کی حدوں سے آگے نہ بڑھو، فرائض کو ضائع نہ کرو، محارم کی بےحرمتی نہ کرو، جن چیزوں کا ذکر شریعت میں نہیں تم بھی ان سے خاموش رہو کیونکہ اللہ کی ذات بھول چوک سے پاک ہے۔ اس آیت سے استدلال ہے ان لوگوں کا جو کہتے ہیں کہ تینوں طلاقیں ایک مرتبہ ہی دینا حرام ہیں۔ مالکیہ اور ان کے موافقین کا یہی مذہب ہے، ان کے نزدیک سنت طریقہ یہی ہے کہ طلاق ایک ایک دی جائے کیونکہ آیت (الطلاق مرتان) کہا پھر فرمایا کہ یہ حدیں ہیں اللہ کی، ان سے تجاوز نہ کرو،

اس کی تقویت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو سنن نسائی میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں ایک ساتھ دی ہیں۔ آپ سخت غضبناک ہوکر کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے کیا میری موجودگی میں کتاب اللہ کے ساتھ کھیلا جانے لگا۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو میں اس

شخص کو قتل کرو، لیکن اس روایت کی سند میں انقطاع ہے۔

بانجھ کے فسخ نکاح کا ذریعہ نہ ہونے کا بیان

ابن قدامہ رحمہ اللہ فسخ نکاح کو جائز کرنے والے عیوب بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں: "ہمارے علم کے مطابق تو اہل علم کے ہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں، صرف حسن بصری رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ: جب دونوں یعنی خاوند اور بیوی میں سے کوئی ایک بانجھ ہو تو دوسرے کو اختیار ہوگا۔

اور امام احمد رحمہ اللہ یہ پسند کرتے ہیں کہ وہ اپنا معاملہ واضح کرے، ہو سکتا ہے اس کی بیوی اولاد چاہتی ہو، اور یہ نکاح کے شروع میں ہونا چاہیے، لیکن اس سے فسخ ثابت نہیں ہوتا، اگر اس سے فسخ نکاح ثابت ہوتا تو پھر آیسہ یعنی ناامید ہونے والی عورت میں یہ ضرور ثابت ہوتا؛ اور اس لیے بھی کہ اس کا علم نہیں، کیونکہ کچھ آدمی ایسے ہوتے ہیں جنہیں جوانی میں اولاد نہیں ہوتی لیکن بڑھاپے میں اولاد ہو جاتی ہے، اور سارے عیوب سے ان کے ہاں فسخ نکاح ثابت نہیں ہوتا۔ (المغنی (143/7))

اس آیت شریفہ کے مضمون کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو چھوڑنا چاہے تو بیوی سے کچھ مال لینا اس کے لئے حلال نہیں، خواہ وہ مال خود شوہر ہی کا دیا ہوا کیوں نہ ہو۔

صرف ایک ہی صورت ایسی ہے جس میں شوہر کے لئے بیوی سے معاوضہ لینا حلال ہے، وہ یہ کہ میاں بیوی دونوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ضابطوں کو قائم نہیں کر سکیں گے۔

پس اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ میاں بیوی دونوں یہ محسوس کرتے ہوں کہ اب وہ میاں بیوی کی حیثیت سے حدودِ خداوندی کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان دونوں کو خلع کا معاملہ کر لینے میں کوئی گناہ نہیں، اور اس صورت میں بیوی سے بدل خلع کا وصول کرنا شوہر کے لئے حلال ہوگا۔

بَابُ: الْإِيلَاءِ

یہ باب ایلاء کے بیان میں ہے

ایلاء کے معنی ومفہوم کا بیان

ایلاء "آلَا یَاْلُوْ" سے باب افعال ہے۔ "آلَا یَاْلُوْ" کا اصل لغوی مفہوم کسی امر میں کوتاہی اور کمی کرنا ہے اور "ایلاء" ایلاء کے لغوی معنی یہ ہیں کہ قسم (یمین) کے ہیں خواہ کسی بھی بات پر قسم کھائی جائے۔ جبکہ اصطلاحی معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے مطلق طور پر یا ہمیشہ کے لیے یا چار مہینہ اور اس سے زیادہ مدت کے لیے صحبت نہ کرنے کی قسم کھا لے، اسی طرح بیوی سے صحبت کرنے کی صورت میں کوئی ایسی چیز اپنے اوپر لازم کر لے جس کی ادائیگی ایک گونہ دشوار اور مشکل ہو مثلاً یہ کہے کہ اگر میں تجھ سے صحبت کرلوں تو مجھ پر حج یا روزہ وغیرہ واجب ہو جائے تو بھی ایلاء ہی شمار ہوگا۔ (فقہ اسلامی وادلہ، ج ۹، ص ۵۰۳)

مدت ایلاء گزرنے کے بعد وقوع طلاق میں مذاہب اربعہ

حضرت سلیمان ابن یسار تابعی کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس بلکہ اس سے بھی زیادہ صحابیوں کو پایا ہے وہ سب یہ فرمایا کرتے تھے کہ ایلاء کرنیوالے کو ٹھہرایا جائے (شرح السنہ مشکوۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث 496)

ایلاء اس کو کہتے ہیں کہ کوئی مرد یہ قسم کھائے کہ میں چار مہینہ یا اس سے زائد مثلاً پانچ مہینہ یا چھ مہینہ) تک اپنی بیوی سے جماع نہیں کروں گا لہذا اگر اس مرد نے اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو اس صورت میں اکثر صحابہ کے قول کے مطابق اس مرد کی بیوی پر محض چار مہینے گزر جانے سے طلاق نہیں پڑے گی بلکہ ایلاء کرنیوالے کو ٹھہرایا جائے گا یعنی حاکم وقاضی اس کو محبوس کریگا اور اس سے یہ کہے گا کہ یا تو اپنی عورت سے رجوع کرو یعنی اس سے جماع کرلو اور اپنی قسم پوری نہ کرنے کا کفارہ دو یا اپنی بیوی کو طلاق دیدو۔ چنانچہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا مسلک یہی ہے نیز حضرت امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مرد حاکم وقاضی کی اس بات پر عمل نہ کرے یعنی نہ تو عورت سے رجوع کرے اور نہ طلاق دے تو حاکم کو اختیار ہے کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دیدے۔ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں اگر اس مرد نے چار مہینے کے اندر اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو اس کا ایلاء ساقط ہو جائے گا۔ مگر اس پر قسم پوری نہ کرنے کا کفارہ لازم آئے گا اور اگر اس نے جماع نہ کیا یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی ایلاء کے دیگر مسائل اور اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "امام نخعی اور قتادہ اور حماد، ور ابن ابی لیلیٰ اور اسحاق کا قول ہے کہ جس نے بھی قلیل یا اکثر وقت میں وطئی نہ کرنے کی قسم اٹھائی، اور اسے چار ماہ تک چھوڑ دیا تو اس نے ایلاء کیا ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (ان لوگوں کے لیے جو اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں وہ چار ماہ تک انتظار کریں)۔ اور یہ شخص ایلاء کرنے والا ہے؛ کیونکہ ایلاء حلف ہے اور اس نے قسم اٹھائی ہے۔ (المغنی (415/7))

ایلاء کے حکم کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ شخص اس عورت سے چار ماہ تک صحبت نہ کرے تو چار ماہ بعد خود بخود طلاق بائن پڑ جائے گی اور اگر چار ماہ کے اندر صحبت کرلے تو قسم کا کفارہ دینا پڑیگا۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۲۲۲، بیروت)

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: وَأَمَّا حُكْمُ الْإِيلَاءِ فَنَقُولُ وَبِاَللَّهِ التَّوْفِيقُ إنَّهُ يَتَعَلَّقُ بِالْإِيلَاءِ حُكْمَانِ : حُكْمُ الْحِنْثِ ، وَحُكْمُ الْبِرِّ ، أَمَّا حُكْمُ الْحِنْثِ فَيَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمَحْلُوفِ بِهِ : فَإِنْ كَانَ الْحَلِفُ بِاَللَّهِ تَعَالَى فَهُوَ وُجُوبُ كَفَّارَةِ الْيَمِينِ كَسَائِرِ الْأَيْمَانِ بِاَللَّهِ ،، أَمَّا أَصْلُ الْحُكْمِ فَهُوَ وُقُوعُ الطَّلَاقِ بَعْدَ مُضِيِّ الْمُدَّةِ مِنْ غَيْرِ فَيْءٍ (بدائع الصنائع فصل

فی حُکْمِ الْإِيْلَاءِ

ایلاء کے تاریخی پس منظر کا بیان اور اسلامی اصول کی اہمیت

زمانہ جاہلیت میں ایک طریقہ میاں بیوی میں علیحدگی کا یہ بھی تھا کہ شوہر غصے میں آ کر قسم کھا بیٹھتے تھے کہ وہ اپنی بیویوں سے ہم بستری نہ کریں گے۔ اصطلاح میں اسی کو ایلاء کہتے ہیں۔ ایلاء کرنے کے بعد جو ایک طرح کی طلاق ہی تھی، شوہر اپنی بیوی کے نان و نفقہ اور ہر قسم کے ادائے حقوق سے معاً دستبردار ہو جاتا تھا۔

اسلام نے اس طریقہ طلاق کی بھی اصلاح کی اور اسے ایک قانون کی شکل میں نافذ فرمایا اور فطرت بشری کا بالکل صحیح اندازہ کر کے حکم دیا کہ چونکہ زوجین میں تعلقات ہمیشہ خوشگوار تو نہیں رہ سکتے، بگاڑ پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں، لیکن ایسے بگاڑ کو خدا کی شریعت پسند نہیں کرتی کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ، قانونی طور پر رشتہ ازدواج میں تو بندھے رہیں، مگر عملاً ایک دوسرے سے اس طرح الگ رہیں کہ گویا وہ میاں بیوی نہیں ہیں۔ ایسے بگاڑ کے لیے اللہ تعالیٰ نے چار ماہ کی مدت مقرر فرما دی کہ یا تو اس مدت میں سارے پہلوؤں پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کے بعد اپنے تعلقات درست کر لو لیکن اس صورت میں ایسی قسم توڑنے کا گناہ ایک خفیف سے کفارے کے بعد معاف کیا جائے گا ورنہ رشتہ ازدواج منقطع کر دو تا کہ دونوں، ایک دوسرے سے آزاد ہو کر جس سے چاہیں، نباہ کر سکیں۔ فریقین ہنسی خوشی اور باضابطہ معاہدہ نکاح کو فسخ کر کے ایک دوسرے سے مستقل علیحدگی اختیار کر لیں۔ یہ اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ رہیں تو میاں بیوی، لیکن عملاً ایک دوسرے سے لاتعلق ہو جائیں۔

2059 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی الرِّجَالِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَقْسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا يَدْخُلَ عَلٰى نِسَآئِهٖ شَهْرًا فَمَكَثَ تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ يَوْمًا حَتّٰى اِذَا كَانَ مَسَاءُ ثَلَاثِيْنَ دَخَلَ عَلَيَّ فَقُلْتُ اِنَّكَ اَقْسَمْتَ اَنْ لَّا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا فَقَالَ الشَّهْرُ هٰكَذَا يُرْسِلُ اَصَابِعَهٗ فِيْهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَّالشَّهْرُ هٰكَذَا وَاَرْسَلَ اَصَابِعَهٗ كُلَّهَا وَاَمْسَكَ اِصْبَعًا وَّاحِدًا فِی الثَّالِثَةِ

◄◄ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قسم اٹھائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک اپنی ازواج کے پاس تشریف نہیں لے کر جائیں گے' پھر انتیس دن گزر گئے' تیسویں دن کی شام ہوئی' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے' میں نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ قسم اٹھائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینے تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مہینہ اس طرح بھی ہوتا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اپنی انگلیوں کو کھولا اور مہینہ اس طرح بھی ہوتا ہے' اس مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام انگلیوں کو کھولا' لیکن تیسری مرتبہ میں ایک انگلی کو بند کر لیا (یعنی مہینہ کبھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے)۔

2060 - حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِیْ زَائِدَةَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اٰلٰى لِاَنَّ زَيْنَبَ رَدَّتْ عَلَيْهِ هَدِيَّتَهٗ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لَقَدْ اَقْمَاَتْكَ

2059۔ اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2060 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

فَغَضِبَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاٰلٰى مِنْهُنَّ

◆◆ سیدہ عائشہ ﷞ بیان کرتی ہیں' نبی کریم ﷺ نے ایلاء اس لیے کیا تھا' کیونکہ سیدہ زینب ﷞ نے ان کے تحفے کو واپس کر دیا تھا' سیدہ عائشہ ﷞ بیان کرتی ہیں' اس خاتون نے نبی کریم ﷺ کی قدر و منزلت کا خیال نہیں کیا تھا' اس بات پر نبی کریم ﷺ کو غصہ آگیا اور آپ ﷺ نے اپنی ازواج کے ساتھ ایلاء کر لیا۔

2061- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْسُفَ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰلٰى مِنْ بَعْضِ نِسَآئِهٖ شَهْرًا فَلَمَّا كَانَ تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ رَاحَ اَوْ غَدَا فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا مَضٰى تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ فَقَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ

◆◆ سیدہ ام سلمہ ﷞ بیان کرتی ہیں' نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایک مہینے کے لیے ایلاء کر لیا جب انتیس دن گزر گئے تو آپ صبح کے وقت یا شاید شام کے وقت تشریف لے آئے آپ کی خدمت میں عرض کی گئی۔ آپ نے تو یہ قسم اٹھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک تشریف نہیں لائیں گے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کبھی مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

شرح

اور جب شوہر بیوی سے یہ کہے: اللہ کی قسم میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا' یا یہ کہہ دے: اللہ کی قسم میں چار ماہ تک تمہارے قریب نہیں آؤں گا' تو وہ ایلاء کرنے والا شمار ہوگا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے ساتھ ایلاء کرتے ہیں ان کے لئے حکم ہے کہ وہ چار ماہ تک انتظار کریں''۔ اگر چار ماہ کے دوران' شوہر بیوی کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے' تو وہ قسم توڑنے والا شمار ہوگا اور اس پر کفارے کی ادائیگی لازم ہوگی' چونکہ قسم توڑنے کے نتیجے میں کفارہ لازم ہو جاتا ہے' اور ایلاء ساقط ہو جائے گا۔ توڑے جانے کے نتیجے میں قسم خود بخود ختم ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ عورت کے قریب نہیں جاتا اور چار ماہ گزر جاتے ہیں' تو عورت کو ایک بائنہ طلاق ہو جائے گی۔

امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: عورت قاضی کی تفریق کے بعد بائنہ ہوگی اس کی دلیل یہ ہے: مرد نے صحبت کے بارے میں اس کے حق میں رکاوٹ پیدا کی ہے' تو قاضی عورت کو نجات دلانے کے لئے مرد کا قائم مقام تصور کیا جائے گا۔ جیسا کہ اگر شوہر نامرد ہو' تو قاضی کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: مرد نے عورت کے ساتھ زیادتی کی ہے اور اس کے حق میں رکاوٹ ڈالی ہے' تو شریعت نے اسے یہ سزا دی ہے' طے شدہ مدت گزرنے کے بعد نکاح کی نعمت خود بخود زائل ہو جائے گی' اور یہی بات حضرت عثمان غنی حضرت علی' حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت سے منقول ہے اور ان حضرات کی پیروی کافی ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: یہ (ایلاء) زمانہ جاہلیت میں طلاق شمار ہوتا تھا' تو شریعت نے یہ حکم دیا: مخصوص مدت گزرنے تک اس کو مؤخر کیا جائے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

2061 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1910 ' ورقم الحدیث: 5202 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2519 ' ورقم الحدیث: 2520

مدت ایلاء کے بعد وقوع طلاق کا بیان

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (البقرہ، ۲۲۶)

اور وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ معمول تھا کہ اپنی عورتوں سے مال طلب کرتے اگر وہ دینے سے انکار کرتیں تو ایک سال دو سال تین سال یا اس سے زیادہ عرصہ ان کے پاس نہ جانے اور صحبت ترک کرنے کی قسم کھا لیتے تھے اور انہیں پریشانی میں چھوڑ دیتے تھے نہ وہ بیوہ ہی تھیں کہ کہیں اپنا ٹھکانہ کر لیتیں نہ شوہر دار کہ شوہر سے آرام پاتیں اسلام نے اس ظلم کو مٹایا اور ایسی قسم کھانے والوں کے لئے چار مہینے کی مدت معین فرما دی کہ اگر عورت سے چار مہینے یا اس سے زائد عرصہ کے لئے یا غیر معین مدت کے لئے ترک صحبت کی قسم کھالے جس کو ایلا کہتے ہیں تو اس کے لئے چار ماہ انتظار کی مہلت ہے اس عرصہ میں خوب سوچ سمجھ لے کہ عورت کو چھوڑنا اس کے لئے بہتر ہے یا رکھنا اگر رکھنا بہتر سمجھے اور اس مدت کے اندر رجوع کرے تو نکاح باقی رہے گا اور قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور اگر اس مدت میں رجوع نہ کیا قسم نہ توڑی تو عورت نکاح سے باہر ہوگئی اور اس پر طلاق بائن واقع ہوگئی۔ اگر مرد صحبت پر قادر ہو تو رجوع صحبت ہی سے ہوگا اور اگر کسی دلیل سے قدرت نہ ہو تو بعد قدرت صحبت کا وعدہ رجوع ہے۔ (تفسیری احمدی)

مدت ایلاء کے بعد والی طلاق میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے یہ نہیں کہا ہے کہ قاضی تفریق کردے گا بلکہ ان کا مذہب بھی یہی ہے کہ طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور اسی طرح امام مالک علیہ الرحمہ اور امام احمد بن حنبل علیہما الرحمہ کا بھی مذہب ہے (لہٰذا احناف اور ائمہ ثلاثہ کا اس مسئلہ میں اختلاف طلاق رجعی اور بائنہ ہونے میں ہے۔ وقوع طلاق میں کوئی اختلاف نہیں ہے)۔ (فتح القدیر، ج ۸، ص ۵۷۴، بیروت)

حضرت سلیمان ابن یسار تابعی کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس بلکہ اس سے بھی زیادہ صحابیوں کو پایا ہے وہ سب یہ فرمایا کرتے تھے کہ ایلاء کرنے والے کو ٹھہرایا جائے (شرح السنہ)

ایلاء اس کو کہتے ہیں کہ کوئی مرد یہ قسم کھائے کہ میں چار مہینہ یا اس سے زائد مثلاً پانچ مہینہ یا چھ مہینہ) تک اپنی بیوی سے جماع نہیں کروں گا لہٰذا اگر اس مرد نے اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو اس صورت میں اکثر صحابہ کے قول کے مطابق اس مرد کی بیوی پر محض چار مہینے گزر جانے سے طلاق نہیں پڑے گی بلکہ ایلاء کرنے والے کو ٹھہرایا جائے گا یعنی حاکم وقاضی اس کو محبوس کریگا اور اس سے یہ کہے گا کہ یا تو اپنی عورت سے رجوع کر و یعنی اس سے جماع کرلو اور اپنی قسم پوری نہ کرنے کا کفارہ دو یا اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ چنانچہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا مسلک یہی ہے نیز حضرت امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مرد حاکم وقاضی کی اس بات پر عمل نہ کرے یعنی نہ تو عورت سے رجوع کرے اور نہ طلاق دے تو

حاکم کو اختیار ہے کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دیدے۔

اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں اگر اس مرد نے چار مہینے کے اندر اپنی بیوی سے جماع کر لیا تو اس کا ایلاء ساقط ہو جائے گا۔ مگر اس پر قسم پوری نہ کرنے کا کفارہ لازم آئے گا اور اگر اس نے جماع نہ کیا یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن پڑھ جائے گی ایلاء کے دیگر مسائل اور اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

مدت ایلاء گزرنے کے بعد وقوع طلاق میں فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں کہ اگر چار مہینے گزر جانے کے بعد وہ طلاق دینے کا قصد کرے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چار مہینے گزرتے ہیں طلاق نہیں ہوگی۔

جمہور متاخرین کا یہی مذہب ہے، گو ایک دوسری جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ بلا جماع چار ماہ گزرنے کے بعد طلاق ہو جائے گی۔ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت زید بن ثابت اور بعض تابعین سے بھی یہی مروی ہے لیکن یاد رہے کہ راجح قول اور قرآن کریم کے الفاظ اور صحیح حدیث سے ثابت شدہ قول یہی ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی۔

احناف کہتے ہیں بائن ہوگی، جو لوگ طلاق پڑنے کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اسے عدت بھی گزارنی پڑے گی۔ ہاں ابن عباس اور ابوالشعثاء فرماتے ہیں کہ اگر ان چار مہینوں میں اس عورت کو تین حیض آ گئے ہیں تو اس پر عدت بھی نہیں۔ امام شافعی کا بھی قول یہی ہے لیکن جمہور متاخرین علماء کا فرمان یہی ہے کہ اس مدت کے گزرتے ہیں طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ اب ایلاء کرنے والے کو مجبور کیا جائے گا کہ یا تو وہ اپنی قسم کو توڑے یا طلاق دے۔ موطا مالک میں حضرت عبداللہ بن عمر سے یہی مروی ہے۔ صحیح بخاری میں بھی یہ روایت موجود ہے،

امام شافعی اپنی سند سے حضرت سلیمان بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دس سے اوپر صحابیوں سے سنا کہ وہ کہتے تھے چار ماہ کے بعد ایلاء کرنے والے کو کھڑا کیا گیا تو کم سے کم یہ تیرہ صحابی ہو گئے۔ حضرت علی سے بھی یہی منقول ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی حضرت عمر، حضرت ابن عمر، حضرت عثمان بن زید بن ثابت اور دس سے اوپر اوپر دوسرے صحابہ کرام سے مروی ہے، دار قطنی میں ہے حضرت ابوصالح فرماتے ہیں میں نے بارہ صحابیوں سے اس مسئلہ کو پوچھا، سب نے یہی جواب عنایت فرمایا، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابودرداء، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، بھی یہی فرماتے ہیں اور تابعین میں سے حضرت سعید بن مسیب، حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت مجاہد، حضرت طاؤس، حضرت محمد بن کعب، حضرت قاسم رحمتہ اللہ علیہ اجمعین کا بھی یہی قول ہے اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد اور ان کے ساتھیوں کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام بن جریر بھی اسی قول کو پسند کرتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، بقرہ، ۲۲۶)

حافظ ابن کثیر نے ائمہ ثلاثہ کے مذاہب نقل کرنے میں سہو کیا

ہم نے فتح القدیر سے فقہی مذاہب بیان کیے ہیں جس میں امام، علامہ، ترجمان حنفیت کمال الدین ابن ہمام علیہ الرحمہ جن کی تحقیق کے اغیار اور اہل ظواہر بھی قائل ہیں انہوں نے یہ لکھا ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی مدت ایلاء گزرنے کے ساتھ طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے۔ جبکہ حافظ ابن کثیر تابعین کی طرف کثرت سے اقوال کی نسبت بھی کی اور ان کے بعد ائمہ ثلاثہ کی طرف یہ مؤقف منسوب کیا ہے کہ ان کے نزدیک مدت ایلاء گزرنے کے بعد طلاق واقع نہ ہوگی۔ یہ تفسیر ابن کثیر میں ان کا سہو ہے۔

مدت ایلاء کے خود بائنہ ہونے میں فقہی مذاہب

مسروق، حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے ایلاء اور انہیں اپنے اوپر حرام کرلیا، پھر آپ نے قسم کا کفارہ ادا کیا اور جس چیز کو حرام کیا تھا اسے حلال کیا اس باب میں حضرت ابوموسیٰ اور انس سے بھی روایت ہے مسلمہ بن عقیل کی داؤد سے منقول حدیث علی بن مسہر وغیرہ داؤد سے منقول حدیث نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلاء کیا الخ۔ اس حدیث میں مسروق کے عائشہ سے نقل کرنے کا ذکر نہیں اور یہ حدیث مسلمہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ ایلاء کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ چار مہینے یا اس سے زیادہ تک اپنی بیوی کے قریب بھی نہیں جائے گا پھر چار مہینے گزر جانے کے بعد عورت کے قریب نہ جائے تو کیا حکم ہے؟ اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے بعض علماء اور تابعین فرماتے ہیں کہ چار ماہ گزر جانے پر تو وہ ٹھہر جائے یا تو رجوع کرے یا طلاق دے۔ امام مالک علیہ الرحمہ بن انس، شافعی، احمد، اسحاق کا یہی قول ہے بعض علماء اور دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ چار ماہ گزرنے پر ایک طلاق بائن خود بخود ہو جائے گی، سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی جلد اول رقم الحدیث 1213)

امام ترمذی علیہ الرحمہ نے مختلف فقہی مذاہب کے فقہاء کے اقوال نقل کیے ہیں۔ جن میں ائمہ ثلاثہ کا قول کہ یا ایلاء والا رجوع کرے یا طلاق دے اس سے یہ اشتباہ ہو سکتا ہے کہ شاید ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مدت ایلاء گزر جانے کے بعد طلاق واقع نہیں ہوتی حالانکہ ائمہ ثلاثہ نے طلاق دینے کا حکم دیا ہے لہٰذا اس حکم کا وقوع طلاق یا عدم وقوع کے حکم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یعنی اگر وہ طلاق نہ دے تو کیا پھر بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی یہ مسئلہ جامع ترمذی کی مذکورہ روایت سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

ایلاء کے طلاق نہ ہونے میں فقہ شافعی کے دلائل کا بیان

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ سے یہ روایت کیا گیا ہے کہ اگر چار ماہ گزر جائیں تو اس شخص سے جس نے "ایلاء" کیا ہے (یعنی ازدواجی تعلقات نہ رکھنے کی قسم کھائی ہے)، یہ کہا جائے گا کہ وہ بیوی کو یا تو رکھنے کا فیصلہ کرے یا پھر اسے طلاق دے دے۔ بعض دوسرے صحابہ سے یہ مروی ہے کہ چار ماہ کا گزرنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ شخص طلاق دینا چاہتا ہے۔ اس معاملے میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے ماں باپ آپ پر قربان، کوئی بات نہیں ملتی۔

نوٹ: اس حکم کی دلیل یہ ہے کہ کوئی شخص بلا دلیل اپنی بیوی کو لٹکائے نہ رکھے۔ اگر کوئی ایسی بیہودہ قسم کھا بیٹھے تو پھر یا تو بیوی کو

آزاد کرے اور یا پھر قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرے۔ آیت کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی قسم کھانا بہر حال ایک گناہ کا فعل ہے۔

سائل: ان دونوں میں سے آپ نے کس نقطہ نظر کو اختیار کیا ہے؟ شافعی: میری دلیل یہ ہے کہ قسم کھانے سے طلاق لازم نہیں آتی۔ اگر خاتون اپنے حقوق کا مطالبہ کرے تو ہم چار ماہ تک تو علیحدگی نہیں کروائیں گے۔ جب چار ماہ گزر جائیں گے تو اس سے کہا جائے گا، یا تو طلاق دو یا پھر واپس آ ؤ۔ اس کا ازدواجی تعلقات قائم کر لینا واپسی کا ثبوت ہو گا۔

سائل: اس دلیل کو آپ نے کس بنیاد پر اختیار کیا ہے؟ شافعی: مجھے یہ کتاب اللہ اور عقل کے زیادہ قریب لگی ہے۔

سائل: کتاب اللہ سے اس بارے میں کوئی بات ملتی ہے؟

شافعی: اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ "للذین یؤلون من نسائہم تربص اربعۃ اشہر" یعنی "جو لوگ اپنی بیویوں سے ازدواجی تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھیں، ان کے لئے چار ماہ کی مہلت ہے"۔ آیت کے ظاہری مفہوم میں یہ بات ملتی ہے کہ جس (خاتون کو) اللہ نے چار ماہ انتظار کرنے کا حکم دیا ہے، اس کے لئے چار ماہ تک تو انتظار کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار مہینے میں لوٹ آنے کا جو حکم دیا ہے، وہ اس طرح سے ہو جیسا کہ آپ کسی کو کہیں، "میں آپ کو چار ماہ کی مہلت دے رہا ہوں، اس میں یہ عمارت تعمیر کر دیجیے۔" کوئی شخص بھی یہ بات اس وقت نہیں سمجھ سکتا کہ بات کس سے کی گئی ہے جب تک وہ اس کلام کے سیاق وسباق سے واقف نہ ہو۔

اگر یہ کہا جائے کہ "آپ کو چار ماہ کی مہلت ہے" تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ شخص اس وقت تک دعویٰ نہیں کر سکتا جب تک چار ماہ پورے نہ ہو جائیں اور عمارت کی تعمیر مکمل نہ ہوئی ہو۔ اس وقت تک اس بلڈر کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تم نے عمارت کی تعمیر بروقت مکمل نہیں کی جب تک چار ماہ کی مدت پوری نہ ہو جائے۔ جب مدت پوری ہو جائے گی (اور اس نے تعمیر مکمل نہ کی ہو گی) تب کہا جائے گا کہ تم نے کام پورا نہیں کیا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ چار ماہ مکمل ہونے سے پہلے (پراگریس دیکھنے پر) یہ معلوم ہو جائے کہ چار ماہ کی مدت پوری ہونے پر بھی عمارت کی تعمیر مکمل نہ ہو گی۔

(قسم کھانے کے بعد خاتون سے) رجوع کر لینے کا معاملہ (عمارت کی طرح نہیں ہے۔) اس میں چار ماہ گزرنے کے بعد ہی پتہ چل سکتا ہے کیونکہ ازدواجی تعلقات تو بہت ہی کم وقت میں قائم کیے جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جائے اور چار ماہ اسی طرح گزار دے۔ اس کے بعد بھی وہ علیحدہ رہے تو وہ اللہ کے نزدیک جواب دہ ہو گا۔ اب اس پر لازم ہے کہ وہ یا تو واپس لوٹے اور یا پھر اسے طلاق دے دے۔

اگر اس آیت کے آخری حصے میں ایسی کوئی بات نہ پائی جائے جس کی بنیاد پر دوسرا نقطہ نظر اختیار (یعنی چار ماہ علیحدہ رہنے سے طلاق خود بخود واقع ہو جائے گی) کرنا ضروری ہو تو پھر اپنے ظاہری مفہوم پر ہم پہلے نقطہ نظر ہی کو ترجیح دیں گے۔ قرآن کے معنی کو اپنے ظاہری مفہوم ہی پر لیا جائے گا۔ ہاں اگر سنت یا اجماع سے کوئی دلیل مل جائے تو پھر اس کے ظاہری معنی کی بجائے مجازی معنی کو بھی قبول کیا جا سکتا ہے۔

سائل: کیا آیت کے سیاق وسباق میں بھی کوئی ایسی بات ہے جو آپ کی وضاحت کی توثیق کرتی ہو؟

شافعی: اللہ عزوجل نے یہ بیان کرنے کے بعد کہ "ایلاء کرنے والے کے لئے چار ماہ کی مہلت ہے"، فرمایا کہ "فان فاء وا، فان اللہ غفور رحیم، وان عزموا الطلاق، فان اللہ سمیع علیم" یعنی "اگر وہ واپس آ جائیں تو اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ اگر انہوں نے طلاق ہی کا ارادہ کر رکھا ہے تو بے شک اللہ سننے جاننے والا ہے۔" اس نے ان دونوں صورتوں کے احکام کو بغیر کسی فاصلے کے بیان فرما دیا ہے۔ یہ دونوں چار ماہ کے بعد واقع ہوں گے۔ اب یا تو اس شخص کو بیوی سے رجوع کرنا ہوگا یا طلاق دینی ہوگی۔ یہ اختیار ایک ہی وقت میں استعمال کیا جا سکے گا۔ ان میں سے کوئی بات ایک دوسرے سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ ان دونوں کا ذکر اکٹھے ہی ہوا ہے۔ یہ معاملہ ایسا ہی ہے جیسا اگر (وہ شخص جس کے پاس دوسرے کی کوئی چیز گروی رکھی ہوئی ہے) کہے، "قرض ادا کر کے اپنی گروی چیز واپس لے لو یا پھر میں اسے بیچنے لگا ہوں۔" جب بھی دو کاموں میں اختیار ہوتا ہے کہ "یہ کر لو یا یہ کر لو" تو پھر یہ ایک ہی وقت میں ہوتا ہے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو ان دونوں کا ذکر ایک ساتھ نہ ہوتا۔ پھر یہ کہا جاتا کہ ایلاء کرنے والا چار ماہ کے عرصے میں بیوی سے رجوع کر سکتا ہے لیکن اگر وہ طلاق کا ارادہ رکھتا ہے تو پھر یہ چار ماہ کے بعد ہی ہوگا۔ اس صورت میں ایک آپشن کے لئے تو کھلا وقت ہوتا جبکہ دوسری آپشن کے لئے بہت کم وقت ہوتا۔ (ایسا نہیں ہوا بلکہ) ان دونوں کا ذکر ایک ساتھ ہی کیا گیا ہے۔ سائل: اگر وہ چار ماہ سے پہلے ہی بیوی سے رجوع کر لے تو کیا اسے "رجوع کرنا" ہی کہیں گے؟

شافعی: جی ہاں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ اگر میں آپ سے کہوں، "آپ پر یہ قرض (ایک مخصوص مدت میں) ادا کرنا لازم ہے۔ اگر آپ نے اسے وقت سے پہلے ادا کر دیا تو آپ اس سے بری ہو جائیں گے۔" اب اگر آپ وقت پورا ہونے سے پہلے ہی اسے ادا کر دیتے ہیں تو یہ جلدی کر کے آپ ایک اچھا کام کریں گے۔

کیا آپ اس سے اتفاق نہیں کریں گے کہ اگر (ایلاء کرنے والا) شخص ہر روز رجوع کرنے کا فیصلہ کرے لیکن چار ماہ تک ازدواجی تعلقات قائم نہ کرے تو وہ ایک غلط کام کر رہا ہے۔ سائل: اگر وہ شخص ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے قابل ہے، تو جب تک وہ ایسا نہیں کرے گا، ارادے کا تو کوئی مطلب ہی نہیں۔

شافعی: اگر وہ شخص ازدواجی تعلقات تو قائم کر لے لیکن اس خاتون سے رجوع کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو کیا وہ اس ذمہ داری سے بری ہو جائے گا کہ چار ماہ کی مدت میں طلاق دے۔ ازدواجی تعلقات کی اہمیت تو یہی ہے (کہ اس کے ذریعے وہ شخص اپنی بیوی سے رجوع کرے۔ [سائل: جی ہاں۔

شافعی: اگر ایک شخص یہ ارادہ کر لے کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع نہیں کرے گا اور وہ ہر روز یہ قسم کھائے کہ وہ رجوع نہیں کرے گا۔ اس کے بعد چار ماہ پورے ہونے سے چند لمحے قبل وہ ازدواجی تعلقات قائم کر لے تو کیا وہ ایلاء کے قانون کے تحت طلاق دینے کی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا۔ (دل میں کھوٹ کے ساتھ) ازدواجی تعلقات قائم کرنے سے کیا وہ طلاق دینے کی ذمہ داری سے بری ہو سکتا ہے؟ سائل: جی ہاں۔

شافعی: اگر اس کا ارادہ بیوی سے رجوع کا نہیں ہے، اور وہ ازدواجی تعلقات واپس لینے کی نیت سے نہیں بلکہ محض لطف اندوز ہونے کے لئے قائم کررہا ہے تو کیا آپ کی اور ہماری دلیل میں وہ ایلاء کے قانون کے تحت طلاق دینے کی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا؟ سائل: یہ ایسا ہی ہے جیسا آپ نے فرمایا۔ ازدواجی تعلقات خواہ کسی بھی ارادے سے قائم کیے جائیں اس کے تحت وہ (ایلاء کے قانون کے تحت طلاق دینے کی) ذمہ داری سے بری ہو جائے گا۔

شافعی: اگر وہ روزانہ رجوع کا فیصلہ کرے تو پھر چار ماہ گزرنے پر کس طرح یہ لازم آتا ہے کہ وہ طلاق بھی دے جب کہ نہ تو اس نے اس کا ارادہ کیا اور نہ ہی اس پر بات کی ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ دلیل کسی کی عقل میں بھی آسکتی ہے؟ سائل: یہ دلیل عقل کے خلاف کیسے ہے؟

شافعی: اگر ایک شخص اپنی بیوی سے کہے، "خدا کی قسم میں کبھی تمہارے قریب نہ آؤں گا۔" یا یہ کہے "تمہیں چار مہینے کے لئے طلاق ہے۔" تو آپ اس کے بارے میں کیا کہیں گے؟ سائل: اگر میں کہوں کہ ہاں؟ شافعی: اگر اس نے چار ماہ سے قبل ازدواجی تعلقات قائم کر لیے تو؟

سائل: یہ تو نہیں ہوسکتا۔ (ازدواجی تعلقات قائم نہ کرنے کی قسم کھانا) یا چار ماہ کے لئے طلاق دے دینا ایک جیسی بات تو نہیں ہے۔

شافعی: ایک ایلاء کرنے والے شخص کا قسم کھانا طلاق نہیں ہے۔ یہ محض ایک قسم ہے جو مدت گزرنے کے بعد طلاق میں تبدیل ہو جائے گی۔ کیا کسی بھی عقل مند شخص کے لئے یہ درست ہے کہ وہ کسی آیت یا حدیث کے بغیر اپنی طرف سے کوئی بات کہے؟ سائل: یہ دلیل تو آپ کے نقطہ نظر کے بھی خلاف ہے۔ شافعی: وہ کیسے؟

سائل: آپ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر چار ماہ کی مدت ختم ہو جائے تو اب ایلاء کرنے والے شخص کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اسے طلاق دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

شافعی: ایلاء کی قسم کھا لینے سے طلاق واقع نہیں ہو جاتی۔ یہ ایک ایسی قسم ہے جس کے بارے میں اللہ نے وقت مقرر کر دیا ہے تا کہ خاوند بیوی کو (لٹکا کر) نقصان نہ پہنچائے۔ اس نے حکم یہ دیا ہے کہ اب یا تو وہ رجوع کرے یا پھر طلاق دے۔ اس حکم کی مدت قسم کھانے کے وقت سے چار ماہ مقرر کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد اس شخص کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ دو میں ایک راستے کا اختیار کر لے۔ یا تو خاتون سے رجوع کرے یا پھر اسے طلاق دے۔ اگر وہ ان دونوں سے انکار کرے تو حکمران اسے مجبور کرے گا کہ وہ اس کی طلاق کو جاری کر دے جس کے بعد اس کے لئے ازدواجی تعلقات قائم رکھنا ممنوع قرار پائے۔

مدت ایلاء کے بعد وقوع طلاق میں فقہ حنفی کے دلائل

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اصل حکم جو ہے کہ یہ شخص اپنی عورت سے قربت کی قسم کھائے، رب عزوجل نے اسے چار مہینے کی مہلت دی ہے، اگر چار مہینے کے اندر قربت کرلے گا تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی کفارہ دینا ہوگا، اور اگر چار مہینے کامل گزر جائیں گے تو ایک طلاق بائن ہو جائے گی، عورت نکاح سے نکل جائے گی، پھر دوسرے یا تیسرے مہینے کوئی طلاق نہ ہوگی،

قال الله تعالیٰ للذین یؤلون من نساء هم تربص اربعة اشهرفان فآؤا فان الله غفور رحیم o۔وان عزمو االطلاق فان الله سمیع علیم o۔ والله تعالیٰ اعلم ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لوگ جو بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں ان کی قسم کی مدت چار ماہ ہے اگر اس دوران رجوع کرلیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا ، رحم فرمانے والا ہے ،اور اگر وہ (رجوع نہ کرکے) طلاق کا عزم کیے ہوں تو اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

آثار سے طلاق ایلاء کا بیان

ابن شہاب سے روایت ہے کہ سعید بن مسیب اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن کہتے تھے جو شخص ایلاء کرے اپنی عورت سے تو جب چار مہینے گزر جائیں ایک طلاق پڑ جائے گی مگر خاوند کو اختیار ہے کہ جب تک عورت عدت میں ہے رجعت کرلے۔

عَنْ مَالِك أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ كَانَ يَقْضِي فِي الرَّجُلِ إِذَا آلَى مِنْ امْرَأَتِهِ أَنَّهَا إِذَا مَضَتْ الْأَرْبَعَةُ الْأَشْهُرِ فَهِيَ تَطْلِيقَةٌ وَلَهُ عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ مَا دَامَتْ فِي عِدَّتِهَا

مالک کو پہنچا کہ مروان بن حکم حکم کرتے تھے جب کوئی شخص اپنی عورت سے ایلاء کرے اور چار مہینے گزر جائیں تو ایک طلاق پڑ جائے گی مگر خاوند کو اختیار رہے گا کہ جب تک عورت عدت میں ہے رجعت کرلے۔

قَالَ مَالِك وَعَلَى ذَلِكَ كَانَ رَأْيُ ابْنِ شِهَابٍ کہا مالک نے ابن شہاب کی دلیل یہی تھی۔

عَنْ مَالِك أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ إِيلَاءِ الْعَبْدِ فَقَالَ هُوَ نَحْوُ إِيلَاءِ الْحُرِّ وَهُوَ عَلَيْهِ وَاجِبٌ وَإِيلَاءُ الْعَبْدِ شَهْرَانِ ۔

امام مالک علیہ الرحمہ نے ابن شہاب سے غلام کی ایلاء کا حال پوچھا تو ابن شہاب نے کہا کہ غلام کا ایلاء بھی آزاد شخص کی طرح ہے مگر غلام کی مدت دو مہینے ہے۔(موطاامام مالک علیہ الرحمہ: جلد اول: رقم الحدیث 1047)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے حضرت امام مالک علیہ الرحمہ والی روایت جو انہوں حضرت نافع روایت کی ہے وہ سب زیادہ صحیح سند والی ہے۔ اور اس کے سوا والی کوئی روایت مرتبے میں اس کے موافق نہیں ہے۔ (اس میں بھی مدت ایلاء کے بعد وقوع طلاق کا بیان ہے)۔(فتح القدیر ،ج ۸، ص ۲۸۰، بیروت)

قوت آثار کے مطابق فقہ حنفی کا مؤقف طلاق ایلاء میں اصح

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ فقہاء شوافع کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم شوافع کے مذہب کا اس لئے رد کرتے ہیں کہ بہت سے آثار میں تعارض ہے۔ اور اصول کے مطابق آثار میں ترجیح دی ہے اور معروف چار آثار حسب ذیل ہیں۔

(۱) امام عبدالرزاق علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما ایلاء کے بارے میں فرماتے ہیں جب چار ماہ اس کی عدت گزر جائے تو اسے ایک طلاق ہے اور وہ اپنی جان کی زیادہ حقدار ہے اور مطلقہ والی عدت گزارے۔ اس کی سند سب سے جید ہے جبکہ اس سے اختلافی سند میں حبیب کی پہچان بھی نہیں ہے اور یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ طاؤس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اخذ کیا ہے لہٰذا وہ سند منقطع ہے۔

(۲) امام عبدالرزاق علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حضرت علی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم ایلاء کے بارے میں فرماتے ہیں جب چار اس کی عدت گزر جائے تو اسے ایک طلاق ہے اور وہ اپنی جان کی زیادہ حقدار ہے اور مطلقہ والی عدت گزارے۔ اوران میں ہر ایک کی روایت مرسل ہے۔

(۳)(۴) امام ابن ابی شیبہ علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم دونوں فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص نے ایلاء کیا اور رجوع نہ کیا اور اس کی مدت گزر گئی تو اسے ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی۔

اس روایت کے رواۃ تمام وہی ہیں جن کی تخریج امام بخاری اور امام مسلم کی ہے۔ لہٰذا اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔ سب سے تقدم اس روایت کو ہوتا ہے جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے بیان کیا ہو اور ان کے بعد تقدم اس روایت کو ہوتا ہے جو روایت ان کے شرط کے مطابق صحیح ہو اور یہ روایت امام بخاری ومسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (فتح القدیر، بتصرف، ج ۸، ص ۴۸۲، بیروت)

مدت ایلاء کے گزر جانے سے وقوع طلاق میں مذاہب اسلاف

حضرت عثمان، ابن مسعود، زید بن ثابت وغیرہم کے نزدیک رُجوع کا موقع چار مہینے کے اندر ہی ہے۔ اس مدت کا گزر جانا خود اس بات کی دلیل ہے کہ شوہر نے طلاق کا عزم کر لیا ہے، اس لیے مدت گزرتے ہی طلاق خود بخود واقع ہو جائے گی اور وہ ایک طلاق بائن ہوگی، یعنی دَورانِ عدّت میں شوہر کو رُجوع کا حق نہ ہوگا۔ البتہ اگر وہ دونوں چاہیں، تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ حضرات عمر، علی، ابنِ عباس اور ابنِ عمر سے بھی ایک قول اسی معنی میں منقول ہے اور فقہائے حنفیہ نے اسی دلیل کو قبول کیا ہے۔

سعید بن مُسَیّب، مکحول، زُہری وغیرہ حضرات اس دلیل سے یہاں تک تو متفق ہیں کہ چار مہینے کی مدت گزرنے کے بعد خود بخود طلاق واقع ہو جائے گی، مگر اُن کے نزدیک وہ ایک طلاق رجعی ہوگی، یعنی دَورانِ عِدّت میں شوہر کو رجوع کر لینے کا حق ہوگا اور رجوع نہ کرے تو عدّت گزر جانے کے بعد دونوں اگر چاہیں، تو نکاح کر سکیں گے۔

بخلاف اس کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ، ابوالدَّرداء اور اکثر فقہائے مدینہ کی دلیل یہ ہے کہ چار مہینے کی مدّت گزرنے کے بعد معاملہ عدالت میں پیش ہوگا اور حاکمِ عدالت شوہر کو حکم دے گا کہ یا تو اس عورت سے رُجوع کرے یا اسے طلاق دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول اس کی تائید میں بھی ہے اور امام مالک علیہ الرحمہ وشافعی نے اسی کو قبول کیا ہے۔

نوٹ: اس مسئلہ کی سب سے جامع تحقیق علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ نے فتح القدیر میں کی ہے جو یقیناً لاجواب ہے اور ان کی بیان کردہ اس بحث کے بعد فقہ حنفی کی ترجیح روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گی اہل علم فتح القدیر میں بیان کردہ اسناد واحوال اور دلائل قاہرہ اور کئی فقہی اصول جو اس بحث کے پس منظر میں بیان ہوئے ہیں ان کی طرف رجوع کریں۔ (رضوی عفی عنہ)

ایلاء کی اقسام وسقوط کا فقہی بیان

ایلا دو قسم ہے ایک موقت یعنی چار مہینے کا، دوسرا مؤبد یعنی چار مہینے کی قید اُس میں نہ ہو بہر حال اگر عورت سے چار ماہ کے اندر

جماع کیا تو قسم ٹوٹ گئی اگرچہ مجنون ہو اور کفارہ لازم جبکہ اللہ تعالیٰ یا اُس کے اُن صفات کی قسم کھائی ہو۔ اور جماع سے پہلے کفارہ دے چکا ہے تو اُس کا اعتبار نہیں بلکہ پھر کفارہ دے۔ اور اگر تعلیق تھی تو جس بات پر تھی وہ ہو جائے گی مثلاً یہ کہا کہ اگر اس سے صحبت کروں تو غلام آزاد ہے اور چار مہینے کے اندر جماع کیا تو غلام آزاد ہو گیا اور قربت نہ کی یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو طلاق بائن ہوگئی۔ پھر اگر ایلائے موقت تھا یعنی چار ماہ کا تو یمین (2) ساقط ہوگئی یعنی اگر اُس عورت سے پھر نکاح کیا تو اُس کا کچھ اثر نہیں۔ اور اگر مؤبد تھا یعنی ہمیشہ کی اُس میں قید تھی مثلاً خدا کی قسم تجھ سے کبھی قربت نہ کرونگا یا اس میں کچھ قید نہ تھی مثلاً خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کرونگا تو ان صورتوں میں ایک بائن طلاق پڑگئی پھر بھی قسم بدستور باقی ہے یعنی اگر اُس عورت سے پھر نکاح کیا تو پھر ایلا بدستور آ گیا اگر وقت نکاح سے چار ماہ کے اندر جماع کرلیا تو قسم کا کفارہ دے اور تعلیق تھی تو جزا واقع ہو جائے گی۔ اور اگر چار مہینے گزر لیے اور قربت نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی مگر یمین بدستور باقی ہے سہ بارہ (3) نکاح کیا تو پھر ایلا آ گیا اب بھی جماع نہ کرے تو چار ماہ گزرنے پر تیسری طلاق پڑ جائے گی اور اب بے حلالہ نکاح نہیں کرسکتا اگر حلالہ کے بعد پھر نکاح کیا تو اب ایلا نہیں یعنی چار مہینے بغیر قربت گزرنے پر طلاق نہ ہوگی مگر قسم باقی ہے اگر جماع کریگا کفارہ واجب ہوگا۔ اور اگر پہلی یا دوسری طلاق کے بعد عورت نے کسی اور سے نکاح کیا اُس کے بعد پھر اس سے نکاح کیا تو مستقل طور پر اب سے تین طلاق کا مالک ہوگا مگر ایلا رہے گا یعنی قربت نہ کرنے پر طلاق ہو جائے گی پھر نکاح کیا پھر وہی حکم ہے پھر ایک یا دو طلاق کے بعد کسی سے نکاح کیا پھر اس سے نکاح کیا پھر وہی حکم ہے یعنی جب تک تین طلاق کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے ایلا بدستور باقی رہے گا۔ (عالم گیری، باب ایلاء)

ایلاء کی قسم کے ابدی ہونے کا بیان

ایلاء میں، اگر اللہ کی قسم، کہ تو اس سے رجوع کرنے پر کفارہ لازم ہوگا، اور اگر کوئی شرط رکھی تھی تو وہ جزاء لازم آئے گی، اور ایلاء ساقط ہو جائے گا ورنہ قسم کو پورا کرنے پر بیوی ایک طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور حلف مقررہ وقت کے لئے ہو تو ختم ہو جائے گا اور اگر حلف ابدی ہو تو ختم نہ ہوگا، لہٰذا دوبارہ اور سہ بارہ نکاح کرنے پر ایلاء کی مدت پورا ہونے اور رجوع نہ کرنے پر دوسری اور تیسری طلاق سے بائنہ ہوتی رہے گی اور قسم کی مدت کا اعتبار نکاح کے وقت ہوگا لہٰذا اگر بیوی حلالہ کے بعد واپس اس کے نکاح میں آئے تو طلاق نہ ہوگی تاہم وطی کرنے پر کفارہ ضرور لازم ہوگا کیونکہ قسم ابدی ہونے کی دلیل سے باقی ہے

قسم کھانے کی صورت میں ترک تعلق میں مذاہب اربعہ

اِصطلاحِ شرع میں اس کو ایلاء کہتے ہیں۔ میاں اور بیوی کے درمیان تعلقات ہمیشہ خوش گوار تو نہیں رہ سکتے۔ بگاڑ کے اسباب پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن ایسے بگاڑ کو خدا کی شریعت پسند نہیں کرتی کہ دونوں ایک دوسرے کیساتھ قانونی طور پر رشتۂ ازدواج میں تو بندھے رہیں، مگر عملاً ایک دُوسرے سے اس طرح الگ رہیں کہ گویا وہ میاں اور بیوی نہیں ہیں۔ ایسے بگاڑ کے لیے اللہ تعالیٰ نے چار مہینے کی مدّت مقرر کردی کہ یا تو اس دَوران میں اپنے تعلقات درست کرلو، ورنہ ازدواج کا رشتہ منقطع کردو تاکہ دونوں ایک دُوسرے سے آزاد ہو کر جس سے نباہ کرسکیں، اس کے ساتھ نکاح کرلیں۔

آیت میں چونکہ قسم کھالینے کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، اس لیے فقہائے حنفیہ اور شافعیہ نے اس آیت کا منشا یہ سمجھا ہے کہ جہاں شوہر نے بیوی سے تعلق زن وشو نہ رکھنے کی قسم کھائی ہو، صرف وہیں اس حکم کا اطلاق ہوگا، باقی رہا قسم کھائے بغیر تعلق منقطع کر لینا، تو یہ خواہ کتنی ہی طویل مدت کے لیے ہو، اس آیت کا حکم اس صورت پر چسپاں نہ ہوگا۔ مگر فقہائے مالکیہ کی دلیل یہ ہے کہ خواہ قسم کھائی گئی ہو یا نہ کھائی گئی ہو، دونوں صورتوں میں ترکِ تعلق کے لیے یہی چار مہینے کی مدت ہے۔ ایک قول امام احمد کا بھی اسی کی تائید میں ہے۔ (بدایۃ المجتہد، جلد دوم، کتاب طلاق)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور حسن بصری کی دلیل میں یہ حکم صرف اس ترکِ تعلق کے لیے ہے، جو بگاڑ کی دلیل سے ہو۔ رہا کسی مصلحت سے شوہر کا بیوی کے ساتھ جسمانی رابطہ منقطع کر دینا، جبکہ تعلقات خوشگوار ہوں، تو اس پر یہ حکم منطبق نہیں ہوتا۔ لیکن دُوسرے فقہا کی دلیل میں ہر وہ حلف جو شوہر اور بیوی کے درمیان رابطہء جسمانی کو منقطع کر دے، ایلاء ہے اور سے چار مہینے سے زیادہ قائم نہ رہنا چاہیے، خواہ ناراضی سے ہو یا رضامندی سے

آزاد و باندی کی مدت ایلاء کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ بھی شرط ہے کہ چار مہینے سے کم کی مدت نہ ہو اور زدلیل کنیز ہے تو دو ماہ سے کم کی نہ ہو اور زیادہ کی کوئی حد نہیں اور زدلیل کنیز تھی اس کے شوہر نے ایلا کیا تھا اور مدت پوری نہ ہوئی تھی کہ آزاد ہوگئی تو اب اس کی مدت آزاد عورتوں کی ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ جگہ معین نہ کرے اگر جگہ معین کی مثلاً واللہ فلاں جگہ تجھ سے قربت نہ کروں گا تو ایلا نہیں۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ زدلیل کے ساتھ کسی باندی یا اجنبیہ کو نہ ملائے مثلاً تجھ سے اور فلاں عورت سے قربت نہ کرونگا۔ اور یہ کہ بعض مدت کا استثنا نہ ہو مثلاً چار مہینے تجھ سے قربت نہ کرونگا مگر ایک دن۔ اور یہ کہ قربت کے ساتھ کسی اور چیز کو نہ ملائے مثلاً اگر میں تجھ سے قربت کروں یا تجھے اپنے بچھونے پر بُلاؤں تو تجھ کو طلاق ہے تو یہ ایلا نہیں۔ (درمختار، باب ایلاء)

اپنی عورت سے کہا خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کروں گا ایک دن بعد پھر یہی کہا ایک دن اور گزرا پھر یہی کہا تو یہ تین ایلا ہوئے اور تین قسمیں۔ چار مہینے گزرنے پر ایک بائن طلاق پڑی پھر ایک دن اور گزرا تو ایک اور پڑی، تیسرے دن پھر ایک اور پڑی اب بغیر حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی، حلالہ کے بعد اگر نکاح اور قربت کی تو تین کفارے ادا کرے اور اگر ایک ہی مجلس میں یہ لفظ تین بار کہے اور نیت تاکید کی ہے تو ایک ہی ایلا ہے اور ایک ہی قسم اور اگر کچھ نیت نہ ہو یا بار بار قسم کھانا تشدد کی نیت سے ہو تو ایلا ایک ہے مگر قسم تین، لہٰذا اگر قربت کریگا تو تین کفارے دے اور قربت نہ کرے تو مدت گزرنے پر ایک طلاق واقع ہوگی۔ (درمختار)

خدا کی قسم میں تجھ سے ایک سال تک قربت نہ کرونگا مگر ایک دن یا ایک گھنٹا تو فی الحال ایلا نہیں مگر جبکہ سال میں کسی دن جماع کر لیا اور ابھی سال پورا ہونے میں چار ماہ یا زیادہ باقی ہیں تو اب ایلا ہوگیا۔ اور اگر جماع کرنے کے بعد سال میں چار مہینے سے کم باقی ہے یا اُس سال قربت ہی نہ کی تو اب بھی ایلا نہ ہوا۔ اور اگر صورت مذکورہ میں ایک دن کی جگہ ایک بار کہا جب بھی یہی حکم ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اگر ایک دن کہا ہے تو جس دن جماع کیا ہے اُس دن آفتاب ڈوبنے کے بعد سے اگر چار مہینے باقی ہیں تو ایلا ہے ورنہ نہیں اگرچہ وقت جماع سے چار مہینے ہوں اور اگر ایک بار کا لفظ کہا تو جماع سے فارغ ہونے سے چار ماہ باقی ہیں تو ایلا

ہوگیا۔ اور اگر یوں کہا کہ میں ایک سال تک جماع نہ کرونگا مگر جس دن جماع کروں تو ایلا کسی طرح نہ ہوا اور اگر یہ کہا کہ تجھ سے قربت نہ کرونگا مگر ایک دن یعنی سال کا لفظ نہ کہا تو جب کبھی جماع کریگا اُسوقت سے ایلا ہے۔ (درمختار، باب ایلاء)

بَابُ: الظِّهَارِ

یہ باب ظہار کے بیان میں ہے

ظہار کا لغوی معنی وتعریف

ظہار کے لغوی معنی: ظہار ظہر سے مشتق ہے ظہر کے معنی پیٹھ کے ہیں۔ ظہار کے اصطلاحی معنی: بیوی یا اس کے بعض حصہ جیسے آدھا یا چوتھائی وغیرہ یا اس کے ایسے عضو جس کو بول کر پورا وجود مراد لیا جاتا ہو، جیسے سر، وغیرہ کو اپنے حقیقی یا سسرالی یا رضاعی محرم کے ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کا دیکھنا جائز نہیں۔ جو اپنی منکوحہ کو یا اس کے کسی ایسے جزء کو، جس کو بول کر کل مراد لیا جاسکتا ہو، اپنی محرم عورت کے ساتھ تشبیہ دے، ظہار کہلاتا ہے جس کی مثال یہ ہے۔

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے اور اب اس سے جماع کرنا جائز نہیں اور نہ اسکو چھونا اور نہ بوسہ لینا جائز ہے حتی کہ وہ اس ظہار کا کفارہ ادا کرے۔ (ہدایہ اولین ج ۳ ص ۳۸۹ مجتبائی دہلی)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ظہار کا معنی ہے کہ اپنی زوجہ یا اُس کے کسی جزو شائع یا ایسے جز کو جو کُل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اسکے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو مثلاً کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔ (درمختار، ج ۵، ص ۱۲۵، بیروت)

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عورت کے سر یا چہرہ یا گردن یا شرمگاہ کو محارم سے تشبیہ دی تو ظہار ہے اور اگر عورت کی پیٹھ یا پیٹ یا ہاتھ یا پاؤں یا ران کو تشبیہ دی تو نہیں۔ یونہی اگر محارم کے ایسے عضو سے تشبیہ دی جسکی طرف نظر کرنا حرام نہ ہو مثلاً سر یا چہرہ یا ہاتھ یا پاؤں یا بال تو ظہار نہیں اور گھٹنے سے تشبیہ دی تو ہے۔ (جوہرہ نیرہ، باب ظہار، رحمانیہ لاہور)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ محارم کی پیٹھ یا پیٹ یا ران سے تشبیہ دی یا کہا میں نے تجھ سے ظہار کیا تو یہ الفاظ صریح ہیں ان میں نیت کی کچھ حاجت نہیں کچھ بھی نیت نہ ہو یا طلاق کی نیت ہو یا اکرام کی نیت ہو، ہر حالت میں ظہار ہی ہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ مقصود جھوٹی خبر دینا تھا یا زمانہ گزشتہ کی خبر دینا ہے تو قضاء تصدیق نہ کرینگے اور عورت بھی تصدیق نہیں کر سکتی۔ (عالمگیری، باب ظہار)

ظہار کے شرعی حکم کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دیدے اُس وقت تک اُس عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا یا اُس کو چھونا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور بغیر شہوت چھونے یا بوسہ لینے میں حرج نہیں مگر لب کا بوسہ بغیر شہوت بھی جائز نہیں کفارہ سے پہلے جماع کر لیا تو توبہ کرے اور اُس کے لیے کوئی دوسرا کفارہ واجب

نہ ہو اگر خبردار پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو قربت کرنے دے۔ (جوہرہ نیرہ، باب ظہار)

قرآن کے مطابق حکم ظہار کا بیان

وَ الَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۔(المجادلہ، ۳)

اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں۔ پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے۔ تو ان پر لازم ہے۔ ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے

فقہائے اسلام نے اس آیت کے الفاظ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں، اور اسلام کے اصول عامہ سے اس مسئلے میں جو قانون اخذ کیا ہے اس کی تفصیلات یہ ہیں۔

ظہار کا یہ قانون عرب جاہلیت کے اس رواج کو منسوخ کرتا ہے جس کی رو سے یہ فعل نکاح کے رشتے کو توڑ دیتا تھا اور عورت شوہر کے لیے ابداً حرام ہو جاتی تھی۔ اسی طرح یہ قانون ان تمام قوانین اور رواجوں کو بھی منسوخ کرتا ہے جو ظہار کو بے معنی اور بے اثر سمجھتے ہوں اور آدمی کے لیے اس بات کو جائز رکھتے ہوں کہ وہ اپنی بیوی کا ماں یا محرمات سے تشبیہ دے کر بھی اس کے ساتھ حسب سابق زن و شو کا تعلق جاری رکھے، کیونکہ اسلام کی نگاہ میں ماں اور دوسری محرمات کی حرمت ایسی معمولی چیز نہیں ہے کہ انسان ان کے اور بیوی کے درمیان مشابہت کا خیال بھی کرے، کجا کہ اس کے زبان پر لائے۔ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان اسلامی قانون نے اس معاملہ میں جو موقف اختیار کیا ہے وہ تین بنیادوں پر قائم ہے۔ ایک یہ کہ ظہار سے نکاح نہیں ٹوٹتا بلکہ عورت بدستور شوہر کی بیوی رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ظہار سے عورت وقتی طور پر شوہر کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔ تیسرے یہ یہ حرمت اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک شوہر کفارہ ادا نہ کر دے، اور یہ کہ صرف کفارہ ہی اس حرمت کو رفع کر سکتا ہے۔

ظہار کرنے والے شخص کے بارے میں یہ امر متفق علیہ ہے کہ اس شوہر کا ظہار معتبر ہے جو عاقل و بالغ ہو اور بحالت ہوش و حواس ظہار کے الفاظ زبان سے ادا کرے۔ بچے اور مجنون کا ظہار معتبر نہیں ہے۔ نیز ایسے شخص کا ظہار بھی معتبر نہیں جو ان الفاظ کو ادا کرتے وقت اپنے ہوش و حواس میں نہ ہو، مثلاً سوتے میں بڑبڑائے، یا کسی نوعیت کی بیہوشی میں مبتلا ہو گیا ہو۔ اس کے بعد حسب ذیل امور میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

نشئی کے ظہار میں مذاہب اربعہ

نشے کی حالت میں ظہار کرنے والے کے متعلق ائمہ اربعہ سمیت فقہاء کی عظیم اکثریت کہ کہتی ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی نشہ آور چیز جان بوجھ کر استعمال کی ہو تو اس کا ظہار اس کی طلاق کی طرح قانوناً صحیح مانا جائے گا، کیونکہ اس نے یہ حالت اپنے اوپر خود طاری کی ہے۔ البتہ اگر مرض کی دلیل سے اس نے کوئی دوا پی ہو اور اس سے نشہ لاحق ہو گیا ہو، یا پیاس کی شدت میں وہ جان بچانے کے لیے شراب پینے پر مجبور ہوا ہو تو اس طرح کے نشے کی حالت میں اس کے ظہار و طلاق کو نافذ نہیں کیا جائے گا۔ احناف اور شوافع

اور حنابلہ کی دلیل یہی ہے اور صحابہ کا عام مسلک بھی یہی تھا۔ بخلاف اس کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ نشے کی حالت میں طلاق وظہار معتبر نہیں ہے۔ احناف میں سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور کرخی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو ترجیح دیتے رہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول اس کی تائید میں ہے۔ مالکیہ کے نزدیک ایسے نشے کی حالت میں ظہار معتبر ہوگا جس میں آدمی بالکل بہک نہ گیا ہو، بلکہ وہ مربوط اور مرتب کلام کر رہا ہو اور اسے یہ احساس ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

ظہار کے متعین وقت سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ

کیا ظہار ایک خاص وقت تک کے لیے ہو سکتا ہے؟ حنفی اور شافعی کہتے ہیں کہ اگر آدمی نے کسی خاص وقت کی تعیین کر کے ظہار کیا ہو تو جب تک وہ وقت باقی ہے، بیوی کو ہاتھ لگانے سے کفارہ لازم آئے گا، اور اس وقت کے گزر جانے پر ظہار غیر مؤثر ہو جائے گا۔ اس کی دلیل سلمہ بن صخر بیاضی کا واقعہ ہے جس میں انہوں نے اپنی بیوی سے رمضان کے لیے ظہار کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وقت کی تعیین بے معنی ہے۔ بخلاف اس کے امام مالک علیہ الرحمہ اور ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ ظہار جب بھی کیا جائے گا، ہمیشہ کے لیے ہوگا اور وقت کی تخصیص غیر مؤثر ہوگی، کیونکہ جو حرمت واقع ہو چکی ہے وہ وقت گزر جانے پر آپ سے آپ ختم نہیں ہو سکتی۔

مشروط ظہار کیا گیا ہو تو جس وقت بھی شرط کی خلاف ورزی ہوگی، کفارہ لازم آ جائے گا۔ مثلاً آدمی بیوی سے یہ کہتا ہے کہ اگر میں گھر میں آؤں تو میرے اوپر تو ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔ اس صورت میں وہ جب بھی گھر میں داخل ہوگا۔ کفارہ ادا کیے بغیر بیوی کو ہاتھ نہ لگا سکے گا۔

ایک بیوی سے کئی مرتبہ ظہار کے الفاظ کہے گئے ہوں تو حنفی اور شافعی کہتے ہیں کہ خواہ ایک ہی نشست میں ایسا کیا گیا ہو یا متعدد نشستوں میں، بہرحال جتنی مرتبہ یہ الفاظ کہے گئے ہوں اتنے ہی کفارے لازم آئیں گے، الا یہ کہ کہنے والے نے ایک دفعہ کہنے کے بعد اس قول کی تکرار محض اپنے پہلے قول کی تاکید کے لیے کی ہو۔ بخلاف اس کے امام مالک علیہ الرحمہ اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ خواہ کتنی ہی مرتبہ اس قول کی تکرار کی گئی ہو، قطع نظر اس سے کہ اعادہ کی نیت ہو یا تاکید کی، کفارہ ایک ہی لازم ہوگا۔ یہی قول شعبی، طاؤس، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، اور اوزاعی رحمہم اللہ کا ہے حضرت علی کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر تکرار ایک نشست میں کی گئی ہو تو ایک ہی کفارہ ہوگا، اور مختلف نشستوں میں ہو تو جتنی نشستوں میں کی گئی ہو اتنے ہی کفارے دینے ہوں گے۔ قتادہ اور عمرو بن دینار کی دلیل بھی یہی ہے۔

ظہار کے بعد رجوع میں مذاہب اربعہ

قرآن مجید میں جس چیز کو کفارہ لازم آنے کا سبب قرار دیا گیا ہے وہ محض ظہار نہیں ہے بلکہ ظہار کے بعد عود ہے۔ یعنی اگر آدمی صرف ظہار کر کے رہ جائے اور عود نہ کرے تو اس پر کفارہ لازم نہیں آتا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ عود کیا ہے جو کفارہ کا موجب ہے؟ اس بارے میں فقہاء کے مسالک یہ ہیں۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ عَود سے مراد مباشرت کا ارادہ ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ محض ارادے اور خواہش پر کفارہ لازم آ جائے، حتیٰ کہ اگر آدمی ارادہ کر کے رہ جائے اور عملی اقدام نہ کرے تب بھی اسے کفارہ دینا پڑے۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس حرمت کو رفع کرنا چاہے جو اس نے ظہار کر کے بیوی کے ساتھ تعلق زن وشو کے معاملہ میں اپنے اوپر عائد کر لی تھی وہ پہلے کفارہ دے، کیونکہ یہ حرمت کفارہ کے بغیر رفع نہیں ہو سکتی۔

امام مالک علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس معاملہ میں تین قول ہیں، مگر مالکیہ کے ہاں ان کا مشہور ترین اور صحیح ترین قول اس مسلک کے مطابق ہے جو اوپر حنفیہ کا بیان ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ظہار سے جس چیز کو اس نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ وہ بیوی کے ساتھ مباشرت کا تعلق تھا۔ اس کے بعد عود یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ یہی تعلق رکھنے کے لیے پلٹے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی ابن قدامہ نے قریب قریب وہی نقل کیا ہے جو اوپر دونوں اماموں کا بیان کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ظہار کے بعد مباشرت کے حلال ہونے کے لیے کفارہ شرط ہے۔ ظہار کرنے والا جو شخص اسے حلال کرنا چاہے وہ گویا تحریم سے پلٹنا چاہتا ہے۔ اس لیے اسے حکم دیا گیا کہ اسے حلال کرنے سے پہلے کفارہ دے، ٹھیک اسی طرح جیسے کوئی شخص ایک غیر عورت کو اپنے لیے حلال کرنا چاہے تو اس سے کہا جائے گا کہ اسے حلال کرنے سے پہلے نکاح کرے۔

امام شافعی کا مسلک ان تینوں سے مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آدمی کا اپنی بیوی سے ظہار کرنے کے بعد اسے حسب سابق بیوی بنائے رکھنا، یا بالفاظ دیگر اسے بیوی کی حیثیت سے روکے رکھنا عود ہے۔ کیونکہ جس وقت اس نے ظہار کیا اسی وقت گویا اس نے اپنے لیے یہ بات حرام کر لی کہ اسے بیوی بنا کر رکھے۔ لہٰذا اگر اس نے ظہار کرتے ہی فوراً اسے طلاق نہ دی اور اتنی دیر تک اسے روکے رکھا جس میں وہ طلاق کے الفاظ زبان سے نکال سکتا تھا، تو اس نے عود کر لیا اور اس پر کفارہ واجب ہو گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک سانس میں ظہار کرنے کے بعد اگر آدمی دوسرے ہی سانس میں طلاق نہ دے دے تو کفارہ لازم آ جائے گا، خواہ بعد میں اس کا فیصلہ یہی ہو کہ اس عورت کو بیوی بنا کر نہیں رکھنا ہے، اور اس کا کوئی ارادہ اس کے ساتھ تعلق زن وشوہر کھنے کا نہ ہو۔ حتیٰ کہ چند منٹ غور کر کے وہ بیوی کو طلاق بھی دے ڈالے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی رو سے کفارہ اس کے ذمہ لازم رہے گا۔

کفارے سے پہلے چھونے کی ممانعت میں مذاہب اربعہ

قرآن کا حکم ہے کہ ظہار کرنے والا کفارہ دے قبل اس کے کہ زوجین ایک دوسرے کو مَس کریں۔ ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں مس سے مراد چھونا ہے، اس لیے کفارہ سے پہلے صرف مباشرت ہی حرام نہیں ہے بلکہ شوہر کسی طرح بھی بیوی کو چھو نہیں سکتا۔ شافعیہ شہوت کے ساتھ چھونے کو حرام کہتے ہیں، حنابلہ ہر طرح کے تلذذ کو حرام قرار دیتے ہیں ذاور مالکیہ لذت کے لیے بیوی کے جسم پر بھی نظر ڈالنے کو ناجائز ٹھیراتے ہیں اور ان کے نزدیک صرف چہرے اور ہاتھوں پر نظر ڈالنا اس سے مستثنیٰ ہے۔

ظہار کے بعد اگر آدمی بیوی کو طلاق دے دے تو رجعی طلاق ہونے کی صورت میں رجوع کر کے بھی وہ کفارہ دیے بغیر اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ بائن ہونے کی صورت میں اگر اس سے دوبارہ نکاح کرے تب بھی اسے ہاتھ لگانے سے پہلے کفارہ دینا ہو گا۔ حتیٰ

کہ اگر تین طلاق دے چکا ہو، اور عورت دوسرے آدمی نکاح کرنے کے بعد بیوہ یا مطلقہ ہو چکی ہو، اور اس کے بعد ظہار کرنے والا شوہر اس سے از سر نو نکاح کر لے، پھر بھی کفارے کے بغیر وہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ اسے ماں یا محرمات سے تشبیہ دے کر اپنے اوپر ایک دفعہ حرام کر چکا ہے، اور یہ حرمت کفارے کے بغیر رفع نہیں ہو سکتی۔ اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

عورت کے لیے لازم ہے کہ جس شوہر نے اس کے ساتھ ظہار کیا ہے اسے ہاتھ نہ لگانے دے جب تک وہ کفارہ ادا نہ کرے۔ اور چونکہ تعلق زن وشو عورت کا حق ہے۔ جس سے ظہار کر کے شوہر نے اسے محروم کیا ہے، اس لیے اگر وہ کفارہ نہ دے تو بیوی عدالت سے رجوع کر سکتی ہے۔ عدالت اس کے شوہر کو مجبور کرے گی کہ وہ کفارہ دے کر حرمت وہ دیوار ہٹائے جو اس نے اپنے اور اس کے درمیان حائل کر لی ہے۔ اور اگر وہ نہ مانے تو عدالت اسے ضرب یا قید یا دونوں طرح کی سزائیں دے سکتی ہے۔ یہ بات بھی چاروں مذاہب فقہ میں متفق علیہ ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ مذہب حنفی میں عورت کے لیے صرف یہی ایک چارہ کار ہے، ورنہ ظہار پر خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے، عورت کو اگر عدالت اس مشکل سے نہ نکالے تو وہ تمام عمر معلق رہے گی، کیونکہ ظہار سے نکاح ختم نہیں ہوتا، صرف شوہر کا حق تمتع سلب ہوتا ہے۔ ملکی مذہب میں اگر شوہر عورت کو ستانے کے لیے ظہار کر کے معلق چھوڑ دے تو اس پر ایلاء کے احکام جاری ہوں گے، یعنی وہ چار مہینے سے زیادہ عورت کو روک کر نہیں رکھ سکتا (احکام ایلاء کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد اول، البقرہ، حواشی 245 تا 247)۔ شافعیہ کے نزدیک اگرچہ ظہار میں احکام ایلاء تو صرف اس وقت جاری ہو سکتے ہیں جبکہ شوہر نے ایک مدت خاص کے لیے ظہار کیا ہو اور وہ مدت چار مہینے سے زیادہ ہو، لیکن چونکہ مذہب شافعی کی رو سے شوہر پر اسی وقت کفارہ واجب ہو جاتا ہے جب وہ عورت کو بیوی بنا کر رکھے رہے، اس لیے یہ ممکن نہیں رہتا کہ وہ کسی طویل مدت تک اس کو معلق رکھے۔

قرآن اور سنت میں تصریح ہے کہ ظہار کا پہلا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے۔ اس سے آدمی عاجز ہو تب دو مہینے کے روزوں کی شکل میں کفارہ دے سکتا ہے۔ اور اس سے بھی عاجز ہو تب 60 مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ لیکن اگر تینوں کفاروں سے کوئی شخص عاجز ہو تو چونکہ شریعت میں کفارے کی کوئی اور شکل نہیں رکھی گئی ہے اس لیے اسے اس وقت تک انتظار کرنا ہوگا جب تک وہ ان میں سے کسی ایک پر قادر نہ ہو جائے۔ البتہ سنت سے یہ ثابت ہے کہ ایسے شخص کی مدد کی جانی چاہیے تا کہ وہ تیسرا کفارہ ادا کر سکے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المال سے ایسے لوگوں کی مدد فرمائی ہے جو اپنی غلطی سے اس مشکل میں پھنس گئے تھے اور تینوں کفاروں سے عاجز تھے۔

قرآن مجید کفارہ میں رَقَبہ آزاد کرنے کا حکم دیتا ہے جس کا اطلاق لونڈی اور غلام دونوں پر ہوتا ہے اور اس میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ شیر خوار بچہ بھی اگر غلامی کی حالت میں ہو تو اسے آزاد کیے جا سکتے ہیں یا صرف مومن غلام ہی آزاد کرنا ہوگا۔ حنفیہ اور ظاہریہ کہتے ہیں غلام خواہ مومن ہو یا کافر، اس کا آزاد کر دینا کفارہ ظہار کے لیے کافی ہے، کیونکہ قرآن میں مطلق رَقَبہ کا ذکر ہے، یہ نہیں کہا گیا ہے کہ وہ مومن ہی ہونا چاہیے۔ بخلاف اس کے شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ اس کے لیے مومن کی شرط لگاتے ہیں، اور انہوں نے اس حکم کو ان دوسرے کفاروں پر قیاس کیا ہے جن میں رقبہ کے ساتھ قرآن مجید میں مومن کی قید لگائی گئی ہے۔

2062 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ الْبَيَاضِيِّ قَالَ كُنْتُ امْرَأً أَسْتَكْثِرُ مِنَ النِّسَاءِ لَا أَرَى رَجُلًا كَانَ يُصِيبُ مِنْ ذَلِكَ مَا أُصِيبُ فَلَمَّا دَخَلَ رَمَضَانُ ظَاهَرْتُ مِنِ امْرَأَتِي حَتَّى يَنْسَلِخَ رَمَضَانُ فَبَيْنَمَا هِيَ تُحَدِّثُنِي ذَاتَ لَيْلَةٍ انْكَشَفَ لِي مِنْهَا شَيْءٌ فَوَثَبْتُ عَلَيْهَا فَوَاقَعْتُهَا فَلَمَّا أَصْبَحْتُ غَدَوْتُ عَلَى قَوْمِي فَأَخْبَرْتُهُمْ خَبَرِي وَقُلْتُ لَهُمْ سَلُوا لِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا مَا كُنَّا نَفْعَلُ إِذًا يُنْزِلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِينَا كِتَابًا أَوْ يَكُونَ فِينَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلٌ فَيَبْقَى عَلَيْنَا عَارُهُ وَلَكِنْ سَوْفَ نُسَلِّمُكَ لِجَرِيرَتِكَ اذْهَبْ أَنْتَ فَاذْكُرْ شَأْنَكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخَرَجْتُ حَتَّى جِئْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ بِذَاكَ فَقُلْتُ أَنَا بِذَاكَ وَهَا أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَابِرٌ لِحُكْمِ اللَّهِ عَلَيَّ قَالَ فَأَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ قُلْتُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَصْبَحْتُ أَمْلِكُ إِلَّا رَقَبَتِي هَذِهِ قَالَ فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَهَلْ دَخَلَ عَلَيَّ مَا دَخَلَ مِنَ الْبَلَاءِ إِلَّا بِالصَّوْمِ قَالَ فَتَصَدَّقْ أَوْ أَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ قُلْتُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ بِتْنَا لَيْلَتَنَا هَذِهِ مَا لَنَا عَشَاءٌ قَالَ فَاذْهَبْ إِلَى صَاحِبِ صَدَقَةِ بَنِي زُرَيْقٍ فَقُلْ لَهُ فَلْيَدْفَعْهَا إِلَيْكَ وَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا وَانْتَفِعْ بِبَقِيَّتِهَا

حضرت سلمہ بن صخر بیاضی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے اپنی بیویوں کے ساتھ بہت زیادہ لگاؤ تھا اور میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس کی وہ کیفیت ہو جو میری ہوتی تھی جب رمضان کا مہینہ آتا' تو میں اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کرلیا کرتا تھا (تاکہ روزے کے دوران اس سے صحبت نہ کرلوں) اور یہ رمضان گزرنے تک برقرار رہتا تھا ایک مرتبہ میری بیوی میرے ساتھ بات چیت کررہی تھی اس کے جسم کا کچھ حصہ میرے سامنے ظاہر ہوا تو میں نے اس پر حملہ کردیا اور اس کے ساتھ حقوق زوجیت ادا کرلیے اگلے دن میں اپنی قوم کے افراد کے پاس گیا اور انہیں اپنے معاملے کے بارے میں بتایا میں نے ان لوگوں سے کہا کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے بارے میں دریافت کرو تو وہ لوگ بولے: ہم ایسا نہیں کریں گے ورنہ اللہ تعالیٰ ہمارے بارے میں کتاب کا حکم نازل کردے گا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بارے میں کوئی بات ارشاد فرمادیں گے' تو وہ چیز ہمارے لیے شرمندگی کے طور پر باقی رہ جائے گی۔ ہم تمہیں تمہارے جرم کے حوالے کرتے ہیں: تم جاؤ اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے معاملے کا تذکرہ کرو۔ راوی کہتے ہیں: میں وہاں سے نکلا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے یہ حرکت کی ہے' تو انہوں نے عرض کی: میں نے ایسا کیا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اللہ تعالیٰ کے اپنے بارے میں نازل کردہ حکم کے لیے تیار ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایک گردن آزاد کردو میں نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے میں' تو صرف اپنی گردن کا مالک ہوں' پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تم لگاتار 2 ماہ روزے رکھو میں نے عرض کی: میرے اوپر یہ مصیبت روزے رکھنے کی وجہ سے ہی لازم ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

2062 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2213 'ورقم الحدیث: 2217 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1198 'ورقم الحدیث: 1200 'ورقم الحدیث: 3299

فرمایا تم صدقہ کرو اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ میں نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو اس حق کے ہمراہ مبعوث کیا گزشتہ رات ہم نے ایسے بسر کی ہے کہ ہمارے پاس رات کا کھانا بھی نہیں تھا' تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس شخص کے پاس جاؤ جو بنو زریق سے زکوٰۃ وصول کر کے آیا ہے اور تم اس سے کہو کہ وہ تمہیں اناج وغیرہ دے' تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو اور باقی بچنے والے اناج سے خود نفع حاصل کرنا۔

2063 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عُبَيْدَةَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ تَبَارَكَ الَّذِیْ وَسِعَ سَمْعُهُ كُلَّ شَیْءٍ اِنِّیْ لَاَسْمَعُ كَلَامَ خَوْلَةَ بِنْتِ ثَعْلَبَةَ وَيَخْفٰی عَلَیَّ بَعْضُهُ وَهِیَ تَشْتَكِیْ زَوْجَهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ تَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَكَلَ شَبَابِیْ وَنَثَرْتُ لَهٗ بَطْنِیْ حَتّٰی اِذَا كَبِرَتْ سِنِّیْ وَانْقَطَعَ وَلَدِیْ ظَاهَرَ مِنِّیْ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْكُوْ اِلَيْكَ فَمَا بَرِحَتْ حَتّٰی نَزَلَ جِبْرَائِيْلُ بِهٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ (قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْ اِلَی اللّٰهِ)

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے: ''برکت والی ہے وہ ذات جس کی سماعت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے' میں نے خولہ بنت ثعلبہ کا کلام سنا ہے' اس کا کچھ حصہ مجھ سے مخفی رہا' وہ اپنے شوہر کی شکایت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کر رہی تھی' وہ عرض کر رہی تھی' یا رسول اللہ (ﷺ)! اس نے میری جوانی کو کھا لیا ہے' میں نے اس کے لیے اپنے پیٹ کو کشادہ کر دیا' یہاں تک کہ جب میں بوڑھی ہو گئی اور میرے ہاں بچوں کی پیدائش ممکن نہیں رہی تو اس نے میرے ساتھ ظہار کر لیا ہے' اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں اس کی شکایت کرتی ہوں۔

(سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) وہ خاتون ابھی وہیں تھیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیات لے کر نازل ہوئے۔

''اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات کو سن لیا ہے' جو اپنے شوہر کے بارے میں تمہارے ساتھ بحث کر رہی تھی' اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کر رہی تھی''۔

خویلہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا اور مسئلہ ظہار کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں: حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم میرے اور میرے خاوند اوس بن صامت کے بارے میں اس سورۃ مجادلہ کی شروع کی چار آیتیں اتری ہیں، میں ان کے گھر میں تھی یہ بوڑھے اور بڑی عمر کے تھے اور کچھ اخلاق کے بھی اچھے نہ تھے، ایک دن باتوں ہی باتوں میں میں نے ان کی کسی بات کے خلاف کہا اور انہیں کچھ جواب دیا، جس پر وہ بڑے غضب ناک ہوئے اور غصے میں فرمانے لگے تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے پھر گھر سے چلے گئے اور قومی مجلس میں کچھ دیر بیٹھے رہے پھر واپس آئے اور مجھ سے خاص بات چیت کرنی چاہی، میں نے کہا اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں خولہ کی جان ہے تمہارے اس کہنے کے بعد اب یہ بات ناممکن ہے یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہمارے بارے میں نہ ہو، لیکن وہ نہ مانے اور زبردستی کرنے لگے مگر چونکہ کمزور اور ضعیف تھے میں ان پر غالب آ گئی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے، میں اپنی پڑوسن کے ہاں گئی اور اس سے کپڑا مانگ کر اوڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی، اس واقعہ کو بیان کیا اور

بھی اپنی مصیبتیں اور تکلیفیں بیان کرنی شروع کر دیں، آپ بھی فرماتے جاتے تھے خولہ اپنے خاوند کے بارے میں اللہ سے ڈرو وہ بوڑھے بڑے ہیں، ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی، جب وحی اتر چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خولہ تیرے اور تیرے خاوند کے بارے میں قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوئی ہیں، پھر آپ نے آیت (قد سمع اللہ سے عذاب الیم) تک پڑھ سنایا اور فرمایا جاؤ اپنے میاں سے کہو کہ ایک غلام آزاد کریں، میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس غلام کہاں؟ وہ تو بہت مسکین شخص ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو دو مہینے کے لگاتار روزے رکھ لیں، میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بڑی عمر کے بوڑھے ناتواں کمزور ہیں انہیں دو ماہ کے روزوں کی بھی طاقت نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق (تقریباً چار من پختہ) کھجوریں دے دیں، میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مسکین کے پاس یہ بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا آدھا وسق کھجوریں میں اپنے پاس سے انہیں دیدوں گا میں نے کہا بہتر آدھا وسق میں دیدوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تم نے بہت اچھا کیا اور خوب کام کیا، جاؤ یہ ادا کر دو اور اپنے خاوند کے ساتھ جو تمہارے چچا کے لڑکے ہیں محبت، پیار، خیر خواہی اور فرمانبرداری سے گزارا کرو (مسند احمد، ابوداؤد)۔

ان کا نام بعض روایتوں میں خولہ کے بجائے خولہ بھی آیا ہے اور بنت ثعلبہ کے بدلے بنت مالک بن ثعلبہ بھی آیا ہے، ان اقوال میں کوئی ایسا اختلاف نہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہو، واللہ اعلم۔

اس سورت کی ان شروع کی آیتوں کا صحیح شان نزول یہی ہے۔ حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کا واقعہ جواب آ رہا ہے وہ اس کے اترنے کا باعث نہیں ہوا ہاں البتہ جو حکم ظہار ان آیتوں میں تھا انہیں بھی دیا گیا یعنی غلام آزاد کرنا یا روزے رکھنا یا کھانا دینا، حضرت سلمہ بن صخر انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ خود ان کی زبانی یہ ہے کہ مجھے جماع کی طاقت اوروں سے بہت زیادہ تھی، رمضان میں اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو دن میں روزے کے وقت میں بچ نہ سکوں میں نے رمضان بھر کے لئے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا، ایک رات جبکہ وہ میری خدمت میں مصروف تھی بدن کے کسی حصہ پر سے کپڑا ہٹ گیا پھر تاب کہاں تھی؟ اس سے بات چیت کر بیٹھا صبح اپنی قوم کے پاس آ کر میں نے کہا رات ایسا واقعہ ہو گیا ہے تم مجھے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو اور آپ سے پوچھو کہ اس گناہ کا بدلہ کیا ہے؟ سب نے انکار کیا اور کہا کہ ہم تو تیرے ساتھ نہیں جائیں گے ایسا نہ ہو کہ قرآن کریم میں اس کی بابت کوئی آیت اترے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسی بات فرما دیں کہ ہمیشہ کے لئے ہم پر عار باقی رہ جائے، تو جانے تیرا کام، تو نے ایسا کیوں کیا؟؟ ہم تیرے ساتھی نہیں، میں نے کہا اچھا پھر میں اکیلا جاتا ہوں۔ چنانچہ میں گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام واقعہ بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ایسا کیا؟ میں نے کہا جی ہاں حضور مجھ سے ایسا ہو گیا۔ آپ نے پھر فرمایا تم نے ایسا کیا؟ میں نے پھر یہی عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے یہ خطا ہو گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری دفعہ بھی یہی فرمایا میں نے پھر اقرار کیا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہوں جو سزا میرے لئے تجویز کی جائے میں اسے صبر سے برداشت کروں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیجئے، آپ نے فرمایا جاؤ ایک غلام آزاد کرو، میں نے اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تو صرف اس کا مالک ہوں اللہ کی قسم مجھے غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر دو مہینے کے پے در پے

روزے رکھو، میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزوں ہی کی دلیل سے تو یہ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر جاؤ صدقہ کرو میں نے کہا اس اللہ کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس کچھ نہیں بلکہ آج کی شب سب گھر والوں نے فاقہ کیا ہے، پھر فرمایا اچھا بنو رزیق کے قبیلے کے صدقے والے کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ صدقے کا مال تمہیں دیدیں تم اس میں سے ایک وسق کھجور تو ساٹھ مسکینوں کو دیدو اور باقی تم آپ اپنے اور اپنے بال بچوں کے کام میں لاؤ، میں خوش خوش لوٹا اور اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ تمہارے پاس تو میں نے تنگی اور برائی پائی اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میں نے کشادگی اور برکت پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ اپنے صدقے تم مجھے دیدو چنانچہ انہوں نے مجھے دے دیئے

(مسند احمد ابوداؤد وغیرہ)

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت اوس بن صامت اور ان کی بیوی صاحبہ حضرت خویلہ بنت ثعلبہ کے واقعہ کے بعد کا ہے، چنانچہ حضرت ابن عباس کا فرمان ہے کہ ظہار کا پہلا واقعہ حضرت اوس بن صامت کا ہے جو حضرت عبادہ بن صامت کے بھائی تھے، ان کی بیوی صاحبہ کا نام خولہ بنت ثعلبہ بن مالک رضی الہ عنہا تھا، اس واقعہ سے حضرت خولہ کو ڈر تھا کہ شاید طلاق ہوگئی، انہوں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے میاں نے مجھ سے ظہار کرلیا ہے اور اگر ہم علیحدہ علیحدہ ہوگئے تو دونوں برباد ہو جائیں گے میں اب اس لائق بھی نہیں رہی کہ مجھے اولاد ہو ہمارے اس تعلق کو بھی زمانہ گزر چکا اور بھی اسی طرح کی باتیں کہتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں، اب تک ظہار کا کوئی حکم اسلام میں نہ تھا اس پر یہ آیتیں شروع سورت سے الیم تک اتریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اوس کو بلوایا اور پوچھا کہ کیا تم غلام آزاد کرسکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر انکار کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے رقم جمع کی انہوں نے اس سے غلام خرید کر آزاد کیا اور اپنی بیوی صاحبہ سے رجوع کیا۔ (ابن جریر)

حضرت ابن عباس کے علاوہ اور بھی بہت سے بزرگوں کا یہ فرمان ہے کہ یہ آیتیں انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، واللہ اعلم۔ لفظ ظہار ظہر سے مشتق ہے چونکہ اہل جاہلیت اپنی بیوی سے ظہار کرتے وقت یوں کہتے تھے کہ انت علی کظھر امی یعنی تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ، شریعت میں حکم یہ ہے کہ اس طرح خواہ کسی عضو کا نام لے ظہار ہو جائے گا، ظہار جاہلیت کے زمانے میں طلاق سمجھا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے اس میں کفارہ مقرر کردیا اور اسے طلاق شمار نہیں کیا جیسے کہ جاہلیت کا دستور تھا۔ سلف میں سے اکثر حضرات نے یہی فرمایا ہے،

حضرت ابن عباس جاہلیت کے اس دستور کا ذکر کرکے فرماتے ہیں اسلام میں جب حضرت خویلہ والا واقعہ پیش آیا اور دونوں میاں بیوی پچھتانے لگے تو حضرت اوس نے اپنی بیوی صاحبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا یہ جب آئیں تو دیکھا کہ آپ کنگھی کررہے ہیں، آپ نے واقعہ سن کر فرمایا ہمارے پاس اس کا کوئی حکم نہیں اتنے میں یہ آیتیں اتریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خویلہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خوشخبری دی اور پڑھ سنائیں، جب غلام کو آزاد کرنے کا ذکر کیا تو عذر کیا کہ ہمارے پاس غلام نہیں، پھر روزوں کا ذکر سن کر کہا اگر ہر روز تین مرتبہ پانی نہ پئیں تو بدلیل اپنے بڑھاپے کے فوت ہوجائیں، جب کھانا کھلانے کا ذکر سنا تو کہا چند لقموں پر تو سارا دن گزرتا ہے تو اوروں کو دینا کہاں؟ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھا وسق تیس صاع منگوا کر انہیں

دیئے اور فرمایا اسے صدقہ کردو اور اپنی بیوی سے رجوع کرلو۔ (ابن جریر)

اس کی اسناد قوی اور پختہ ہے، لیکن ادائیگی غربت سے خالی نہیں۔ حضرت ابوالعالیہ سے بھی اسی طرح مروی ہے، فرماتے ہیں خولہ بنت دلیج ایک انصاری کی بیوی تھیں جو کم نگاہ والے مفلس اور کج خلق تھے، کسی دن کسی بات پر میاں بیوی میں جھگڑا ہوگیا تو جاہلیت کی رسم کے مطابق ظہار کرلیا جو ان کی طلاق تھی۔ یہ بیوی صاحبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اس وقت آپ عائشہ کے گھر میں تھے اور ام المومنین آپ کا سر دھو رہی تھیں، جاکر سارا واقعہ بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب کیا ہوسکتا ہے، میرے علم میں تو تو اس پر حرام ہوگئی یہ سن کر کہنے لگیں اللہ میری عرض تجھ سے ہے، اب حضرت عائشہ آپ کے سر مبارک کا ایک طرف کا حصہ دھوکر گھوم کر دوسری جانب آ گئیں اور ادھر کا حصہ دھونے لگیں تو حضرت خولہ بھی گھوم کر اس دوسری طرف آ بیٹھیں اور اپنا واقعہ دوہرایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی جواب دیا، ام المومنین نے دیکھا کہ آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا ہے تو ان سے کہا کہ دور ہٹ کر بیٹھو، یہ دور کھسک گئیں ادھر وحی نازل ہونی شروع ہوئی جب اتر چکی تو آپ نے فرمایا وہ عورت کہاں ہے؟ ام المومنین نے انہیں آواز دے کر بلایا۔ آپ نے فرمایا جاؤ اپنے خاوند کو لے آؤ، یہ دوڑتی ہوئی گئیں اور اپنے شوہر کو بلا لائیں تو واقعی وہ ایسے ہی تھے جیسے انہوں نے کہا تھا، آپ نے **استعیذ باللہ السمیع العلیم بسم اللہ الرحمن الرحیم** پڑھ کر اس سورت کی یہ آیتیں سنائیں، اور فرمایا تم غلام آزاد کرسکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں، کہا دو مہینے کے لگاتار ایک کے پیچھے ایک روزے رکھ سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اگر دو تین دفعہ دن میں نہ کھاؤں تو بینائی بالکل جاتی رہتی ہے، فرمایا کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں لیکن اگر آپ میری امداد فرمائیں تو اور بات ہے، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اعانت کی اور فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھلا دو اور جاہلیت کی اس رسم طلاق کو ہٹا کر اللہ تعالیٰ نے اسے ظہار مقرر فرمایا (ابن ابی حاتم وابن جریر)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایلا اور ظہار جاہلیت کے زمانہ کی طلاقیں تھیں، اللہ تعالیٰ نے ایلا میں تو چار مہینے کی مدت مقرر فرمائی اور ظہار میں کفارہ مقرر فرمایا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مجادلہ، بیروت)

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ منکم سے استدلال کیا ہے کہ چونکہ یہاں خطاب مومنوں سے ہے اسلئے اس حکم میں کافر داخل نہیں، جمہور کا مذہب اس کے برخلاف ہے وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ بہ اعتبار غلبہ کے کہہ دیا گیا ہے اس لئے بطور قید کے اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں لے سکتے۔ لفظ **من نسائھم** سے جمہور نے استدلال کیا ہے کہ لونڈی سے ظہار نہیں نہ وہ اس خطاب میں داخل ہے۔ پھر فرماتا ہے اس کہنے سے کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے یا میرے لئے تو مثل میری ماں کے ہے یا مثل میری ماں کی پیٹھ کے ہے یا اور ایسے ہی الفاظ اپنی بیوی کو کہہ دینے سے وہ سچ مچ ماں نہیں بن جاتی، حقیقی ماں تو وہی ہے جس کے بطن سے یہ تولد ہوا ہے، یہ لوگ اپنے منہ سے فحش اور باطل قول بول دیتے ہیں اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور بخشش دینے والا ہے۔

اس نے جاہلیت کی اس تنگی کو تم سے دور کردیا، اسی طرح ہر وہ کلام جو ایک دم زبان سے بغیر سوچے سمجھے اور بلا قصد نکل جائے۔

چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے اے میری بہن تو آپ نے فرمایا یہ تیری بہن ہے؟ غرض یہ کہنا برا لگا اسے روکا مگر اس سے حرمت ثابت نہیں کی کیونکہ دراصل اس کا مقصود یہ نہ تھا یونہی زبان سے

بغیر قصد کے نکل گیا تھا ورنہ ضرور حرمت ثابت ہو جاتی، کیونکہ صحیح قول یہی ہے کہ اپنی بیوی کو جو شخص اس نام سے یاد کرے، جو محرمات ابدیہ ہیں مثلاً بہن یا پھوپھی یا خالہ وغیرہ تو وہ بھی حکم میں ماں کہنے کے ہیں۔ جو لوگ ظہار کریں پھر اپنے کہنے سے لوٹیں اس کا مطلب ایک تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہار کیا پھر مکرر اس لفظ کو کہا لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ مجادلہ، بیروت)

مثل امی کہنے سے وقوع ظہار میں مذاہب اربعہ

اس امر میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ بیوی سے یہ کہنا کہ تو میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے صریح ظہار ہے کیونکہ اہل عرب میں یہی ظہار کا طریقہ تھا اور قرآن مجید کا حکم اسی کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ البتہ اس امر میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ دوسرے الفاظ میں سے کون سے ایسے ہیں جو صریح ظہار کے حکم میں ہیں، اور کون سے ایسے ہیں جن کے ظہار ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ قائل کی نیت پر کیا جائے گا۔

حنفیہ کے نزدیک ظہار کے صریح الفاظ وہ ہیں جن میں صاف طور پر حلال عورت (بیوی) کو حرام عورت (یعنی محرمات ابدیہ میں سے کسی عورت) سے تشبیہ دی گئی ہو، یا تشبیہ ایسے عضو سے دی گئی ہو جس پر نظر ڈالنا حلال نہیں ہے، جیسے یہ کہنا کہ تو میرے اوپر ماں یا فلاں حرام عورت کے پیٹ یا ران جیسی ہے۔ ان کے سوا دوسرے الفاظ میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ اگر کہے کہ تو میرے اوپر حرام ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ صریح ظہار ہے، لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ظہار کی نیت ہو تو ظہار ہے اور طلاق کی نیت ہو تو طلاق۔ اگر کہے کہ تو میری ماں جیسی ہے یا میری ماں کی طرح ہے تو حنفیہ کا عام فتویٰ یہ ہے کہ یہ ظہار کی نیت سے ظہار ہے، طلاق کی نیت سے طلاق بائن، اور اگر کوئی نیت نہ ہو تو بے معنی ہے۔ لیکن امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ قطعی ہے۔ اگر بیوی کو ماں یا بہن یا بیٹی کہہ کر پکارے تو یہ سخت بیہودہ بات ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے کا اظہار فرمایا تھا، مگر اسے ظہار نہیں قرار دیا۔ اگر کہے کہ تو میرے اوپر ماں کی طرح حرام ہے تو یہ ظہار کی نیت سے ظہار ہے، طلاق کی نیت سے طلاق، اور کوئی نیت نہ ہو تو ظہار ہے۔ اگر کہے کہ تو میرے لیے ماں کی طرح یا ماں جیسی ہے تو نیت پوچھی جائے گی۔ عزت اور توقیر کی نیت سے کہا ہو تو عزت اور توقیر ہے۔ ظہار کی نیت سے کہا ہو تو ظہار ہے۔ طلاق کی نیت سے کہا ہو تو طلاق ہے۔ کوئی نیت نہ ہو اور یونہی یہ بات کہہ دی ہو تو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بے معنی ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر ظہار کا تو نہیں مگر قسم کا کفارہ لازم آئے گا، اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ ظہار ہے۔

شافعیہ کے نزدیک ظہار کے صریح الفاظ یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تو میرے نزدیک، یا میرے ساتھ، یا میرے لیے ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ۔ یا تو میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔ یا تیرا جسم، یا تیرا بدن، یا تیرا نفس میرے لیے میری ماں کے جسم یا بدن یا جسم کی طرح ہے۔ ان کے سوا باقی تمام الفاظ میں قائل کی نیت پر فیصلہ ہوگا۔

حنابلہ کے نزدیک ہر وہ لفظ جس سے کسی شخص نے بیوی کو یا اس کے مستقل اعضاء میں سے کسی عضو کو کسی ایسی عورت سے جو اس کے لیے حرام ہے، یا اس کے مستقل اعضاء میں سے کسی عضو سے صاف صاف تشبیہ دی ہو، ظہار کے معاملہ میں صریح مانا جائے گا۔

مالکیہ کا مسلک بھی قریب قریب یہی ہے، البتہ تفصیلات میں ان کے فتوے الگ الگ ہیں۔ مثلاً کسی شخص کی بیوی سے یہ کہنا کہ میرے لیے میری ماں جیسی ہے، یا میری ماں کی طرح ہے مالکیوں کے نزدیک ظہار کی نیت سے ہو تو ظہار ہے، طلاق کی نیت سے ہو تو طلاق اور کوئی نیت نہ ہو تو ظہار ہے۔ حنبلیوں کے نزدیک یہ بشرط نیت صرف ظہار قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص بیوی سے کہے کہ تو میری ماں ہے تو مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ ظہار ہے اور حنابلہ کہتے ہیں کہ یہ بات اگر جھگڑے اور غصے کی حالت میں کہی گئی ہو تو ظہار ہے، اور پیار محبت کی بات چیت میں کہی گئی ہو تو گو یہ بہت ہی بری بات ہے لیکن ظہار نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کہے تجھے طلاق ہے تو میری ماں کی طرح ہے تو حنابلہ کے نزدیک یہ طلاق ہے نہ کہ ظہار، اور اگر کہے تو میری ماں کی طرح ہے تجھے طلاق ہے تو ظہار اور طلاق دونوں واقع ہو جائیں گے۔ یہ کہنا کہ تو میرے اوپر ایسی حرام ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ، ملکیہ اور حنابلہ دونوں کے نزدیک ظہار ہے خواہ طلاق ہی کی نیت سے یہ الفاظ کہے گئے ہوں، یا نیت کچھ بھی نہ ہو۔

الفاظ ظہار کی اس بحث میں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ فقہاء نے اس باب میں جتنی بحثیں کی ہیں وہ سب عربی زبان کی الفاظ اور محاورات سے تعلق رکھتی ہیں، اور ظاہر ہے کہ دنیا کی دوسری زبانیں بولنے والے نہ عربی زبان میں ظہار کریں گے، نہ ظہار کرتے وقت عربی الفاظ اور فقروں کا ٹھیک ٹھیک ترجمہ زبان سے ادا کریں گے۔ اس لیے کسی لفظ یا فقرے کے متعلق اگر یہ فیصلہ کرنا ہو کہ وہ ظہار کی تعریف میں آتا ہے یا نہیں، تو اسے اس لحاظ سے نہیں جانچنا چاہیے کہ وہ فقہاء کے بیان کردہ الفاظ میں سے کس کا صحیح ترجمہ ہے، بلکہ صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا قائل نے بیوی کو جنسی (Sexul) تعلق کے لحاظ سے محرمات میں سے کسی کے ساتھ صاف صاف تشبیہ دی ہے، یا اس کے الفاظ میں دوسرے مفہومات کا بھی احتمال ہے؟ اس کی نمایاں ترین مثال خود وہ فقرہ ہے جس کے متعلق تمام فقہاء اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ عرب میں ظہار کے لیے وہی بولا جاتا تھا اور قرآن مجید کا حکم اسی کے بارے میں نازل ہوا ہے، یعنی اَنْتِ عَلَیَّ كَظَهْرِ اُمِّیْ (تو میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے)۔ غالباً دنیا کی کسی زبان میں، اور کم از کم اردو کی حد تک تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس زبان میں کوئی ظہار کرنے والا ایسے الفاظ استعمال نہیں کر سکتا جو اس عربی فقرے کا لفظی ترجمہ ہوں۔

البتہ وہ اپنی زبان کے ایسے الفاظ ضرور استعمال کر سکتا ہے جن کا مفہوم ٹھیک وہی ہو جسے ادا کرنے کے لیے ایک عرب یہ فقرہ بولا کرتا تھا۔ اس کا مفہوم یہ تھا کہ تجھ سے مباشرت میرے لیے ایسی ہے جیسے اپنی ماں سے مباشرت، یا جیسے بعض جہلا بیوی سے کہہ بیٹھتے ہیں کہ تیرے پاس آؤں تو اپنی ماں کے پاس جاؤں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مجادلہ، بیروت)

بَابُ: الْمُظَاهِرِ يُجَامِعُ قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ

یہ باب ہے کہ ظہار کرنے والے شخص کا کفارہ دینے سے پہلے بیوی کے ساتھ صحبت کرنا

2064- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ الْبَيَاضِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُظَاهِرِ

يُوَاقِعُ قَبْلَ اَنْ يُكَفِّرَ قَالَ كَفَّارَةٌ وَّاحِدَةٌ

حضرت سلمہ بن صخر بیاضی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' جو ظہار کرنے والا شخص کفارہ دینے سے پہلے صحبت کر لیتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا کفارہ ایک ہی ہوگا۔

2065-حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ اَبَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا ظَاهَرَ مِنِ امْرَاَتِهٖ فَغَشِيَهَا قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُ بَيَاضَ حِجْلَيْهَا فِى الْقَمَرِ فَلَمْ اَمْلِكْ نَفْسِىْ اَنْ وَّقَعْتُ عَلَيْهَا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَهٗ اَلَّا يَقْرَبَهَا حَتّٰى يُكَفِّرَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک صاحب نے اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کر لیا اور پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس خاتون کے ساتھ صحبت کر لی' وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم نے ایسا کیوں کیا۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے چاندنی رات میں اس کی پازیبوں کے درمیان سفیدی دیکھی تو مجھے خود پر قابو نہیں رہا کہ میں اس کے ساتھ صحبت سے خود کو روک لیتا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ اب وہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے بیوی کے قریب نہ جائے۔

ظہار سے حرمت دلیل کا بیان

حضرت امام شافعی کا مطلب یہ ہے کہ ظہار کیا پھر اس عورت کو روک رکھا یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر گیا کہ اگر چاہتا تو اس میں باقاعدہ طلاق دے سکتا تھا لیکن طلاق نہ دی۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ پھر لوٹے جماع کی طرف یا ارادہ کرے تو یہ حلال نہیں تاوقتیکہ مذکورہ کفارہ ادا نہ کرے۔

امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے جماع کا ارادہ یا پھر بسانے کا عزم یا جماع ہے۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ وغیرہ کہتے ہیں مراد ظہار کی طرف لوٹنا ہے اس کی حرمت اور جاہلیت کے حکم کے اٹھ جانے کے بعد پس جو شخص اب ظہار کرے گا اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی جب تک کہ یہ کفارہ ادا نہ کرے،

حضرت سعید فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جس چیز کو اس نے اپنی جان پر حرام کر لیا تھا اب پھر اس کام کو کرنا چاہے تو اس کا کفارہ ادا کرے۔

حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ مجامعت کرنا چاہے ورنہ اور طرح چھونے میں قبل کفارہ کے بھی ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں یہاں مس سے مراد صحبت کرنا ہے۔ زہری فرماتے ہیں کہ ہاتھ لگانا پیار کرنا بھی کفارہ کی ادائیگی

2065 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2223 'ورقم الحدیث: 2225 م ورقم الحدیث: 2221 'ورقم الحدیث 2222 'ورقم الحدیث 2223 'ورقم الحدیث 2224 'ورقم الحدیث 2225 'ورقم الحدیث: 2225 م اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1199 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 3457 'ورقم الحدیث 3458 'ورقم الحدیث: 3459

سے پہلے جائز نہیں۔

کفارہ ظہار سے قبل جماع کرنے میں اعادہ کفارہ کے عدم پر فقہی مذاہب اربعہ

حضرت سلمہ بن صخر بیاضی سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ظہارہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کرے اس پر ایک کفارہ ہے یہ حدیث حسن غریب ہے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے سفیان، ثوری، مالک، شافعی، احمد، اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے بعض اہل علم کے نزدیک ایسے شخص پر دو کفارہ واجب ہیں۔ عبدالرحمن بن مہدی کا بھی یہی قول ہے۔ جامع ترمذی: جلد اول رقم الحدیث 1210

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی سے ظہار کرنے کے بعد اس سے صحبت کر بیٹھا پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا اور کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس سے صحبت کر لی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تم پر رحم کرے تمہیں کس چیز نے اس پر مجبور کیا وہ کہنے لگا میں نے چاندکی روشنی میں اس کی پازیب دیکھ لی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب اللہ کا حکم (کفارہ ادا) پورا کرنے سے پہلے اس کے پاس نہ جانا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1211

اکثر علماء کا یہی مسلک ہے کہ اگر کوئی شخص ظہار کرے اور پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کر لے تو اس پر بھی ایک ہی کفارہ واجب ہوگا لیکن بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کر لینے کی صورت میں دو کفارے واجب ہو جاتے ہیں۔

اگر کوئی شخص اپنی ایک سے زائد دو یا تین اور چار بیویوں سے ظہار کرے یعنی ان سب سے یوں کہے کہ تم سب مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی مانند حرام ہو تو اس صورت میں متفقہ طور پر تمام علماء یہ کہتے ہیں کہ وہ شخص ان سب سے ظہار کرنے والا ہو جاتا ہے البتہ اس بارے میں اختلافی اقوال ہیں کہ اس پر کفارہ ایک واجب ہوگا یا کئی واجب ہوں گے۔

چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی کے نزدیک تو اس پر کئی کفارے واجب ہوں گے یعنی وہ ان بیویوں میں سے جس کسی کے ساتھ بھی جماع کا ارادہ کرے گا پہلے کفارہ ادا کرنا واجب ہوگا حسن، زہری اور ثوری وغیرہ کا بھی یہی قول ہے جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ اور حضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا یعنی وہ پہلے ایک کفارہ ادا کر دے اس کے بعد ہر بیوی کے ساتھ جماع کرنا جائز ہوگا۔

حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اور پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کر لیا اس کے بعد وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کس چیز نے تمہیں ایسا کرنے پر آمادہ کیا یعنی کیا دلیل پیش آئی کہ تم کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کر بیٹھے اس نے عرض کیا کہ چاندنی میں اس کی پازیب کی سفیدی پر میری نظر پڑ گئی اور میں جماع کرنے سے پہلے اپنے آپ کو نہ روک سکا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے۔ اور اس کو یہ حکم دیا کہ اب دوبارہ اس سے اس وقت تک جماع نہ کرنا جب تک کفارہ ادا نہ کرو (ابن ماجہ) ترمذی نے بھی اسی طرح کی یعنی اس کے ہم معنی روایت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، نیز ابوداؤد اور نسائی نے اس طرح کی روایت مسند اور مرسل نقل کی ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ مسند کی بہ نسبت

مرسل زیادہ صحیح ہے۔

کفارہ ظہار ادا کرنے سے پہلے جماع کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی کا مطلب یہ ہے کہ ظہار کیا پھر اس عورت کو روک رکھا یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر گیا کہ اگر چاہتا تو اس میں باقاعدہ طلاق دے سکتا تھا لیکن طلاق نہ دی۔

حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ پھر لوٹے جماع کی طرف یا ارادہ کرے تو یہ حلال نہیں تاوقتیکہ مذکورہ کفارہ ادا نہ کرے۔ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے جماع کا ارادہ یا پھر بسانے کا عزم یا جماع ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ وغیرہ کہتے ہیں مراد ظہار کی طرف لوٹنا ہے اس کی حرمت اور جاہلیت کے حکم کے اٹھ جانے کے بعد پس جو شخص اب ظہار کرے گا اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی جب تک کہ یہ کفارہ ادا نہ کرے،

حضرت سعید فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جس چیز کو اس نے اپنی جان پر حرام کر لیا تھا اب پھر اس کام کو کرنا چاہے تو اس کا کفارہ ادا کرے۔

حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ مجامعت کرنا چاہے ورنہ اور طرح چھونے میں قبل کفارہ کے بھی ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں یہاں مس سے مراد صحبت کرنا ہے۔ زہری فرماتے ہیں کہ ہاتھ لگانا پیار کرنا بھی کفارہ کی ادائیگی سے پہلے جائز نہیں۔

سنن میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے میں اس سے مل لیا آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے ایسا تو نے کیوں کیا؟ کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاندنی رات میں اس کے خلخال کی چمک نے مجھے بیتاب کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب اس سے قربت نہ کرنا جب تک کہ اللہ کے فرمان کے مطابق کفارہ ادا نہ کر دے، نسائی میں یہ حدیث مرسلا مروی ہے اور امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ مرسل ہونے کو اولی بتاتے ہیں۔ پھر کفارہ بیان ہو رہا ہے کہ ایک غلام آزاد کرے، ہاں یہ قید نہیں کہ مومن ہی ہو جیسے قتل کے کفارے میں غلام کے مومن ہونے کی قید ہے۔

حضرت امام شافعی تو فرماتے ہیں یہ مطلق اس مقید پر محمول ہوگی کیونکہ غلام کو آزاد کرنے کی شرط جیسی وہاں ہے ایسی ہی یہاں بھی ہے، اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کہ ایک سیاہ فام لونڈی کی بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اسے آزاد کر دو یہ مومنہ ہے، اوپر واقعہ گزر چکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہار کر کے پھر کفارہ سے قبل واقع ہونے والے کو آپ نے دوسرا کفارہ ادا کرنے کو نہیں فرمایا۔ پھر فرماتا ہے اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے یعنی دھمکایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں سے خبردار ہے اور تمہارے احوال کا عالم ہے۔ جو غلام کو آزاد کرنے پر قادر نہ ہو وہ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھنے کے بعد اپنی بیوی سے اس صورت میں مل سکتا ہے اور اگر اس کا بھی مقدور نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینے کے بعد، پہلے حدیثیں گزر چکیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدم پہلی صورت پھر دوسری پھر تیسری، جیسے کہ بخاری و مسلم کی اس حدیث میں بھی ہے، جس میں آپ نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو فرمایا تھا۔ ہم نے یہ احکام اس لئے مقرر کیے ہیں کہ تمہارا کامل ایمان اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم پر ہو جائے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کے محرمات ہیں خبردار اس حرمت کو نہ توڑنا۔ جو کافر ہوں یعنی ایمان نہ لائیں حکم برداری نہ کریں شریعت کے احکام کی بے عزتی کریں ان سے لا پرواہی برتیں انہیں بلاؤں سے نچنے والا نہ سمجھو بلکہ ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔

کفارے کے روزوں میں قمری مہینوں میں مذاہب اربعہ

اس امر پر اتفاق ہے کہ مہینوں سے مراد ہلالی مہینے ہیں۔ اگر طلوع ہلال سے روزوں کا آغاز کیا جائے تو دو مہینے پورے کرنے ہوں گے۔ اگر بیچ میں کسی تاریخ سے شروع کیا جائے تو حنفیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ **60** روزے رکھنے چاہئیں۔ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ پہلے اور تیسرے مہینے میں مجموعی طور پر **30** روزے رکھ اور بیچ کا ہلالی مہینہ خواہ **29** کا ہو یا **30** کا، اس کے روزے رکھ لینے کافی ہیں۔

حنفیہ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ روزے ایسے وقت شروع کرنے چاہئیں جب کہ بیچ میں نہ رمضان آئے نہ عیدین نہ یوم النحر اور ایام تشریق، کیونکہ کفارہ کے روزے رکھنے کے دوران میں رمضان کے روزے رکھنے اور عیدین اور یوم النحر اور ایام تشریق کے روزے چھوڑنے سے دو مہینے کا تسلسل ٹوٹ جائے گا اور نئے سرے سے روزے چھوڑنے سے دو مہینے کا تسلسل ٹوٹ جائے گا اور نئے سرے سے روزے پڑیں گے۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ بیچ میں رمضان کے روزے رکھنے اور حرام دنوں کے روزے نہ رکھنے سے تسلسل نہیں ٹوٹتا۔

دو مہینوں کے دوران میں خواہ آدمی کسی عذر کی بنا پر روزہ چھوڑے یا بلا عذر، دونوں صورتوں میں حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک تسلسل ٹوٹ جائے گا اور نئے سرے سے روزے رکھنے ہوں گے۔ یہی دلیل امام محمد علیہ الرحمہ باقر، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر اور سفیان ثوری کی ہے۔ امام مالک علیہ الرحمہ اور امام احمد کے نزدیک مرض یا سفر کے عذر سے بیچ میں روزہ چھوڑا جا سکتا ہے اور اس سے تسلسل نہیں ٹوٹتا، البتہ بلا عذر روزہ چھوڑ دینے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ کفارہ کے روزے رمضان کے فرض روزوں زیادہ موکد نہیں ہیں۔ جب ان کو عذر کی بنا پر چھوڑا جا سکتا ہے تو کوئی دلیل نہیں کہ ان کو نہ چھوڑا جا سکے۔ یہی قول حضرت عبداللہ بن عباس، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، سعید بن المسیب، عمرو بن دینار، شعبی طاؤس، مجاہد، اسحاق بن راہویہ، ابو عبید اور ابو ثور ہے۔

دو مہینوں کے دوران میں اگر آدمی اس بیوی سے مباشرت کر بیٹھے جس سے اس نے ظہار کیا ہو، تو تمام ائمہ کے نزدیک اس کا تسلسل ٹوٹ جائے گا اور نئے سرے سے روزے رکھنے ہوں گے کیونکہ ہاتھ لگانے سے پہلے دو مہینے کے مسلسل روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن اور سنت کی رو سے تیسرا کفارہ (یعنی **60** مسکینوں کا کھانا) وہ شخص دے سکتا ہے جو دوسرے کرنے (دو مہینے کے مسلسل روزوں) کی قدرت نہ رکھتا ہو۔

کفارہ ظہار میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا بیان

اگر ظہار کرنے والا شخص روزے رکھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''جو شخص اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے''۔ وہ ہر مسکین کو گندم کا نصف صاع یا کھجور اور جو کا ایک صاع کھلائے گا یا پھر اس کی قیمت دے گا۔ اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: جو حضرت اوس بن صامت اور حضرت سہل بن صخر کی حدیث میں ہے۔ ''ہر مسکین کو گندم کا نصف صاع ملے گا'' اس کی دلیل یہ بھی ہے: اصل اعتبار اس بات کا ہوگا' ہر مسکین کی ایک دن کی ضرورت پوری کی جائے' تو اس بارے میں صدقہ فطر پر قیاس کیا جائے گا۔ مصنف کا یہ کہنا: یا اس کی قیمت دی جائے گی' یہ ہمارا مذہب ہے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کفارہ ظہار ادا کرنے والے میں روزے رکھنے پر بھی قدرت نہ ہو کہ بیمار ہے اور اچھے ہونے کی امید نہیں یا بہت بوڑھا ہے تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور یہ اختیار ہے کہ ایک دم سے ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے یا متفرق طور پر، مگر شرط یہ ہے کہ اس اثنا میں روزے پر قدرت حاصل نہ ہو ورنہ کھلانا صدقہ نفل ہوگا اور کفارہ میں روزے رکھنے ہوں گے۔ اور اگر ایک وقت ساٹھ کو کھلایا دوسرے وقت ان کے سوا دوسرے ساٹھ کو کھلایا تو ادا نہ ہوا بلکہ ضرور ہے کہ پہلوں یا پچھلوں کو پھر ایک وقت کھلائے۔ (درمختار، باب کفارہ ظہار)

علامہ ابن عابدین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: شرط یہ ہے کہ جن مسکینوں کو کھانا کھلایا ہو اُن میں کوئی نابالغ غیر مراہق نہ ہو ہاں اگر ایک جوان کی پوری خوراک کا اُسے مالک کر دیا تو کافی ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر مسکین کو بقدر صدقہ فطر یعنی نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جَو یا ان کی قیمت کا مالک کر دیا جائے مگر اباحت کافی نہیں اور اُنھیں لوگوں کو دے سکتے ہیں جنھیں صدقہ فطر دے سکتے ہیں جن کی تفصیل صدقہ فطر کے بیان میں مذکور ہوئی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صبح کو کھلا دے اور شام کے لیے قیمت دیدے یا شام کو کھلا دے اور صبح کے کھانے کی قیمت دیدے یا دو دن صبح کو یا شام کو کھلا دے یا تیس کو کھلائے اور تیس کو دیدے غرض یہ کہ ساٹھ کی تعداد جس طرح چاہے پوری کرے اس کا اختیار ہے یا پاؤ صاع گیہوں اور نصف صاع جو دیدے یا کچھ گیہوں یا جو دے باقی کی قیمت ہر طرح اختیار ہے۔

کھلانے میں پیٹ بھر کر کھلانا شرط ہے اگرچہ تھوڑے ہی کھانے میں آسودہ ہو جائیں اور اگر پہلے ہی سے کوئی آسودہ تھا تو اُس کا کھانا کافی نہیں اور بہتر یہ ہے کہ گیہوں کی روٹی اور سالن کھلائے اور اس سے اچھا کھانا ہو تو اور بہتر اور جو کی روٹی ہو تو سالن ضروری ہے۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک مسکین کو ساٹھ دن تک دونوں وقت کھلایا یا ہر روز بقدر صدقہ فطر اُسے دیدیا جب بھی ادا ہو گیا اور اگر ایک ہی دن میں ایک مسکین کو سب دیدیا ایک دفعہ میں یا ساٹھ دفعہ کر کے یا اُس کو سب بطور اباحت دیا تو صرف اُس ایک دن کا ادا ہوا۔ یونہی اگر تیس مساکین کو ایک ایک صاع گیہوں دیے یا دو دو صاع جَو تو صرف تیس کو دینا قرار پائیگا یعنی تیس مساکین کو پھر دینا پڑے گا یہ اُس صورت میں ہے کہ ایک دن میں دیے ہوں اور دو دنوں میں دیے تو جائز ہے۔ ساٹھ مساکین کو

پاؤ پاؤ صاع گیہوں دیے تو ضرور ہے کہ ان میں ہر ایک کو اور پاؤ پاؤ صاع دے اور اگر ان کی عوض میں اور ساٹھ مساکین کو پاؤ پاؤ صاع دیے تو کفارہ ادا نہ ہوا۔ ایک سو بیس مساکین کو ایک وقت کھانا کھلا دیا تو کفارہ ادا نہ ہوا بلکہ ضرور ہے کہ ان میں سے ساٹھ کو پھر ایک وقت کھلائے خواہ اُسی دن یا کسی دوسرے دن اور اگر وہ نہ ملیں تو دوسرے۔ ساٹھ مساکین کو دونوں وقت کھلائے۔

(درمختار، کتاب طلاق، باب ظہار)

روزوں پر عدم قدرت کے اعتبار میں فقہی مذاہب اربعہ

ائمہ اربعہ کے نزدیک روزوں پر قادر نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آدمی یا تو بڑھاپے کی دلیل سے قادر نہ ہو، یا مرض کے سبب سے، یا اس سبب سے کہ وہ مسلسل دو مہینے تک مباشرت سے پرہیز نہ کر سکتا ہو اور اسے اندیشہ ہو کہ اس دوران میں کہیں بے صبری نہ کر بیٹھے۔ ان تینوں عذرات کا صحیح ہونا اس احادیث سے ثابت ہے جو اوس بن صامت انصاری اور سلمہ بن صخر بیاضی کے معاملہ میں وارد ہوئی ہیں۔ البتہ مرض کے معاملہ میں فقہاء کے درمیان تھوڑا سا اختلاف ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ مرض کا عذر اس صورت میں صحیح ہوگا جب کہ یا تو اس کے زائل ہونے کی امید نہ ہو، یا روزوں سے مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر روزوں سے ایسی شدید مشقت لاحق ہوتی ہو جس سے آدمی کو یہ خطرہ ہو کہ دو مہینے کے دوران میں کہیں سلسلہ منقطع نہ کرنا پڑے، تو یہ عذر بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر آدمی کا گمان غالب یہ ہو کہ وہ مستقبل میں روزہ رکھنے کے قابل ہو سکے گا تو انتظار کر لے، اور اگر گمان غالب اس قابل نہ ہو سکنے کا ہو تو مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ روزے سے مرض بڑھ جانے کا اندیشہ بالکل کافی عذر ہے۔ کھانا صرف ان مساکین کو دیا جا سکتا ہے جن کا نفقہ آدمی کے ذمہ واجب نہ ہوتا ہو۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ کھانا مسلمان اور ذمی، دونوں قسم کے مساکین کو دیا جا سکتا ہے، البتہ حربی اور مستامن کفار کو نہیں دیا جا سکتا۔ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کی دلیل یہ ہے کہ صرف مسلمان مساکین ہی کو دیا جا سکتا ہے۔

یہ امر متفق علیہ ہے کہ کھانا دینے سے مراد دو وقت کا پیٹ بھر کھانا دینا ہے۔ البتہ کھانا دینے کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ دو وقت کی شکم سیری کے قابل غلہ دے دینا، یا کھانا پکا کر دو وقت کھلا دینا، دونوں یکساں صحیح ہیں، کیونکہ قرآن مجید میں اطعام کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی خوراک دینے کے بھی ہیں اور کھلانے کے بھی۔ مگر مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ پکا کر کھلانے کو صحیح نہیں سمجھتے بلکہ غلہ دے دینا ہی ضروری قرار دیتے ہیں غلہ دینے کی صورت میں یہ امر متفق علیہ ہے کہ وہ غلہ دینا چاہیے جو اس شہر یا علاقے کے لوگوں کی عام غذا ہو۔ اور سب مسکینوں کو برابر دینا چاہیے۔

حنفیہ کے نزدیک اگر ایک ہی مسکین کو **60** دن تک کھانا دیا جائے تو یہ بھی صحیح ہے، البتہ یہ صحیح نہیں ہے کہ ایک ہی دن اسے **60** دنوں کی خوراک دے دی جائے۔ لیکن باقی تینوں مذاہب ایک مسکین کو دینا صحیح نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک **60** ہی مساکین کو دینا ضروری ہے۔ اور یہ بات چاروں مذاہب میں جائز نہیں ہے کہ **60** آدمیوں کو ایک وقت کی خوراک اور دوسرے **60** آدمیوں کو دوسرے وقت کی خوراک دی جائے۔

کفارے کی عدم تجزی میں فقہی مذاہب اربعہ

یہ بات چاروں مذاہب میں سے کسی میں جائز نہیں ہے کہ آدمی 30 دن کے روزے رکھے اور 30 مسکینوں کو کھانا دے۔ دو کفارے جمع نہیں کیے جاسکتے۔ روزے رکھنے ہوں تو پورے دو مہینوں کے مسلسل رکھنے چاہییں۔ کھانا کھلانا ہو تو 60 مسکینوں کو کھلایا جائے۔

اگر چہ قرآن مجید میں کفارہ طعام کے متعلق یہ الفاظ استعمال نہیں کیے گئے ہیں کہ یہ کفارہ بھی زوجین کے ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ادا ہونا چاہیے، لیکن فحوائے کلام اس کا مقتضی ہے کہ اس تیسرے کفارے پر بھی اس قید کا اطلاق ہوگا۔ اسی لیے ائمہ اربعہ نے اس کو جائز نہیں رکھا ہے کہ کفارہ طعام کے دوران میں آدمی بیوی کے پاس جائے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ جو شخص ایسا کر بیٹھے اس کے متعلق حنابلہ یہ حکم دیتے ہیں کہ اسے از سر نو کھانا دینا ہوگا۔ اور حنفیہ اس معاملہ میں رعایت کرتے ہیں، کیونکہ اس تیسرے کفارے کے معاملے میں مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا کی صراحت نہیں ہے اور یہ چیز رعایت کی گنجائش دیتی ہے۔

یہ احکام فقہ کی حسب ذیل کتابوں سے اخذ کیے گئے ہیں:: هدایه۔ فتح القدير۔ بدايع الصنائع۔ احکام القرآن للجصاص۔ فقه شافعی: المنهاج للنووی مع شرح مغنی المحتاج۔ تفسير كبير۔ فقه مالکی: حادية الدسوقی علی اشرح الكبرى۔ هداية المجتهد۔ احکام القرآن ابن عربی۔ فقه حنبلی: المغنی لابن قدامه۔ فقه ظاهری: المحلّٰی لا بن حزم۔

بَابُ : اللِّعَانِ

یہ باب لعان کے بیان میں ہے

لعان کے معنی ومفہوم کا بیان

لعان اور ملاعنہ کے معنی ہیں ایک دوسرے پر لعنت کرنا، شرعی اصطلاح میں لعان اس کو کہتے ہیں کہ جب شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا جو بچہ پیدا ہوا اس کے بارے میں یہ کہے کہ یہ میرا نہیں نہ معلوم کس کا ہے اور بیوی اس سے انکار کرے اور کہے کہ تم مجھ پر تہمت لگا رہے ہو پھر وہ قاضی اور شرعی حاکم کے پاس فریاد کرے قاضی شوہر کو بلا کر اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے کہے چنانچہ اگر شوہر گواہوں کے ذریعہ ثابت کردے تو قاضی اس کی بیوی پر زنا کی حد جاری کرے اور اگر شوہر چار گواہوں کے ذریعہ الزام ثابت نہ کر سکے تو پھر قاضی پہلے شوہر کو اس طرح کہلائے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے جو زنا کی نسبت اس کی طرف کی ہے اس میں سچا ہوں عورت کی طرف اشارہ کر کے چار دفعہ شوہر اسی طرح کہے پھر پانچویں دفعہ مرد کی طرف اشارہ کر کے یوں کہے کہ اس مرد نے میری طرف جو زنا کی نسبت کی ہے اگر اس میں یہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے۔

جب دونوں اس طرح ملاعنت کریں تو حاکم دونوں میں جدائی کرادے گا اور ایک طلاق بائن پڑھ جائے گی اور وہ عورت اس مرد کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی ہاں اگر اس کے بعد مرد خود اپنے کو جھٹلائے یعنی یہ اقرار کرلے کہ میں نے عورت پر

جھوٹی تہمت لگائی تھی تو اس صورت میں اس پر حد تہمت جاری کی جائے گی اور عورت سے پھر نکاح کرنا اس کے لئے درست ہو جائے گا لیکن حضرت امام ابویوسف یہ فرماتے ہیں کہ اگر مرد خود اپنے کو جھٹلائے تب بھی عورت اس کے لئے ہمیشہ کو حرام رہے گی۔

حکم لعان کے نزول کا بیان

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک صحابی ہلال ابن امیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی شریک ابن سحماء صحابی کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی یعنی ہلال نے کہا کہ شریک ابن سحماء نے میری بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال سے فرمایا کہ اپنے الزام کے ثبوت میں گواہ پیش کرو ورنہ جھوٹی تہمت لگانے کے جرم میں تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی یعنی اسی کوڑے مارے جائیں گے ہلال نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم میں سے کوئی کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری میں مبتلا دیکھے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈنے چلا جائے؟ یعنی اول تو ایسی صورت میں اتنا موقع کہاں کہ کسی کو گواہ کرے پھر یہ کہ کسی کو گواہ کرنے کی وہ جگہ کیا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرمائے جا رہے تھے کہ گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی پھر ہلال نے عرض کیا کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا میں سچا ہوں مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا حکم ضرور نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو حد سے بری رکھے گا، آخر کار کچھ ہی عرصہ بعد حضرت جبریل تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیتیں نازل کی گئی ہیں آیت (وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ) (24۔النور:26) (یعنی اور جو لوگ کہ اپنی بیویوں کو تہمت لگاتے ہیں الخ پھر اس کے بعد کی آیتوں (اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ) (24۔النور:26) تک تلاوت کی اس کے بعد ہلال دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور گواہی دی یعنی لعان کی جو تفصیل پیچھے بیان کی جا چکی ہے اس کے ساتھ انہوں نے پانچ مرتبہ گواہی کے ذریعہ لعان کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں تم سے کوئی ایک جھوٹا ہے سو تم میں سے کون ہے جو توبہ کرے اس کے بعد ہلال کی بیوی کھڑی ہوئی اور لعان کیا یعنی چار مرتبہ اپنی پاکدامنی کی شہادت دی اور جب وہ پانچویں مرتبہ گواہی دینے چلی تو صحابہ نے اس کو روکا اور کہا کہ اچھی طرح سوچ سمجھ لو یہ پانچویں گواہی تم دونوں کے درمیان جدائی کو واجب کر دے گی یا اگر تم جھوٹی ہو گی تو آخرت میں عذاب کو واجب کر دے گی۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں یہ سن کر وہ عورت ٹھہر گئی اور پیچھے ہٹی یعنی وہ پانچویں مرتبہ کچھ گواہی دینے میں متامل ہوئی جس سے ہمیں یہ گمان ہوا کہ یہ اپنی بات سے پھر جائے گی لیکن پھر اس نے کہا کہ میں لعان سے بچ کر اور اپنے خاوند کے الزام کی تصدیق کر کے اپنی قوم کو ساری عمر کے لئے رسوا نہیں کروں گی یہ کہہ کر اس نے پانچویں گواہی کو بھی پورا کیا اس طرح جب لعان پورا ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میاں بیوی کے درمیان جدائی کرا دی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو دیکھتے رہنا اگر اس نے ایسے بچے کو جنم دیا جس کی آنکھیں سرمئی کولہے بھاری اور پنڈلیاں موٹی ہوں تو وہ بچہ شریک ابن سحماء کا ہو گا کیونکہ شریک اسی طرح کے ہیں چنانچہ جب اس عورت نے ایسے ہی بچہ کو جنم دیا جو شریک کے مشابہ تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ کا مذکورہ حکم نہ ہوتا جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ لعان کرنے والوں پر تعزیر جاری نہیں ہو گی) تو پھر میں اس عورت کے ساتھ دوسرا ہی معاملہ کرتا یعنی شریک کے ساتھ اس بچہ کی مشابہت اس عورت کی بدکاری کا ایک واضح قرینہ ہے اس لئے اس کی اس بدکاری پر میں

اس کو ایسی سزا دیتا کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہوتی (بخاری)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت ہلال نے لعان کیا ہے اور اس موقع پر لعان کے سلسلہ میں مذکورہ آیت نازل ہوئی اس بارے میں جو تحقیقی تفصیل ہے وہ حضرت سہل کی روایت کی تشریح میں بیان ہو چکی ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے الخ، بظاہر زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ان دونوں کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمائی اور اس ارشاد گرامی کی مراد یہ ہے کہ جو بھی شخص کوئی جھوٹی بات کہے یا کسی پر جھوٹی تہمت لگائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات لعان سے پہلے ان دونوں کو جھوٹ کے عواقب سے ڈرانے کے لئے ارشاد فرمائی تھی۔

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حاکم وقاضی کسی بھی معاملہ میں اپنے گمان وخیال قرائن اور کسی علامت کی بنیاد پر کوئی حکم نہ دے بلکہ وہی حکم دے جس کے دلائل وشواہد تقاضا کریں۔

لعان کے حکم کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لعان کا حکم یہ ہے کہ اس سے فارغ ہوتے ہی اس شخص کو اُس عورت سے وطی حرام ہے مگر فقط لعان سے نکاح سے خارج نہ ہوئی بلکہ لعان کے بعد حاکم اسلام تفریق کر دیگا اور اب مطلقہ بائن ہوگی لہٰذا بعد لعان اگر قاضی نے تفریق نہ کی ہو تو طلاق دے سکتا ہے ایلا وظہار کر سکتا ہے دونوں میں سے کوئی مرجائے تو دوسرا اُس کا ترکہ پائیگا اور لعان کے بعد اگر وہ دونوں علیحدہ ہونا نہ چاہیں جب بھی تفریق کر دی جائے گی۔ اگر لعان کی ابتدا قاضی نے عورت سے کرائی تو شوہر کے الفاظ لعان کہنے کے بعد عورت سے پھر کہلوائے اور دوبارہ عورت سے نہ کہلوائے اور تفریق کر دی تو ہوگی۔ لعان ہو جانے کے بعد ابھی تفریق نہ کی تھی کہ خود قاضی کا انتقال ہوگیا یا معزول ہوگیا اور دوسرا اُس کی جگہ مقرر کیا گیا تو یہ قاضی دوم اب پھر لعان کی وجہ سے ہے۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب طلاق، باب کفارہ ظہار)

لعان کی شرائط کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ لعان کی درج ذیل شرائط ہیں۔ (۱) نکاح صحیح ہو۔ اگر اُس عورت سے اس کا نکاح فاسد ہوا ہے اور تہمت لگائی تو لعان نہیں۔ (۲) زوجیت قائم ہو خواہ دخول ہوا ہو یا نہیں لہٰذا اگر تہمت لگانے کے بعد طلاق بائن دی تو لعان نہیں ہو سکتا اگرچہ طلاق دینے کے بعد پھر نکاح کر لیا۔ یونہی اگر طلاق بائن دینے کے بعد تہمت لگائی یا زوجین کے مرجانے کے بعد تو لعان نہیں اور اگر تہمت کے بعد رجعی طلاق دی یا رجعی طلاق کے بعد تہمت لگائی تو لعان ساقط نہیں۔

(۳) دونوں آزاد ہوں۔ (۴) دونوں عاقل ہوں۔ (۵) دونوں بالغ ہوں۔ (۶) دونوں مسلمان ہوں۔ (۷) دونوں ناطق ہوں یعنی اُن میں کوئی گونگا نہ ہو۔ (۸) اُن میں کسی پر حد قذف نہ لگائی گئی ہو۔ (۹) مرد نے اپنے اِس قول پر گواہ نہ پیش کیے ہوں۔

(۱۰) عورت زنا سے انکار کرتی ہو اور اپنے کو پارسا کہتی ہو اصطلاح شرع میں پارسا اُس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ وطی حرام نہ

ہوئی ہو نہ وہ اسکے ساتھ متہم ہو۔لہٰذا طلاق بائن کی عدت میں اگر شوہر نے اُس سے وطی کی اگرچہ وہ اپنی نادانی سے یہ سمجھتا تھا کہ اس سے وطی حلال ہے تو عورت عفیفہ نہیں۔یونہی اگر نکاح فاسد کر کے اُس سے وطی کی تو عفت جاتی رہی یا عورت کی اولاد ہے جس کے باپ کو یہاں کے لوگ نہ جانتے ہوں اگرچہ حقیقۃً وہ ولد الزنا [3] نہیں ہے یہ صورت متہم ہونے کی ہے اس سے بھی عفت جاتی رہتی ہے۔اور اگر وطی حرام عارضی سبب سے ہو مثلاً حیض ونفاس وغیرہ میں جن میں وطی حرام ہے وطی کی تو اس سے عفت نہیں جاتی۔

(۱۱) صریح زنا کی تہمت لگائی ہو یا اُس کی جو اولاد اسکے نکاح میں پیدا ہوئی اُس کو کہتا ہو کہ یہ میری نہیں یا جو بچہ عورت کا دوسرے شوہر سے ہے اُس کو کہتا ہو کہ یہ اُس کا نہیں۔(۱۲) دار الاسلام میں یہ تہمت لگائی ہو۔ (۱۳) عورت قاضی کے پاس اُس کا مطالبہ کرے۔(۱۴) شوہر تہمت لگانے کا اقرار کرتا ہو یا دو مرد گواہوں سے ثابت ہو۔لعان کے وقت عورت کا کھڑا ہونا شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔(عالم گیری، باب لعان، ۵، ص، ۵۱۵، بیروت)

لعان کا حکم اور حدیث کا بیان

2066- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ جَآءَ عُوَيْمِرٌ اِلٰى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ فَقَالَ سَلْ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ رَجُلًا وَّجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا فَقَتَلَهٗ اَيُقْتَلُ بِهٖ اَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ فَسَاَلَ عَاصِمٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَعَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ ثُمَّ لَقِيَهٗ عُوَيْمِرٌ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ مَا صَنَعْتَ فَقَالَ صَنَعْتُ اَنَّكَ لَمْ تَاْتِنِيْ بِخَيْرٍ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَابَ الْمَسَائِلَ فَقَالَ عُوَيْمِرٌ وَّاللّٰهِ لَاٰتِيَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَسْاَلَنَّهٗ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهٗ وَقَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ فِيْهِمَا فَلَاعَنَ بَيْنَهُمَا قَالَ عُوَيْمِرٌ وَّاللّٰهِ لَئِنِ انْطَلَقْتُ بِهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ كَذَبْتُ عَلَيْهَا قَالَ فَفَارَقَهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْمُرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَارَتْ سُنَّةً فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرُوْهَا فَاِنْ جَآءَتْ بِهٖ اَسْحَمَ اَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيْمَ الْاَلْيَتَيْنِ فَلَا اُرَاهُ اِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَاِنْ جَآءَتْ بِهٖ اُحَيْمِرَ كَاَنَّهٗ وَحَرَةٌ فَلَا اُرَاهُ اِلَّا كَاذِبًا قَالَ فَجَآءَتْ بِهٖ عَلَى النَّعْتِ الْمَكْرُوْهِ

◆◆ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عویمر رضی اللہ عنہ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بولے: آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے دریافت کیجئے کہ ایسے شخص کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا رائے ہے جو اپنی بیوی کے

2066. اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 423 'ورقم الحدیث: 5259 'ورقم الحدیث: 5308 'ورقم الحدیث: 5309 'ورقم الحدیث 4745 'ورقم الحدیث 4746 'ورقم الحدیث 4854 'ورقم الحدیث: 7165 'ورقم الحدیث: 7304 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3723 'ورقم الحدیث 3724 'ورقم الحدیث: 3725 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3723 'ورقم الحدیث: 3724 'ورقم الحدیث 3725 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2245 'ورقم الحدیث: 2247 'ورقم الحدیث: 2248 'ورقم الحدیث: 2249 'ورقم الحدیث: 2250 'ورقم الحدیث 2251 'ورقم الحدیث 2252 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3402

ساتھ ایک اور شخص کو پاتا ہے اور اسے قتل کر دیتا ہے' تو کیا اس کے بدلے میں اس شخص کو بھی قتل کر دیا جائے گا یا پھر وہ کیا کرے؟
حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سوال پسند نہیں آیا پھر حضرت عویمر رضی اللہ عنہ ان سے ملے' ور ان سے دریافت کیا: وہ بولے: آپ نے کیا کیا ہے' تو انہوں نے بتایا: میں نے ایسا کر لیا تھا' لیکن تم کوئی بھلائی میرے پاس لے کر نہیں آئے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سوال پسند نہیں آیا' تو حضرت عویمر رضی اللہ عنہ بولے: اللہ کی قسم! میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں خود دریافت کروں گا پھر وہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں پایا کہ ان دونوں میاں بیوی کے بارے میں حکم نازل ہو چکا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان لعان کروایا حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب اگر میں اس عورت کو ساتھ لے کر جاتا ہوں' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس پر جھوٹا الزام لگایا تھا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہیں کچھ حکم دینے سے پہلے ہی انہوں نے اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لی اس کے بعد لعان کرنے والوں کے درمیان یہی طریقہ رائج ہو گیا۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس عورت کا دھیان رکھنا اگر اس نے سیاہ آنکھوں والے سیاہ فام بڑے سرینوں والے بچے کو جنم دیا تو پھر میرا خیال ہے کہ مرد نے اس کے بارے میں سچ کہا ہے اور اگر اس نے چھپکلی کی طرح کے سرخ رنگ کے بچے کو جنم دیا تو پھر میرا خیال ہے کہ وہ مرد جھوٹا ہوگا۔ راوی کہتے ہیں: تو اس عورت نے ناپسندیدہ شکل کے بچے کو جنم دیا۔

شرح

اور جب کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور دونوں میاں بیوی گواہی دینے کے اہل ہوں اور عورت بھی ایسی ہو' اگر کوئی شخص اس پر زنا کا جھوٹا الزام لگائے تو اس پر حد قذف جاری ہو سکتی ہو' یا شوہر اس عورت کے بچے کے نسب کی نفی کر دے' اور عورت اس بات پر حد قذف ہونے کا مطالبہ کر دے' تو مرد پر لعان کرنا لازم ہوگا۔ اصل یہ ہے: ہمارے نزدیک لعان ایسی گواہی ہے جس کو قسم کے ذریعے مؤکد کیا جاتا ہے اور جس کے ساتھ لعنت ملی ہوئی ہوتی ہے اور یہ حد قذف کے قائم مقام ہوگی۔ شوہر کے حق میں' اور عورت کے حق میں زنا کی حد کے قائم مقام ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اور ان کے پاس گواہ کے طور پر صرف ان کی اپنی ذات ہو"۔ استثناء صرف جنس میں سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: "تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی' اللہ تعالیٰ کے نام کی' چار گواہیوں کے برابر ہوگی"۔ یہ اس بات کی دلیل ہے: گواہی بھی ہوگی اور یمین (قسم) بھی ہوگی' تو ہم یہ کہیں گے: لعان کا رکن گواہی ہے' جسے قسم کے ذریعے مؤکد کیا گیا ہے' پھر مرد کی طرف میں' اس رکن کے ساتھ لعنت کو شامل کیا گیا ہے' اگر وہ جھوٹا ہو اور یہ شوہر کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہوگی' اور عورت کی طرف میں غضب کو شامل کیا گیا ہے' جو حد زنا کے قائم مقام ہوگا۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی' تو ہم یہ کہیں گے: یہ بات ضروری ہے' دونوں میاں بیوی شہادت کے اہل ہوں۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ اس کے بارے میں رکن شہادت ہے اور یہ بھی ضروری ہے' وہ عورت ایسی ہو کہ اس پر زنا کا جھوٹا الزام لگانے والے پر حد قذف جاری ہو سکتی ہو اس کی دلیل یہ ہے: یہ چیز مرد کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہوگی' اس لئے عورت کا محصنہ ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی لازم ہے۔ بچے کی نفی کی گئی ہو اس کی دلیل یہ ہے: جب مرد عورت کے بچے کی نفی کر دے گا' تو وہ اس پر زنا کا الزام لگانے والا شمار ہوگا'

جیسا کہ یہ بات ظاہر ہے اور یہاں یہ احتمال معتبر نہیں ہوگا' وہ بچہ کسی دوسرے کا ہو'اور شبہہ کے نتیجے میں وطی کے نتیجے میں پیدا ہوا ہو۔ یہ بالکل اسی طرح ہے: جیسے کوئی اجنبی اس کے باپ کے معروف نسب کا انکار کردے' اس کی دلیل یہ ہے: نسب میں اصل یہی ہے: فراش صحیح ہو'اور فاسد فراش کو اس کے ساتھ ملایا جائے گا۔ تو شوہر کا صحیح فراش کی نفی کرنا' تہمت (زنا کا الزام لگانے) کے مترادف ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ ظاہر ہو جائے جسے (اس فراش صحیح) کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، ما ہور)

اس سلسلے میں ہلال بن امیہ کے مقدمے کی جو تفصیلات صحاح ستہ اور مسند احمد اور تفسیر ابن جریر میں ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے منقول ہوئی ہیں ان میں بیان کیا گیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد ہلال اور ان کی بیوی، دونوں عدالت نبوی میں حاضر کیے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حکم خداوندی سنایا۔ پھر فرمایا خوب سمجھ لو کہ آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے زیادہ سخت چیز ہے۔ ہلال نے عرض کیا میں نے اس پر بالکل صحیح الزام لگایا ہے۔ عورت نے کہا یہ بالکل جھوٹ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا، تو ان دونوں میں ملاعنت کرائی جائے۔ چنانچہ پہلے ہلال اٹھے اور انہوں نے حکم قرآنی کے مطابق قسمیں کھائی۔ نبی صلی اللہ الیہ وسلم اس دوران میں بار بار فرماتے رہے اللہ کو معلوم ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے، پھر کیا تم میں سے کوئی توبہ کرے گا؟

پانچویں قسم ہے پہلے حاضرین نے ہلال سے کہا خدا سے ڈرو، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے ہلکا ہے۔ یہ پانچویں قسم تم پر عذاب واجب کردے گی۔ مگر ہلال نے کہا جس خدا نے یہاں میری پیٹھ بچائی ہے وہ آخرت میں بھی مجھے عذاب نہیں دے گا۔ یہ کہہ کر انہوں نے پانچویں قسم بھی کھالی۔ پھر عورت اٹھی اور اس نے بھی قسمیں کھانی شروع کیں۔

پانچویں قسم سے پہلے اسے بھی روک کر کہا گیا کہ خدا سے ڈر، آخرت کے عذاب کی بہ نسبت دنیا کا عذاب برداشت کر لینا آسان ہے۔

یہ آخری قسم تجھ پر عذاب الٰہی کو واجب کردے گی۔ یہ سن کر وہ کچھ دیر رکتی اور جھجکتی رہی۔ لوگوں نے سمجھا اعتراف کرنا چاہتی ہے مگر پھر کہنے لگی میں ہمیشہ کے لیے اپنے قبیلے کو رسوا نہیں کروں گی اور پانچویں قسم بھی کھا گئی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان تفریق کرادی اور فیصلہ فرمایا کہ اس کا بچہ (جو اس وقت پیٹ میں تھا) ماں کی طرف منسوب ہوگا، باپ کا نہیں پکارا جائے گا، کسی کو اس پر یا اس کے بچے پر الزام لگانے کا حق نہ ہوگا، جو اس پر یا اس کے بچے پر الزام لگائے گا وہ حد قذف کا مستحق ہوگا، اور اس کو زمانہ عدت کے نفقے اور سکونت کا کوئی حق ہلال پر حاصل نہیں ہے کیونکہ یہ طلاق یا وفات کے بغیر شوہر سے جدا کی جارہی ہے۔ پھر آپ نے لوگوں سے کہا کہ اس کے ہاں جب بچہ ہو تو دیکھو، وہ کس پر گیا ہے۔ اگر اس اس شکل کا ہو تو ہلال کا ہے، اور اگر اس صورت کا ہو تو اس شخص کا ہے جس کے بارے میں اس پر الزام لگایا گیا ہے۔ وضع حمل کے بعد دیکھا گیا کہ وہ مؤخر الذکر صورت کا تھا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو لا الأیمان (یا بہ روایت دیگر لو لا مضی من کتاب اللہ) لکان لی ولها شان، یعنی اگر قسمیں نہ ہوتیں (یا خدا کی کتاب پہلے ہی فیصلہ نہ کر چکی ہوتی) تو میں اس عورت سے بری طرح پیش آتا۔

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں طلاق ثلاثہ کا نفاذ کا بیان

عویمر عجلانی کے مقدمے کی روداد سہل بن سعد ساعدی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ اور مسند احمد میں ملتی ہے۔ اس میں بیان ہوا ہے کہ عویمر اور ان کی بیوی، دونوں مسجد نبوی میں بلائے گئے۔ مُلاعنت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی تنبیہ کرتے ہوئے تین بار فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ پھر کیا تم میں سے کوئی توبہ کرے گا؟ جب کسی نے توبہ نہ کی تو دونوں میں ملاعنت کرائی گئی۔ اس کے بعد عویمر نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب اگر میں اس عورت کو رکھوں تو جھوٹا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے تین طلاقیں دے دیں بغیر اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہوتا۔ سہل بن سعد کہتے ہیں کہ ان طلاقوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نافذ فرمادیا اور ان کے درمیان تفریق کرادی اور فرمایا کہ یہ تفریق ہے ہر ایسے جوڑے کے معاملے میں جو باہم لعان کرے۔ اور سنت یہ قائم ہوگئی کہ لعان کرنے والے زوجین کو جدا کر دیا جائے، پھر وہ دونوں کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ مگر ابن عمر صرف اتنا بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کرادی۔ سہل بن سعد یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ عورت حاملہ تھی اور عویمر نے کہا کہ یہ حمل میرا نہیں ہے۔ اس بنا پر بچہ ماں کی طرف منسوب کیا گیا اور سنت یہ جاری ہوئی کہ اس طرح کا بچہ ماں سے میراث پائے گا اور ماں ہی اس سے میراث پائے گی۔

ان دو مقدموں کے علاوہ متعدد روایات ہم کو کتب حدیث میں ایسی بھی ملتی ہیں جن میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ کن اشخاص کے مقدموں کی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان میں سے بعض ان ہی دونوں مقدموں سے تعلق رکھتی ہوں، مگر بعض میں کچھ دوسرے مقدمات کا بھی ذکر ہے اور ان سے قانون لعان کے بعض اہم نکات پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت ابن عمر ایک مقدمے کی روداد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ زوجین جب لعان کر چکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کردی (بخاری، مسلم، نسائی، احمد، ابن جریر)۔ ابن عمر کی ایک اور روایت ہے کہ ایک شخص اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا گیا۔ پھر اس نے حمل سے انکار کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کردی اور فیصلہ فرمایا کہ بچہ صرف ماں کا ہوگا۔ (صحاح ستہ اور مسند احمد بن حنبل)

حضرت ابن عمر ہی کی ایک اور روایت ہے کہ ملاعنت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا حساب اب اللہ کے ذمہ ہے، تم میں سے ایک بہرحال جھوٹا ہے۔ پھر آپ نے مرد سے فرمایا: لا سبیل لك علیها (یعنی اب یہ تیری نہیں رہی۔ نہ تو اس پر کوئی حق جتا سکتا ہے، نہ کسی قسم کی دست درازی یا دوسری انتقامی حرکت اس کے خلاف کرنے کا مجاز ہے)۔ مرد نے کہا یا رسول اللہ اور میرا مال (یعنی وہ مہر تو مجھے دلوائیے جو میں نے اسے دیا تھا)۔ فرمایا: لا مال لك، ان کنت صدقت علیها فهو بما استحللت من فرجها و ان کنت کذبت علیها فذاك ابعد و ابعد لك منها (یعنی مال واپس لینے کا تجھے کوئی حق نہیں ہے، اگر تو نے اس پر سچا الزام لگایا ہے تو وہ مال اس لذت کا بدل ہے جو تو نے حلال کر کے اس سے اٹھائی، اور اگر تو نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو مال تجھ سے اور بھی زیادہ دور چلا گیا، وہ اس کی بہ نسبت تجھ سے زیادہ دور ہے)۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

امام دار قطنی نے علی بن ابی طالب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے: سنت یہ مقرر ہو چکی ہے کہ لعان کرنے والے

زوجین پھر کبھی باہم جمع نہیں ہو سکتے (یعنی ان کا دوبارہ نکاح پھر کبھی نہیں ہو سکتا)۔ اور دار قطنی ہی حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ یہ دونوں پھر کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔

حضرت قبیصہ بن ذؤیب کی روایت ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں ایک شخص نے اپنی بیوی کے حمل کو نا جائز قرار دیا، پھر اعتراف کرلیا کہ یہ حمل اس کا اپنا ہے، پھر وضع حمل کے بعد کہنے لگا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے۔ معاملہ حضرت عمر کی عدالت میں پیش ہوا۔ ؓ نے اس پر حد قذف جاری کی اور فیصلہ کیا کہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوگا۔ (دار قطنی بیہقی)

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا میری ایک بیوی ہے جو مجھے بہت محبوب ہے۔ مگر اس کا حال یہ ہے کہ کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہیں جھٹکتی (واضح رہے کہ یہ کنایہ تھا جس کے معنی زنا کے بھی ہو سکتے ہیں اور زنا سے کم تر درجے کی اخلاقی کمزوری کے بھی)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلاق دیدے۔ اس نے کہا مگر میں اس کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ فرمایا تو اسے رکھے رہ (یعنی آپ نے اس سے اس کنایے کی تشریح نہیں کرائی اور اس کے قول کو الزام زنا پر محمول کر کے لعان کا حکم نہیں دیا)۔ (سنن نسائی)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے حاضر ہو کر عرض کیا میری بیوی نے کالا لڑکا جنا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ میرا ہے (یعنی محض لڑکے کے رنگ نے اسے شبہ میں ڈالا تا ورنہ بیوی پر زنا کا الزام لگانے کے لیے اس کے پاس کوئی اور دلیل نہ تھی)۔ آپ نے پوچھا تیرے پاس کچھ اونٹ تو ہوں گے۔ اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے پوچھا ان کے رنگ کیا ہیں؟ کہنے لگا سرخ۔ آپ نے پوچھا ان میں کوئی خاکستری بھی ہے؟ کہنے لگا جی ہاں، بعض ایسے بھی ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ رنگ کہاں سے آیا؟ کہنے لگا شاید کوئی رگ کھینچ لے گئی (یعنی ان کے باپ دادا میں سے کوئی اس رنگ کا ہوگا اور اسی کا اثر ان میں آ گیا)۔ فرمایا شاید اس بچے کو بھی کوئی رگ کھینچ لے گئی اور آپ نے اسے نفی ولد (بچے کے نسب سے انکار) کی اجازت نہ دی۔ (بخاری، مسلم، احمد، ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت لعان پر کلام کرتے ہوئے فرمایا جو عورت کسی خاندان میں ایسا بچہ گھسا لائے جو اس خاندان کا نہیں ہے (یعنی حرام کا پیٹ رکھوا کر شوہر کے سر منڈھ دے) اس کا اللہ سے کچھ واسطہ نہیں، اللہ اس کو جنت میں ہرگز داخل نہ کرے گا۔ اور جو مرد اپنے بچے کے نسب سے انکار کرے حالانکہ بچہ اس کو دیکھ رہا ہو، اللہ قیامت کے روز اس سے پردہ کرے گا اور اسے تمام اگلی پچھلی خلق کے سامنے رسوا کردے گا۔ (ابوداؤد، نسائی، دارمی)

آیت لعان اور یہ روایات و نظائر اور شریعت کے اصول عامہ اسلام میں قانون لعان کے وہ مآخذ ہیں جن کی روشنی میں فقہاء نے لعان کا مفصل ضابطہ بنایا ہے۔ اس ضابطے کی اہم دفعات یہ ہیں۔

جو شخص بیوی کی بدکاری دیکھے اور لعان کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے قتل کا مرتکب ہو جائے اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ اس کو بطور حد جاری کرنے کا حق نہ تھا۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کے فعل پر کوئی مواخذہ ہوگا بہ شرطیکہ اس کی صداقت ثابت ہو جائے (یعنی یہ کہ فی الواقع اس نے زنا ہی کے ارتکاب پر یہ فعل کیا)۔ امام احمد اور اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ اسے اس امر کے دو گواہ لانے ہوں گے کہ قتل کا سبب یہی تھا۔

مالکیہ میں سے ابن القاسم اور ابن حبیب اس پر مزید شرط یہ لگاتے ہیں کہ زانی جسے قتل کیا گیا وہ شادی شدہ ہو، ورنہ کنوارے زانی کو قتل کرنے پر اس سے قصاص لیا جائے گا۔ مگر جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اس کو قصاص سے صرف اس صورت میں معاف کیا جائے گا جب کہ وہ زنا کے چار گواہ پیش کرے، یا مقتول مرنے سے پہلے خود اس امر کا اعتراف کر چکا ہو کہ وہ اس کی بیوی سے زنا کر رہا تھا، اور مزید یہ کہ مقتول شادی شدہ ہو۔ (نیل الاوطار، ج 6، ص 228)

لعان گھر بیٹھے آپس ہی میں نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے عدالت میں جانا ضروری ہے۔

لعان کے مطالبے کا حق صرف مرد ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ عورت بھی عدالت میں اس کا مطالبہ کر سکتی ہے جب کہ شوہر اس پر بدکاری کا الزام لگائے یا اس کے بچے کا نسب تسلیم کرنے سے انکار کرے۔

لعان کا کنایہ واستعاریہ سے عدم ثبوت کا بیان

لعان محض کنایے اور استعارے یا اظہار شک وشبہ پر لازم نہیں آتا، بلکہ صرف اس صورت میں لازم آتا ہے جب کہ شوہر صریح طور پر زنا کا الزام عائد کرے یا صاف الفاظ میں بچے کو اپنا بچہ تسلیم کرنے سے نکار کر دے۔ امام مالک علیہ الرحمہ اور لیث بن سعد اس پر یہ مزید شرط بڑھاتے ہیں کہ قسم کھاتے وقت شوہر کو یہ کہنا چاہیے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے بیوی کو زنا میں جتلا دیکھا ہے۔ لیکن یہ قید بے بنیاد ہے۔ اس کی کوئی اصل نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں۔

لاعن کے قسم سے پہلو تہی کرنے میں مذاہب اربعہ

اگر الزام لگانے کے بعد شوہر قسم کھانے سے پہلو تہی کرے تو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ اسے قید کر دیا جائے گا اور جب تک وہ لعان نہ کرے یا اپنے الزام کا جھوٹا ہونا نہ مان لے، اسے نہ چھوڑا جائے گا، اور جھوٹ مان لینے کی صورت میں اس کو حد قذف لگائی جائے گی۔ اس کے برعکس امام مالک علیہ الرحمہ، شافعی، حسن بن صالح اور لیث بن سعد کی دلیل یہ ہے کہ لعان سے پہلو تہی کرنا خود ہی اقرار کذب ہے اس لیے حد قذف واجب آ جاتی ہے۔

اگر شوہر کے قسم کھا چکنے کے بعد عورت لعان سے پہلو تہی کرے تو حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے اور اس وقت تک نہ چھوڑا جائے جب تک وہ لعان نہ کرے، یا پھر زنا کا اقرار نہ کر لے۔ دوسری طرف مذکورہ بالا ائمہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں اسے رجم کر دیا جائے گا۔ ان کا استدلال قرآن کے اس ارشاد سے ہے کہ عورت سے عذاب صرف اس صورت میں دفع ہو گا جب کہ وہ بھی قسم کھا لے۔ اب چونکہ وہ قسم نہیں کھاتی اس لیے لامحالہ وہ عذاب کی مستحق ہے۔

تفریق لعان میں فقہی مذاہب اربعہ

اختلاف دو مسئلوں میں ہے۔ ایک یہ کہ لعان کے بعد عورت اور مرد کی علیٰحدگی کیسے ہو گی؟ دوسرے یہ کہ لعان کی بنا پر علیٰحدہ ہو جانے کے بعد کیا ان دونوں کا پھر مل جانا ممکن ہے؟ پہلے مسئلے میں امام شافعی کہتے ہیں کہ جس وقت مرد لعان سے فارغ ہو جائے اسی وقت فرقت آپ سے آپ واقع ہو جاتی ہے خواہ عورت جوابی لعان کرے نہ کرے۔ امام مالک علیہ الرحمہ، لیث بن سعد اور زفر کہتے

ہیں کہ مرد اور عورت دونوں جب لعان سے فارغ ہوں تب فرقت واقع ہوتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ، ابو یوسف اور محمد کہتے ہیں کہ لعان سے فرقت آپ ہی آپ واقع نہیں ہوجاتی بلکہ عدالت کے تفریق کرانے سے ہوتی ہے۔ اگر شوہر خود طلاق دے دے تو بہتر، ورنہ حاکم عدالت ان کے درمیان تفریق کا اعلان کرے گا۔

دوسرے مسئلے میں امام مالک علیہ الرحمہ، ابو یوسف، زفر، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، شافعی، احمد بن حنبل اور حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ لعان سے جو زوجین جدا ہوئے ہوں وہ پھر ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے پر حرام ہوجاتے ہیں، دوبارہ وہ باہم نکاح کرنا بھی چاہیں تو کسی حال میں نہیں کرسکتے۔ یہی دلیل حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی بھی ہے۔

جبکہ سعید بن مسیب، ابراہیم نخعی، شعبی، سعید بن جبیر، ابوحنیفہ اور محمد رحمہم اللہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر شوہر اپنا جھوٹ مان لے اور اس پر حد قذف جاری ہوجائے تو پھر ان دونوں کے درمیان دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو ایک دوسرے کے لیے حرام کرنے والی چیز لعان ہے۔ جب تک وہ اس پر قائم رہیں، حرمت بھی قائم رہے گی۔ مگر جب شوہر اپنا جھوٹ مان کر سزا پا گیا تو لعان ختم ہوگیا اور حرمت بھی اٹھ گئی۔

2067-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ اَنْبَاَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَاَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيْكِ ابْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّنَةَ اَوْ حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنِّيْ لَصَادِقٌ وَلَيُنْزِلَنَّ اللّٰهُ فِيْ اَمْرِيْ مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِيْ قَالَ فَنَزَلَتْ (وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ) حَتّٰى بَلَغَ (وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ) فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِمَا فَجَاءَا فَقَامَ هِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْ تَائِبٍ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الْخَامِسَةِ (اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ) قَالُوْا لَهَا اِنَّهَا لَمُوْجِبَةٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَتَلَكَّاَتْ وَنَكَصَتْ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهَا سَتَرْجِعُ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَا اَفْضَحُ قَوْمِيْ سَائِرَ الْيَوْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرُوْهَا فَاِنْ جَاءَتْ بِهٖ اَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الْاَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيْكِ ابْنِ سَحْمَاءَ فَجَاءَتْ بِهٖ كَذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا مَا مَضٰى مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لَكَانَ لِيْ وَلَهَا شَاْنٌ

◆◆ حضرت ابن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں: حضرت ہلال بن اُمیہ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اپنی بیوی پر الزام لگایا کہ اس کا شریک بن سحماء کے ساتھ تعلق ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یا تو تم گواہ پیش کرو ورنہ پھر تم پر حد قذف جاری ہوگی۔ ہلال نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ وہ حکم ضرور نازل کردے گا

2067 اخرجه البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2671 ورقم الحدیث: 4747 ورقم الحدیث: 5307 اخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2254 اخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3179

جس کی وجہ سے مجھ پر حد جاری نہیں ہوگی تو یہ آیت نازل ہوئی:

''جو لوگ بیویوں پر الزام عائد کرتے ہیں اور ان کے پاس گواہ نہیں ہوتے صرف وہ خود ہی ہوتے ہیں''۔

یہ آیت یہاں تک ہے۔

''پانچویں مرتبہ (وہ عورت کہے گی) اس پر اللہ کا غضب ہو اگر مرد سچا ہو''۔

ان دونوں کو بلوایا وہ دونوں آ گئے' ہلال کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی۔ انہوں نے یہ گواہی دی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹ بول رہا ہے' تو کیا تم دونوں میں سے کوئی ایک توبہ کرے گا؟ پھر وہ عورت کھڑی ہوئی اور گواہی دی' جب پانچویں دفعہ کھڑی ہوئی'' (جب اس نے یہ کہنا تھا) اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو' اگر مرد سچا ہو''۔ تو لوگوں نے اسے روک لیا اور کہا کہ عذاب نازل ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: وہ عورت ٹھہر گئی اس نے سر کو جھکایا یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ عورت رجوع کرے گی' لیکن پھر اس نے کہا: میں اپنی قوم کو کبھی رسوا نہیں کروں گا۔

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کا دھیان رکھنا اگر اس کے ہاں کالی آنکھوں بڑی سرین اور موٹی پنڈلیوں والا بچہ پیدا ہوا تو وہ شریک بن سحماء کا ہوگا پھر اس عورت کے ہاں ایسا ہی بچہ پیدا ہوا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کتاب اللہ کا حکم موجود نہ ہوتا تو میں اس کے ساتھ اور طرح کا سلوک کرتا۔

لعان کا طریقہ اور فقہی تصریحات کا بیان

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ رب العالمین نے ان خاوندوں کے لئے جو اپنی بیویوں کی نسبت ایسی بات کہہ دیں چھٹکارے کی صورت بیان فرمائی ہے کہ جب وہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو لعان کرلیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ امام کے سامنے آ کر وہ اپنا بیان دے جب شہادت نہ پیش کر سکے تو حاکم اسے چار گواہوں کے قائم مقام چار قسمیں دے گا اور یہ قسم کھا کر کہے گا کہ وہ سچا ہے جو بات کہتا ہے وہ حق ہے۔ پانچویں دفعہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت۔

اتنا کہتے ہی امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک اس کی عورت اس سے بائن ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی۔ یہ مہر ادا کر دے گا اور اس عورت پر زنا ثابت ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ عورت بھی سامنے ملاعنہ کرے تو حد اس پر سے ہٹ جائے گی۔ یہ بھی چار مرتبہ حلفیہ بیان دے گی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے۔

اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اگر وہ سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ اس نکتہ کو بھی خیال میں رکھئے کہ عورت کے لئے غضب کا لفظ کہا گیا اس لئے کہ عموماً کوئی مرد نہیں چاہتا کہ وہ اپنی بیوی کو خواہ مخواہ تہمت لگائے اور اپنے آپ کو بلکہ اپنے کنبے کو بھی بدنام کرے عموماً وہ سچا ہی ہوتا ہے اور اپنے صدق کی بنا پر ہی وہ معذور سمجھا جا سکتا ہے۔

اس لئے پانچویں مرتبہ میں اس سے یہ کہلوایا گیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب آئے۔ پھر غضب والے وہ ہوتے ہیں جو حق کو جان کر پھر اس سے روگردانی کریں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ کا فضل و رحم تم پر نہ ہوتا تو پھر غضب والے وہ ہوتے ہیں جو حق کو جان کر پھر اس سے روگردانی کریں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ کا فضل و رحم تم پر نہ ہوتا تو ایسی آسانیاں تم پر نہ ہوتیں بلکہ تم پر

مشقت اترتی۔

اللہ تعالٰی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمایا کرتا ہے گو کیسے ہی گناہ ہوں اور گو کسی وقت بھی توبہ ہو وہ حکیم ہے، اپنی شرع میں، اپنے حکموں میں، اپنی ممانعت میں" اس آیت کے بارے میں جو روایتیں ہیں وہ بھی سن لیجئے۔ "مسند احمد میں ہے جب یہ آیت اتری تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو انصار کے سردار ہیں کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ آیت اسی طرح اتاری گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار یو سنتے نہیں ہو؟ یہ تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ درگزر فرمایئے یہ صرف ان کی بڑھی چڑھی غیرت کا باعث ہے اور کچھ نہیں۔ ان کی غیرت کا یہ حال ہے کہ انہیں کوئی بیٹی دینے کی جرأت نہیں کرتا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو میرا ایمان ہے کہ یہ حق ہے لیکن اگر میں کسی کو اس کے پاؤں پکڑے ہوئے دیکھ لوں تو بھی میں اسے کچھ نہیں کہہ سکتا یہاں تک کہ میں چار گواہ لاؤں تب تک تو وہ اپنا کام پورا کر لے گا۔ اس بات کو ذرا سی ہی دیر ہوئی ہوگی کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ آئے یہ ان تین شخصوں میں سے ایک غیر مرد ہے خود آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے ان کی باتیں سنیں۔ صبح ہی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا آپ کو بہت برا معلوم ہوا اور طبیعت پر نہایت ہی شاق گزرا۔ سب انصار جمع ہو گئے اور کہنے لگے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے قول کی دلیل سے ہم اس آفت میں مبتلا کیے گئے مگر اس صورت میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہلال بن امیہ کو تہمت کی حد لگائیں اور اس کی شہادت کو مردود ٹھہرائیں۔

حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے واللہ میں سچا ہوں اور مجھے اللہ تعالٰی سے امید ہے کہ اللہ تعالٰی میرا چھٹکارا کر دے گا۔ کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھتا ہوں کہ میرا کلام آپ کی طبیعت پر بہت گراں گزرا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ کی قسم ہے میں سچا ہوں، اللہ خوب جانتا ہے۔ لیکن چونکہ گواہ پیش نہیں کر سکتے تھے قریب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حد مارنے کو فرماتے اتنے میں وحی اترنا شروع ہوئی۔ صحابہ آپ کے چہرے کو دیکھ کر علامت سے پہچان گئے کہ اس وقت وحی نازل ہو رہی ہے۔ جب اتر چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا، اے ہلال رضی اللہ عنہ خوش ہو جاؤ اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے کشادگی اور چھٹی نازل فرما دی۔

حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے الحمد للہ مجھے اللہ رحیم کی ذات سے یہی امید تھی۔ پھر آپ نے حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بلوایا اور ان دونوں کے سامنے آیت ملاعنہ پڑھ کر سنائی اور فرمایا دیکھو آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے سخت ہے۔ ہلال فرمانے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بالکل سچا ہوں۔ اس عورت نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جھوٹ کہہ رہا ہے آپ نے حکم دیا کہ اچھا لعان کرو۔ تو ہلال کو کہا گیا کہ اس طرح چار قسمیں کھاؤ اور پانچویں دفعہ یوں کہو۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ جب چار بار کہہ چکے اور پانچویں بار کی نوبت آئی تو آپ سے کہا گیا کہ ہلال اللہ سے ڈر جا۔ دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں سے بہت ہلکی ہے یہ پانچویں بار تیری زبان سے نکلتے ہی تجھ پر عذاب واجب ہو جائے گا تو آپ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم اللہ کی جس

طرح اللہ نے مجھے دنیا کی سزا سے میری صداقت کی دلیل سے بچایا، اسی طرح آخرت کے عذاب سے بھی میری سچائی کی دلیل سے میرا رب مجھے محفوظ رکھے گا۔

پھر پانچویں دفعہ کے الفاظ بھی زبان سے ادا کر دیئے۔ اب اس عورت سے کہا گیا کہ تو چار دفعہ قسمیں کھا کہ یہ جھوٹا ہے۔ جب وہ چاروں قسمیں کھا چکی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پانچویں دفعہ کے اس کلمہ کے کہنے سے روکا اور جس طرح حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کو سمجھایا گیا تھا اس سے بھی فرمایا تو اسے کچھ خیال پیدا ہو گیا۔ رکی، جھجکی، زبان کو سنبھالا، قریب تھا کہ اپنے قصور کا اقرار کر لے لیکن پھر کہنے لگی میں ہمیشہ کے لئے اپنی قوم کو رسوا نہیں کرنے کی۔ پھر کہہ دیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں جدائی کرادی اور حکم دیدیا کہ اس سے جو اولاد ہو وہ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب نہ کی جائے۔ نہ اسے حرام کی اولاد کہا جائے۔ جو اس بچے کو حرامی کہے یا اس عورت پر تہمت رکھے، وہ حد لگایا جائے گا، یہ بھی فیصلہ دیا کہ اس کا کوئی نان نفقہ اس کے خاوند پر نہیں کیونکہ جدائی کردی گئی ہے۔ نہ طلاق ہوئی ہے نہ خاوند کا انتقال ہوا ہے اور فرمایا دیکھو اگر یہ بچہ سرخ سفید رنگ موٹی پنڈلیوں والا پیدا ہو تو اسے ہلال کا سمجھنا اور اگر وہ پتلی پنڈلیوں والا سیاہی مائل رنگ کا پیدا ہو تو اس شخص کا سمجھنا جس کے ساتھ اس پر الزام قائم کیا گیا ہے۔ جب بچہ ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ اس بری صفت پر تھا جو الزام کی حقانیت کی نشانی تھی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ مسئلہ قسموں پر طے شدہ نہ ہوتا تو میں اس عورت کو قطعاً حد لگاتا۔ یہ صاحبزادے بڑے ہو کر مصر کے والی بنے اور ان کی نسبت ان کی ماں کی طرف تھی۔ (ابوداؤد) اس حدیث کے اور بھی بہت سے شاہد ہیں۔ بخاری شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔ اس میں ہے کہ شریک بن سحماء کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگے گی۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص اپنی بیوی کو برے کام پر دیکھ کر گواہ ڈھونڈنے جائے؟ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی توبہ کر کے اپنے جھوٹ سے ہٹتا ہے؟ اور روایت میں ہے کہ پانچویں دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کہا کہ اس کا منہ بند کر دو پھر اسے نصیحت کی۔ اور فرمایا اللہ کی لعنت سے ہر چیز ہلکی ہے۔ اسی طرح اس عورت کے ساتھ کیا گیا۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لعان کرنے والے مرد و عورت کی نسبت مجھ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ان میں جدائی کرادی جائے؟ یہ واقعہ ہے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی امارت کے زمانہ کا۔ مجھ سے تو اس کا جواب کچھ نہ بن پڑا تو میں اپنے مکان سے چل کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی منزل پر آیا اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ سب سے پہلے یہ بات فلاں بن فلاں نے دریافت کی تھی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شخص اپنی عورت کو کسی برے کام پر پائے تو اگر زبان سے نکالے تو بھی بڑی بے شرمی کی بات ہے اور اگر خاموش رہے تو بھی بڑی بے غیرتی کی خاموشی ہے۔ آپ سن کر خاموش ہو رہے۔ پھر وہ آیا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جو سوال جناب سے کیا تھا افسوس وہی واقعہ میرے ہاں پیش آیا۔ پس اللہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جمعہ کی رات ہم لوگ مسجد میں موجود تھے ایک صاحب بولے: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے مرد کو پاتا ہے اور اسے قتل کر دیتا ہے' تو تم لوگ اسے قتل کر دو گے اگر اس بارے میں بات چیت کرتا ہے' تو تم لوگ اسے کوڑے مارو گے اللہ کی قسم! میں اس بات کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کروں گا پھر انہوں نے اس کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو اللہ تعالیٰ نے لعان سے متعلق آیات نازل کر دیں اس کے بعد وہ صاحب آئے اور انہوں نے اپنی بیوی پر الزام لگایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان لعان کروا دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہوسکتا ہے وہ عورت سیاہ فام بچے کو جنم دے' تو اس عورت نے سیاہ فام بچے کو جنم دیا جس کے بال گھنگھریالے تھے۔

شرح

اور اگر زنا کا یہ الزام بچے کے نسب کی نفی کی صورت میں ہو' تو قاضی اس بچے کے نسب کی نفی کر دے گا' اور اسے اس کی ماں کے ساتھ شامل کر دے گا۔ لعان کی صورت یہ ہوگی: حاکم مرد سے یہ کہے گا: وہ یہ کہے: میں اللہ تعالیٰ کے نام (کی قسم اٹھا کر) اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔ کہ میں سچا ہوں جو میں نے بیوی پر یہ الزام لگایا ہے' جس میں بچے کے نسب کی نفی کی ہے۔ اسی طرح عورت کی طرف سے بھی یہی بات کی جائے گی۔ اگر مرد عورت پر زنا کا الزام لگائے اور بچے کی نفی بھی کر دے' تو وہ لعان میں ان دونوں کا ذکر کرے گا' اور قاضی بچے کے نسب کی نفی کر کے اسے ماں کے ساتھ شامل کر دے گا اس کی دلیل یہ ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات منقول ہے: آپ نے ہلال بن امیہ کی بیوی کے بچے کی' ہلال سے نسبت کی نفی کر دی تھی اور اس بچے کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دیا تھا۔ نیز اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: لعان کا اصل مقصد یہ ہے: بچے کے نسب کی نفی کی جائے' تاکہ شوہر کا مقصد پورا ہو سکے تو نسب کی نفی کے لئے قاضی کا اتنا کہنا کافی ہوگا' میں نے دونوں کے درمیان لعان کی تفریق کر دی۔ امام ابو یوسف سے یہ روایت منسوب ہے: قاضی علیحدہ طور پر ذکر کرے گا' اور یہ کہے گا: میں اسے ماں کے ساتھ ملا رہا ہوں' میں اسے باپ کے نسب سے نکال رہا ہوں' اس کی دلیل یہ ہے: اس کو باپ کے نسب سے علیحدہ کرنا ضروری ہے' تو اس کا ذکر کرنا بھی ضروری ہوگا۔ اگر شوہر رجوع کرے اور اپنی بات کی تکذیب کر دے' تو قاضی اس پر حد جاری کرے گا' کیونکہ اس نے اس چیز کا اقرار کیا ہے' جس کے نتیجے میں حد واجب ہو جاتی ہے۔ مرد کے لئے یہ بات جائز ہوگی کہ وہ اسی عورت کے ساتھ شادی کر لے' یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے: جب اس پر حد جاری ہو گئی' تو وہ لعان کا اہل نہیں رہا' لہٰذا لعان کا حکم اٹھ جائے گا' اور وہ حکم دائمی حرمت کا ہے۔ اسی طرح اگر وہ کسی دوسری عورت پر زنا کا الزام لگاتا ہے' تو اس کے نتیجے میں حد جاری ہوتی ہے (تو یہی حکم ہے) اس کی دلیل ہم بیان کر چکے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ عورت زنا کرتی ہے' تو اس پر حد جاری ہوتی ہے۔ (تو یہی حکم ہوتا) اس کی دلیل یہ ہے: عورت کی طرف سے لعان کی اہلیت ختم ہو گئی ہے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

بچے کے انکار کی صورت میں ثبوت لعان کا فقہی بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دو بچے ایک حمل سے پیدا ہوئے یعنی دونوں کے درمیان چھ ماہ سے کم کا فاصلہ

ہو اور ان دونوں میں پہلے سے انکار کیا دوسرے کا اقرار تو حد لگائی جائے اور اگر پہلے کا اقرار کیا دوسرے سے انکار تو لعان ہوگا بشرطیکہ انکار سے نہ پھرے اور پھر گیا تو حد لگائی جائے مگر بہر حال دونوں ثابت النسب ہیں۔

جس بچے سے انکار کیا اور لعان ہوا وہ مر گیا اور اُس نے اولاد چھوڑی اب لعان کرنے والے نے اُس کو اپنا پوتا پوتی قرار دیا تو وہ ثابت النسب ہے۔ اولاد سے انکار کیا اور ابھی لعان نہ ہوا کہ کسی اجنبی نے عورت پر تہمت لگائی اور اُس بچہ کو حرامی کہا اس پر حدِ قذف قائم ہوئی تو اب اُس کا نسب ثابت ہے اور کبھی منتفی نہ ہوگا۔ عورت کے بچہ پیدا ہوا شوہر نے کہا یہ میرا نہیں یا یہ زنا سے ہے اور کسی دلیل سے لعان ساقط ہو گیا تو نسب منتفی نہ ہوگا حد واجب ہو یا نہیں۔ یونہی اگر دونوں اہل لعان ہیں مگر لعان نہ ہوا تو نسب منتفی نہ ہوگا۔ (درمختار، ج۵، ص۱۷۷، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ جس نے نکاح کیا مگر ابھی دخول نہ ہوا بلکہ ابھی عورت کو دیکھا بھی نہیں اور عورت کے بچہ پیدا ہوا، شوہر نے اُس سے انکار کیا تو لعان ہو سکتا ہے اور بعد لعان وہ بچہ ماں کے ذمہ ہوگا اور مہر پورا دینا ہوگا۔ (عالم گیری، باب لعان)

تہمت زنا سے ثبوت لعان کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی نے عورت سے کہا اے زانیہ، زانیہ کی بچی تو عورت اور اُس کی ماں دونوں پر تہمت لگائی اب اگر ماں بیٹی دونوں ایک ساتھ مطالبہ کریں تو ماں کا مطالبہ مقدم قرار دیکر حد قذف قائم کرینگے اور لعان ساقط ہو جائے گا اور اگر ماں نے مطالبہ نہ کیا اور عورت نے کیا تو لعان ہوگا پھر بعد میں اگر ماں نے مطالبہ کیا تو حد قذف قائم کرینگے۔ اور اگر صورت مذکورہ میں عورت کی ماں مر چکی ہے اور عورت نے دونوں مطالبے کیے تو ماں کی تہمت پر حد قذف قائم کرینگے اور لعان ساقط اور اگر صرف اپنا مطالبہ کیا تو لعان ہوگا۔ یونہی اگر اجنبیہ پر تہمت لگائی پھر اُس سے نکاح کر کے پھر تہمت لگائی اور عورت نے لعان و حد دونوں کا مطالبہ کیا تو حد ہوگی اور لعان ساقط اور اگر لعان کا مطالبہ کیا اور لعان ہوا پھر حد کا مطالبہ کیا تو حد بھی قائم کرینگے۔

اپنی عورت سے کہا میں نے جو تجھ سے نکاح کیا اس سے پہلے تو نے زنا کیا یا نکاح سے پہلے میں نے تجھے زنا کرتے دیکھا تو یہ تہمت چونکہ اب لگائی لہٰذا لعان ہے اور اگر یہ کہا نکاح سے پہلے میں نے تجھے زنا کی تہمت لگائی تو لعان نہیں بلکہ حد قائم ہوگی۔ عورت سے کہا میں نے تجھے بکر نہ پایا تو نہ حد ہے نہ لعان۔ اولاد سے انکار اُس وقت صحیح ہے جب مبارکباد دی دیتے وقت یا ولادت کے سامان خریدنے کے وقت نفی کی ہو ورنہ سکوت رضا سمجھا جائے گا اب پھر نفی نہیں ہو سکتی مگر لعان دونوں صورتوں میں ہوگا اور اگر ولادت کے وقت شوہر موجود نہ تھا تو جب اُسے خبر ہوئی نفی کے لیے وہ وقت بمنزلہ ولادت کے ہے۔ شوہر نے اولاد سے انکار کیا اور عورت نے بھی اُس کی تصدیق کی تو لعان نہیں ہو سکتا۔ (درمختار، باب لعان، ج۵، ص۱۶۳، بیروت)

لعان اور نسب کی نفی کرنے کا بیان

2069- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ امْرَاَتَهُ وَانْتَفٰى مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْاَةِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں اپنی بیوی کے ساتھ لعان کیا اس نے اس عورت کے بچے کے نسب کی نفی کر دی تو نبی کریم ﷺ نے ان کے درمیان علیحدگی کروادی اور بچے کو اس کی ماں سے منسلک کر دیا۔

دعویٰ نسب میں بچے کی نفی کے اعتبار کا بیان

اور جب مرد اپنی بیوی کے بچے کی پیدائش کے فوراً بعد نفی کر دے یا ایسی حالت میں نفی کرے جب مبارکباد قبول کی جاتی ہے یا پیدائش کی چیزیں خریدی جاتی ہے' تو اس کا حمل کی نفی کرنا صحیح ہوگا اور اس دلیل سے لعان کیا جائے گا۔ اگر ان صورتوں کے علاوہ کسی اور وقت میں نفی کرتا ہے اور لعان کرتا ہے' تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک بچے کا نسب ثابت ہوگا۔ امام ابو یوسف اور امام محمد علیہ الرحمہ یہ فرماتے ہیں: نفاس کی مدت کے دوران اس کا نفی کرنا درست ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: یہ نفی تھوڑی مدت میں درست ہوتی ہے۔ یہ طویل مدت میں درست نہیں ہوسکتی' اس لیے ہم ان دونوں کے درمیان نفاس کی مدت کے ذریعے علیحدگی کریں گے کیونکہ وہ ولادت کا اثر ہوتا ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے: مدت مقرر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ سوچ بچار کے لئے ہوتی ہے' لیکن سوچ بچار کے لحاظ سے لوگوں کے درمیان تفاوت پایا جاتا ہے۔ تو ہم ایسی بات کا اعتبار کریں گے جو بچے کے انکار نہ کرنے پر دلالت کرتی ہو' جیسے اس شخص نے پیدائش پر مبارکباد قبول کر لی یا مبارک دیئے جانے کے وقت خاموش رہا' یا بچے کی پیدائش کے وقت جو اشیاء خریدی جاتی ہیں' وہ اس نے خرید لیں یا وہ وقت گزر گیا' تو اس صورت میں نفی ناممکن ہو جائے گا۔ لیکن مرد اگر وہاں موجود نہ ہو اور اسے پیدائش کا پتہ نہ چل سکے پھر وہ آئے تو اس مدت کا اعتبار ہوگا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور یہ دونوں کی اصل کے مطابق ہوگا۔ اگر عورت ایک ساتھ دو بچوں کو جنم دے' اور مرد پہلے کے نسب کی نفی کر دے' اور دوسرے کا اعتراف کرے' تو دونوں بچوں کا نسب ثابت ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: وہ دونوں بچے ایک ہی نطفے سے پیدا ہوئے ہیں اور شوہر پر حد جاری کی جائے گی' کیونکہ اس نے دوسرے دعوے کے ذریعے اپنی بات کی نفی کر دی ہے۔ اگر وہ پہلے بچے کا اعتراف کر لیتا ہے اور دوسرے کی نفی کر دیتا ہے' تو ان دونوں کا نسب ثابت ہوگا اس کی دلیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ البتہ شوہر کو لعان کرنا ہوگا' کیونکہ دوسرے بچے کی نفی کے نتیجے میں وہ الزام لگا رہا ہے اور اس نے اپنے قول سے رجوع بھی نہیں کیا' جبکہ بیوی کے پاک دامن ہونے کا اقرار اس نے پہلے کیا ہے' تو یہ بالکل اس طرح ہو جائے گا جیسے پہلے وہ کہہ دے: میری بیوی پاک دامن ہے اور بعد میں کہہ دے: یہ زانیہ ہے۔ لہذا پہلے بچے کے اعتراف کے بعد دوسرے بچے کی نفی کرنے کا بھی یہی حکم ہوگا۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

اگر شوہر نے اُس بچہ کی نسبت جو اس کے نکاح میں پیدا ہوا ہے اور زندہ بھی ہے یہ کہا کہ یہ میرا نہیں ہے اور لعان ہوا تو قاضی اُس بچہ کا نسب شوہر سے منقطع کر دیگا اور وہ بچہ اب ماں کی طرف منتسب ہوگا بشرطیکہ علوق ایسے وقت میں ہوا کہ عورت میں صلاحیت لعان ہو، لہذا اگر اُس وقت باندی تھی اب آزاد ہے یا اُس وقت کافرہ تھی اب مسلمان ہے تو نسب منفی نہ ہوگا، اس واسطے کہ

2069 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5315 'ورقم الحدیث: 6748 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3731 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2259 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1203 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3477

اِس صورت میں لعان ہی نہیں اور اگر وہ بچہ مر چکا ہے تو لعان ہوگا اور نسب منفی نہیں ہوسکتا ہے۔ یونہی اگر دو بچے ہوئے اور ایک مر چکا ہے اور ایک زندہ ہے اور دونوں سے شوہر نے انکار کر دیا یا لعان سے پہلے ایک مر گیا تو اُس مُردہ کا نسب منفی نہ ہوگا۔ نسب منفی ہونے کی چھ شرائط ہیں۔

(۱) تفریق (۲) وقت ولادت یا اس کے ایک دن یا دو دن بعد تک ہو دو دن کے بعد انکار نہیں کر سکتا۔

(۳) اس انکار سے پہلے اقرار نہ کر چکا ہو اگرچہ دلالۃً اقرار ہو مثلاً اسکو مبارکباد کہی گئی اور اس نے سکوت کیا یا اُس کے لیے کھلونے خریدے۔ (۴) تفریق کے وقت بچہ زندہ ہو۔ (۵) تفریق کے بعد اُسی حمل سے دوسرا بچہ نہ پیدا ہو یعنی چھ مہینے کے اندر۔ (۶) ثبوت نسب کا حکم شرعاً نہ ہو چکا ہو، مثلاً بچہ پیدا ہوا اور وہ کسی دودھ پیتے بچہ پر گرا اور یہ مر گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ اُس بچہ کے باپ کے عصبہ اس کی دیت ادا کریں اور اب باپ یہ کہتا ہے کہ میرا نہیں تو لعان ہوگا اور نسب منقطع نہ ہوگا۔

(ردمحتار، کتاب طلاق باب لعان)

اور اگر باپ بچے کے نسب سے انکار کرے تو بالاتفاق لعان لازم آتا ہے۔ اور اس امر میں بھی اتفاق ہے کہ ایک دفعہ بچے کو قبول کر لینے کے بعد (خواہ یہ قبول کر لینا صریح الفاظ میں ہو یا قبولیت پر دلالت کرنے والے افعال، مثلاً پیدائش پر مبارک باد لینے یا بچے کے ساتھ پدرانہ شفقت برتنے اور اس کی پرورش سے دلچسپی لینے کی صورت میں) پھر باپ کو انکار نسب کا حق نہیں رہتا، اور اگر کرے تو حد قذف کا مستحق ہو جاتا ہے۔ مگر اس امر میں اختلاف ہے کہ باپ کو کس وقت تک انکار نسب کا حق حاصل ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر شوہر اس زمانے میں گھر پر موجود رہا ہے جب کہ بیوی حاملہ تھی تو زمانہ حمل سے لے کر وضع حمل تک اس کے لیے انکار کا موقع ہے، اس کے بعد وہ انکار کا حق نہیں رکھتا۔ البتہ اگر وہ غائب تھا اور اس کے پیچھے ولادت ہوئی تو جس وقت اسے علم ہو وہ انکار کر سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر پیدائش کے بعد ایک دو روز کے اندر وہ انکار کرے تو لعان کر کے وہ بچے کی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا، لیکن اگر سال دو سال بعد انکار کرے تو لعان ہوگا مگر وہ بچے کی ذمہ داری سے بری نہ ہو سکے گا۔ امام ابو یوسف کے نزدیک ولادت کے بعد، یا ولادت کا علم ہونے کے بعد چالیس دن کے اندر اندر باپ کو انکار نسب کا حق ہے؛ اس کے بعد یہ حق ساقط ہو جائے گا۔ صحیح بات وہی ہے جو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمائی ہے کہ ولادت کے بعد یا اس کا علم ہونے کے بعد ایک دو روز کے اندر ہی انکار نسب کیا جا سکتا ہے، الا یہ کہ اس میں کوئی ایسی ہو جسے معقول رکاوٹ تسلیم کیا جا سکے۔

حالت حمل کے لعان میں فقہی مذاہب اربعہ

اگر لعان کے وقت عورت حاملہ ہو تو امام احمد کے نزدیک لعان بجائے خود اس بات کے لیے کافی ہے کہ مرد اس حمل سے بری الذمہ ہو جائے اور بچہ اس کا قرار نہ پائے قطع نظر اس سے کہ مرد نے حمل کو قبول کرنے سے انکار کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ مرد کا الزام زنا اور نفی حمل دونوں ایک چیز نہیں ہیں، اس لیے مرد جب تک حمل کی ذمہ داری قبول کرنے سے صریح طور پر انکار نہ

کرے وہ الزام زنا کے باوجود اسی کا قرار پائے گا کیونکہ عورت کے زانیہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو حمل بھی زنا ہی کا ہو۔
امام مالک علیہ الرحمہ، امام شافعی اور امام احمد دوران حمل میں مرد کو نفی حمل کی اجازت دیتے ہیں اور اس بنیاد پر لعان کو جائز رکھتے ہیں۔ مگر امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ اگر مرد کے الزام کی بنیاد زنا نہ ہو بلکہ صرف یہ ہو کہ اس نے عورت کو ایسی حالت میں حاملہ پایا ہے جب کہ اس کے خیال میں حمل اس کا نہیں ہو سکتا تو اس صورت میں لعان کے معاملے کو وضع حمل تک ملتوی کر دینا چاہیے، کیونکہ بسا اوقات کوئی بیماری حمل کا شبہ پیدا کر دیتی ہے اور در حقیقت حمل ہوتا نہیں ہے۔
اگر شوہر طلاق دینے کے بعد مطلقہ بیوی پر زنا کا الزام لگائے تو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک لعان نہیں ہوگا بلکہ اس پر قذف کا مقدمہ قائم کیا جائے گا، کیونکہ لعان زوجین کے لیے ہے اور مطلقہ عورت اس کی بیوی نہیں ہے۔ الا یہ کہ طلاق رجعی ہو اور مدت رجوع کے اندر وہ الزام لگائے۔ مگر امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ قذف صرف اس صورت میں ہے جب کہ کسی حمل یا بچے کا نسب قبول کرنے یا نہ کرنے کا مسئلہ درمیان میں نہ ہو۔ ورنہ مرد کو طلاق بائن کے بعد بھی لعان کا حق حاصل ہے کیونکہ وہ عورت کو بد نام کرنے کے لیے نہیں بلکہ خود ایک ایسے بچے کی ذمہ داری سے بچنے کے لیے لعان کر رہا ہے جسے وہ اپنا نہیں سمجھتا۔ قریب قریب یہی دلیل امام شافعی کی بھی ہے۔

2070- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَلَمَةَ النَّيْسَابُورِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ ابْنِ إِسْحٰقَ قَالَ ذَكَرَ طَلْحَةُ ابْنُ نَافِعٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَزَوَّجَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ امْرَأَةً مِّنْ بِعَجْلَانَ فَدَخَلَ بِهَا فَبَاتَ عِنْدَهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مَا وَجَدْتُهَا عَذْرَاءَ فَرُفِعَ شَأْنُهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا الْجَارِيَةَ فَسَأَلَهَا فَقَالَتْ بَلٰى قَدْ كُنْتُ عَذْرَاءَ فَأَمَرَ بِهِمَا فَتَلَاعَنَا وَأَعْطَاهَا الْمَهْرَ

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے عجلان سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کے ساتھ شادی کر لی' اس عورت کی رخصتی ہو گئی' وہ شخص اس عورت کے پاس رہا' اگلے دن صبح کے وقت اس شخص نے یہ کہا' میں نے اسے کنواری نہیں پایا' اس عورت کا معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو بلوایا اور اس سے اس بارے میں دریافت کیا: تو وہ بولی: جی ہاں' میں کنواری ہوں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت ان دونوں نے لعان کیا اور شوہر نے اس عورت کو مہر ادا کیا۔

2071- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ ابْنِ عَطَاءٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مِّنَ النِّسَاءِ لَا مُلَاعَنَةَ بَيْنَهُنَّ النَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُودِيَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَالْحُرَّةُ تَحْتَ الْمَمْلُوكِ وَالْمَمْلُوكَةُ تَحْتَ الْحُرِّ

◄► عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے

2070 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2071: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ہیں: ''چار طرح کی خواتین اور ان کے شوہروں کے درمیان لعان نہیں ہوسکتا: وہ عیسائی عورت جو مسلمان کی بیوی ہو وہ یہودی عورت جو مسلمان کی بیوی ہو وہ آزاد عورت جو کسی غلام کی بیوی ہو اور وہ کنیز جو کسی آزاد شخص کی بیوی ہو''۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عیسائی یا یہودی عورت کسی مسلمان کی نکاح میں ہو اور اس کا خاوند اس پر زنا کی تہمت لگائے اور وہ اس کی تردید کرے تو اس صورت میں ان دونوں کے درمیان لعان نہیں کرایا جائے گا اسی طرح اگر کوئی آزاد عورت کسی غلام کے نکاح میں ہو یا کوئی لونڈی کسی آزاد کے نکاح میں ہو تو اس کے درمیان بھی لعان نہیں ہوگا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ لعان دراصل شہادت و گواہی ہے اس لئے لعان کی صورت میں مرد وعورت دونوں کا اہل شہادت کہ جن کی شہادت شرعی طور پر معتبر ہوتی ہے ہونا ضروری ہے جب کہ مملوک یعنی غلام ولونڈی اور کافر اہل شہادت نہیں ہیں یعنی کسی معاملہ میں ان کی شہادت و گواہی شرعی طور پر معتبر نہیں ہے لہٰذا ان کے درمیان لعان کی کوئی صورت نہیں۔

محدود قذف ہونے والے کی شہادت میں مذاہب اربعہ

جو لوگ کسی عورت پر یا کسی مرد پر زنا کاری کی تہمت لگائیں اور ثبوت نہ دے سکیں۔ تو انہیں اسی کوڑے لگائے جائیں گے، ہاں اگر شہادت پیش کردیں تو حد سے بچ جائیں گے اور جن پر جرم ثابت ہوا ہے ان پر حد جاری کی جائے گی۔ اگر شہادت نہ پیش کرسکے تو اسی کوڑے بھی لگیں گے اور آئندہ کے لئے ہمیشہ ان کی شہادت غیر مقبول رہے گی اور وہ عادل نہیں بلکہ فاسق سمجھے جائیں گے۔ اس آیت میں جن لوگوں کو مخصوص اور مستثنیٰ کردیا ہے تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ استثنا صرف فاسق ہونے سے ہے یعنی بعد از توبہ وہ فاسق نہیں رہیں گے۔ بعض کہتے ہیں نہ فاسق رہیں گے نہ مردود الشہادۃ بلکہ پھر ان کی شہادت بھی لی جائے گی۔ ہاں حد جو ہے وہ توبہ سے کسی طرح ہٹ نہیں سکتی۔

امام مالک، احمد اور شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب تو یہ ہے کہ توبہ سے شہادت کا مردود ہونا اور فسق ہٹ جائے گا۔ سید التابعین حضرت سعید بن مسیب رحمتہ اللہ علیہ اور سلف کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔

لیکن امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں صرف فسق دور ہو جائے گا لیکن شہادت قبول نہیں ہوسکتی۔ بعض اور لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔ شعبی اور ضحاک کہتے ہیں کہ اگر اس نے اس بات کا اقرار کرلیا کہ اسے بہتان باندھا تھا اور پھر توبہ بھی پوری کی تو اس کی شہادت اس کے بعد مقبول ہے۔

شرائط لعان شوافع واحناف کا اختلاف کا بیان

کیا لعان ہر زوج اور زدیل کے درمیان ہوسکتا ہے یا اس کے لیے دونوں میں کچھ شرائط ہیں؟ اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ جس کی قسم قانونی حیثیت سے معتبر ہو اور جس کو طلاق دینے کا اختیار ہو وہ لعان کرسکتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک صرف عاقل اور بالغ ہونا اہلیت لعان کے لیے کافی ہے خواہ زوجین مسلم ہوں یا کافر، غلام ہوں یا آزاد،

مقبول الشہادت ہوں یا نہ ہوں، اور مسلم شوہر کی بیوی مسلمان ہو یا ذمی۔ قریب قریب یہی دلیل امام مالک علیہ الرحمہ اور امام احمد کی بھی ہے۔

مگر حنفیہ کہتے ہیں کہ لعان صرف ایسے آزاد مسلمان زوجین ہی میں ہو سکتا ہے جو قذف کے جرم میں سزا یافتہ نہ ہوں۔ اگر عورت اور مرد دونوں کافر ہوں، یا غلام ہوں، یا قذف کے جرم میں پہلے کے سزا یافتہ ہوں تو ان کے درمیان لعان نہیں ہو سکتا۔ مزید براں اگر عورت کبھی اس سے پہلے حرام یا مشتبہ طریقے پر کسی مرد سے ملوث ہو چکی ہو تب بھی لعان درست نہ ہوگا۔ یہ شرطیں حنفیہ نے اس بنا پر لگائی ہیں کہ ان کے نزدیک لعان کے قانون اور قذف کے قانون میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں ہے کہ غیر آدمی اگر قذف کا مرتکب ہو تو اس کے لیے حد ہے اور شوہر اس کا ارتکاب کرے تو وہ لعان کر کے چھوٹ سکتا ہے۔ باقی تمام حیثیتوں سے لعان اور قذف ایک ہی چیز ہے۔

علاوہ بریں حنفیہ کے نزدیک چونکہ لعان کی قومیں شہادت کی حیثیت رکھتی ہیں، اس لیے وہ کسی ایسے شخص کو اس کی اجازت نہیں دیتے جو شہادت کا اہل نہ ہو۔

بَابُ: الْحَرَامِ

یہ باب حرام کے بیان میں ہے

2072- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ آلَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِسَائِهِ وَحَرَّمَ فَجَعَلَ الْحَلَالَ حَرَامًا وَجَعَلَ فِي الْيَمِينِ كَفَّارَةً

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کے ساتھ ایلاء کر لیا (اور ان کے قریب جانے کو) اپنے اوپر حرام قرار دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حلال چیز کو حرام قرار دیا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کا کفارہ ادا کیا۔

شرح

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۚ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ .(تحریم، ۱)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا۔ آپ نے اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا ہے، مہربان ہے۔

اس سے پہلی سورت میں اہل ایمان کی ازدواجی زندگی سے متعلق احکام وہدایت کا ذکر ہوا۔ اس سورت میں حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خانگی زندگی کے کچھ حالات بیان ہو رہے ہیں تاکہ امت اپنے نبی کریم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کر سکے۔

ان آیات کے شان نزول کے بارے میں دو روایتیں بیان کی جاتی ہیں۔ پہلے میں اس روایت کا خلاصہ پیش کرتا ہوں جسے

2072 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1201

امام بخاری (رضی اللہ عنہ) اور امام مسلم (رضی اللہ عنہ) نے اپنی صحیحین میں نقل کیا ہے۔

سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عادت مبارکہ تھی کہ نماز عصر کے بعد ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جاتے اور تھوڑا تھوڑا وقت ہر رفیقۂ حیات کے پاس تشریف رکھتے۔ ایک دفعہ ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی خدمت میں کسی نے شہد تحفۃً بھیجا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) جب ان کے کاشانۂ اقدس میں رونق افروز ہوتے تو وہ بڑے اہتمام سے شہد پیش کرتیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) جب ان کے کاشانۂ اقدس میں رونق افروز ہوتے تو وہ بڑے اہتمام سے شہد پیش کرتیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو طبعی طور پر شہد بہت پسند تھا۔ اس لیے شوق فرماتے۔ اس طرح حضرت زینب کے ہاں معمول سے زیادہ قیام ہو جاتا۔ حضرت زینب کی مسرت کی حد نہ تھی۔ انہیں اللہ کے محبوب اور اپنے سرتاج کے روئے زیبا کے دیدار کا موقع زیادہ ملتا۔ لیکن جن امہات المومنین کے حصہ سے یہ لمحے صرف ہوتے، ان کے لیے یہ صورت حال ناقابل برداشت ہوتی گئی۔ محبت جتنی زیادہ ہوتی ہے رقابت کا جذبہ اتنا ہی قوی ہوتا ہے۔ آخر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے ضبط نہ ہو سکا۔ انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت زینب کے پاس سے اٹھ کر ان میں سے جس کے ہاں آئیں وہ یہ کہے کہ حضور! آپ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔ کیا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مغافیر تناول فرمایا ہے؟ (مغافیر: عرفط درخت کی گوند جس میں خفیف سی بساند ہوتی ہے) انہیں علم تھا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی نفاست مزاج کے باعث بدبو کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میں نے مغافیر تو نہیں کھایا۔ البتہ زینب کے ہاں شہد نوش کیا ہے۔ اس کے بعد میں شہد نہیں پیوں گا۔ تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ فلن اعود لہ فقد حلفت لاتخبری بزلک احدا۔ اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جب سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مختلف ممالک کے سربراہوں کو اسلام قبول کرنے کے دعوت نامے بھیجے تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ (رضی اللہ عنہ) حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گرامی نامہ لے کر اسکندریہ کے والی مقوقس کے پاس گئے۔ اس نے قاصد کی بڑی تکریم کی اور جب وہ واپس روانہ ہوئے تو مقوقس نے ایک عریضہ بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں ارسال کیا اور دو اعلیٰ خاندان کی لڑکیاں بھی بھیجیں جن میں سے ایک کا نام سیرین اور دوسری کا نام ماریہ (MARY) تھا۔ حضرت حاب (رضی اللہ عنہ) کی تبلیغ و تلقین سے دونوں نے مدینہ طیبہ پہنچنے سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سیرین نامی لڑکی حضرت حسان (رضی اللہ عنہ) بن ثابت کو مرحمت فرما دی اور ماریہ کو آزاد کر کے اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ انہیں کے بطن سے ذی الحجہ 8ھ میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے جو بعد میں 18 ماہ کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ ایک روز ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔ حضور سے اجازت لے کر وہ اپنے والد حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے ملنے چلی گئیں وہیں حضرت ماریہ (رضی اللہ عنہ) آ گئیں اور تخلیہ میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ رہیں۔ ابھی دروازہ بند تھا کہ حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہ) بھی واپس آ گئیں اور باہر بیٹھ کر انتظار کرنے لگیں۔ جب حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دروازہ کھولا اور حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہ) نے ماریہ (رضی اللہ عنہ) کو اپنے حجرہ میں دیکھا تو انہیں سخت ناگوار گزرا اور یوں شکوہ کرنے لگیں۔ میری باری، میرا حجرہ، میرا بستر اور ماریہ، یارسول اللہ آپ مجھے حقیر سمجھتے ہیں، اس لیے

آپ نے ایسا کیا۔ حضور کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی جاں نثار زوجہ کی غمزدگی اور پریشانی برداشت نہ کر سکے اور قسم کھائی کہ آئندہ ماریہ سے ازدواجی تعلق نہ رکھیں گے اور حضرت حفصہ کو تاکید فرمائی کہ وہ اس کا ذکر کسی سے نہ کریں۔

واقعے یہ دو ہیں لیکن روایات میں بڑا اختلاف اور تعارض ہے۔ کہیں کسی کا نام ہے کہیں کسی کا۔ اس لیے ان واقعات کی مختلف روایتیں نقل کرنے کے بعد امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں اپنی رائے ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں:۔

والصواب من القول في ذلك ان يقال ان الذي حرمه النبي (صلى الله عليه وسلم) على نفسه شيء كان الله قد احل له ۔ یعنی میرے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے اوپر ایک ایسی چیز کو حرام کر دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کیا تھا۔

قال النووي في شرح مسلم الصحيح ان الاية في قصة العسل لا في قصة ماريه المروية في غير الصحيحين ولم تات قصة ماريه في طريق صحيح ۔ صحیح مسلم کی شرح میں امام نووی کہتے ہیں کہ درست بات یہ ہے کہ یہ آیت شہد کے قصہ میں نازل ہوئی اور ماریہ (رضی اللہ عنہ) کے واقعہ میں نازل نہیں ہوئی۔ جیسا غیر صحیحین میں مذکور ہے اور ماریہ کا واقعہ کسی صحیح سند سے مروی نہیں۔

یہ آپ سن چکے۔ آیئے اب آیات طیبہ میں غور و فکر کریں۔

زمخشری معتزلی اور اس کے پیروکاروں نے یہاں بڑی ٹامک ٹوئیاں ماری ہیں اور ایسی باتیں لکھی ہیں جن سے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دامن عصمت پر حرف آتا ہے۔ آپ ائمہ اہل سنت کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حق فہمی اور محبت مصطفوی دونوں نعمتوں سے مالا مال فرمایا ہے۔

علامہ ابی حیان اندلسی اپنی تفسیر "البحر المحیط" میں تحریر فرماتے ہیں۔ یا ایہا النبی نداء اقبال وتشریف۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے یا ایہا النبی سے خطاب فرما کر اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے اور شرف ندا سے سرفراز فرمایا ہے۔ لم تحرم سوال تلطف۔ یعنی از راہ لطف ومحبت دریافت کیا ہے کہ اے حبیب! آپ نے ایسا کیوں کیا۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ پہلے بڑے احترام سے خطاب فرمایا پھر سوال کیا۔ جس طرح عفا اللہ عنک لم اذنت لھم میں ہے۔ پھر فرماتے ہیں تحریم سے مراد تحریم شروع نہیں۔ یعنی جس طرح وحی الہٰی سے کسی چیز کو جو پہلے حلال تھی حرام کر دیا جاتا ہے اور اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ یہ حرام ہے، بلکہ یہاں تحریم سے مراد امتناع ہے۔ یعنی کسی چیز کے استعمال سے رک جانا۔ جیسے کوئی شخص کسی حلال اور مباح چیز کے استعمال کرنے سے اپنے آپ کو باز رکھ لیتا ہے اور کبھی یہ امتناع کسی کی دلجوئی کے لیے ہوتا ہے۔ جس کی خوشنودی مطلوب ہوتی ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ ہم زمخشری کی عبارت نقل کرنے سے دانستہ گریز کر رہے ہیں کیونکہ اس نے ایسی باتیں لکھی ہیں جو عصمت نبوت کے لائق نہیں۔

علامہ الوسی نے بھی تحریم کا مفہوم امتناع ہی بیان کیا ہے۔ **والمراد بالتحريم الامتناع** (روح المعانی) مطلب یہ ہے کہ آپ ایک حلال چیز کو استعمال کرنے سے کیوں اجتناب کرتے ہیں۔

علامہ سید آلوسی اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فیه تعظیم شانه (صلی الله علیه وسلم) لان ترك الاولیٰ بالنسبة الی مقامه السامی الکریم یعد کالذنب وان لم یکن فی نفسه کذلك۔ یعنی اگرچہ آپ نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا، زیادہ سے زیادہ اولیٰ کا ترک ہوا، لیکن آپ کے عالی اور کریم مقام کے لیے یہ بھی مناسب نہ تھا۔ لیکن ہم غفور ہیں ہم نے معاف کر دیا۔ مزید فرماتے ہیں کہ آیت میں جو عتاب ہے وہ کسی ناراضگی کی وجہ سے نہیں بلکہ مزید اعتنا کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی ہر ہر ادا کا خیال ہے۔ اسے یہ گوارا نہیں کہ آئینۂ نبوت پر ادنیٰ سا غبار بھی پڑے۔ زمخشری کے متعلق لکھتے ہیں حد اس کا قدم حسب عادت یہاں بھی پھسل گیا ہے۔ اس نے تحریم سے مراد شروع تحریم لی ہے جو گناہ ہے اور غفور میں اسی گناہ کی آمرزش کی طرف اشارہ ہے۔ آلوسی کہتے ہیں کہ ابن منیر نے یہاں زمخشری کے خوب بخیے ادھیڑے ہیں۔ **ماحاصله ان ما اطلقه فی حقه علیه الصلوہ والسلام تقول وافتراء والنبی علیه الصلوٰۃ والسلام منه براء۔** ابن منیر کی تنقید کا حاصل یہ ہے کہ زمخشری نے حضور کے حق میں جو کچھ کہا ہے وہ اس کا اپنا گھڑا ہوا افترا ہے اور حضور کی ذات اقدس اس سے بری ہے۔ کیونکہ حلال کی تحریم کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کسی حلال چیز کو اعتقاداً حرام کر لیا جائے۔ یہ ممنوع ہے بلکہ کفر ہے اور نبی معصوم سے اس کا صدور ممکن نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حلال کو حلال ہی سمجھا جائے۔ لیکن اس کے استعمال سے اجتناب کیا جائے۔ ایسا کرنا مباح اور حلال ہے اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تحریم کی یہی صورت تھی۔ **انما عاتبه الله تعالیٰ علیه رفقا به وتنویها بقدزه اجلا لا لمنصبه علیه الصلوہ والسلام ان یراعی مرضاۃ ازواجه بما یشق علیه جریا علی ما الف من لطف الله تعالیٰ به۔** ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے عتاب کی وجہ یہ ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی ازواج کی خوشنودی کے لیے اپنے اوپر پابندی عائد کر لی جس سے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف اور مشقت کا سامنا کرنا پڑتا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ہرگز گوارا نہیں کہ اس کے محبوب کو تکلیف پہنچے۔ اس لیے فرمایا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ آپ کو اپنی ازواج کی خوشنودی مطلوب ہے تو مجھے آپ کا آرام اور آپ کی راحت مرغوب ہے۔ ایسی ناروا پابندیوں کی اجازت میں آپ کو کیوں دے سکتا ہوں۔

یہاں اس امر کا ذکر کر دینا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ یورپ کے کئی متعصب مصنفین نے حضرت ماریہ (رضی اللہ عنہ) قبطیہ کے واقعہ کی آڑ لے کر شان رسالت میں بڑی گستاخیاں کی ہیں اور ان کی تحریروں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام سے ان کی عداوت نے ان کو اندھا اور بہرہ کر دیا ہے نہ صدائے حق وہ سن سکتے ہیں اور نہ نور حق انہیں دکھائی دیتا ہے۔ حضرت ماریہ (رضی اللہ عنہ) کوئی اجنبی عورت نہ تھیں جن سے خلوت شروع اور عقل کی نظر میں حرام ہوتی۔ وہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ازواج مطہرات میں سے ایک تھیں۔ مقوقس والیء اسکندریہ نے انہیں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں بھیجا تھا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں آزاد فرمایا اور اپنی زوجیت کا شرف بخشا تھا۔ خاوند کا اپنی بیوی سے خلوت کرنا کسی قانون، کسی شریعت کسی نظام حیات میں قبیح نہیں۔ اس کو غلط رنگ دے کر پیش کرنا علم اور دیانت کا منہ چڑانا ہے اور اس کے ساتھ اپنی شقاوت پر مہر ثبت کرنا ہے۔ یہ تو بیگانے لوگ تھے جن کے دلوں میں اسلام کے متعلق گوناگوں عداوتیں تھیں لیکن تعجب بلکہ ندامت اس وقت ہوتی

ہے جبکہ کئی مدعیان علم منبروں پر کھڑے ہو کر اس واقعہ کو بیان کر کے تنقیص شان رسالت کا پہلو نکالتے ہیں۔ کبھی حضور کے خداداعلم پر انگشت نمائی کی جاتی ہے، یہ دیکھو فلاں چیز کا علم نہ تھا کبھی حضور کی شان کا انکار کیا جاتا ہے، یہ دیکھو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) حلال کو حرام نہیں کر سکتے، معلوم ہوا کہ حضور کو کوئی اختیار نہیں، اپنی امت کو اور اپنے غلاموں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے وغیرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ کج فہمی سے بچائے۔ وہ اتنا بھی نہیں جانتے یا جانتے ہیں تو دانستہ اغماض کرتے ہیں کہ اللہ کا رسول اس لیے مبعوث نہیں کیا جاتا کہ وہ اللہ کے اذن کے بغیر اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو از خود حرام کردے۔ یہ ممنوع ہے بلکہ کفر ہے۔ یہاں تحریم سے مراد کسی حلال چیز کو حلال اعتقاد کرتے ہوئے اس سے اجتناب کرنا ہے جس کی تفصیل آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ اور شہد کو حرام کرنا اس لیے نہیں کہ آپ کو علم نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ خود قرآن کریم نے بتادی تبتغی مرضاۃ ازواجک کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کی دلجوئی کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی وجہ کو پس پشت ڈال کر اپنی طرف سے عدم علم کو اس کا سبب قرار دینا ایک مومن کو تو ہرگز زیب نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ حق فہمی کی صلاحیت سلب کر لیتا ہے تو اسی قسم کے دلخراش الفاظ انسان کی زبان سے نکلتے ہیں: اللّٰھم انا نعوذبک من سخطک وسخط نبیک المکرم (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

2073- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي الْحَرَامِ يَمِينٌ وَّكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حرام قرار دینا قسم شمار ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''تمہارے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کی زندگی) بہترین نمونہ ہے۔''

بَابُ: خِيَارِ الْاَمَةِ اِذَا اُعْتِقَتْ

یہ باب ہے کہ جب کنیز آزاد ہو جائے تو اسے اختیار دینا

ولاء کی لغوی تشریح کا بیان

ولاء عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ "و، ل، ی" ہے ولی کا مطلب ہے دوست، مددگار، حلیف، قریبی، حامی اسی سے ولاء کا لفظ بنا ہے جس کا مطلب ہے دوستی، قربت، محبت، نصرت، حمایت۔ جب یہ لفظ ال کے اضافے کے ساتھ الولاء کے طور پر استعمال ہوتا ہے تو یہ ایک شرعی اصطلاح بن جاتی ہے جس کا مطلب یہ واضح کرنا ہے کہ مومن آدمی کو کس کس سے دوستی اور محبت کرنی چاہیے۔ الولاء کا لفظ شرعی اصطلاح میں اس قدر جامع ہے کہ اردو کے کسی ایک لفظ کے ساتھ اس کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی مشکل ہے، ہم نے اس کی ترجمانی کے لیے "دوستی" کا لفظ منتخب کیا ہے لیکن اس دوستی سے مراد وہ سرسری تعلقات نہیں جو عارضی مفادات یا بعض

2073، اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 4911 ورقم الحدیث: 5266 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3661 ورقم الحدیث 3662

دیگر وقتی اسباب کے تابع ہوتے ہیں بلکہ اس دوستی سے مراد وہ قلبی تعلق ہے جو ہمیشہ قائم رہے اور جس میں دلی محبت اور وفا کوٹ کوٹ کر بھری ہو سر سے خون کی ندیاں ہی کیوں نہ گزر جائیں لیکن اس دوستی میں ذرہ برابر فرق نہ آئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کی بیع اور اس کے ہبہ سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری: جلداول: رقم الحدیث 2387)

شہاب کہتے تھے کہ سنت جاری ہے اس بات پر جب غلام آزاد ہو جائے اس کا مال اسی کو ملے گا۔ امام مالک نے کہا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ غلام اور مکاتب جب مفلس ہو جائیں تو ان کے مالک اور ام ولد لے لیں گے مگر اولاد کو نہ لیں گے کیونکہ اولاد غلام کا مالک نہیں ہے۔

امام مالک نے کہا ہے اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ غلام جب بیچا جائے اور خریدار اس کے مالک لینے کی طرف کرلے تو اولاد اس میں داخل نہ ہوگی۔

امام مالک نے کہا ہے غلام اگر کسی کو زخمی کرے تو اس دیت میں وہ خود اور مال اس کا گرفت کیا جائے گا مگر اس کی اولاد سے مواخذہ نہ ہوگا۔ (موطا امام مالک: جلد اول: رقم الحدیث 1153)

یعنی ولاء کا معنی غلام یا لونڈی کا ترکہ جب وہ مرجائے تو اس کا آزاد کرنے والا اس کا وارث بنے۔ عرب میں غلام اور آقا کے اس تعلق کو بیچ کرنے یا ہبہ کرنے کا رواج تھا۔ شارع نے اس سے منع کر دیا۔ اس لیے کہ ولاء نسب کی طرح ہے جو کسی طور بھی زائل نہیں ہو سکتا۔ اس پر تمام فقہاء عراق اور حجاز کا اتفاق ہے۔ (حاشیہ، بخاری، کتاب العتاق)

2074- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اَعْتَقَتْ بَرِيْرَةَ فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَهَا زَوْجٌ حُرٌّ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے بریرہ کو آزاد کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار دیا حالانکہ اس کا شوہر آزاد شخص تھا۔

2075- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ عَبْدًا يُقَالُ لَهُ مُغِيْثٌ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ يَطُوْفُ خَلْفَهَا وَيَبْكِيْ وَدُمُوْعُهُ تَسِيْلُ عَلٰى خَدِّهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ يَا عَبَّاسُ اَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيْثٍ بَرِيْرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيْرَةَ مُغِيْثًا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَاجَعْتِيْهِ فَاِنَّهُ اَبُوْ وَلَدِكِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَاْمُرُنِيْ قَالَ اِنَّمَا اَشْفَعُ قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بریرہ کے شوہر غلام تھے۔ ان کا نام مغیث تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے وہ ان

2074- اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1154

2075- اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5283 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2231 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 5432

کے پیچھے روتے ہوئے جارہے تھے ان کی (آنکھوں سے) آنسو بہہ کر رخسار پر آرہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس! آپ کو حیرانگی نہیں ہورہی کہ مغیث بریرہ سے کتنی محبت کرتا ہے اور بریرہ مغیث سے کتنی نفرت کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے (بریرہ سے کہا) اگر تم اس کے پاس واپس چلی جاؤ؟ تو اس نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ مجھے حکم دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں سفارش کررہا ہوں تو اس نے عرض کی: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

2076- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَضَى فِىْ بَرِيْرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ خُيِّرَتْ حِيْنَ اُعْتِقَتْ وَكَانَ زَوْجُهَا مَمْلُوْكًا وَّكَانُوا يَتَصَدَّقُوْنَ عَلَيْهَا فَتُهْدِىْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَّهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ وَّقَالَ الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ

◆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں بریرہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں تین احکام سامنے آئے جب وہ آزاد ہوئی تو اسے اختیار دیا گیا جبکہ اس کا شوہر غلام تھا' لوگ اس کو صدقے کے طور پر کوئی چیز دیتے تھے' تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کردیتی تھی' نبی کریم ﷺ فرماتے۔

''یہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے تحفہ ہے''۔

(اور اس کے آزاد ہونے پر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ولاء کا حق' آزاد کرنے والے کو ملتا ہے۔

2077- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اُمِرَتْ بَرِيْرَةُ اَنْ تَعْتَدَّ بِثَلَاثِ حِيَضٍ

◆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں بریرہ رضی اللہ عنہا کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ تین حیض تک عدت بسر کرے۔

2078- حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ تَوْبَةَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اُذَيْنَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ بَرِيْرَةَ

◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو اختیار دیا تھا۔

شرح

حدیث کے ابتدائی الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ بریرہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی تھیں اس کے سبب تین شرعی احکام نافذ ہوئے پہلا حکم تو یہ کہ جب بریرہ آزاد ہوئی تو اسے اختیار دے دیا گیا کہ چاہے تو وہ اپنے خاوند کہ جس کا نام مغیث تھا کے نکاح میں رہے یا اس سے جدائی اور علیحدگی اختیار کرلے۔ یہ علماء کے یہاں "خیار عتق" کہلاتا ہے یعنی جو لونڈی کسی کے نکاح میں ہو تو آزاد ہونے کے بعد اسے اختیار ہے کہ چاہے تو خاوند کے نکاح میں رہے چاہے اس سے جدائی اختیار کرلے لیکن حضرت

2076: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2077: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2078: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ لونڈی کو یہ اختیار اس وقت حاصل ہوگا جب کہ اس کا خاوند غلام ہو حنفیہ کہتے ہیں کہ اس کا خاوند خواہ غلام ہو خواہ آزاد ہو وہ دونوں صورتوں میں مختار ہوگی۔ بریرہ کا خاوند مغیث غلام تھا جب بریرہ نے آزاد ہونے کے بعد اس سے جدائی اختیار کرلی گویا اسے قبول نہیں کیا تو مغیث بڑا ہی پریشان ہوا یہاں تک کہ وہ بریرہ کے عشق و فراق میں روتا اور فریاد کرتا پھرتا رہا مگر بریرہ نے اس کا کوئی اثر نہیں لیا اور اس سے علیحدہ ہی رہی۔

بریرہ کے سبب سے دوسرا حکم یہ نافذ ہوا کہ ولاء یعنی لونڈی کی میراث اس شخص کے لئے ہے جس نے اسے آزاد کیا ہوگا اس کی تفصیل یہ ہے کہ بریرہ ایک یہودی کی لونڈی تھی جس نے اسے مکاتب کر دیا تھا یعنی یہودی نے اسے یہ کہہ دیا تھا کہ جب تو اتنے درہم دے دے گی تو آزاد ہو جائے گی جب بریرہ مطلوبہ تعداد میں درہم فراہم کرنے سے عاجز ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ اگر وہ کچھ دے دیں تو اپنے مالک کو دے کر آزادی کا خلعت زیب تن کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اپنے مالک سے پوچھا اگر وہ تجھے بیچے تو میں خرید لیتی ہوں۔ بریرہ اپنے مالک کے پاس گئی اور اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خواہش بیان کی وہ فروخت کرنے پر تیار ہوگیا مگر اس نے یہ بھی کہا کہ میں اس شرط پر فروخت کرنے کے لئے تیار ہوں کہ ولاء یعنی بریرہ کی میراث کے ہم حقدار ہوں گے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہودی اس طرح کہتے ہیں اور ان کی یہ شرط ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودی غلط کہتے ہیں اور بکواس کرتے ہیں میراث کا حق اسی کو ہوتا ہے جو آزاد کرتا ہے عائشہ رضی اللہ عنہ تم اس سے خرید کر آزاد کردو اس کی میراث تمہارے لئے ہوگی، یہودیوں کی یہ شرط باطل ہے۔ تیسرا حکم جو بریرہ کے سبب سے نافذ ہوا اس کا ذکر حدیث کے آخر میں کیا گیا ہے اس کا حاصل اور مطلب یہ ہے کہ اگر مستحق زکوۃ کو زکوۃ کا مال دیا جائے اور مستحق زکوۃ وہ مال لے کر ایسے شخص کو دے دے جو زکوۃ کا مستحق نہیں ہے تو اس کے لئے یہ مال حلال و جائز ہوگا کیونکہ زکوۃ دینے والے نے تو ایک صحیح شخص اور مستحق کو مال دے دیا اور وہ مال اس مستحق زکوۃ کی ملکیت ہوگا اب وہ جس شخص کو بھی اپنا مال دے گا جائز اور درست ہوگا اصطلاح میں اسے "تملیک" کہا جاتا ہے جو جائز اور حلال ہے۔

بَابُ: فِي طَلَاقِ الْاَمَةِ وَعِدَّتِهَا

یہ باب ہے کہ کنیز کو ہونے والی طلاق اور اس کی عدت کا حکم

2079- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ شَبِيبٍ الْمُسْلِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيسَى عَنْ عَطِيَّةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَاقُ الْاَمَةِ اثْنَتَانِ وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

2079: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

''کنیز کو دو طلاقیں دی جائیں گی اور اس کی عدت دو حیض ہوگی''۔

2080- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ مُظَاهِرِ بْنِ اَسْلَمَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طَلَاقُ الْاَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ وَقُرْؤُهَا حَيْضَتَانِ قَالَ اَبُو عَاصِمٍ فَذَكَرْتُهُ لِمُظَاهِرٍ فَقُلْتُ حَدِّثْنِي كَمَا حَدَّثْتَ ابْنَ جُرَيْجٍ فَاَخْبَرَنِي عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طَلَاقُ الْاَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ وَقُرْؤُهَا حَيْضَتَانِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں کنیز کو دو طلاقیں دی جائیں گی اور اس کی عدت دو حیض ہو گی۔

ابو عاصم نامی راوی کہتے ہیں: میں نے اس روایت کا تذکرہ مظاہر نامی راوی سے کیا میں نے کہا آپ مجھے اسی طرح حدیث سنائیں جس طرح آپ نے ابن جریج کو سنائی تھی تو مظاہر نے قاسم کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا یہ کنیز کی طلاق دو طلاقیں ہوں گی اور اس کی عدت دو حیض ہوگی۔

شرح

اور باندی کو دو طلاقیں دی جاتی ہیں خواہ اس کا شوہر آزاد شخص ہو یا غلام ہو اور آزاد عورت کو تین طلاقیں دی جاتی ہیں خواہ اس کا شوہر آزاد شخص ہو یا غلام ہو۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں: طلاق کی تعداد میں مرد کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا' اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''طلاق مردوں کے حساب سے ہوتی ہے اور عدت عورتوں کے حساب سے ہوتی ہے''۔ (اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے) مالک ہونا ایک اعزاز ہے اور آدمیت اس کا تقاضا کرتی ہے اور آزاد شخص میں آدمیت کا مفہوم زیادہ کامل طور پر پایا جاتا ہے' لہٰذا اس میں مالک ہونے کا مفہوم زیادہ اور بلیغ ہوگا۔ ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''کنیز کی طلاقیں دو ہوتی ہیں اس کی عدت دو حیض ہوتی ہے''۔ ایک دلیل یہ ہے: بحلیت کا حلال ہونا اس کے حق میں ایک نعمت ہے اور غلام ہونا نعمتوں کے نصف کرنے میں اثر انداز ہوتا ہے' تاہم کیونکہ عقدہ کو حصوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا لہٰذا دو مکمل عقدے (اس کے حق میں لازم ہوں گے)۔ وہ روایت (جو امام شافعی کی طرف سے) نقل کی گئی ہے' اس کی تاویل یہ ہوگی: طلاق دینے کا اختیار مردوں کو ہوتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

باندی کے لئے دو طلاق ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لونڈی کی طلاق دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہے۔ محمد بن یحییٰ کہتے ہیں کہ ہم کو اس حدیث کی خبر ابو عاصم نے دی اور انہوں نے مظاہر سے روایت کی اس باب میں عبداللہ بن عمر سے بھی روایت ہے حدیث عائشہ غریب ہے ہم اسے صرف مظاہر بن اسلم کی روایت سے مرفوع جانتے ہیں اور ان کی اس کے علاوہ کوئی حدیث نہیں۔ علماء صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کا اسی حدیث پر عمل ہے سفیان، ثوری،

2080- اخرجہ ابو داؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 2189' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1182

شافعی، احمد، اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول، رقم الحدیث 1192)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باندی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کے قروء حیض ہیں ابوعاصم کہتے ہیں کہ مظاہر نے حدیث قاسم حضرت عائشہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا مگر اس میں (بجائے قروھا حیضتان کے) وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ ہے ابوداؤد نے کہا یہ حدیث مجہول ہے۔ (سنن ابوداؤد، جلد دوم رقم الحدیث 426)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے خاوند والی عورت تجھ پر حرام ہے لیکن جسے تو اپنے مال سے خریدے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ لونڈی کو بیچنا اسکی طلاق ہے۔ (تفسیر درمنثور)

امام ابن جریر نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب لونڈی کو بیچ دیا جائے جبکہ اس کا خاوند بھی ہو تو اس کا آقا اس کے بضعہ (وطی کا محل) کا زیادہ حقدار ہے۔ (تفسیر طبری، روایت 7139)

امام ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے لونڈی کی طلاق کی چھ صورتیں ہیں (مالک کا) اس کو بیچنا اسکی طلاق ہے، اس کو آزاد کرنا اسکی طلاق ہے، (مالک کا) اس کو (اپنے باپ یا بھائی کو) ہبہ کرنا (تحفتاً دے دینا) اسکی طلاق ہے، اس کی برات اس کی طلاق ہے، اس کے خاوند کی طلاق اس کو طلاق ہے۔ (تفسیر طبری، روایت، 7135)

باندی کی دو طلاقوں میں شوافع و احناف کا اختلاف کا بیان

امام شافعی اس بات کے قائل ہیں۔ طلاق میں مرد کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا یعنی اگر مرد آزاد ہوگا تو اسے تین طلاقیں دینے کا اختیار ہوگا اور اگر وہ غلام ہوگا تو اسے دو طلاقیں دینے کا اختیار ہوگا۔

امام شافعی نے اپنے مؤقف کی تائید میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پیش کیا ہے۔ ''طلاق کا تعلق مردوں سے ہے اور عدت کا تعلق خواتین سے ہے''۔ امام شافعی نے عقلی دلیل یہ پیش کی ہے۔ مالک ہونا ایک خوبی ہے جو انسان کے ساتھ مخصوص ہے اور آزاد شخص میں یہ مفہوم مکمل طور پر پایا جاتا ہے اسی لئے (طلاق کا) مالک ہونا بھی اسی میں کامل طور پر پایا جائے گا اور وہ تین طلاقیں دینے کا حق ہے اس کے برعکس غلام میں ملکیت کا عنصر کم ہوتا ہے اس لئے وہ کم طلاقوں کا مالک ہوگا۔

احناف یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کنیز کو دو طلاقیں ہوں گی اور اس کی عدت دو حیض ہے''۔ اس کی عقلی دلیل یہ ہے: محل کا حلال ہونا عورت کے حق میں نعمت ہے اور غلام ہونا نعمت کو نصف کر دیتا ہے۔ البتہ کیونکہ طلاق کو اجزاء میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا اس لئے پوری دو طلاقیں ہوں گی۔ امام شافعی نے جو اپنے مؤقف کی تائید میں حدیث پیش کی تھی اس کا جواب یہ ہے: طلاق دینے کا حق مردوں کو حاصل ہے۔ اگر امام شافعی کے مؤقف کو درست تسلیم کر لیا جائے کہ طلاق کی تعداد میں مرد کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا تو پھر ان کے پاس اس حدیث کا کوئی جواب نہیں ہوگا جو احناف نے اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کی ہے۔ ''کنیز کو دو طلاقیں ہوں گی اور اس کی عدت دو حیض ہے''۔

بَابُ: طَلَاقِ الْعَبْدِ

یہ باب غلام کے طلاق کے بیان میں ہے

2081- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ اَيُّوبَ الْغَافِقِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ سَيِّدِي زَوَّجَنِي اَمَتَهُ وَهُوَ يُرِيدُ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنِي وَبَيْنَهَا قَالَ فَصَعِدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ مَا بَالُ اَحَدِكُمْ يُزَوِّجُ عَبْدَهُ اَمَتَهُ ثُمَّ يُرِيدُ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا اِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ اَخَذَ بِالسَّاقِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے آقا نے میری شادی اپنی کنیز کے ساتھ کر دی ہے' وہ یہ چاہتا ہے' میرے اور اس عورت کے درمیان علیحدگی کروادے۔

راوی کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! کیا وجہ ہے' کوئی شخص اپنے غلام کی شادی اپنی کنیز کے ساتھ کر دیتا ہے پھر وہ یہ چاہتا ہے' دونوں کے درمیان علیحدگی کروادے' طلاق کا حق اسے حاصل ہوگا' جو پنڈلی کو پکڑتا ہے''۔

شرح

اور جب کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے ساتھ کسی عورت کے ساتھ شادی کر لے اور پھر اس عورت کو طلاق دیدے' تو اس عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی' لیکن اگر اس کا آقا اس غلام کی بیوی کو طلاق دیدے' تو یہ واقع نہیں ہوگی' کیونکہ نکاح کی ملکیت غلام کا حق ہے' لہٰذا یہ ساقط بھی غلام کی طرف سے ہوگا آقا کی طرف سے نہیں ہوگا۔

بَابُ: مَنْ طَلَّقَ اَمَةً تَطْلِيقَتَيْنِ ثُمَّ اشْتَرَاهَا

یہ باب ہے کہ جو شخص اپنی کنیز کو دو طلاقیں دینے کے بعد پھر اسے خرید لے

2082- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ زَنْجُوَيْهِ اَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُعَتِّبٍ عَنْ اَبِي الْحَسَنِ مَوْلٰى بَنِي نَوْفَلٍ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ تَطْلِيقَتَيْنِ ثُمَّ اُعْتِقَا يَتَزَوَّجُهَا قَالَ نَعَمْ فَقِيلَ لَهُ عَمَّنْ قَالَ قَضٰى بِذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ لَقَدْ تَحَمَّلَ اَبُو الْحَسَنِ هٰذَا صَخْرَةً عَظِيمَةً عَلٰى عُنُقِهِ

◆◆ ابوالحسن بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے غلام کے بارے میں دریافت کیا گیا جو اپنی بیوی کو

2081 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2082 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2187' ورقم الحدیث: 2188' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3427' ورقم الحدیث 3428

دوطلاقیں دے دیتا ہے پھر وہ دونوں آزاد ہوجاتے ہیں تو کیا وہ غلام اس عورت کے ساتھ شادی کرسکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! ان سے دریافت کیا گیا: آپ کس حوالے سے یہ بات کہتے ہیں: انہوں نے بتایا: نبی کریم ﷺ نے یہ فیصلہ دیا ہے۔

امام عبدالرزاق کہتے ہیں: عبداللہ بن مبارک نے یہ بات بیان کی ہے' ابوالحسن نے یہ روایت بیان کر کے ایک بڑا پتھر اپنی گردن پر رکھ لیا ہے۔

بَابُ: عِدَّةِ أُمِّ الْوَلَدِ

یہ باب ام ولد کی عدت کے بیان میں ہے

2083- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي عَرُوبَةَ عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ عَنْ قَبِيصَةَ ابْنِ ذُؤَيْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لَا تُفْسِدُوا عَلَيْنَا سُنَّةَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَّةُ اُمِّ الْوَلَدِ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا

◆◆ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم ہمارے نبی ﷺ کی سنت کو ہمارے لیے خراب نہ کرو ام ولد کی عدت چار ماہ دس دن ہوتی ہے۔

باندی کی عدت میں مذاہب فقہاء کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ اسی طرح لونڈی کی عدت بھی اتنی نہیں، اس کی عدت اس سے آدھی ہے یعنی دو مہینے اور پانچ راتیں، جمہور کا مذہب یہی ہے جس طرح لونڈی کی حد بہ نسبت آزاد عورت کے آدھی ہے اسی طرح عدت بھی۔ محمد بن سیرین اور بعض علماء ظاہر یہ لونڈی کی اور آزاد عورت کی عدت میں برابری کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل ایک تو اس آیت کا عموم ہے، دوسرے یہ کہ عدت ایک جلی امر ہے جس میں تمام عورتیں یکساں ہیں۔ حضرت سعید ابن میسب ابوالعالیہ وغیرہ فرماتے ہیں اس عدت میں حکمت یہ ہے کہ اگر عورت کو حمل ہوگا تو اس مدت میں بالکل ظاہر ہوجائے گا۔

حضرت ابن مسعود کی بخاری ومسلم والی مرفوع حدیث میں ہے کہ انسان کی پیدائش کا یہ حال ہے کہ چالیس دن تک تو رحم مادر میں نطفہ کی شکل میں ہوتا ہے، پھر خون بستہ کی شکل چالیس دن تک رہتی ہے پھر چالیس دن تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے اور وہ اس میں روح پھونکتا ہے۔ تو یہ ایک سو بیس دن ہوئے جس کے چار مہینے ہوئے، دس دن احتیاطاً اور رکھ دیے کیونکہ بعض مہینے انتیس دن کے بھی ہوتے ہیں اور جب روح پھونک دی گئی تو اب بچہ کی حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور حمل بالکل ظاہر ہوجاتا ہے۔ اس لئے اتنی عدت مقرر کی گئی۔

سعید بن میسب فرماتے ہیں دس دن اس لئے ہیں کہ روح انہی دس دنوں میں پھونکی جاتی ہے۔ ربیع بن انس بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت امام احمد سے ایک روایت میں یہ بھی مروی ہے تاکہ جس لونڈی سے بچہ ہوجائے اس کی عدت بھی آزاد عورت کے برابر

2083 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2309

ہے اس لئے کہ وہ فراش بن گئی اور اس لئے بھی کہ مسند احمد میں حدیث ہے۔ حضرت عمرو بن عاص نے فرمایا لوگو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر خلط ملط نہ کرو۔ اولاد والی لونڈی کی عدت جبکہ اس کا سردار فوت ہو جائے چار مہینے اور دس دن ہیں۔ یہ حدیث ایک اور طریق سے بھی ابوداؤد میں مروی ہے۔ امام احمد اس حدیث کو منکر بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے ایک راوی قبیصہ نے اپنے استاد عمر سے یہ روایت نہیں سنی۔

حضرت سعید بن مسیب مجاہد، سعید بن جبیر، حسن بن سیرین، ابن عیاض زہری اور عمرو بن عبدالعزیز کا یہی قول ہے۔ یزید بن عبدالملک بن مروان جو امیر المومنین تھے، یہی حکم دیتے تھے۔ اوزاعی، اسحاق بن راہویہ اور احمد بن حنبل بھی ایک روایت میں یہی فرماتے ہیں لیکن طاؤس اور قتادہ اس کی عدت بھی آدھی بتلاتے ہیں یعنی دو ماہ پانچ راتیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھ حسن بن صالح بن حی فرماتے ہیں دو حیض عدت گزارے، حضرت علی ابن مسعود، عطاء اور ابراہیم نخعی کا قول بھی یہی ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی مشہور روایت یہ ہے کہ اس کی عدت ایک حیض ہی ہے۔ ابن عمر، شعبی، مکحول، لیث، ابوعبید، ابوثور اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ حضرت لیث فرماتے ہیں کہ اگر حیض کی حالت میں اس کا سید فوت ہوا ہے تو اسی حیض کا ختم ہو جانا اس کی عدت کا ختم ہو جانا ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں اگر حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے عدت گزارے۔ امام شافعی اور جمہور فرماتے ہیں ایک مہینہ اور تین دن مجھے زیادہ پسند ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ، ۲۳۴)

بَابُ: كَرَاهِيَةِ الزِّينَةِ لِلْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا

یہ باب ہے کہ بیوہ عورت کے لیے زیب وزینت اختیار کرنا حرام ہے

2084- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنْبَأَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْنَبَ ابْنَةَ أُمِّ سَلَمَةَ تُحَدِّثُ أَنَّهَا سَمِعَتْ أُمَّ سَلَمَةَ وَأُمَّ حَبِيبَةَ تَذْكُرَانِ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ ابْنَةً لَهَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا فَاشْتَكَتْ عَيْنُهَا فَهِيَ تُرِيدُ أَنْ تَكْحَلَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عِنْدَ رَأْسِ الْحَوْلِ وَإِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

سیدہ زینب بنت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی میری بیٹی کا شوہر انتقال کر گیا ہے میری بیٹی کی آنکھوں میں تکلیف ہے وہ عورت یہ چاہتی تھی کہ اس لڑکی کو سرمہ لگائے' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے کوئی عورت ایک سال گزرنے کے بعد مینگنی پھینکتی تھی (یعنی اس کی عدت ایک سال گزر جانے کے بعد پوری ہوتی تھی) یہ تو چار ماہ دس دن ہیں۔

2084 اخرجہ بخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5336 ' ورقم الحدیث: 5706 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3709 ' ورقم الحدیث 3711 ' ورقم الحدیث 3713 ' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2299 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1197 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 3501 ' ورقم الحدیث 3540 ' ورقم الحدیث: 3541 ' ورقم الحدیث 3542 ' ورقم الحدیث: 3543

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ طلاق رجعی کی عدت میں عورت بناؤ سنگار کرے جبکہ شوہر موجود ہو اور عورت کو رجعت کی امید ہو اور اگر شوہر موجود نہ ہو یا عورت کو معلوم ہو کہ رجعت نہ کریگا تو تزیّن نہ کرے۔ اور طلاق بائن اور وفات کی عدت میں زینت حرام ہے اور مطلقہ رجعیہ کو سفر میں نہ لیجائے بلکہ سفر سے کم مسافت تک بھی نہ لیجائے جب تک رجعت پر گواہ نہ قائم کرلے یہ اُس وقت ہے کہ شوہر نے صراحۃً رجعت کی نفی کی ہو ورنہ سفر میں لے جانا ہی رجعت ہے۔ (درمختار، کتاب طلاق)

ایام عدت میں زیب وزینت پر فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری لڑکی کا خاوند مرگیا ہے جس کی دلیل سے وہ عدت میں ہے اور اس کی آنکھیں دکھتی ہیں تو کیا میں اس کی آنکھوں میں سرمہ لگادوں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس عورت نے یہ دو بار یا تین بار پوچھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار یہی جواب دیتے تھے کہ نہیں پھر فرمایا کہ عدت چار مہینہ اور دس دن ہے جب کہ ایام جاہلیت میں تم میں کی ایک عورت یعنی بیوہ سال بھر کے بعد مینگنیاں پھینکتی تھی (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 524)

یہ حدیث بظاہر امام احمد کی دلیل ہے کہ کیونکہ ان کے نزدیک اس عورت کو سرمہ لگانا جائز نہیں ہے جس کا خاوند مرگیا ہو اور وہ عدت میں بیٹھی ہو خواہ آنکھیں دکھنے کی دلیل سے اس کو سرمہ لگانے کی ضرورت ہو اور خواہ وہ محض زینت یا عادت کی بناء پر لگانا چاہے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک مجبوری کی حالت میں مثلاً آنکھ دکھنے کی صورت میں سرمہ لگانا جائز ہے اور حضرت امام شافعی بھی آنکھیں دکھنے کی صورت میں سرمہ لگانے کی اجازت دیتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ رات میں لگائے اور دن میں پونچھ لے۔

اس حدیث کے بارے میں حنفی علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس عورت نے زینت کے لئے سرمہ لگانا چاہا ہوگا مگر بہانہ کیا ہوگا آنکھ دکھنے کا اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوگا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمہ لگانے کی اجازت دینے سے انکار فرمادیا ہے۔

حدیث کے آخری جملہ کی وضاحت یہ ہے کہ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ جس عورت کا خاوند مرجاتا وہ ایک تنگ وتاریک کوٹھری میں بیٹھی رہتی اور بہت خراب کپڑے جو اکثر وبیشتر ٹاٹ اور نمدے کی صورت میں ہوتا تھا پہنے رہا کرتی تھی زینت کی کوئی چیز استعمال نہیں کرتی تھی خوشبو بھی نہیں لگاتی تھی غرض کہ پورے ایک سال تک اسی حالت میں رہتی پھر جس دن سال ختم ہوتا اس دن اس کے پاس گدھا یا بکری اور یا کوئی بھی جانور و پرندہ لایا جاتا جس سے وہ اپنی شرمگاہ رگڑتی اور اس کے بعد اس کوٹھری سے باہر نکلتی پھر اس کے ہاتھ میں چند مینگنیاں دی جاتیں جن کو وہ پھینکتی اور اس کے ساتھ ہی عدت سے نکل آتی۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رسم کی طرف اشارہ فرمایا کہ پچھلے زمانہ میں عدت کی مدت بھی بہت زیادہ تھی اور اس میں خرابیاں اور پریشانیاں بھی بہت تھیں جب کہ اسلام میں عدت کی مدت بھی بہت کم ہے یعنی چار مہینہ دس دن زیادہ تھی اور اس میں خرابی اور

پریشانی بھی نہیں ہے تو پھر اتنا اضطراب کیوں ہے؟

حضرت ام سلمہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں روایت کرتی ہیں کہ جب میرے پہلے شوہر ابوسلمہ کا انتقال ہوا اور میں عدت میں بیٹھی ہوئی تھی تو ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اس وقت میں نے اپنے منہ پر ایلوا لگا رکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ ام سلمہ یہ کیا ہے یعنی تم نے عدت کے دنوں میں منہ پر یہ کیا لگا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ تو ایلوا ہے جس میں کسی قسم کی کوئی خوشبو نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مگر ایلوا چہرے کو جوان بنا دیتا ہے یعنی ایلوا لگانے سے چہرہ چمکدار ہو جاتا ہے اور اسکا رنگ نکھر جاتا ہے لہٰذا تم اس کو نہ لگاؤ ہاں اگر کسی دلیل سے لگانا ضروری ہی ہو تو) رات میں لگا لو اور دن میں صاف کر ڈالو کیونکہ رات میں استعمال کرنے سے بناؤ سنگار کا گمان ہوتا ہے) اسی طرح خوشبودار کنگھی بھی نہ کرو اور نہ مہندی کے ساتھ کنگھی کرو کیونکہ مہندی سرخ رنگ لئے ہوتی ہے اور اس میں خوشبو ہوتی ہے جب کہ یہ سوگ کی حالت میں ممنوع ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر میں کس چیز کے ساتھ کنگھی کروں یعنی اپنے بالوں کو کس چیز سے صاف کروں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیری کے پتوں کے ساتھ کنگھی کرو اور ان پتوں سے اپنے سر کو غلاف کی طرح ڈھانپ لو یعنی بیری کے پتے اپنے سر پر اتنی مقدار میں ڈالو کہ وہ تمہارے سر کو غلاف کی طرح ڈھانپ لیں۔

(ابوداؤد ونسائی، مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 527)

خوشبودار تیل کے بارے میں تو علماء کا اتفاق واجماع ہے کہ عدت والی عورت اس کا استعمال نہ کرے البتہ بغیر خوشبو کے تیل مثلاً روغن زیتون وتل کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی تو بغیر خوشبو کا تیل لگانے بھی منع کرتے ہیں البتہ ضرورت ومجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دیتے ہیں اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ حضرت امام احمد اور علماء ظواہر نے عدت والی عورت کے لئے ایسے تیل کے استعمال کو جائز رکھا ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔

اور حضرت ام سلمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کا خاوند مر جائے وہ نہ کسم میں رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ گیرہ میں رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ زیور پہنے نہ ہاتھ پاؤں اور بالوں پر مہندی لگائے اور نہ سرمہ لگائے۔

(ابوداؤد ونسائی

اگر سیاہ اور خاکستری رنگ کے کپڑے پہنے تو کوئی مضائقہ نہیں اسی طرح کسم میں زیادہ دنوں کا رنگا ہوا کپڑا کہ جس سے خوشبو نہ آتی ہو پہننا بھی درست ہے ہدایہ میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا عورت کو کسی عذر مثلاً کھجلی یا جوئیں یا کسی بیماری کی دلیل سے ریشمی کپڑا پہننا بھی جائز ہے۔

حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں نے اپنی والدہ حضرت ام سلمہ سے سنا وہ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری لڑکی کا شوہر فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھیں دکھتی ہیں کیا ہم اسے سرمہ لگا سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا نہیں۔ پھر فرمایا یہ چار ماہ دس دن ہیں اور زمانہ جاہلیت میں تم ایک سال گزارنے پر اونٹ کی مینگنیاں پھینکتی تھیں اس باب میں فریعہ بنت مالک بن سنان (جو ابوسعید خدری کی بہن ہیں) اور

حفصہ بنت عمر سے بھی روایت ہے حدیث زینب حسن صحیح ہے صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ جس کا شوہر فوت ہو جائے وہ خوشبو اور زیبائش سے پرہیز کرے۔ سفیان ثوری، مالک، شافعی، احمد، اسحاق کا یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول۔ رقم الحدیث **1209**)

رجوع وامساک کے فقہی احکام

عدت والی عورتوں کی عدت جب پوری ہونے کے قریب پہنچ جائے تو ان کے خاوندوں کو چاہئے کہ دو باتوں میں سے ایک کرلیں یا تو انہیں بھلائی اور سلوک کے ساتھ اپنے ہی نکاح میں روک رکھیں یعنی طلاق جو دی تھی اس سے رجوع کر کے باقاعدہ اس کے ساتھ بود و باش رکھیں یا انہیں طلاق دے دیں، لیکن برا بھلا کہے بغیر گالی گلوچ دیئے بغیر سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ بغیر بھلائی اچھائی اور خوبصورتی کے ساتھ۔ (یہ یاد رہے کہ رجعت کا اختیار اس وقت ہے جب ایک طلاق ہوئی ہو یا دو ہوئی ہوں) پھر فرمایا ہے اگر رجعت کا ارادہ ہو اور رجعت کرو یعنی لوٹا لو تو اس پر دو عادل مسلمان گواہ رکھ لو، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اس سے جماع کرتا ہے نہ طلاق پر گواہ رکھتا ہے نہ رجعت پر تو آپ نے فرمایا اس نے خلاف سنت طلاق دی اور خلاف سنت رجوع کیا طلاق پر بھی گواہ رکھنا چاہئے اور رجعت پر بھی، اب دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

حضرت عطار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں نکاح، رجعت بغیر دو عادل گواہوں کے جائز نہیں جیسے فرمان اللہ ہے ہاں مجبوی ہو تو اور بات ہے، پھر فرماتا ہے گواہ مقرر کرنے اور سچی شہادت دینے کا حکم انہیں ہو رہا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں اللہ کی شریعت کے پابند اور عذاب آخرت سے ڈرنے والے ہوں۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں رجعت پر گواہ رکھنا واجب ہے گو آپ سے ایک دوسرا قول بھی مروی ہے اسی طرح نکاح پر گواہ رکھنا بھی آپ واجب بتاتے ہیں ایک اور جماعت کا بھی یہی قول ہے، اس مسئلہ کو ماننے والی علماء کرام کی جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ رجعت زبانی کہے بغیر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ گواہ رکھنا ضروری ہے اور جب تک زبان سے نہ کہے گواہ کیسے مقرر کئے جائیں گے پھر فرماتا ہے کہ جو شخص احکام اللہ بجالائے اس کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے مخلصی پیدا کر دیتا ہے ایک اور جگہ ہے اس طرح رزق پہنچاتا ہے کہ اس کے خواب وخیال میں بھی نہ ہو۔

مسند احمد میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا اے ابوذر اگر تمام لوگ صرف اسے ہی لے لیں تو کافی ہے، پھر آپ نے بار بار اس کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ مجھے اونگھ آنے لگی پھر آپ نے فرمایا ابوذر تم کیا کرو گے جب تمہیں مدینہ سے نکال دیا جائے گا؟ جواب دیا کہ میں اور کشادگی اور رحمت کی طرف چلا جاؤں گا یعنی مکہ شریف کو، وہیں کا کبوتر بن کر رہ جاؤں گا، آپ نے فرمایا پھر کیا کرو گے جب تمہیں وہاں سے بھی نکالا جائے؟ میں نے کہا شام کی پاک زمین میں چلا جاؤں گا فرمایا جب شام سے نکالا جائے گا تو کیا کرے گا؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ پیغمبر بنا کر بھیجا ہے پھر تو اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھ کر مقابلہ پر اتر آؤں گا،

آپ نے فرمایا کیا میں تجھے اس سے بہتر ترکیب بتاؤں؟ میں نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ارشاد ہو فرمایا سنتا رہ اور مانتا رہ اگر چہ حبشی غلام ہو، ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں بہت ہی جامع آیت (ترجمہ) ہے اور سب سے زیادہ کشیادگی کا وعدہ اس آیت (ترجمہ) الخ، میں ہے،

مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص بکثرت استغفار کرتا رہے اللہ تعالیٰ اسے ہر غم سے نجات اور ہر تنگی سے فراخی دے گا اور ایسی جگہ سے رزق پہنچائے گا جہاں کا اسے خیال وگمان تک نہ ہو، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے ہر کرب وتنگی سے نجات دے گا، ربیع فرماتے ہیں لوگوں پر کام بھاری ہو اس پر آسان ہو جائے گا، حضرت عکرمہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اللہ کے حکم کے مطابق طلاق دے گا اللہ اسے نکاسی اور نجات دے گا، ابن مسعود وغیرہ سے مروی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ اگر چاہے دے اگر نہ چاہے نہ دے،

حضرت قتادہ فرماتے ہیں تمام امور کے شبہ سے اور موت کی تکلیف سے بچالے گا اور روزی ایسی جگہ سے دے گا جہاں کا گمان بھی نہ ہو، حضرت سدی فرماتے ہیں یہاں اللہ سے ڈرنے کی یہ معنی ہیں کہ سنت کے مطابق طلاق دے اور سنت کے مطابق رجوع کرے، آپ فرماتے ہیں حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے صاجزادے کو کفار گرفتار کر کے لے گئے اور انہیں جیل خانہ میں ڈال دیا ان کے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکثر آتے اور اپنے بیٹے کی حالت اور حاجت مصیبت اور تکلیف بیان کرتے رہتے آپ انہیں صبر کرنے کی تلقین کرتے اور فرماتے عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے چھٹکارے کی سبیل بنادے گا، تھوڑے دن گذرے ہوں گے کہ ان کے بیٹے دشمنوں میں سے نکل بھاگے راستہ میں دشمنوں کی بکریوں کا ریوڑ مل گیا جسے اپنے ساتھ ہنکالائے اور بکریاں لئے ہوئے اپنے والد کی خدمت میں جا پہنچے پس یہ آیت اتری کہ متقی بندوں کو اللہ نجات دے دیتا ہے اور اس کا گمان بھی نہ ہو وہاں سے اسے روزی پہنچاتا ہے، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ گناہ کی دلیل سے انسان اپنی روزی سے محروم ہو جاتا ہے تقدیر کو لوٹانے والی چیز صرف دعا ہے عمر میں زیادتی کرنے والی چیز صرف نیکی اور خوش سلوکی ہے۔

سیرت ابن اسحٰق میں ہے کہ حضرت مالک بن اشجعی رضی اللہ عنہ کے لڑکے حضرت عوف رضی اللہ عنہ جب کافروں کی قید میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے کہلوا دو کہ بکثرت (ترجمہ) پڑھتا رہے، ایک دن اچانک بیٹھے بیٹھے ان کی قید کھل گئی اور یہ وہاں سے نکل بھاگے اور ان لوگوں کی ایک اونٹنی ہاتھ لگ گئی جس پر سوار ہو لئے راستے میں ان کے اونٹوں کے ریوڑ ملے انہیں بھی اپنے ساتھ ہنکالائے وہ لوگ پیچھے دوڑے لیکن یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے سیدھے اپنے گھر آئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی باپ نے آواز سن کر فرمایا اللہ کی قسم یہ تو عوف ہے ماں نے کہا ہائے وہ کہاں وہ تو قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا ہوگا اب دونوں ماں باپ اور خادم دروازے کی طرف دوڑے دروازہ کھولا تو ان کے لڑکے حضرت عوف رضی اللہ عنہ ہیں اور تمام انگنائی اونٹوں سے بھری پڑی ہے پوچھا کہ یہ اونٹ کیسے ہیں انہوں نے واقعہ بیان فرمایا کہا اچھا ٹھہرو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بابت مسئلہ دریافت کرآؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب تمہارا مال ہے جو چاہو کرو اور یہ آیت اتری کہ اللہ سے ڈرنے والوں کی مشکل اللہ آسان کرتا ہے اور بے گمان روزی پہنچاتا ہے، ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے جو شخص ہر طرف سے کھچ کر اللہ کا ہو جائے

اللہ اس کی ہر مشکل میں اسے کفایت کرتا ہے اور بغیر گمان روزیاں دیتا ہے اور جو اللہ سے ہٹ کر دنیا ہی کا ہو جائے اللہ بھی اسے اسی کے حوالے کر دیتا ہے،

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے جو آپ نے فرمایا بچے میں تمہیں چند باتیں سکھاتا ہوں سنو تم اللہ کو یاد رکھو وہ تمہیں یاد رکھے گا اللہ کے احکام کی حفاظت کرو تو اللہ کو اپنے پاس بلکہ اپنے سامنے پاؤں گے جب کچھ مانگنا ہو اللہ ہی سے مانگو جب مدد طلب کرنی ہو اسی سے مدد چاہو تمام امت مل کر تمہیں نفع پہنچانا چاہے اور اللہ کو منظور نہ ہو تو ذرا سا بھی نفع نہیں پہنچا سکتی اور اسی طرح سارے کے سارے جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو بھی نہیں پہنچا سکتے اگر تقدیر میں نہ لکھا ہو قلمیں اٹھ چکیں اور صحیفے خشک ہو گئے، ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے،

امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں مسند احمد کی اور حدیث میں ہے جسے کوئی حاجت ہو اور وہ لوگوں کی طرف لے جائے تو بہت ممکن ہے کہ وہ سختی میں پڑ جائے اور کام مشکل ہو جائے اور جو اپنی حاجت اللہ کی طرف لے جائے اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مراد پوری کرتا ہے یا تو جلدی اسی دنیا میں ہی یا دیر کے ساتھ موت کے بعد۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے قضا اور احکام جس طرح اور جیسے چاہے اپنی مخلوق میں پورے کرنے والا اور اچھی طرح جاری کرنے والا ہے۔ ہر چیز کا اس نے اندازہ مقرر کیا ہوا ہے جیسے اور جگہ ہے (ترجمہ) ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

بَابُ: هَلْ تُحِدُّ الْمَرْاَةُ عَلٰى غَيْرِ زَوْجِهَا

یہ باب ہے کہ کیا عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کے لیے بھی سوگ کرے گی؟

سوگ کے معنی ومفہوم کا بیان

سوگ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بناؤ سنگھار ترک کر دے اور خوشبو وسرمہ وغیرہ لگانے سے پرہیز کرے چنانچہ یہ سوگ کرنا کسی دوسری میت پر تو تین دن سے زیادہ جائز نہیں ہے۔ لیکن اپنے شوہر کی وفات پر چار مہینے دس دن تک یعنی ایام عدت میں سوگ کرنا واجب ہے۔

اب رہی یہ بات کہ چار مہینے دس دن یعنی عدت کی مدت کی ابتداء کب سے ہوگی تو جمہور علماء کے نزدیک اس مدت کی ابتداء خاوند کی موت کے بعد سے ہوگی لیکن حضرت علی اس کے قائل تھے کہ عدت کی ابتداء اس وقت سے ہوگی جس وقت کہ عورت کو خاوند کے انتقال کی خبر ہوئی ہے لہذا اگر کسی عورت کا خاوند کہیں باہر سفر وغیرہ میں مر گیا اور اس عورت کو اس کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ چار مہینے دس دن گزر گئے تو جمہور علماء کے نزدیک عدت پوری ہوگئی جب کہ حضرت علی کے قول کے مطابق اس کی عدت پوری نہیں ہوگی بلکہ اس کو خبر ہونے کے وقت سے چار مہینے دس دن تک عدت میں بیٹھنا ہوگا۔

حضرت ام عطیہ کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے ہاں

اپنے شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن تک سوگ کرے اور ان ایام یعنی زمانہ عدت میں عصب کے علاوہ نہ تو کوئی رنگین کپڑا پہنے نہ سرمہ لگائے اور نہ خوشبو لگائے البتہ حیض سے پاک ہوتے وقت تھوڑا سا قسط یا اظفار استعمال کرے تو قباحت نہیں۔ (بخاری، مسلم)

(وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ. (البقرہ، ۲۳۵)

اور تم پر گناہ نہیں اس میں کہ اشارۃً عورتوں کے نکاح کا پیغام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو، اللہ (عزوجل) کو معلوم ہے کہ تم اُن کی یاد کرو گے ہاں اُن سے خفیہ وعدہ مت کرو مگر یہ کہ اُتنی ہی بات کرو جو شرع کے موافق ہے۔ اور عقد نکاح کا پکا ارادہ نہ کرو جب تک کتاب کا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ جائے اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) اُس کو جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے تو اُس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) بخشنے والا، حلم والا ہے۔

سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ عدت کے دوران ایسی عورتوں سے اشارہ وکنایہ میں نکاح کا پیغام دینے میں کوئی حرج نہیں، مثلاً یہ کہے کہ مجھے اپنے گھر سنبھالنے کے لئے ایک شریف عورت کی ضرورت ہے، یا یہ کہ آپ جیسی کوئی اچھی خاتون مجھے مل جاتی تو میرے گھر کا نظام بہت اچھی طرح چلتا، یا یہ کہ مجھے کسی وفا شعار شریک حیات کی ضرورت ہے، وغیرہ وغیرہ، سو اصل تو یہی ہے کہ دوران عدت اس طرح کے کسی اشارہ وکنایہ کی بھی اجازت نہ ہوتی، لیکن انسانی فطرت، اور اس کے طبعی میلان کی رعایت میں اسکی اجازت دے دی گئی اسی لئے ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم لوگ ان عورتوں کو یاد کرو گے اس لئے تمہارے اس فطری میلان ورحجان کی بناء پر تم کو اس کی اجازت دے دی گئی، لیکن بات صرف اشارہ وکنایہ ہی کی حد تک رہے۔ اس سے آگے بڑھ کر کہیں ان سے کوئی خفیہ عہد و پیمان نہ کر لینا کہ اس سے آگے کئی طرح فتنے جنم لے سکتے ہیں اور مختلف قسم کی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں، والعیاذ باللہ العظیم ،خطبہ کا لفظ جب حرف خاء کے پیش کے ساتھ ہو تو اس کے معنی خطاب کے آتے ہیں جیسا کہ جمعے کا خطبہ وغیرہ اور جب یہ اس کے زیر کے ساتھ ہو جیسا کہ یہاں ہے تو اس کے معنی منگنی کے آتے ہیں۔

اس لئے اس کے یہاں صرف ظاہرداری سے کام نہیں چل سکتا۔ بلکہ وہاں پر دلوں کے ارادوں اور نیتوں کو درست رکھنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ اپنے دلوں کے ارادوں کو بھی درست رکھنا۔

2085- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں کسی بھی عورت کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ شوہر کا حکم مختلف ہے۔

2085: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3719

2086-حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِي عُبَيْدٍ عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ

◆◆ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی بھی عورت کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے وہ کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ شوہر کا حکم مختلف ہے۔

2087-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُحِدُّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا امْرَاَةٌ تُحِدُّ عَلٰى زَوْجِهَا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَّلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَّلَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَطَيَّبُ اِلَّا عِنْدَ اَدْنٰى طُهْرِهَا بِنُبْذَةٍ مِّنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ

◆◆ سیدہ اُمِّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عورت کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے البتہ شوہر کے مرنے پر چار ماہ دس دن سوگ ہوگا اور (سوگ کے دوران) خواتین رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنیں البتہ یمن کے مخصوص رنگے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہیں۔ سرمہ استعمال نہ کریں اور خوشبو نہ لگائیں۔ البتہ طہر کے وقت جب عورت غسل کرلے تو اس وقت وہ "قبسط اظفار" تھوڑا سا استعمال کرسکتی ہے۔

عدت والی عورت کے لئے تیل استعمال کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت ام سلمہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں روایت کرتی ہیں کہ جب میرے پہلے شوہر ابوسلمہ کا انتقال ہوا اور میں عدت میں بیٹھی ہوئی تھی تو ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اس وقت میں نے اپنے منہ پر ایلوا لگا رکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ ام سلمہ یہ کیا ہے یعنی تم نے عدت کے دنوں میں منہ پر یہ کیا لگا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ تو ایلوا ہے جس میں کسی قسم کی کوئی خوشبو نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مگر ایلوا چہرے کو جوان بنا دیتا ہے یعنی ایلوا لگانے سے چہرہ چمکدار ہو جاتا ہے اور اسکا رنگ نکھر جاتا ہے لہٰذا تم اس کو نہ لگاؤ ہاں اگر کسی وجہ سے لگانا ضروری ہی ہو تو) رات میں لگالو اور دن میں صاف کرڈالو کیونکہ رات میں استعمال کرنے سے بناؤ سنگار کا گمان ہوتا ہے) اسی طرح خوشبودار کنگھی بھی نہ کرو اور نہ مہندی کے ساتھ کنگھی کرو کیونکہ مہندی سرخ رنگ لئے ہوتی ہے اور اس میں خوشبو ہوتی ہے جب کہ یہ سوگ کی حالت میں ممنوع ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر میں کس چیز کے ساتھ کنگھی کروں یعنی اپنے بالوں کو کس چیز سے صاف

2086: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3715 'ورقم الحدیث: 3717 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3503

2087 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 313 'ورقم الحدیث: 5342 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3720 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 2302 'ورقم الحدیث 2303 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3536

کروں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیری کے پتوں کے ساتھ کنگھی کرو اور ان پتوں سے اپنے سر کو غلاف کی طرح ڈھانپ لو یعنی بیری کے پتے اپنے سر پر اتنی مقدار میں ڈالو کہ وہ تمہارے سر کو غلاف کی طرح ڈھانپ لیں۔

(ابوداؤد نسائی، مشکوۃ المصابیح جلد سوم رقم الحدیث 527)

حضرت ام عطیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں کوئی بھی عورت شوہر کے علاوہ کسی اور کے مرنے پر تین سے زیادہ سوگ نہیں کرسکتی۔ شوہر کا سوگ چار ماہ دس دن کرے گی اس دوران وہ عصب کے علاوہ کوئی رنگین کپڑا استعمال نہیں کرے گی نہ خوشبو لگائے گی اور نہ سرمہ لگائے گی البتہ جب حیض سے پاک ہوگی اور غسل کرے گی اس وقت تھوڑی سی خوشبو استعمال کرسکتی ہے۔

(سنن دارمی، جلد دوم، رقم الحدیث 142)

خوشبو دار تیل کے بارے میں تو علماء کا اتفاق و اجماع ہے کہ عدت والی عورت اس کا استعمال نہ کرے البتہ بغیر خوشبو کے تیل مثلاً روغن زیتون و تل کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی تو بغیر خوشبو کا تیل لگانے بھی منع کرتے ہیں البتہ ضرورت و مجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دیتے ہیں اور حضرت امام مالک حضرت امام احمد اور علماء ظواہر نے عدت والی عورت کے لئے ایسے تیل کے استعمال کو جائز رکھا ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔

حضرت ام سلمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کا خاوند مرجائے وہ نہ کسم میں رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ گیرہ میں رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ زیور پہنے نہ ہاتھ پاؤں اور بالوں پر مہندی لگائے اور نہ سرمہ لگائے۔

(ابوداؤد نسائی)

اگر سیاہ اور خاکستری رنگ کے کپڑے پہنے تو کوئی مضائقہ نہیں اسی طرح کسم میں زیادہ دنوں کا رنگا ہوا کپڑا کہ جس سے خوشبو نہ آتی ہو پہننا بھی درست ہے ہدایہ میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا عورت کو کسی عذر مثلاً کھجلی یا جوئیں یا کسی بیماری کی وجہ سے ریشمی کپڑا پہننا بھی جائز ہے۔

سوگ کے مسائل میں فقہی مذاہب

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس عورت کا خاوند مرگیا ہو اس پر عدت کے زمانہ میں سوگ کرنا واجب ہے چنانچہ اس پر تمام علماء کا اجماع و اتفاق ہے البتہ سوگ کی تفصیل میں اختلافی اقوال ہیں۔

حضرت امام شافعی اور جمہور علماء تو یہ کہتے ہیں کہ خاوند کی وفات کے بعد ہر عدت والی عورت پر سوگ کرنا واجب ہے خواہ وہ مدخول بہا ہو یعنی جس کے ساتھ جماع ہو چکا ہو یا غیر مدخول بہا ہو (یعنی جس کے ساتھ جماع نہ ہوا ہو) خواہ چھوٹی ہو یا بڑی خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ خواہ آزاد ہو یا لونڈی اور خواہ مسلمہ ہو یا کافرہ۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک سات قسم کی عورتوں پر سوگ واجب نہیں ہے۔ جس کی تفصیل درمختار کے مطابق یہ ہے کہ (۱) کافرہ (۲) مجنونہ (۳) صغیرہ (۴) معتدہ عتق یعنی وہ ام ولد جو اپنے مولیٰ کی طرف سے آزاد کئے جانے یا اپنے مولیٰ کے مرجانے کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو (۵) وہ عورت جو نکاح فاسد کی عدت میں بیٹھی ہو (۶) وہ عورت جو وطی بالشبہ کی عدت میں

بیٹھی ہو یعنی جس سے کسی غیر مرد نے غلط فہمی میں جماع کرلیا ہو اور اس کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو (۷) وہ عورت جو طلاق رجعی کی عدت میں بیٹھی ہو۔

جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ خاوند کے علاوہ کسی کے مرنے پر عورت کو تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے اور تین دن تک بھی صرف مباح ہے واجب نہیں ہے چنانچہ اگر تین دنوں میں بھی خاوند سوگ کرنے سے منع کرے تو اس کو اس کا حق ہے کیونکہ بیوی کے بناؤ سنگار کا تعلق خاوند کے حق سے ہے اگر تین دنوں میں خاوند کی خواہش یہ ہو کہ وہ سوگ ترک کر کے بناؤ سنگار کرے اور بیوی خاوند کا کہنا نہ مانے تو اس بات پر بیوی کو مارنا خاوند کے لئے جائز ہے کیونکہ سوگ کرنے میں خاوند کا حق فوت ہو جاتا ہے۔

سوگ کے فقہی احکام ومسائل

جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہو اس کی عدت تو فقط اتنی ہی ہے کہ وہ مقررہ مدت تک گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اس کے لئے بناؤ سنگھار وغیرہ درست ہے اور جس عورت کو جو مکلفہ مسلمہ یعنی بالغ وعاقل اور مسلمان ہو تین طلاقیں مل گئیں یا ایک طلاق بائن یا اور کسی طرح سے نکاح ٹوٹ گیا یا خاوند مر گیا تو ان سب صورتوں میں اس کے لئے یہ حکم ہے کہ جب تک عدت میں رہے تب تک نہ تو گھر سے باہر نکلے نہ اپنا دوسرا نکاح کرے اور نہ بناؤ سنگھار کرے یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں۔ اس سنگھار نہ کرنے اور میلے کچیلے رہنے کو سوگ کہتے ہیں۔

جب تک عدت ختم نہ ہو تب تک خوشبو لگانا کپڑے بسانا زیور گہنا پہننا پھول پہننا سرمہ لگانا پان کھا کر منہ لال کرنا مسی مسلنا سر میں تیل ڈالنا کنگھی کرنا مہندی لگانا اچھے کپڑے پہننا ریشمی اور رنگے ہوئے بہار دار کپڑے پہننا یہ سب باتیں ممنوع ہیں۔ ہاں مجبوری کی حالت میں اگر ان میں سے کوئی چیز اختیار کی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں مثلاً سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو بغیر خوشبو کا تیل ڈالنا درست ہے اسی طرح دوا کے لیے سرمہ لگانا بھی ضرورت کے وقت درست ہے۔

جس عورت کا نکاح صحیح نہیں ہوا تھا بلکہ بے قاعدہ ہو گیا تھا اور وہ فسخ کرا دیا گیا یا خاوند مر گیا تو ایسی عورت پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔ اسی طرح جو عورت عتق یعنی آزادی کی عدت میں ہو جیسے ام ولد کو اس کا مولیٰ آزاد کر دے اور وہ اس کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو تو اس پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔

جو عورت عدت میں بیٹھی ہو اس کے پاس نکاح کا پیغام بھیجنا جائز نہیں ہے ہاں نکاح کا کنایہ یعنی یہ کہنا کہ میں اس عورت سے نکاح کرنے کی خواہش رکھتا ہوں یا اس سے نکاح کرنے کا میں ارادہ رکھتا ہوں جائز ہے، مگر یہ بھی اس صورت میں جائز ہے کہ جب کہ وہ عورت وفات کی عدت میں بیٹھی ہو اگر طلاق کی عدت میں بیٹھی ہو تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔

جو عورت طلاق کی عدت میں بیٹھی ہو اس کو تو کسی بھی وقت گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے ہاں جو عورت وفات کی عدت میں بیٹھی ہو وہ دن میں نکل سکتی ہے اور کچھ رات تک نکل سکتی ہے مگر رات اپنے گھر کے علاوہ دوسری جگہ بسر نہ کرے لونڈی اپنے آقا کے کام سے گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔

معتدہ (عدت والی عورت) کو اپنی عدت کے دن اسی مکان میں گزارنے چاہئیں جس میں وہ فسخ وطلاق یا خاوند کی موت کے وقت سکونت پذیر ہو ہاں اگر اس مکان سے زبردستی نکالا جائے اس مکان میں اپنے مال واسباب کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا اس مکان کے گر پڑنے کا خطرہ ہو اور یا اس مکان کا کرایہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو ان صورتوں میں کسی دوسرے مکان میں عدت بیٹھنا جائز ہے۔

اسی طرح اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ میاں بیوی ایک ہی مکان میں رہیں اگرچہ وہ طلاق بائن کی عدت میں بیٹھی ہو بشرطیکہ دونوں کے درمیان پردہ حائل رہے ہاں اگر خاوند فاسق اور ناقابل اعتماد ہو یا مکان تنگ ہو تو عورت اس گھر سے منتقل ہو جائے اگرچہ خاوند کا منتقل ہونا اولیٰ ہے اور اگر میاں بیوی کے ایک ہی مکان میں رہنے کی صورت میں وہ دونوں اپنے ساتھ کسی ایسی معتمد عورت کو رکھ لیں جو دونوں کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے پر قادر ہو تو بہت ہی اچھا ہے۔

اگر مرد عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لے گیا اور پھر سفر کے دوران اس کو طلاق بائن یا تین طلاقیں دیدیں یا مرد مر گیا اور عورت کا شہر یعنی اس کا وطن اس جگہ سے کہ جہاں طلاق یا وفات واقع ہوئی ہے سفر شرعی یعنی تین دن کے سفر سے کم مسافت پر واقع ہو تو وہ اپنے شہر واپس آجائے اور اگر اس مقام سے جہاں طلاق یا وفات ہوئی ہے اس کا شہر سفر شرعی (یعنی تین دن کی مسافت) کے بقدر یا اس سے زائد فاصلہ پر واقع ہے اور وہ منزل مقصود (جہاں کے لئے سفر اختیار کیا تھا) اس مسافت سے کم فاصلہ پر واقع ہے تو اپنے شہر واپس آنے کی بجائے منزل مقصود چلی جائے اور ان دونوں صورتوں میں خواہ اس کا ولی اس کے ساتھ ہو یا ساتھ نہ ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ عورت طلاق یا وفات کے وقت کسی شہر میں ہو تو وہاں سے عدت گزارے بغیر نہ نکلے تو کسی محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے لیکن صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد یہ فرماتے ہیں کہ اگر اس کا کوئی محرم اس کے ساتھ ہو تو پھر عدت سے پہلے بھی اس شہر سے نکل سکتی ہے۔

بَابُ: الرَّجُلِ يَأْمُرُهُ أَبُوهُ بِطَلَاقِ امْرَأَتِهِ

یہ باب ہے کہ جب کسی مرد کو اس کا باپ یہ حکم دے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے

2088- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ خَالِهِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ وَكُنْتُ أُحِبُّهَا وَكَانَ أَبِي يُبْغِضُهَا فَذَكَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنِي أَنْ أُطَلِّقَهَا فَطَلَّقْتُهَا

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میری ایک بیوی تھی جس سے میں محبت کرتا تھا' لیکن میرے والد اسے پسند نہیں کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں اس

2088 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 5138' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1189

عورت کوطلاق دیدوں تو میں نے اس عورت کوطلاق دیدی۔

2089- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ رَجُلًا اَمَرَهُ اَبُوْهُ اَوْ اُمُّهُ شَكَّ شُعْبَةُ اَنْ يُطَلِّقَ امْرَاَتَهُ فَجَعَلَ عَلَيْهِ مِائَةَ مُحَرَّرٍ فَاَتَى اَبَا الدَّرْدَاءِ فَاِذَا هُوَ يُصَلِّى الضُّحٰى وَيُطِيلُهَا وَصَلّٰى مَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَسَاَلَهُ فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ اَوْفِ بِنَذْرِكَ وَبِرَّ وَالِدَيْكَ وَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَحَافِظْ عَلٰى وَالِدَيْكَ اَوِ اتْرُكْ

ابوعبدالرحمٰن نامی راوی بیان کرتے ہیں: ایک شخص کواس کے والد نے یا شاید والدہ نے (یہ شک شعبہ نامی راوی کو ہے) یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس نے ایسا کرنے پر ایک سو غلام آزاد کرنے کی قسم اٹھالی پھر وہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ اس وقت چاشت کی نماز ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے یہ نماز طویل کر کے ادا کی انہوں نے ظہر اور عصر کے درمیان اسے ادا کیا تھا اس نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دریافت کیا: تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بولے: تم اپنی نذر کو پورا کرو اور اپنے والدین کی فرمانبرداری کرو۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: والد جنت کا درمیانی دروازہ ہے۔

(اگلے الفاظ شاید حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے ہیں)

''اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ تم اپنے والدین کی حفاظت کرتے ہو یا انہیں چھوڑ دیتے ہو''۔

2089 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1900 'اخرجہ ابن ماجہ فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3663

کِتَابُ الْکَفَّارَاتِ

یہ کتاب کفارات کے بیان میں ہے

کفارے کے معنی ومفہوم کا بیان

کفارہ کے لغوی معنی ہیں چھپانے والی چیز۔ کسی کار خیر کو گناہ کا کفارہ قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیکی اُس گناہ پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانک لیتی ہے، جیسے کسی دیوار پر داغ لگ گیا ہو اور اس پر سفیدی پھیر کر داغ کا اثر مٹا دیا جائے۔

کفارہ کا لغوی معنی وہ نیکی کا کام کرنا ہے جو کسی پہلے سے کئے ہوئے برے کام کا عوض بن کر اس کو ڈھانپ دے یا ختم کردے۔ قرآن کریم اور احادیث میں بہت سے ایسے گناہوں کا ذکر آیا ہے جن کے کفارے بیان گئے ہیں۔ مثلاً قتل خطا کا کفارہ' ظہار کا کفارہ' احرام کی حالت میں شکار کرنے کا کفارہ' فرض روزہ توڑنے کا کفارہ' قسم توڑنے کا کفارہ اور کسی کو زخمی کرنے کا کفارہ وغیرہ ان میں سے اکثر کفاروں میں قدر مشترک 'غلام کو آزاد کرنا ہے۔

بَاب: يَمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ كَانَ يَحْلِفُ بِهَا

یہ باب ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وہ قسم جس کے ذریعے آپ ﷺ حلف اٹھاتے تھے

لفظ قسم کی لغوی تحقیق کا بیان

خلیل ابن احمد الفراہیدی لکھتے ہیں کہ عربی زبان میں (ق س م) کا مادہ دو معنی کے لئے آتا ہے، اگر سین کے سکون کے ساتھ (قَسْم) ہو تو اِسکا معنی "مال کے کسی حصّے کا جزء جزء کرنا، یا مال سے ہر ایک کے حصّے کو جدا کرنا" ہے، اور اسکی جمع "اَقسام" آتی ہے، لیکن اگر یہ مادہ سین کے فتحہ کے ساتھ (قَسَم) ہو، تو پھر بھی اسکی جمع "اَقسام" ہی ہے، (جیسے: سَبَب و اَسْبَاب)، اور اِس وقت اِسکا معنی "قسم کھانا" ہیں۔ (کِتَابُ الْعَیْن، ج۵، بیروت دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۴ق، ص۸۶)

اِس مادہ (قَسَم) سے جو اَفعال، قَسَم کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں، وہ باب اِفعال (اَقْسَمَ)، باب مفاعلہ (قَاسَمَ) جیسے: (وَ قَاسَمَهُمَا اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ) (الاعراف، ۲۱) "اور (شیطان نے) اُن دونوں سے قسم کھائی کہ میں تمھیں نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں"۔

یہاں یہ فعل بابِ مفاعلہ سے دو نفر کے درمیان مشترک نہیں ہے، بلکہ "سَافَرْتُ شَهْرًا" "میں نے پورے ایک ماہ سفر کیا" کی طرح ہے، اور احتمالِ قوی یہ ہے کہ یہاں یہ فعل مبالغہ کے لئے آیا ہو، مبالغہ کی صورت میں آیت کا معنیٰ اِسطرح ہوگا، "اُس نے

تاکید اقسم کھائی کہ میں تم دونوں کا یقینا خیر خواہ اور ہمدرد ہوں" لیکن اس بات کا امکان بھی ہے کہ باب مفاعلہ "قَاسَمَهُمَا" اس آیت میں طرفین کے لئے (مشترک) ہو، اور حضرت آدم وحوا کے شیطان کی بات سننے کی وجہ سے، یا اُسکی بات کو قبول کرنے کی وجہ سے، اور یا اُس سے قسم کا مطالبہ کرنے کی وجہ سے یہ فعل استعمال ہوا ہو، نیز باب اِفتعال (اِقتَسَمَ)، باب تفاعل (تَقَاسَمَ)، اور باب استفعال (اِسْتَقْسَمَ) بھی اِسی مادہ قَسَم سے، قسم کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں، لیکن قرآن کریم میں زیادہ تر باب اِفعال کے طور پر ہی استعمال ہوا ہے۔

امام راغب اصفہانی "اِس لفظ کے بارے میں لکھتے ہیں، "قَسَم کی اصل "قَسَامَة" ہے اور "قَسَامَة" اُس قسم کو کہتے ہیں کہ جسے مقتول کے ورثہ پر تقسیم کیا جاتا ہے، کیونکہ اُنھوں نے یہ دعویٰ کیا ہوتا ہے، مثلاً کہ زید نے عمرو کو مارا ہے، تو ضروری ہے کہ عمرو کے ورثہ میں سے ہر ایک، قتل کا گواہ وشاہد نہ ہونے کی صورت میں، اپنے اِس دعوے پر قسم کھائے۔

(اَلْقَسَمُ فِی اللُّغَةِ وَ فِی الْقُرآنِ ، ص ۲۴)

بعض اِس بات کے قائل ہیں کہ "قَسَامَة" وہ قَسَم ہے کہ جو مقتول کے خون کے وارثوں میں سے پچاس افراد، اپنے مقتول کے خون کے استحقاق پر کھاتے ہیں، اُس وقت جب وہ قاتل کو کسی ایک قوم میں سے قرار دیں، لیکن قاتل کو مشخص طور پر نہ جانتے ہیں، اور اگر مقتول کے خون کے وارثوں میں سے پچاس افراد نہ ہوں، تو جو موجود ہوں، ضروری ہے کہ وہ پچاس قسمیں پوری کریں، اور پھر یہ "قَسَامَة" اسم ہوگیا ہے ہر اُس قسم کے لئے، جو اپنے حق کے ثابت کرنے اور لینے کے لئے کھائی جائے۔[۱۲]

لفظ "قَسَم" اسم مصدر ہے یا حاصل مصدر اور یہ لفظ اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ **33** بار قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے، اور اکثر اِسکا استعمال قسم ہی کے معنیٰ میں ہوا ہے، یہ لفظ فعل ماضی (أَقْسَمَ) کے طور پر تقریباً **8** بار اور فعل مضارع (يُقْسِمُ اور اِسکی جمع) کی مختلف صورتوں میں تقریباً **12** بار ذکر ہوا ہے[۱۳]، اور "ڈاکٹر خلیف" کا یہ خیال ہے کہ یہ مادّہ "قَسَم" فقط مکّی آیات کے ساتھ اختصاص رکھتا ہے۔[۱۴]

بعض محققین نے اِس مادّہ "قَسَم" کے دونوں معنیٰ (جدا جدا کرنا اور قسم کھانا) کے درمیان تعلّق و ارتباط برقرار کیا ہے، اُنھوں نے دوسرے معنیٰ، یعنی "قسم کھانے" کو پہلے معنیٰ "جدا جدا کرنے" کی طرف پلٹایا ہے، اِسطرح سے کہ قسم بھی حق و باطل کو جدا جدا کرتی ہے اور اِن دونوں کے درمیان فاصلہ ڈالتی ہے، اور نزاع (جھگڑے) وغیرہ میں دوسروں سے اپنا حق لینے کے لئے کھائی جاتی ہے۔ پس دونوں معنیٰ کی بازگشت ایک ہی مطلب کی طرف ہے۔

(اُسْلُوْبُ الْقَسَمِ وَ اِجْتِمَاعُهُ مَعَ الشَّرْطِ فِی رِحَابِ الْقُرآنِ الْكَرِيْمِ ، ص ۳۴)

لفظِ حَلَف کی لغوی تحقیق

اِس مادّہ (ح ل ف) کے لئے بھی اصلی اور بنیادی طور پر دو معنیٰ وجود رکھتے ہیں، ایک قسم اور دوسرا عہد و پیمان، اور اِس دوسرے معنیٰ کی بازگشت بھی قسم ہی کی طرف ہے، البتہ کبھی لفظِ "حَلَف" تیز دھار چیز کے معنیٰ میں آتا ہے، (جیسے لفظِ "قَسَم" جو قطع اور تقسیم کرنے کے معنیٰ میں آتا ہے) کہا جاتا ہے، "سِنَانٌ حَلِيْفٌ" (یعنی تیز دھار تلوار) اور "لِسَانٌ حَلِيْفٌ" (یعنی کاٹنے والی

زبان) اور لفظِ "حلف" کو دو طرح سے پڑھا گیا ہے:(حَلْف و حَلِف)، لیکن دونوں قسم کا معنیٰ دیتے ہیں، حلف کا اصل معنیٰ "اَلْعَقْدُ بِالْعَزْمِ" (یعنی محکم اور مضبوط نیت و عقیدہ) ہے، اور "حَالِف، حَلَّاف اور حَلَّافَة" (بہت زیادہ قسم کھانے والا) کے معنیٰ میں ہیں، اور "أَحْلَفَ، حَلَّفَ اور اِسْتَحْلَفَ" تینوں فعل، قسم کی درخواست اور طلب کرنے کے معنیٰ میں آتے ہیں۔

بعض محققین نے اِس لفظ کو "حاء" کے فتحہ و کسرہ کے ساتھ بھی بیان کیا ہے (حَلْف وحِلْف) لیکن دونوں قسم ہی کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں، اور یہ "حَلْف" ایسی قسم ہے، جس کے ساتھ عہد و پیان لیا جاتا ہے، لیکن عرفِ عام میں ہر قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور یہ لفظ "دوام اور پائیداری" کا معنیٰ بھی اپنے ہمراہ رکھتا ہے، کہا جاتا ہے، "حَلَفَ فُلَان وَ حَلِيْفُه" جب کوئی کسی دوسرے کے ساتھ قسم اور عہد و پیان میں شریک ہو۔

لفظِ "حَلْف" اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ 13 بار قرآن کریم میں آیا ہے، اور صرف ایک بار اسم مبالغہ کی صورت میں آیا ہے:(وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ)۱۸، "تو اے پیغمبر اُن منافقوں کی جو ہمیشہ قسم کھاتے رہتے ہیں، اطاعت نہ کرنا"، اور باقی موارد میں بصورت فعل ذکر ہوا ہے۔

لفظِ قَسم اور لفظِ حَلْف کا آپس میں ترادف کا بیان

بعض یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ لفظِ "قَسم" اور لفظِ "حَلْف" دونوں مترادف ہیں اور دونوں ایک ہی معنیٰ کو بیان کرتے ہیں۱۹، لیکن دوسرے بعض اِس مترادف ہونے کو قبول نہیں کرتے، کیونکہ لفظِ "حَلْف" قرآن کریم میں جن 13 مقامات پر استعمال ہوا ہے، بغیر کسی استثناء کے، تمام موارد میں یا جھوٹی قسم کے لئے استعمال ہوا ہے، اور یا قسم کھا کر توڑ دی گئی ہے، اور اکثر موارد میں فعلِ "حَلْف" کی نسبت منافقین کی طرف ہے۔

علاوہ یہ کہ اِن میں سے گیارہ موارد میں یہ فعل، فعلِ مضارع کی صورت میں آیا ہے، جو کسی کام کے حادث ہونے اور مجدّداً انجام پانے پر دلالت کرتا ہے، یعنی فعلِ مضارع کی دلالت قسم کھانے والوں کے اپنی قسم پر ثابت قدم نہ ہونے پر ہے، جیسے "وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَ مَا هُمْ مِنْكُمْ"، "اور وہ (منافقین) ہمیشہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ وہ بھی یقیناً تم مومنین سے ہیں، حالانکہ باطن میں تم سے ہم عقیدہ نہیں ہیں۔"

فقط ایک مقام پر لفظِ "حلف" فعلِ ماضی کی صورت میں آیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

"ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ"۔ سورۂ مائدہ، آیت ۸۹، "یہ ہے تمھاری قسموں کا کفارہ، جب تم نے قسم کھائی

(اور پھر توڑ ڈالی)"، اور قرآن کریم میں فقط یہی ایک مورد ہے، جس میں فعلِ "حَلْف" کی ضمیر کی بازگشت مومنین کی طرف ہے، لیکن اِس مقام پر بھی لفظِ "حَلْف" سے قسم کھانے (اور بعد میں توڑ دینے) کی بناء پر قسم کا کفارہ اُن پر مقرّر کیا گیا ہے۲۲ اور قرآن کریم نے بھی اِس ٹوٹی ہوئی قسم کو "حَلْف" سے تعبیر کیا ہے۔

"ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی "قَسَم اور حَلْف کے مترادف ہونے کو رد کرتے ہوئے لکھتی ہیں :لفظِ "حَلْف "بغیر کسی استثناء کے تمام موارد میں قسم توڑنے کے لئے آیا ہے،لیکن لفظِ "قَسَم "خواہ اِس فعل کی نسبت خداوند عالم کی طرف ہو، یا خواہ اُس کے غیر کی طرف، کہیں بھی اِس لفظ میں قسم کے توڑنے کا احتمال نہیں ہے،پس اِن دونوں لفظوں میں کوئی ترادُف و یکسانیت نہیں ہے۔
(دِراسات فی الْقُرآنِ وَ الْحَدِیْث،ص۱۱۲)

"جناب مختار سلامی "ڈاکٹر عائشہ کی اس بات کا، کہ لفظِ قَسَم اور حَلْف ،آپس میں مترادِف نہیں ہیں، جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :"چار مقامات ایسے ہیں جہاں غیرخدا کی طرف لفظِ "قَسَم "سے قسم کھائی گئی ہے،اور اِن مقامات میں یا جھوٹی قسم کھائی گئی ہے اور یا قسم کے توڑنے کا احتمال موجود ہے،اور اگر اِن موارد کے مضمون وسیاق میں غور وفکر اور توجّہ کی جائے،تو واضح ہوجاتا ہے، کہ اِن میں سے اکثر موارد میں جھوٹی قسم کھائی گئی ہے، جیسے:(فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا) سورۂ مائدہ، آیت ۱۰۶، "اُن کو اللہ کی قسم دیں کہ ہم گواہی کے لئے ہرگز کوئی قیمت نہیں چاہیں گے "،لیکن بعد والی آیات اِس پر گواہ ہیں کہ یہ جھوٹی قسم ہے، اور ابن جریر طبری نے اِس قسم کو "فاجرہ قسم "سے تعبیر کیا ہے، نیز اِسی طرح ایک دوسرے مقام پر لفظِ "قَسَم "سے قسم کھائی گئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ)(سورۂ روم، آیت ۵۵)

"وہ دن جب قیامت برپا ہوگی، مجرمین قسم کھائیں گے، کہ وہ ایک ساعت (ایک گھنٹہ یا ایک گھڑی بھر) سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے ہیں، اور وہ اسی طرح سچ اور حقیقت کی جگہ جھوٹ اور خلاف واقع بیان کرتے ہیں"،اِس آیت کا ذیل اِس قسم کے جھوٹے ہونے کو بیان کرتا ہے،اور "راغب اصفہانی "کے مطابق "یُؤْفَکُوْنَ" کا معنی "اعتقادات میں حق سے باطل کی طرف پھرنا اور انحراف پیدا کرنا ہے،اور نیز گفتار میں سچ سے جھوٹ کی طرف پھرنا ہے۔(اَلْمُفْرَدَاتُ فِی غَرِیْبِ الْقُرآنِ ، ص ۱۹)

پس "قَسَم اور حَلْف "دونوں اَلفاظ میں تمام اہل لغت کے نزدیک ترادُف و یکسانیت پائی جاتی ہے اور عربی زبان میں مترادِف اَلفاظ کا ہونا قابلِ انکار بھی نہیں ہے،اور ایسے اَلفاظ کا لغتِ عرب میں واقع ہونا،خود ترادُف کے ممکن ہونے پر دلیل ہے، عربی زبان میں ترادُف پیدا ہونے کا سبب،موسمِ حج میں مختلف اَقوام وقبائل کا مکہ آنا،اور اہل مکہ وقریش والوں کے ساتھ لین دین اور دیگر معاملات انجام دینا ہے،جس کے نتیجے میں مختلف زبانوں کے کلمات اور اَلفاظ قریش کی لغت میں شامل ہوگئے،اور قریش کے شعراء بھی اِن کلمات کو اپنے اَشعار میں استعمال کرنے لگے،اور کیونکہ قرآن کریم بھی قریش کی زبان میں نازل ہوا، لہٰذا اب یہ دونوں لفظ (قَسَم اور حَلْف) ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور اِن دونوں کے درمیان مکمل طور پر ترادُف حاصل ہوگیا ہے۔
(اَلْقَسَمُ فِی اللُّغَةِ وَ فِی الْقُرآنِ، ص ۲۶ و؛ اَلْمُفْرَدَاتُ فِی غَرِیْبِ الْقُرآنِ ، ص ۴۰۳)

لفظِ یمین کی لغوی تحقیق

اِس کا مادّہ اصلی (ی م ن) ہے،اور "اَلْیُمْنُ "کا معنی "برکت "ہے اور نون سے پہلے یاء زیادہ کرنے سے، لفظِ "یَمِیْن "بنتا ہے، جو "فَعِیْل "کے وزن پر ہے،اور اِس کے متعدد معنی ہیں، جیسے:انسان کا سیدھا ہاتھ، یا اُسکی سیدھی طرف، یا اُسکی قدرت و

طاقت، یا مقام ومنزلت وغیرہ، ونیز اِس لفظ کے معانی میں سے ایک معنی "قَسم" بھی ہے اور یہ لفظ لفظاً مؤنث ہے اور اِسکی جمع "أَيْـمَـن و أَيْـمَـان" آتی ہیں، لفظ "اَيْـمُـن" میم کے ضمہ کے ساتھ، "قَسم" کے لئے وضع کیا گیا ہے، اور کبھی لام تاکید اِس پر داخل ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے، "لَيْـمُـنُ الـلّٰـهِ" اور اِس صورت میں اِسکا الف (ہمزہ وصل) ابتداء سے حذف ہو جاتا ہے، اور یہ "لَيْمُنُ اللّٰهِ" ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور اِسکی خبر محذوف ومقدر رہوتی ہے، اور اصل میں "لَيْمُنُ اللّٰهِ قَسَمِي" تھا۔

(اَلْمُفْرَدَاتُ فِي غَرِيْبِ الْقُرْآنِ، ص ۵۵۲-۵۵۳؛ لِسَانُ الْعَرَبِ، ج ۱۳، ص ۴۶۲)

کبھی لفظ "أَيْمُن" سے نون حذف ہو جاتا ہے اور پڑھا جاتا ہے، "أَيْمُ اللّٰهِ" اور ہمزہ کا کسرہ "إِيْمُ اللّٰهِ" بھی ذکر ہوا ہے، اور بعض درمیان کی یاء بھی حذف کر دیتے ہیں، جیسے: "أَمُ اللّٰهِ"، اور کبھی فقط میم کو باقی رکھتے ہیں، جیسے: "مُ اللّٰهِ" اور بعض میم کی باء کے ساتھ شباہت کی وجہ سے میم کو کسرہ دیتے ہیں، جیسے: "مِ اللّٰهِ"۔ اِس لفظ "أَيْمُن" کی مختلف صورتوں میں سے "مِنِ اللّٰهِ" بھی ہے، جس کو تینوں طرح سے قسم کے اسلوب میں استعمال کیا جاتا ہے، یعنی میم اور نون کے ضمہ کے ساتھ، "مُنُ اللّٰهِ" اور دونوں کے فتحہ کے ساتھ "مَنَ اللّٰهِ" اور دونوں کے کسرہ کے ساتھ "مِنِ اللّٰهِ۔ (لسان العرب، ج ۱۳، ص ۴۶۲)

لفظِ "يَمِيْن" سے کوئی ایسا فعل مشتق نہیں ہوتا، جو قسم کے معنیٰ پر دلالت کرے اور زمانے کے ساتھ بھی ملا ہوا ہو، اس لیئے نہیں کہا جاتا: "يَـمَـنَ يا أَيْمَنَ" بقرآن کریم میں یہ لفظ اسم کے طور پر مفرد، جمع، اسم تفضیل اور اسم مفعول کی صورت میں استعمال ہوا ہے، اور قرآن کریم کے استعمال کے موارد میں زیادہ تر سیدھے ہاتھ، سیدھی جانب اور کسی کے مقام ومنزلت کے بیان کرنے کے لئے آیا ہے، اور قرآن کریم میں یہ لفظ، قسم کے معنیٰ میں اکثر جمع (أَيْـمَـان) کی صورت میں آیا ہے، اور پانچ مقامات پر اِس طرح سے بیان ہوا ہے، جیسے: (وَ أَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ) سورۂ انعام، آیت ۱۰۹، "اور انھوں نے اللہ کی سخت و پختہ قسم کھائی"، اور یہ روش وطریقہ سخت تاکید اور محکم قسم کو بیان کرتا ہے۔

بعض محققین لفظِ "يَمِيْن" کے اسلوب اور روش قسم میں استعمال کے بارے میں لکھتے ہیں: جو بھی یہ چاہتا تھا کہ قسم کھائے، یا اپنے اور کسی دوسرے کے درمیان کوئی عہد وپیمان برقرار کرے، تو وہ دوسرے سے سیدھا ہاتھ ملاتا تھا، اور دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں کو دباتے تھے، اِس طرح گویا وہ اپنے عہد وپیمان کو مضبوط اور پختہ کرتے تھے، اور کیونکہ یہ "يَـمِـيْـن" کا لفظ "يُمْن" کے مادہ سے لیا گیا ہے، جس کا معنیٰ "برکت" ہے، لہٰذا "يَـمِـيْـنُ الـلّٰـهِ" کہنے کے ساتھ کام میں برکت حاصل ہو جاتی ہے، نیز دونوں کے سیدھے ہاتھ کا ایک دوسرے میں ہونا، ایک دوسرے پر اعتماد اور ایک دوسرے کی حمایت کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔

(المفردات فی غریب القرآن، ص ۵۵۳؛ قاموس القرآن، ج ۷، ۵۵۵)

نبی کریم ﷺ کے طریقہ قسم کا بیان

2090- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رِفَاعَةَ الْجُهَنِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَلَفَ

2090۔ اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ

حضرت رفاعہ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حلف اٹھاتے تھے تو یہ فرماتے تھے۔ ''اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے''۔

2091-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ اَبِىْ مَيْمُوْنَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ عَرَابَةَ الْجُهَنِيِّ قَالَ كَانَتْ يَمِيْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِىْ يَحْلِفُ بِهَا اَشْهَدُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ

حضرت رفاعہ بن عرابہ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم! جس کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلف اٹھاتے تھے وہ یہ تھی۔

''میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گواہی دیتا ہوں یا اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے''۔

2092-حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ الشَّافِعِيُّ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ الْمَكِّيُّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَتْ اَكْثَرُ اَيْمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَمُصَرِّفِ الْقُلُوْبِ

سالم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات یہ قسم اٹھایا کرتے تھے۔

''دلوں کو پھیرنے والی ذات کی قسم ہے''۔

2093-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ ح و حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسٰى جَمِيْعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَتْ يَمِيْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم! کے یہ الفاظ تھے' جی نہیں' میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

بَابُ: النَّهْيِ اَنْ يُّحْلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ

یہ باب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی بجائے کسی اور کی قسم اٹھانے کی ممانعت

2094-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِىْ عُمَرَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

2092 اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث:3771

2093 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث:3265

2094 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث:6647 'اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث:4230 'ورقم الحدیث:4231 'اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث:3250 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث:3776 'ورقم الحدیث:3777

عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَهُ يَحْلِفُ بِاَبِيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ قَالَ عُمَرُ فَمَا حَلَفْتُ بِهَا ذَاكِرًا وَّلَا اٰثِرًا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے باپ کے نام کی قسم اٹھاتے ہوئے سنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو اس بات سے منع کیا ہے کہ تم لوگ اپنے باپ دادا کے نام کی قسم اٹھاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ سنا ہے تو میں نے کبھی بھی جان بوجھ کر یا بھول کر (باپ دادا کے نام کی) قسم نہیں اٹھائی۔

شرح

جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم اٹھائی جس طرح کسی نے نبی یا کعبہ کی قسم اٹھائی ہو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کو قسم کھانا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ (کے نام یا اس کی صفات) کی قسم کھائے یا چپ رہے۔ اور اسی طرح جب کسی نے قرآن کی قسم اٹھائی۔ (تب بھی قسم اٹھانے والا نہ ہوگا) کیونکہ قرآن سے قسم اٹھانا عرف میں معروف نہیں ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قسم اٹھانے والا والنبی والقرآن کہے مگر جب حالف نے اس طرح کہا کہ میں نبی اور قرآن سے بری ہوں تو یہ یمین بن جائے گی کیونکہ نبی (علیہ السلام) اور قرآن سے برأت کا اظہار کفر ہے۔

فرمایا: حرف قسم سے بھی قسم اٹھائی جاتی ہے اور حروف قسمیہ میں سے واؤ ہے۔ جس طرح کسی حالف نے واللہ کہا اور باء بھی حرف قسم ہے جیسے کسی نے باللہ کہا اور تاء بھی حروف قسمیہ میں سے ہے جیسے کسی نے تاللہ کہا۔ کیونکہ یہ ان تمام میں سے ہر ایک قسم کے لئے مقرر ہے اور قرآن میں بھی ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ (ہدایہ، کتاب الایمان، لاہور)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ غیر خدا کی قسم قسم نہیں مثلاً تمہاری قسم، اپنی قسم، تمہاری جان کی قسم، اپنی جان کی قسم، تمہارے سر کی قسم، اپنے سر کی قسم، آنکھوں کی قسم، جوانی کی قسم، ماں باپ کی قسم، اولاد کی قسم، مذہب کی قسم، دین کی قسم، علم کی قسم، کعبہ کی قسم، عرش الٰہی کی قسم، رسول اللہ کی قسم۔ خدا و رسول کی قسم یہ کام نہ کروں گا یہ قسم نہیں۔ اگر کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ یہ کام نہ کروں گا اور واقع میں قسم کھائی ہے تو قسم ہے اور جھوٹ کہا تو قسم نہیں جھوٹ بولنے کا گناہ ہوا۔ اور اگر کہا خدا کی قسم کہ اس سے بڑھ کر کوئی قسم نہیں یا اس کے نام سے بزرگ کوئی نام نہیں یا اس سے بڑھ کر کوئی نہیں میں اس کام کو نہ کروں گا تو یہ قسم ہوگئی اور درمیان کا لفظ فاصل قرار نہ دیا جائے گا۔ (فتاویٰ ہندی، کتاب الایمان)

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابن عمر راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے باپوں کی قسم کھاؤ! جس شخص کو قسم کھانا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ (کے نام یا اس کی صفات) کی قسم کھائے یا چپ رہے۔

(بخاری ومشکوۃ المصابیح، جلد سوم: رقم الحدیث 591، مسلم)

باپ کی قسم کھانے سے منع کرنا مثال کے طور پر ہے، اصل مقصد تو یہ ہدایت دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم نہ کھایا

کرو۔ بطور خاص "باپ" کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ باپ کی قسم بہت کھاتے ہیں! نیز عبداللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کمال عظمت وجلالت کے سبب چونکہ قسم اسی ذات کے ساتھ مختص ہے، اس لئے کسی غیراللہ کو اللہ کے مشابہ نہ قرار دیا جائے، چنانچہ حضرت ابن عباس کے بارے میں منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤں اور پھر اس کو توڑ ڈالوں، اس کو اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ کسی غیراللہ کی قسم کھاؤں اور اس کو پورا کروں۔ ہاں جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا سوال ہے تو اس کو سزاوار ہے کہ وہ اپنی عظمت وجلالت کے اظہار کے لئے اپنی مخلوقات میں سے جس کی چاہے قسم کھائے۔

اس حدیث کے ضمن میں ایک اشکال پیدا ہوسکتا ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں منقول ہوا ہے (افلح وابیہ) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ کی قسم کھائی جب کہ یہ حدیث اس کے سراسر خلاف ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باپ کی قسم کھانا اس ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہوگا۔ اس صورت میں دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد باقی نہیں رہتا، یا پھر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باپ کی قسم قصداً نہ کھائی ہوگی بلکہ قسم کہ یہ الفاظ قدیم عادت کی بناء پر اضطراراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکل گئے ہوں گے۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہ بتوں کی قسم کھاؤ اور نہ اپنے باپوں کی قسم کھاؤ" (مسلم)

ایام جاہلیت میں عام طور پر لوگ بتوں اور باپوں کی قسم کھایا کرتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو قبولیت اسلام کے بعد اس سے منع فرمایا تاکہ وہ اس بارے میں احتیاط رکھیں اور قدیم عادت کی بنا پر اس طرح کی قسمیں ان کی زبان پر نہ چڑھیں۔

حضرت ابوہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص قسم کھائے اور اپنی قسم میں یہ الفاظ ادا کرے "میں لات وعزیٰ کی قسم کھاتا ہوں تو اسے چاہئے کہ وہ لا الہ الا اللہ کہے۔ اور جو شخص اپنے کسی دوست سے یہ کہے کہ آؤ ہم دونوں جوا کھیلیں تو اس کو چاہئے کہ وہ صدقہ وخیرات کرے۔ (بخاری ومسلم)

وہ لا الہ الا اللہ کہے" کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے۔ اس حکم کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اگر لات و عزیٰ کے نام کسی نومسلم کی زبان سے سہواً نکل جائیں تو اس کے کفارہ کے طور پر کلمہ پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

آیت (فان الحسنات یذھبن السیات) ۔ "بلاشبہ نیکیاں، برائیوں کو دور کردیتی ہیں۔

پس اس صورت میں غفلت وسہو سے توبہ ہوجائے گی۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر ان کی زبان سے لات وعزیٰ کے نام ان بتوں کی تعظیم کے قصد سے نکلے ہوں گے تو یہ صراحتاً ارتداد اور کفر ہے لہٰذا اس کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ تجدید ایمان کے لئے کلمہ پڑھے اس صورت میں معصیت سے توبہ ہوگی۔

"صدقہ وخیرات کرے" کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے دوست کو جوا کھیلنے کی دعوت دے کر چونکہ ایک بڑی برائی کی ترغیب دی ہے، لہٰذا اس کے کفارہ کے طور پر وہ اپنے مال میں سے کچھ حصہ خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ

اس نے جس مال کے ذریعہ جوا کھیلنے کا ارادہ کیا تھا اسی مال کو صدقہ وخیرات کر دے! اس سے معلوم ہوا کہ جب محض جوا کھیلنے کی دعوت دینے کا کفارہ یہ ہے کہ صدقہ وخیرات کرنے چاہیے تو یہ شخص واقعتاً کھیلے گا تو اس کا کیا حشر ہوگا۔

2095- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِىْ وَلَا بِآبَائِكُمْ

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''بتوں یا اپنے آباؤ اجداد کے نام کی قسم نہ اٹھاؤ''۔

2096- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدِّمَشْقِىُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنِ الْاَوْزَاعِىِّ عَنِ الزُّهْرِىِّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِىْ يَمِيْنِهٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص قسم اٹھاتے ہوئے اپنی قسم میں لات اور عزیٰ کی قسم اٹھائے تو اسے لا الٰہ الا اللہ پڑھنا چاہیے۔

2097- حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّالْحَسَنُ بْنُ عَلِىٍّ الْخَلَّالُ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ مُّصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ قَالَ حَلَفْتُ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ثُمَّ انْفُثْ عَنْ يَّسَارِكَ ثَلَاثًا وَّتَعَوَّذْ وَلَا تَعُدْ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے لات اور عزیٰ کی قسم اٹھائی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہ پڑھو۔
''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔'' پھر تم اپنے بائیں طرف تین مرتبہ تھوک دو پھر ''اعوذ باللہ'' پڑھو اور دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ عزوجل کے جتنے نام ہیں ان میں سے جس نام کے ساتھ قسم کھائے گا قسم ہو جائے گی خواہ بول چال میں اس نام کے ساتھ قسم کھاتے ہوں یا نہیں۔ مثلاً اللہ (عزوجل) کی قسم، خدا کی قسم، رحمن کی قسم، رحیم کی قسم، پروردگار کی قسم۔ یونہی خدا کی جس صفت کی قسم کھائی جاتی ہو۔ اس کی قسم کھائی ہوگئی مثلاً خدا کی عزت وجلال کی قسم، اس کی کبریائی کی قسم، اس کی بزرگی یا بڑائی کی قسم، اس کی عظمت کی قسم، اس کی قدرت وقوت کی قسم، قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم،

2095 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 4238 ' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 3783

2096 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 4860 ' ورقم الحدیث: 6107 ' ورقم الحدیث: 6301 ' ورقم الحدیث 6650 ' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 4236 ' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3247 ' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1545 ' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 3784

2097: اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3785 ' ورقم الحدیث: 3786

ان الفاظ سے بھی قسم ہو جاتی ہے حلف کرتا ہوں، قسم کھاتا ہوں، میں شہادت دیتا ہوں، خدا گواہ ہے، خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ مجھ پر قسم ہے۔ لَآ اِلٰــــہَ اِلَّا اللہ میں یہ کام نہ کروں گا۔ اگر یہ کام کرے یا کیا ہو تو یہودی ہے یا نصرانی یا کافر یا کافروں کا شریک، مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہو۔ بے ایمان مرے، کافر ہو کر مرے، اور یہ الفاظ بہت سخت ہیں کہ اگر جھوٹی قسم کھائی یا قسم توڑ دی تو بعض صورت میں کافر ہو جائے گا۔ جو شخص اس قسم کی جھوٹی قسم کھائے اس کی نسبت حدیث میں فرمایا: "وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا۔" یعنی یہودی ہونے کی قسم کھائی تو یہودی ہو گیا۔ یونہی اگر کہا خدا جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے اور یہ بات اس نے جھوٹ کہی ہے تو اکثر علماء کے نزدیک کافر ہے۔ (درمختار، کتاب الایمان)

اللہ کے نام کے سوا کی قسم اٹھانے کی ممانعت

اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے علاوہ کسی چیز کی قسم اٹھانا منع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اپنے باپ دادا کی قسم نہ اٹھایا کرو۔ جو شخص قسم اٹھانا چاہے اسے اللہ ہی کی قسم اٹھانی چاہئے یا وہ خاموش رہے۔ (ترمذی، حدیث ۱۵۳۵)

اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا ہے، جس شخص نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک یا کفر کیا (ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور حاکم نے صحیح) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو شخص یوں کہے والات والعزی (مجھے لات وعزیٰ کی قسم) اسے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کا اقرار کرنا چاہئے۔ (صحیح ترمذی، کتاب النذور والإیمان، باب ما جاء فی کراھیۃ الحلف بغیر ملۃ الإسلام۔ حدیث ۱۵۳۵)

قرآن مجید کی قسم اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے معانی کو سمیت خود صادر فرمایا ہے۔ کلام کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کی قسم اللہ تعالیٰ کی صفت کی قسم ہے اور یہ جائز ہے۔

بَابُ: مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ

یہ باب ہے کہ جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی قسم اٹھائے

2098- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَى الْاِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ

◄► حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی قسم جان بوجھ کر جھوٹی اٹھائے۔ وہ ایسا ہی ہوگا جیسے اس نے کہا ہے۔

2099- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَرَّرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ

2098. اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1363 'ورقم الحدیث: 6047 'ورقم الحدیث: 6105 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 298 'ورقم الحدیث: 299 'ورقم الحدیث: 300 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3257 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1543 'ورقم الحدیث: 1527 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3779 'ورقم الحدیث: 3780 'ورقم الحدیث: 3822

2099. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقُوْلُ اَنَا اِذًا لَيَهُوْدِيٌّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ

⇐⇒ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا" پھر میں یہودی ہو جاؤں" تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے لیے واجب ہو گئی۔

2100 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ سَمُرَةَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ الْبَجَلِيُّ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنَ الْاِسْلَامِ فَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَاِنْ كَانَ صَادِقًا لَمْ يَعُدْ اِلَى الْاِسْلَامِ سَالِمًا

⇐⇒ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص یہ کہتا ہے میں اسلام سے بری الذمہ ہوں' تو اگر وہ جھوٹا بھی ہو' تو بھی وہ ویسا ہی ہو گا جیسا اس نے کہا ہے اور اگر وہ سچا ہو' تو پھر وہ سلامتی کے ساتھ اسلام کی طرف واپس نہیں آئے گا۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کہا کہ مجھ پر قسم ہے۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ میں یہ کام نہ کروں گا۔ اگر یہ کام کرے یا کیا ہو تو یہودی ہے یا نصرانی یا کافر یا کافروں کا شریک، مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہو۔ بے ایمان مرے، کافر ہو کر مرے، اور یہ الفاظ بہت سخت ہیں کہ اگر جھوٹی قسم کھائی یا قسم توڑ دی تو بعض صورت میں کافر ہو جائے گا۔ جو شخص اس قسم کی جھوٹی قسم کھائے اس کی نسبت حدیث میں فرمایا: "وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا۔" یعنی یہودی ہونے کی قسم کھائی تو یہودی ہو گیا۔ یونہی اگر کہا خدا جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے اور یہ بات اس نے جھوٹ کہی ہے تو اکثر علماء کے نزدیک کافر ہے۔

(ردمحتار، کتاب الایمان)

اسلام کے سوا کسی مذہب کی قسم اٹھانے کا بیان

حضرت ثابت ابن ضحاک کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اسلام کے خلاف کسی دوسرے مذہب کی جھوٹی قسم کھائے تو وہ ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کہ اس نے کہا، اور کسی انسان پر اس چیز کی نذر پوری کرنا واجب نہیں جس کا وہ مالک نہ ہو اور جس شخص نے (دنیا میں) اپنے آپ کو کسی چیز (مثلاً چھری وغیرہ) سے ہلاک کر لیا تو وہ قیامت کے دن اسی چیز کے عذاب میں مبتلاء کیا جائے گا (یعنی اگر کسی شخص نے چھری گھونپ کر خودکشی کر لی تو قیامت میں اس کے ہاتھ میں وہی چھری دی جائے گی جس کو وہ اپنے جسم میں گھونپتا رہے گا اور جب تک کہ حق تعالیٰ کی طرف سے نجات کا حکم نہ ہو گا وہ مسلسل اسی عذاب میں مبتلا رہے گا اور جس شخص نے کسی مسلمان پر لعنت کی تو وہ (اصل گناہ کے اعتبار سے) ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے اس مسلمان کو قتل کر دیا ہو، اور اسی طرح جس شخص نے کسی مسلمان پر کفر کی تہمت لگائی تو گویا اس نے اس مسلمان کو قتل کر دیا (کیونکہ کفر کی تہمت لگانا اسباب قتل سے ہے لہٰذا کفر کی تہمت قتل کر دینے کی مانند ہے) اور جھوٹا دعویٰ کرے تا کہ اس کے مال و دولت میں اضافہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے مال و دولت میں کمی کر دے گا۔" (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، جلد سوم، رقم الحدیث 592)

حدیث کے پہلے جزو کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے مثلاً یوں قسم کھائی کہ "اگر میں فلاں کام کروں تو یہودی یا نصرانی ہوں، یا دین اسلام سے یا پیغمبر اسلام سے اور یا قرآن سے بیزار ہوں۔ اور پھر اس نے اس کے برخلاف کیا یعنی قسم کو جھوٹی کر دیا، بایں طور کہ اس نے وہ کام کر لیا جس کے نہ کرنے کی اس نے قسم کھائی تھی تو وہ ایسا ہی یہودی و نصرانی ہو گیا یا دین اسلام یا پیغمبر اسلام یا قرآن سے بیزار ہو گیا کیونکہ قسم دراصل اس کام کو روکنے کے واسطے ہوتی ہے جس کے لئے وہ قسم کھائی گئی ہے۔ لہٰذا قسم کا سچ ہونا تو یہ ہے کہ قسم کھانے والا وہ کام نہ کرے اور اگر وہ اس کام کو کرے گا تو اپنی قسم میں جھوٹا ہو گا تو لامحالہ ویسا ہی ہو گا جیسا کہ اس نے کہا ہے۔

حدیث کے اس ظاہری مفہوم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی قسم کھانے والا محض قسم کھانے کی وجہ سے اس قسم کو توڑنے کے بعد کافر ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس طرح کی قسم کھا کر ایک صریح حرام فعل کا ارتکاب کرتا ہے اور پھر اس قسم کو جھوٹی کر کے گویا کفر کو برضا و رغبت اختیار کرتا ہے۔ لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ اس ارشاد گرامی کی مراد یہ بتانا ہو کہ اس طرح کی قسم کھانے والا واقعۃً یہودی وغیرہ ہو جاتا ہے بلکہ اس کی مراد بطور تہدید و تنبیہ یہ ظاہر کرنا ہو کہ وہ شخص یہودیوں وغیرہ کی مانند عذاب کا مستوجب ہوتا ہے، چنانچہ اس کی نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ (من ترك الصلوٰة فقد كفر) (یعنی جس شخص نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا) اس ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے کہ نماز چھوڑنے والا کافروں کے عذاب سے مستوجب ہوتا ہے۔ اب ہی یہ بات کہ اس طرح قسم کھانا اگرچہ حرام ہے لیکن اگر کوئی شخص اس طرح قسم کھا ہی لے تو کیا شرعی طور پر اس کو قسم کہیں گے اور کیا اس قسم کو توڑنے کا کفارہ واجب ہو گا یا نہیں؟ تو اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور بعض علماء کا قول تو یہ ہے کہ یہ قسم ہے اور اگر اس قسم کو توڑا جائے گا تو اس شخص پر کفارہ واجب ہو گا، ان کو دلیل ہدایہ وغیرہ میں منقول ہے۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس طرح کہنے پر قسم کا اطلاق نہیں ہو گا یعنی شرعی طور پر اس کو قسم نہیں کہیں گے اور جب یہ قسم ہی نہیں ہے تو اس کو توڑنے پر کفارہ بھی واجب نہیں ہو گا، ہاں اس طرح کہنے والا لامحالہ گناہگار ہو گا خواہ وہ اپنی بات کو پورا کرے یا توڑ ڈالے

دوسرے مذہب کی قسم کے سبب کافر ہونے کا بیان

درمختار میں لکھا ہے کہ (مذکورہ بالا مسئلہ میں) زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس طرح کی قسم کھانے والا (اس قسم کے برخلاف عمل کرنے کی صورت میں کافر نہیں ہو جاتا خواہ وہ اس طرح کا تعلق گذرے ہوئے زمانہ سے ہو یا آنے والے زمانہ سے ہو بشرطیکہ وہ اس طرح کہنے کے بارے میں قسم ہی کا اعتقاد رکھتا ہو لیکن اگر وہ اس قسم کے ہونے سے لاعلم ہو اور اس اعتقاد کے ساتھ یہ الفاظ ادا کرے کہ اس طرح کہنے والا اپنی بات کو جھوٹا ہونے کی صورت میں کافر ہو جاتا ہے تو خواہ وہ اس بات کا تعلق گذرے ہوئے زمانہ سے ہو یا آنے والے زمانہ میں کسی شرط کے پورا ہونے کے ساتھ وہ دونوں ہی صورتوں میں کفر کو خود برضا و رغبت اختیار کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

"اور کسی انسان پر اس چیز کی نذر پوری کرنا واجب نہیں جس کا وہ مالک نہ ہو" کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً اگر کوئی شخص یوں کہے " اگر میرا فلاں عزیز صحت یاب ہو جائے تو میں فلاں غلام آزاد کر دوں گا" جب کہ وہ فلاں غلام درحقیقت اس کی ملکیت میں نہ ہو، تو اس صورت میں اس نذر کو پورا کرنا واجب نہیں ہے، اگر اس کے بعد وہ غلام اس کی ملکیت ہی میں کیوں نہ آ جائے ہاں اگر اس نے

آزادی کو ملکیت کے ساتھ مشروط کر دیا یعنی یوں کہا کہ "اگر میرا فلاں عزیز صحت یاب ہو گیا اور فلاں غلام میری ملکیت میں آ گیا یا فلاں غلام کو میں نے خرید لیا تو میں اس کو آزاد کر دوں گا" تو اس صورت میں وہ غلام ملکیت میں آنے کے بعد یا خریداری کے بعد اس نذر کے مطابق آزاد ہو جائے گا۔

"تا کہ اس کے مال و دولت میں اضافہ ہو" یہ اکثر کے اعتبار سے دعویٰ کی علت وسبب کی طرف اشارہ ہے کہ اکثر لوگ محض اپنے مال و دولت میں اضافہ کی خاطر جھوٹے وعدے کرتے ہیں مذکورہ ثمرہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے مال میں کمی کر دیا جانا) مرتب ہوگا۔ جھوٹے وعدے کا مذکورہ ثمرہ محض مال و دولت ہی سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ یہی ثمرہ ان لوگوں کے حق میں بھی مرتب ہوتا ہے جو اپنے احوال و فضائل اور کمالات کے بارے میں محض اس مقصد سے جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کہ عام انسانوں کی نظروں میں ان کا جاہ و مرتبہ زیادہ سے زیادہ بڑھے۔

بَابُ: مَنْ حُلِفَ لَهٗ بِاللّٰهِ فَلْيَرْضَ

یہ باب ہے کہ جس شخص کو اللہ کے نام کی قسم دی جائے اسے راضی ہو جانا چاہئے

2101 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ بْنِ سَمُرَةَ حَدَّثَنَا اَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَحْلِفُ بِاَبِيْهِ فَقَالَ لَا تَحْلِفُوا بِاٰبَآئِكُمْ مَنْ حَلَفَ بِاللّٰهِ فَلْيَصْدُقْ وَمَنْ حُلِفَ لَهٗ بِاللّٰهِ فَلْيَرْضَ وَمَنْ لَّمْ يَرْضَ بِاللّٰهِ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنے باپ کی قسم اٹھاتے ہوئے سنا تو ارشاد فرمایا:

"تم اپنے آباؤ اجداد کے نام کی قسم نہ اٹھاؤ جس شخص نے اللہ کے نام کی قسم اٹھائی ہو وہ سچ بولے: اور جس شخص کو اللہ کے نام کی قسم دی جائے وہ راضی ہو جائے جو شخص اللہ کے نام سے راضی نہیں ہوتا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔

2102 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ يَحْيَى بْنِ النَّضْرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاٰى عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَجُلًا يَسْرِقُ فَقَالَ اَسَرَقْتَ فَقَالَ لَا وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَقَالَ عِيْسَى اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكَذَّبْتُ بَصَرِيْ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا' کیا' تو نے چوری کی ہے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں۔ اس ذات کی قسم! جس

2101 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2102 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور میں اپنے دیکھے ہوئے کو غلط قرار دیتا ہوں"۔

بَابُ: اَلْيَمِيْنُ حِنْثٌ اَوْ نَدَمٌ

یہ باب ہے کہ قسم یا گناہ ہوتی ہے یا شرمندگی کا باعث ہوتی ہے

2103- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ بَشَّارِ بْنِ كِدَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْحَلِفُ حِنْثٌ اَوْ نَدَمٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"بے شک قسم یا گناہ ہوتی ہے یا شرمندگی کا باعث ہوتی ہے"۔

بَابُ: اَلِاسْتِثْنَاءِ فِي الْيَمِيْنِ

یہ باب ہے کہ قسم میں استثنیٰ کرنا

2104- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنْبَاَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَلَهٗ ثُنْيَاهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص قسم اٹھاتے ہوئے "انشاء اللہ" کہہ دے تو اسے استثنیٰ کا حق حاصل ہوگا"۔

2105- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ وَاسْتَثْنٰى اِنْ شَآءَ رَجَعَ وَاِنْ شَآءَ تَرَكَ غَيْرُ حَانِثٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص قسم اٹھاتے ہوئے استثنیٰ کرلے تو اگر چاہے' تو اس سے رجوع کرلے اور اگر وہ چاہے' تو اسے چھوڑ دے جبکہ وہ قسم توڑنے والا شمار نہیں ہوگا"۔

2106- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رِوَايَةً

2103: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2100' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3258' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3781

2104. اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1032' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3864

2105' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3261' ورقم الحدیث: 3262' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1531' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 3838' ورقم الحدیث: 3839

قَالَ مَنْ حَلَفَ وَاسْتَثْنَى فَلَنْ يَحْنَثْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جو شخص قسم اٹھاتے ہوئے استثناء کرلے وہ حانث نہیں ہوتا۔

بَابُ: مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص کسی معاملے میں قسم اٹھائے اور پھراس کے برعکس معاملے کوزیادہ بہتر محسوس کرے

2107- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ اَنْبَاَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ رَهْطٍ مِّنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ نَسْتَحْمِلُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا اَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِىْ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ قَالَ فَلَبِثْنَا مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اُتِىَ بِاِبِلٍ فَاَمَرَ لَنَا بِثَلَاثَةِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرٰى فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهٗ فَحَلَفَ اَلَّا يَحْمِلَنَا ثُمَّ حَمَلَنَا ارْجِعُوْا بِنَا فَاَتَيْنَاهُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا اَتَيْنَاكَ نَسْتَحْمِلُكَ فَحَلَفْتَ اَنْ لَّا تَحْمِلَنَا ثُمَّ حَمَلْتَنَا فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اَنَا حَمَلْتُكُمْ بَلِ اللّٰهُ حَمَلَكُمْ اِنِّىْ وَاللّٰهِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ فَاَرٰى خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِيْنِىْ وَاَتَيْتُ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ اَوْ قَالَ اَتَيْتُ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ وَّكَفَّرْتُ عَنْ يَمِيْنِىْ

ابو بردہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اشعر قبیلے کے کچھ افراد کے ہمراہ' تاکہ آپ سے سواری کے لئے جانور مانگوں آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں سواری کے لئے کچھ نہیں دوں گا' میرے پاس کچھ ہے بھی نہیں' جو میں تمہیں سواری کے لئے دوں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر جب کچھ عرصہ گزرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ اونٹ لائے گئے آپ نے ان میں سے تین سفید کوہان والے اونٹ ہمیں سواری کے لئے دیئے' ہم روانہ ہوئے تو ہم میں سے کسی ایک نے دوسرے سے کہا: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے اور ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کے لئے اونٹ مانگے تھے' تو آپ نے قسم اٹھائی تھی کہ آپ ہمیں سواری کے لئے اونٹ نہیں دیں گے اور اب آپ نے ہمیں سواری کے لئے اونٹ دے دیئے ہیں تم لوگ واپس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو! ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم سواری کے جانور مانگنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے' تو آپ نے یہ قسم اٹھائی تھی کہ آپ ہمیں سواری کا جانور نہیں دیں گے' لیکن پھر آپ نے ہمیں وہ دے بھی دیئے ہیں' تو آپ نے فرمایا: یہ میں نے تمہیں سواری کے لئے نہیں دیئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سواری کے لئے دیئے ہیں میں' اللہ کی قسم! اگر میں کوئی بھی قسم اٹھاؤں گا اور پھر اس قسم کے برعکس کام کو بہتر محسوس کروں گا تو اپنی قسم کا کفارہ دوں

2107: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6623 ' ورقم الحدیث: 6718 ' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 4239 ' ورقم الحدیث 2276 ' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3789

گا اور وہ کام کروں گا جو زیادہ بہتر ہوگا۔

(راوی بیان کرتے ہیں: حدیث کے الفاظ میں کچھ تقدیم وتاخیر ہے)

2108-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ تَمِيْمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ عَدِيِّ ابْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى خَيْرًا مِّنْهَا فَلْيَاْتِ الَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ وَّلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ

◆◆ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کوئی قسم اٹھائے اور پھر کسی معاملے کو اس سے زیادہ بہتر دیکھے تو وہ کام کرے جو زیادہ بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دیدے''۔

2109-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عُمَرَ الْعَدَنِیُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الزَّعْرَاءِ عَمْرُو بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَمِّهٖ اَبِی الْاَحْوَصِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْجُشَمِیِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَاْتِيْنِی ابْنُ عَمِّیْ فَاَحْلِفُ اَنْ لَّا اُعْطِيَهٗ وَلَا اَصِلَهٗ قَالَ كَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ

◆◆ عوف بن مالک جشمی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا چچازاد میرے پاس آیا' تو میں نے یہ قسم اٹھائی کہ میں اس کو کچھ نہیں دوں گا اور اس کے ساتھ صلہ رحمی نہیں کروں گا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی قسم کا کفارہ دیدو (اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو)

شرح

حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کی قسم اگر میں کسی چیز پر قسم کھاؤں اور پھر اس قسم کے خلاف کرنے ہی کو بہتر سمجھوں تو میں اپنی قسم توڑ دوں گا اور اس کا کفارہ ادا کردوں گا اس طرح اس چیز کو اختیار کروں گا جو بہتر ہو۔" (بخاری ومسلم) تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کام کے بارے میں قسم کھاؤں کہ وہ کام نہ کروں گا مگر پھر سمجھوں کہ اس کام کو کرنا ہی بہتر ہے تو میں قسم کو توڑ کر کفارہ ادا کروں گا اور اس کام کو کرلوں گا، اس مسئلہ کی مثالیں آگے آنے والی حدیث کی تشریح میں بیان ہوں گی۔ اور حضرت عبدالرحمن ابن سمرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن مجھ سے) فرمایا کہ "عبدالرحمن! سرداری کی خواہش نہ کرو (یعنی اس بات کی طلب نہ کرو کہ مجھے فلاں جگہ کا حاکم وسردار بنادیا جائے) کیونکہ اگر تمہاری طلب پر تمہیں سرداری دی جائے گی تو تم اس سرداری کے سپرد کردئے جاؤ گے اور اگر بغیر طلب کے تمہیں سرداری ملے گی تو اس میں تمہاری مدد کی جائے گی، نیز اگر تم کسی بات پر قسم کھاؤ اور پھر دیکھو کہ اس قسم کا خلاف کرنا ہی اس قسم کو پوری کرنے سے بہتر ہے، تو تم اس قسم کا کفارہ دے دو اور

2108 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 4251 'ورقم الحدیث 4252 'ورقم الحدیث: 4253 'ورقم الحدیث: 4255 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 3795 'ورقم الحدیث 3796

2109 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3797

وہی کام کرو جو بہتر ہے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اس چیز کو عمل میں لاؤ جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دو۔"

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 593)

سرداری کی خواہش نہ کرو" کا مطلب یہ ہے کہ سرداری وسیاست کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ ایک بہت ہی دشوار اور سخت ذمہ داری کی چیز ہے اس کے فرائض اور حقوق کی ادائیگی ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ صرف چند ہی لوگ اس کا بار اٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں لہذا نفس کی حرص میں مبتلا ہو کر سرداری وسیاست کی خواہش نہ کرو کیونکہ اگر تم اپنی طلب پر سرداری وسیاست پاؤ گے تو پھر تمہیں اسی کے سپرد کر دیا جائے گا بایں معنی کہ اس کے فرائض کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر چہار طرف شر وفساد برپا ہوں گے اور تم مخلوق اللہ کی نظروں میں بڑی بے آبروئی کے ساتھ اس منصب کے نااہل قرار دے دیئے جاؤ گے، ہاں اگر بلا طلب تمہیں سرداری وسیاست کے مرتبہ سے نوازا جائے گا تو اس صورت میں حق تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مدد کی جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے معاملات انتظام وانصرام درست ہوں گے اور مخلوق اللہ کی نظروں میں تمہاری بہت زیادہ عزت ووقعت ہوگی۔ "اور وہی کام کرو گے جو بہتر ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کسی گناہ کی بات پر قسم کھاؤ مثلاً یوں کہو کہ اللہ کی قسم! میں نماز نہیں پڑھوں گا۔ یا۔ اللہ کی قسم میں فلاں شخص کو جان سے مار ڈالوں گا۔ یا۔ اللہ کی قسم میں اپنے باپ سے کلام نہیں کروں گا۔ تو اس صورت میں اس قسم کو توڑ ڈالنا ہی واجب ہوگا اور اس قسم کے توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا۔ اور اگر کسی ایسی بات پر قسم کھائی جائے جس کے خلاف کرنا، اس سے بہتر ہو مثلاً یوں کہا جائے کہ "اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی سے ایک مہینہ تک صحبت نہیں کروں گا" یا اسی طرح کی کسی اور بات پر قسم کھائی جائے تو اس صورت میں اس قسم کو توڑ دینا محض اولیٰ ہوگا۔ اس بارے میں زیادہ تفصیل ابتداء باب میں گذر چکی ہے۔ یہاں جو روایتیں نقل کی گئی ہیں ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کر دینا چاہئے۔

جب کہ دوسری روایت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کفارہ قسم توڑنے کے بعد ادا کرنے چاہئے، چنانچہ اس مسئلہ پر تینوں ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ کفارہ قسم توڑنے سے پہلے ادا کر دینا جائز ہے لیکن حضرت امام شافعی کے ہاں یہ جواز اس تفصیل کے ساتھ ہے کہ اگر کفارہ کی ادائیگی روزہ کی صورت میں ہو تو قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا جائز نہیں ہوگا اور اگر کفارہ کی ادائیگی غلام آزاد کرنے، یا مستحقین کو کھانا کھلانے اور یا کپڑا پہنانے کی صورت میں ہو تو پھر قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کی ادائیگی جائز ہوگی، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کی ادائیگی کسی صورت میں جائز نہیں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جن احادیث سے تقدیم کفارہ مفہوم ہوتا ہے ان میں حرف واؤ محض جمع کے لئے ہے اس سے تقدیم وتاخیر کا مفہوم مراد نہیں ہے اور نہ حقیقتاً وہ احادیث تقدیم وتاخیر پر دلالت کرتی ہیں۔ اور حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم کھائے اور پھر وہ یہ سمجھے کہ (اس کے خلاف کرنا ہی) قسم پوری کرنے سے بہتر ہے تو اسے چاہیے کہ وہ کفارہ ادا کر دے اور اس کام کو کرلے (یعنی قسم توڑ دے)۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کی قسم! تم میں سے کسی شخص کا اپنی قسم پر اصرار کرنا (یعنی

اس قسم کو پوری کرنے ہی کی ضد کرنا) جو اپنے اہل وعیال سے متعلق ہو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو زیادہ گناہگار بناتا ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ اس قسم کو توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کر دے جو اس پر فرض کر دیا گیا ہے۔ (بخاری ومسلم)

مطلب یہ ہے کہ اگر قسم توڑنے میں بظاہر حق تعالیٰ کے نام کی عزت وحرمت کی ہتک ہے اور قسم کھانے والا بھی اس کو اپنے خیال کے مطابق گناہ ہی سمجھتا ہے لیکن اس قسم کو پوری کرنے ہی پر اصرار کرنا جو اہل وعیال کی کسی حق تلفی کا باعث ہوتی ہے زیادہ گناہ کی بات ہے! گویا اس حدیث کا مقصد بھی یہ واضح کرنا ہی کہ قسم کے برخلاف عمل کی بھلائی ظاہر ہونے کی صورت میں قسم کو توڑ دینا اور اس کا کفارہ ادا کرنا لازم ہے۔

بَابُ: مَنْ قَالَ كَفَّارَتُهَا تَرْكُهَا

یہ باب ہے کہ جو شخص اس بات کا قائل ہے قسم کا کفارہ یہ ہے اسے ترک کر دیا جائے

2110- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ أَبِي الرِّجَالِ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ فِي قَطِيعَةِ رَحِمٍ أَوْ فِيمَا لَا يَصْلُحُ فَبِرُّهُ أَنْ لَا يُتِمَّ عَلَى ذَلِكَ

◄► سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

''جو شخص قطع رحمی کی یا کسی غیر مناسب کام کی قسم اٹھائے تو اسے پورا کرنا یہی ہے وہ اس کام کو مکمل نہ کرے''۔

2111- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَتْرُكْهَا فَإِنَّ تَرْكَهَا كَفَّارَتُهَا

◄► عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کوئی قسم اٹھائے اور پھر اس کے برعکس معاملے کو اس سے زیادہ بہتر سمجھے تو وہ اس کام کو چھوڑ دے اگر وہ اسے چھوڑ دیتا ہے تو یہی اس کا کفارہ ہے''۔

بَابُ: كَمْ يُطْعَمُ فِي كَفَّارَةِ الْيَمِينِ

یہ باب ہے کہ قسم کے کفارے میں کتنا کھانا کھلایا جائے گا؟

2112- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَكَّائِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَعْلَى الثَّقَفِيُّ

2110 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2111 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2112 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَفَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ وَّاَمَرَ النَّاسَ بِذٰلِكَ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَنِصْفُ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کا ایک صاع کفارے کے طور پر دیا تھا اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا تھا' تو جس شخص کو یہ نہیں ملتا وہ گندم کا نصف صاع ادا کر دے۔

بَابُ: مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ

یہ باب ہے (ارشاد باری تعالیٰ ہے): ''اس کے درمیانے درجے میں سے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو''

2113- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِي الْمُغِيْرَةِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَقُوْتُ اَهْلَهٗ قُوْتًا فِيْهِ سَعَةٌ وَّكَانَ الرَّجُلُ يَقُوْتُ اَهْلَهٗ قُوْتًا فِيْهِ شِدَّةٌ فَنَزَلَتْ (مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ)

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کو ایسا کھانا کھلاتا ہے' جس میں گنجائش ہوتی ہے اور ایک شخص وہ ہے' جو اپنے گھر والوں کو ایسا کھانا کھلاتا ہے' جس میں تنگی ہوتی ہے اس لیے یہ آیت نازل ہوئی۔

''وہ اس کے مطابق ہو جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو''۔

کفارہ قسم سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں: کفارہ دس مسکینوں کا کھانا جو محتاج فقیر ہوں جن کے پاس بقدر کفایت کے نہ ہو اوسط درجے کا کھانا جو عموماً گھر میں کھایا جاتا ہو وہی انہیں کھلا دینا۔ مثلاً دودھ روٹی، گھی روٹی، زیتون کا تیل روٹی، یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں کی خوراک بہت اعلیٰ ہوتی ہے بعض لوگ بہت ہی ہلکی غذا کھاتے ہیں تو نہ وہ ہو نہ یہ ہو، تکلف بھی نہ ہو اور بخل بھی نہ ہو، سختی اور فراخی کے درمیان ہو، مثلاً گوشت روٹی ہے، سرکہ اور روٹی ہے، روٹی اور کھجوریں ہیں۔ جیسی جس کی درمیانی حیثیت، اسی طرح قلت اور کثرت کے درمیان ہو۔

حضرت علی سے منقول ہے کہ صبح شام کا کھانا، حسن اور محمد بن حنفیہ کا قول ہے کہ دس مسکینوں کو ایک ساتھ بٹھا کر روٹی گوشت کھلا دینا کافی ہے یا اپنی حیثیت کے مطابق روٹی کسی اور چیز سے کھلا دینا، بعض نے کہا ہے ہر مسکین کو آدھا صاع گیہوں کھجوریں وغیرہ دے دینا، امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ گیہوں تو آدھا صاع کافی ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز کا پورا صاع دے دے۔

ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجوروں کا کفارے میں ایک ایک شخص کو دیا ہے اور لوگوں کو بھی یہی حکم فرمایا ہے لیکن جس کی اتنی حیثیت نہ ہو وہ آدھا صاع گیہوں کا دے دے،

2113 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے لیکن اس کا ایک راوی بالکل ضعیف ہے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔ دارقطنی نے اسے متروک کہا ہے اس کا نام عمر بن عبداللہ ہے، ابن عباس کا قول ہے کہ ہر مسکین کو ایک مد گیہوں مع سالن کے دے دے، امام شافعی بھی یہی فرماتے ہیں لیکن سالن کا ذکر نہیں ہے اور دلیل ان کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رمضان شریف کے دن میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو ایک مکتل (خاص پیانہ) میں سے ساٹھ مسکینوں کو کھلانے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اس میں پندرہ صاع آتے ہیں تو ہر مسکین کے لئے ایک مد ہوا۔ ابن مدویہ کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کے کفارے میں گیہوں کا ایک مد مقرر کیا ہے لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہیں کیونکہ نضیر بن زرارہ کوفی کے بارے میں امام ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ وہ مجہول ہے گو اس سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے واللہ اعلم،

پھر ان کے استاد عمری بھی ضعیف ہیں، امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ گیہوں کا ایک مد اور باقی اناج کے دو مد دے۔ واللہ اعلم (یہ یاد رہے کہ صاع انگریزی اسی روپے بھر کے سیر کے حساب سے تقریباً پونے تین سیر کا ہوتا ہے اور ایک صاع کے چار مد ہوتے ہیں واللہ اعلم، مترجم) یا ان دس کو کپڑا پہنانا،

امام شافعی کا قول ہے کہ ہر ایک کو خواہ کچھ ہی کپڑا دے دے جس پر کپڑے کا اطلاق ہوتا ہو کافی ہے، مثلاً کرتہ ہے، پاجامہ ہے، تہمد ہے، پگڑی ہے یا سر پر لپیٹنے کا رومال ہے۔

پھر امام صاحب کے شاگردوں میں سے بعض تو کہتے ہیں ٹوپی بھی کافی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ ناکافی ہے، کافی کہنے والے یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین سے جب اس کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ فرماتے ہیں اگر کوئی وفد کسی امیر کے پاس آئے اور وہ انہیں ٹوپیاں دے تو عرب تو یہی کہیں گے کہ قد کسوا انہیں کپڑے پہنائے گئے۔ لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہیں کیونکہ محمد بن زبیر ضعیف ہیں واللہ اعلم۔ موزے پہنانے کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔

امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ کم سے کم اتنا اور ایسا کپڑا ہو کہ اس میں نماز جائز ہو جائے مرد کو دیا ہے تو اس کی اور عورت کو دیا ہے تو اس کی۔

ابن عباس فرماتے ہیں عبا ہو یا شملہ ہو۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک کپڑا ہو اور اس سے زیادہ جو ہو۔ غرض کفارہ قسم میں ہر چیز سوائے جانگئے کے جائز ہے۔ بہت سے مفسرین فرماتے ہیں ایک ایک کپڑا ایک ایک مسکین کو دے دے۔ ابراہیم نخعی کا قول ہے ایسا کپڑا جو پورا کارآمد ہو مثلاً لحاف چادر وغیرہ نہ کہ کرتہ دوپٹہ وغیرہ ابن سیرن اور حسن دو دو کپڑے کہتے ہیں، سعید بن میتب کہتے ہیں عمامہ جسے سر پر باندھے اور عبا جسے بدن پر پہنے۔ حضرت ابوموسیٰ قسم کھاتے ہیں پھر اسے توڑتے ہیں تو دو کپڑے بحرین کے دے دیتے ہیں۔ ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر مسکین کے لئے ایک عبا، یہ حدیث غریب ہے، یا ایک غلام کا آزاد کرنا،

امام ابوحنیفہ تو فرماتے ہیں کہ یہ مطلق ہے کافر ہو یا مسلمان، امام شافعی اور دوسرے بزرگان دین فرماتے ہیں اس کا مومن ہونا ضروری ہے کیونکہ قتل کے کفارے میں غلام کی آزادی کا حکم ہے اور وہ مقید ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہے، دونوں کفاروں کا سبب

چاہے جداگانہ ہے لیکن وجہ ایک ہی ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جو مسلم وغیرہ میں ہے کہ حضرت معاویہ بن حکم اسلمی کے ذمے ایک گردن آزاد کرنا تھی وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھ ایک لونڈی لئے ہوئے آئے۔ حضور نے اس سیاہ فام لونڈی سے دریافت فرمایا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں پوچھا ہم کون ہیں؟ جواب دیا کہ آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ نے فرمایا اسے آزاد کرو یہ ایماندار عورت ہے۔ پس ان تینوں کاموں میں سے جو بھی کر لے وہ قسم کا کفارہ ہو جائے گا اور کافی ہوگا اس پر سب کا اجماع ہے۔ قرآن کریم نے ان چیزوں کا بیان سب سے زیادہ آسان چیز سے شروع کیا ہے اور بتدریج اوپر کو پہنچایا ہے۔ پس سب سے سہل کھانا کھلانا ہے۔ پھر اس سے قدرے بھاری کپڑا پہنانا ہے اور اس سے بھی زیادہ بھاری غلام کو آزاد کرنا ہے۔ پس اس میں ادنیٰ سے اعلیٰ بہتر ہے۔ اب اگر کسی شخص کو ان تینوں میں سے ایک کی بھی قدرت نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھ لے۔

سعید بن جبیر اور حسن بصری سے مروی ہے کہ جس کے پاس تین درہم ہوں وہ تو کھانا کھلا دے ورنہ روزے رکھ لے اور بعض متاخرین سے منقول ہے کہ یہ اس کے لئے ہے جس کے پاس ضروریات سے فاضل چیز نہ ہو معاش وغیرہ پونجی کے بعد جو فالتو ہو اس سے کفارہ ادا کرے۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں جس کے پاس اس دن کے اپنے اور اپنے بال بچوں کے کھانے سے کچھ بچے اس میں سے کفارہ ادا کرے، قسم کے توڑنے کے کفارے کے روزے پے در پے رکھنے واجب ہیں یا مستحب ہیں اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ واجب نہیں۔

امام شافعی نے باب الایمان میں اسے صاف لفظوں میں کہا ہے امام مالک کا قول بھی یہی ہے کیونکہ قرآن کریم میں روزوں کا حکم مطلق ہے تو خواہ پے در پے ہوں خواہ الگ الگ ہوں تو سب پر یہ صادق آتا ہے جیسے کہ رمضان کے روزوں کی قضا کے بارے میں آیت (فعدة من ايام اخر) فرمایا گیا ہے وہاں بھی پے در پے کی یا علیحدہ علیحدہ کی قید نہیں اور حضرت امام شافعی نے کتاب الام میں ایک جگہ صراحت سے کہا ہے کہ قسم کے کفارے کے روزے پے در پے رکھنے چاہئیں یہی قول احناف اور حنابلہ کا ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابی بن کعب وغیرہ سے مروی ہے کہ ان کی قرأت آیت (فصيام ثلثة ايام متتابعات) ہے ابن مسعود سے بھی یہی قرأت مروی ہے، اس صورت میں اگرچہ اس کا متواتر قرأت ہونا ثابت نہ ہو۔

تاہم خبر واحد یا تفسیر صحابہ سے کم درجے کی تو یہ قرأت نہیں پس حکماً یہ بھی مرفوع ہے۔ ابن مردویہ کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت حذیفہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اختیار ہے آپ نے فرمایا ہاں، تو اختیار پر ہے خواہ گردن آزاد کر خواہ کپڑا پہنا دے خواہ کھانا کھلا دے اور جو نہ پائے وہ پے در پے تین روزے رکھ لے۔ پھر فرماتا ہے کہ تم جب قسم کھا کر توڑ دو تو یہ کفارہ ہے لیکن تمہیں اپنی قسموں کی حفاظت کرنی چاہیے انہیں بغیر کفارے کے نہ چھوڑنا چاہیے اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں واضح طور پر بیان فرما رہا ہے تاکہ تم شکر گزاری کرو۔ (تفسیر ابن کثیر، مائدہ، ۸۹)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مایہ ناز کتاب "المغنی" میں رقمطراز ہیں۔ "نقد قیمت کفارہ میں کفائت نہیں کرتی، اور نہ ہی

سا اس کی قیمت، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غلہ ذکر کیا ہے لہٰذا اس کے بغیر کفارہ ادا نہیں ہو سکتا، اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے تین اشیاء کے مابین اختیار دیا ہے اور اگر اس کی قیمت دینا جائز ہوتی تو یہ اختیار ان تین اشیاء میں منحصر نہ ہوتا۔ (المغنی لابن قدامۃ المقدسی (11/256)

بَابُ: النَّهْيِ اَنْ يَّسْتَلِجَّ الرَّجُلُ فِيْ يَمِيْنِهٖ وَلَا يُكَفِّرَ

یہ باب ہے کہ اس بات کی ممانعت کہ آدمی اپنی قسم پر اصرار کرے اور اس کا کفارہ نہ دے

2114-حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الْمَعْمَرِيُّ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَلَجَّ اَحَدُكُمْ فِي الْيَمِيْنِ فَاِنَّهٗ اٰثَمُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْكَفَّارَةِ الَّتِيْ اُمِرَ بِهَا

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص اپنی قسم پر اصرار کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے زیادہ گناہ گار ہوگا کہ وہ اس کفارے کو ادا کر دیتا جس کا اسے حکم دیا گیا تھا''۔

2114م-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ الْوَحَاظِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

◄► یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابُ: اِبْرَارِ الْمُقْسِمِ

یہ باب قسم کو پورا کروانے کے بیان میں ہے

2115-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ اَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ

◄► حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم قسم پوری کروائیں۔

2116-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ

2114 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2115 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1239 'ورقم الحدیث: 2445 'ورقم الحدیث: 5175 'ورقم الحدیث: 5635 'ورقم الحدیث: 5650 'ورقم الحدیث: 5838 'ورقم الحدیث: 5849 'ورقم الحدیث: 5863 'ورقم الحدیث: 6222 'ورقم الحدیث: 6235 'ورقم الحدیث 6654 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 5356 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1760 'ورقم الحدیث: 2809 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1938 'ورقم الحدیث 3787 'اخرجہ ابن ماجہ فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3590

2116: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الرَّحْمٰنِ بْنِ صَفْوَانَ اَوْ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِيِّ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ جَاءَ بِاَبِيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اجْعَلْ لِاَبِيْ نَصِيْبًا فِي الْهِجْرَةِ فَقَالَ اِنَّهٗ لَا هِجْرَةَ فَانْطَلَقَ فَدَخَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ فَقَالَ قَدْ عَرَفْتَنِيْ قَالَ اَجَلْ فَخَرَجَ الْعَبَّاسُ فِيْ قَمِيْصٍ لَيْسَ عَلَيْهِ رِدَاءٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَرَفْتَ فُلَانًا وَالَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ وَجَاءَ بِاَبِيْهِ لِتُبَايِعَهٗ عَلَى الْهِجْرَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَا هِجْرَةَ فَقَالَ الْعَبَّاسُ اَقْسَمْتُ عَلَيْكَ فَمَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَمَسَّ يَدَهٗ فَقَالَ اَبْرَرْتُ عَمِّيْ وَلَا هِجْرَةَ

●● عبدالرحمن بن صفوان یا شاید حضرت صفوان بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر وہ اپنے والد کو ساتھ لے کر آئے انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے والد کے لیے بھی ہجرت میں سے کوئی حصہ بنا دیجئے' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اب ہجرت نہیں ہو سکتی''۔

پھر وہ گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: آپ مجھے پہچانتے ہیں' انہوں نے جواب دیا: جی ہاں' پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ قمیص پہن کر نکلے' ان کے جسم پر کوئی چادر نہیں تھی' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں شخص کو پہچان گئے تھے اور اس کا ہمارے ساتھ جو تعلق تھا' اس کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں؟ یہ اپنے والد کو لے کر آیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت پر اس سے بیعت لے لیں' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس کی ہجرت نہیں ہو سکتی''۔

تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دیتا ہوں' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک آگے بڑھا کر اس شخص کے ہاتھ کو چھوا اور فرمایا: میں اپنے چچا کی قسم کو پورا کرواؤں گا' لیکن ہجرت نہیں ہو سکتی۔

2116م- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اِدْرِيْسَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ بِاِسْنَادِهٖ نَحْوَهٗ قَالَ يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ زِيَادٍ يَعْنِيْ لَا هِجْرَةَ مِنْ دَارٍ قَدْ اَسْلَمَ اَهْلُهَا

●● یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ یزید بن ابوزیاد نے یہ کہا ہے اس سے مراد یہ ہے' ایسے علاقے سے ہجرت نہیں ہو سکتی جہاں کے رہنے والے اسلام قبول کر چکے ہوں۔

بَابُ: النَّهْيِ اَنْ يُّقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ

یہ باب اس ممانعت میں ہے کہ جو کہے کہ اللہ چاہے اور جو تم چاہو

2117- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا الْاَجْلَحُ الْكِنْدِيُّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَلَفَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ وَلٰكِنْ

2117 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

لِيَقُلْ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شِئْتَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جب کسی شخص نے قسم اٹھائی ہو' تو یہ نہ کہے' جو اللہ چاہے اور جو تم چاہو' بلکہ یہ کہے' جو اللہ چاہے اور پھر جو تم چاہو''۔

2118-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ رَاٰى فِي النَّوْمِ اَنَّهُ لَقِيَ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ فَقَالَ نِعْمَ الْقَوْمُ اَنْتُمْ لَوْلَا اَنَّكُمْ تُشْرِكُوْنَ تَقُوْلُوْنَ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ وَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَعْرِفُهَا لَكُمْ قُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَاءَ مُحَمَّدٌ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کی ملاقات ایک اہل کتاب سے ہوئی تو وہ بولا' تم کتنے اچھے لوگ ہو' اگر تم لوگ شرک نہ کرو' تم لوگ یہ کہتے ہو کہ جو اللہ چاہے اور جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں' اس شخص نے اس بات کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''اللہ کی قسم! مجھے تمہارے اس طرز عمل کے بارے میں پتہ ہے' تم لوگ یہ کہا کرو' جو اللہ تعالیٰ چاہے پھر جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں''۔

2118م-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ سَخْبَرَةَ اَخِي عَائِشَةَ لِاُمِّهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابُ: مَنْ وَرّٰى فِيْ يَمِيْنِهِ

یہ باب ہے کہ جو شخص اپنی قسم میں توریہ کرے (یعنی ذو معنیٰ مفہوم مراد لے)

2119-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ ح و حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيْمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ جَدَّتِهِ عَنْ اَبِيْهَا سُوَيْدِ بْنِ حَنْظَلَةَ قَالَ خَرَجْنَا نُرِيْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ فَاَخَذَهُ عَدُوٌّ لَّهُ فَتَحَرَّجَ النَّاسُ اَنْ يَّحْلِفُوْا فَحَلَفْتُ اَنَا اَنَّهُ اَخِيْ فَخَلّٰى سَبِيْلَهُ فَاَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ اَنَّ الْقَوْمَ تَحَرَّجُوْا اَنْ يَّحْلِفُوْا وَحَلَفْتُ اَنَا اَنَّهُ اَخِيْ فَقَالَ صَدَقْتَ الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ

2118: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2118م: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2119 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3256

حضرت سوید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ روانہ ہوئے ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہتے تھے ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی تھے انہیں دشمن نے پکڑ لیا تو لوگوں نے قسم اٹھانے میں گناہ محسوس کیا لیکن میں نے قسم اٹھالی کہ یہ میرا بھائی ہے تو دشمن نے اس کا راستہ چھوڑ دیا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ لوگوں نے اس بات میں گناہ محسوس کیا کہ وہ قسم اٹھائیں جبکہ میں نے یہ قسم اٹھالی کہ یہ میرا بھائی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم نے سچ کہا ہے مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے''۔

2120-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبَّادِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْيَمِيْنُ عَلٰى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''قسم حلف لینے والے کی نیت کے مطابق ہوتی ہے''۔

2121-حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَنْبَاَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِيْنُكَ عَلٰى مَا يُصَدِّقُكَ بِهٖ صَاحِبُكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تمہاری قسم وہ ہوگی جس کے بارے میں تمہارا ساتھی تمہاری تصدیق کرے''۔

بَابُ: النَّهْيِ عَنِ النَّذْرِ

یہ باب نذر کی ممانعت میں ہے

2122-حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّذْرِ وَقَالَ اِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ اللَّئِيْمِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے: اس کے ذریعے کنجوس سے مال نکلوایا جاتا ہے۔

2123-حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

2120 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 4259 'ورقم الحدیث 4260 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 3255 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1354

2122: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6608 'ورقم الحدیث: 6693 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 4213 'ورقم الحدیث 4214 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3287 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3810 'ورقم الحدیث 3811 'ورقم الحدیث 3812

2123 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النَّذْرَ لَا يَاْتِى ابْنَ اٰدَمَ بِشَىْءٍ اِلَّا مَا قُدِّرَ لَهٗ وَلٰكِنْ يَغْلِبُهُ الْقَدَرُ مَا قُدِّرَ لَهٗ فَيُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِيْلِ فَيُيَسَّرُ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَكُنْ يُيَسَّرُ عَلَيْهِ مِنْ قَبْلِ ذٰلِكَ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَيْكَ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک نذر ابن آدم کے لیے کوئی چیز نہیں لے کر آتی' صرف وہی لے کر آتی ہے' جو اس کے نصیب میں ہو' بلکہ تقدیر بھی اس پر غالب آجاتی ہے' اس چیز کے حوالے سے جو اس کے نصیب میں لکھی گئی ہے' اس کے ذریعے کنجوس شخص کا مال نکلوالیا جاتا ہے اور اسے وہ آسانی فراہم کردی جاتی ہے' جو اس سے پہلے اسے نہیں ملی تھی''۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''تم خرچ کرو! میں تم پر خرچ کروں گا''۔

بَابُ: النَّذْرِ فِى الْمَعْصِيَةِ

یہ باب ہے کہ معصیت کے بارے میں نذر ماننا

2124- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ سَهْلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ عَمِّهٖ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْرَ فِىْ مَعْصِيَةٍ وَّلَا نَذْرَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ

◄► حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''گناہ کے بارے میں کوئی نذر نہیں ہوتی اور آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو اس کے بارے میں نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی''۔

2125- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ الْمِصْرِىُّ اَبُوْ طَاهِرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنْبَاَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نَذْرَ فِىْ مَعْصِيَةٍ وَّكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں گناہ کے بارے میں نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور اس کا کفارہ وہی ہے' جو قسم توڑنے کا کفارہ ہے۔

2126- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ الْقَاسِمِ

2124: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 8 'اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3316 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 3821 'ورقم الحدیث 3860

2125 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3290 'ورقم الحدیث: 3291 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1524 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3843 'ورقم الحدیث 3844 'ورقم الحدیث: 3845 'ورقم الحدیث: 3846 'ورقم الحدیث 3847

بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَذَرَ اَنْ يُطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی نذر مانے وہ اس کی اطاعت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانے وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔

معصیت کی قسم اٹھانے کا بیان

جس شخص نے معصیت کی قسم اٹھائی کہ وہ نماز نہیں پڑھے گا یا وہ اپنے باپ سے کلام نہ کرے گا یا فلاں کو قتل کردے گا مناسب ہے کہ وہ اپنی قسم کو توڑ دے اور یمین کا کفارہ ادا کرے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قسم اٹھائی اور پھر اس کے سوا میں بھلائی دیکھے تو پس اسی طرح کرے جو اس کے لئے بہتر ہو، وہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔ اور اس میں ہم نے یہ کہا ہے کہ جبر کے سبب نیکی کا فوت ہونا ہے اور وہ کفارہ ہے اور معصیت میں کوئی جابر نہیں ہے کیونکہ اس کی ضد میں (نقصان کو پورا کیا جاسکتا ہے)۔ (ہدایہ، کتاب الایمان، لاہور)

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ کی نذر کو پورا کرنا جائز نہیں ہے اور اس نذر کا کفارہ قسم کے کفارہ جیسا ہے۔" (ابوداؤد، ترمذی، نسائی مشکوۃ المصابیح۔ جلد سوم۔ رقم الحدیث 667)

یہ حدیث اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کی دلیل ہے اور حضرت امام شافعی کے مسلک کے برخلاف ہے۔

حضرت زہدم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ جرم اور اشعریوں کے قبیلوں کے درمیان بھائی چارہ اور دوستی تھی ہم ابوموسیٰ اشعری کے پاس تھے کہ ان کے پاس کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت تھا، بنی تیم کا ایک شخص انکے پاس تھا جس کا رنگ سرخ تھا اس کو کھانے پر بلایا تو اس نے کہا کہ میں نے اس کو نجاست کھاتے ہوئے دیکھا ہے تو میری طبیعت متنفر ہوگئی میں نے قسم کھائی کہ مرغی نہیں کھاؤں گا، انہوں نے کہا کہ اٹھ میں تجھ سے اس کی بابت حدیث بیان کروں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند اشعریوں کے ساتھ سواری مانگنے کے لئے آیا آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں تمہیں سوار نہیں کروں گا، اور نہ میرے پاس کوئی چیز ہے جس پر میں تم کو سوار کروں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال غنیمت کے اونٹ آئے آپ نے ہمارے متعلق دریافت فرمایا کہ اشعری کہاں ہیں؟ اور ہمارے لئے پانچ اچھی اونٹنیوں کے دینے کا حکم دیا، جب ہم چلے تو ہم نے کہا کہ ہم نے یہ کیا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ ہم سواری نہیں دیں گے اور نہ ان کے پاس کوئی سواری ہے، جس پر ہمیں سوار کریں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سواری عنایت کی شاید ہم قسم بھول گئے، خدا کی قسم اس صورت میں ہم لوگ فلاح نہیں پائیں گے ہم لوگ آپ کے پاس واپس لوٹے تو ہم لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کے پاس سواری کی غرض سے آئے تھے، آپ نے قسم کھائی کہ ہم لوگوں کو سواری نہیں دیں گے، اور نہ آپ کے پاس کوئی چیز ہے جس پر آپ سوار کریں، آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں سوار نہیں کیا لیکن اللہ نے تمہیں سوار کیا، بخدا میں کسی بات پر قسم کھاتا ہوں اور اس کے سوا دوسری بات میں بھلائی ہو تو میں اس صورت کو اختیار کرتا ہوں جو بہتر ہے اور میں قسم توڑ دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری۔ جلد سوم۔ رقم الحدیث 1570)

امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ "الکبائر" میں لکھتے ہیں "مومنوں کے ہاں یہ بات فیصلہ شدہ اور مقرر ہے کہ: جس شخص نے بھی بغیر بیماری اور غرض (یعنی بغیر شرعی عذر) کے رمضان المبارک کا روزہ ترک کیا تو وہ شخص زانی اور شراب نوش سے بھی زیادہ شریر اور برا ہے، بلکہ اس کے اسلام میں ہی شک کرتے ہیں، اور اس کے زندیق اور منحرف ہونے کا گمان کرتے ہیں۔ (الکبائر للذھبی (64)

بعض لوگوں نے حلال چیزوں کو اپنے اُوپر حرام کر لینے کی قسم کھا رکھی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ میں قسم کا حکم بھی بیان فرمادیا کہ اگر کسی شخص کی زبان سے بلا ارادہ قسم کا لفظ نکل گیا ہے تو اس کی پابندی کرنے کی ویسے ہی ضرورت نہیں، کیونکہ ایسی قسم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، اور اگر جان بُوجھ کر کسی نے قسم کھائی ہے تو وہ اسے توڑ دے اور کفارہ ادا کردے، کیونکہ جس نے کسی معصیت کی قسم کھائی ہو اسے اپنی قسم پر قائم نہ رہنا چاہیے۔

بَابُ: مَنْ نَّذَرَ نَذْرًا وَّلَمْ يُسَمِّهِ

یہ باب ہے کہ جو شخص نذر مانے اور اسے متعین نہ کرے

2127- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّذَرَ نَذْرًا وَّلَمْ يُسَمِّهِ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "جو شخص نذر مانے اور اسے متعین نہ کرے تو اس کا کفارہ وہی ہوگا' جو قسم توڑنے کا کفارہ ہے"۔

2128- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا خَارِجَةُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الْأَشَجِّ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَّذَرَ نَذْرًا وَّلَمْ يُسَمِّهِ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ وَّمَنْ نَّذَرَ نَذْرًا لَمْ يُطِقْهُ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ وَّمَنْ نَّذَرَ نَذْرًا أَطَاقَهُ فَلْيَفِ بِهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص کوئی نذر مانے اور اسے مقرر نہ کرے تو اس کا کفارہ وہی ہے' جو قسم توڑنے کا کفارہ ہے اور جو شخص کوئی ایسی نذر مانے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو' تو اس کا کفارہ بھی وہی ہے' جو قسم توڑنے کا کفارہ ہے' اور جو شخص کوئی ایسی نذر مانے جس کی وہ طاقت رکھتا ہو' تو اسے اس نذر کو پورا کرنا چاہیے"۔

وہ نذر جسے پورا کرنے یا قسم کا کفارہ دینے میں اختیار ہے

کچھ نذریں ایسی ہیں جن میں نذر ماننے والے کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی نذر پوری کرے یا پھر نذر کے کفارہ میں قسم کا

2126 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 6696 'ورقم الحدیث: 6700 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 3289 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1526 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3815 'ورقم الحدیث: 3816 'ورقم الحدیث: 3817

2127 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2128: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3322

کفارہ ادا کر دے، اس قسم میں مندرجہ ذیل نذریں آتی ہیں۔

جھگڑا اور غصہ کی نذر: یہ ہر وہ نذر ہے جو قسم کی جگہ ہو اور اس سے کسی فعل کو سرانجام دینے یا کسی فعل کو ترک کرنے پر ابھارنا مراد ہو، یا پھر کسی کی تصدیق یا تکذیب مراد ہو، نذر ماننے والے کا مقصد نذر نہ ہو اور نہ ہی اللہ کا قرب حاصل کرنا ہو۔

مثلاً کوئی شخص غصہ کی حالت میں یہ کہے: (اگر میں نے ایسا کیا تو مجھ پر حجت یا میرے ذمہ ایک ماہ کے روزے یا ایک ہزار دینا صدقہ کروں گا)

یا یہ کہے: (اگر میں نے فلاں شخص سے کلام کی تو یہ غلام آزاد کرونگا، یا میری بیوی کو طلاق) وغیرہ اور پھر وہ یہ کام کر بھی لے، اور وہ اس ساری کلام سے اس کی تاکید چاہتا تھا کہ وہ اس کام وغیرہ کو نہیں کرے گا، تو اس کے مقصود کی حقیقت میں نہ تو شرط پر عمل کرے اور نہ ہی اس پر سزا لاگو ہوگی، بلکہ اسے اس طرح کی نذر میں اختیار دیا جائے گا۔

اس شخص کی حالت کسی کی حکایت بیان کرنا ہو، یا کسی چیز کے فعل یا عدم فعل پر ابھارنے کا اظہار ہو، اسے بھی اختیار ہے کہ یا تو وہ اپنی نذر پوری کرے یا پھر قسم کا کفارہ ادا کر دے، جو ہر کے اعتبار سے اسے قسم شمار کیا جائیگا۔

نام نہاد آزاد محقق ابن تیمیہ کہتے ہیں: "اگر اس نے قسم کے اعتبار سے نذر کو معلق کیا اور یہ کہا: اگر میں تمہارے ساتھ سفر کروں تو مجھ پر حج ہے، یا میرا مال صدقہ، یا میرے ذمہ غلام آزاد کرنا، تو صحابہ کرام اور جمہور علماء کے ہاں یہ حلف نذر ہے، نہ کہ وہ نذر ماننے والا ہے، لہٰذا اگر وہ اپنے اوپر لازم کردہ کو پورا نہیں کرتا تو اسے قسم کا کفارہ ادا کرنا ہی کافی ہے۔

اور ایک دوسری جگہ پر کہتے ہیں: "جھگڑے اور غضب کی حالت میں نذر سے واجب کردہ میں ہمارے ہاں مشہور قول پر دو چیزوں میں سے ایک ہے: یا تو کفارہ یا پھر معلق کردہ فعل کو سرانجام دینا، اور اگر وہ معلق کردہ چیز کا التزام نہیں کرتا تو پھر کفارے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

مباح نذر کا بیان

یہ ہر وہ نذر ہے جو مباح امور میں سے کسی پر بھی مانی گئی ہو، مثلاً کوئی شخص کسی معین لباس کے پہننے کی نذر مانے، یا کوئی مخصوص کھانا کھانے کی نذر مانے، یا کسی بذاتہ جانور پر سوار ہونے کی نذر مانے، یا کسی محدود گھر میں داخل ہونے کی نذر مانے، وغیرہ

ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک شخص نے بوانہ نامی جگہ میں اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا بیٹا پیدا ہوا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: میں نے بوانہ میں اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی عبادت کی جاتی تھی؟ تو صحابہ نے جواب دیا: نہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہاں ان کا کوئی میلہ ٹھیلہ لگتا تھا؟ تو صحابہ کرام نے جواب دیا: نہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اپنی نذر پوری کرو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کی نذر پوری کرنا جائز نہیں، اور نہ ہی اس میں جس کا ابن آدم مالک ہی نہیں۔ (سنن ابوداود رقم الحدیث (2881)

نذر سے ممانعت کے سبب کا بیان

علامہ خطابی نے فرمایا کہ نذر سے منع کا معنی یہ ہے کہ یہ نذر کے متعلق اہتمام کا اظہار ہے اور نذر کو اپنے ذمہ لازم کرنے کے بعد اس میں لاپرواہی پر ڈرانا مقصود ہے، اور اگر نذر سے یہ منع برائے سزا ہوتا اس سے لازم آئے گا کہ نذر کو پورا کرنے کا حکم ختم ہو جائے کیونکہ یوں نذر گناہ قرار پائے گی، لہٰذا بلا شبہ حدیث کی وجہ یہ ہے کہ نذر اس اعتقاد سے نہ مانو کہ نذر کی وجہ سے تقدیر بدل جائے گی کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر نہیں فرمایا نذر کی وجہ سے تم اس کو حاصل کر لو گے اور تقدیر میں جو چیز تم پر وارد ہونے والی ہے تم اس کو نذر کے ذریعہ لوٹا دو، اور جب نذر مانو تو اس سے بری الذمہ ہونے کے لئے اسے پورا کرو، کیونکہ جو نذر مانی ہے وہ تم پر لازم ہو چکی ہے۔ (صحیح مسلم کتاب النذر باب النذر مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح)

علامہ طیبی نے فرمایا اس حدیث کی وضاحت یہ ہے کہ اس میں نہی کا تعلق اور اس کی علت، تقدیر سے نذر مستغنی نہیں کرتی، والا جملہ ہے۔ اور اس میں تنبیہ ہے کہ اس عقیدہ سے نذر ماننا کہ یہ تقدیر کو تبدیل کر دے گی اور اس سے مستغنی کر دے گی، یہ منع ہے، لیکن نذر مان کر یہ عقیدہ رکھنا اللہ تعالیٰ ہی معاملات کو آسان فرماتا ہے اور وہی ذاتی طور پر نافع اور ضار ہے اور نذر محض ایک وسیلہ ہے، تو اس عقیدہ سے نذر اور اس کو پورا کرنا عبادت ہے، اور یہ صورت ممنوع نہیں ہے یہ کیسے ممنوع ہو سکتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے نیک بندوں کی مدح میں خود فرمایا کہ وہ نذروں کو پورا کرتے ہیں۔ اور فرمایا: جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اس کو میں وقف کرتی ہوں۔ اور میں کہتا ہوں یونہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، میں نے اللہ تعالیٰ رحمٰن کے لئے روزہ کی نذر مانی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حدیث میں نہی کا تعلق اس نذر سے ہے جس میں یہ عقیدہ شامل ہو کہ یہ نذر تقدیر سے مستغنی کر دے گی۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح باب النذور)

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: خانیہ میں مذکور ہے کہ جب کسی نے کہا کہ اگر میں اس مرض سے تندرست ہو جاؤں تو بکری ذبح کروں گا، تو تندرست ہونے پر اس پر ذبح کرنا لازم نہیں ہوگا مگر جب یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر لازم ہے کہ میں بکری ذبح کروں گا (تو پھر نذر ہوگی اور پورا کرنا لازم ہوگا) یہ درمختار کے متن کی عبارت ہے اور اس کی شرح میں اسکی علت یہ بیان کی ہے کہ اس لئے کہ پورا کرنا نذر کی وجہ سے لازم ہوتا ہے، اس پر دوسری عبارت دلالت کرتی ہے، پہلی عبارت اس پر دال نہیں ہے۔ اور اس کی تائید بزازیہ میں ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اگر میرا بیٹا سالم بچے تو میں تا زندگی روزہ رکھوں گا، تو وعدہ ہوگا، لیکن اس کے ساتھ بزازیہ میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی کہے "اگر مجھے صحت ہوئی تو اتنے روزے رکھوں گا" تو پورا کرنا واجب ہوگا، جب تک اس میں "اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر روزہ لازم ہے" نہ کہے۔ لیکن استحسان یہ ہے کہ اس پر روزہ لازم ہو جائے گا، اور اگر کوئی کہے "اگر میں ایسا کروں تو میں حج کروں گا" اس کے بعد اس نے وہ کام کیا تو حج لازم ہوگا۔ (رد المحتار، ج ۳، ص ۰۷، پشاور)

نذر کا حکم کا بیان

مشروع نذر کو پورا کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری

کریں۔(الحج(۲۹))

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔(آل عمران)

تو اُسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول کیا۔اور اُسے اچھا پروان چڑھایا۔اور اُسے زکریا کی نگہبانی میں دیا جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے (ف) کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔(کنزالایمان)

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اور نذر میں لڑکے کی جگہ حضرت مریم کو قبول فرمایا حَنّہ نے ولادت کے بعد حضرت مریم کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس میں احبار کے سامنے رکھ دیا یہ احبار حضرت ہارون کی اولاد میں تھے اور بیت المقدس میں ان کا منصب ایسا تھا جیسا کہ کعبہ شریف میں حجبہ کا چونکہ حضرت مریم ان کے امام اور ان کے صاحب قربان کی دختر تھیں اور ان کا خاندان بنی اسرائیل میں بہت اعلیٰ اور اہل علم کا خاندان تھا اسلئے ان سب نے جن کی تعداد ستائیس تھی حضرت مریم کو لینے اور ان کا تکفل کرنے کی رغبت کی حضرت زکریا نے فرمایا کہ میں ان کا سب سے زیادہ حقدار ہوں کیونکہ میرے گھر میں ان کی خالہ ہیں معاملہ اس پر ختم ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے قرعہ حضرت زکریا ہی کے نام پر نکلا۔

حضرت مریم ایک دن میں اتنا بڑھتی تھیں جتنا اور بچے ایک سال میں۔بے فصل میوے جو جنت سے اترتے اور حضرت مریم نے کسی عورت کا دودھ نہ پیا۔

حضرت مریم نے صغرسنی میں کلام کیا جب کہ وہ پالنے میں پرورش پا رہی تھیں جیسا کہ ان کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی حال میں کلام فرمایا

مسئلہ یہ آیت کرامات اولیاء کے ثبوت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھوں پر خوارق ظاہر فرماتا ہے حضرت زکریا نے جب یہ دیکھا تو فرمایا جو ذات پاک مریم کو بے وقت بے فصل اور بغیر سبب کے میوہ عطا فرمانے پر قادر ہے وہ بے شک اس پر قادر ہے کہ میری بانجھ بی بی کو نئی تندرستی دے اور مجھے اس بڑھاپے کی عمر میں امید منقطع ہو جائے کے بعد فرزند عطا کرے بایں خیال آپ نے دعا کی جس کا اگلی آیت میں بیان ہے۔(خزائن العرفان، آل عمران، ۳۷)

حضرت حنہ کی نذر کا بیان

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ حضرت حنہ کی نذر کو اللہ تعالیٰ نے بخوشی قبول فرمالیا اور اسے بہترین طور سے نشوونما بخشی، ظاہری خوبی بھی عطا فرمائی اور باطنی خوبی سے بھرپور کر دیا اور اپنے نیک بندوں میں ان کی پرورش کرائی تا کہ علم اور خیر اور دین سیکھ لیں، حضرت زکریا کو ان کا کفیل بنا دیا ابن اسحاق تو فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ حضرت مریم علیہا السلام یتیم ہو گئی تھیں، لیکن دوسرے بزرگ فرماتے

ہیں کہ قحط سالی کی وجہ سے ان کی کفالت کا بوجھ حضرت زکریا نے اپنے ذمہ لے لیا تھا، ہو سکتا ہے کہ دونوں وجوہات اتفاقاً آپس میں مل گئی ہوں واللہ اعلم، حضرت ابن اسحاق وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام ان کے خالو تھے، اور بعض لوگ کہتے ہیں ان کے بہنوئی تھے، جیسے معراج والی صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی جو دونوں خالہ زاد بھائی ہیں، ابن اسحاق کے قول پر یہ حدیث ٹھیک ہے کیونکہ اصلاح عرب میں ماں کی خالہ کے لڑکے کو بھی خالہ زاد بھائی کہہ دیتے ہیں پس ثابت ہوا کہ حضرت مریم اپنی خالہ کی پرورش میں تھیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی یتیم صاحبزادی عمرہ کو ان کی خالہ حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ کے سپرد کیا تھا اور فرمایا تھا کہ خالہ قائم مقام ماں کے ہے، اب اللہ تعالیٰ حضرت مریم کی بزرگی اور ان کی کرامت بیان فرماتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جب کبھی ان کے پاس ان کے حجرے میں جاتے تو بیموکی میوے ان کے پاس پاتے مثلاً جاڑوں میں گرمیوں کے میوے اور گرمیوں میں جاڑے کے میوے۔ حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت ابو الشعثاء، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت ضحاک، حضرت قتادہ، حضرت ربیع بن انس، حضرت عطیہ عوفی، حضرت سدی اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں، حضرت مجاہد سے یہ بھی مروی ہے کہ یہاں رزق سے مراد علم اور وہ صحیفے ہیں جن میں علمی باتیں ہوتی تھیں لیکن اول قول ہی زیادہ صحیح ہے، اس آیت میں اولیاء اللہ کی کرامات کی دلیل ہے اور اس کے ثبوت میں بہت سی حدیثیں بھی آتی ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام ایک دن پوچھ بیٹھے کہ مریم تمہارے پاس یہ رزق کہاں سے آتا ہے؟ صدیقہ نے جواب دیا کہ اللہ کے پاس سے، وہ جسے چاہے بےحساب روزی دیتا ہے، مسند حافظ ابو یعلیٰ میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی دن بغیر کچھ کھائے گذر گئے بھوک سے آپ کو تکلیف ہونے لگی اپنی سب بیویوں کے گھر ہو آئے لیکن کہیں بھی کچھ نہ پایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور دریافت فرمایا کہ بچی تمہارے پاس کچھ ہے؟ کہ میں کھالوں مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے، وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے باپ صدقے ہوں کچھ بھی نہیں، اللہ کے نبی (اللھم صلی وسلم علیہ) وہاں سے نکلے ہی تھے کہ حضرت فاطمہ کی لونڈی نے دو روٹیاں اور ٹکڑا گوشت حضرت فاطمہ کے پاس بھیجا آپ نے اسے لے کر برتن میں رکھ لیا اور فرمانے لگیں گو مجھے، میرے خاوند اور بچوں کو بھوک ہے لیکن ہم سب فاقے ہی سے گذار دیں گے اور اللہ کی قسم آج تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دوں گی، پھر حضرت حسن یا حسین کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ کو بلا لائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستے ہی میں ملے اور ساتھ ہو لئے، آپ آئے تو کہنے لگیں میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اللہ نے کچھ بھجوا دیا ہے جسے میں نے آپ کے لئے چھپا کر رکھ دیا ہے، آپ نے فرمایا میری پیاری بچی لے آؤ، اب جو طشت کھولا تو دیکھتی ہے کہ روٹی سالن سے ابل رہا ہے دیکھ کر حیران ہو گئیں لیکن فوراً سمجھ گئیں کہ اللہ کی طرف سے اس میں برکت نازل ہو گئی ہے، اللہ کا شکر کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پر درود پڑھا اور آپ کے پاس لا کر پیش کر دیا آپ نے بھی اسے دیکھ کر اللہ کی تعریف کی اور دریافت فرمایا کہ بیٹی یہ کہاں سے آیا؟ جواب دیا کہ ابا جان اللہ کے پاس سے وہ جسے چاہے بےحساب روزی دے، آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اے پیاری بچی تجھے بھی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی تمام عورتوں کی سردار جیسا کر دیا، انہیں جب کبھی اللہ تعالیٰ کوئی چیز عطا فرماتا اور ان سے پوچھا جاتا تو یہی جواب دیا کرتی

تھیں کہ اللہ کے پاس سے ہے اللہ جسے چاہے بےحساب رزق دیتا ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور آپ نے حضرت علی نے اور حضرت فاطمہ نے اور حضرت حسین نے اور آپ کی سب ازواج مطہرات اور اہل بیت نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا پھر بھی اتنا ہی باقی رہا جتنا پہلے تھا جو آس پاس کے پڑوسیوں کے ہاں بھیجا گیا یہ خیر کثیر اور برکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں:

حضرت عمران کی بیوی صاحبہ کا نام حسنہ بنت فاقوذ تھا حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ تھیں حضرت محمد اسحاق فرماتے ہیں انہیں اولاد نہیں ہوتی تھی ایک دن ایک چڑیا کو دیکھا کہ وہ اپنے بچوں کو چوغہ دے رہی ہے تو انہیں ولولہ اٹھا اور اللہ تعالیٰ سے اسی وقت دعا کی اور خلوص کے ساتھ اللہ کو پکارا، اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی دعا قبول فرمالی اور اسی رات انہیں حمل ٹھہر گیا جب حمل کا یقین ہو گیا تو نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ مجھے جو اولاد دے گا اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے اللہ کے نام پر آزاد کر دوں گی، پھر اللہ سے دعا کی کہ پروردگار تو میری اس مخلصانہ نذر کو قبول فرما تو میری دعا کو سن رہا ہے اور تو میری نیت کو بھی خوب جان رہا ہے، اب یہ معلوم نہ تھا لڑکا ہو گا یا لڑکی جب پیدا ہوا تو دیکھا کہ وہ لڑکی ہے اور لڑکی تو اس قابل نہیں کہ وہ مسجد مقدس کی خدمت انجام دے سکے اس کے لئے تو لڑکا ہونا چاہئے تو عاجزی کے طور پر اپنی مجبوری جناب باری میں ظاہر کی کہ اے اللہ میں تو اسے تیرے نام پر وقف کر چکی تھی لیکن مجھے تو لڑکی ہوئی ہے، واللہ اعلم بما وضعت بھی پڑھا گیا یعنی یہ قول بھی حضرت حسنہ کا تھا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میرے ہاں لڑکی ہوئی اور "تا" کے جزم کے ساتھ بھی آیا ہے، یعنی اللہ کا یہ فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بخوبی معلوم ہے کہ کیا اولاد ہوئی ہے، اور فرماتی ہے کہ مرد عورت برابر نہیں، میں اس کا نام مریم رکھتی ہوں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس دن بچہ ہوا اسی دن نام رکھنا بھی جائز ہے،

کیونکہ ہم سے پہلے لوگوں کی شریعت ہماری شریعت ہے اور یہاں یہ بیان کیا گیا اور تردید نہیں کی گئی بلکہ اسے ثابت اور مقرر رکھا گیا، اسی طرح حدیث شریف میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات میرے ہاں لڑکا ہوا اور میں نے اس کا نام اپنے باپ حضرت ابراہیم کے نام پر ابراہیم رکھا ملاحظہ ہو بخاری مسلم۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کو جبکہ وہ تولد ہوئے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے انہیں اپنے ہاتھ سے گھٹی دی اور ان کا نام عبداللہ رکھا، یہ حدیث بھی بخاری و مسلم میں موجود ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں رات کو بچہ ہوا ہے کیا نام رکھوں؟ فرمایا عبدالرحمن نام رکھو۔ (بخاری)

ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابو سید رضی اللہ عنہ کے ہاں بچہ ہوا جسے لے کر آپ حاضر خدمت نبوی ہوئے تا کہ آپ اپنے دست مبارک سے اس بچے کو گھٹی دیں آپ اور طرف متوجہ ہو گئے بچہ کا خیال نہ رہا۔ حضرت ابو اسید نے بچے کو واپس گھر بھیج دیا جب آپ فارغ ہوئے بچے کی طرف نظر ڈالی تو اسے نہ پایا گھبرا کر پوچھا اور معلوم کر کے کہا اس کا نام منذر رکھو (یعنی ڈرا دینے والا)

مسند احمد اور سنن میں ایک اور حدیث مروی ہے جسے امام ترمذی صحیح کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ اپنے

عقیقہ میں گروی ہے ساتویں دن عقیقہ کرے یعنی جانور ذبح کرے اور نام رکھے، اور بچہ کا سر منڈوائے، ایک روایت میں ہے اور خون بہایا جائے اور یہ زیادہ ثبوت والی اور زیادہ حفظ والی روایت ہے واللہ اعلم،

لیکن زبیر بن بکار کی روایت جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا عقیقہ کیا اور نام ابراہیم رکھا یہ حدیث سنداً ثابت نہیں اور صحیح حدیث اس کے خلاف موجود ہے اور یہ تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ اس نام کی شہرت اس دن ہوئی واللہ اعلم۔ حضرت مریم علیہا السلام کی اس دعا کو قبول فرمایا، چنانچہ مسند عبدالرزاق میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر بچے کو شیطان اس کی پیدائش کے وقت ٹہوکا دیتا ہے اسی سے وہ چیخ کر رونے لگتا ہے لیکن حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ اس سے بچے رہے، اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں اگر تم چاہو تو اس آیت کو پڑھ لو آیت (وَاِنِّىْٓ اُعِيْذُھَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ) (3۔ آل عمران۔36) یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی موجود ہے، یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں مختلف الفاظ سے مروی ہے کسی میں ہے ایک یا دو دھچکے مارتا ہے، ایک حدیث میں صرف عیسیٰ کا ہی ذکر ہے کہ شیطان نے انہیں بھی دھچکا مارنا چاہا لیکن انہیں دیا ہوا ٹہوکا پردے میں لگ کر رہ گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، آل عمران ۳۷)

اس جملے میں حسرت کا اظہار بھی ہے اور عذر کا بھی۔ حسرت اس طرح کہ میری امید کے برعکس لڑکی ہوئی ہے اور عذر اس طرح کہ نذر سے مقصود تو تیری رضا کے لئے ایک خدمت گار وقف کرنا تھا اور یہ کام ایک مرد ہی زیادہ بہتر طریقے سے کر سکتا تھا۔ اب جو کچھ بھی ہے تو اسے جانتا ہے (فتح القدیر)

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں:

حضرت مریم کی والدہ نے جو منت مانی تھی وہ اس توقع سے مانی تھی کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ کیونکہ اس عہد میں لڑکے تو اللہ کی عبادت کے لیے وقف کیے جاتے تھے۔ مگر لڑکیوں کو وقف کرنے کا رواج نہ تھا۔ مگر ہوا یہ کہ لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی تو انہیں اس بات پر افسوس ہونا ایک فطری امر تھا۔ اس آیت میں محرر کا لفظ آیا ہے۔ جس کا لغوی معنی "آزاد کردہ" ہے یعنی ایسا بچہ جسے والدین نے تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا ہو تا کہ وہ یکسو ہو کر اللہ کی عبادت کر سکے۔ یہود میں دستور تھا کہ وہ اس طرح کے منت مانے ہوئے وقف شدہ بچوں کو بیت المقدس یا ہیکل سلیمانی میں چھوڑ جاتے اور انہیں ہیکل سلیمانی یا عبادت خانہ کے منتظمین جنہیں وہ اپنی زبان میں کاہن کہتے تھے، کے سپرد کر آتے تھے۔

یہ بطور جملہ معترضہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو یہ کہہ کر تسلی دی ہے کہ یہ لڑکی لڑکے سے بدرجہا افضل ہے۔ حتیٰ کہ کوئی بھی لڑکا اس لڑکی کے جوڑ کا نہیں۔ لہٰذا افسوس کرنے کی کوئی بات نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی پیدائش کے وقت شیطان اسے چھوتا ہے تو وہ چلا کر رونے لگتا ہے۔ صرف مریم اور اس کے بیٹے (حضرت عیسیٰ) کو شیطان نے نہیں چھوا۔ (بخاری، کتاب التفسیر، زیر آیت مذکورہ) اس حدیث سے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ دونوں کی فضیلت ثابت ہوئی۔ نیز یہ کہ حضرت مریم کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا۔ (تفسیر تیسیر القرآن)

قاضی شوکانی کہتے ہیں: یہاں امر وجوب کے لیے ہے۔

اور کئی ایک احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نذر ماننے کی کراہت کا بیان ملتا ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نذریں نہ مانا کرو، کیونکہ نذر تقدیر سے کچھ فائدہ نہیں دیتی، بلکہ یہ تو بخیل سے نکالنے کا ایک بہانہ ہے" (صحیح مسلم رقم الحدیث (3096))

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نذر سے منع کیا اور فرمانے لگے: "یہ کسی چیز کو دور نہیں ہٹاتی، بلکہ اس سے تو بخیل اور کنجوس سے نکالا جاتا ہے (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ نذر پوری کرنے والوں کی تعریف کرنے کے بعد اس سے منع کیسے کر دیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ: جس نذر کی تعریف اور مدح کی گئی ہے وہ اطاعت و فرمانبرداری کی نذر ہے، جو کسی چیز پر معلق نہ ہو جیسا نسان سستی و کاہلی کو دور اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے اپنے اوپر محول کرے۔

اور جس نذر سے منع کیا گیا ہے وہ کئی قسم کی نذریں ہیں: جن میں سے ایک نذر تو وہ ہے جو بطور معاوضہ ہو یعنی نذر ماننے والا اطاعت و فرمانبرداری کو کسی کام کے حصول یا کسی چیز کے دور ہونے پر معلق کرے اس طرح کہ اگر وہ کام نہ ہو تو وہ یہ اطاعت و فرمانبرداری کا کام نہیں کرے گا، اور یہ نذر ماننی ممنوع ہے۔ ہو سکتا ہے اسے منع کرنے میں حکمت یہ ہو کہ: کہ جب اس پر وہ کام حتمی اور واجب و لازم ہو جائے تو نذر ماننے والا شخص اس اطاعت کے کام کو بوجھ سمجھ کر انجام دے۔

جب نذر ماننے والے نے اطاعت کرنے کی نذر اس شرط پر مانی کہ اگر اس کا مطلوبہ کام ہو جائے تو وہ یہ اطاعت کرے گا، تو اس طرح یہ اس کے معاوضہ اور بدلہ ہوا جو اس کام کے کرنے والے کی نیت میں قدح ہے۔ کیونکہ اگر اس کے مریض کو شفایابی حاصل نہ ہو تو وہ شفایابی پر معلق کردہ صدقہ نہیں کرے گا، اور یہ بخل کی حالت میں ہے، کیونکہ وہ اپنے مال سے بغیر عوض کے جلد نہیں نکالتا جو اس کے نکالے جانے والے پر غالبا زیادہ کرتا ہو؟

بعض لوگوں کا جاہلی اعتقاد ہوتا ہے کہ نذر مطلوبہ چیز کے حصول کا باعث بنتی ہے، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نذر کے عوض میں نذر ماننے والے کا مطلوبہ کام پورا کر دیتا ہے۔

اور بعض جاہل لوگوں کا ایک اور اعتقاد ہے کہ نذر تقدیر کو بدلتی ہے، یا انہیں جلد نفع دینے کا باعث بنتی ہے، اور ان سے نقصان اور ضرر کو دور کرتی ہے۔

تو اس خدشہ کی بنا پر اس سے منع کر دیا کہ کہیں جاہل ایسا ہی اعتقاد نہ رکھنا شروع کر دیں، اور اس طرح کے اعتقاد کی خطرناکی پر متنبہ کرنے کیلیے اس سے منع کر دیا گیا تا کہ عقیدہ کی سلامتی رہے۔

اس نذر کی اقسام جس کو پورا کرنا واجب ہے۔

اول: جس نذر کا پورا کرنا واجب ہے (وہ اطاعت و فرمانبرداری کی نذر ہے) ہر وہ نذر ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی نذر ہو مثلاً: نماز، روزہ، عمرہ، حج، صلہ رحمی، اعتکاف، جہاد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔

مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ: میں اللہ کے لیے اتنے روزے رکھوں گا، یا اتنا صدقہ کرونگا، یا یہ کہے کہ: اللہ کے لیے میرے ذمہ ہے کہ میں اس برس حج کرونگا، یا میں مسجد حرام میں دو رکعت ادا کرونگا، ان نعمتوں کے شکرانہ کے طور پر جو اللہ تعالیٰ نے میرے مریض کو شفایابی دے کر کی ہیں۔

یا وہ نذر معلق ہو، یعنی اگر اس کا کوئی کام ہو جائے تو وہ فلاں نیک کام کرے گا، مثلاً وہ کہے: اگر میرا غائب شخص آ گیا یا اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے دشمن سے محفوظ رکھا تو میرے ذمہ اتنے روزے یا اتنا صدقہ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی نذر مانی تو وہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے، اور جس نے اللہ کی نافرمانی کرنے کی نذر مانی تو وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث (6202)

اور اگر کسی شخص نے اطاعت کی نذر مانی اور پھر ایسے حالات پیدا ہو گئے جس نے اسے نذر پوری کرنے سے عاجز کر دیا: مثلاً کسی شخص نے نذر مانی کہ وہ ایک ماہ کے روزے رکھے گا، یا حج یا عمرہ کرے گا لیکن وہ بیمار ہو گیا اور اس بنا پر روزے نہ رکھ سکا، یا حج اور عمرہ نہ کر سکا، یا اس نے صدقہ کرنے کی نذر مانی لیکن وہ فقر سے دوچار ہو گیا جس کی بنا پر نذر پوری کرنے سے قاصر رہا، تو اس حالت میں نذر قسم کے کفارہ میں بدل جائے گی، جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں وارد ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: جس نے ایسی نذر مانی جس کی وہ استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے" اسے ابوداؤد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بلوغ المرام میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے، اور حفاظ رحمہم اللہ نے اس کے وقف کو راجح کہا ہے۔

اور ابن تیمیہ کہتے ہیں: جب انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی نذر ماننے کا قصد کرے تو اسے وہ نذر پوری کرنا ہوگی، لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے لیے مانی نذر کو پورا نہیں کرتا تو اکثر سلف کے ہاں اس پر قسم کا کفارہ ہے۔ (مجموع الفتاوی (33/49)

دوم: ایسی نذر جسے پورا کرنا جائز نہیں ہے، اس میں قسم کا کفارہ ہے: اور یہ نذر کی یہ قسم مندرجہ ذیل پر مشتمل ہے۔

معصیت کی نذر کا بیان

ہر وہ نذر جس میں اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کی نذر مانی گئی ہو، مثلاً کوئی شخص یہ نذر مانے کہ وہ کسی قبر یا مزار پر تیل ڈالے گا یا شمع روشن کرے گا، یا کسی قبر اور مزار اور شرکیہ جگہ کی زیارت کی نذر مانے، تو بعض وجوہات کی بنا پر یہ نذر بتوں کے لیے نذر کے مشابہ ہوگی۔

اور اسی طرح اگر کوئی شخص کسی معصیت و نافرمانی کی نذر مانے مثلاً زنا کاری، یا شراب نوشی، یا چوری، یا یتیم کا مال ہڑپ کرنا، یا کسی کا حق کا انکار کرنا، کسی کے ساتھ قطع رحمی کرنے کی، یا بغیر کسی شرعی مانع کے کسی کے گھر میں نہ جانے کی، تو یہ سب نذریں ایسی ہیں جو ناجائز ہیں ان کا پورا کرنا کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے، بلکہ اسے اپنی نذر کے کفارہ میں قسم کا کفارہ ادا کرنا چاہیے، اس قسم کی نذر پوری نہ کرنے کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری

کی نذر مانی وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرے، اور جس نے اس کی نافرمانی اور معصیت کرنے کی نذر مانی تو وہ اس کی نافرمانی ومعصیت نہ کرے۔

اسے بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے۔اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "معصیت ونافرمانی کی نذر میں کوئی وفا نہیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث([illegible])

ہر وہ نذر جو نص کے متصادم ہو

جب مسلمان شخص کوئی نذر مانے اور اسے یہ علم ہو جائے کہ اس کی نذر صحیح نص جس میں امر یا نہی ہے کے متصادم ہے تو اسے اس نذر کو پورا کرنے سے باز رہنا چاہیے، اور اس کے بدلے اسے قسم کا کفارہ ادا کرنا چاہیے اس کی دلیل بخاری شریف کی مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

زیاد بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ تھا تو ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ پوری زندگی ہر منگل یا ہر بدھ کو روزہ رکھوں گا اور یہ دن عید الاضحیٰ کے دن کے موافق ہو گیا ہے؟

تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے، اور عید والے دن ہمیں روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، تو اس شخص نے دوبارہ یہی سوال کیا اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہی جواب دیا، اس سے زیادہ کچھ نہ کہا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث (6212)

اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے زیاد بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منی میں چلتے ہوئے سوال کیا۔

میں نے نذر مانی ہے کہ ہر منگل یا ہر بدھ کو روزہ رکھوں گا، اور یہ دن عید الاضحیٰ کے موافق آ گیا ہے، آپ کیا کہتے ہیں؟ تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ نذر پوری کرو، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، یا یہ کہا: ہمیں عید قربان کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔

راوی کہتے ہیں: اس شخص نے خیال کیا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سنا نہیں، تو اس نے کہا: میں نے ہر منگل یا بدھ کو روزہ رکھنے کی نذر مانی ہے، اور یہ دن عید قربان کے موافق آ گیا ہے؟

تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا تو حکم ہے کہ نذر پوری کی جائے، اور ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے، یا فرمایا ہمیں عید قربان کا روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں: اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا حتی کہ پہاڑ کے ساتھ ٹیک لگالی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن نفلی یا نذر کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

وہ نذر جس کا حکم قسم کے کفارہ کے علاوہ کوئی حکم نہیں

اور کچھ نذریں ایسی ہیں جن کے متعلق کوئی احکام نہیں صرف اتنا ہے کہ نذر ماننے والا نذر کے کفارہ کے طور پر قسم کا کفارہ لازمی دے گا، اس میں کچھ نذریں یہ ہیں۔

مطلقا نذر ماننا: (یہ وہ نذر ہے جس کا نام نہ لیا گیا ہو) لہذا اگر کسی مسلمان شخص نے نذر مانی اور نذر مانی گئی چیز کا نام نہ لیا بلکہ نذر کو بغیر نام کے مطلق ہی رہنے دیا یا تعین نہ کیا: مثلا یہ کہا کہ: مجھ پر نذر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفایابی سے نوازا، اور اس نے کسی چیز کا نام نہ لیا تو اس پر قسم کا کفارہ ہوگا۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے" اسے مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: امام مالک اور بہت ساروں نے بلکہ اکثر نے اسے نذر مطلق پر محمول کیا ہے، جیسا کہ کوئی کہے: مجھ پر نذر ہے۔ (شرح مسلم از امام نووی (11/104))

ایسی چیز کی نذر جو اس کی ملکیت نہیں

جب نذر ماننے والے کسی ایسی چیز کی نذر مانی جو اس کی ملکیت ہی نہیں تو اس پر قسم کے کفارہ کے علاوہ کچھ نہیں، مثلاً کوئی شخص یہ نذر مانے کہ وہ فلاں شخص کا مال صدقہ کرے گا، یا فلاں شخص کا غلام آزاد کرے گا، یا فلاں شخص کو باغ ہدیہ دے گا اور وہ اس کا مالک ہی نہ ہو۔

اور اس حکم پر مندرجہ ذیل حدیث دلالت کرتی ہے: عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابن آدم جس چیز کا مالک نہیں اس میں اس کی نذر نہیں ہے، اور جس کا وہ مالک نہیں اسے آزاد بھی نہیں کرسکتا، اور جس کا وہ مالک نہیں اس میں طلاق نہیں ہے" (سنن ترمذی رقم الحدیث (1181)) امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں عبداللہ بن عمرو کی حدیث حسن صحیح ہے۔

بَابُ: الْوَفَاءِ بِالنَّذْرِ

یہ باب نذر کو پورا کرنے کے بیان میں ہے

نذر کے معنی ومفہوم کا بیان

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ "مفردات الفاظ القرآن" میں لکھتے ہیں: نذر یہ ہے کہ: آپ کسی کام کے ہونے کی بنا پر وہ چیز واجب اور لازم کرلیں جو آپ پر واجب نہیں تھی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔ یقیناً میں نے اللہ رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مانی ہے (مریم (26)) (مفردات الفاظ القرآن صفحہ (707))

لہذا نذر یہ ہے کہ مکلف شخص اپنے آپ پر وہ چیز لازم کرلے جو اس پر لازم نہیں تھی، چاہے وہ منجز ہو یا معلق ہو۔

کتاب اللہ میں نذر کو مدح کی مد میں بھی بیان کیا گیا ہے: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے متعلق فرمایا ہے۔ بلاشبہ نیک وصالح لوگ وہ جام پئیں گے جس کی آمیزش کافور ہے، جو ایک چشمہ ہے، جس میں سے اللہ کے بندے نوش کریں گے، اس کی نہریں نکال کر لے جائیں گے (جدھر چاہیں)، جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چاروں طرف پھیل جانے والی ہے۔ (الدھر، ۵)

تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کا روز قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرنا اور نذروں کو پورا کرنا ان کی نجات اور کامیابی اور جنت میں داخلے کا سبب بنایا ہے۔

2129 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ نَذَرْتُ نَذْرًا فِی الْجَاهِلِيَّةِ فَسَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَمَا اَسْلَمْتُ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اُوْفِیَ بِنَذْرِیْ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی میں نے اسلام قبول کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں اپنی نذر کو پورا کروں۔

2130 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰی وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِسْحٰقَ الْجَوْهَرِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ اَنْبَاَنَا الْمَسْعُوْدِیُّ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا جَآءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ نَذَرْتُ اَنْ اَنْحَرَ بِبُوَانَةَ فَقَالَ فِیْ نَفْسِكَ شَیْءٌ مِّنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ لَا قَالَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ میں "بوانہ" کے مقام پر اونٹ نحر کروں گا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کیا تمہارے ذہن میں زمانہ جاہلیت سے متعلق کوئی چیز تھی'' اس نے عرض کی: جی نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' پھر تم اپنی نذر کو پورا کرو''۔

2131 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطَّائِفِیِّ عَنْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ كَرْدَمٍ الْيَسَارِيَّةِ اَنَّ اَبَاهَا لَقِیَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ رَدِيْفَةٌ لَّهٗ فَقَالَ اِنِّیْ نَذَرْتُ اَنْ اَنْحَرَ بِبُوَانَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ بِهَا وَثَنٌ قَالَ لَا قَالَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ

سیدہ میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' ان کے والد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے وہ اپنے والد کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں' ان کے والد نے عرض کی: میں نے یہ نذر مانی تھی کہ میں "بوانہ" کے مقام پر قربانی کروں گا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا وہاں

2130 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2131 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

پر کوئی بت ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا "تم اپنی نذر کو پورا کرو"۔

2131 م- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ دُكَیْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ مَیْمُوْنَةَ بِنْتِ كَرْدَمٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ

⇐⇐ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

قرآن کے مطابق نذر کا بیان

(۱) (وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ، (بقرہ، ۲۷۰)

جو کچھ تم خرچ کرو یا منّت مانو، اللہ (عزوجل) اس کو جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۲) (یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ، (دھر، ۷)

نیک لوگ وہ ہیں جو اپنی منّت پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

احادیث کے مطابق نذر کا بیان

(۱) حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو یہ منّت مانے کہ اللہ (عزوجل) کی اطاعت کریگا تو اس کی اطاعت کرے یعنی منّت پوری کرے اور جو اس کی نافرمانی کرنے کی منّت مانے تو اس کی نافرمانی نہ کرے یعنی اس منّت کو پورا نہ کرے۔ (صحیح البخاری "کتاب الایمان والنذور)

(۲) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "اس منّت کو پورا نہ کرے، جو اللہ (عزوجل) کی نافرمانی کے متعلق ہو اور نہ اس کو جس کا بندہ مالک نہیں۔ (صحیح مسلم "کتاب الایمان)

(۳) حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منّت مانی تھی کہ بُوانہ، میں ایک اونٹ کی قربانی کریگا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے دریافت کیا؟ ارشاد فرمایا: "کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بُت ہے، جس کی پرستش کی جاتی ہے؟" لوگوں نے عرض کی نہیں۔ ارشاد فرمایا: "کیا وہاں جاہلیت کی عیدوں میں سے کوئی عید ہے؟" لوگوں نے عرض کی نہیں۔ ارشاد فرمایا: "اپنی منّت پوری کر اس لیے کہ معصیت کے متعلق جو منّت ہے اس کو پورا نہ کیا جائے اور نہ وہ منّت جس کا انسان مالک نہیں۔ (سنن أبی داود "کتاب الایمان والنذور)

(۴) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ "منّت دو قسم ہے، جس نے طاعت کی منّت مانی، وہ اللہ (عزوجل) کے لیے ہے اور اسے پورا کیا جائے اور جس نے گناہ کرنے کی منّت مانی، وہ شیطان کے سبب سے ہے اور اسے پورا نہ کیا جائے۔ (سنن النسائی "کتاب الایمان والنذور باب کفارۃ النذر)

(۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک شخص کو کھڑا ہوا دیکھا۔ اس کے متعلق دریافت کیا؟ لوگوں نے عرض کی، یہ ابو اسرائیل ہے اس نے منّت مانی ہے کہ کھڑا رہے گا بیٹھے گا

نہیں اور اپنے اوپر سایہ نہ کریگا اور کلام نہ کریگا اور روزہ رکھے گا۔ ارشاد فرمایا کہ "اسے حکم کردو کہ کلام کرے اور سایہ میں جائے اور بیٹھے اور اپنے روزہ کو پورا کرے۔ صحیح البخاری" کتاب الأیمان والنذور، باب النذر

(۶) حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "گناہ کی منت نہیں (یعنی اس کا پورا کرنا نہیں) اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔ (جامع الترمذی" کتاب النذور والأیمان)

(۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کوئی منت مانی اور اسے ذکر نہ کیا (یعنی فقط اتنا کہا کہ مجھ پر نذر ہے اور کسی چیز کو معین نہ کیا، مثلاً یہ نہ کہا کہ اتنے روزے رکھونگا یا اتنی نماز پڑھوں گا یا اتنے فقیر کھلاؤں گا وغیرہ وغیرہ) تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس نے گناہ کی منت مانی تو اس کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی منت مانی جس کی طاقت نہیں رکھتا تو اسکا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی منت مانی جس کی طاقت رکھتا ہے تو اسے پورا کرے۔ (سنن أبی داؤد" کتاب الأیمان والنذور)

(۸) صحاح ستہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ اون کی ماں کے ذمہ منت تھی اور پوری کرنے سے پہلے اون کا انتقال ہوگیا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فتویٰ دیا کہ یہ اسے پورا کریں۔ (صحیح البخاری" کتاب الأیمان والنذور)

(۹) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، کہ ایک شخص نے فتح مکہ کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے لیے مکہ فتح کریگا تو میں بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھوں گا۔ اُنھوں نے ارشاد فرمایا: "یہیں پڑھ لو۔" دوبارہ پھر اس نے وہی سوال کیا، فرمایا: "یہیں پڑھ لو۔" پھر سوال کا اعادہ کیا، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب دیا: "اب تم جو چاہو کرو۔

(سنن أبی داؤد" کتاب الأیمان والنذور)

(۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں، کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے منت مانی تھی کہ پیدل حج کرے گی اور اس میں اس کی طاقت نہ تھی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "تیری بہن کی تکلیف سے اللہ (عزوجل) کو کیا فائدہ ہے، وہ سواری پر حج کرے اور قسم کا کفارہ دیدے۔ (سنن أبی داؤد" کتاب الأیمان والنذور)

(۱۱) حضرت رزین نے محمد بن منتشر سے روایت کی کہ ایک شخص نے یہ منت مانی تھی کہ اگر خدا نے دشمن سے نجات دی تو میں اپنے کو قربانی کردوں گا۔ یہ سوال حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس پیش ہوا، اونھوں نے فرمایا: مسروق سے پوچھو، ایک مشہور تابعی بزرگ اور حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تلمیذ رشید ہیں۔ (تہذیب التہذیب)

مسروق سے دریافت کیا تو یہ جواب دیا کہ اپنے کو ذبح نہ کر اس لئے کہ اگر تو مومن ہے تو مومن کو قتل کرنا لازم آئیگا اور اگر تو کافر ہے تو جہنم کو جانے میں جلدی کیوں کرتا ہے، ایک مینڈھا خرید کر ذبح کر کے مساکین کو دیدے۔

منت ماننے کا فقہی بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ منت کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اس کے کرنے کو کسی چیز کے ہونے پر موتوف رکھے مثلاً میرا فلاں کام ہو جائے تو میں روزہ رکھوں گا یا خیرات کروں گا، دوم یہ کہ ایسا نہ ہو مثلاً مجھ پر اللہ (عزوجل) کے لیے اتنے روزے رکھنے ہیں یا میں نے اتنے روزوں کی منت مانی۔ پہلی صورت یعنی جس میں کسی شے کے ہونے پر اس کام کو معلق کیا ہو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر ایسی چیز پر معلق کیا کہ اس کے ہونے کی خواہش ہے مثلاً اگر میرا لڑکا تندرست ہو جائے یا پردیس سے آ جائے یا میں روزگار سے لگ جاؤں تو اتنے روزے رکھوں گا یا اتنا خیرات کروں گا ایسی صورت میں جب شرط پائی گئی یعنی بیمار اچھا ہو گیا یا لڑکا پردیس سے آ گیا یا روزگار لگ گیا تو اوتنے روزے رکھنا یا خیرات کرنا ضرور ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ کام نہ کرے اور اس کے عوض میں کفارہ دیدے، اور اگر ایسی شرط پر معلق کیا جس کا ہونا نہیں چاہتا مثلاً اگر میں تم سے بات کروں یا تمھارے گھر آ ؤں تو مجھ پر اتنے روزے ہیں کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ میں تمھارے یہاں نہیں آ ؤں گا تم سے بات نہ کروں گا ایسی صورت میں اگر شرط پائی گئی یعنی اس کے یہاں گیا یا اس سے بات کی تو اختیار ہے کہ جتنے روزے کہے تھے وہ رکھ لے یا کفارہ دے۔ (درمختار، کتاب الایمان)

بَابُ: مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ نَذْرٌ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے نذر لازم ہو

2132- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَنْبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ نَذْرٍ كَانَ عَلٰى اُمِّهٖ تُوُفِّيَتْ وَلَمْ تَقْضِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْضِهٖ عَنْهَا

◄◄ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نذر کا مسئلہ دریافت کیا: جو ان کی والدہ کے ذمے لازم تھی جن کا انتقال ہو چکا تھا اور انہوں نے اسے ادا نہیں کیا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی طرف سے تم اسے ادا کر دو۔

2133-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ اُمِّىْ تُوُفِّيَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرُ صِيَامٍ فَتُوُفِّيَتْ قَبْلَ اَنْ تَقْضِيَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَصُمْ عَنْهَا الْوَلِىُّ

2132-اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2761 'ورقم الحدیث 6698 'ورقم الحدیث:6959 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 4211 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3307 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1546 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3661 'ورقم الحدیث 3662 'ورقم الحدیث: 3664 'ورقم الحدیث: 3665

2133-اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی' اس نے عرض کی: میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے' ان کے ذمے نذر کے روزے لازم تھے' وہ انہیں پورا کرنے سے پہلے انتقال کر گئیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھ لے"۔

بَابُ: مَنْ نَذَرَ اَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا

یہ باب ہے کہ جو شخص پیدل حج کرنے کی نذر مانے

2134- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الرُّعَيْنِيِّ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَالِكٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اُخْتَهُ نَذَرَتْ اَنْ تَمْشِيَ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ وَّاَنَّهُ ذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهَا فَلْتَرْكَبْ وَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کی بہن نے یہ نذر مانی کہ وہ چادر لیے بغیر ننگے پاؤں پیدل چل کر جائے گی۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسے ہدایت کرو کہ وہ سوار ہو جائے اور چادر بھی لے اور تین دن روزے رکھے۔

2135- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِىْ عَمْرٍو عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْخًا يَمْشِيْ بَيْنَ ابْنَيْهِ فَقَالَ مَا شَاْنُ هٰذَا فَقَالَ ابْنَاهُ نَذْرٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ارْكَبْ اَيُّهَا الشَّيْخُ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكَ وَعَنْ نَذْرِكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمر رسیدہ شخص کو دیکھا جو اپنے بیٹوں کے درمیان چل رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اسے کیا ہوا ہے؟ تو اس کے بیٹوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے نذر مانی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر رسیدہ شخص! تم سوار ہو جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے اور تمہاری نذر سے بے نیاز ہے۔

بَابُ: مَنْ خَلَطَ فِىْ نَذْرِهٖ طَاعَةً بِمَعْصِيَةٍ

یہ باب ہے کہ جو شخص اپنی نذر میں گناہ کے ساتھ نیکی بھی ملا دے

2136- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ وَهُوَ قَائِمٌ فِى الشَّمْسِ

2134: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3293' ورقم الحدیث: 3294' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1544' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3824

2135 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 4224' ورقم الحدیث: 4225

2136 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا نَذَرَ اَنْ يَّصُوْمَ وَلَا يَسْتَظِلَّ اِلَى اللَّيْلِ وَلَا يَتَكَلَّمَ وَلَا يَزَالُ قَائِمًا قَالَ لِيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَجْلِسْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ایک شخص کے پاس سے گزرے جو دھوپ میں کھڑا ہوا تھا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا: اس نے یہ منت مانی ہے کہ وہ روزہ رکھے گا' رات تک سائے میں نہیں آئے گا' کوئی کلام نہیں کرے گا' اور (سارا دن) کھڑا رہے گا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہو وہ بات کرے سائے میں بھی آجائے' بیٹھ بھی جائے' البتہ اپنا روزہ پورا کر لے۔

2136 م-حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَيْبَةَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ وُهَيْبٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

◆◆ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔

شرح

اور جس نے اپنے اوپر پیدل حج کرنا لازم کر لیا تو وہ طواف زیارت پورا کرنے تک سوار نہ ہو۔ جبکہ مبسوط میں ہے کہ اس کو پیدل چلنے اور سوار ہونے میں اختیار ہے اور وجوب کی طرف یہی اشارہ ہے اور یہی اصل ہے۔ کیونکہ صفت کمال کے ساتھ اس نے قربت کا لزوم کیا ہے۔ لہٰذا وہ اسی صفت کے ساتھ لازم ہوگی۔ جس طرح کسی شخص نے مسلسل روزے رکھنے کی نیت کر لی ہو۔ جبکہ حج کے افعال طواف زیارت پر اپنی انتہاء کو پہنچ جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ پیدل چلے حتیٰ کہ طواف زیارت کر لے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پیدل چلنے کی ابتداء احرام سے کرے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پیدل چلنے کی ابتداء گھر سے کرے۔ اس لئے ظاہر اسی طرح ہے۔ کیونکہ اس کی مراد اسی طرح تھی۔ اگر وہ سوار ہوا تو دم دے گا۔ کیونکہ نذر میں دخول نقصان ہوا ہے۔ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ مسافت دور ہونے کی صورت میں سوار ہو جائے گا کیونکہ پیدل چلنا مشکل ہے اور اگر مسافت قریب ہے اور وہ شخص پیدل چلنے والوں میں سے ہو اور پیدل چلنا مشکل بھی نہ ہو تو پھر سوار نہیں ہونا چاہیے۔ (ہدایہ اولین، کتاب حج، لاہور)

پیدل حج کرنے والے کے لئے جب مشقت ہو تو اباحت سواری کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کا سہارا لئے چل رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ان صاحب کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے کعبہ کو پیدل چلنے کی منت مانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے کو تکلیف میں ڈالیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سوار ہونے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے سوار ہونے کا حکم دیا کہ اس کو پیدل چلنے کی طاقت نہ تھی۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میری بہن نے منت مانی تھی کہ بیت اللہ تک وہ پیدل جائیں گی، پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس کے متعلق رسول اللہ صلی

2136م اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 6704 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3300

اللہ علیہ وسلم سے بھی پوچھ لو چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پیدل چلیں اور سوار بھی ہو جائیں۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرہ)

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کے متعلق دریافت کیا جنھوں نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ ننگے سر ننگے پاؤں پیدل حج کا سفر کریں گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو یہ حکم کرو کہ وہ اپنا سر ڈھانپیں اور سوار ہوں اور تین روزے رکھ لیں۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے کی ممانعت شروع کی تو فرمایا نذر ماننے سے (تقدیر کی) کوئی چیز بدلی نہیں جا سکتی ہاں یہ فائدہ ضرور ہے کہ اس بہانے بخیل کا مال صرف ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی اطاعت کی نذر کرے تو اس کو چاہئے کہ اطاعت کرے اور جو شخص گناہ کی نذر مانے تو وہ گناہ نہ کرے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ میں نذر کا پورا کرنا جائز نہیں اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں۔ کہ میں نے احمد بن شبویہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابن مبارک نے فرمایا اس حدیث میں یعنی ابوسلمہ والی حدیث میں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ابوسلمہ نے زہری سے نہیں سنا۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اس حدیث کو ہمارے سامنے کر دیا۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کے نزدیک اس حدیث کا خراب ہو جانا صحیح ہے؟ اور کہا کہ ابن ابی اویس کے علاوہ کسی اور نے بھی اسے روایت کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا۔ ہاں ایوب بن سلیمان بن بلال نے اسے روایت کیا ہے۔

كِتَابُ التِّجَارَاتِ

یہ کتاب تجارات کے بیان میں ہے

تجارت اور حقوق العباد کی رعایت کا بیان

اسلامی نقطہ نظر سے کائنات انسانی کی عملی زندگی کی دو محور ہیں اول حقوق اللہ کہ جسے عبادات کہتے ہیں اور دو حقوق العباد کہ جسے معاملات کہا جاتا ہے یہی دو اصطلاحیں ہیں جو انسانی نظام حیات کے تمام اصول وقواعد اور قوانین کی بنیاد ہیں ان دونوں میں چونکہ حقوق اللہ کی عمومیت حاصل ہے کہ اس کا تعلق کائنات انسانی کے ہر فرد سے ہے اس لئے مصنف کتاب نے پہلے ان کو بیان کیا اب اس کے بعد حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا ہے جس کا سب سے اہم جز بیع ہے۔ بیع کے معنی بیع کے معنی ہیں بیچنا یعنی فروخت کرنا لیکن کبھی اس کے معنی خریدنا بھی مراد ہوتے ہیں اس لئے بیع کا ترجمہ اصطلاحی طور پر خرید وفروخت کیا جاتا ہے۔ فخر الاسلام کا بیان ہے کہ اصطلاح شریعت میں آپس کی رضامندی سے مال کے ساتھ مال بدلنا بیع کہلاتا ہے بیع کی شرعیت: بیع یعنی خرید وفروخت کا شرعی ہونا قرآن کریم کی اس آیت (وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا، البقرۃ 275) (اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے) اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جو (آگے آئیں گی) سے ثابت ہے بیع کی قسمیں: بیع یعنی خرید وفروخت میں بنیادی طور پر تین چیزیں ہوتی ہیں اول تو عقد بیع یعنی نفس معاملہ کہ ایک شخص کوئی چیز فروخت کرتا ہے اور دوسرا اسے خریدتا ہے دوم مبیع یعنی وہ چیز جس کو فروخت کیا جاتا ہے اور سوم ثمن یعنی قیمت ان تینوں کے اعتبار سے فقہی طور پر بیع کی کچھ قسمیں ہیں۔ چنانچہ نفس معاملہ اور اس کے حکم کہ بیع صحیح ہوئی یا نہیں۔ کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں ہیں۔

1 نافذ **2** موقوف **3** فاسد **4** باطل بیع نافذ اس بیع کو کہتے ہیں کہ طرفین میں مال ہو یعنی بیچنے والے کے پاس بیع ہو خریدار کے پاس ثمن ہو اور عاقدین یعنی بیچنے والا اور خریدار دونوں عاقل ہوں نیز وہ دونوں بیع یا تو اصالۃ کریں یا وکالۃ اور ولایۃ جس بیع میں یہ تینوں چیزیں پائی جائیں گی وہ بیع بالکل صحیح اور نافذ ہوگی بیع موقوف اس بیع کو کہتے ہیں جس میں کوئی شخص کسی دوسرے کی چیز کو اس کی اجازت یا ولایت کے بغیر فروخت کرے۔ اس بیع کا حکم یہ ہے کہ جب تک کہ اصل مالک کی اجازت ورضامندی حاصل نہ ہو جائے یہ بیع صحیح نہیں ہوتی۔ اجازت کے بعد صحیح ہو جاتی ہے بیع فاسد وہ بیع ہے جو باصلہ یعنی معاملہ کے اعتبار سے تو درست ہو مگر بوصفہ یعنی کسی خاص وجہ کی بناپر درست نہ ہو بیع باطل اس بیع کو کہتے ہیں جو نہ باصلہ درست ہو اور نہ بوصفہ بیع فاسد اور بیع باطل کی تفصیل اور ان کی مثالیں ان شاء اللہ باب المنہی عنہا من البیوع میں ذکر کی جائیں گی مبیع یعنی فروخت کی جانے والی چیز کے اعتبار سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں۔

1 مقایضہ 2 صرف 3 سلم 4 بیع مطلق بیع مقایضہ یہ ہے کہ مبیع بھی مال اور ثمن بھی مال ہو مثلاً ایک شخص کپڑا دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں اس کو غلہ دے۔ گویا بیع کی یہ وہ صورت ہے جسے عرف عام میں تبادلہ مال کہا جاتا ہے۔ بیع صرف یہ ہے کہ نقد کا تبادلہ نقد سے کیا جائے مثلاً ایک شخص ایک روپیہ کا نوٹ دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں ایک روپیہ کے پیسے دے یا ایک شخص اشرفی دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں اسے روپیہ دے گویا روپیہ بھنانا یا روپیہ کی ریزگاری لینا دینا بیع صرف کی ایک قسم ہے۔ بیع سلم یہ ہے کہ بیچنے والا خریدار سے کسی چیز کی قیمت پیشگی لے لے اور یہ طے ہو جائے کہ خریدار یہ چیز اتنی مدت مثلاً ایک دو مہینے کے بعد لے لے گا۔ بیع مطلق یہ ہے کہ کسی چیز کی بیع نقد کے عوض کی جائے مثلاً بیچنے والا ایک من گیہوں دے اور خریدار اس کی قیمت کے طور پر تیس روپے ادا کرے۔ ثمن یعنی قیمت کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں یہ ہے۔

1 مرابحہ 2 تولیت 3 وضیعت 4 مساومت مرابحہ کی یہ صورت ہے کہ بیچنے والا مبیع کو اپنے خریدار سے نفع لے کر فروخت کرے تولیت کی یہ صورت ہے کہ بیچنے والا مبیع کو بلا نفع کے اس قیمت پر فروخت کرے جتنی قیمت میں اس نے خود خریدی ہو اور مساومت کی صورت یہ ہے کہ بیچنے والا اور خریدار آپس کی رضامندی سے کسی چیز کی خرید و فروخت چاہے جس قیمت پر کریں اور اس میں بیچنے والے کی قیمت خرید کا کوئی لحاظ نہ ہو۔

بَاب: الْحَثِّ عَلَى الْمَكَاسِبِ

یہ باب محنت مزدوری کرنے کی ترغیب کے بیان میں ہے

2137 حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ حَبِيْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَطْيَبَ مَا اَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهٖ وَاِنَّ وَلَدَهٗ مِنْ كَسْبِهٖ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی جو کچھ کھاتا ہے اس میں سب سے زیادہ پاکیزہ اس کی اپنی کمائی ہے اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی کا حصہ ہے۔

شرح

کسب اور کسب حلال کا مطلب ہے اپنی معاشی ضروریات مثلاً روٹی کپڑے وغیرہ کے حصول کے لئے کمانا اور پاک روزی وحلال پیشہ کو بہر صورت اختیار کرنا چنانچہ اس باب میں کسب معاش کی فضیلت ذکر کی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ کون سا کسب اور کون سا پیشہ اچھا ہے اور کون سا برا ہے۔

فقہ کی کتابوں میں اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ سب سے بہتر کسب و پیشہ جہاد ہے اس کے بعد تجارت، پھر زراعت اور پھر دستکاری یعنی کتابت وغیرہ۔ کسب یعنی کمانا فرض بھی ہے اور مستحب بھی اسی طرح مباح بھی ہے اور حرام بھی چنانچہ اتنا کمانا فرض ہے

2137 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 4462 ورقم الحدیث 4464

جو کمانے والے اور اس کے اہل وعیال کی معاشی ضروریات کے لئے اور اگر اس کے ذمہ قرض ہو تو اس کی ادائیگی کے لئے کافی ہو جائے اس سے زیادہ کمانا مستحب ہے بشرطیکہ اس نیت کے ساتھ زیادہ کمائے کہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات سے جو کچھ بچے گا وہ فقراء ومساکین اور اپنے دوسرے مستحق اقرباء پر خرچ کروں گا اسی طرح ضروریات زندگی سے زیادہ کمانا اس صورت میں مباح ہے جب کہ نیت اپنی شان وشوکت اور اپنے وقار وتمکنت کی حفاظت ہو البتہ محض مال ودولت جمع کر کے فخر وتکبر کے اظہار کے لئے زیادہ حرام ہے اگرچہ حلال ذرائع ہی سے کیوں نہ کمایا جائے۔ کمانے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی کمائی کو اپنی ذات پر اور اپنے اہل وعیال پر اس طرح خرچ کرے کہ نہ تو اسراف میں مبتلا ہو اور نہ بخل وتنگی کرے۔

جو شخص کمانے اور اپنی روزی خود فراہم کرنے پر قادر ہو اس پر لازم ہے کہ وہ کمائے اور جس طرح بھی ہو سکے حلال ذرائع سے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ابرومندانہ زندگی کے تحفظ کے لئے معاشی ضروریات خود فراہم کر کے دوسروں پر بار نہ بنے ہاں جو شخص کسی بھی مجبوری اور عذر کی وجہ سے کسب وکمائی پر قادر نہ ہو تو پھر اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ دوسروں سے سوال کر کے اپنی زندگی کی حفاظت کرے اگر اس صورت میں کوئی شخص محض اس وجہ سے کہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانا اس کی غیرت کو گوارا نہیں اس نے کسی سے سوال نہیں کیا یہاں تک کہ بھوک وافلاس نے اس کی زندگی کے چراغ کو گل کر دیا تو نہ صرف یہ کہ وہ اپنی موت کا خود ذمہ دار ہوگا بلکہ ایک گنہگار کی موت مرے گا۔ نیز جو شخص خود کما کر اپنا پیٹ بھرنے سے عاجز ہو تو اس کا حال جاننے والے پر یہ فرض ہے کہ وہ اس کی سفارش کرے جو اس کی مدد کرنے پر قادر ہو۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اس آیت کریمہ (يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ، البقرۃ: 172) (اے مؤمنو تم صرف وہی پاک وحلال رزق کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے) کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ سب سے بہتر کسب جہاد ہے بشرطیکہ جہاد کے ارادے کے وقت مال غنیمت کے حصول کا خیال دل میں قطعاً نہ ہو بلکہ نیت میں اخلاص ہو اس کے بعد تجارت کا درجہ ہے خاص طور پر وہ تجارت جو ایک ملک سے دوسرے ملک میں یا ایک شہر سے دوسرے شہر میں مسلمانوں کی ضروریات خاص کی چیزوں کو لانے لے جانے کا ذریعہ ہو اس قسم کی تجارت کرنے والا شخص اگر حصول منفعت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی خدمت اور ان کی حاجت روائی کی نیت بھی رکھے تو اس کی تجارت عبادت کی بھی ایک صورت بن جائے گی۔

تجارت کے بعد زراعت کا درجہ ہے زراعت کا پیشہ بھی دنیاوی منفعت کے علاوہ اجر وثواب کا ایک بڑا ذریعہ بنا جاتا ہے جب کہ اس میں مخلوق اللہ یعنی انسانوں اور جانوروں کی غذائی ضروریات کی فراہمی کی نیت خیر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنی بارش وہوا وغیرہ پر توکل اور اعتماد ہو ان تینوں پیشوں کے علاوہ اور پیشے آپس میں کوئی فضیلت نہیں رکھتے البتہ کتابت کا پیشہ بہتر درجہ ضرور رکھتا ہے کیونکہ اس پیشے میں نہ صرف یہ کہ علم کی خدمت ہوتی ہے بلکہ دینی علوم شرعی احکام انبیاء اور بزرگوں کے احوال بھی یاد ہو جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا پیشوں کے بعد ان پیشوں کا درجہ آتا ہے جو بقاء عالم اور معاشرت وتمدن کی اصل ضروریات کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہیں مثلاً معماری، بیلداری، خشت سازی، چونا بنانا گھی اور تیل نکالنا روئی بیچنا سوت کاتنا کپڑے سینا اور آٹا پیسنا وغیرہ یہ تمام کسب اور پیشے ان پیشوں سے بہتر ہیں جو محض تکلف وتزئین اور اظہار امارت ودولت کے کام آتے ہیں جیسے زردوزی ونقاشی مٹھائی بنانا عطر

پھنانا بیچنا اور رنگریزی وغیرہ تاہم یہ پیشے بھی اگر حسب موقع ہوں بایں طور کہ ان کی وجہ سے خلاف شرع امور کا ارتکاب نہ ہوتا ہو تو ان میں بھی کچھ کراہیت نہیں ہے۔ بخلاف ان پیشوں کے جن میں آلودگی نجاست مخلوق اللہ کی بدخواہی گناہوں کے ارتکاب میں اعانت دین فروشی کذب وجعل سازی اور فریب ودغا کا دخل رہتا ہو جیسے شاخ کشی جاروب کشی دباغی احتکار غلہ حمالی مردہ شوئی کفن فروشی کشتائی ناچنا گانا نقالی جرہ بازی (پہلے زمانے میں ایک مستقل پیشہ تھا کہ کچھ چہل باز شارع عام پر ایک شخص کو کھڑا کر دیتے جو راہ چلتے آدمی کو کوکھ میں اس طرح ٹھوکا مار دیتا کہ اسے یہ پتہ نہ چلتا کہ یہ کس کی حرکت ہے۔

چنانچہ جب وہ اس پر حیران وپریشان ہوتا تو سب چہل باز اس پر قہقہے لگاتے اس کو جرہ بازی کہتے تھے) نقالی دلالی اور وکالت (جس میں جھوٹ فریب سے کام لیا جاتا ہو) امام اذان اور خدمت مسجد کی اجرت اور قرآن کی تلاوت وتعلیم کا معاوضہ لینا وغیرہ یہ سب پیشے مکروہ ہیں۔

مغنی المطالب میں لکھا ہے کہ کسب اور کسب کرنے والے کی فضیلت احادیث میں بہت منقول ہے اسی طرح جو شخص کسب پر قادر ہونے کے باوجود از راہ کسل وسستی کسب نہ کرے بلکہ اپنی گزر اوقات کے لئے دوسروں سے مانگتا پھرے اس کے حق میں بڑی وعید بیان کی گئی ہے لیکن جو شخص اللہ کی رزاقی پر اعتماد وبھروسہ کرتے ہوئے کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے اور نہ ہی اپنی دینی مصروفیات اور عبادت واذکار میں خلل پڑنے کی وجہ سے کسب وغیرہ کرے تو اس وعید میں داخل نہیں بشرطیکہ اپنی امداد کے لئے دوسرے لوگوں کی طرف نہ تو اس کا دل متوجہ ہو اور نہ وہ کسی سے اپنی امداد واعانت کی توقع رکھتا ہو کیونکہ اسے سوال دلی کہتے ہیں جو سوال زبانی سے کہیں بدتر چیز ہے۔

جو شخص اتنا مال وزر رکھتا ہو جو اس کی معاشی ضروریات کے لئے کافی ہو یا اوقات وغیرہ اسے بقدر ضروریات روپیہ پیسہ مل جاتا ہو (مطلب یہ کہ گھر بیٹھے اسے کسی بھی جائز وسیلے سے بقدر ضروریات آمدنی ہو جاتی ہو) تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ عبادت وغیرہ میں مشغول رہے اپنے اوقات کسی کسب وغیرہ میں صرف نہ کرے، اسی طرح دینی علوم کی تعلیم دینے والے مفتی، قاضی اور اسی زمرہ کے دوسرے لوگوں کے لئے بھی یہی حکم ہے اگر یہ لوگ بقدر کفایت ضروریات آمدنی رکھتے ہوں تو ان کو اپنے امور ہی میں مصروف رہنا چاہئے کسب وغیرہ میں مصروف نہ ہوں۔

جو شخص کسی کسب مثلاً تجارت وغیرہ کا پیشہ اختیار کرے تو اس پر فرض ہے کہ وہ صرف حلال اور جائز مال کمائے حرام سے کلیۃً اجتناب کرے اور اپنے پیشے وہنر میں احکام شرعی کی رعایت بہر صورت ملحوظ رکھے نیز اپنے پیشہ میں تمام تر محنت وجدوجہد کے باوجود اللہ کی ذات پر توکل واعتماد رکھے کہ رزاق مطلق صرف اللہ تعالیٰ اور کسب محض ایک ظاہری وسیلہ کے درجہ کی چیز ہے اپنے پیشے وکسب کو رزاق ہرگز نہ سمجھے کیونکہ یہ شرک خفی ہے۔ حرام کسب کے ذریعے حاصل ہونے والے مال وزر سے مکمل پرہیز کرے کیونکہ اس کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وعید منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حرام مال سے صدقہ وخیرات کرتا ہے تو اس کا صدقہ قبول نہیں ہوتا اور مال حرام اپنے پیچھے یعنی مالک کی موت کے بعد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں رہتا کہ وہ اپنے مالک کے لئے ایسا برا زادراہ بن جاتا ہے جو اسے یعنی مالک کو دوزخ کی آگ میں پہنچا دیتا ہے۔

بعض لوگ حرام مال کی بڑی تعداد سے تو پرہیز کرتے ہیں لیکن قلیل مقدار میں احتیاط نہیں کرتے حالانکہ حرام مال کی قلیل ترین مقدار سے بھی اسی طرح اجتناب کرنا چاہئے جس طرح بڑی سے بڑی مقدار سے اجتناب ضروری ہے اس بارے میں یہ احساس ہونا چاہئے کہ حرام مال کی وہ قلیل ترین مقدار بقیہ تمام حلال مال میں مل کر سارے مال کو مشتبہ بنادیگی اور مشتبہ مال دمشتبہ پیشے کے بارے میں بھی یہ مسئلہ ہے کہ اس سے اجتناب ہی اولیٰ ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو بطور ہدیہ وغیرہ کوئی ایسی چیز یا ایسا مال دے جس کی حرمت وحلت کے بارے میں شبہ ہو تو چاہئے کہ اس چیز یا اس مال کو اچھے انداز میں اور نرمی کے ساتھ دینے والے کو واپس کردے ہاں اگر واپس کرنے دینے والا آزردہ خاطر ہو تو پھر واپس نہ کرنا چاہئے یہی حکم اس مشتبہ مال کی تحقیق کرنے کا بھی ہے کہ اگر وہ مشتبہ مال دینے والا آزردہ خاطر نہ ہو تو تب اس مال کی تحقیق کی جائے اور اگر وہ تحقیق کرنے سے آزردہ خاطر ہو تو پھر تحقیق بھی نہ کی جائے کیونکہ کسی مسلمان کو آزردہ خاطر کرنا حرام ہے جب کہ مشتبہ مال کی تحقیق کرنا ورع (تقویٰ) ہے اور اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ ورع کے لئے حرام کا ارتکاب نہ کرنا چاہئے ہاں جس مال کے بارے میں بالکل تحقیق ہو کہ یہ حرام محض ہے تو پھر اس کو واپس کر دینا بہرصورت ضروری ہے اگرچہ دینے والا آزردہ خاطر ہی کیوں نہ ہو البتہ اگر اس مال کو واپس کرنے میں کسی فتنہ انگیزی کا خوف ہو تو پھر اسے بھی واپس نہ کرے بلکہ اسے لے کر کسی مضطرب کو دیدے اور اگر خود مضطر ہو تو اسے اپنے استعمال میں لے آئے۔

جس بازار میں حرام مال کی تجارت ہوتی ہو اس بازار سے بھی اجتناب کرنا چاہئے کہ اس میں خرید وفروخت نہ کرے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ فلاں مال حرام ہے مشتبہ ہے اس کی تحقیق وتفتیش ضروری نہیں کیونکہ حرمت وشبہ کے معلوم نہ ہونے کی صورت میں ہر جگہ اور ہر چیز کی تحقیق وتجسس محض وسوسہ ہے۔ غیر مشروع کسب کی اجرت بھی حرام ہے مثلاً مردوں کے لئے ریشمی کپڑے سینا یا مردوں کے لئے سونے کے زیور بنانا اسی طرح غیر مشروع خرید وفروخت سے حاصل ہونے والا نفع ومال بھی حرام ہے جیسے ختکرہ غلہ بیچنا تمام تجارتوں میں سب سے بہتر تجارت بزازی ہے اسی طرح تمام پیشوں میں سب سے بہتر پیشہ مشک بنانا وسینا ہے۔ خرید وفروخت میں کھوٹے سکوں کو پھیلانا قطعاً ناجائز ہے اگر کھوٹے ہاتھ لگیں تو انہیں کنویں وغیرہ میں ڈال کر ضائع کر دینا چاہئے۔

اسی طرح ہر تاجر اور دوکاندار کے لئے ضروری ہے کہ وہ معاملات میں مکروفریب سے کام نہ لے بات بات پر قسم نہ کھائے کسی چیز میں اگر کوئی عیب ہو تو اسے خریدار سے پوشیدہ نہ رکھے اپنی اشیاء کی تعریف وتوصیف حقیقت سے زیادہ نہ کرے کوئی چیز کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت نہ کرے جو اسے حرام کام میں استعمال کرے مثلاً انگور کسی شراب ساز کو نہ بیچے یا ہتھیار وغیرہ کسی ڈاکو وقزاق وغیرہ کے ہاتھ فروخت نہ کرے دستکار وصنعت گر اپنی بنائی ہوئی چیز میں کھوٹ ملاوٹ اور غلط چیزوں کی آمیزش نہ کرے کیونکہ ایسی چیز سے حاصل ہونے والی اجرت وقیمت حرام ہوتی ہے ناپ تول میں کمی نہ کرے غبن ودھوکہ دہی میں اپنا دامن ملوث نہ کرے ہمہ وقت یہ تصور رکھے کہ ناجائز طریقوں اور حرام ذرائع سے حاصل ہونے والا ایک پیسہ بھی جنت میں داخل ہونے سے روک دے گا تھوڑے منافع پر اکتفاء کرے کہ یہ مستحب ہے اور جس تجارت وحرفت میں مشغول ہو اور اس سے اس کی ضروریات پوری ہو جاتی ہوں تو اسی پر قناعت کرے اس کی موجودگی میں دوسری تجارتوں اور دوسرے کاروبار کے ذریعے زیادہ کمانے کی حرص نہ رکھے بلکہ اپنے بقیہ اوقات کو آخرت کی بھلائیوں کو حاصل کرنے میں صرف کرے کیونکہ صرف اس دنیا کی فانی زندگی کی راحت وتعیش کے

حصول میں ہمہ وقت لگے رہنا اور آخرت کی ابدی زندگی کی سعادتوں سے بے پرواہ ہو جانا عقل و دانش سے بعید تر بات ہے۔ اپنے ہاتھ کی محنت کی روزی سب سے بہتر ہے۔

حضرت مقدام بن معدی کرب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی کسی نے اپنے ہاتھ کی محنت کی روزی سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمائی ہوئی روزی کھاتے تھے

(بخاری، مشکوۃ المصابیح جلد سوم: رقم الحدیث 2)

حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے ایک جلیل القدر نبی تھے اور ساتھ ہی اللہ نے انہیں دنیا کی سلطنت حکومت بھی عطا کی تھی۔ ان کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنی حکومت میں لوگوں سے اپنے بارے میں تجسس کرتے رہتے تھے چنانچہ جو شخص ان کو نہیں پہچانتا تھا اس سے وہ دریافت کرتے کہ بتاؤ داؤد کیسا ہے؟ لوگوں میں اس کی سیرت و عادت کس درجے کی ہے اور اس کے بارے میں تمہارا تاثر کیا ہے ایک دن ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو آدمی کی صورت میں ان کے پاس بھیجا انہوں نے اس سے بھی اس قسم کے سوال کئے اس نے کہا داؤد علیہ السلام ہیں تو بہت اچھے آدمی مگر اتنی بات ضرور ہے کہ وہ بیت المال سے روزی کھاتے ہیں بس یہ سننا تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل و دماغ میں ایک بجلی سی کوند گئی فوراً اپنے پروردگار سے دعا کی کہ رب العالمین مجھے بیت المال سے مستغنی بنا دے اور مجھے کوئی ایسا ہنر عطا کر دے کہ جس سے میں اپنی روزی کما سکوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں زرہ بنانے کا ہنر عطا فرمایا منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو ایسی خاصیت عنایت کی کہ لوہا ان کے ہاتھوں میں پہنچتے ہی موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا جس سے وہ زرہ بناتے اور جو چار چار ہزار درہم میں فروخت ہوتی۔

بلکہ بعض علماء نے تو یہ لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ہر روز ایک زرہ بناتے اور اس کو چھ ہار درہم میں فروخت کرتے پھر اس چھ ہزار کو اس طرح صرف کرتے کہ دو ہزار تو اپنی ذات اور اہل و عیال پر خرچ کرتے اور چار ہزار درہم بنی اسرائیل کے فقراء و مساکین میں بطور صدقہ و خیرات تقسیم کر دیتے۔ بہر کیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا ارشاد گرامی کے ذریعے جہاں یہ ارشاد فرمایا کہ کسب یعنی اپنی روزی خود پیدا کرنا انبیاء کی سنت ہے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عمل سے معلوم ہوا اس لئے تم بھی ان کے طریقے کو اختیار کرو وہیں گویا آپ نے اپنی روزی خود اپنی صنعت و حرفت کے ذریعے پیدا کرنے پر لوگوں کو ترغیب دلائی ہے کیونکہ اس میں بڑے بڑے فائدے ہیں مثلاً جو شخص اپنی صنعت و حرفت سے کماتا ہے نہ صرف یہ کہ خود اسے منافع حاصل ہوتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی صنعت و حرفت سے فائدہ پہنچتا ہے۔

پھر یہ کہ ایسا شخص اپنے پیشے میں مصروف رہنے کی وجہ سے بری باتوں اور لہو و لعب سے محفوظ رہتا ہے نیز چونکہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی وجہ سے کسر نفسی بھی پیدا ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے نفس کی سرکشی سے بچتا ہے اور پھر سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایسا شخص کسی کا محتاج نہیں رہتا کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتا کسی کے آگے جھکتا نہیں اور اسے ایک ابرومندانہ زندگی حاصل رہتی ہے۔

اپنے ہاتھ سے کمائی کرنے کا بیان

2138-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ الزُّبَيْدِيِّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا كَسَبَ الرَّجُلُ كَسْبًا أَطْيَبَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَمَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى نَفْسِهِ وَأَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَخَادِمِهِ فَهُوَ صَدَقَةٌ

◄► حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''آدمی ایسی کوئی کمائی نہیں کرتا جو اس کے اپنے ہاتھ سے کیے ہوئے کام (کی کمائی) سے زیادہ پاکیزہ ہو اور آدمی اپنی ذات پر اپنی بیوی پر اور اپنی اولاد پر اور اپنے خادم پر جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے''۔

سچے مسلمان تاجر کی فضیلت کا بیان

2139-حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا كُلْثُومُ بْنُ جَوْشَنٍ الْقُشَيْرِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّاجِرُ الْأَمِينُ الصَّدُوقُ الْمُسْلِمُ مَعَ الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''امانتدار' سچا' مسلمان تاجر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا''۔

شرح

کاروباری سے مراد وہ شخص ہے جو تجارتی کاروبار اور اجارہ داری کرتا ہو اور یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ سب سے بہتر کاروبار کپڑے کی تجارت ہے اس کے بعد عطاری ہے۔ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ جو کاروباری شخص سچائی دیانت داری اور امانت کے اوصاف سے متصف ہوگا گویا اس کی زندگی تمام صفات کمالیہ سے مزین ہوگی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ یا تو میدان حشر میں نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا کہ جس طرح وہاں کی ہولناکیوں کے وقت یہ تینوں طبقے رحمت الٰہی کے سایہ میں ہوں گے اسی طرح وہ شخص بھی رحمت الٰہی کی خاص پناہ میں ہوگا یا یہ کہ اسے جنت میں ان کی رفاقت کا شرف حاصل ہوگا چنانچہ اسے انبیاء کی رفاقت تو ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی وجہ سے حاصل ہوگی صدیقوں کا ساتھ ان کی صفت خاص یعنی صدق کی موافقت کی وجہ سے ہوگا اور شہیدوں کی رفاقت کی سعادت اسے اس لئے نصیب ہوگی کہ شہداء اس شخص کے وصف صدق وامانت کی شہادت دینگے۔

2140-حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيلِيِّ عَنْ

2138 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2140 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث **5353**' ورقم الحدیث **6006**' ورقم الحدیث **6007**' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث **7393**' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث **1969**' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث **2576**

اَبِی الْغَیْثِ مَوْلٰی ابْنِ مُطِیْعٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَکَالَّذِیْ یَقُوْمُ اللَّیْلَ وَیَصُوْمُ النَّهَارَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بیوہ عورت اور مسکین کا خیال رکھنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مانند ہے اور اس شخص کی مانند ہے جو رات بھر نوافل پڑھتا رہتا ہے اور دن کے وقت نفلی روزہ رکھتا ہے''۔

2141- حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خُبَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ کُنَّا فِیْ مَجْلِسٍ فَجَآءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی رَاْسِهٖ اَثَرُ مَاءٍ فَقَالَ لَهٗ بَعْضُنَا نَرَاکَ الْیَوْمَ طَیِّبَ النَّفْسِ فَقَالَ اَجَلْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ اَفَاضَ الْقَوْمُ فِیْ ذِکْرِ الْغِنٰی فَقَالَ لَا بَاْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقٰی وَالصِّحَّةُ لِمَنِ اتَّقٰی خَیْرٌ مِّنَ الْغِنٰی وَطِیْبُ النَّفْسِ مِنَ النَّعِیْمِ

◆◆ معاذ بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے ان کے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک مرتبہ ہم ایک محفل میں موجود تھے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر پانی کا نشان تھا' ہم میں سے کسی ایک نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش لگ رہے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جی ہاں' ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے''۔

پھر لوگ خوشحالی کے حوالے سے بات چیت کرنے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص تقویٰ اختیار کرلے اس کے لیے خوشحالی میں کوئی حرج نہیں ہے' جو شخص تقویٰ اختیار کرے' اس کے لیے خوشحالی کے مقابلے میں صحت زیادہ بہتر ہے اور خوش ہونا بھی ایک نعمت ہے''۔

بَابُ الْاِقْتِصَادِ فِیْ طَلَبِ الْمَعِیْشَةِ

یہ باب ہے کہ آمدن کی طلب میں میانہ روی اختیار کرنا

2142- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ عَیَّاشٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِیَّةَ عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ سَعِیْدٍ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَجْمِلُوْا فِیْ طَلَبِ الدُّنْیَا فَاِنَّ کُلًّا مُّیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ

◆◆ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''دنیا طلب کرتے ہوئے اچھائی اختیار کرو' کیونکہ ہر شخص کے لیے وہ چیز آسان کردی جاتی ہے' جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے''۔

2141 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2142 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2143- حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ بِهْرَامٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُثْمَانَ زَوْجُ بِنْتِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ يَزِيْدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْظَمُ النَّاسِ هَمًّا الْمُؤْمِنُ الَّذِىْ يَهُمُّ بِاَمْرِ دُنْيَاهُ وَاٰخِرَتِهٖ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ تَفَرَّدَ بِهٖ اِسْمٰعِيْلُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''دنیا میں سب سے زیادہ پریشانی اس مومن کو ہوتی ہے' جو اپنے دنیاوی معاملات کے لیے بھی پریشان ہوتا ہے اور اپنی آخرت کے معاملے میں بھی پریشان ہوتا ہے''۔

امام ابن ماجہ کہتے ہیں: یہ روایت غریب ہے اسے نقل کرنے میں اسماعیل نامی راوی منفرد ہیں۔

2144- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفّٰى الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِى الطَّلَبِ فَاِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَوْفِىَ رِزْقَهَا وَاِنْ اَبْطَاَ عَنْهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِى الطَّلَبِ خُذُوْا مَا حَلَّ وَدَعُوْا مَا حَرُمَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (آمدن یا رزق) طلب کرنے میں اچھائی اختیار کرو' کیونکہ کوئی بھی شخص اس وقت تک فوت نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے حصے کا پورا رزق وصول نہیں کر لیتا' اگرچہ وہ تاخیر سے اسے ملے' تو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رزق کی طلب میں اچھائی اختیار کرو' اور جو چیز حلال ہے اسے حاصل کرو' اور جو چیز حرام ہے اسے چھوڑ دو''۔

بَاب: التَّوَقِّى فِى التِّجَارَةِ

یہ باب تجارت میں (ممنوعہ امور) سے بچنے کے بیان میں ہے

2145- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ غَرَزَةَ قَالَ كُنَّا نُسَمّٰى فِىْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّمَاسِرَةَ فَمَرَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّانَا بِاسْمٍ هُوَ اَحْسَنُ مِنْهُ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ الْحَلِفُ وَاللَّغْوُ فَشُوْبُوْهُ بِالصَّدَقَةِ

حضرت قیس بن ابوغرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہمارا نام ایجنٹ تھا۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وہ نام دیا جو اس سے زیادہ بہتر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے تاجروں

2143 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2144 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2145 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3326' ورقم الحدیث: 3327' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1208' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 3806' ورقم الحدیث 3807' ورقم الحدیث 3808' ورقم الحدیث: 3809

کے گروہ! (بعض اوقات) سودے میں قسم یا کوئی لغویات شامل ہو جاتی ہے تو تم اس میں صدقہ ملا لیا کرو۔

شرح

سماسرہ دراصل لفظ سمسار کے جمع کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں دلال یا کسی چیز کا مالک و منتظم چنانچہ پہلے زمانے میں تجارتی کاروبار کرنے والے کو سمسار ہی کہتے ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اس سے بہتر نام یعنی تجارج ولفظ تاجر کی جمع کا صیغہ ہے عطاء کیا اس نام کے بہتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خرید وفروخت کے کاروبار کو مدحیہ طور پر لفظ تجارت کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسے ایک آیت کی عبارت کا یہ ٹکڑا ہے۔(هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ) الصف.10) (کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے) یا ایک اور آیت میں ہے (تجارۃ عن عراض) (سوداگری آپس کی رضامندی سے) یا ایک آیت کے یہ الفاظ تجارۃ (لن تبور) (تجارت کرو ہلاکت میں نہ پڑو) فشوبوہ بالصدقۃ (تجارت کو صدقہ وخیرات کے ساتھ ملائے رکھو کا مطلب یہ ہے کہ تجارتی زندگی میں عام طور پر بے فائدہ باتیں اور جھوٹی سچی قسموں کا صدور ہوتا رہتا ہے اور یہ دونوں ہی چیزیں پروردگار کے غضب وغصہ کا باعث ہیں اس لئے تم ان دونوں چیزوں کے کفارہ کے طور پر اپنا کچھ مال صدقہ وخیرات کرتے رہا کرو کیونکہ صدقہ وخیرات اللہ تعالیٰ کے غضب وغصہ کو دور کرتا ہے۔

2146-حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رِفَاعَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ بُكْرَةً فَنَادَاهُمْ يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ فَلَمَّا رَفَعُوْا اَبْصَارَهُمْ وَمَدُّوْا اَعْنَاقَهُمْ قَالَ اِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ

◄► حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے لوگ صبح کے وقت خرید وفروخت کر رہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز میں انہیں مخاطب کیا: اے تاجروں کے گروہ! جب ان لوگوں نے اپنی نگاہیں اٹھائیں اور اپنی گردن سیدھی کی (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بے شک قیامت کے دن تاجروں کو فاجر لوگوں کی صورت میں زندہ کیا جائے گا' البتہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے نیکی کرے اور سچ بولے (اس کا حکم مختلف ہے)''۔

بَاب اِذَا قُسِمَ لِلرَّجُلِ رِزْقٌ مِّنْ وَجْهٍ فَلْيَلْزَمْهُ

یہ باب ہے کہ جب کسی شخص کے حصے میں کسی بھی صورت میں کوئی رزق آئے تو وہ اسے حاصل کرلے

2147-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ اَبُوْ يُوْنُسَ عَنْ هِلَالِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ

2146 اخرجہ الترمذی فی ''البیوع'' رقم الحدیث **1210**

2147 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصَابَ مِنْ شَيْءٍ فَلْيَلْزَمْهُ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص کو کوئی چیز ملے وہ اسے حاصل کرلے''۔

2148- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ اَخْبَرَنِىْ اَبِىْ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ اُجَهِّزُ اِلَى الشَّامِ وَاِلٰى مِصْرَ فَجَهَّزْتُ اِلَى الْعِرَاقِ فَاَتَيْتُ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقُلْتُ لَهَا يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ كُنْتُ اُجَهِّزُ اِلَى الشَّامِ فَجَهَّزْتُ اِلَى الْعِرَاقِ فَقَالَتْ لَا تَفْعَلْ مَا لَكَ وَلِمَتْجَرِكَ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا سَبَّبَ اللّٰهُ لِاَحَدِكُمْ رِزْقًا مِّنْ وَجْهٍ فَلَا يَدَعْهُ حَتّٰى يَتَغَيَّرَ لَهٗ اَوْ يَتَنَكَّرَ لَهٗ

◄► نافع بیان کرتے ہیں: میں شام اور مصر تجارتی سامان بھیجا کرتا تھا' ایک مرتبہ میں نے عراق سامان بھیجنے کا ارادہ کیا' تو میں اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے ان سے عرض کی: اے اُمّ المومنین! پہلے میں شام سامان بھیجا کرتا تھا' اب میں عراق سامان بھیجنے لگا ہوں' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو' تمہیں یا تمہارے سامان تجارت کو کیا ہوا ہے' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے لیے کسی ایک شکل میں رزق کا سبب پیدا کردے' تو وہ اسے اس وقت تک نہ چھوڑے جب تک اس کے لیے تبدیلی نہیں کی جاتی یا جب تک صورت حال اس کے لیے قابل انکار نہیں ہو جاتی''۔

بَاب: الصِّنَاعَاتِ

یہ باب ہے کہ مختلف طرح کے پیشے

2149- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ الْقُرَشِىُّ عَنْ جَدِّهٖ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ اُحَيْحَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَاعِىَ غَنَمٍ قَالَ لَهٗ اَصْحَابُهٗ وَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَنَا كُنْتُ اَرْعَاهَا لِاَهْلِ مَكَّةَ بِالْقَرَارِيْطِ قَالَ سُوَيْدٌ يَعْنِىْ كُلَّ شَاةٍ بِقِيْرَاطٍ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ نے جس بھی نبی کو مبعوث کیا اس نے بکریاں چرائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی اہل مکہ کے لیے چند قیراط کے عوض میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔

سوید نامی راوی کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک بکری کے عوض میں ایک قیراط ملتا تھا۔

2148 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2149 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2262

2150- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخُزَاعِيُّ وَالْحَجَّاجُ وَالْهَيْثَمُ بْنُ جَمِيلٍ قَالُوا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ زَكَرِيَّا نَجَّارًا

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے''۔

2151- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَصْحَابَ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے یہ کہا جائے گا' جو تم نے بنایا ہے اسے زندہ کرو۔

2152- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ هَارُونَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ فَرْقَدٍ السَّبَخِيِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْذَبُ النَّاسِ الصَّبَّاغُونَ وَالصَّوَّاغُونَ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''سب سے زیادہ جھوٹ رنگریز اور سنار بولتے ہیں''۔

بَاب: الْحُكْرَةِ وَالْجَلْبِ

یہ باب ہے کہ ذخیرہ اندوزی کرنا اور دوسرے شہر سے سامان لانا

ذخیرہ اندوزی کے معنی ومفہوم کا بیان

احتکار کا معنی لغوی طور پر معنی ہیں گراں فروشی کی نیت سے غلہ کی ذخیرہ اندوزی۔ اور شریعت کی اصطلاح میں احتکار کا مفہوم ہے ہر ایسی چیز کو مہنگا بیچنے کے لئے روک رکھنا جو انسان یا حیوان کی غذائی ضرورت میں کام آتی ہو۔ مثلاً گراں بازاری کے زمانے میں جب کہ مخلوق اللہ کو غلہ وغیرہ کی زیادہ ضرورت ہو کوئی شخص غلہ خرید کر اس نیت سے اپنے پاس روک رکھے کہ جب اور زیادہ گرانی ہو گی تو اسے بیچوں گا یہ احتکار کہلاتا ہے۔

2153- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ سَالِمِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ

2150- اخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 6112

2151- اخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث 7557' اخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 5377

2152- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2153- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ ابْنِ جُدْعَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَالِبُ مَرْزُوقٌ وَّالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ

◄► حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "(دوسرے شہر سے) سامان لانے والے کورزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے پرلعنت ہوتی ہے"۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ جوشخص کہیں باہر سے شہر میں غلہ وغیرہ لاتا ہے کہ اسے موجودہ اور رائج نرخ پر فروخت کرے اور گراں فروشی کی نیت سے اس کی ذخیرہ اندوزی نہ کرے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے یعنی اسے بغیر گناہ کے فائدہ حاصل ہوتا ہے اور اس کے رزق میں برکت عطا کی جاتی ہے اس کے خلاف مخلوق اللہ کی پریشانیوں اور غذائی قلت سے فائدہ اٹھا کر غلہ وغیرہ کی ناجائز ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اور خیر و بھلائی سے دور رہتا ہے جب تک کہ وہ اس لعنت میں مبتلا رہتا ہے اس کو برکت حاصل نہیں ہوتی۔

2154-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَضْلَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْتَكِرُ اِلَّا خَاطِئٌ

◄► حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "صرف گناہ گار شخص ہی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے"۔

ذخیرہ اندوزی کرنے والے کے لئے سخت وعید کا بیان

2155-حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيْمٍ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنِىْ اَبُوْيَحْيَى الْمَكِّيُّ عَنْ فَرُّوْخَ مَوْلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ طَعَامًا ضَرَبَهُ اللّٰهُ بِالْجُذَامِ وَالْاِفْلَاسِ

◄► حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: "جو شخص مسلمانوں کے خلاف کسی اناج کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جذام اور افلاس کا شکار کر دیتا ہے"۔

شرح

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مخلوق اللہ اور خاص طور پر مسلمانوں کو تکلیف و نقصان میں ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جسمانی و مالی

2154 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث **4098** 'ورقم الحدیث: **4099** 'ورقم الحدیث: **4100** 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث **3447** 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث **1267**

2155 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بلاؤں میں مبتلا کرتا ہے اور جو شخص انہیں نفع وفائدہ پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے جسم ومال میں خیر و برکت عطافرماتا ہے۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے چالیس دن تک گرانی کے خیال سے غلہ روک رکھا گویا وہ اللہ سے بیزار ہوا اور اللہ اس سے بیزار ہوا۔

وہ اللہ سے بیزار ہوا کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا وہ عہد توڑ ڈالا جو اس نے احکام شریعت کی بجا آوری اور مخلوق اللہ کے ساتھ ہمدردی وشفقت کے سلسلے میں باندھا ہے۔ اسی طرح اور اللہ اس سے بیزار ہوا کا مطلب یہ ہے کہ جب اس نے اس بدترین عمل کے ذریعہ مخلوق اللہ کی پریشانی وتکلیف کا سامان کیا تو اللہ نے اس پر سے اپنی حفاظت اٹھالی اور اس کو اپنا نظر کرم وعنایت سے دور کردیا۔

حضرت معاذ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلہ وغیرہ کی ناجائز ذخیرہ اندوزی کرنے والا بندہ برا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نرخوں میں ارزانی کرتا ہے۔ تو وہ سنجیدہ ہوتا ہے اور اگر نرخوں کو گراں کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔

حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے گراں فروشی کی نیت سے غلہ کو چالیس روز تک روکے رکھا۔ اور پھر اسے اللہ کی راہ میں خیرات کردیا تو وہ اس کے لئے کفارہ نہیں ہوگا۔

یہ گویا اس شخص کے لئے وعید وسزا ہے جو چالیس دن تک گراں فروشی کی نیت سے غلہ کو روکے رکھے کہ نہ تو اسے بازار میں لاکر بیچے اور نہ اس کے ذریعہ مخلوق اللہ کی غذائی ضروریات کو پورا کرے اور جو شخص اس سے کم مدت کے لئے احتکار کرے اس کے لئے بھی سزا ہے مگر اس سے کم درجہ کی۔

بَاب: اَجْرِ الرَّاقِي

یہ باب دم کرنے والے کے معاوضہ کے بیان میں ہے

دم کرنے پر اجرت لینے کا بیان

2156- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اِيَاسٍ عَنْ اَبِىْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ ِ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِيْنَ رَاكِبًا فِىْ سَرِيَّةٍ فَنَزَلْنَا بِقَوْمٍ فَسَاَلْنَاهُمْ اَنْ يَقْرُوْنَا فَاَبَوْا فَلُدِغَ سَيِّدُهُمْ فَاَتَوْنَا فَقَالُوْا اَفِيْكُمْ اَحَدٌ يَرْقِىْ مِنَ الْعَقْرَبِ فَقُلْتُ نَعَمْ اَنَا وَلٰكِنْ لَا اَرْقِيهِ حَتّٰى تُعْطُوْنَا غَنَمًا قَالُوْا فَاِنَّا نُعْطِيكُمْ ثَلَاثِيْنَ شَاةً فَقَبِلْنَاهَا فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ الْحَمْدُ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَبَرِءَ وَقَبَضْنَا الْغَنَمَ فَعَرَضَ فِىْ اَنْفُسِنَا مِنْهَا شَىْءٌ فَقُلْنَا لَا تَعْجَلُوْا حَتّٰى نَاْتِىَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَكَرْتُ لَهُ الَّذِىْ صَنَعْتُ فَقَالَ اَوَ مَا عَلِمْتَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ اقْتَسِمُوْهَا وَاضْرِبُوْا لِىْ مَعَكُمْ سَهْمًا

2156 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 2276، ورقم الحدیث 5749، اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 5697، ورقم الحدیث 5698، اخرجہ ابوداؤد فی "السنن"، رقم الحدیث 3900، ورقم الحدیث 3418، اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 6063، ورقم الحدیث 6064۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ہم تیس سواروں کو ایک مہم پر روانہ کیا ہم نے ایک قوم کے پاس پڑاؤ کیا ہم نے ان سے فرمائش کی کہ وہ ہماری مہمان نوازی کریں انہوں نے مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا ان کے سردار کو کسی زہریلے جانور نے کاٹ لیا وہ لوگ ہمارے پاس آئے اور انہوں نے دریافت کیا: کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے' جو بچھو کے کاٹنے کا دم کرتا ہو؟ تو میں نے جواب دیا: جی ہاں میں ہوں' لیکن میں اسے اس وقت تک دم نہیں کروں گا' جب تک تم ہمیں (معاوضے کے طور پر) بکریاں نہیں دو گے' تو ان لوگوں نے کہا: ہم تمہیں تیس بکریاں دیں گے' تو ہم نے اس بات کو قبول کر لیا تو میں نے سات مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر (اسے دم کیا) تو وہ ٹھیک ہو گیا ہم نے وہ بکریاں اپنے قبضے میں لیں پھر ہمیں اس حوالے سے کچھ الجھن محسوس ہوئی تو ہم نے یہ کہا کہ تم لوگ جلدی نہ کرو جب تک نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو جاتے (انہیں استعمال نہیں کریں گے)

جب ہم لوگ آئے' تو میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنے طرز عمل کا ذکر کیا آپ ﷺ نے دریافت کیا: تمہیں کیسے پتہ چلا کہ اس کا دم ہوتا ہے؟ تم لوگ ان کو تقسیم کر لو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ رکھنا۔

شرح

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت ایک ایسے گاؤں سے گزری جس میں کسی شخص کو بچھو یا سانپ نے ڈس رکھا تھا چنانچہ اس بستی کا ایک شخص ان صحابہ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں میں کوئی شخص جھاڑ پھونک کرنیوالا بھی ہے کیونکہ ہماری بستی میں ایک شخص کو بچھو یا سانپ نے ڈس لیا ہے؟ (اگر ایسا کوئی شخص ہے تو وہ میرے ساتھ چل کر اس شخص پر دم کر دے) چنانچہ ان میں سے ایک صحابی تشریف لے گئے اور انہوں نے بکریوں کے عوض سورت فاتحہ پڑھی۔ یعنی انہوں نے کہا کہ میں اس شخص پر اس شرط کے ساتھ جھاڑ پھونک کروں گا کہ میں اس کے عوض اتنی بکریاں لوں گا اسے بستی والوں نے منظور کر لیا لہذا ان صحابی نے سورت فاتحہ پڑھ کر اس شخص پر دم کیا۔

کیونکہ منقول ہے کہ (فاتحۃ الکتاب شفاء من السم) یعنی سورت فاتحہ زہر کے لئے شفاء ہے لہذا وہ شخص اچھا ہو گیا پھر جب وہ صحابی بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو ان ساتھیوں نے اس کو ناپسند کیا اور کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم نے کتاب اللہ پڑھنے پر مزدوری لی ہے یہاں تک وہ سب صحابہ مدینہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں صحابی نے کتاب اللہ پڑھنے پر مزدوری لی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں کی اجرت لیتے ہو ان میں سب سے بہتر کتاب اللہ ہے۔ (بخاری، مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 285)

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تم نے اچھا کیا ان بکریوں کو آپس میں تقسیم کر لو اور اپنے ساتھ میرا حصہ بھی رکھو۔

لفظ (سلیم) اور لفظ (لدیغ) دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی سانپ کا ڈسا ہوا چنانچہ روایت کے الفاظ (لدیغ) او (سلیم) میں او سلیم راوی کے لفظی شک کو ظاہر کرتا ہے یعنی راوی نے یہ دونوں لفظ نقل کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ مجھے یہ صحیح یاد نہیں ہے کہ اس موقع

پر لفظ لدیغ کہا گیا تھا یا لفظ سلیم اور علامہ طیبی یہ کہتے ہیں کہ اکثر و بیشتر لفظ لدیغ کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جسے بچھو کاٹ لے اور سلیم کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جسے سانپ ڈس لے اس صورت میں کہا جائے گا کہ اس موقع پر راوی کو معنی کے اعتبار سے شک ہوا ہے کہ یا تو وہ شخص بچھو کا کاٹا ہوا تھا یا سانپ کا ڈسا ہوا تھا۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جن صحابی نے سورت فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا وہ حضرت ابوسعید خدری تھے اور صحابہ کی وہ جماعت تیس نفوس پر مشتمل تھی اسی اعتبار سے سورت فاتحہ پڑھنے والے صحابی نے تیس بکریاں لی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بکریوں میں اپنا حصہ لگانے کے لئے اس واسطے فرمایا تا کہ وہ صحابہ خوش بھی ہوں اور یہ بھی جان لیں کہ سروۃ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے کے عوض حاصل ہونیوالی بکریاں بلاشک وشبہ حلال ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی آیتوں اور ذکر اللہ کے ذریعے جھاڑ پھونک کرنا اور اس کی اجرت لینا جائز ہے چنانچہ عامل روحانیات یعنی قرآن کریم کی آیتوں اور دیگر منقول دعا و عملیات کے ذریعے علاج کرنیوالے اپنے عمل یعنی تعویذ گنڈوں اور جھاڑ پھونک کی جو اجرت لیتے ہیں اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ تلاوت قرآن کی اجرت لینا جائز ہے کیونکہ ان دونوں میں فرق ہے اور وہ یہ کہ تلاوت قرآن ایک عبادت ہے اور عبادت کی قیمت لینا قطعا جائز نہیں ہے اور کسی مریض و دکھی شخص پر قرآن پڑھ کر دم کرنا اور اس کی برکت سے شفاء حاصل ہو جانا عبادت نہیں ہے لہٰذا اس کی اجرت لینا جائز ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ مصحف یعنی قرآن کریم کو کتابی صورت میں بیچنا اس کو خریدنا اجرت پر اس کی کتابت کرنا اور دین کی دوسری کتابوں کو مزدوری پر لکھنا جائز ہے۔

اسی طرح متاخرین یعنی بعد کے علماء نے قرآن کریم کی تعلیم کو بھی اس پر قیاس کرتے ہوئے کہا ہے کہ تعلیم قرآن کی اجرت لینا جائز ہے جب کہ متقدمین یعنی پہلے زمانے کے علماء جیسے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہ نے تعلیم قرآن کی اجرت لینے کو حرام کہا ہے۔

2156 م- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ عَنِ ابْنِ اَبِى الْمُتَوَكِّلِ عَنْ اَبِى الْمُتَوَكِّلِ عَنْ اَبِى سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ عَنْ اَبِى الْمُتَوَكِّلِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالصَّوَابُ هُوَ اَبُو الْمُتَوَكِّلِ

◄► یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں درست نام ابوالمتوکل ہے۔

بَاب: الْاَجْرِ عَلٰی تَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ
یہ باب قرآن کی تعلیم پر اجرت کے بیان میں ہے

2157-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ زِيَادٍ الْمَوْصِلِيُّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ ثَعْلَبَةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ عَلَّمْتُ نَاسًا مِّنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ الْقُرْاٰنَ وَالْكِتَابَةَ فَاَهْدٰى اِلَیَّ رَجُلٌ مِّنْهُمْ قَوْسًا فَقُلْتُ لَيْسَتْ بِمَالٍ وَّاَرْمِيْ عَنْهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا فَقَالَ اِنْ سَرَّكَ اَنْ تُطَوَّقَ بِهَا طَوْقًا مِّنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اہل صفہ میں سے کچھ لوگوں کو قرآن (پڑھنے) اور لکھنے کی تعلیم دیا کرتا تھا ان میں سے ایک شخص نے تحفے کے طور پر مجھے کمان دی تو میں نے کہا: یہ تو مال نہیں ہے اور میں اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر اندازی کروں گا میں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اگر اس بات سے خوش ہو کہ تم آگ کا طوق پہن لو تو پھر تم اسے قبول کر لو۔

شرح

کمان کوئی مال نہیں ہے" سے حضرت عبادہ کی یہ مراد تھی کہ کمان ایسی چیز نہیں ہے جسے مال یا اجرت شمار کیا جائے بلکہ یہ تو لڑائی کا ایک سامان ہے جسے میں اللہ کی راہ میں استعمال کروں گا بایں طور کہ جہاد میں اس کے ذریعے تیر اندازی کروں گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں متنبہ فرمایا کہ یہ کمان اگرچہ تمہیں کلام اللہ کی تعلیم کی اجرت کے طور پر نہیں ملی ہے اور نہ یہ کوئی ایسی چیز ہے جسے اجرت شمار کیا جا سکے لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ یہ تمہارے اس اخلاص کو ختم کر دیگی جو تمہاری خدمت تعلیم کا محور تھا جس سے سرشار ہو کر تم نے ان لوگوں کو قرآن و دین کی تعلیم دی تھی لہٰذا تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ تم اسے قبول نہ کرو جو علماء قرآن و دین کی تعلیم دینے کی اجرت لینے کو حرام کہتے ہیں وہ اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے استدلال کرتے ہیں۔

2158-حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ اَبِيْ سَهْلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ سَلْمٍ عَنْ عَطِيَّةَ الْكَلَاعِيِّ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ عَلَّمْتُ رَجُلًا الْقُرْاٰنَ فَاَهْدٰى اِلَیَّ قَوْسًا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنْ اَخَذْتَهَا اَخَذْتَ قَوْسًا مِّنْ نَارٍ فَرَدَدْتُهَا

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک شخص کو قرآن کی تعلیم دی تو اس نے مجھے کمان تحفے کے طور پر دی میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اگر تم اس اُسے وصول کرتے ہو تو تم آگ سے بنی ہوئی کمان لو گے"۔ (حضرت ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) تو میں نے وہ کمان اسے واپس کر دی۔

2157 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: **3416**

2158 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَابُ :النَّهْيِ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ وَعَسْبِ الْفَحْلِ

یہ باب ہے کہ کتے کی قیمت فاحشہ عورت کا معاوضہ کاہن شخص کی آمدن اور جفتی کے لیے نر جانور دینے کا کرایہ وصول کرنے سے ممانعت

2159-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي مَسْعُودٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت فاحشہ عورت کی آمدن اور کاہن کی مٹھائی (یا معاوضہ) کھانے سے منع کیا ہے۔

شرح

حضرت رافع ابن خدیج کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتے کی قیمت ناپاک مال ہے زنا کار عورت کی اجرت حرام مال ہے سینگی کھینچنے والے کی کمائی ناپسندیدہ مال ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: جلدسوم: رقم الحدیث 6)

پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ لفظ خبیث کے لغوی معنی، ناپاک اور برا، کے ہیں لیکن فقہی طور پر اس کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ ائمہ مجتہدین اور فقہاء حسب موقع ومحل اس کے معنی کبھی حرام کبھی ناپاک اور کبھی مکروہ وغیرہ مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام شافعی نے ثمن الکلب خبیث میں خبیث کے معنی حرام مراد لیتے ہوئے کہا ہے کہ حدیث سے چونکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ کتے کی قیمت کے طور پر حاصل ہونے والا مال حرام ہے اس لئے کتے کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے۔ کتا خواہ معلم (یعنی سدھایا ہوا ہو خواہ غیر معلم (یعنی سدھایا ہوا نہ) ہو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ حضرت امام محمد اور بعض دوسرے ائمہ کا قول یہ ہے کہ ان کتوں چیتوں اور درندوں کی خرید وفروخت جائز ہے جن سے فائدے حاصل ہوتے ہیں خواہ وہ معلم ہوں یا غیر معلم ان حضرات نے ثمن الکلب خبیث کے بارہ میں یہ کہا ہے کہ لفظ خبیث محض حرمت ہی پر دلالت نہیں کرتا جس کی واضح مثال اس حدیث کے الفاظ وکسب الحجام خبیث ہیں اگر لفظ خبیث سے حرام ہی مراد لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا سینگی کھینچنے والے کو جو اجرت حاصل ہوتی ہے وہ بھی حرام ہے۔

حالانکہ متفقہ طور پر تمام علماء کے نزدیک وہ حرام نہیں ہے لہٰذا ثمن الکلب خبیث میں لفظ خبیث کے معنی ناپاک مراد لیتے ہوئے اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ کتے کی قیمت کے طور پر حاصل ہونے والا مال ناپاک یعنی مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ کسب الحجام خبیث میں لفظ خبیث کے معنی ناپسندیدہ مراد لئے گئے ہیں کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ثابت ہے کہ آپ نے سینگی

2159: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2237' ورقم الحدیث: 2282' ورقم الحدیث: 5346' ورقم الحدیث 5761' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3985' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 3428' ورقم الحدیث: 3481' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1133' ورقم الحدیث 1176' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 4303' ورقم الحدیث: 4680

کھنچوانے کی اجرت ادا کی ہے اگر یہ اجرت حرام ہوتی تو آپ خود کیوں دیتے لہٰذا اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ سینگی کھینچنے والے کو اپنی اجرت کے طور پر جو مال ملتا ہے وہ ناپسندیدہ یعنی مکروہ تنزیہی ہے۔

2160-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَعَسْبِ الْفَحْلِ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور نر جانور کو جفتی کے لیے دینے کے معاوضے سے منع کیا ہے۔

کتے کی قیمت کا بیان

اس حدیث میں کتے کی قیمت کے ممنوع ہونے کا جو حکم بیان کیا گیا اس کے بارے میں حنفی علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم اس وقت تھا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا تھا نیز آپ نے کتوں سے فائدہ حاصل کرنیکی بھی ممانعت کر دی تھی مگر پھر بعد میں آپ نے یہ اجازت دے دی تھی کہ کتوں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے یہاں تک یہ بھی منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک شکاری کتے کو مار ڈالا تو آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ مالک کو اس کتے کے بدلہ میں ایک دنبہ دے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ نہ تو کتے کی خرید و فروخت جائز ہے اور نہ کسی کتے کو مار ڈالنے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس کتے کی قیمت اس کے مالک کو ادا کرے کتا خواہ معلم ہو یا غیر معلم ہو اسی طرح خواہ اس کتے کا پالنا جائز ہو یا نا جائز ہو۔

لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے اس کتے کی خرید و فروخت جائز قرار دی ہے جس سے فائدہ اٹھانا مقصود ہو مثلاً گھر بار کی نگرانی یا ریوڑ گلوں کی نگہبانی وغیرہ نیز حضرت امام اعظم نے ایسے کتے کو مار ڈالنے والے کے لئے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اس کتے کی قیمت اس کے مالک کو ادا کرے۔ بدکار عورت کے اس مال کا حکم جو اس نے اپنی بدکاری کی اجرت کے طور پر حاصل کیا ہو گذشتہ حدیث کی تشریح میں ذکر کیا جا چکا ہے کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو آنیوالے زمانہ کی خبریں بتایا کرتا ہے اسی طرح حلوان کے لغوی معنی اگرچہ شیرینی اور مٹھائی ہے لیکن اصطلاحی طور پر عربی میں حلوان اس اجرت کو کہتے ہیں جو کاہن آئندہ کی خبریں معلوم کرنے والے سے وصول کرتا ہے خواہ وہ مٹھائی اور کھانے وغیرہ کی صورت میں ہو یا کپڑے زیور اور نقدی وغیرہ کی شکل میں کاہن کی اجرت کو حلوان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح شیرینی اور مٹھائی کھانے سے طبیعت کو فرحت محسوس ہوتی ہے اسی طرح کاہن کو اپنی یہ اجرت لے کر بہت ہی فرحت محسوس ہوتی ہے کیونکہ بغیر کسی محنت و مشقت کے وہ اچھا خاصا مال بٹور لیتا ہے۔ یہ بات تو معلوم ہی ہوگی کہ جس طرح کاہن کے پاس جانا اور ان سے آئندہ کی خبریں معلوم کرنا حرام ہے اسی طرح پوشیدہ باتوں کو معلوم کرنے کے لئے نجومی اور پامسٹ وغیرہ کے پاس جانا اور ان کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین کرنا حرام ہے اس بارے میں کسی عالم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

2161-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ أَنْبَأَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى

2160 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1279 2161: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ السِّنَّوْرِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کی قیمت استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

شرح

علامہ طیبی کہتے ہیں کہ بلی کی قیمت کو استعمال میں لانے کی یہ ممانعت نہی تنزیہی کے طور پر ہے چنانچہ تقریباً تمام علماء نے بلی کی خرید و فروخت ہبہ کرنے اور عاریۃً دینے کو جائز کہا ہے البتہ حضرت ابوہریرہ اور تابعین میں سے کچھ حضرات اس حدیث کے ظاہری معنی کے پیش نظر اس کے جواز کے قائل نہیں تھے۔

بَاب: كَسْبِ الْحَجَّامِ

یہ باب پچھنے لگانے والے کی آمدن میں ہے

2162- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عُمَرَ الْعَدَنِیُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَاَعْطَاهُ اَجْرَهُ

تَفَرَّدَ بِهِ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ وَحْدَهُ قَالَهُ ابْنُ مَاجَةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا معاوضہ بھی ادا کیا تھا۔

اس روایت کو نقل کرنے میں ابن ابوعمر نامی راوی منفرد ہے یہ بات امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے۔

2163- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ اَبُوْحَفْصٍ الصَّيْرَفِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوُدَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِیُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَا حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ اَبِیْ جَمِيْلَةَ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَنِیْ فَاَعْطَيْتُ الْحَجَّامَ اَجْرَهُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ ہدایت کی تو میں نے پچھنے لگانے والے کو اس کا معاوضہ ادا کیا۔

2164- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ بَيَانٍ الْوَاسِطِیُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَاَعْطَى الْحَجَّامَ اَجْرَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگانے

2162 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2278' ورقم الحدیث: 5691' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 4017' ورقم الحدیث: 5713

2163 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2164: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

والے کو اس کا معاوضہ ادا کیا تھا۔

2165 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنِي الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ

◆◆ حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگانے والے کی آمدن سے منع کیا ہے۔

2166 - حَدَّثَنَا أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَرَامِ بْنِ مُحَيِّصَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ فَنَهَاهُ عَنْهُ فَذَكَرَ لَهُ الْحَاجَةَ فَقَالَ اعْلِفْهُ نَوَاضِحَكَ

◆◆ حضرت حرام بن محیصہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پچھنے لگوانے والے کے معاوضے کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع کر دیا انہوں نے اپنی ضرورت کا تذکرہ کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے ذریعے اپنے اونٹوں کو چارہ کھلا دو۔

شرح

اکثر صحابہ کی ملکیت میں غلاموں کی ایک بڑی تعداد رہتی تھی جن میں سے کچھ غلاموں کو وہ پچھنے لگانے کے کام پر مامور کر دیتے تھے اور پھر ان کی اجرت کے طور پر حاصل ہونے والے مال کو اپنے استعمال میں لاتے تھے چنانچہ ایک صحابی حضرت محیصہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ جاننا چاہا کہ پچھنے لگانے والے کی کمائی آیا جائز ہے یا نہیں اور یہ اجازت مانگی کہ میرا غلام پچھنے لگانے کی جو اجرت حاصل کرتا ہے چونکہ اس میں سے کچھ حصہ میری ملکیت میں آتا ہے اس لئے میں اپنے اس حصہ کو اپنے استعمال میں لاؤں یا نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت نہیں دی چونکہ صحابہ اپنے بعض غلاموں سے پچھنے لگانے کی حاصل ہونے والی اجرت میں سے اپنا حصہ لے کر اسے اپنی ضروریات میں صرف کرتے تھے اور اسے وہ پسند بھی کرتے تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت نہ دینے سے محیصہ اس بارے میں دشواری محسوس ہوئی اور اس امید کی بناء پر کہ آپ اجازت دے دیں وہ بار بار اجازت طلب کرتے تھے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اتنی اجازت دیدی کہ وہ اس اجرت کو اپنے اونٹوں کے گھاس اور چارے میں اور اپنے غلاموں لونڈیوں پر صرف کرلیں اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو اشارہ فرمایا کہ پچھنے لگانے سے جو اجرت حاصل ہوتی ہے۔ وہ اگرچہ جائز مال ہے مگر چونکہ وہ خون نکالنے کی کمائی ہے اس لئے اس کو شرفاء کے لئے استعمال کرنا مکروہ اور ان کی شان کے خلاف ہے اور لونڈی غلام چونکہ آزاد لوگوں کے برخلاف ایسا شرف نہیں رکھتے جو اس پیشہ کی دنائت کے منافی ہو اس

2165 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2166 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 3422 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1277

لئے پچھنے لگانے کی کمائی کھانا اس کی شان سے فروتر نہیں ہے۔

دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ذریعہ گویا اولوالعزمی اور عالی ہمتی کی ترغیب بھی دی ہے کہ شرفاء کو باوقار پیشہ اور اپنے دست و بازو کی محنت کی ہی کمائی کھانی چاہئے۔ بہرکیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محیصہ کو جو اجازت نہیں دی وہ محض نہی تنزیہی کے طور پر ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پچھنے لگانے کی اجرت مال حرام ہے کیونکہ اگر یہ مال حرام ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اسے اپنے جانور اور اپنے غلام لونڈی پر خرچ کی اجازت نہیں دیتے اس لئے کہ آقا کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے جانوروں یا اپنے غلام لونڈی کو حرام مال کھلائے لہٰذا حدیث کا حاصل یہ ہے کہ پچھنے لگانے والے کی کمائی کھانا مکروہ تنزیہی ہے۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ ابوطیبہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھنے لگائے تو آپ نے اس کے مالکوں کو حکم دیا کہ وہ ابوطیبہ کی کمائی میں سے کم لیا کریں۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث 72)

اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو مختلف پیشوں میں لگا دیتے تھے اور ان سے یہ طے کر دیتے تھے کہ اجرت کے طور پر حاصل ہونے والے مال میں سے اتنا حصہ ہمارا ہوگا اور باقی کے تم حقدار ہوگے چنانچہ ابوطیبہ نے جو بنی بیاضہ کے غلام تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کی تو آپ ان سے بہت خوش ہوئے اور ان کے مالکوں سے کہا کہ تم لوگ ابوطیبہ کی کمائی میں جو کچھ روزانہ لیا کرتے ہو اس میں کمی کردو۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ پچھنے لگانے کا پیشہ ایک حلال پیشہ ہے اور اس کی اجرت دینا جائز ہے نیز اس حدیث سے چند اور مسائل ثابت ہوتے اول یہ کہ علاج کرنا اور علاج کرانے کی اجرت دینا مباح ہے دوم یہ کہ مالک کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے غلام کو کمائی پر لگا دے اور اس کے کمائے ہوئے مال میں سے اپنا کوئی حصہ مقرر کرے سوم یہ کہ صاحب حق اور صاحب مطالبہ سے سفارش کرنا جائز ہے۔

بَاب: مَا لَا يَحِلُّ بَيْعُهُ

یہ باب ہے کہ کون سی چیز کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے؟

حرام چیزوں کی بیع کی ممانعت کا بیان

2167- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ إِنَّ

2167 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 4296' ورقم الحدیث: 2236' ورقم الحدیث 4233' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم حدیث 4024 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم لحدیث 3486' ورقم الحدیث: 3487' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1292' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم لحدیث 4267' ورقم الحدیث 4683

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْاَصْنَامِ فَقِيْلَ لَهُ عِنْدَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ فَاِنَّهُ يُدْهَنُ بِهَا السُّفُنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ قَالَ لَا هُنَّ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمَ فَاَجْمَلُوْهُ ثُمَّ بَاعُوْهُ فَاَكَلُوْا ثَمَنَهُ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کو فروخت کرنے کو حرام قرار دے دیا ہے۔

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مردہ جانور کی چربی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا رائے ہے؟ کیونکہ اس کا تیل کشتیوں کو لگایا جاتا ہے چمڑوں کو لگایا جاتا ہے اور لوگ اس کے ذریعے چراغ جلاتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! یہ حرام ہے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں کو برباد کرے اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام قرار دیا تو انہوں نے اسے پگھلا کر پھر اسے فروخت کیا اور اس کی قیمت کھائی۔

2168 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ الْقَطَّانِ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِى الْمُهَلَّبِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْاِفْرِيْقِيِّ عَنْ اَبِى اُمَامَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُغَنِّيَاتِ وَعَنْ شِرَائِهِنَّ وَعَنْ كَسْبِهِنَّ وَعَنْ اَكْلِ اَثْمَانِهِنَّ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گانا گانے والی عورتوں کو فروخت کرنے' انہیں خریدنے ان کی کمائی کھانے اور ان کی قیمت کھانے سے منع کیا ہے۔

شرح

عطاء نے لکھا ہے کہ شراب وغیرہ کے مذکورہ بالا حکم میں باجا بھی داخل ہے کہ اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں ہے نیز اگر کوئی شخص کسی باجے کو تلف کر دے تو اس پر ضمان یعنی مالک کو اس کی قیمت ادا کرنا واجب نہیں ہوتا۔ حضرت امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مردار کی چربی کی خرید و فروخت تو جائز نہیں ہے لیکن اس چربی سے فائدہ اٹھانا یعنی اس کو کھانے اور آدمی کے جسم پر ملنے کے علاوہ اور کام میں استعمال کرنا جائز ہے خواہ کشتی پر ملے خواہ چراغ میں جلائے اور خواہ کسی اور کام میں لائے اسی طرح ان کے مسلک کے مطابق جو گھی یا زیت یا اور کوئی تیل نجاست پڑ جانے کی وجہ سے نجس ہو گیا ہو تو اس کو چراغ میں جلانے یا اس کا صابون بنانا جائز ہے جب کہ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جس طرح مردار کی خرید و فروخت ناجائز ہے اسی طرح اس سے کسی بھی طرح کا فائدہ اٹھانا یعنی اس کی کسی بھی چیز کو اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے کیونکہ مردار کی حرمت بطریق عموم ثابت ہے البتہ دباغت کیا ہوا چمڑا اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کا جواز خصوصی طور پر ثابت ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے متبعین علماء نے نجس زیت کو بیچنے کی اجازت دی ہے البتہ ان کے نزدیک نجس تیل کو چراغ

2168: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1282' ورقم الحدیث: 3195

میں جلانا بالخصوص مسجد میں جلانا مکروہ ہے۔ حدیث کے آخر میں یہودیوں کی ایک خاص عیاری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جب ان کے لئے مردار کی چربی کو حرام قرار دیا تو انہوں نے یہ حیلہ اختیار کیا کہ وہ چربی کو پگھلا کر اس کو بیچ دیتے تھے اور پھر اس کی قیمت کے طور پر حاصل ہونے والے مال کو اپنے استعمال میں لے آتے اور یہ کہتے تھے کہ اللہ نے تو چربی کھانے سے منع کیا ہے اور ہم چربی نہیں کھاتے بلکہ اس کی قیمت کے طور پر حاصل ہونے والا مال کھاتے ہیں گویا وہ جاہل چربی کو پگھلا کر یہ سمجھتے تھے کہ ہم نے چربی کی حقیقت کو بدل دیا ہے کہ پگھلنے کے بعد وہ چربی نہیں رہ گئی ہے اس لئے اس صورت میں حکم الٰہی کی خلاف ورزی نہیں ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس عیارانہ چال کی وجہ سے ان کو اللہ کی لعنت کا مستحق قرار دیا اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایسا حیلہ اختیار کرنا کہ جس کے سبب سے حرام کا ارتکاب ہوتا ہو بالکل غلط ہے نیز یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ کسی چیز کی قیمت حکم کے اعتبار سے اسی چیز کے تابع ہے کہ اگر وہ چیز حرام ہوگی تو اس کی قیمت بھی حرام ہوگی اور جو چیز حلال ہوگی اس کی قیمت بھی حلال ہوگی۔

بَاب: مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمُلَامَسَةِ

یہ باب منابذہ اور ملامسہ کی ممانعت کے بیان میں ہے

2169- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے سودے سے منع کیا ہے، ملامسہ اور منابذہ۔

2170- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَسَهْلُ بْنُ اَبِیْ سَهْلٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ زَادَ سَهْلٌ قَالَ سُفْيَانُ الْمُلَامَسَةُ اَنْ يَّلْمِسَ الرَّجُلُ بِيَدِهِ الشَّیْءَ وَلَا يَرَاهُ وَالْمُنَابَذَةُ اَنْ يَّقُوْلَ اَلْقِ اِلَیَّ مَا مَعَكَ وَاُلْقِیْ اِلَيْكَ مَا مَعِیْ

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ سے منع کیا ہے۔

سفیان نامی راوی کہتے ہیں: ملامسہ سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ کے ذریعے کسی چیز کو چھولے اور اس نے دیکھا نہ ہو (اور اسی سے سودا لازم ہو جائے)

منابذہ سے مراد یہ ہے کہ آدمی یہ کہے جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے میری طرف پھینک دو یا جو کچھ میرے پاس ہے اسے میں

2170 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2147' ورقم الحدیث: 6284' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3377' ورقم الحدیث 3378' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 4524' ورقم الحدیث: 4527' ورقم الحدیث: 5356' اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 3559

تمہاری طرف پھینک رہا ہوں (تو یہ سودا ہو جائے گا)

بیع ملامسہ ومنابزہ سے ممانعت کا بیان

اور القائے حجر اور ملامسہ اور منابزہ کی بیع جائز نہیں ہے اور یہ زمانہ جاہلیت کی بیوع ہیں۔ اور اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ یہ دو آدمی کسی سامان کے بارے میں باہمی گفتگو کرتے۔

پھر جب مشتری اس سامان کو چھوڑ دیتا اور بائع مشتری کی طرف اس سامان کو پھینک دیتا اور مشتری اس پر کنکری ڈال دیتا تو بیع لازم ہو جاتی لہذا پہلی بیع ملامسہ اور دوسری منابذہ جبکہ تیسری القاء حجر کہلاتی ہے۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ملامسہ اور منابذہ سے منع کیا ہے کیونکہ ان میں ملکیت کو خطرے میں معلق کرنا ہے۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

بیع منابذہ کی ممانعت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے اور کنکریاں مارنے کی بیع سے منع فرمایا اس باب میں حضرت ابن عمر، ابن عباس، ابوسعید، اور انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات منقول ہے، حدیث ابو ہریرہ حسن صحیح ہے اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ دھوکے والی بیع حرام ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ دھوکے والی بیع میں یہ چیزیں داخل ہیں مچھلی کا پانی میں ہوتے ہوئے فروخت کرنا اور پرندے کا اڑتے ہوئے فروخت کرنا اور اسی طرح کی دوسری بیوع بھی اسی ضمن میں آتی ہیں۔ بیع الحصاۃ کنکری مارنے والی بیع کا مطلب یہ ہے کہ بیچنے والا خریدنے والے سے یہ کہے کہ جب میں تیری طرف کنکری پھینکوں تو میرے اور تیرے درمیان بیع واجب ہوگئی، یہ بیع منابذہ ہی کے مشابہ ہے یہ سب زمانہ جاہلیت کی بیوع ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1247)

حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے پہناوے سے اور دو طرح کی بیع سے منع کیا ہے وہ ملامست اور منابذت ہیں۔

ملامست یہ ہے کہ ایک شخص یعنی خریدار دوسرے شخص یعنی تاجر کے کپڑے کو جسے وہ لینا چاہتا ہے دن میں یا رات میں صرف ہاتھ سے چھو لے اسے کھول کر الٹ کر دیکھے نہیں اور اس کا یہ چھونا بیع کے لئے ہو اور منابذت یہ ہے کہ معاملہ کرنیوالوں میں سے ہر ایک اپنے کپڑے کو دوسرے کی طرف پھینک دے اور اس طرح بغیر دیکھے بھالے اور بغیر اظہار رضامندی کے بیع ہو جائے اور جن دو طرح کے پہناوے سے منع فرمایا ہے ان میں سے ایک کپڑے کو (صماء) کے طور پر پہننا ہے۔

اور (صماء) کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے ایک مونڈھے پر اس طرح کپڑا ڈال لے کہ اس کی دوسری سمت کہ جس پر کپڑا نہ ہو ظاہر و برہنہ رہے اور دوسرا پہناوا جس سے منع کیا گیا ہے یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے گرد اس طرح کپڑا لپیٹ لے کہ جب وہ بیٹھے تو اس کی شرم گاہ اس کپڑے سے بالکل عاری ہو (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 82)

ملامست کا طریقہ یہ تھا کہ ایک شخص کوئی چیز مثلاً کپڑا خریدنے جاتا تو کپڑے کو ہاتھ لگا دیتا کپڑے کو ہاتھ لگاتے ہی بیع ہو جاتی

تھی نہ تو آپس میں قولی ایجاب وقبول ہوتا تھا کہ دکاندار تو یہ کہتا ہے کہ میں نے تمہارے ہاتھ یہ چیز بیچ دی اور خریدار یہ کہتا ہے کہ میں نے تم سے یہ چیز خرید لی اور نہ فعلی لین دین جسے اصطلاح فقہ میں تعاطی کہتے ہیں ہوتا تھا کہ دکاندار برضاء ورغبت خاموشی کے ساتھ وہ چیز دیتا اور خریدار اس کی قیمت ادا کردیتا بلکہ خریدار کا اس چیز کو ہاتھ سے چھو دینا ہی کافی سمجھا جاتا تھا۔

علامہ طیبی نے حدیث کے الفاظ (لا یقلبه الا بذلك) (اسے کھول الٹ کر دیکھے نہیں) کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ کپڑے کو علاوہ چھونے کے نہ الٹے نہ کھولے یعنی چاہئے تو یہ کہ کپڑے کو کھولا جائے اور اچھی طرح دیکھا بھالا جائے مگر بیع ملامست کرنیوالا نہ کھولتا تھا نہ اسے دیکھتا بھالتا تھا البتہ صرف اسے چھولیتا تھا ظاہر ہے کہ کسی چیز کو محض چھولیا اس کو الٹ کھول کر دیکھنے بھالنے کا درجہ حاصل نہیں کرسکتا۔

بہر کیف ملامست ایام جاہلیت میں خرید فروخت کا ایک خاص طریقہ تھا کہ جہاں ایک نے دوسرے کے کپڑے کو ہاتھ لگایا بس بیع ہوگئی نہ وہ اس کو دیکھتے بھالتے تھے اور نہ شرط خیار کرتے تھے کہ اس کو دیکھنے کے بعد اگر چاہیں گے تو رکھ لیں گے ورنہ اس کو واپس کردیں گے چونکہ یہ ایک بالکل غلط طریقہ تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

منابذت کی صورت یہ ہوتی تھی کہ دونوں صاحب معاملہ نے جہاں آپس میں ایک دوسرے کی طرف کپڑا ڈالا بس بیع ہوگئی مبیع کو دیکھنے بھالنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ یہ بھی ایام جاہلیت میں رائج بیع کا ایک طریقہ تھا لہٰذا اس کی ممانعت بھی فرمائی گئی۔

(صماء) کے ایک معنی تو وہی ہیں جو ترجمے میں ظاہر کئے گئے لیکن اس کا زیادہ واضح اور مشہور مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص ایک کپڑا لے کر اسے سر سے پاؤں تک اپنے بدن پر اس طرح لپیٹ لے کہ دونوں ہاتھ بھی اس کے اندر لپٹے رہیں اور جسم کہیں سے کھلا نہ رہے ظاہر ہے کہ اس طرح آدمی بالکل مفلوج ونا کارہ ہوکر رہ جاتا ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

دوسرا پہناوا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے یہ ہے کہ کوئی شخص کولہوں پر بیٹھ جائے اور دونوں زانوں کو کھڑا کرے اور پھر اپنے زانوں اور کمر کے گرد کوئی کپڑا اس طرح لپیٹ لے کہ ستر کھلا رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس لیے منع فرمایا کہ اس میں ستر کی پردہ پوشی نہیں ہوتی چنانچہ اگر کوئی شخص مذکورہ بالا صورت میں اس طرح کپڑا لپیٹے کہ اس کا ستر چھپا رہے تو پھر یہ ممانعت نہیں رہے گی۔ بطور نکتہ ایک بات ذہن میں رہے کہ زانوں کے گرد ہاتھوں کا حلقہ بنا کر بیٹھنا مسنون ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منابذہ کی بیع سے منع فرمایا تھا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک آدمی بیچنے کے لیے اپنا کپڑا دوسرے شخص کی طرف (جو خریدار ہوتا) پھینکتا اور اس سے پہلے کہ وہ اسے الٹے پلٹے یا اس کی طرف دیکھے (صرف پھینک دینے کی وجہ سے وہ بیع لازم سمجھی جاتی تھی) اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ملامسة سے بھی منع فرمایا۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ (خریدنے والا) کپڑے کو بغیر دیکھے صرف اسے چھو دیتا (اور اسی سے بیع لازم ہوجاتی تھی اسے بھی دھوکہ کی بیع قرار دیا گیا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث 2145)

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے

بیان کیا کہ دو طرح کے لباس پہننے منع ہیں۔ کہ کوئی آدمی ایک ہی کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھے، پھر اسے مونڈے پر اٹھا کر ڈال لے (اور شرم گاہ کھلی رہے) اور دو طرح کی بیع سے منع کیا ایک بیع ملامسۃ سے اور دوسری بیع منابذہ سے۔

اس روایت میں دوسرے لباس کا ذکر نہیں کیا۔ وہ اشتمال صما ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے یعنی ایک ہی کپڑا سارے بدن پر اس طرح لپیٹنا کہ ہاتھ وغیرہ کچھ باہر نہ نکل سکیں۔ نسائی کی روایت میں ملامسۃ کی تفسیر یوں مذکور ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے کہ میں اپنا کپڑا تیرے کپڑے کے عوض بیچتا ہوں اور کوئی دوسرے کا کپڑا نہ دیکھے صرف چھوئے، اور بیع منابذہ یہ ہے کہ مشتری اور بائع میں یہ ٹھہرے کہ جو میرے پاس ہے وہ میں تیری طرف پھینک دوں گا اور جو تیرے پاس ہے وہ تو میری طرف پھینک دے۔ بس اسی شرط پر بیع ہو جائے اور کسی کو معلوم نہ ہو کہ دوسرے کے پاس کتنا اور کیا مال ہے۔

بیع مخاضرہ مزابنہ کا مفہوم وحکم کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مخاضرہ، ملامسہ، منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

حافظ فرماتے ہیں و المراد بیع الثمار و الحبوب قبل ان یبدو صلاحها یعنی مخاضرہ کے معنے پکنے سے پہلے ہی فصل کو کھیت میں بیچنا ہے اور یہ نا جائز ہے۔ محاقلہ کا مفہوم بھی یہی ہے۔ دیگر واردہ اصطلاحات کے معانی ان کے مقامات پر مفصل بیان ہو چکے ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث 2208)

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو زہو سے پہلے ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا۔ ہم نے پوچھا کہ زہو کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ پک کے سرخ ہو جائے یا زرد ہو جائے۔ تم ہی بتاؤ کہ اگر اللہ کے حکم سے پھل نہ آسکا تو تم کس چیز کے بدلے میں اپنے بھائی (خریدار) کا مال اپنے لیے حلال کرو گے۔

کوئی بھی ایسا پہلو جس میں خریدنے والے یا بیچنے والے کے لیے نقصان ہونے کا احتمال ہو، شریعت کی نگاہوں میں ناپسندیدہ ہے، ہاں جائز طور پر سودا ہونے کے بعد نفع نقصان یہ قسمت کا معاملہ ہے۔ تجارت نفع ہی کے لیے کی جاتی ہے۔ لیکن بعض دفعہ گھاٹا بھی ہو جاتا ہے لہٰذا یہ کوئی چیز نہیں۔ آج کل ریس وغیرہ کی شکلوں میں جو دھندے چل رہے ہیں، شرعاً یہ سب حرام اور نا جائز بلکہ سود خوری میں داخل ہیں۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب ظاہر ہے کہ تم نے اپنا کچا باغ کسی بھائی کو بیچ دیا اور اس سے طے شدہ روپیہ بھی وصول کر لیا۔ بعد میں باغ پھل نہ لا سکا۔ آفت زدہ ہو گیا یا کم پھل لایا تو اپنے خریدار بھائی سے جو رقم تم نے وصول کی ہے وہ تمہارے لیے کس جنس کے عوض حلال ہوگی۔ پس ایسا سودا ہی نہ کرو۔

بَاب: لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيهِ وَلَا يَسُوْمُ عَلٰى سَوْمِهٖ

یہ باب ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور اس کی بولی پر بولی نہ لگائے

2171 - حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما 'نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''کوئی شخص کسی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے''۔

2172 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيهِ وَلَا يَسُوْمُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 'نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور اس کی بولی پر بولی نہ لگائے''۔

شرح

کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔ حدیث کے دوسرے جزء کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے کسی عورت کے پاس اس سے اپنے نکاح کا پیغام بھیجا ہے تو اب کسی دوسرے مرد کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ بھی اس عورت کے پاس اپنا پیغام بھیج دے مگر یہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ جب کہ طرفین مہر کی ایک معین مقدار پر راضی ہو گئے ہوں تمام معاملات طے ہو چکے ہوں اور صرف نکاح ہونا باقی رہ گیا ہو۔

حدیث کے آخری جزء کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے معاملات خرید و فروخت یا پیغام نکاح میں مداخلت نہ کرنے کا حکم اسی وقت تک کے لئے ہے جب تک کہ فریقین معاملے کو ترک نہ کر دیں مثلاً اگر صاحب معاملہ یہ کہہ دے کہ میں یہ چیز نہیں خرید رہا ہوں نیز تم خرید لو یا اس عورت سے میں نکاح نہیں کروں گا تم اپنا پیغام بھیج دو تو اس صورت میں اس چیز کو خریدنا یا نکاح کا پیغام بھیجنا جائز ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے یعنی کسی سے خرید و فروخت کا معاملہ ہو رہا ہو تو اس میں مداخلت نہ کرے اور چیز کے زیادہ دام نہ لگائے۔ (مسلم)

یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ بیچنے والا اور خریدار دونوں کسی ایک قیمت پر راضی ہو گئے ہوں لہٰذا اب کسی اور کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو لینے کا ارادہ کرے اور زیادہ دام لگا کر ان کا معاملہ خراب کرے ایسا کرنا مکروہ ہے اگرچہ بیع صحیح ہو جائے گی۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس بارے میں مسلمان کے حکم میں ذمی (وہ غیر مسلم جو اسلامی سلطنت میں رہے اور جزیہ ادا کرے) معاہد (جس سے کسی مسلمان کا معاہدہ ہو) اور مستامن (جو کسی مسلمان کے زیر پناہ ہو) بھی داخل ہیں۔

2171 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: **2139** ورقم الحدیث: **2165** اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: **3798** ورقم الحدیث **3799** اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث **3436** اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: **4515**

بَاب: مَا جَآءَ فِي النَّهْيِ عَنِ النَّجْشِ

یہ باب مصنوعی بولی لگانے کی ممانعت میں ہے

2173- قَرَاْتُ عَلٰى مُصْعَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الزُّبَيْرِيِّ عَنْ مَالِكٍ ح و حَدَّثَنَا اَبُوْ حُذَافَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ النَّجْشِ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنوعی بولی لگانے سے منع کیا ہے۔

2174- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَّسَهْلُ بْنُ اَبِيْ سَهْلٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَنَاجَشُوْا

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''مصنوعی بولی نہ لگاؤ''۔

بیع نجش کا فقہی مفہوم اور اسکی حرمت پر اجماع کا بیان

' نجش " سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو بکتا ہوا دیکھے تو خواہ مخواہ اس کی قیمت بڑھا دے۔ اُس قیمت بڑھانے والے کا مقصد اُس چیز کو خریدنا نہ ہو بلکہ اس کا اصل مقصد یہ ہو کہ یہ چیز مہنگے داموں بک جائے۔ بعض اوقات یہ قیمت بڑھانے والے دکان دار کے ساتھ مل کر گاہک کو پھنسانے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں دکان دار اور ایسی بولی لگانے والا دونوں اس گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ بعض اوقات دکان دار تو اس فعل میں شریک نہیں ہوتا لیکن قیمت بڑھانے والا اس نیت سے قیمت بڑھاتا رہتا ہے کہ خریدار کو نقصان ہو۔ ایسی صورت میں صرف قیمت بڑھانے والا ہی گناہ گار ہوگا۔

امام نووی شافعی رحمہ اللہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

هٰذَا حَرَام بالاجماع' والبيع صحيح' والاثم مختص بالناجش ان لم يعلم به البائع' فان واطاه على ذلك الما جميعا ۔ (شرح مسلم)

بیع نجش کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے' لیکن یہ بیع ہو جاتی ہے' اگرچہ ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا' اور گناہ اس کو ہوگا جس نے قیمت بڑھائی بشرطیکہ دکان دار کو اس کا علم نہ ہو' اگر دکان دار بھی ساتھ ملا ہوا ہو تو دونوں گناہ گار ہوں گے۔ اس بیع کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں خریدار کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ اور دھوکے کی اسلام میں قطعی ممانعت ہے۔

بیع نجش سے ممانعت کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع نجش سے منع کیا ہے اور نجش یہ ہے کہ انسان خرید و فروخت کے بغیر دوسرے کو راغب کرنے کے لئے قیمت میں اضافہ کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نجش نہ کرو۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

2173: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: **2142** 'ورقم الحدیث: **6963**' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث **3797**' اخرجہ نسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث **4517**

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: نجش مکروہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا نجش یہ ہے کہ مبیع کی قیمت بڑھائے اور خود خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گاہک کو رغبت پیدا ہو اور قیمت سے زیادہ دے کر خریدلے اور یہ حقیقۃً خریدار کو دھوکا دینا ہے جیسا کہ بعض دکانداروں کے یہاں اس قسم کے آدمی لگے رہتے ہیں گاہک کو دیکھ کر چیز کے خریدار بن کر دام بڑھا دیا کرتے ہیں اور ان کی اس حرکت سے گاہک دھوکا کھا جاتے ہیں۔ گاہک کے سامنے مبیع کی تعریف کرنا اور اس کے ایسے اوصاف بیان کرنا جو نہ ہوں تا کہ خریدار دھوکا کھا جائے یہ بھی نجش ہے۔ جس طرح ایسا کرنا بیع میں ممنوع ہے نکاح اجارہ وغیرہ میں بھی ممنوع ہے۔ اس کی ممانعت اس وقت ہے جب خریدار واجبی قیمت دینے کے لیے طیار ہے اور یہ دھوکا دے کر زیادہ کرنا چاہے۔ اور اگر خریدار واجبی قیمت سے کم دیکر لینا چاہتا ہے اور ایک شخص غیر خریدار اس لیے دام بڑھا رہا ہے کہ اصلی قیمت تک خریدار پہنچ جائے یہ ممنوع نہیں کہ ایک مسلمان کو نفع پہنچاتا ہے بغیر اس کے کہ دوسرے کو نقصان پہنچائے۔

(فتح القدیر، کتاب بیوع)

حضرت ابن ابی اوفی نے کہا کہ ناجش سود خوار اور خائن ہے۔ اور نجش فریب ہے، خلاف شرع بالکل درست نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فریب دوزخ میں لے جائے گا اور جو شخص ایسا کام کرے جس کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔

دھوکے کی بیع یہ ہے کہ مثلاً پرندہ ہوا میں اڑ رہا ہے یا مچھلی دریا میں جا رہی ہے یا ہرن جنگل میں بھاگ رہا ہے۔ اس کو پکڑنے سے پہلے بیچ ڈالے، اسی طرح اس غلام یا لونڈی کو جو بھاگ گیا ہو اور اسی میں داخل ہے بیع معدوم اور مجہول کی اور جس کی تسلیم پر قدرت نہیں۔ اور حبل الحبلہ کی بیع جاہلیت میں مروج تھی۔ اس کی تفسیر آگے خود حدیث میں آ رہی ہے۔ باب کی حدیث میں دھوکے کی بیع کا ذکر نہیں ہے۔ مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حبل الحبلہ کی ممانعت سے نکال لیا۔ اس لیے کہ وہ بھی دھوکے کی ایک قسم ہے۔ ممکن ہے کہ اونٹنی نہ جنے یا اس کا جو بچہ پیدا ہو وہ نہ جنے۔ اور شاید امام بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جس کو امام احمد نے ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اور مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی نے سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں صاف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔ بعض نے حبل الحبلہ کی تفسیر یہ کی ہے کہ اونٹنی کے حمل کے حمل کو فی الحال بیچ ڈالے مثلاً یوں کہے کہ اس اونٹنی کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کے پیٹ بچہ کو میں نے تیرے ہاتھ بیچا۔ یہ بھی منع ہے اس لیے کہ یہ معدوم اور مجہول کی بیع ہے۔ اور بیع غرر یعنی دھوکے کی بیع میں داخل ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث 2142)

عن ابن عمر - رضي الله عنهما - قال نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن النجش.

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجش سے منع فرمایا تھا۔

نجش خاص طور پر شکار کو بھڑکانے کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں ایک خاص مفہوم شرعی کے تحت یہ مستعمل ہے۔ وہ مفہوم یہ کہ کچھ تاجر اپنے غلط گو ایجنٹ مقرر کر دیتے ہیں جن کا کام یہی ہوتا ہے کہ ہر ممکن صورت میں خریدنے والوں کو دھوکہ دے کر زیادہ قیمت

وصول کرائیں۔ایسے ایجنٹ بعض دفعہ گاہک کی موجودگی میں اس چیز کا دام بڑھا کر خریدار بنتے ہیں۔حالانکہ وہ خریدار نہیں ہیں۔ گاہک دھوکہ میں آ کر بڑھے ہوئے داموں پر وہ چیز خرید لیتا ہے۔الغرض بیع میں دھوکہ فریب کی جملہ صورتیں سخت ترین گناہ کبیرہ کا درجہ رکھتی ہیں۔شریعت نے سختی سے ان کو روکا ہے۔

دوسرے کے ریٹ پر ریٹ لگانے کی ممانعت کا بیان

اور کوئی شخص دوسرے کے ریٹ پر ریٹ نہ لگائے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی انسان اپنے بھائی کے ریٹ پر ریٹ نہ لگائے اور نہ ہی اس کے پیغام پر اپنا پیغام نکاح دے۔کیونکہ اس میں وحشت اور تکلیف میں مبتلاء کرتا ہے۔اور یہ حکم اس وقت ہے جب دونوں عقد کرنے والے ثمن کی مقدار پر ریٹ کرنے میں باہم راضی ہوں۔مگر جب عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک راضی نہ ہو تو یہ بیع میں نیلامی ہے اور بیع میں نیلامی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔جس طرح ہم اس کو بیان کر دیں گے۔اور جو ہم نے بیان کر دیا ہے۔نکاح میں بھی اس نہی کا وہی محمل ہے۔(ہدایہ کتاب بیوع،لاہور)

یعنی پہلا بائع اگر اجازت دے کہ تم بھی اپنا مال اس خریدار کو بتلاؤ،بیچو تو بیچنا درست ہے۔اسی طرح اگر پہلا خریدار اس چیز کو چھوڑ کر چلا جائے نہ خریدے تو دوسرے کو اس کا خریدنا درست ہے ورنہ حرام ہے۔

امام اوزاعی نے کہا یہ امر مسلمان بھائی کے لیے خاص ہے اور جمہور نے اس کو عام رکھا ہے۔کیوں کہ یہ امر اخلاق سے بعید ہے کہ ایک شخص اپنا سامان بیچ رہا ہے یا کوئی شخص کچھ خرید رہا ہے ہم بیچ میں جا کودیں اور اس کا فائدہ نہ ہونے دیں۔(رقم الحدیث 2139)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،کوئی شخص اپنے بھائی کی خرید وفروخت میں دخل اندازی نہ کرے۔(رقم الحدیث 2140)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال و اسباب بیچے اور یہ کہ کوئی (سامان خریدنے کی نیت کے بغیر دوسرے اصل خریداروں سے) بڑھ کر بولی نہ دے۔اسی طرح کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے میں مداخلت نہ کرے۔کوئی شخص (کسی عورت کو) دوسرے کے پیغام نکاح ہوتے ہوئے اپنا پیغام نہ بھیجے۔ اور کوئی عورت اپنی کسی دینی بہن کو اس نیت سے طلاق نہ دلوائے کہ اس کے حصہ کو خود حاصل کر لے۔

یعنی باہر والے جو غلہ یا اشیاء باہر سے لاتے ہیں،وہ اکثر بستی والوں کے ہاتھ سستا بیچ کر گھروں کو چلے جاتے ہیں۔اب کوئی شہر والا ان کو بہکائے،اور کہے ابھی نہ بیچو،یہ مال میرے سپرد کر دو،میں اس کو مہنگا بیچ دوں گا۔تو اس سے منع فرمایا،کیوں کہ یہ بستی والوں کو نقصان پہنچانا ہے۔اسی طرح کچھ لوگ محض بھاؤ بگاڑنے کے لیے بولی چڑھا دیتے ہیں۔اور ان کی نیت خریدنے کی نہیں ہوتی۔یہ سخت گناہ ہے اپنے دوسرے بھائی کو نقصان پہنچانا ہے۔اسی طرح ایک عورت کے لیے کسی مرد نے پیغام نکاح دیا ہے تو کوئی دوسرا اس کو پیغام نہ دے کہ یہ بھی اپنے بھائی کی حق تلفی ہے۔اسی طرح کوئی عورت کسی شادی شدہ مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس کو یہ جائز نہیں کہ اس کی پہلی موجودہ بیوی کو طلاق دلوانے کی شرط لگائے کہ یہ اس بہن کی سخت حق تلفی ہے۔اس صورت میں وہ عورت اور مرد ہر دو گنہگار ہوں گے۔

بَاب: النَّهْيِ اَنْ يَّبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ

یہ باب شہری شخص کا دیہاتی کے لیے سودا کرنے کی ممانعت میں ہے

2175 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 'نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''شہری شخص دیہاتی کے لیے سودا نہ کرے''۔

2176 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما 'نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''شہری شخص دیہاتی کے لیے سودا نہ کرے (یعنی اس کا ایجنٹ نہ بنے)''۔ ''تم لوگوں کو چھوڑ دو اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک کے ذریعے دوسرے کو رزق عطا کرے گا''۔

2177 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنْبَاَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهُ حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ لَا يَكُوْنُ سِمْسَارًا

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ شہری شخص دیہاتی کے لیے سودا کرے۔

راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے مراد کیا ہے؟ کہ شہری شخص دیہاتی کے لیے سودا نہ کرے؟ تو انہوں نے فرمایا: یعنی وہ اس کا ایجنٹ نہ بنے۔

شہری کا دیہاتی سے بیع کرنے کا بیان

اور شہری کا دیہاتی سے بیع کرنا منع ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہری دیہاتی کے لئے فروخت نہ کرے۔ اور یہ حکم تب ہے جب شہر والے قحط اور تنگی میں مبتلاء ہیں اور شہری بندہ دیہاتی کو زیادہ قیمت کے لالچ میں بیچ ڈالے۔ کیونکہ اس کے سبب سے اہل بلد کو تکلیف ہوگی مگر جب اس طرح کی صورت حال نہ ہو تو اس بیع میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نقصان ختم ہو چکا ہے۔

(ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

2176 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث **3806** 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: **1223**

2177: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث **2163** 'ورقم الحدیث: **2158** 'ورقم الحدیث: **2274** 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث **3804** 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث **3439** 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: **5412**

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شہری، کسی دیہاتی کا مال بیچے۔ یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کہا ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۲۱۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اوپر گزرا کہ بستی والے باہر والے کا دلال نہ بنے۔ یعنی اجرت لے کر اس کا مال نہ بکوائے اور باب کا بھی یہی مطلب ہے۔ و اعلم انه كما لا يجوزان لا يبيع الحاضر للبادى كذلك لا يجوز ان يشترى له الخ یعنی جیسے کہ شہری کے لیے دیہاتی کا مال بیچنا منع ہے اسی طرح یہ بھی منع ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لیے کوئی مال اس کی اطلاع اور پسند کے بغیر خریدے۔ یہ جملہ احکامات درحقیقت اس لیے ہیں کہ کوئی شہری کسی بھی صورت میں کسی دیہاتی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔

ابن سیرین اور ابراہیم نخعی رحمہما اللہ نے بیچنے اور خریدنے والے دونوں کے لیے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ عرب کہتے ہیں بع لی ثوبا یعنی کپڑا خرید لے۔ مطلب یہ ہے کہ حدیث میں جو لایبیع حاضر لباد ہے، یہ بیع اور شراء دونوں کو شامل ہے۔ جیسے شراء باع کے معنی میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے و شروه بثمن بخس دراهم یعنی باعوا ایسا ہی بیع بھی شری کے معنوں میں آتا ہے اور دونوں صورتیں منع ہیں۔

بَاب: النَّهْيِ عَنْ تَلَقِّي الْجَلَبِ

یہ باب ہے کہ (منڈی سے باہر) تجارتی قافلوں سے ملنے کی ممانعت

2178 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْاُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلَقَّوا الْاَجْلَابَ فَمَنْ تَلَقّٰى مِنْهُ شَيْئًا فَاشْتَرٰى فَصَاحِبُهٗ بِالْخِيَارِ اِذَا اَتَى السُّوْقَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: (منڈی سے باہر) تجارتی قافلوں سے نہ ملو جو شخص ان میں سے کسی سے مل کر کوئی چیز خرید لیتا ہے تو اس کے دوسرے فریق کو اس بات کا اختیار ہوگا' جب وہ بازار میں آئے (تو پہلے سودے کو ختم کردے)۔

2179 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَلَقِّي الْجَلَبِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارتی قافلوں کو (منڈی سے باہر) ملنے سے منع کیا ہے۔

2178 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2179 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2180 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَحَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ ح و حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَلَقِّي الْبُيُوعِ

◄► حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارتی قافلوں کو (منڈی سے باہر ہی) ملنے سے منع کیا ہے۔

دھوکے کے سبب بیع کی ممانعت کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقی جلب سے ممانعت فرمائی۔ یعنی باہر سے تاجر جو غلہ لا رہے ہیں اُن کے شہر میں پہنچنے سے قبل باہر جا کر خرید لینا اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اہل شہر کو غلہ کی ضرورت ہے اور یہ اس لیے ایسا کرتا ہے کہ غلہ ہمارے قبضہ میں ہوگا نرخ زیادہ کر کے بیچیں گے دوسری صورت یہ ہے کہ غلہ لانے والے تجار کو شہر کا نرخ غلط بتا کر خریدے، مثلاً شہر میں پندرہ سیر کے گیہوں بکتے ہیں، اس نے کہہ دیا اٹھارہ سیر کے ہیں دھوکا دیکر خریدنا چاہتا ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو ممانعت نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا: شہری آدمی دیہاتی کے لیے بیع کرے یعنی دیہاتی کوئی چیز فروخت کرنے کے لیے بازار میں آتا ہے مگر وہ ناواقف ہے سستی بیچ ڈالے گا شہری کہتا ہے تو مت بیچ، میں اچھے داموں بیچ دونگا، یہ دلال بن کر بیچتا ہے اور حدیث کا مطلب بعض فقہانے یہ بیان کیا ہے کہ جب اہل شہر قحط میں مبتلا ہوں ان کو خود غلہ کی حاجت ہو ایسی صورت میں شہر کا غلہ باہر والوں کے ہاتھ گراں کر کے بیع کرنا ممنوع ہے کہ اس سے اہل شہر کو ضرر پہنچے گا اور اگر یہاں والوں کو احتیاج نہ ہو تو بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

جب کہیں باہر سے غلہ کی رسد آتی ہے تو بعض بستی والے یہ کرتے ہیں کہ ایک دو کوس بستی سے آگے نکل کر راہ میں ان بیوپاریوں سے ملتے ہیں اور ان کو دغا اور دھوکا دے کر بستی کا نرخ اترا ہوا بیان کر کے ان کا مال خرید لیتے ہیں۔ جب وہ بستی میں آتے ہیں تو وہاں کا نرخ زیادہ پاتے ہیں اور ان کو چکمہ دیا گیا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی صورت میں بیع باطل اور لغو ہے۔ بعض نے کہا ایسا کرنا حرام ہے۔ لیکن بیع صحیح ہو جائے گی۔ اور ان کو اختیار ہوگا کہ بستی میں آ کر وہاں کا نرخ دیکھ کر اس بیع کو قائم رکھیں یا فسخ کر ڈالیں۔ حنفیہ نے کہا کہ اگر قافلہ والوں سے آگے جا کر ملنا بستی والوں کو نقصان کا باعث ہو تب مکروہ ہے ورنہ نہیں۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث 2162)

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (تجارتی قافلوں سے) آگے بڑھ کر ملنے سے منع

2180 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 2149' ورقم الحدیث 2164' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 3800' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1220

فرمایا ہے اور بستی والوں کو باہر والوں کا مال بیچنے سے بھی منع فرمایا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث 2162)

آگے قافلوں کے پاس خود ہی پہنچ جایا کرتے تھے اور (شہر میں پہنچنے سے پہلے ہی) ان سے غلہ خرید لیا کرتے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع فرمایا کہ ہم اس مال کو اسی جگہ بیچیں جب تک اناج کے بازار میں نہ لائیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ملنا بازار کے بلند کنارے پر تھا۔ (جدھر سے سوداگر آیا کرتے تھے) اور یہ بات عبداللہ کی حدیث سے نکلتی ہے۔

اس روایت میں جو مذکور ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قافلہ والوں سے آگے جا کر ملتے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ بستی سے نکل کر، یہ تو حرام اور منع تھا۔ بلکہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ بازار میں آجانے کے بعد اس کے کنارے پر ہم ان سے ملتے۔ کیوں کہ اس روایت میں اس امر کی ممانعت ہے کہ غلہ کو جہاں خریدیں وہاں نہ بیچیں اور اس کی ممانعت اس روایت میں نہیں ہے کہ قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنا منع ہے۔ ایسی حالت میں یہ روایت ان لوگوں کی دلیل نہیں ہو سکتی جنہوں نے قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنا درست رکھا ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث 2167)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ لوگ بازار کی بلند جانب جا کر غلہ خریدتے اور وہیں بیچنے لگتے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ غلہ وہاں نہ بیچیں جب تک اس کو اٹھوا کر دوسری جگہ نہ لے جائیں۔

معلوم ہوا کہ جب قافلہ بازار میں آجائے تو اس سے آگے بڑھ کر ملنا درست نہیں۔ بعض نے کہا بستی کی حد تک آگے بڑھ کر ملنا درست ہے۔ بستی سے باہر جا کر ملنا درست نہیں۔ مالکیہ نے کہا کہ اس میں اختلاف ہے، کوئی کہتا ہے کہ ایک میل سے کم آگے بڑھ کر ملنا درست ہے کوئی کہتا ہے کہ چھ میل سے کم پر، کوئی کہتا ہے کہ دو دن کی راہ سے کم پر۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے کسی غلہ بیچنے والے قافلے سے شہر کے باہر جا کر ملنے سے منع فرمایا اور اگر کوئی شخص ان سے کچھ خریدے تو شہر میں داخل ہونے کے بعد غلے والوں کو اختیار ہے۔ یہ حدیث ایوب کی روایت سے حسن غریب ہے۔ ابن مسعود کی حدیث حسن صحیح ہے اہل علم کی ایک جماعت نے شہر سے باہر جا کر تجارتی قافلے سے ملاقات کو مکروہ کہا ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا دھوکہ ہے امام شافعی اور ہمارے اصحاب کا یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی، جلد اول، رقم الحدیث 1237)

بَاب: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا

یہ باب ہے کہ خرید و فروخت کرنے والوں کو (سودا ختم کرنے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ دونوں جدا نہیں ہوتے

خیار کے معنی و مفہوم کا بیان

خیار، لفظ، اختیار، سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں دو چیزوں میں سے کسی ایک اچھی چیز کا انتخاب کرنا چنانچہ کسی تجارتی معاملے کو فسخ کر دینے یا اس کو باقی رکھنے کا وہ اختیار جو خریدار اور تاجر کو حاصل ہوتا ہے اصطلاح فقہ میں خیار کہلاتا ہے تجارتی معاملات میں

اس اختیار کی کئی قسمیں ہیں جن کے تفصیلی احکام اور فقہی اختلاف فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں تاہم اس موقع پر ان قسموں کے نام اور تعریفات ذکر کر دینا ضروری ہے۔

خیار شرط جو تجارتی معاملے طے ہو جانے کے بعد تاجر یا خریدار یا دونوں کو اس معاملے کے ختم کر دینے یا باقی رکھنے کا حق دیا جاتا خیار شرط کہلاتا ہے مثلاً تاجر نے ایک چیز فروخت کی جسے خریدار نے خرید لی مگر اس خرید و فروخت کے بعد تاجر نے یا خریدار نے یہ کہا کہ باوجود بیع ہو جانے کے مجھ کو ایک روز یا دو روز یا تین روز تک یہ اختیار حاصل ہوگا کہ خواہ اس بیع کو باقی رکھا جائے خواہ ختم کر دیا جائے۔

خرید و فروخت میں یہ صورت جائز ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مدت اختیار میں بیع کو فسخ کیا جائے تو وہ فسخ ہو جائے گی اور اگر اس مدت کے ختم ہونے تک بیع کو برقرار رکھا یا سکوت کیا تو بعد ختم مدت بیع پختہ ہو جائے گی یہ بات ذہن میں رہے کہ خیار شرط کی مدت حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ تین دن تک ہے۔

خیار عیب: بیع ہو جانے کے بعد خریدی ہوئی چیز میں کوئی عیب معلوم ہونے کے بعد اس چیز کو رکھ لینے یا واپس کر دینے کا جو اختیار خریدار کو حاصل ہوتا ہے اسے خیار عیب کہتے ہیں مثلاً تاجر نے ایک چیز بیچی جسے خریدار نے خرید لی اب اس بیع کے بعد اگر خریدار واپس کر کے اپنی دی ہوئی قیمت لوٹا لے البتہ اگر بیچنے والے نے اس چیز کو بیچنے کے وقت خریدار سے یہ کہہ دیا تھا کہ اس چیز میں جو عیب ہو میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں خواہ تم اس وقت اسے خرید یا نہ خرید و اور اس کے باوجود بھی خریدار رضامند ہو گیا تھا تو خواہ کچھ ہی عیب اس میں نکلے خریدار کو واپسی کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔

خیار رویت: بے دیکھی ہوئی چیز کو خریدنے کے بعد اس چیز کو رکھ لینے یا واپس کر دینے کا جو اختیار خریدار کو حاصل ہوتا ہے اسے خیار رویت کہتے ہیں مثلاً کسی خریدار نے بغیر دیکھے کوئی چیز خریدی تو یہ بیع جائز ہو جائے گی لیکن خریدار کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اس چیز کو جس وقت دیکھے چاہے تو اسے رکھ لے اور چاہے تو بیچنے والے کو واپس کر دے۔

ان اقسام کے علاوہ اس باب میں خیار کی ایک اور قسم ذکر ہوگی جسے خیار مجلس کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ کسی ایک مجلس میں تاجر و خریدار کے درمیان خرید و فروخت کا کوئی معاملہ طے ہو جانے کے بعد اس مجلس کے ختم ہونے تک تاجر اور خریدار دونوں کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اس معاملہ کو ختم کر سکتا ہے مجلس ختم ہونے کے بعد یہ اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں رہتا لیکن خیار کی اس قسم میں اختلاف ہے۔

چنانچہ حضرت امام شافعی اور بعض دوسرے علماء اس خیار کے قائل ہیں جبکہ حضرت امام ابوحنیفہ اور دوسرے علماء اس کے قائل نہیں ہیں یہ حضرات کہتے ہیں کہ جب بیع کا ایجاب و قبول ہو گیا یعنی معاملہ تکمیل پا گیا تو اب کسی کو بھی اس معاملے کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہے گا اور یہ کہ معاملہ کے وقت خیار کی شرط طے پا گئی ہو جسے خیار شرط کہتے ہیں اور جس کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن تک ہے تین دن کے بعد خیار شرط کی صورت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

2181 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمِصْرِيُّ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا وَكَانَا جَمِيعًا اَوْ يُخَيِّرَ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ فَاِنْ خَيَّرَ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ فَتَبَايَعَا عَلٰى ذٰلِكَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ وَاِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ اَنْ تَبَايَعَا وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا الْبَيْعَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب دو لوگ سودا کرتے ہیں' تو ان میں سے ہر ایک کو سودا ختم کرنے کا اختیار ہوتا ہے جب تک وہ دونوں الگ نہیں ہو جاتے اور اکٹھے رہتے ہیں' یا پھر یہ کہ ان دونوں میں سے ایک دوسرے کو اختیار دیدے۔

اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو اختیار دے دیتا ہے اور وہ دونوں اس شرط پر سودا کر لیتے ہیں' تو سودا ہو جائے گا' اگرچہ وہ سودا طے ہونے کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور ان دونوں میں سے کسی ایک نے سودے کو ترک نہ کیا ہو' تو سودا طے ہو جائے گا''۔

2182 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ وَاَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ جَمِيلِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِى الْوَضِيءِ عَنْ اَبِىْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِىِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا

◄► حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''خرید و فروخت کرنے والوں کو اس وقت تک اختیار ہوتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو جاتے''۔

2183 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وَاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا

◄► حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''خرید و فروخت کرنے والوں کو (سودا ختم کرنے کا) اس وقت تک اختیار ہوتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو جاتے''۔

شرح

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیچنے والا خریدنے والا دونوں میں سے ہر ایک اپنے دوسرے صاحب معاملہ پر اس بات کا اختیار رکھتا ہے کہ چاہے تو وہ خرید و فروخت کے معاملے کو باقی رکھے اور چاہے تو ختم کر دے جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں یعنی جس مجلس میں وہ معاملہ طے پایا ہوگا جب وہ ختم ہو جائے گی بایں طور کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں رہے گا ہاں بیع خیار اس سے مستثنیٰ ہے یعنی بیع میں خریدار

2181، اخرجہ بخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث **2112** اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: **3833** اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث **4483** ورقم الحدیث **4484**

2182 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث **3457**

2183 اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث **4493** ورقم الحدیث: **4494**

نے اس اختیار کی شرط طے کر لی ہو گی کہ اگر میں چاہوں تو اس خریدی ہوئی چیز کو رکھوں گا اور اگر نہ چاہوں گا تو واپس کر دوں گا اس بیع میں ایک دوسرے سے جدا ہونے کے بعد بھی اختیار باقی رہتا ہے۔ (بخاری مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب بیچنے والا اور خریدنے والا خرید وفروخت کا کوئی معاملہ کریں تو ان میں سے ہر ایک کو معاملے کو باقی رکھنے یا فسخ کر دینے کا اختیار حاصل ہوگا جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں یا یہ کہ ان کی خرید وفروخت کا معاملہ بشرط خیار ہو چنانچہ اگر وہ خیار شرط کے ساتھ کوئی تجارتی معاملہ کریں گے تو اس صورت میں (جدائی کے بعد بھی) اختیار کا حق حاصل رہے گا۔

ترمذی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں انہیں اختیار حاصل ہے الا یہ کہ وہ اپنے تجارتی معاملے میں خیار کی شرط طے کریں (یعنی اگر وہ اپنا تجارتی معاملہ مذکورہ بالا خیار شرط کے ساتھ طے کریں گے تو انہیں جدائی کے بعد بھی اختیار حاصل رہے گا۔

لیکن بخاری ومسلم کی ایک روایت میں ترمذی کی اس روایت کے آخری الفاظ (او یختار (الا یہ کہ وہ خیار کی شرط طے کریں) کی بجائے یہ الفاظ ہیں کہ الا یہ کہ ان دونوں میں سے ایک اپنے دوسرے صاحب معاملہ سے یہ کہہ دے کہ اختیار کی شرط طے کرلو (اور وہ دوسرا کہہ دے کہ مجھے یہ منظور ہے)۔ (مشکوۃ المصابیح جلد سوم: رقم الحدیث 41)

اس حدیث سے بظاہر خیار مجلس کا جواز ثابت ہوتا ہے لیکن جو حضرات خیار مجلس کے قائل نہیں ہیں جیسے امام ابوحنیفہ وہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں ایک دوسرے سے جدا ہونے کا مطلب مجلس کا ختم ہو جانا نہیں ہے بلکہ جدا ہونے سے مراد دونوں کی اس تجارتی معاملے کی گفتگو کا پایہ تکمیل کو پہنچ کر منقطع ہو جانا ہے یعنی جب تک کہ وہ دونوں اس معاملے سے متعلق گفتگو کر رہے ہوں اور ایجاب وقبول پورا نہیں ہوا ہو اس وقت تک ان میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو زیر گفتگو معاملہ کو فسخ کر دے چاہے اسے باقی رکھے لیکن جب ایجاب وقبول پورا ہو جائے گا یعنی بیچنے والا یہ کہہ دے کہ میں نے یہ چیز تمہیں فروخت کر دی اور خریدنے والا یہ کہہ دے کہ میں نے یہ چیز خرید لی تو اب اس کے بعد ان میں سے کسی کو بھی اس معاملے کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہے گا ان حضرات نے جدا ہونے کے یہ معنی مراد لینے کے سلسلے میں اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے ایت (وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِه ، النساء 130) اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں گے تو اللہ اپنے فضل سے ان میں سے ہر ایک کو بے پرواہ کر دے گا چنانچہ اس آیت میں جدا ہونے کا مطلب مجلس سے جدا ہونا نہیں ہے بلکہ خاوند بیوی کے درمیان طلاق کے ذریعے جدائی مراد ہے۔

اور حضرت حکیم ابن حزام کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیچنے والا اور خریدنے ولا دونوں کو اپنے تجارتی معاملہ کو باقی رکھنے یا فسخ کر دینے کا اختیار حاصل رہتا ہے لیکن یہ اختیار اس وقت تک حاصل رہتا ہے جب تک کہ وہ جدا نہ ہوں اور یاد رکھو جب بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں (فروخت کی جانیوالی چیز اور اس کی تعریف میں سچ بولتے ہیں اور اس چیز وقیمت میں جو عیب ونقصان ہوتا ہے اس کو ظاہر کر دیتے ہیں تا کہ کسی دھوکہ اور فریب کا دخل نہ رہے تو ان کے تجارتی معاملے میں برکت عطاء کی جاتی ہے اور جب وہ عیب چھپاتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں تو ان کی خرید وفروخت میں برکت ختم کر دی جاتی ہے۔

بَاب: بَيْعِ الْخِيَارِ

یہ باب بیع خیار کے بیان میں ہے

2184 - حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَاَحْمَدُ بْنُ عِيسَى الْمِصْرِيَّانِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اشْتَرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْاَعْرَابِ حِمْلَ خَبَطٍ فَلَمَّا وَجَبَ الْبَيْعُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَرْ فَقَالَ الْاَعْرَابِيُّ عَمَّرَكَ اللّٰهُ بَيِّعًا

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی سے (اونٹوں کے چارے کے لیے) پتوں کا ایک گٹھا خریدا جب سودا طے ہو گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اختیار حاصل کرلو (یعنی اگر چاہو تو سودا ختم کردو) وہ دیہاتی بولا اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی دے! سودا طے ہے۔

2185 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيْدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ صَالِحٍ الْمَدِيْنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْبَيْعُ عَنْ تَرَاضٍ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''سودا باہمی رضامندی سے ہوتا ہے''۔

بَاب: الْبَيِّعَانِ يَخْتَلِفَانِ

یہ باب ہے کہ جب خرید و فروخت کرنے والوں کے درمیان اختلاف ہو جائے

2186 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَنْبَاَنَا ابْنُ اَبِي لَيْلٰى عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ بَاعَ مِنَ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ رَقِيْقًا مِنْ رَقِيْقِ الْاِمَارَةِ فَاخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِعْتُكَ بِعِشْرِيْنَ اَلْفًا وَقَالَ الْاَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ اِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ بِعَشْرَةِ آلَافٍ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اِنْ شِئْتَ حَدَّثْتُكَ بِحَدِيْثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَاتِهِ قَالَ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا بَيِّنَةٌ وَّالْبَيْعُ قَائِمٌ بِعَيْنِهٖ فَالْقَوْلُ مَا قَالَ الْبَائِعُ اَوْ يَتَرَادَّانِ الْبَيْعَ قَالَ فَاِنِّي اَرٰى اَنْ اَرُدَّ الْبَيْعَ فَرَدَّهُ

2184 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 1249

2185 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2186 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 3512

قاسم بن عبدالرحمٰن اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اشعث بن قیس کو ایک سرکاری غلام فروخت کیا' اس کی قیمت کے بارے میں دونوں کے درمیان اختلاف ہو گیا' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بولے: میں نے یہ بیس ہزار کے عوض میں تمہیں فروخت کیا ہے' جبکہ اشعث بن قیس نے کہا: میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے دس ہزار کے عوض میں خریدا ہے' تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بولے: اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنی ہے' اشعث نے کہا: جی ہاں ضرور' تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب خرید و فروخت کرنے والوں کے درمیان اختلاف ہو جائے اور ان دونوں کے پاس کوئی ثبوت نہ ہو اور جو چیز فروخت کی گئی ہے وہ ''بعینہ'' موجود ہو' تو اس بارے میں فروخت کرنے والے کا قول معتبر ہو گا یا پھر وہ دونوں فریق سودے کو ختم کر دیں گے''۔

اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا یہ خیال ہے' میں اس سودے کو ختم کرتا ہوں' انہوں نے اس سودے کو ختم کر دیا۔

شرح

خریدار بیچنے والے کے درمیان بسا اوقات اختلاف ونزاع کی صورت پیدا ہو جاتی ہے کبھی تو یہ اختلاف ونزاع قیمت کے تعین کے سلسلہ میں پیدا ہوتا ہے کہ خریدار کہتا ہے میں نے تم سے اس چیز کا معاملہ دس روپے میں طے کیا ہے اور بیچنے والا کہتا ہے کہ نہیں میں نے یہ چیز بارہ روپے میں فروخت کی ہے شرط خیار یا تعین مدت میں اختلاف ہو جاتا ہے اور کبھی ان کے علاوہ دیگر شروط میں نزاع کی صورت پیدا ہو جاتی ہے ایسے ہی مواقع کے لئے حدیث نے واضح ہدایات کی ہے کہ ان صورتوں میں بیچنے والے کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ اس کا قول قسم کے ساتھ ہو یعنی اس سے کہا جائے گا کہ تم قسم کھاؤ کہ تم نے یہ چیز اس قیمت پر نہیں بیچی ہے جو خریدار بتا رہا ہے پھر خریدار کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو بیچنے والے کی اس بات پر راضی ہو جائے جو اس نے قسم کھا کر کہی ہے اور بیع کو برقرار رکھے اور چاہے وہ بھی قسم کھائے اور کہے کہ میں نے یہ چیز اس قیمت پر نہیں خریدی ہے جو بیچنے والا بتا رہا ہے اور جب دونوں اپنی اپنی بات پر قسم کھائیں گے تو ان کا معاملہ اسی صورت میں باقی رہے گا جب کہ ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی بات کو تسلیم کرلے گا اگر ان میں سے کوئی بھی اپنے دوسرے فریق کی بات کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوگا تو پھر آخری درجہ پر قاضی وحاکم کو اختیار ہوگا کہ وہ اس بیع و معاملہ کو فسخ کرادے خواہ بیع فروخت شدہ چیز بعینہ باقی ہو یا بعینہ باقی نہ جیسا کہ حضرت امام شافعی کا مسلک ہے لیکن حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اگر مبیع باقی نہ ہو تو پھر دونوں فریق قسم نہ کھائیں بلکہ اس صورت میں خریدار کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ حدیث کے الفاظ المبیع قائم ان دونوں کے قول کی تائید کرتے ہیں چنانچہ دوسری روایت جیسے ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے کے الفاظ (فالقول ما قال البائع) (تو اس صورت میں بیچنے والے کا قول معتبر ہوگا) کا مطلب بھی حنفی مسلک کے مطابق یہ ہی ہے کہ اگر مبیع بعینہ باقی ہو تو بیچنے والے سے قسم کھلائی جائے اگر وہ قسم کھالے تو خریدار کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو بیچنے والے کی بات کو تسلیم کر دے اور چاہے خود بھی قسم کھائے یا پھر دونوں فریق بیع کو فسخ کر دیں اور اگر اختلاف ونزاع کے وقت مبیع بعینہ باقی نہ ہو تو پھر دونوں فریق قسم نہ کھائیں بلکہ اس صورت میں خریدار کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ اس صورت میں قسم کے ساتھ خریدار ہی کا قول

معتبر ہوگا بیچنے والے سے قسم نہ کھلائی جائے۔ یہ مسئلہ یہاں اجمالی طور پر ذکر کیا گیا ہے ہدایہ میں اسے بہت وضاحت وتفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اہل علم ہدایہ میں یہ تفصیل دیکھ سکتے ہیں۔

بَاب: النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ وَعَنْ رِبْحِ مَا لَمْ يُضْمَنْ

یہ باب ہے کہ جو چیز تمہارے پاس نہ ہواسے فروخت کرنے کی ممانعت اور جس کا تاوان عائد نہ ہوتا ہو اس کا منافع حاصل کرنے کی ممانعت

2187 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ قَالَ سَمِعْتُ يُوسُفَ بْنَ مَاهَكَ يُحَدِّثُ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ الرَّجُلُ يَسْاَلُنِي الْبَيْعَ وَلَيْسَ عِنْدِي اَفَاَبِيعُهُ قَالَ لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

◆◆ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک یہ شخص مجھ سے کسی چیز کو فروخت کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اور میرے پاس وہ چیز نہیں ہے' تو کیا میں اسے فروخت کردوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اسے فروخت نہ کرو۔

مجہول چیز کی بیع میں مذاہب اربعہ کا بیان

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت حکیم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے ایک ایسی چیز خریدنے کا ارادہ کرتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی تو میں اس چیز کو بازار سے خرید لاتا ہوں یعنی میں اس چیز کا معاملہ اس سے کر لیتا ہوں پھر وہ چیز بازار سے خرید لاتا ہوں اور اس شخص کے حوالے کر دیتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تم کسی ایسی چیز کو نہ بیچو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔ تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو چیز خرید وفروخت کا معاملہ کرتے وقت اپنی ملکیت میں نہ ہو اسے نہیں بیچنا چاہئے اب اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں اول تو یہ کہ وہ چیز نہ تو اپنی ملکیت میں ہو اور نہ اپنے پاس موجود ہی ہو اس صورت میں تو اس چیز کی بیع صحیح ہی نہیں ہوگی دوم یہ کہ وہ اپنی ملکیت میں نہیں ہے ایک دوسرا شخص اس کا مالک ہے لیکن ہے اپنے ہی پاس اس صورت میں بھی مالک کی اجازت کے بغیر اس کی بیع نہیں کرنی چاہئے اور اگر مالک کی اجازت لینے سے پہلے ہی اس کی بیع کر دی جائے گی۔

حضرت امام ابوحنیفہ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کے مسلک کے مطابق وہ بیع مالک کی منظوری پر موقوف رہے گی اگر منظوری دیدے گا تو صحیح ہو جائے گی نہیں تو کالعدم ہو جائے گی لیکن حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ بیع سرے سے صحیح ہی نہیں

2187 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: **3503** اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: **1232** ورقم الحدیث **1233** ورقم الحدیث **1235** اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: **4627**

ہوگی مالک خواہ منظوری دے یا نہ دے دوسری صورت کے حکم میں اس چیز کی بیع داخل ہے جس پر قبضہ حاصل نہ ہوا ہو یا وہ چیز ہو گئی ہو یا مفرور ہو جیسے غلام وغیرہ اور یا اس کو خریدار کے حوالے کرنے پر قادر نہ ہو جیسے ہوا میں اڑتا ہوا جانور اور وہ مچھلی جو ابھی پانی نہری دریا وغیرہ سے نہ نکالی گئی ہو لیکن یہ بات طرفدار ہے کہ یہ ممانعت بیع السلم کے علاوہ صورت میں ہے کیونکہ بیع السلم متعینہ معروف شرائط کے ساتھ بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک جائز ہے۔

2188 - حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح وَ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَا حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ وَلَا رِبْحُ مَا لَمْ يُضْمَنْ،

◄► عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور جس کا تاوان لازم نہ ہوتا ہو وہ منافع لینا بھی جائز نہیں ہے"۔

2189 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ عَنْ لَيْثٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَتَّابِ بْنِ اَسِيْدٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى مَكَّةَ نَهَاهُ عَنْ شِفِّ مَا لَمْ يُضْمَنْ،

◄► حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے انہیں مکہ بھیجا تو انہیں ایسا منافع لینے سے منع کر دیا جس (میں نقصان ہونے کی صورت میں) تاوان لازم نہیں ہوتا۔

بَابُ: اِذَا بَاعَ الْمُجِيْزَانِ فَهُوَ لِلْاَوَّلِ

یہ باب ہے کہ جب دو آدمی سودا کر لیں' تو وہ پہلے کے لیے شمار ہوگا

2190 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَوْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ بَاعَ بَيْعًا مِنْ رَجُلَيْنِ فَهُوَ لِلْاَوَّلِ مِنْهُمَا

◄► حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ یا شاید حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے' اگر کوئی شخص دو آدمیوں کو کوئی چیز فروخت کر دے تو وہ ان دونوں میں سے پہلے کے لیے فروخت شمار ہوگی۔

2191 - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ اَبِي السَّرِيِّ الْعَسْقَلَانِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذا باع المجيزان فهو

2188 اخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث **3504** 'اخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: **1234** 'اخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث **4625** 'ورقم الحدیث **4644** 'ورقم الحدیث **4645**

2189 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2190 اخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث **2088** 'اخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: **1110** 'اخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث **4696**

للاوّل

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جب (کسی یتیم یا نابالغ بچے کی طرف سے سودا کرنے والے) دو آدمی کوئی چیز فروخت کریں تو وہ پہلے کی طرف سے فروخت شمار ہوگی''۔

بَاب: بَيْعِ الْعُرْبَانِ

یہ باب ہے کہ عربان (مخصوص قسم) کا سودا

2192- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ قَالَ بَلَغَنِيْ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عربان'' کے سودے سے منع کیا ہے۔

2193- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ الرُّخَامِيُّ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ اَبِيْ حَبِيبٍ اَبُوْ مُحَمَّدٍ كَاتِبُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ الْاَسْلَمِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْعُرْبَانُ اَنْ يَّشْتَرِيَ الرَّجُلُ دَابَّةً بِمِائَةِ دِيْنَارٍ فَيُعْطِيَهُ دِيْنَارَيْنِ عُرْبُوْنًا فَيَقُوْلُ اِنْ لَّمْ اَشْتَرِ الدَّابَّةَ فَالدِّيْنَارَانِ لَكَ وَقِيْلَ يَعْنِيْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَنْ يَّشْتَرِيَ الرَّجُلُ الشَّيْءَ فَيَدْفَعَ اِلَى الْبَائِعِ دِرْهَمًا اَوْ اَقَلَّ اَوْ اَكْثَرَ وَيَقُوْلَ اِنْ اَخَذْتُهٗ وَاِلَّا فَالدِّرْهَمُ لَكَ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی ''عربان'' سے منع کیا ہے۔

امام ابن ماجہ کہتے ہیں: ''عربان'' سے مراد یہ ہے' آدمی ایک سو دینار کے عوض میں ایک جانور خرید لیتا ہے پھر وہ دو دینار اسے بیعانہ کے طور پر دے کر کہتا ہے اگر میں نے یہ جانور نہیں خریدا تو یہ دونوں دینار تمہارے ہوں گے۔

ایک قول یہ بھی ہے' باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے' آدمی کوئی چیز خریدتا ہے اور پھر فروخت کرنے والے کو ایک درہم یا اس سے زیادہ یا اس سے کم دے کر یہ کہتا ہے' اگر میں نے اس چیز کو لے لیا' تو ٹھیک ہے ورنہ یہ درہم تمہارا ہوگا۔

2192: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: **3502**

2193: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَاب: النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ وَبَيْعِ الْغَرَرِ

یہ باب ہے کہ کنکریوں کا سودا کرنے اور دھوکے کا سودا کرنے کی ممانعت

2194- حَدَّثَنَا مُحْرِزُ بْنُ سَلَمَةَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ وَعَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کے سودے اور کنکریوں کے سودے سے منع کیا ہے۔

شرح

بیع حصات کی صورت یہ ہے کہ خریدار دکاندار سے کہے کہ جب میں تیری اس چیز یعنی مبیع پر کنکری ماردوں تو سمجھ لینا کہ بیع واجب ہوگی یا دکاندار خریدار سے کہے کہ میں نے اپنی چیزوں میں سے وہ چیز تمہیں بیچی جس پر تمہاری پھینکی ہوئی کنکری آ کر گرے یا میں نے یہ زمین وہاں تک تمہارے ہاتھ فروخت کی جہاں تک تمہاری پھینکی ہوئی کنکری جا کر گرے بیع کا یہ طریقہ ایام جاہلیت میں رائج تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ بیع غرر اس بیع کو کہتے ہیں جس میں مبیع یعنی بیچی جانیوالی چیز مجہول یا بیچنے والے کے قبضہ وقدرت سے باہر ہو جیسے اس مچھلی کو بیچنا جو دریا میں ہو یا ہوا میں اڑتے ہوئے جانور اور مفرور غلام کو بیچنا۔

2195- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَالْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ عُتْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کا سودا کرنے سے منع کیا ہے۔

بَاب: النَّهْيِ عَنْ شِرَاءِ مَا فِي بُطُونِ الْأَنْعَامِ وَضُرُوعِهَا وَضَرْبَةِ الْغَائِصِ

یہ باب ہے جانوروں کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسے فروخت کرنے' ان کے تھنوں میں جو کچھ ہے اسے فروخت کرنے اور غوطہ خور کو جو کچھ ملے گا اسے فروخت کرنے کی ممانعت

جانور کے حمل کی بیع کی ممانعت کا بیان

2196- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا جَهْضَمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْيَمَانِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْبَاهِلِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ الْعَبْدِيِّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ نَهَى

2194 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث:3787' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث:3376' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1230' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 4530

2195 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2196 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 1563

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شِرَاءِ مَا فِيْ بُطُوْنِ الْاَنْعَامِ حَتّٰى تَضَعَ وَعَمَّا فِيْ ضُرُوْعِهَا اِلَّا بِكَيْلٍ وَّعَنْ شِرَاءِ الْعَبْدِ وَهُوَ اٰبِقٌ وَّعَنْ شِرَاءِ الْمَغَانِمِ حَتّٰى تُقْسَمَ وَعَنْ شِرَاءِ الصَّدَقَاتِ حَتّٰى تُقْبَضَ وَعَنْ ضَرْبَةِ الْغَائِصِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے پیٹ میں موجود (ان کے بچوں) کی پیدائش سے پہلے انہیں خریدنے سے منع کیا ہے اور تھنوں میں موجود دودھ کو خریدنے سے منع کیا ہے' البتہ اگر اسے ماپا گیا ہو' تو حکم مختلف ہوگا۔

مفرور غلام کو خریدنے سے اور مال غنیمت کو تقسیم سے پہلے خریدنے سے اور قبضے میں لینے سے پہلے صدقات کو خریدنے سے اور غوطہ خور کو جو کچھ ملتا ہے اسے خریدنے سے منع کیا ہے۔

شرح

جانور کے حمل کے حمل کی بیع کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک اونٹنی کے پیٹ میں بچہ ہے اب اس کا مالک اس طرح خریدار سے معاملہ کرے کہ اس اونٹنی کے پیٹ سے جو اونٹنی پیدا ہوگی اور وہ اونٹنی جو بچہ دے گی اس کی بیع کرتا ہوں اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ ایک معدوم چیز یعنی اس بچہ کی بیع ہے جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوا ہے ظاہر ہے کہ جب کسی جانور کے حمل ہی کو بیچنا جائز نہیں ہے تو اس بچہ کی بیع کیسے جائز ہو سکتی ہے جو اس حمل کے حمل سے پیدا ہوگا۔ بعض حضرات کے نزدیک بیع حبل الحبلہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی حاملہ اونٹنی کو اس وعدے پر بیچے کہ اس کی قیمت اس وقت ادا ہوگی جب وہ بچہ جنے گی۔ حضرت ابن عمر نے یہی مطلب مراد لیا ہے۔

2197 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے پیٹ میں موجود بچے کے ہاں ہونے والے بچے کو فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

شرح

مبیع کا موجود ہونا مال متقوم ہونا۔ مملوک ہونا۔ مقدور التسلیم ہونا ضرور ہے اور اگر بائع اُس چیز کو اپنے لیے بیچتا ہو تو اُس چیز کا ملک بائع میں ہونا ضروری ہے۔ جو چیز موجود ہی نہ ہو بلکہ اس کے موجود نہ ہونے کا اندیشہ ہو اُس کی بیع نہیں مثلاً حمل یا تھن میں جو دودھ ہے اُس کی بیع ناجائز ہے کہ ہوسکتا ہے جانور کا پیٹ پھولا ہے اور اُس میں بچہ نہ ہو اور تھن میں دودھ نہ ہو۔ پھل نمودار ہونے سے پہلے بیچ نہیں سکتے۔ اسی طرح خون اور مُردار کی بیع نہیں ہوسکتی کہ یہ مال نہیں اور مسلمان کے حق میں شراب وخنزیر کی بیع نہیں ہوسکتی کہ مال متقوم نہیں۔ زمین میں جو گھاس لگی ہوئی ہے اُس کی بیع نہیں ہوسکتی اگرچہ زمین اپنی ملک ہو کہ وہ گھاس مملوک نہیں۔ اسی طرح نہر یا کوئیں کا پانی، جنگل کی لکڑی اور شکار کہ جب تک ان کو قبضہ میں نہ کیا جائے مملوک نہیں۔

2197 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: **4637**

حضرت ابن ابی اوفی نے کہا کہ ناجش، سود خور اور خائن ہے۔ اور نجش فریب ہے، خلاف شرع بالکل درست نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فریب دوزخ میں لے جائے گا اور جو شخص ایسا کام کرے جس کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔ دھوکے کی بیع یہ ہے کہ مثلاً پرندہ ہوا میں اڑ رہا ہے یا مچھلی دریا میں جارہی ہے یا ہرن جنگل میں بھاگ رہا ہے۔ اس کو پکڑنے سے پہلے بیچ ڈالے، اسی طرح اس غلام یا لونڈی کو جو بھاگ گیا ہو اور اسی میں داخل ہے بیع معدوم اور مجہول کی اور جس کی تسلیم پر قدرت نہیں۔ اور حبل الحبلہ کی بیع جاہلیت میں مروج تھی۔

ممکن ہے کہ اونٹنی نہ جنے یا اس کا جو بچہ پیدا ہو وہ نہ جنے۔ اور شاید امام بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جس کو امام احمد نے ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اور مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی نے سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں صاف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔ بعض نے حبل الحبلہ کی تفسیر یہ کی ہے کہ اونٹنی کے حمل کے حمل کو فی الحال بیچ ڈالے مثلاً یوں کہے کہ اس اونٹنی کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کے پیٹ بچہ کو میں نے تیرے ہاتھ بیچا۔ یہ بھی منع ہے اس لیے کہ یہ معدوم اور مجہول کی بیع ہے۔ اور بیع غرر یعنی دھوکے کی بیع میں داخل ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث 2142)

بَاب: بَيْعِ الْمُزَايَدَةِ

یہ باب بیع مزایدہ کی ممانعت کے بیان میں ہے

2198- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَخْضَرُ بْنُ عَجْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ فَقَالَ لَكَ فِي بَيْتِكَ شَيْءٌ قَالَ بَلَى حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهُ وَنَبْسُطُ بَعْضَهُ وَقَدَحٌ نَشْرَبُ فِيهِ الْمَاءَ قَالَ ائْتِنِي بِهِمَا قَالَ فَأَتَاهُ بِهِمَا فَأَخَذَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَشْتَرِي هَذَيْنِ فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ قَالَ مَنْ يَزِيدُ عَلَى دِرْهَمٍ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قَالَ رَجُلٌ أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهُمَا إِيَّاهُ وَأَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهُمَا الْأَنْصَارِيَّ وَقَالَ اشْتَرِ بِأَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ إِلَى أَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالْآخَرِ قَدُومًا فَأْتِنِي بِهِ فَفَعَلَ فَأَخَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَدَّ فِيهِ عُودًا بِيَدِهِ وَقَالَ اذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَلَا أَرَاكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَجَعَلَ يَحْتَطِبُ وَيَبِيعُ فَجَاءَ وَقَدْ أَصَابَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فَقَالَ اشْتَرِ بِبَعْضِهَا طَعَامًا وَبِبَعْضِهَا ثَوْبًا ثُمَّ قَالَ هَذَا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَجِيءَ وَالْمَسْأَلَةُ نُكْتَةٌ فِي وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ أَوْ لِذِي غُرْمٍ مُفْظِعٍ أَوْ دَمٍ مُوجِعٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک انصاری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ

2198: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 1641 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1218 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 4520

آپ ﷺ سے کچھ مانگنے نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس گھر میں کوئی چیز موجود ہے اس نے جواب دیا: جی ہاں! ایک چادر ہے' جس کا کچھ حصہ ہم اپنے اوپر لیتے ہیں اور کچھ نیچے بچھا لیتے ہیں اور ایک پیالہ ہے' جس میں ہم پانی پیتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ان دونوں کو لے کر آؤ۔ راوی کہتے ہیں: وہ شخص ان دونوں کو لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کو اپنے ہاتھ میں لیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں کو کون خریدے گا؟ تو ایک صاحب بولے: میں لیتا ہوں' تو نبی اکرم ﷺ نے دو یا شاید تین مرتبہ دریافت کیا: ایک درہم سے زیادہ قیمت کون دے گا؟ تو ایک صاحب بولے: میں ان دونوں کو دو درہم کے عوض لیتا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے وہ دونوں چیزیں اس شخص کو دے دیں اور درہم وصول کر لئے پھر آپ ﷺ نے وہ دونوں درہم اس انصاری کو دیئے اور فرمایا ان میں سے ایک درہم کے ذریعے کھانے کا سامان خرید لو اور وہ اپنے گھر بھجوا دو اور دوسرے کے ذریعے کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے کر آؤ۔

اس نے ایسا ہی کیا نبی اکرم ﷺ نے اسے لیا اور اپنے دست مبارک کے ذریعے اس میں دستہ لگایا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ اور لکڑیاں کاٹو۔

میں پندرہ دن تک تمہیں نہ دیکھوں۔ وہ شخص گیا اور لکڑیاں کاٹ کر انہیں فروخت کرتا رہا پھر وہ آیا' تو اس کے پاس دس درہم ہو چکے تھے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان میں سے کچھ کے ذریعے اناج خرید لو اور کچھ کے ذریعے کپڑا خرید لو پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ قیامت کے دن جب تم آؤ تو مانگنے کا داغ تمہارے چہرے پر ہو۔

بے شک مانگنا صرف اس شخص کے لیے درست ہے' جو اتنا غریب ہو کہ زمین کے ساتھ لگ چکا ہو' یا جس کے ذمے بے بس کر دینے والی ادائیگی لازم ہو' یا ایسا خون لازم ہو جو تکلیف دہ ہو (یعنی جس پر دیت کی ادائیگی لازم ہو ورنہ اس کی جان جانے کا اندیشہ ہو)

بَاب: الْإِقَالَةِ

یہ باب اقالہ کے بیان میں ہے

2199 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يَحْيَى اَبُو الْخَطَّابِ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ سُعَيْرٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِى صَالِحٍ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَقَالَ مُسْلِمًا اَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "جو شخص کسی مسلمان کے ساتھ "اقالہ" (یعنی دوسرے فریق کو سودا ختم کرنے کا اختیار دیدے) کر دے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی لغزشوں کو ختم کر دے گا"۔

2199 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اقالہ کے معنی ومفہوم کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اقالہ ایک خاص شرعی طریقے سے معاملہ فسخ کرنے کو اقالہ کہتے ہیں جس میں دونوں خریدار اور بیچنے والے اتفاق کر لیں۔ دو شخصوں کے مابین جو عقد ہوا ہے اس کے اُٹھا دینے کو اقالہ کہتے ہیں یہ لفظ کہ میں نے اقالہ کیا، چھوڑ دیا، فسخ کیا یا دوسرے کے کہنے پر مبیع یا ثمن کا پھیر دینا اور دوسرے کا لے لینا اقالہ ہے۔ نکاح، طلاق، عتاق، ابراء کا اقالہ نہیں ہوسکتا۔ دونوں میں سے ایک اقالہ چاہتا ہے تو دوسرے کو منظور کر لینا، اقالہ کر دینا مستحب ہے اور یہ مستحق ثواب ہے۔ اقالہ میں دوسرے کا قبول کرنا ضروری ہے یعنی تنہا ایک شخص اقالہ نہیں کر سکتا اور یہ بھی ضرور ہے کہ قبول اُسی مجلس میں ہو لہٰذا اگر ایک نے اقالہ کے الفاظ کہے مگر دوسرے نے قبول نہیں کیا یا مجلس کے بعد کیا اقالہ نہ ہوا۔ مثلاً مشتری مبیع کو بائع کے پاس واپس کرنے کے لیے لایا اُس نے انکار کر دیا اقالہ نہ ہوا پھر اگر مشتری نے مبیع کو یہیں چھوڑ دیا اور بائع نے اُس چیز کو استعمال بھی کر لیا اب بھی اقالہ نہ ہو یعنی اگر مشتری ثمن واپس مانگتا ہے یہ ثمن واپس کرنے سے انکار کر سکتا ہے کیونکہ جب صاف طور پر انکار کر چکا ہے تو اقالہ نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر ایک نے اقالہ کی درخواست کی دوسرے نے کچھ نہ کہا اور مجلس کے بعد اقالہ کو قبول کرتا ہے یا پہلے کوئی ایسا فعل کر چکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے منظور نہیں اس کے بعد قبول کرتا ہے تو قبول صحیح نہیں۔ (ردمحتار، کتاب بیوع)

اقالہ کے جواز کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمان کی بیع کو واپس کریگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ بخش دے گا (ابوداؤد ابن ماجہ) اور شرح السنۃ میں یہ روایت ان الفاظ میں ذکر کی گئی ہے جو مصابیح میں شریح شامی سے بطریق ارسال اقالہ جائز ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 106)

اقالہ کا مطلب ہے بیع کو واپس کر دینا یعنی فسخ کر دینا شرح السنہ میں لکھا ہے کہ بیع اور سلم میں قبل قبضہ بھی اور بعد قبضہ بھی اقالہ جائز ہے۔

اس روایت کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے متصل نقل کیا ہے اسی طرح حاکم نے بھی اس روایت کو حضرت ابوہریرہ سے متصل ہی نقل کیا ہے لیکن مصابیح میں یہ روای بطریق ارسال ان الفاظ میں منقول ہے حدیث (من اقال اخاه المسلم صفقة كرهها اقال الله عثرته يوم القيامة) جو شخص مسلمان کی کسی ناپسندیدہ بیع کو واپس کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ بخش دے گا چنانچہ مؤلف مشکوۃ نے روایت کے آخری الفاظ کے ذریعہ گویا مصابیح کے مصنف علامہ بغوی پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب مصابیح میں اولیٰ کو ترک کیا ہے بایں طور کہ ابوداؤد وابن ماجہ کی نقل کردہ یہ متصل روایت تو نقل نہیں کی بلکہ حدیث مرسل نقل کی ہے۔

ثمن اول کی مثل پر بیع اقالہ کے جواز کا بیان

اور ثمن اول کی مثل پر بیع میں اقالہ کرنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی ندامت

والے کی بیع کا اقالہ کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو دور کردے گا۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ عقد عاقدین کا حق ہے پس وہ اپنی ضرورت کو دور کرنے کے لئے عقد کو ختم کرنے کے مالک بھی ہیں۔ اور اگر پہلی ثمن سے زیادہ یا اس سے کم کی شرط لگائی تو یہ شرط لگانا باطل ہوگا۔ اور بائع ثمن اول کی مثل کو واپس کرنے والا ہوگا۔ اور اس کے بارے میں بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ عاقدین کے حق میں اقالہ فسخ ہے اور ان کے سوا میں نئی بیع ہے مگر جب اس کو فسخ کرنا ممکن نہ ہو تو اقالہ باطل ہو جائے گا۔ اور یہ وضاحت حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اقالہ بیع ہے جبکہ اس کو بیع قرار دینا ممکن نہ ہو تو فسخ ہے مگر جب فسخ بھی ممکن نہ ہو تو بیع باطل ہو جائے گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اقالہ فسخ ہے اور اگر اس کو فسخ قرار دینا ممکن نہ ہو تو وہ بیع ہے مگر جب بیع قرار دینا بھی ممکن نہ ہو تو وہ باطل ہو جائے گی۔

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو ثمن بیع میں تھا اُسی پر یا اُس کی مثل پر اقالہ ہو سکتا ہے اگر کم یا زیادہ پر اقالہ ہوا تو شرط باطل ہے اور اقالہ صحیح یعنی اُتنا ہی دینا ہوگا جو بیع میں ثمن تھا۔ مثلاً ہزار روپے میں ایک چیز خریدی اُس کا اقالہ ہزار میں کیا یہ صحیح ہے اور اگر ڈیڑھ ہزار میں کیا جب بھی ہزار دینا ہوگا اور پانسو کا ذکر لغو ہے اور پانسو میں کیا اور مبیع میں کوئی نقصان نہیں آیا ہے جب بھی ہزار دینا ہوگا اور اگر مبیع میں نقصان آ گیا ہے تو کمی کے ساتھ اقالہ ہو سکتا ہے۔ اقالہ میں دوسری جنس کا ثمن ذکر کیا گیا مثلاً بیع ہوئی ہے روپے سے اور اقالہ میں اشرفی یا نوٹ واپس کرنا قرار پایا تو اقالہ صحیح ہے اور وہی ثمن واپس دینا ہوگا جو بیع میں تھا دوسرے ثمن کا ذکر لغو ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

ثمن اول پر اقالہ ہونے کا بیان

اور جب اقالہ کی اصل ثابت ہو چکی ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب اس نے ثمن اول سے زائد کی شرط لگائی تو اقالہ ثمن اول پر ہوگا کیونکہ زیادتی پر فسخ ناممکن ہے۔ اور غیر ثابت شدہ چیز کو فسخ کرنا بھی ناممکن ہے پس شرط باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ اقالہ شرائط فاسد کے سبب باطل ہونے والا نہیں ہے۔ بہ خلاف بیع کے۔ کیونکہ بیع کے عقد میں زیادتی کا ثابت ممکن ہے جس سے سود ثابت ہو جائے گا۔ جبکہ بیع کو فسخ کرنے میں زیادتی کا ثبوت ممکن نہیں ہے۔ اور اسی طرح کا حکم ہے جب ثمن اول سے کم قیمت لگائی گئی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

ہاں البتہ جب مبیع میں کوئی عیب پیدا ہو جائے تو اب ثمن اول سے کم پر اقالہ کرنا بھی جائز ہے کیونکہ کمی عیب کے سبب سے فوت شدہ مبیع کے مقابلے میں ہوئی ہے۔

صاحبین کے نزدیک زیادتی کی شرط میں اقالہ بیع بن جائے گا۔ کیونکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اصل بیع ہی ہے اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی اس کو بیع قرار دینا ممکن ہے پس جب ثمن اول پر اضافہ کیا ہے تو اضافے کے سبب وہ بیع کا ارادہ کرنے والا ہے۔ اور اسی طرح امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک کم قیمت کی شرط پر بھی اقالہ بیع درست ہو جائے گا کیونکہ ان کے

نزدیک اصل بیع ہی ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ثمن اول سے کم کرنا یہ فسخ ہو جائے گا کیونکہ اس ثمن کی بعض مقدار سے سکوت ہے کیونکہ ثمن اول ہی اس کی اصل تھی۔ اور جب سارے سکوت کرتے ہوئے کسی نے اقالہ کیا تو یہ فسخ ہوگا تو یہ بدرجہ اولیٰ فسخ ہوگا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب وہ زیادتی کرے اور جب مبیع میں کوئی عیب پیدا ہوا تو یہ اقل کے ساتھ فسخ ہوگا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

اقالہ کی شرائط کا بیان

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اقالہ کی شرائط یہ ہیں: 1 دونوں کا راضی ہونا۔ 2 مجلس ایک ہونا۔ 3 اگر بیع صرف کا اقالہ ہو تو اُسی مجلس میں تقابض بدلین ہو۔ 4 مبیع کا موجود ہونا شرط ہے ثمن کا باقی رہنا شرط نہیں۔ 5 مبیع ایسی چیز ہو جس میں خیار شرط خیار رویت خیار عیب کی وجہ سے بیع فسخ ہو سکتی ہو، اگر مبیع میں ایسی زیادتی ہوگئی ہو جس کی وجہ سے فسخ نہ ہو سکے تو اقالہ بھی نہیں ہو سکتا۔ 6 بائع نے ثمنِ مشتری کو قبضہ سے پہلے ہبہ نہ کیا ہو۔ اقالہ کے وقت مبیع موجود تھی مگر واپس دینے سے پہلے ہلاک ہوگئی اقالہ باطل ہو گیا۔ (ردمحتار، کتاب بیوع، بیروت)

بَاب: مَنْ كَرِهَ اَنْ يُّسَعِّرَ

یہ باب بھاؤ متعین کرنے کی کراہت کے بیان میں ہے

2200- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ قَتَادَةَ وَحُمَيْدٌ وَّثَابِتٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ غَلَا السِّعْرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ غَلَا السِّعْرُ فَسَعِّرْ لَنَا فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ اَلْقٰى رَبِّيْ وَلَيْسَ اَحَدٌ يَّطْلُبُنِيْ بِمَظْلَمَةٍ فِيْ دَمٍ وَّلَا مَالٍ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں قیمتیں زیادہ ہوگئیں، تو کچھ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیمتیں بہت زیادہ ہوگئی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے قیمت مقرر کریں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیمت مقرر کرنے والا ہے وہی تنگی کرتا ہے وہی کشادگی دیتا ہے وہی رزق دیتا ہے مجھے یہ امید ہے کہ جب میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا، تو کوئی بھی شخص جان یا مال کے بارے میں کسی زیادتی کا مجھ سے مطالبہ نہیں کرے گا۔

2201- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ غَلَا السِّعْرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا لَوْ قَوَّمْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ

2200 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: **3450**' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: **1314**

2201 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اُفَارِقَكُمْ وَلَا يَطْلُبُنِي اَحَدٌ مِّنْكُمْ بِمَظْلَمَةٍ ظَلَمْتُهُ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں بھاؤ بہت بڑھ گئے تھے' لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قیمت مقرر کردیں (تو یہ مناسب ہوگا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں یہ امید رکھتا ہوں کہ جب میں تم لوگوں سے جدا ہوں گا اس وقت کوئی بھی شخص اس بات کا دعوے دار نہیں ہوگا کہ میں نے اس کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے''۔

بَاب: السَّمَاحَةِ فِي الْبَيْعِ

یہ باب خرید و فروخت میں نرمی اختیار کرنے کے بیان میں ہے

2202 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ الْبَلْخِيُّ اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ فَرُّوْخَ قَالَ قَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَدْخَلَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ رَجُلًا كَانَ سَهْلًا بَائِعًا وَّمُشْتَرِيًا

◆◆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کو جنت میں داخل کردیا ہے' جو فروخت کرتے ہوئے نرمی سے کام لیتا تھا۔

2203 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ دِيْنَارٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ سَمْحًا اِذَا اشْتَرٰى سَمْحًا اِذَا اقْتَضٰى

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ ایسے بندے پر رحم کرے جو فروخت کرتے ہوئے نرمی سے کام لیتا ہے خریدتے ہوئے نرمی سے کام لیتا ہے اور قرض کی واپسی کا تقاضا کرتے ہوئے نرمی سے کام لیتا ہے''۔

خرید و فروخت کے معاملات میں نرمی اختیار کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگو (یعنی گزشتہ امتوں میں) سے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ جب اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا تو نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کوئی نیک کام کیا ہو اس سے پھر کہا گیا کہ اچھی طرح سوچ لے اس نے کہا کہ مجھے قطعی یاد نہیں آ رہا ہے ہاں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میں دنیا میں جب لوگوں سے خرید و فروخت کے معاملات کیا کرتا تھا تو تقاضہ کے

2202 اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 7410

2203 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 2076

وقت یعنی مطالبات کی وصولی میں ان پر احسان کیا کرتا تھا بایں طور کہ مستطیع لوگوں کو تو مہلت دے دیتا تھا اور جو نادار ہوتے ان کو معاف کر دیتا تھا (یعنی اپنے مطالبات کا کوئی حصہ یا پورا مطالبہ ان کے لئے معاف کر دیتا تھا) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اسی عمل سے خوش ہو کر اس کو جنت میں داخل کر دیا۔ (بخاری ومسلم) اور مسلم کی ایک اور روایت میں جو عقبہ ابن عامر اور ابومسعود انصاری سے اسی کے مثل (یعنی کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ) نقل کی ہے یہ الفاظ ہیں کہ جب اس شخص نے اپنا یہ عمل بیان کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کا یعنی معاف کرنے کا حق تجھ سے زیادہ رکھتا ہوں اور پر فرشتوں سے کہا کہ میرے اس بندے سے درگزر کرو۔

(مشکوۃ المصابیح، جلد سوم: رقم الحدیث 34)

(اتاہ الملک) سے مراد تو یہ ہے کہ خود حضرت عزرائیل علیہ السلام ہی اس کی روح قبض کرنے آئے تھے یا پھر یہ کہ ان فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ آیا ہوگا جو حضرت عزرائیل علیہ السلام کے مددگار و ماتحت ہیں لیکن اغلب یہ ہے کہ خود حضرت عزرائیل علیہ السلام ہی آئے ہوں گے کیونکہ قبض روح کے سلسلے میں زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ ارواح قبض کرنے کا کام حضرت عزرائیل علیہ السلام ہی انجام دیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ایت (قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم) کہہ دیجئے کہ تمہیں وہ ملک الموت (عزرائیل علیہ السلام) مارتا ہے جو تم پر اس کام کے لئے متعین ہے۔

چنانچہ حضرت عزرائیل علیہ السلام جب روح قبض کر لیتے ہیں تو جو اچھی یعنی پاکباز روح ہوتی ہے اسے رحمت کے فرشتے لے لیتے ہیں اور جو بری روح ہوتی ہے وہ عذاب کے فرشتوں کی نگرانی میں چلی جاتی ہے لیکن اتنی بات ملحوظ رہے کہ ملک الموت (خواہ وہ عزرائیل ہوں یا کوئی اور فرشتہ) روح قبض کرنے کا صرف ایک ظاہری ذریعہ بنتا ہے ورنہ حقیقت میں تو روح قبض کرنے والا اور موت طاری کرنیوالا اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسا کہ خود اسی کا ارشاد ہے آیت (اللہ یتوفی الانفس حین موتہا) ہر نفس کو اس کی موت کے وقت اللہ تعالیٰ ہی مارتا ہے فقیل لہ (تو اس سے پوچھا گیا) اس کے بارے میں بھی دونوں احتمال ہیں یا تو اس سے یہ سوال اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا یا فرشتوں نے یہ بات پوچھی نیز وقت سوال کے سلسلے میں زیادہ واضح بات تو یہ ہے کہ اس شخص سے یہ سوال روح قبض کرنے سے پہلے کیا گیا تھا جیسا کہ حدیث کے ابتدائی الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے۔

لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سوال روح قبض ہونے کے بعد قبر میں کیا گیا ہوگا جیسا کہ شیخ مظہر کا قول ہے اور علامہ طیبی نے ایک یہ احتمال بھی بیان کیا ہے کہ دراصل یہ سوال قیامت میں کیا جائے گا۔ بہرکیف اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مطالبات کی وصولی میں مستطیع کو مہلت دینا اور نادار شخص کو معاف کر دینا بڑے ثواب کی چیز ہے۔

بَاب: السَّوْمِ

یہ باب بولی لگانے کے بیان میں ہے

2204- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ شَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ

2204: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

قَيْلَةَ أُمِّ بَنِي أَنْمَارٍ قَالَتْ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ عُمَرِهِ عِنْدَ الْمَرْوَةِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أَبِيعُ وَأَشْتَرِي فَإِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَاعَ الشَّيْءَ سُمْتُ بِهِ أَقَلَّ مِمَّا أُرِيدُ ثُمَّ زِدْتُ ثُمَّ زِدْتُ حَتَّى أَبْلُغَ الَّذِي أُرِيدُ وَإِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَ الشَّيْءَ سُمْتُ بِهِ أَكْثَرَ مِنَ الَّذِي أُرِيدُ ثُمَّ وَضَعْتُ حَتَّى أَبْلُغَ الَّذِي أُرِيدُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَفْعَلِي يَا قَيْلَةُ إِذَا أَرَدْتِ أَنْ تَبْتَاعِي شَيْئًا فَاسْتَامِي بِهِ الَّذِي تُرِيدِينَ أُعْطِيتِ أَوْ مُنِعْتِ وَإِذَا أَرَدْتِ أَنْ تَبِيعِي شَيْئًا فَاسْتَامِي بِهِ الَّذِي تُرِيدِينَ أَعْطَيْتِ أَوْ مَنَعْتِ

◄► سیدہ قیلہ اُمّ بنو انمار رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ کرنے کے دوران میں مروہ کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی' میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں ایک ایسی عورت ہوں جو خرید و فروخت کرتی ہوں' بعض اوقات جب میں کوئی چیز خریدنے لگتی ہوں' تو میں اس سے کم بولی لگاتی ہوں' جس قیمت میں' میں نے اسے خریدنا ہوتا ہے' پھر میں اس میں اضافہ کرتی ہوں' پھر اضافہ کرتی ہوں' یہاں تک کہ اس قیمت تک پہنچ جاتی ہوں جو میں چاہتی ہوں' اور جب میں کوئی چیز فروخت کرنے لگتی ہوں' تو میں اس کی اس سے زیادہ بولی لگاتی ہوں جو میری اصل مراد ہوتی ہے پھر میں اسے کم کرتی جاتی ہوں' یہاں تک کہ میں اس حد تک آجاتی ہوں' جو میں چاہتی ہوں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے قیلہ! ایسے نہ کرو' جب تم نے کوئی چیز خریدنی ہو' تو تم اس کی وہی بولی لگاؤ جو تم چاہتی ہو' خواہ تمہیں ملے خواہ وہ تمہیں نہ ملے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''جب تم کوئی چیز فروخت کرنا چاہو تو اس کی وہی بولی لگاؤ جو تم چاہتی ہو خواہ تم اس قیمت پر دو خواہ اس پر نہ دو''۔

2205- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ فَقَالَ لِي أَتَبِيعُ نَاضِحَكَ هٰذَا بِدِينَارٍ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هُوَ نَاضِحُكُمْ إِذَا أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ قَالَ فَتَبِيعُهُ بِدِينَارَيْنِ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَكَ قَالَ فَمَا زَالَ يَزِيدُنِي دِينَارًا دِينَارًا وَيَقُولُ مَكَانَ كُلِّ دِينَارٍ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَكَ حَتَّى بَلَغَ عِشْرِينَ دِينَارًا فَلَمَّا أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ أَخَذْتُ بِرَأْسِ النَّاضِحِ فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا بِلَالُ أَعْطِهِ مِنَ الْغَنِيمَةِ عِشْرِينَ دِينَارًا وَقَالَ انْطَلِقْ بِنَاضِحِكَ فَاذْهَبْ بِهِ إِلَى أَهْلِكَ

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا تم اپنا یہ اونٹ ایک دینار کے عوض میں مجھے فروخت کرو گے؟ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے! میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب میں مدینہ منورہ پہنچ جاؤں گا' تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردوں گا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دو

2205: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: **2718**' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: **3627**' ورقم الحدیث **4078**' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: **4655**

دینار کے عوض میں اسے فروخت کرو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک' ایک دینار کا اضافہ کرتے رہے اور ایک' ایک دینار کے ساتھ یہ بھی فرماتے گئے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس تک کا تذکرہ کیا (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) جب میں مدینہ منورہ آیا' تو میں نے اپنے اس اونٹ کا سر پکڑا اور اسے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے بلال! اسے مال غنیمت میں سے بیس دینار دے دو''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے اونٹ کو لے جاؤ اور اسے اپنے گھر لے جاؤ۔

2206 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَسَهْلُ بْنُ اَبِي سَهْلٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى اَنْبَاَنَا الرَّبِيعُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّوْمِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعَنْ ذَبْحِ ذَوَاتِ الدَّرِّ

◄► حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج نکلنے سے پہلے بولی لگانے اور دودھ دینے والی اونٹنیوں کو ذبح کرنے سے منع کیا ہے۔

بَاب: مَا جَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْاَيْمَانِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ

یہ باب خرید و فروخت میں قسم اٹھانے کے ناپسندیدہ ہونے میں ہے

2207 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَاَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ رَجُلٌ عَلٰى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهُ ابْنَ السَّبِيلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا سِلْعَةً بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَاَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ وَرَجُلٌ بَايَعَ اِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ اِلَّا لِدُنْيَا فَاِنْ اَعْطَاهُ مِنْهَا وَفٰى لَهُ وَاِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ لَهُ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تین طرح کے لوگ ایسے ہیں کہ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام بھی نہیں کرے گا۔ ان کی طرف نظر رحمت بھی نہیں کرے گا۔ ان کا تزکیہ بھی نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا''۔

ایک وہ شخص جو کسی بے آب و گیاہ جگہ پر موجود ہو اور اس کے پاس اضافی پانی موجود ہو' لیکن وہ کسی مسافر کو پانی نہ

2206 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2207 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: **293**' اخرجہ ابن ماجہ فی ''السنن'' رقم الحدیث: **2870**

دے۔ایک وہ شخص جو عصر کے بعد کسی دوسرے شخص کو اپنا سامان فروخت کرتے ہوئے اللہ کی قسم اٹھا کر یہ کہے کہ اس نے خود یہ سامان اتنی ، اتنی قیمت کے عوض لیا تھا اور دوسرا شخص اس کی بات کو سچ سمجھے حالانکہ حقیقت یہ نہ ہو اور ایک وہ شخص جو کسی حکمران کی بیعت کرتا ہے اور صرف دنیاوی فائدے کے حصول کے لیے اس کی بیعت کرتا ہے اگر وہ حکمران اسے کچھ دے دیتا ہے تو وہ شخص اس بیعت کو پورا کرتا ہے اگر وہ اسے کچھ نہیں دیتا تو وہ شخص اس بیعت کو پورا نہیں کرتا۔

تین طرح کے لوگوں کا نظر رحمت سے محروم رہنے کا بیان

2208- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْمَسْعُودِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ مُدْرِكٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فَقُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَدْ خَابُوا وَخَسِرُوا قَالَ الْمُسْبِلُ إِزَارَهُ وَالْمَنَّانُ عَطَائَهُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ

◄► حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تین طرح کے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا۔ان کی طرف نظر رحمت نہیں کرے گا۔ان کا تزکیہ نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

(راوی کہتے ہیں:) میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ وہ تو رسوا ہو جائیں گے اور خسارے کا شکار ہو جائیں گے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (تکبر کے طور پر) اپنے تہبند کو لٹکانے والا، کچھ دے کر اس پر احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم اٹھا کر اپنے سامان میں رغبت پیدا کرنے والا۔

شرح

پائنچے لٹکانے والے سے مراد وہ شخص ہے جو از راہ تکبر ٹخنوں سے نیچا پاجامہ پہنتا ہے چنانچہ اس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو ٹخنوں سے نیچا کرتہ پہنے۔احسان جتانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے ساتھ کوئی اچھا سلوک کر کے مثلاً کسی کو کوئی چیز دے کر یا کسی کے ساتھ ہمدردی کا کوئی معاملہ کر کے اسے زبان پر لایا جائے چنانچہ جو شخص کسی کے ساتھ ہمدردی واعانت کا کوئی معاملہ کر کے پھر اس پر احسان جتاتا ہے تو وہ ثواب سے محروم رہتا ہے۔جھوٹی قسمیں کھا کر تجارت بڑھانے والے سے مراد وہ تاجر ہے جو زیادہ نفع حاصل کرنے کے لئے یا اپنا مال تجارت بڑھانے کے لئے جھوٹی قسمیں کھائے مثلاً اس نے کوئی چیز نوے روپے میں خریدی ہو مگر اپنے خریدار سے اس کی زیادہ قیمت وصول کرنے کے لئے یا اس کی مالیت بڑھانے کے لئے جھوٹی قسم کھا کر کہے کہ اللہ کی قسم میں نے یہ چیز سو روپے میں

2208 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث **289** اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: **4087** ورقم الحدیث: **4088** اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم حدیث **1211** اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث **2562** ورقم الحدیث: **2563** ورقم الحدیث: **4470** ورقم الحدیث **4471** ورقم الحدیث **5348**

خریدی ہے۔

کاروبار میں قسم اٹھانے کے سبب برکت کے اٹھ جانے کا بیان

2209- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى ح و حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ اِسْحٰقَ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالْحَلِفَ فِى الْبَيْعِ فَاِنَّهٗ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ،

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "تم لوگ فروخت کرتے ہوئے قسم اٹھانے سے بچو کیونکہ یہ (خریدار کی) دلچسپی تو پیدا کر دیتی ہے لیکن (برکت کو) مٹا دیتی ہے"۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اگر چہ تجارتی معاملات میں زیادہ قسمیں کھانے کی وجہ سے وقتی طور پر کاروبار میں وسعت ہوتی ہے بایں طور کہ لوگ قسم پر اعتبار کر کے زیادہ خریداری کی طرف مائل ہوتے ہیں لیکن انجام رزیدہ قسمیں کاروبار میں خیر و برکت کو ختم کر دیتی ہیں کیونکہ جس شخص کو زیادہ قسمیں کھانے کی عادت ہوگی اس سے جھوٹی قسموں کا بھی صدور ہونے لگے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک تو باطنی طور پر اس کی تجارت سے خیر و برکت کی روح نکل جائے گی دوسرے اس کا اعتبار آہستہ آہستہ اٹھنے لگے گا اور لوگ اس سے لین دین کرنے میں تامل کرنے لگیں گے۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ قسم شروع میں تو مال واسباب میں منفعت کا سبب بنتی ہے لیکن انجام کار برکت کے خاتمے کا سبب بن جاتی ہے۔ تشریح: قسم سے مراد قسم کی کثرت وزیادتی بھی ہوسکتی ہے اور جھوٹی قسم بھی مراد لی جاسکتی ہے حاصل یہ کہ اگر کوئی شخص زیادہ قسمیں کھاتا ہے اگر چہ وہ قسمیں سچی ہوتی ہوں یا جھوٹی قسم کھاتا ہے تو اس کی وجہ سے شروع میں اور وقتی طور پر اس کے مال واسباب میں وسعت وزیادتی ہو جاتی ہے کہ لوگ اس کی قسم پر اعتبار کر کے اس سے لین دین کثرت سے کرتے ہیں لیکن آخر کار یہی چیز اس کے مال واسباب میں برکت ختم ہو جانے کا سبب بن جاتی ہے بایں طور کہ یا تو اس کا مال واسباب تلف ہو جاتا ہے یا وہ ایسی جگہ خرچ ہو جاتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہ تو اسے دنیا میں حاصل ہوتا ہے اور نہ اخروی طور پر اسے کچھ اجر وثواب ملتا ہے۔

بَابٌ: مَا جَآءَ فِيْمَنْ بَاعَ نَخْلًا مُؤَبَّرًا اَوْ عَبْدًا لَهٗ مَالٌ

یہ باب ہے کہ جو شخص پیوندکاری شدہ کھجور کا باغ یا کوئی ایسا غلام فروخت کرتا ہے جس کے پاس مال موجود ہو

2210- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ

2209 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 4102 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4472

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اشْتَرٰى نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کھجور کا باغ خریدتا ہے' جس میں پیوند کاری کی گئی ہو' تو اس کا پھل فروخت کرنے والے ہی کا ہوگا' البتہ اگر خریدار شرط عائد کردے (تو حکم مختلف ہے)''۔

2210 م- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ

یہی روایت ایک سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

2211- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرَتُهَا لِلَّذِي بَاعَهَا إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلَّذِي بَاعَهُ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی ایسا باغ فروخت کرتا ہے' جس میں پیوند کاری کی گئی ہو' تو اس کا پھل فروخت کرنے والے کو ملے گا' البتہ اگر خریدار شرط عائد کردے تو (حکم مختلف ہے)

اور جو شخص کوئی غلام خریدتا ہے' جس کے پاس مال موجود ہو' تو اس کا مال اسے ملے گا' جسے اس نے فروخت کیا ہے' البتہ اگر خریدار اس کی شرط عائد کردے (تو حکم مختلف ہے)

2212- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا وَبَاعَ عَبْدًا جَمَعَهُمَا جَمِيعًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کوئی باغ فروخت کرتا ہے یا کوئی غلام فروخت کرتا ہے' تو وہ ان دونوں کو اکٹھا کرے گا''۔

2213- حَدَّثَنَا عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ خَالِدٍ النُّمَيْرِيُّ أَبُو الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ يَحْيَى ابْنِ الْوَلِيدِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَمَرِ

2210 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث **2204**' ورقم الحدیث: **2716**' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث **3878**' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: **3434**

2210 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: **2206**' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: **3880**' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: **4649**

2211 اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: **4650**' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: **3433**' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: **3883**

2212 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2213 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

النَّخْلِ لِمَنْ اَبَّرَهَا اِلَّا اَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ وَاَنَّ مَالَ الْمَمْلُوكِ لِمَنْ بَاعَهُ اِلَّا اَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ

◄► حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درخت نے پھل کے بارے میں فیصلہ اس شخص کے حق میں دیا تھا' جس نے اس میں پیوند کاری کی تھی' البتہ اگر خریدار اس کی شرط عائد کرتا ہے' تو حکم مختلف ہوگا' اسی طرح مملوک کا غلام' فروخت کرنے والے کی ملکیت ہوگا البتہ اگر خریدار اس کی بھی شرط عائد کردے' تو (حکم مختلف ہوگا)۔

بَاب: النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ اَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

یہ باب ہے کہ پھلوں کے قابل استعمال ہونے سے پہلے انہیں فروخت کرنے کی ممانعت

کچے پھلوں کی بیع کی ممانعت کا بیان

2214- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَنْبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَةَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''پھل کو اس وقت تک فروخت نہ کرو جب تک وہ تیار نہ ہو جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فروخت کرنے والے، خریدار دونوں کو اس سے منع کیا ہے''۔

2215- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عِيسَى الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''پھل کو اس وقت تک فروخت نہ کرو جب تک وہ پک کر تیار نہ ہو جائے''۔

2216- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ

◄► حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کے پک کر تیار ہونے سے پہلے اسے فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

2217- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

2214 اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 4531

2215 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 3854' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 4533

2216 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 2189' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 3367

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى تَزْهُوَ وَعَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ حَتّٰى يَسْوَدَّ وَعَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتّٰى يَشْتَدَّ

◄◄ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کے قابل استعمال ہونے سے پہلے اسے فروخت کرنے سے اور انگور کے سیاہ ہونے سے پہلے اور دانے کے سخت ہونے سے پہلے انہیں فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ ان کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے یہ ممانعت بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کے لئے ہے۔ (بخاری ومسلم) مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کے پھل اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے کہ جب تک کہ وہ سرخ و زرد نہ ہو جائیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتی کے خوشوں کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وہ پختہ نہ ہو جائیں اور کسی آفت سے محفوظ نہ ہوں۔ (مشکوۃ المصابیح جلد سوم رقم الحدیث 76)

بیچنے والے کے لئے ممانعت اس لئے ہے کہتا کہ وہ خریدار کا مال بغیر کسی چیز کے عوض کے حاصل نہ کرے اور خریدار کے لئے ممانعت اس لئے ہے تاکہ وہ اپنے مال کے نقصان وتباہی میں مبتلا نہ ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ غیر پختہ وغیر تیار پھل خرید لے اور اس کی قیمت ادا کر دے مگر پھل تیار وپختہ ہونے سے پہلے ہی کسی آفت مثلاً آندھی اور بارش وغیرہ کی وجہ سے ضائع ہو جائیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو درختوں پر اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وہ خوش رنگ نہ ہو جائیں عرض کیا گیا کہ خوش رنگ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک وہ سرخ نہ ہو جائیں یعنی پک نہ جائیں اور پھر فرمایا کہ تم ہی بتاؤ جب اللہ تعالیٰ پھلوں کو پکنے سے روک دے تو تم میں سے کوئی کیونکر اپنے بھائی کا مال لے گا۔

(بخاری ومسلم)

مطلب یہ ہے کہ پختہ وتیار ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع میں اس بات کا خطرہ رہتا ہے کہ شاید کوئی آفت مثلاً آندھی وغیرہ آ جائے اور پھل درختوں سے جھڑ کر ضائع ہو جائیں اس صورت میں بیچنے والا خریدار سے پھلوں کی قیمت کے طور پر جو کچھ لے گا وہ اسے بدعوض اور مفت مل جائے گا لہٰذا یہ ضروری ہے کہ پھلوں کے پختہ وتیار ہونے تک صبر وانتظار کیا جائے جب وہ پک کر تیار ہو جائیں تو اس وقت خرید وفروخت کا کوئی معاملہ کیا جائے۔

بَاب: بَيْعِ الثِّمَارِ سِنِيْنَ وَالْجَائِحَةِ

یہ باب ہے کہ کئی سالوں (کے بعد ادائیگی کی شرط پر) یا آفت (کی شرط پر) پھلوں کا سودا کرنا

2218- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ الْاَعْرَجِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ

2217 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3371' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1247

2218 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 3987' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3374' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 4544' ورقم حدیث 4641

عَتِيقٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ السِّنِيْنَ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سالوں (کے بعد ادائیگی کی شرط پر) سودا کرنے سے منع کیا ہے۔

2219- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ ثَمَرًا فَاَصَابَتْهُ جَآئِحَةٌ فَلَا يَاْخُذْ مِنْ مَّالِ اَخِيْهِ شَيْئًا عَلَامَ يَاْخُذُ اَحَدُكُمْ مَالَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی پھل فروخت کرے اور پھر اسے کوئی مصیبت لاحق ہو جائے' تو وہ اپنے بھائی کے مال میں سے کچھ حاصل نہ کرے وہ کس بنیاد پر اپنے مسلمان بھائی کا مال حاصل کرے گا؟

شرح

اس سے کچھ بھی لینا حلال نہیں ہے یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ مبیع بالکلیہ اور مطلقاً ضائع ہو جائے اور اگر کوئی ایک آفت آئے کہ جس سے مبیع کا کچھ حصہ نقصان ہو تو اس صورت میں قیمت میں کچھ کمی کر دینی چاہئے جیسا کہ گذشتہ حدیث کی تشریح میں بتایا گیا ہے اس حدیث کے بارے میں بھی وہی تشریح سامنے رہنی چاہئے جو گذشتہ حدیث کے سلسلے میں گذری ہے چنانچہ اس موقع پر حضرت ابن مالک نے بھی یہ وضاحت کی ہے کہ اگر مبیع خریدار کی سپردگی میں جانے سے پہلے ضائع ہو جائے تو اس کا نقصان بیچنے والے کو برداشت کرنا ہوگا اس صورت میں حدیث کی کوئی تاویل کرنے ہی کی ضرورت نہیں ہوگی اور اگر مبیع خریدار کی سپردگی وقبضہ میں جانے کے بعد ضائع ہو تو پھر کہا جائے گا کہ حدیث گرامی کے الفاظ اس سے کچھ بھی لینا حلال نہیں ہے " کا مطلب یہ ہے کہ از روئے تقوئی وورع اور از راہ اخلاق واحسان خریدار سے کچھ بھی لینا حلال (مناسب) نہیں ہے۔

کئی سال پہلے پھلوں کی بیع کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سالوں کا پھل بیچنے سے منع فرمایا ہے یعنی ایک سال یا دو سال یا تین سال اور یا اس سے زائد سالوں کے لئے درختوں کا پھل پیشگی نہیں بیچنا چاہئے) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آفت زدہ کے ساتھ رعایت کرنے کا حکم دیا ہے۔ (مسلم مشکوۃ المصابیح: جلد سوم۔ رقم الحدیث 71)

حدیث کے آخری جزء کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے درخت پر لگے ہوئے پھل پختہ وتیار ہونے کے بعد خرید لئے مگر سوء اتفاق سے قبل اس کے کہ خریدار پھلوں کو اپنے تصرف میں لاتا کسی بھی وجہ سے وہ پھل جھڑ گئے اور ضائع ہو گئے اس صورت میں بیچنے والے کو چاہئے کہ اگر اس نے ابھی تک قیمت وصول نہیں کی ہے تو اس میں کچھ کمی کر دے اور اگر قیمت وصول کر لی ہے تو اس میں سے کچھ خریدار کو واپس کر دے اگرچہ بیع ہو چکی ہے اور قاعدہ کے اعتبار سے وہ اس کے لئے مجبور نہیں ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بارے میں مذکورہ بالا حکم صرف استحباب کے لئے ہے۔

اور اس کا مقصد آفت زدہ خریدار کے ساتھ ممکنہ رعایت کے لئے بیچنے والے کو ایک اخلاقی توجہ دلانا ہے ورنہ تو جہاں تک فقہی مسئلہ کا تعلق ہے یہ بات بالکل صاف ہے کہ خریدار کے قبضہ وملکیت میں آ جانے کے بعد مبیع خریدی ہوئی چیز کے ہر نفع ونقصان کا ذمہ دار خریدار ہی ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قبضہ میں آ جانے کے بعد اگر مبیع کسی آفت کی وجہ سے ہلاک وضائع ہو جاتی ہے تو وہ خریدار ہی کا نقصان ہوتا ہے بیچنے والے پر اس کا کوئی بدلہ وغیرہ واجب نہیں ہوتا۔

بَاب: الرُّجْحَانِ فِي الْوَزْنِ

یہ باب ہے کہ وزن میں کسی ایک پلڑے کو وزنی کرنا

2220- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سِمَاكِ ابْنِ حَرْبٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ جَلَبْتُ اَنَا وَمَخْرَفَةُ الْعَبْدِیُّ بَزًّا مِّنْ هَجَرَ فَجَآءَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاوَمَنَا سَرَاوِيْلَ وَعِنْدَنَا وَزَّانٌ يَّزِنُ بِالْاَجْرِ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا وَزَّانُ زِنْ وَاَرْجِحْ

◆◆ حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اور مخرفہ عبدی نے "ہجر" نامی جگہ سے کپڑا خریدا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ ایک پاجامے کا سودا کیا ہمارے پاس ایک وزن کرنے والا شخص تھا جو معاوضہ لے کر وزن کرتا تھا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے وزن کرنے والے تم وزن کرو اور (جس پلڑے میں ادائیگی کی رقم ہے) اسے وزنی رکھنا۔

2221- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا اَبَا صَفْوَانَ بْنَ عُمَيْرَةَ قَالَ بِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجْلَ سَرَاوِيْلَ قَبْلَ الْهِجْرَةِ فَوَزَنَ لِیْ فَاَرْجَحَ لِیْ

◆◆ حضرت ابوصفوان بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ہجرت سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پاجامہ فروخت کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درہم یا دینار مجھے وزن کر کے دیا اور میرے پلڑے کو بھاری رکھا۔

2222- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَزَنْتُمْ فَاَرْجِحُوْا

2219 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3952' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3470' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4540' ورقم الحدیث: 4541

2220 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3336' ورقم الحدیث: 3337' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1305' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 4606' ورقم الحدیث 4607' اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 3579

2222 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جب تم وزن کرو تو (ایک پلڑے کو) ترجیح دو''۔

بَاب: التَّوَقِّي فِي الْكَيْلِ وَالْوَزْنِ

یہ باب ہے کہ ماپنے اور وزن کرنے میں احتیاط کرنا

2223- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرِ بْنِ الْحَكَمِ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَقِيلِ بْنِ خُوَيْلِدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنِي يَزِيدُ النَّحْوِيُّ أَنَّ عِكْرِمَةَ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ كَانُوا مِنْ أَخْبَثِ النَّاسِ كَيْلًا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ (وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ) فَأَحْسَنُوا الْكَيْلَ بَعْدَ ذٰلِكَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے' تو وہاں کے لوگ ماپنے کے حساب سے سب سے بُرے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''ماپتے ہوئے کمی بیشی کرنے والوں کے لیے بربادی ہے' اس وقت جب وہ ماپتے ہیں''۔ اس کے بعد ان لوگوں نے ماپ بالکل ٹھیک کر دیا۔

بَاب: النَّهْيِ عَنِ الْغِشِّ

یہ باب ملاوٹ کرنے کی ممانعت کے بیان میں ہے

2224- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ يَبِيعُ طَعَامًا فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ فَإِذَا هُوَ مَغْشُوشٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو کوئی اناج فروخت کر رہا تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس میں داخل کیا' تو اس میں ملاوٹ تھی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

2225- حَدَّثَنَا أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي دَاوُدَ عَنْ أَبِي الْحَمْرَاءِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِجَنَبَاتِ رَجُلٍ عِنْدَهُ طَعَامٌ فِي وِعَاءٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ

2223 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2224 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 3552

2225 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

فَقَالَ لَعَلَّكَ غَشَشْتَ مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا

حضرت ابوحمراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جس کے پاس ایک برتن میں کچھ اناج تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس میں داخل کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''شاید تم نے ملاوٹ کی ہے' جو شخص ہمارے ساتھ ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

بَاب: النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ مَا لَمْ يُقْبَضْ

یہ باب اناج کو قبضے میں لینے سے پہلے اسے فروخت کرنے کی ممانعت میں ہے

2226- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''جو شخص کوئی اناج خریدتا ہے وہ اسے آگے اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک اسے مکمل ماپ نہیں لیتا''۔

2227- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى اللَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح و حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ وَحَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ قَالَ اَبُوْعَوَانَةَ فِي حَدِيثِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ مِثْلَ الطَّعَامِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

- ''جو شخص کوئی اناج خریدتا ہے' تو وہ اسے آگے اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک اسے مکمل ماپ نہیں لیتا (یا اپنے قبضے میں نہیں لے لیتا)''۔

ابوعوانہ نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ بات نقل کی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میرا یہ خیال ہے ہر چیز کا حکم اناج کی مانند ہے۔

2228- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتّٰى يَجْرِيَ فِيهِ الصَّاعَانِ صَاعُ الْبَائِعِ وَصَاعُ الْمُشْتَرِي

2226 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: **2126** ورقم الحدیث: **2136** اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: **3819** اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: **3492** اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: **4609**

2227 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: **2135** اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: **3815** اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: **3497** اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: **1291** اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: **4612**

2228 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اناج کو فروخت کرنے سے منع کیا ہے' جب تک اس میں دو صاع جاری نہیں ہو جاتے' ایک فروخت کرنے والے کا صاع اور ایک خریدار کا صاع۔

قبضہ سے پہلے اناج بیچنے کی ممانعت میں فقہی تصریحات کا بیان

سعید بن المسیب سے محمد بن عبداللہ بن ابو مریم نے پوچھا میں غلہ خرید کرتا ہوں جار کا تو کبھی میں ایک دینار اور نصف درہم کو خرید کرتا ہوں کیا نصف درہم کے بدلے اناج دے دوں سعید نے کہا نہیں بلکہ ایک درہم دے دے اور جس قدر باقی رہے اس کے بدلے میں بھی اناج لے لے۔ محمد بن سیرین کہتے تھے مت بیچو دانوں کو بالی کے اندر جب تک پک نہ جائے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اناج خریدے نرخ مقرر کر کے میعاد معین پر جب میعاد پوری ہو تو جس کے ذمہ اناج واجب ہے (مسلم الیہ) وہ کہے میرے پاس اناج نہیں ہے جو اناج میرے ذمہ ہے وہ میرے ہی ہاتھ بیچ ڈال اتنی میعاد پر وہ شخص (رب السلم) کہے یہ جائز نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے اناج بیچنے کو جب تک قبضے میں نہ آئے جس کے ذمہ پر اناج ہے وہ کہے اچھا تو کوئی اور اناج میرے ہاتھ بیچ ڈال میعاد پر تا کہ میں اسی اناج کو تیرے حوالے کردوں۔ تو یہ درست نہیں کیونکہ وہ شخص اناج دے کر پھیر لے گا اور بائع مشتری کو جو قیمت دے گا وہ گویا مشتری کی ہوگی جو اس نے بائع کو دی اور یہ اناج درمیان میں حلال کرنے والا ہوگا تو گویا اناج کی بیع ہوگی قبل قبضے کے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ اس واسطے کہ اہل علم نے ان چیزوں میں رواج اور دستور کا اعتبار رکھا ہے اور ان کو مثل بیع کے نہیں سمجھا اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ناقص کم وزن روپے دیئے پھر مسلم الیہ نے اس کو پورے وزن کے روپے ادا کر دیئے تو یہ درست ہے مگر ناقص روپوں کی بیع پورے وزن کے روپوں کے بدلے میں درست نہیں اگر اس شخص نے سلم کرتے وقت ناقص کم وزن روپے دے کر پورے روپے لینے کی شرط کی تھی تو درست نہ ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اسکی نظیر یہ بھی کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع کیا اور عرایا کی اجازت دی وجہ یہ ہے کہ مزابنہ کا معاملہ تجارت اور ہوشیاری کے طور پر ہوتا ہے اور عرایا بطور احسان اور سلوک کے ہوتا ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ درست نہیں کہ ربع یا ثلث درہم یا اور کسی کسر کے بدلے میں اناج خریدے اس شرط پر کہ اس ربع یا ثلث یا کسر کے عوض میں اناج دے گا وعدے پر البتہ اس میں کچھ قباحت نہیں کہ ربع یا ثلث درہم یا کسی کسر کے بدلے میں اناج خریدے وعدے پر جب وعدہ گزرے تو ایک درہم حوالے کردے اور باقی کے بدلے میں کوئی اور چیز خرید کرلے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مجھے پہنچا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا ہمارے بازار میں کوئی احتکار نہ کرے جن لوگوں کو ہاتھ میں حاجت سے زیادہ روپیہ ہے وہ کسی ایک غلہ کو جو ہمارے ملک میں آئے خرید کر احتکار نہ کریں اور جو شخص تکلیف اٹھا کر ہمارے ملک میں غلہ لائے گرمی یا جاڑے میں تو وہ مہمان ہے عمر کا جس طرح اللہ کو منظور ہو بیچے اور جس طرح اللہ کو منظور ہو رکھ چھوڑے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: رقم الحدیث 1248)

قبضہ سے پہلے ثمن میں تصرف کے عدم جواز کا بیان

قبضہ سے پہلے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے۔ کیونکہ تصرف کو جائز قرار دینے والی چیز ملکیت موجود ہے اور اس میں ہلاکت ثمن کے سبب فسخ کا دھوکہ بھی نہیں ہے کیونکہ اثمان کو متعین کرنے سے متعین نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ مبیع میں ایسا نہیں ہے۔
مشتری کے لئے جائز ہے کہ بائع کے لئے ثمن میں اضافہ کر دے بائع کے لئے بھی مشتری کے لئے مبیع میں اضافہ کرنا جائز ہے اور قیمت میں سے کچھ کم کرنا بھی جائز ہے ان سب میں حقدار ہونا متعلق ہو جائے گا اگرچہ زیادتی اور کمی ہمارے نزدیک دونوں اصل عقد کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کے نزدیک الحاق کے اعتبار سے دونوں درست نہ ہوں گے ہاں البتہ ابتدائے صلہ کے اعتبار سے صحیح ہوں گے اور ان فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ زیادتی کو بطور ثمن قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ اس طرح مشتری کی ملکیت اس کے ملک ہونے کے بدلے ہو جائے گی کیونکہ یہ اصل عقد کے ساتھ تو لاحق نہیں ہے اور اسی طرح کم کرنا یہ بھی اصل عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگا کیونکہ مکمل ثمن مکمل مبیع کے بدلے میں ہے پس اسکا خروج ممکن نہ ہوگا اور یہ ابتدائی طور پر احسان ہے۔
ہماری دلیل یہ ہے کہ عقد کرنے والے کمی اور زیادتی کو ایک مشروع وصف سے دوسرے مشروع وصف کی طرف تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور وہ وصف بیع میں نفع ہونا یا نقصان دہ ہونا یا برابر ہونا ہے اور عاقدین کو عقد فسخ کرنے کی ولایت حاصل ہے۔ پس تبدیلی کی ولایت تو بدرجہ اولیٰ ان کے لئے ہوگی۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح عاقدین نے اختیار کو ساقط کر دیا ہو یا انہوں نے عقد کے بعد خیار مشروط کر دیا ہے۔

اور کمی بیشی درست ہے تو وہ اصل عقد کے ساتھ لاحق ہوگی کیونکہ کسی چیز کے وصف کا قیام چیز کے قائم ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ وصف بہ ذات خود قائم ہونے نہیں ہے۔ بہ خلاف مکمل ثمن کے کیونکہ وہ اصل عقد میں تبدیلی ہے وصف میں تبدیلی نہیں ہے۔ پس وہ اصل عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگی۔

اور اگر الحاق کا اعتبار کر لیا جائے تب بھی زیادتی مشتری کی ملکیت کا بدلہ نہ ہوگی اور بیع مرابحہ و تولیہ میں الحاق کا حکم ظاہر ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ زیادتی کی صورت میں کل قیمت پر مرابحہ اور تولیہ جائز ہے جبکہ کمی کی صورت میں بقیہ پر ہوگا۔ اور شفعہ میں بھی الحاق کے ظاہر ہونے کا حکم واضح ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ شفیع کمی کی صورت میں بقیہ پر لے گا۔ جبکہ زیادتی کی صورت مین شفیع کے لئے زیادتی کے بغیر لینے کا اختیار ہوگا کیونکہ زیادتی کی صورت میں شفیع کے لئے ثابت شدہ حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ پس عقد کرنے والے اس کے مالک نہ ہوں گے۔

ظاہر الروایت کے مطابق ہلاکت مبیع کے بعد ثمن میں زیادتی کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہلاک ہونے کے بعد مبیع ایسی صورت میں بچی ہے کہ اس کا بدلہ لینا درست ہو۔ کیونکہ چیز پہلے ثابت ہوتی ہے اس کے بعد منسوب ہوتی ہے بہ خلاف کمی کے کیونکہ کمی ایسی حالت پر ہوتی ہے اس کے بدلے میں مقابل کا خروج ممکن ہے پس وہ اصل میں عقد کی جانب منسوب ہو کر اس کے ساتھ لاحق ہو جائے گی۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

قبضہ سے پہلے تصرف ثمن میں فقہی تصریحات

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلف اور بیع حلال نہیں اور ایک بیع میں دو شرطیں بھی جائز نہیں جس چیز کا وہ ضامن نہ ہو اس کا نفع بھی حلال نہیں اور جو چیز اس کے پاس نہ ہو اس کا فروخت کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اسحاق بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہ سلف کیساتھ بیع کی ممانعت کا کیا مطلب ہے انہوں نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو قرض دے اور پھر کوئی چیز اسے قیمت سے زیادہ کی فروخت کرے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ کوئی شخص کسی چیز کی قیمت قرض چھوڑ دے اور اس سے یہ کہے کہ اگر تم یہ قیمت ادا نہ کرسکے تو یہ چیز میرے ہاتھ فروخت ہوگئی اسحاق کہتے ہیں کہ پھر میں نے امام احمد سے اس کا معنی پوچھا کہ (جن کا ضامن ہو اس کا منافع بھی حلال نہیں) انہوں نے فرمایا میرے نزدیک یہ صرف غلے وغیرہ میں ہے یعنی جب تک قبضہ نہ ہو اسحاق کہتے ہیں جو چیزیں تولی یا ناپی جاتی ہیں ان کا حکم بھی اسی طرح ہے یعنی قبضے سے پہلے اس کی بیع جائز نہیں امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے یہ کپڑا تمہارے ہاتھ فروخت کیا کہ سلائی اور دھلائی میرے ذمہ ہے تو یہ ایک بیع میں دو شرطوں کی طرح ہے لیکن اگر یہ کہے کہ تمہیں کپڑا فروخت کرتا ہوں اس کی سلائی بھی مجھ پر ہی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر صرف دھلائی کی شرط ہو تب بھی جائز ہے اس لیے کہ یہ ایک ہی شرط ہے اسحاق نے اسی طرح کچھ کہا ہے۔ حکیم بن حزام ہی سے کئی سندوں سے مروی ہے یہ حدیث ایوب سختیانی اور ابوالبشر بھی یوسف بن ماہک سے اور وہ حکیم بن حزام سے نقل کرتے ہیں پھر عوف اور ہشام بن حسان، ابن سیرین سے اور وہ حکیم بن حزام سے مرسلا نقل کرتے ہیں ابن سیرین ایوب، سختیانی سے وہ یوسف بن ماہک سے اور وہ حکیم بن حزام سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث **1251**)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص طعام خریدے پھر اس کو نہ بیچے جب تک اس پر قبضہ نہ کرے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: رقم الحدیث **1230**)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اناج خریدے پھر اس کو نہ بیچے جب تک اس پر قبضہ نہ کرے۔ (موطا امام مالک، جلد اول، رقم الحدیث **1231**)

حضرت نافع سے روایت ہے کہ حکیم بن حزام نے غلہ خریدا جو حضرت عمر نے لوگوں کو دلوایا تھا پھر حکیم بن حزام نے اس غلہ کو بیچ ڈالا قبضہ سے پہلے جب حضرت عمر کو اس کی خبر پہنچی آپ نے وہ غلہ حکیم بن حزام کو پھروا دیا اور کہا جس غلہ کو تو خریدے پھر اس کو مت بیچ جب تک اس پر قبضہ نہ کرلے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مروان بن حکم کے عہد حکومت میں لوگوں کو سندیں ملیں جار کے غلہ کی لوگوں نے ان سندوں کو بیچا ایک دوسرے کے ہاتھ قبل اس بات کے کہ غلہ اپنے قبضے میں لائیں تو زید بن ثابت اور ایک اور صحابہ مروان کے پاس گئے اور کہا کیا تو ربا کو درست جانتا ہے اے مروان مروان نے کہا معاذ اللہ کیا کہتے ہو انہوں نے کہا کہ یہ سندیں جن لوگوں نے خریدا پھر خرید کردو بارہ بیچا قبضہ غلہ لینے کے مروان نے چوکیدار کو بھیجا کہ وہ سندیں لوگوں سے چھین کر سند والوں کے حوالے کردیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ایک شخص نے اناج خریدنا چاہا ایک شخص سے وعدے پر تو بائع مشتری کو بازار میں لے گیا اور اس کو بورے دکھا کر کہنے لگا کون سے غلہ میں تمہاری واسطے خرید کروں مشتری نے کہا کیا تو میرے ہاتھ اس چیز کا بیچتا ہے جو خود تیرے پاس نہیں ہے پھر بائع اور مشتری دونوں عبداللہ بن عمر کے پاس آئے اور ان سے بیان کیا عبداللہ بن عمر نے مشتری سے کہا مت خرید و اس چیز کو جو بائع کے پاس نہیں ہے اور بائع سے کہا مت بیچ اس چیز کو جو تیرے پاس نہیں ہے۔

(موطا امام مالک: جلد اول: رقم الحدیث 1233)

جمیل بن عبدالرحمٰن نے سعید بن مسیب سے کہا میں ان غلوں کو جو سرکار کی طرف سے لوگوں کو مقرر ہیں جار میں خرید کرتا ہوں پھر میں چاہتا ہوں کہ غلہ کو میعاد لگا کر لوگوں کے ہاتھ بیچوں سعید نے کہا تو چاہتا ہے ان لوگوں کو اسی غلہ میں سے ادا کرے جو تو نے خریدا ہے جمیل نے کہا ہاں سعید بن مسیب نے اس سے منع کیا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم اتفاقی ہے جو شخص اناج خرید کرے جیسے گیہوں جو جوار باجرہ دالیں وغیرہ جن میں زکوۃ واجب ہوتی ہے یا روئی کے ساتھ کھانے کی چیزیں جیسے زیتون کا تیل یا گھی یا شہد یا سرکہ یا پنیر یا دودھ یا تل کا تیل اور جو اس کے مشابہ ہیں تو ان میں سے کوئی چیز نہ بیچے جب تک ان پر قبضہ نہ کرلے۔

(موطا امام مالک۔ جلد اول: رقم الحدیث 1234)

قبضہ سے پہلے تصرف کرنے میں مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمٰن جزیری لکھتے ہیں کہ جب فقہاء شوافع کے نزدیک جب کسی شخص نے بیع شدہ چیز میں قبضہ سے پہلے تصرف کیا تو یہ جائز نہیں ہے اگرچہ خریدنے والے قیمت وصول کرلی ہو اور مال اٹھانے کی اجازت بھی دے چکا ہے۔

فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ خریدنے والا جب خرید کردہ مال پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی اس کو بیچ دے تو اس کا یہ تصرف درست ہوگا اگرچہ وہ مال منقولہ ہو یا غیر منقولہ ہو جس طرح زمین اور درخت وغیرہ ہیں۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ بیچ دی گئی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اس میں بیع کا تصرف درست ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ چیز پیمانے، وزنی یا گز سے ناپ لی جانے والی نہ ہو۔ اور اگر وہ ایسی چیز ہے تو پھر اس میں قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہیں ہے۔

فقہاء احناف لکھتے ہیں کہ اگر منقولہ چیز کی بیع قبضہ سے پہلے کی جائے تو وہ بیع فاسد ہو جائے گی۔ ہاں البتہ جب وہ بائع کے ہاتھ سے یا اس کو کسی دوسرے کے ہاتھ بیچا جائے۔ (مذاہب اربعہ، کتاب بیوع)

بَاب: بَيْعِ الْمُجَازَفَةِ

یہ باب اندازے سے سودا کرنے کے بیان میں ہے

2229- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا

2229 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث **3821**

نَشْتَرِى الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ جِزَافًا فَنَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَبِيْعَهُ حَتّٰى نَنْقُلَهُ مِنْ مَّكَانِهٖ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: پہلے ہم قافلے والوں سے اندازے سے اناج خرید لیا کرتے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع کیا' ہم اسے آگے اس وقت تک فروخت نہ کریں جب تک اسے اس کی جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کر دیتے۔

2230- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُوْنِ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ مُّوْسٰى بْنِ وَرْدَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ كُنْتُ اَبِيْعُ التَّمْرَ فِى السُّوْقِ فَاَقُوْلُ كِلْتُ فِىْ وَسْقِىْ هٰذَا كَذَا فَاَدْفَعُ اَوْسَاقَ التَّمْرِ بِكَيْلِهٖ وَاٰخُذُ شِفِّىْ فَدَخَلَنِىْ مِنْ ذٰلِكَ شَىْءٌ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِذَا سَمَّيْتَ الْكَيْلَ فَكِلْهُ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بازار میں کھجوریں فروخت کیا کرتا تھا' میں یہ کہتا میں نے اپنے وسق میں اس کو اتنا ماپا تھا' پھر میں اسی ماپنے کے حوالے سے کھجوروں کے کئی وسق سپرد کر دیتا اور اپنا منافع حاصل کر لیتا' ایک مرتبہ مجھے اس حوالے سے شک ہوا' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم نے ماپنے کا تعین کر لیا تھا' تو تم اسے ماپ لو''۔

بَابُ: مَا يُرْجٰى فِىْ كَيْلِ الطَّعَامِ مِنَ الْبَرَكَةِ

یہ باب ہے کہ اناج کو ماپنے میں برکت کی امید کی جاسکتی ہے

2231- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْيَحْصُبِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كِيْلُوْا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ

حضرت عبداللہ بن بسر مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''تم اپنے اناج کو ماپ لیا کرو' اس میں تمہارے لیے برکت ہوگی''۔

2232- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ دِيْنَارٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ بَحِيْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِيْلُوْا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

2230 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2231 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2232 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

''تم اپنے اناج کو ماپ لیا کرو اس میں تمہارے لیے برکت ہوگی''۔

بَاب: الْاَسْوَاقِ وَدُخُولِهَا

یہ باب بازار اور اس میں داخلے کے بیان میں ہے

2233- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ وَّعَلِيٌّ ابْنَا الْحَسَنِ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ الْبَرَّادِ اَنَّ الزُّبَيْرَ بْنَ الْمُنْذِرِ بْنِ اَبِي اُسَيْدٍ السَّاعِدِيَّ حَدَّثَهُمَا اَنَّ اَبَاهُ الْمُنْذِرَ حَدَّثَهُ عَنْ اَبِي اُسَيْدٍ اَنَّ اَبَا اُسَيْدٍ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ اِلٰى سُوقِ النَّبِيطِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ فَقَالَ لَيْسَ هٰذَا لَكُمْ بِسُوقٍ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى سُوقٍ فَنَظَرَ اِلَيْهِ فَقَالَ لَيْسَ هٰذَا لَكُمْ بِسُوقٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى هٰذَا السُّوقِ فَطَافَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ هٰذَا سُوقُكُمْ فَلَا يُنْتَقَصَنَّ وَلَا يُضْرَبَنَّ عَلَيْهِ خَرَاجٌ

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ''نبیط'' کے بازار تشریف لے گئے آپ ﷺ نے ان لوگوں کو دیکھا تو ارشاد فرمایا: یہ تمہارا بازار نہیں ہے پھر آپ ﷺ ایک اور بازار تشریف لے گئے' آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''یہ تمہارا بازار نہیں ہے''۔ پھر آپ ﷺ واپس اس بازار تشریف لائے' وہاں آپ ﷺ نے چکر لگایا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہ تمہارا بازار ہے' جس میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور اس پر کوئی ٹیکس عائد نہیں کیا جائے گا''۔

2234- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُسْتَمِرِّ الْعُرُوقِيُّ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْسُ بْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا عَوْنٌ الْعُقَيْلِيُّ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ غَدَا اِلٰى صَلٰوةِ الصُّبْحِ غَدَا بِرَايَةِ الْاِيمَانِ وَمَنْ غَدَا اِلَى السُّوقِ غَدَا بِرَايَةِ اِبْلِيسَ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص صبح کے وقت' صبح کی نماز کے لیے جاتا ہے' وہ ایمان کا جھنڈا لے کر جاتا ہے اور جو شخص صبح بازار کی طرف جاتا ہے' وہ شیطان کا جھنڈا لے کر جاتا ہے۔

2235- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الضَّرِيرُ' ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ' مَوْلٰى آلِ الزُّبَيْرِ' عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ' عَنْ اَبِيهِ' عَنْ جَدِّهِ' قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَالَ حِينَ يَدْخُلُ السُّوقَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ' وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ' بِيَدِهِ الْخَيْرُ كُلُّهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ' كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَةٍ' وَمَحَا عَنْهُ اَلْفَ اَلْفِ سَيِّئَةٍ' وَبَنٰى لَهُ بَيْتًا

2233 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2234 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2235 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث **3428** ورقم الحدیث: **3429** اخرجہ ابن ماجہ فی ''السنن'' رقم الحدیث: **3892**

فِي الْجَنَّةِ".

سالم بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص بازار میں داخل ہوتے وقت یہ پڑھ لے۔

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے حمد اسی کے لیے مخصوص ہے وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے اور وہ زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی تمام بھلائیاں اسی کے دست قدرت میں ہیں اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔''

تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کی دس لاکھ برائیاں مٹا دیتا ہے اور اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔

بَاب: مَا يُرْجَى مِنَ الْبَرَكَةِ فِي الْبُكُوْرِ

یہ باب ہے کہ صبح کے کاموں میں جس برکت کی امید کی جاسکتی ہے

2236- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ حَدِيْدٍ عَنْ صَخْرٍ الْغَامِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُكُوْرِهَا قَالَ وَكَانَ اِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً اَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ فِیْ اَوَّلِ النَّهَارِ قَالَ وَكَانَ صَخْرٌ رَجُلًا تَاجِرًا فَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهٗ فِیْ اَوَّلِ النَّهَارِ فَاَثْرٰی وَكَثُرَ مَالُهٗ

حضرت صخر غامدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اے اللہ! میری امت کے صبح کے کاموں میں ان کے لیے برکت رکھ دے۔''

راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے جب کوئی مہم یا لشکر روانہ کرنا ہوتا تھا' تو آپ ﷺ انہیں دن کے ابتدائی حصے میں روانہ کرتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت صخر غامدی رضی اللہ عنہ خود ایک تاجر تھے وہ اپنی تجارت کا سامان دن کے ابتدائی حصے میں بھجوا دیا کرتے تھے جس کا فائدہ انہیں یہ ہوا کہ ان کا مال بہت زیادہ ہو گیا۔

2237- حَدَّثَنَا اَبُوْمَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُوْنٍ الْمَدَنِیُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُكُوْرِهَا يَوْمَ الْخَمِيْسِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

2236 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 2606' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1212

2237 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

''اے اللہ! میری امت کے جمعرات کے دن کے صبح کے کاموں میں ان کے لیے برکت رکھ دے''۔

2238- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الْجُدْعَانِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اے اللہ! میری امت کے صبح کے کاموں میں ان کے لیے برکت رکھ دے''۔

بَاب: بَيْعِ الْمُصَرَّاةِ

یہ باب مصراۃ کا سودا کرنے کے بیان میں ہے

2239- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ لَا سَمْرَاءَ يَعْنِي الْحِنْطَةَ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص مصراۃ کو خرید لے اسے تین دن تک اختیار ہوگا اگر وہ چاہے تو اسے واپس کردے اور اس کے ساتھ کھجور کا ایک صاع واپس کرے' گندم کا صاع نہ کرے۔

2240- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَيْرٍ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ بَاعَ مُحَفَّلَةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا مِثْلَيْ لَبَنِهَا أَوْ قَالَ مِثْلَ لَبَنِهَا قَمْحًا

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اے لوگو! جو شخص کوئی ایسا جانور خریدے جس کے تھنوں میں دودھ روک دیا گیا ہو (تاکہ یہ ظاہر ہو کہ یہ جانور زیادہ دودھ دینے والا ہے اور درحقیقت دھوکہ کیا گیا ہو) تو ایسے شخص کو تین دن تک اختیار ہوگا' اگر اسے واپس کرنا چاہے تو اس کے ساتھ اس کی مانند دودھ واپس کرے گا (جو اس دوران اس نے دوہ لیا تھا)

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اس کے دودھ (کی قیمت جتنی) گندم واپس کرے گا''۔

2241- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ

2238 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2239 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2240 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: **3446**

2241 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهُ قَالَ اَشْهَدُ عَلَى الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ اَبِى الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ حَدَّثَنَا قَالَ بَيْعُ الْمُحَفَّلاتِ خِلَابَةٌ وَّلَا تَحِلُّ الْخِلَابَةُ لِمُسْلِمٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت صادق و مصدوق ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دے کر یہ بات بیان کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمیں یہ بتایا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ''محفلہ کا سودا کرنا دھوکہ ہوتا ہے اور کسی مسلمان کے لیے دھوکہ دینا جائز نہیں ہے''۔

بَاب: اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ

یہ باب ہے کہ خراج' ضمان کے حساب سے ہوگا

2242- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ ابْنِ اَبِىْ ذِئْبٍ عَنْ مَخْلَدِ بْنِ خُفَافِ بْنِ اِيْمَاءَ بْنِ رَحَضَةَ الْغِفَارِىِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى اَنَّ خَرَاجَ الْعَبْدِ بِضَمَانِهٖ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا تھا غلام کا خراج اس کے ضمان کے حساب سے ہوگا۔

شرح

حضرت مخلد بن خفاف کہتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خریدا جس کی کمائی میں وصول کرتا رہا پھر مجھے اس کے ایک ایسے عیب کا علم ہوا جو اس میں خریداری سے پہلے کا تھا اور بیچنے والے نے مجھے اس سے مطلع نہیں کیا تھا چنانچہ اس غلام کے معاملہ کو میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز (خلیفہ وقت) کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے مجھے یہ فیصلہ سنایا کہ غلام کو واپس کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ہی اس کی کمائی بھی واپس کر دی جائے پھر میں حضرت عروہ بن زبیر کی خدمت میں حاضر ہوا جو ایک جلیل القدر تابعی اور فقہاء میں سے تھے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے فیصلہ سے انہیں آگاہ کیا حضرت عروہ نے فرمایا کہ میں شام کے وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں جاؤں گا اور ان کو بتاؤں گا کہ حضرت عائشہ نے مجھ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسم کے ایک معاملہ میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ منفعت ضمان یعنی تاوان کے ساتھ ہے۔

چنانچہ حضرت عروہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے مطلع کیا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ ارشاد گرامی سننے کے بعد پھر مجھے یہ حکم دیا کہ میں غلام کی کمائی اس شخص سے لے لوں جسے دینے کے لئے مجھے پہلے حکم دیا گیا تھا۔ (شرح السنہ، مشکوۃ المصابیح: جلد سوم رقم الحدیث 184)

2242: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث **3508** ورقم الحدیث: **3509** اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: **1285** اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: **4503**

منفعت ضمان یعنی تاوان کے ساتھ ہے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اگر وہ غلام خریدنے والے کے پاس مرجاتا یا اس میں کوئی نقص پیدا ہو جاتا تو ظاہر ہے کہ اس خریدار کا نقصان ہوتا بیچنے والے کا کچھ نہ جاتا اسی طرح غلام سے کوئی منفعت حاصل ہوگی تو اس کا حقدار خریدار ہی ہوگا بیچنے والے کا اس پر کوئی حق نہیں ہوگا۔

2243- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ الزَّنْجِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلًا اشْتَرٰى عَبْدًا فَاسْتَغَلَّهُ ثُمَّ وَجَدَ بِهِ عَيْبًا فَرَدَّهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ قَدِ اسْتَغَلَّ غُلَامِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' ایک شخص نے غلام خریدا وہ اس سے کمائی کرواتا رہا پھر اسے اس میں عیب ملا اس نے وہ غلام واپس کر دیا دوسرے شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے میرے غلام سے کمائی بھی کروائی ہے (تو وہ بھی مجھے واپس دلوائیں)

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خراج، ضمان کے حساب سے ہوتا ہے۔

پیداوار کا نفع ذمہ داری کی وجہ سے ملتا ہے

پیداوار کا نفع ذمہ داری کی وجہ سے ملتا ہے۔ (الاشباہ ص ۷۷)

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حدیث ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک آدمی نے غلام خریدا (جو مدت تک اس کے پاس رہا) پھر اس نے اس میں کوئی عیب دیکھا اور وہ لوٹانے لگا فروخت کرنے والے نے یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کیا۔ تو آپ نے اس غلام کو لوٹا دیا۔ پس اس شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے میرے غلام کو استعمال کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: پیداوار کا نفع ذمہ داری کی وجہ سے ملتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۶۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

خراج کی تعریف کا بیان

ہر وہ چیز جو کسی چیز سے خارج ہو وہ خراج کہلاتی ہے یعنی درخت کا خراج اس کا پھل ہے۔ (الاشباہ)

بنجر زمین کو آباد کرنے والے کے لئے حکم

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم فرماتے ہیں۔ جس نے بنجر زمین کو قابل کاشت کیا وہ اسی کی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع الترمذی ج ۱ ص ۱۶۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اگر چہ فقہاء کرام کا اختلاف ہے لیکن اس حدیث کا یہ تقاضہ تو متفق ہے کہ زمین کو آباد کرنے والے نے چونکہ محنت کی ہے لہٰذا اسے اسکی محنت کا معاوضہ ملنا چاہیے۔ اسی لئے اس قاعدہ کے تحت اس کے لئے آباد کرنے والی زمین سے ضرور نفع ہوگا۔

2243: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: **3510**

عاملین زکوۃ کی تنخواہیں

وہ لوگ جن کو خلیفہ نے زکوۃ وصول کرنے کے لئے مقرر کیا ہے مال زکوۃ سے ان لوگوں کو تنخواہیں دینا جائز ہے کیونکہ وہ محنت و مشقت کی وجہ سے پیداوار کو لائے یا اس میں اضافہ کیا ہے اور اسی طرح کنز الدقائق میں ہے۔ کہ امام وقت زکوۃ کے مال سے عامل کو دے گا اگرچہ وہ غنی ہو کیونکہ جو کچھ وہ وصول کرے گا وہ زکوۃ نہیں ہوگی بلکہ اسکی محنت و عمل کا معاوضہ ہوگا۔

پیشہ وارانہ محنت اور تنخواہیں

تمام دنیائے انسانیت کے انسانوں کی محنت کا معاوضہ اسی قاعدہ کے تحت ثابت ہے حکومتی وغیر حکومتی ادارے ہوں یا پرائیویٹ ادارے اور اسی طرح ایک مزدور سے لے کر ایک بادشاہ تک سب کے لئے یہی اصول مسلمہ قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ کہ وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرے اور عرف کے مطابق وہ اس کا معاوضہ وصول کرے۔ کیونکہ اس کی محنت اسکا تقاضہ کرتی ہے۔ (ماخوذ من الاشباہ)

انتباہ

فخر الاسلام اصول میں فرماتے ہیں یہ حدیث جوامع الکلم سے ہے اس لئے اسے بالمعنی نقل کرنا جائز ہی نہیں۔

بَاب: عُهْدَةِ الرَّقِيقِ

یہ باب غلام کو واپس کرنے کے اختیار میں ہے

2244- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُهْدَةُ الرَّقِيقِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ

◄◄ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''غلام کو واپس کرنے کا اختیار تین دن تک ہوتا ہے''۔

خرید کردہ غلام پر قبضہ کر لینے کے بعد عیب پر مطلع ہونے کا بیان

جب کسی شخص نے غلام خریدا اور پھر اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد اس نے کسی عیب کا دعویٰ کر دیا ہے تو مشتری کو قیمت ادا کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا حتیٰ کہ بائع قسم اٹھائے یا مشتری کوئی گواہی کو پیش کر دے۔ کیونکہ مشتری نے جب عیب کو دعویٰ کر کے اپنا معین حق کا انکار کیا ہے تو وہ قیمت کی ادائیگی کے وجوب کا انکار کرنے والا ہے۔ اور ثمن کی ادائیگی کا وجوب اسی سبب سے پہلے ہوتا ہے کہ مبیع معین کے تقابل میں بائع کا حق متعلق ہو جائے۔

در یہ بھی دلیل ہے کہ جب قاضی کو ثمن کی ادائیگی کا فیصلہ کر دیا ہے تو ممکن عیب ظاہر ہونے کے سبب وہ ٹوٹ جائے۔ لہٰذا اپنے

2244 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

فیصلے کو حفاظت کے سبب قاضی قیمت دینے والا فیصلہ نہیں کرے گا۔ اور جب مشتری نے اس طرح کہا کہ میرے گواہ شام سے ملک میں ہیں تو اب بائع سے قسم لی جائے گی اور مشتری ثمن ادا کرے گا اور یہ بائع کی قسم اٹھانے کے بعد ہوگا۔ اور مشتری سے گواہوں کی حاضری کا انتظار نہ کیا جائے گا کیونکہ ان کے انتظار میں بائع کا نقصان ہے جبکہ ثمن ادا کرنے میں مشتری کا کوئی زیادہ نقصان نہیں ہے اس لئے کہ وہ اپنی دلیل پر باقی ہے ہاں البتہ جب بائع نے انکار کیا ہے تو وہ عیب کو لازم کرے کیونکہ عیب کے ثبوت میں انکار حجت ہے۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

غلام خریدنے کے بعد عیب ظاہر ہونے میں فقہی تصریحات

حضرت سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر نے ایک غلام بیچا آٹھ سو درہم کو اور مشتری سے شرط کر لی کہ عیب کی جواب دہی سے میں بری ہوا بعد اس کے مشتری نے کہا غلام کو ایک بیماری ہے تم نے مجھ سے اس کا بیان نہیں کیا تھا پھر دونوں میں جھگڑا ہوا اور گئے عثمان بن عفان کے پاس مشتری بولا کہ انہوں نے ایک غلام میرے ہاتھ بیچا اور اس کو ایک بیماری تھی انہوں نے بیان نہیں کیا عبداللہ بن عمر نے کہا کہ میں نے شرط کر لی تھی عیب کی جواب دہی میں نہ کروں گا حضرت عثمان نے حکم کیا کہ عبداللہ بن عمر حلف کریں میں نے یہ غلام بیچا اور میرے علم میں اس کو کوئی بیماری نہ تھی عبداللہ نے قسم کھالے سے انکار کیا تو وہ غلام پھر آیا عبداللہ پاس اور اس بیماری سے اچھا ہو گیا پھر عبداللہ نے اس کو ایک ہزار پانچ سو درہم کا بیچا۔ (موطا امام مالک: جلد ول. رقم الحدیث **1195**)

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ مسئلہ اتفاقی ہے کہ جو شخص خریدے ایک لونڈی کو پھر وہ حاملہ ہو جائے خریدار سے یا غلام خرید لے پھر اس کو آزاد کر دے یا کوئی اور امر ایسا کرے جس کے سبب سے اس غلام یا لونڈی کا پھیرنا نہ ہو سکے بعد اس کے گواہ گواہی دیں کہ اس غلام یا لونڈی میں بائع کے پاس سے کوئی عیب تھا یا بائع خود اقرار کر لے کہ میرے پاس یہ عیب تھا یا اور کسی صورت سے معلوم ہو جائے کہ عیب بائع کے پاس ہی تھا تو اس غلام اور لونڈی کی خرید کے روز کے عیب سمیت قیمت لگا کر بے عیب کی بھی قیمت لگا دیں دونوں قیمتوں میں جس قدر فرق ہو اس قدر مشتری بائع سے پھیر لے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک غلام خریدا پھر اس میں ایسا عیب پایا جس کی وجہ سے وہ غلام بائع کو پھیر سکتا ہے مگر مشتری کے پاس جب وہ غلام آیا اس میں دوسرا عیب ہو گیا مثلاً اس کا کوئی عضو کٹ گیا یا کانا ہو گیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اس غلام کو رکھ لے اور بائع سے عیب کا نقصان لے لے چاہے غلام کو واپس کر دے اور عیب کا تاوان دے اگر وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا تو عیب سمیت قیمت لگا دیں گے خرید کے روز کی مثلاً جس دن خریدا تھا اس روز عیب سمیت اس غلام کی قیمت اسی دینار تھی اور بے عیب سو دینار تو مشتری بیس دینار بائع سے مجرا لے گا مگر قیمت اس کی لگائی جائے گی جس دن خریدا تھا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ نزدیک یہ حکم اتفاقی ہے کہ اگر ایک شخص نے لونڈی خریدی پھر عیب کی وجہ سے اسے واپس کر دیا مگر اس سے جماع کر چکا تھا تو اگر وہ لونڈی باکرہ تھی تو جس قدر اس کی قیمت میں نقصان ہو گیا مشتری کو دینا ہوگا اور اگر ثیبہ تھی تو مشتری کو کچھ دینا نہ ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص غلام یا لونڈی یا اور کوئی جانور بیچے

یہ شرط لگا کر کہ اگر کوئی عیب نکلے گا تو میں بری ہوں یا بائع عیب کی جواب دہی سے بری ہو جائے گا مگر جب جان بوجھ کر کوئی عیب اس میں ہو اور وہ اس کو چھپائے اگر ایسا کرے گا تو یہ شرط مفید نہ ہوگی اور وہ چیز بائع کو واپس کی جائے گی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک لونڈی کو دو لونڈیوں کے بدلے میں بیچا پھر ان دو لونڈیوں میں سے ایک لونڈی میں کچھ عیب نکلا، جس کی وجہ سے وہ پھر سکتی ہے تو پہلے اس لونڈی کی قیمت لگائی جائے گی جس کے بدلے میں یہ دونوں لونڈیاں آئی ہیں پھر ان دونوں لونڈیوں کی بے عیب سمجھ کر قیمت لگا دیں گے پھر اس لونڈی کے زرِ ثمن کو ان دونوں لونڈیوں کی قیمت پر تقسیم کریں گے ہر ایک کا حصہ جدا ہو گا بے عیب لونڈی کا اس کے موافق اور عیب دار کا اس کے موافق پھر عیب دار لونڈی اس حصہ ثمن کے بدلے میں واپس کی جائے گی قلیل ہو یا کثیر مگر قیمت دو لونڈیوں کی اسی روز کی لگائی جائے گی جس دن وہ لونڈیاں مشتری کے قبضے میں آئی ہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اس سے مزدوری کرائی اور مزدوری کے دام حاصل کیے قلیل ہوں یا کثیر بعد اس کے اس غلام میں عیب نکلا جس کی وجہ سے وہ غلام پھیر سکتا ہے تو وہ اس غلام کو پھیر دے اور مزدوری کے پیسے رکھ لے اس کا واپس کرنا ضروری نہیں ہمارے نزدیک جماعت علماء کا یہی مذہب ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اس کے ہاتھ سے ایک گھر بنوایا جس کی بنوائی اس کی قیمت سے دو چند سہ چند ہے پھر عیب کی وجہ سے اسے واپس کر دیا تو غلام واپس ہو جائے گا اور بائع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مشتری سے گھر بنوانے کی مزدوری لے اسی طرح سے غلام کی کمائی بھی مشتری کی رہے گی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص نے کئی غلام ایک ہی دفعہ (یعنی ایک ہی عقد میں) خریدے اب ان میں سے ایک غلام چوری کا نکلا یا اس میں کچھ عیب نکلا تو اگر وہی غلام سب غلاموں میں عمدہ اور ممتاز ہوگا اور اسی کی وجہ سے باقی غلام خریدے گئے ہوں تو ساری بیع فسخ ہو جائے گی اور سب غلام پھر واپس دیئے جائیں گے۔ اگر ایسا نہ ہو تو صرف اس غلام کو پھیر دے گا اور زرِ ثمن میں سے بقدر اس کی قیمت کے حصہ لگا کر بائع سے واپس لے گا۔

نفع مشتری کے بعد ظہور عیب کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ ہر چیز کا نفع اسی کے لیے ہے جو اس کا ضامن ہے۔ یہ حدیث ہشام بن عروہ کی روایت سے صحیح غریب ہے۔ امام بخاری نے عمر بن علی کی روایت سے اسے غریب کہا ہے یہ حدیث مسلم بن خالد زنجی بھی ہشام بن عروہ سے روایت کرتے ہیں جریر نے بھی اس حدیث کو ہشام سے روایت کیا۔ کہا گیا ہے کہ جریر کی روایت میں تدلیس ہے اس لیے کہ جریر نے ہشام سے یہ حدیث نہیں سنی۔ اس حدیث کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص نے غلام خریدا اور اس سے نفع اٹھایا بعد میں پتہ چلا کہ اس میں کوئی عیب ہے تو اسے واپس کر دیا اس صورت میں اس نے جو کچھ غلام کے ذریعے کمایا وہ اسی کا ہوگا کیونکہ اگر وہ غلام ہلاک ہو جاتا تو خسارہ خریدنے والے ہی کا تھا۔ اس قسم کے دوسرے مسائل کا یہی حکم ہے کہ نفع اسی کا ہوگا جو ضامن ہوگا۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1298)

2245 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عُهْدَةَ بَعْدَ أَرْبَعٍ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''چار دن کے بعد غلام واپس کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا''۔

مشتری کے پاس غلام کے فوت ہو جانے کے بعد عیب کا بیان

جب کسی شخص نے کوئی غلام خرید کر اسے آزاد کر دیا یا وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا تو وہ رجوع بہ نقصان العیب کرے گا البتہ موت تو اس وجہ سے کہ ملکیت تام ہو جاتی ہے اور امتناع رد غیر اختیاری ہوتا ہے مشتری کے فعل سے نہیں ہوتا اور جہاں تک اعتاق کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ مشتری رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ امتناع رد مشتری کے فعل سے ہوتا ہے لہذا یہ قتل کے مشابہ ہو گیا اور استحسان میں رجوع کر سکتا ہے اس لئے کہ عتق میں بھی ملکیت تام ہو جاتی ہے کیونکہ اصل خلقت میں آدمی محل ملک نہیں ہے اور غلام صرف ایک محدود وقت یعنی اعتاق تک ملکیت ثابت ہوتی ہے لہذا اعتاق کمال ملک بن کر موت کے مشابہ ہو گیا اور یہ حکم اس لئے ہے کہ شیء اپنی انتہاء کو پہنچ کر ثابت ہو جاتی ہے لہذا ایسا فرض کر لیا گیا کہ گویا ملکیت باقی ہے اور واپسی ناممکن ہے اور مدبر بنانا اور ام ولد بنانا اعتاق کے درجے میں کیونکہ بقائے محل کیساتھ انتقال ملک دشوار ہونا امر غیر ختیاری کی وجہ سے ہے اور اگر مشتری نے مال کے عوض غلام کو آزاد کیا تو وہ رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے مبیع کا بدل روک لیا ہے اور بدل کا روکنا مبدل کو روکنے کی طرح ہے حضرت امام اعظم سے منقول ہے کہ اس صورت میں بھی مشتری رجوع کر سکتا کیونکہ اعتاق ملکیت کو منتہی کرنا ہے ہر چند کہ عوض کیساتھ ہو۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

بعد از موت رجوع بہ نقصان میں فقہی مذاہب

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کوئی غلام خرید کر اسے آزاد کر دیا یا وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا تو وہ رجوع بہ نقصان العیب کرے گا۔ حضرت امام ابو یوسف، امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہی ہے۔ جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مشتری کا حبس ایسے ہے گویا اس نے بدل کا حبس کیا اور بدل کا حبس مبدل کے حبس کی طرح ہوتا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

خیار عیب کی صورت میں مشتری مبیع کا مالک ہو جاتا ہے مگر ملک لازم نہیں ہوتی اور اس میں وراثت بھی جاری ہوتی ہے یعنی اگر مشتری کو عیب کا علم نہ ہوا اور مر گیا اور وارث کو عیب پر اطلاع ہوئی تو اُسے عیب کی وجہ سے فسخ کا حق حاصل ہوگا۔ خیار عیب کے لیے کسی وقت کی تحدید نہیں جب تک موانع رد نہ پائے جائیں، یہ حق باقی رہتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع، بیروت)

2245: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: **3506** ورقم الحدیث: **3507**

بَاب: مَنْ بَاعَ عَيْبًا فَلْيُبَيِّنْهُ

یہ باب ہے کہ جوشخص کوئی عیب دار چیز فروخت کرے اُسے اس عیب کو بیان کردینا چاہئے

2246- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ أَيُّوبَ يُحَدِّثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شُمَاسَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ أَخِيهِ بَيْعًا فِيهِ عَيْبٌ إِلَّا بَيَّنَهُ لَهُ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے کسی مسلمان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بھائی کو کوئی ایسی چیز فروخت کرے جس میں عیب پایا جاتا ہو البتہ اگر وہ عیب اس کے سامنے بیان کر دیتا ہے'' (تو حکم مختلف ہو گا)۔

2247- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ الضَّحَّاكِ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ مَكْحُولٍ وَسُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَاعَ عَيْبًا لَمْ يُبَيِّنْهُ لَمْ يَزَلْ فِي مَقْتِ اللّٰهِ وَلَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَلْعَنُهُ

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جوشخص کسی عیب دار چیز کو فروخت کرے اور اس کے عیب کو بیان نہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی حالت میں رہتا ہے اور فرشتے مسلسل اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں''۔

بَاب: النَّهْيِ عَنِ التَّفْرِيقِ بَيْنَ السَّبْيِ

یہ باب قیدیوں کے درمیان جدائی ڈالنے کی ممانعت میں ہے

2248- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَابِرٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِالسَّبْيِ أَعْطَى أَهْلَ الْبَيْتِ جَمِيعًا كَرَاهِيَةَ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب قیدی لائے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاندان، اکٹھا ہی کسی کو دیدیتے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کے درمیان جدائی پیدا کریں۔

2246 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 3449

2247 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2248 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2249- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَفَّانُ عَنْ حَمَّادٍ اَنْبَاَنَا الْحَجَّاجُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ اَبِیْ شَبِيْبٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ وَهَبَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامَيْنِ اَخَوَيْنِ فَبِعْتُ اَحَدَهُمَا فَقَالَ مَا فَعَلَ الْغُلَامَانِ قُلْتُ بِعْتُ اَحَدَهُمَا قَالَ رُدَّهٗ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو غلام ہبہ کیے جو دونوں بھائی تھے میں نے ان دونوں میں سے ایک کو فروخت کر دیا ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: ان دونوں غلاموں کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی: میں نے ان دونوں میں سے ایک کو فروخت کر دیا ہے۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اسے واپس حاصل کرو۔

2250- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ هَيَّاجٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى اَنْبَاَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ طُلَيْقِ بْنِ عِمْرَانَ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰى قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الْوَالِدَةِ وَوَلَدِهَا وَبَيْنَ الْاَخِ وَبَيْنَ اَخِيْهِ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو ماں اور اس کی اولاد کے درمیان یا بھائیوں کے درمیان علیحدگی پیدا کرتا ہے۔

ام ولد اور اولاد کے درمیان علیحدگی کی ممانعت کا بیان

غلام خاندانوں کو یہ حق بھی دے دیا گیا کہ ان کی کسی قسم کی منتقلی کی صورت میں ان کے خاندان کو الگ نہ کیا جائے گا۔

• حدثنا عمر بن حفص بن عمر الشيباني أخبرنا عبد الله بن وهب أخبرني حيي عن أبي عبد الرحمن الحبلي عن أبي أيوب قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من فرق بين والدة وولدها فرق الله بينه وبين أحبته يوم القيامة . قال أبو عيسىٰ وفي الباب عن علي وهذا حديث حسن غريب . والعمل على هذا عند أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم كرهوا التفريق بين السبي بين الوالدة وولدها وبين الولد والوالد وبين الأخوة . (ترمذی، کتاب الجهاد، حدیث 1566)

حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "جس نے ماں اور اس کے بچے کو الگ کیا، اللہ قیامت کے دن اس کو اس کے پیاروں سے الگ کر دے گا۔"

ترمذی کہتے ہیں، "یہ حدیث حسن غریب درجے کی ہے اور اس کی روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی کی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علماء صحابہ اور دیگر اہل علم کا عمل بھی یہی ہے۔ وہ اس بات کو سخت ناپسند کرتے تھے کہ غلاموں میں ماں اور بچے، باپ اور بچے اور بہن بھائیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔

2249 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1284

2250 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ جَابِرٍ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ ، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا أُتِيَ بِالسَّبْيِ أَعْطَى اهل البيت أَهْلَ الْبَيْتِ جَمِيعًا كَرَاهِيَةَ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمْ. (ابن ابی شیبة، حدیث [23265])

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی جنگی قیدیوں کی خدمات کو تقسیم کرتے تو ان کے ایک پورے گھرانے کو ایک گھر کی خدمت کے لئے دیا کرتے۔ آپ اسے سخت ناپسند فرماتے کہ ایک ہی گھر کے افراد میں علیحدگی کروائی جائے۔

حَدَّثَنَا حَفْصٌ ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنِ الْحَكَمِ ، عَنْ عَلِيٍّ ، قَالَ : بَعَثَ مَعِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِغُلاَمَيْنِ سَبِيَّيْنِ مَمْلُوكَيْنِ أَبِيعُهُمَا ، فَلَمَّا أَتَيْتُهُ ، قَالَ : جَمَعْتَ أَوْ فَرَّقْتَ ؟ قُلْتُ : فَرَّقْتُ ، قَالَ : فَأَدْرِكْ أَدْرِكْ.

(ابن ابي شيبة، حديث [23258])

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جنگی قیدی غلاموں کو میرے ساتھ بھیجا کہ ان کی خدمات کو فروخت کر دیا جائے۔ جب میں واپس آیا تو آپ نے پوچھا، "انہیں اکٹھا رکھا ہے یا الگ الگ؟" میں نے عرض کیا، "الگ الگ۔"۔ آپ نے فرمایا، "تمہیں اس بات کا علم ہونا چاہیے تھا (کہ انہیں الگ کرنا جائز نہیں ہے۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَسَنِ ، عَنْ أُمِّهِ فَاطِمَةَ ابْنَةِ حُسَيْنٍ ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ قَدِمَ بِسَبْيٍ مِنْ أَيْلَةَ ، فَاحْتَاجَ إِلَى ظَهْرٍ فَبَاعَ بَعْضَهُمْ ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم رَأَى امْرَأَةً مِنْهُمْ تَبْكِي ، قَالَ : مَا شَأْنُ هَذِهِ ؟ فَأُخْبِرَ أَنَّ زَيْدًا بَاعَ وَلَدَهَا ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم : أُرْدُدْهُ أَوِ اشْتَرِهِ. (ابن ابی شیبة، حدیث [23257])

حضرت فاطمہ بنت حسین بیان کرتی ہیں کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایلہ سے واپس آئے۔ انہوں نے کچھ غلاموں کی خدمات کو فروخت کر دیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ نے ایک خاتون کو روتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے پوچھا، "انہیں کیا ہوا؟" آپ کو بتایا گیا کہ زید نے ان کے بیٹے کی خدمات کو فروخت کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (خدمات خریدنے والوں سے) فرمایا، "یا تو ان کے بیٹے کو واپس کر دیا پھر ماں کی خدمات کو بھی خرید لو۔"

حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ فَرُّوخَ ، قَالَ : كَتَبَ عُمَرُ : أَنْ لاَ تُفَرِّقُوا بَيْنَ الأَخَوَيْنِ. (ابن ابی شیبة، حدیث [23259])

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قانون بنایا، "(خدمات کی منتقلی کے وقت) دو بھائیوں میں علیحدگی نہ کروائی جائے۔"

حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ فَرُّوخَ - وَرُبَّمَا قَالَ : عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ عُمَرَ ، قَالَ : لاَ تُفَرِّقُوا بَيْنَ الأُمِّ وَوَلَدِهَا. (ابن ابی شیبة، حدیث [23260])

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قانون بنایا، "(خدمات کی منتقلی کے وقت) ماں اور اس کی اولاد میں علیحدگی نہ کروائی

جائے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، قَالَ: قَالَ عِقَالٌ - أَوْ حَكِيمُ بْنُ عِقَالٍ - قَالَ. كَتَبَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى عِقَالٍ: أَنْ يَشْتَرِيَ مِنْهُ أَهْلَ بَيْتٍ يَرْفَعُهُمْ إِلَى الْمَدِينَةِ، وَلَا تَشْتَرِي لِي شَيْئًا تُفَرِّقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ وَالِدِهِ. (ابن ابی شیبہ، حدیث 23261)

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عقال کو لکھا، "ایک ہی خاندان کے سوافراد کی خدمات کو خرید کر انہیں مدینہ روانہ کر دو۔ خدمات کی خریداری اس طرح سے مت کرنا جس کے نتیجے میں اولاد اور والدین میں علیحدگی ہو جائے۔"

ان احادیث کو درج ذیل حدیث کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو صورت اور واضح ہو جاتی ہے۔

حدثنا ابو كريب حدثنا وكيع عن زكريا بن إسحاق عن يحييٰ بن عبد الله بن صيفي عن ابي معبد عن بن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث معاذ بن جبل إلى اليمن فقال اتق دعوة المظلوم فإنها ليس بينها وبين الله حجاب . قال أبو عيسىٰ وفي الباب عن انس وأبي هريرة وعبد اللهٖ بن عمر وأبي سعيد وهذا حديث حسن صحيح وأبو معبد اسمه نافذ . (ترمذی، کتاب الادب، حدیث 2014)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو فرمایا، "مظلوم کی بددعا سے بچنا۔ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔" ترمذی نے اس حدیث کو انس، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمر اور ابو سعید رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس معاملے میں مسلمانوں کے اہل علم میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کسی بھی حالت میں غلاموں کے خاندان کو تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ خطابی لکھتے ہیں:

و لا يختلف مذاهب العلماء في كراهة التفريق بين الجارية و ولدها الصغير سواء كانت مسبية من بلاد الكفر او كان الولد من زنا او كان زوجها اهلها في الاسلام فجاء ت بولد . و لا اعلمهم يختلفون في ان التفرقة بينهما في العتق جائز و ذلك ان العتق لا يمنع من الحضانة كما يمنع منها البيع . (خطابی، معالم السنن، كتاب الجهاد)

ایک لونڈی اور اس کے چھوٹے بچے کو علیحدہ کرنے کے بارے میں علماء کے نقطہ ہائے نظر میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ دشمن کے کسی ملک سے آئی ہو یا اس کا بچہ بدکاری کا نتیجہ ہو یا اس کے مالکوں نے اس کی شادی مسلمانوں میں کر دی ہو (ہر صورت میں اس کا بچہ اس کے پاس ہی رہے گا۔) اس معاملے میں بھی مجھے کوئی اختلاف نہیں مل سکا کہ (ماں یا بچے میں سے کسی ایک کو) آزاد کر دینے کی صورت میں علیحدگی جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آزاد کر دینے کی صورت میں تو ماں اپنے بچے کی پرورش کر سکتی ہے مگر خدمات کی منتقلی کی صورت میں نہیں۔

بَاب: شِرَاءِ الرَّقِيقِ

یہ باب غلام کوخریدنے کے بیان میں ہے۔

2251- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ لَيْثٍ صَاحِبُ الْكَرَابِيسِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ قَالَ لِي الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ اَلَا نُقْرِئُكَ كِتَابًا كَتَبَهُ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ بَلٰى فَاَخْرَجَ لِي كِتَابًا فَاِذَا فِيهِ هٰذَا مَا اشْتَرٰى الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى مِنْهُ عَبْدًا اَوْ اَمَةً لَا دَاءَ وَلَا غَائِلَةَ وَلَا خِبْثَةَ بَيْعَ الْمُسْلِمِ لِلْمُسْلِمِ

◄► عبدالمجید بیان کرتے ہیں: حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمہارے سامنے وہ خط پڑھ کرنہ سناؤں؟ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تحریر کروایا تھا۔

راوی کہتے ہیں: میں نے جواب دیا: جی ہاں! تو انہوں نے میرے سامنے خط نکالا جس میں یہ تحریر تھا۔

"یہ (تحریر اس سودے کے بارے میں ہے) جو عداء بن خالد نے اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خریدا ہے اس نے ان سے ایک غلام (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) ایک کنیز خریدی ہے' جس میں کوئی بیماری نہیں ہے کوئی عیب نہیں ہے اور نہ اس کے اندر کوئی بری عادت ہے یہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ سودا ہے۔"

2252- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اَبُو خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَرٰى اَحَدُكُمُ الْجَارِيَةَ فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْاَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَلْيَدْعُ بِالْبَرَكَةِ وَاِذَا اشْتَرٰى اَحَدُكُمْ بَعِيرًا فَلْيَاْخُذْ بِذِرْوَةِ سَنَامِهِ وَلْيَدْعُ بِالْبَرَكَةِ وَلْيَقُلْ مِثْلَ ذٰلِكَ

◄► عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب کوئی شخص کنیز خریدے' تو یہ کہے' اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس بھلائی پر تو نے اسے پیدا کیا ہے' اس کا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور اس کے شر اور جس شر پر تو نے اسے پیدا کیا ہے اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) اس شخص کو برکت کی دعا کرنی چاہئے۔

اسی طرح جب کوئی شخص کوئی اونٹ خریدے' تو اسے اس کی کوہان کے سرے سے پکڑے' برکت کی دعا کرے اور اسی کی مانند کلمات کہے۔

بَاب: الصَّرْفِ وَمَا لَا يَجُوزُ مُتَفَاضِلًا يَدًا بِيَدٍ

یہ باب ہے کہ بیع صرف کا بیان' کون سی چیزوں کا نقد لین دین کرتے ہوئے

2251 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: **2079**' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: **1216**

اضافی ادائیگی جائز نہیں ہے؟

2253- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَهِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ النَّصْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''سونے کے عوض میں سونے کا لین دین سود ہوتا ہے البتہ اگر وہ دست بدست ہو (تو حکم مختلف ہے)۔ گندم کے عوض میں گندم کا لین دین سود ہوتا ہے البتہ اگر وہ دست بدست ہو (تو حکم مختلف ہے)۔ جو کے عوض میں جو کا لین دین سود ہے البتہ اگر وہ دست بدست ہو (تو حکم مختلف ہے)۔ کھجور کے عوض میں کھجور کا لین دین سود ہے البتہ اگر وہ دست بدست ہو (تو حکم مختلف ہے)۔

2254- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ خِدَاشٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَا حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ التَّمِيْمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ اَنَّ مُسْلِمَ بْنَ يَسَارٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُبَيْدٍ حَدَّثَاهُ قَالَا جَمَعَ الْمَنْزِلُ بَيْنَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَمُعَاوِيَةَ اِمَّا فِىْ كَنِيْسَةٍ وَاِمَّا فِىْ بِيْعَةٍ فَحَدَّثَهُمْ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَقَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالْوَرِقِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ قَالَ اَحَدُهُمَا وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ وَلَمْ يَقُلْهُ الْاٰخَرُ وَاَمَرَنَا اَنْ نَبِيْعَ الْبُرَّ بِالشَّعِيْرِ وَالشَّعِيْرَ بِالْبُرِّ يَدًا بِيَدٍ كَيْفَ شِئْنَا

◆◆ مسلم بن یسار اور عبداللہ بن عبید نے یہ بات بیان کی ہے ایک مرتبہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہودیوں کی عبادت گاہ میں یا شاید عیسائیوں کے گرجے میں اکٹھے ہوئے تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو یہ حدیث سنائی انہوں نے بتایا: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چاندی کے عوض میں چاندی، سونے کے عوض میں سونے، گندم کے عوض میں گندم، جو کے عوض میں جو اور کھجوروں کے عوض میں کھجور کے لین دین سے منع کیا ہے۔''

دو راویوں میں سے ایک راوی نے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں۔

''نمک کے بدلے میں نمک کے لین دین سے بھی منع کیا ہے'' لیکن یہ الفاظ دوسرے راوی نے نقل نہیں کیے۔

2253 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث **2134** ورقم الحدیث: **2170** ورقم الحدیث: **2174** اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث **4035** اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث **3348** اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث **1243** اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث **4572** اخرجہ ابن ماجہ فی ''السنن'' رقم الحدیث **2259** ورقم الحدیث **2260**

2254 اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث **4574** ورقم الحدیث **4575** ورقم الحدیث: **4576**

(حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بتایا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت کی ہے کہ ہم جو کے عوض میں گندم کو یا گندم کے عوض میں جو کو دست بدست لین دین کرتے ہوئے جیسے چاہیں فروخت کر سکتے ہیں۔

2255- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نُعْمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''چاندی کے عوض میں چاندی، سونے کے عوض میں سونا، جو کے عوض میں جو، گندم کے عوض میں گندم صرف برابر برابر لین دین کیا جاسکتا ہے''۔

2256- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْزُقُنَا تَمْرًا مِّنْ تَمْرِ الْجَمْعِ فَنَسْتَبْدِلُ بِهٖ تَمْرًا هُوَ اَطْيَبُ مِنْهُ وَنَزِيْدُ فِي السِّعْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَصْلُحُ صَاعُ تَمْرٍ بِصَاعَيْنِ وَلَا دِرْهَمٌ بِدِرْهَمَيْنِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ وَالدِّيْنَارُ بِالدِّيْنَارِ لَا فَضْلَ بَيْنَهُمَا اِلَّا وَزْنًا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کھانے کے لیے ملی جلی کھجوریں دیا کرتے تھے (یعنی ان میں سے کچھ عمدہ ہوتی تھیں اور کچھ ہلکی قسم کی ہوتی تھیں) تو ہم وہ دے کر ایسی کھجوریں حاصل کر لیتے تھے جو ان سے زیادہ اچھی ہوتی تھیں اور ہم قیمت میں اضافہ کر دیتے تھے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو صاع کے بدلے میں ایک صاع کھجوریں' یا دو درہموں کے عوض میں ایک درہم کا لین دین کرنا درست نہیں ہے۔ درہم کے عوض میں درہم یا دینار کے عوض میں دینار کا لین دین کرتے ہوئے کوئی اضافی ادائیگی نہیں ہوگی صرف وزن کا خیال رکھا جائے گا۔

بیع صرف کی تعریف کا بیان

اور بیع صرف یہ ہے کہ ثمن کی بیع ثمن کے بدلہ ہو، مثلاً چاندی چاندی کے بدلہ، سونا سونے کے بدلے، یا روپے کا نوٹ اور سکہ اسی کے بدلہ، بیع صرف میں ضروری ہے کہ طرفین کی جانب سے ثمن اور مبیع کی حوالگی مجلس میں ہی ہو جائے کسی کی طرف سے اُدھار نہ ہو اور اگر طرفین سے ایک ہی جنس ہو تو مقدار برابر ہو۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع صرف کے ارکان وہی ہیں جو ہر بیع کے ہیں۔

(فتح القدیر، کتاب صرف، بیروت)

2255 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث **84**' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث **4583**

2256 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث **2080**' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث **4081**' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث **4569**' ورقم الحدیث **4570**

بیع صرف کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عمرو بن دینا، ابوالمنہال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں صرف کی بیع کرتا تھا، میں نے زید بن ارقم سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور مجھ سے فضل بن یعقوب نے بواسطہ حجاج بن محمد، ابن جریج، عمرو بن دینار، اور عامر بن مصعب نے بیان کیا کہ ان دونوں نے ابوالمنہال کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم سے صرف کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے بتایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تجارت کیا کرتے تھے تو ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیع صرف کے متعلق پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہاتھوں ہاتھ ہو تو کوئی حرج نہیں اور اگر ادھار ہے تو بہتر نہیں۔ (صحیح بخاری: جلد اول: رقم الحدیث 1949)

حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیع صرف کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کیا ہاتھوں ہاتھ میں نے کہا ہاں تو انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں میں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی میں نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیع صرف کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کیا ہاتھوں ہاتھ؟ میں نے کہا ہاں انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا انہوں نے اسی طرح فرمایا ہے؟ ہم نے ان کی طرف لکھیں گے تو وہ تم کو ایسا فتوی نہ دیں گے اور کہا اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض جوان کھجور لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تعجب کیا اور فرمایا ہماری زمینوں کی کھجوریں تو ایسی نہیں ہیں اس نے کہا ہماری زمین کی کھجوروں یا ہمارے اس سال کی کھجوروں کو کچھ عیب آ گیا تھا میں نے یہ کھجوریں لیں اور اس کے عوض میں کچھ زیادہ کھجوریں دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے زیادہ دیا اور سود دیا اب ان کے قریب نہ جانا جب تجھے اپنی کھجوروں میں کچھ عیب معلوم ہو تو ان کو بیچ ڈال پھر کھجور میں سے جس کا تو ارادہ کرے خرید لے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: رقم الحدیث 1593)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر، حضرت ابوسعید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بتایا کہ میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سونا سونے کے بدلے اور چاندی، چاندی کے بدلے برابر بیچو نہ کم اور نہ زیادہ۔ اور ان کی ادائیگی دست بدست کرو۔ یعنی دونوں فریق ایک ہی وقت میں ادائیگی کریں کوئی اس میں تاخیر نہ کرے۔

اس باب میں صدیق، عمر، عثمان، ابوہریرہ، ہشام بن عامر، براء، زید بن ارقم، فضالہ بن عبید، ابوبکرہ، ابن عمر، ابودرداء، اور بلال سے بھی روایات منقول ہیں، حدیث ابوسعید حسن صحیح ہے صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اسی پر عمل ہے حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے میں چاندی میں کمی زیادتی جائز ہے بشرطیکہ دست بدست ہو وہ فرماتے ہیں کہ یہ ربا تو اس صورت میں ہے کہ یہ معاملہ قرض کی صورت میں ہو، حضرت ابن عباس کے بعض دوستوں سے بھی اسی طرح منقول ہے لیکن ابن عباس نے جب یہ حدیث ابوسعید خدری کی سنی تو اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ لہٰذا پہلا قول ہی صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے سفیان، ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد، اسحاق، کا یہی قول ہے۔ عبداللہ بن مبارک سے منقول ہے کہ بیع صرف میں کوئی

اختلاف نہیں۔ (جامع ترمذی، جلد اول، رقم الحدیث 1258)

حضرت مالک بن اوس حدثان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں یہ کہتا ہوا آیا کہ کون دراہم کی بیع صرف کرے گا طلحہ بن عبید اللہ حضرت عمر بن خطاب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے اپنا سونا ہمیں دکھاؤ پھر ٹھہر کر آنا جب ہمارا خزانچی آئے گا تو ہم دراہم دیدیں گے۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا ہرگز نہیں بخدا یا تم اس کو چاندی ابھی دو یا اس کا سونا اسے واپس کر دو اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاندی سونے کے عوض فروخت کرنا سود ہے الا یہ کہ نقد در نقد ہو۔ (سنن ابن ماجہ، جلد دوم، رقم الحدیث 418)

بیع صرف کے معنی ومفہوم کا بیان

صرف بیع یہ ہے کہ اس کے دونوں اعواض میں سے ہر ایک ثمن کی جنس میں سے ہو۔ اور اسکا نام صرف اسی وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس کے دونوں طرح بدل میں ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف منتقل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ لغت میں منتقل کرنے اور پھیر دینے کو صرف کہا جاتا ہے۔ اور وہ اس سبب سے کہ اس میں محض زیادتی مقصود ہوا کرتی ہے اس لئے کہ اس کے عین سے نفع نہیں اٹھایا جاتا۔ اور لغت میں زیادتی کو صرف کہتے ہیں اور امام النحو خلیل نحوی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے اور دلیل کے سبب نفلی عبادات کو بھی صرف کہا جاتا ہے۔ فرمایا اور جب کسی نے چاندی کو چاندی کے بدلے یا سونے کو سونے کے بدلے بیچا تو یہ جائز نہیں ہے ہاں البتہ جب برابر برابر ہو خواہ وہ عمدہ ہونے اور ڈھلائی میں مختلف ہوں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا سونے کے بدلے برابر برابر، وزن بہ وزن اور ہاتھ بہ ہاتھ فروخت کیا جائے اور زیادتی سود ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اموال اچھا یا ردی ہونا برابر ہے۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

ثمن کے بدلے ثمن میں برابری پر فقہی مذاہب

حضرت نافع سے روایت ہے کہ اور ابن عمر حضرت ابوسعید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بتایا کہ میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سونا سونے کے بدلے اور چاندی، چاندی کے بدلے برابر بیچو نہ کم اور نہ زیادہ۔ اور ان کی ادائیگی دست بدست کرو۔ یعنی دونوں فریق ایک ہی وقت میں ادائیگی کریں کوئی اس میں تاخیر نہ کرے اس باب میں صدیق، عمر، عثمان، ابوہریرہ، ہشام بن عامر، براء، زید بن ارقم، فضالہ بن عبید، ابوبکرہ، ابن عمر، ابودرداء، اور بلال سے بھی روایات منقول ہیں، حدیث ابوسعید حسن صحیح ہے۔

صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اسی پر عمل ہے حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے میں چاندی میں کمی زیادتی جائز ہے بشرطیکہ دست بدست ہو وہ فرماتے ہیں کہ یہ ربا تو اس صورت میں ہے کہ یہ معاملہ قرض کی صورت میں ہو، حضرت ابن عباس کے بعض دوستوں سے بھی اسی طرح منقول ہے لیکن ابن عباس نے جب یہ حدیث ابوسعید خدری کی سنی تو اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ لہذا پہلا قول ہی صحیح ہے۔

اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے سفیان، ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد، اسحاق، کا یہی قول ہے۔ عبداللہ بن مبارک سے منقول ہے

کہ بیع صرف میں کوئی اختلاف نہیں۔ (جامع ترمذی۔ جلد اول: رقم الحدیث 1258)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ چاندی کی چاندی سے یا سونے کی سونے سے بیع ہوئی یعنی دونوں طرف ایک ہی جنس ہے تو شرط یہ ہے کہ دونوں وزن میں برابر ہوں اور اُسی مجلس میں دست بدست قبضہ ہو یعنی ہر ایک دوسرے کی چیز اپنے فعل سے قبضہ میں لائے اگر عاقدین نے ہاتھ سے قبضہ نہیں کیا بلکہ فرض کرو عقد کے بعد وہاں اپنی چیز رکھدی اور اُس کی چیز لے کر چلا آیا یہ کافی نہیں ہے اور اس طرح کرنے سے بیع ناجائز ہوگئی بلکہ سود ہوا اور دوسرے مواقع میں تخلیہ قبضہ قرار پاتا ہے اور کافی ہوتا ہے وزن برابر ہونے کے یہ معنی کہ کانٹے یا ترازو کے دونوں پلڑے میں دونوں برابر ہوں اگر چہ یہ معلوم نہ ہو کہ دونوں کا وزن کیا ہے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب بیوع)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ برابری سے مراد یہ ہے کہ عاقدین کے علم میں دونوں چیزیں برابر ہوں یہ مطلب نہیں کہ حقیقت میں برابر ہونا چاہیے اُن کو برابر ہونا معلوم ہو یا نہ ہو لہٰذا اگر دونوں جانب کی چیزیں برابر تھیں مگر اُن کے علم میں یہ بات نہ تھی بیع ناجائز ہے ہاں اگر اُسی مجلس میں دونوں پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ برابر ہیں تو جائز ہو جائے گی۔

(فتح القدیر شرح الہدایہ، کتاب صرف)

ہم جنس اشیاء کا باہمی لین کرنے کا بیان

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خیبر کے سال ایک ہار بارہ دینار میں خریدا جو سونے کا تھا اور اس میں نگینے جڑے ہوئے تھے پھر جب میں نے انہیں الگ الگ کیا (یعنی نگینوں کو سونے سے نکال ڈالا) تو وہ سونا بارہ دینار سے زائد قیمت کا نکلا میں نے اس کا ذکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہار اس وقت تک فروخت نہ کیا جائے تاوقتیکہ سونا اور نگینہ الگ الگ نہ کر لئے جائیں (مسلم، مشکوۃ المصابیح جلد سوم: رقم الحدیث 56)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر مال ربا میں سے دو ایسی ہم جنس چیزوں کا ایک دوسرے کے عوض لین دین کیا جائے کہ ان میں سے ایک طرف کی چیز میں کوئی اور غیر جنس کی چیز بھی شامل ہو تو یہ جائز نہیں ہے چنانچہ اگر کوئی شخص مثلاً سونے کا جڑاؤ زیور سونے کے عوض میں خرید وفروخت کرے خواہ وہ اشرفیوں کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں تو ضروری ہے کہ پہلے اس زیور میں سے نگینے وغیرہ الگ کر دئے جائیں اور پھر اس زیور کا خالص سونا دوسری طرف کے سونے کے برابر سرابر وزن کے ساتھ لیا دیا جائے یہی حکم چاندی کے بارے میں بھی ہے کہ اگر چاندی کا کوئی ایسا زیور وغیرہ کہ جس میں کوئی اور غیر جنس چیز مخلوط ہو چاندی ہی کے بدلے میں خواہ وہ روپے کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں خرید وفروخت کیا جائے تو ضروری ہے کہ اس زیور وغیرہ کی چاندی کو الگ کر کے دوسری طرف کی چاندی کے برابر سرابر وزن کے ساتھ خریدا جائے یا فروخت کیا جائے اور یہ حکم اسلئے ہے تاکہ ہم جنس چیزوں کا کمی بیشی کے ساتھ باہمی لین دین ہونے کی وجہ سے سود کی صورت پیدا نہ ہو جائے ہاں اگر سونے کا جڑاؤ زیور وغیرہ چاندی کے بدلے میں خرید وفروخت کیا جائے خواہ وہ چاندی روپے کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں یا اس کا برعکس ہو کہ چاندی کا جڑاؤ زیور سونے کے بدلے میں خرید وفروخت کیا جائے خواہ وہ سونا اشرفی وغیرہ کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں تو اس صورت میں اس جڑاؤ زیور

سے نگینے وغیرہ الگ ذکر الگ کر دینا ضروری نہیں ہے کیونکہ مختلف الجنس چیزوں کا باہمی لین دین کمی بیشی کے ساتھ بھی جائز ہے اس میں کمی زیادتی سے سود کی صورت پیدا نہیں ہوتی۔

صرافہ کے حکم میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمن جزیری لکھتے ہیں کہ فقہاء مالکیہ لکھتے ہیں کہ فلوس جو تانبے وغیرہ کے بنے ہوئے سکے ہوتے ہیں وہ مال تجارت کی طرح ہیں۔ان کا سونے چاندی کے بدلے میں خریدنا بالکل اسی طرح ہے جس طرح زیورات کی خرید وفروخت کی جاتی ہے جن میں سونا چاندی ملا ہوا ہوتا ہے۔

فقہاء شوافع کہتے ہیں کہ اعتماد والے قول کے مطابق پیسوں کے معاملات میں سود کا کوئی دخل نہیں ہے۔اگر چہ یہ سکے رائج شدہ ہوں یا نہ ہوں۔پس ان سکوں کو کمی بیشی کے ساتھ لین دین کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ چاندی سونے کے سکوں کے علاوہ کسی بھی چیز کے بنے ہوئے سکوں کو کمی بیشی کے ساتھ معیادی ادائیگی کی شرط پر بیع کرنا جائز ہے۔

فقہاء احناف لکھتے ہیں کہ جب سونے چاندی کے سوادوسرے سکوں کو دام قرار دیا جائے تو متعین کرنے کے سبب ان کا تعین نہ ہوگا۔پس وہ سونے چاندی کی نقدی کی طرح ہوں گے۔(مذاہب اربعہ، کتاب بیوع)

معین پیسے کی معین پیسوں کے بدلے بیع کرنے کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک معین پیسے کی دو معین پیسوں کے عوض بیع کے مسئلہ کے ضمن میں بحوالہ بحر ذخیرہ سے منقول ہے کہ بیشک امام محمد نے اس کو اصل کے باب الصرف میں ذکر کیا اور تقابض کو شرط قرار نہیں دیا، اور معتمد مشائخ نے اس کی تعلیل یوں بیان کی تعیین کے ساتھ تقابض تو صرف میں شرط ہے حالانکہ یہ صرف نہیں، جس طرح اس میں امام ابوحنیفہ، صاحبین اور ان تمام سے منقول ہے قلت (میں کہتا ہوں) بے شک ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق اپنے فتاوی "**العطايا النبوية فى الفتاوى الرضويه**" میں اس انداز سے کردی ہے جس پر واقفیت حاصل کرنا متعین ہے کیونکہ بحمداللہ یہ ان کے لئے بہت عمدہ ہے، امام ابن عابدین نے کہا کہ حانوتی سے سونے کی پیسوں کے عوض ادھار بیع کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ جائز ہے بشرطیکہ بدلین میں سے ہر ایک پر قبضہ کر لیا گیا ہو اس دلیل کی وجہ سے جو بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی نے سو پیسے ایک درہم کے عوض خریدے تو صرف ایک طرف سے قبضہ کافی ہے اور فرمایا کہ اگر کسی نے پیسوں کے عوض سونا یا چاندی بیچا تو اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے، بحر میں محیط کے حوالے سے اور اسی طرح منقول ہے۔

(ردالمحتار، کتاب البیوع باب الربو، دار احیاء التراث، بیروت)

بَاب: مَنْ قَالَ لَا رِبَا اِلَّا فِي النَّسِيئَةِ

یہ باب ہے کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: سود صرف ادھار میں ہوتا ہے

2257- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ الدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ وَالدِّينَارُ بِالدِّينَارِ فَقُلْتُ اِنِّي سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ غَيْرَ ذٰلِكَ قَالَ اَمَا اِنِّي لَقِيتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِي عَنْ هٰذَا الَّذِي تَقُولُ فِي الصَّرْفِ اَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْ شَيْءٌ وَّجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَ مَا وَجَدْتُهُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ اَخْبَرَنِي اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ

◈◈ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔
درہم کے عوض میں درہم اور دینار کے عوض میں دینار کا نقد لین دین کرتے ہوئے کمی بیشی نہیں کی جا سکتی۔
تو میں نے کہا: میں نے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اس سے مختلف کہتے ہوئے سنا ہے' تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بولے۔

(یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی) میری ملاقات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہوئی تو میں نے ان سے کہا آپ مجھے اس بارے میں بتائیے جو آپ بیع صرف کے بارے میں رائے رکھتے ہیں کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس بارے میں کوئی بات سنی ہے؟ یا اپنے اللہ کی کتاب میں اس بارے میں کوئی حکم پایا ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے اللہ کی کتاب میں کوئی چیز نہیں پائی اور نہ ہی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کوئی بات سنی ہے' تاہم حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے مجھے یہ بات بتائی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔
''سود ادھار لین دین میں ہوتا ہے۔''

2258- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ اَنْبَاَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَلِيٍّ الرَّبَعِيِّ عَنْ اَبِي الْجَوْزَاءِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَاْمُرُ بِالصَّرْفِ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ وَّيُحَدَّثُ ذٰلِكَ عَنْهُ ثُمَّ بَلَغَنِي اَنَّهُ رَجَعَ عَنْ ذٰلِكَ فَلَقِيتُهُ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ اِنَّهُ بَلَغَنِي اَنَّكَ رَجَعْتَ قَالَ نَعَمْ اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ رَاْيًا مِّنِّي وَهٰذَا اَبُو سَعِيدٍ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ نَهٰى عَنِ الصَّرْفِ

◈◈ ابوجوزاء کہتے ہیں: میں نے انہیں بیع سلم کا حکم دیتے ہوئے سنا (راوی کہتے ہیں) یعنی حضرت عبداللہ بن

2257 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: **2178**' ورقم الحدیث: **2179**' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: **4064**' ورقم الحدیث **4065**' ورقم الحدیث' **4066**' ورقم الحدیث **4067**' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: **4594**' ورقم الحدیث: **4595**

2258 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عباس رضی اللہ عنہما کو سنا۔

یہ بات اس حوالے سے روایت کی جاتی رہی تاہم بعد میں مجھے پتہ چلا کہ انہوں نے اس بات سے رجوع کر لیا ہے' پھر میری مکہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا: مجھے پتہ چلا ہے' آپ نے رجوع کر لیا ہے' انہوں نے جواب دیا' جی ہاں' یہ پہلے میری رائے تھی' لیکن حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات بیان کی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع صرف کرنے سے منع کیا ہے۔

بَاب: صَرْفِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ

یہ باب چاندی کے عوض میں سونے کا لین دین کرنے میں ہے

2259- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ مَالِكَ بْنَ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ قَالَ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُوْلُ الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ احْفَظُوْا

◄◄ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "چاندی کے عوض میں سونے کا لین دین سود ہے' البتہ اگر دست بدست ہو' (تو حکم مختلف ہے)"۔ ابوبکر بن ابوشیبہ نامی راوی کہتے تھے میں نے صفوان نامی راوی کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا ہے یہ بات یاد رکھو (روایت کے الفاظ یہ ہیں) "چاندی کے عوض میں سونے کا لین دین"۔

سونے کو چاندی کے بدلے زیادتی کے ساتھ بیچنے کا بیان

جب سونے کو چاندی کے بدلے فروخت کیا تو اس میں زیادتی جائز ہے کیونکہ ہم جنس ہونا معدوم ہے اور باہم قبضہ واجب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا چاندی کے بدلے سود ہیں لیکن جب وہ ہاتھ در ہاتھ ہو۔ اس کے بعد جب عقد کرنے والے دونوں اعواض یا ایک عوض پر قبضہ کرنے سے پہلے الگ ہو گئے تو یہ عقد باطل ہو جائے گا کیونکہ شرط قبضہ فوت ہو گئی ہے اور اسی سبب سے اس میں خیار کی شرط لگانی جائز نہیں ہے اور نہ ہی میعاد کی شرط جائز ہے۔ کیونکہ ان میں سے کسی ایک میں قبضہ کا حق نہیں رہتا اور دوسرے سے قبضہ کا حق بھی فوت ہونے والا ہے ہاں جب عقد مجلس میں خیار کو ساقط کرنے والا ہے تو وہ عقد جواز کی طرف لوٹنے والا ہے کیونکہ فساد پکا ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا ہے اور اس میں امام زفر علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے۔

(ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

تقابض بدلین کا مجلس سے پہلے ہونے کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر دونوں جانب ایک جنس نہ ہو بلکہ مختلف جنسیں ہوں تو کمی بیشی میں کوئی حرج نہیں مگر دونوں بدلوں میں مقابضہ ضروری ہے اگر تقابضِ بدلین سے قبل مجلس بدل گئی تو بیع باطل ہو گئی۔ لہٰذا سونے کو چاندی سے یا چاندی کو سونے سے خریدنے میں دونوں جانب کو وزن کرنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ وزن تو اس لیے کرنا ضروری تھا کہ دونوں کا

برابر ہونا معلوم ہو جائے اور جب برابری شرط نہیں تو وزن بھی ضروری نہ رہا صرف مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے۔ اگر چاندی خریدنی ہو اور سود سے بچنا ہو تو روپیہ سے مت خریدو گنی یا نوٹ یا پیسوں سے خریدو۔ دین و دنیا دونوں کے نقصان سے بچو گے۔ یہ حکم ثمنِ خلقی یعنی سونے چاندی کا ہے اگر پیسوں سے چاندی خریدی تو مجلس میں ایک کا قبضہ ضروری ہے دونوں جانب سے قبضہ ضروری نہیں کیونکہ اُن کی ثمنیت منصوص نہیں ہے۔ جس کا لحاظ ضروری ہو عاقدین اگر چاہیں تو ان کی ثمنیت کو باطل کر کے جیسے دوسری چیزیں غیرِ ثمن ہیں اُن کو بھی غیرِ ثمن قرار دے سکتے ہیں۔ (درمختار، کتاب بیوع)

مجلس بدلنے کے یہاں یہ معنٰے ہیں کہ دونوں جدا ہو جائیں ایک ایک طرف چلا جائے اور دوسرا دوسری طرف یا ایک وہاں سے چلا جائے اور دوسرا اسی جگہ پر رہے اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو مجلس نہیں بدلی، اگر چہ کتنی ہی طویل مجلس ہو، اگر چہ دونوں اسی جگہ پر سو جائیں یا بے ہوش ہو جائیں بلکہ اگر چہ دونوں وہاں سے چل دیں مگر ساتھ ساتھ جائیں غرض یہ کہ جب تک دونوں میں جدائی نہ ہو، قبضہ ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سونا سونے کے بدلے اس وقت تک نہ بیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو، دونوں طرف سے کسی کمی یا زیادتی کو روا نہ رکھو، اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں اس وقت تک نہ بیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو۔ دونوں طرف سے کسی کمی یا زیادتی کو روا نہ رکھو اور نہ ادھار کو نقد کے بدلے میں بیچو۔

اس حدیث میں حضرت امام شافعی کی حجت ہے کہ اگر ایک شخص کے دوسرے پر درہم قرض ہوں اور اس کے اس پر دینار قرض ہوں، تو ان کی بیع جائز نہیں کیوں کہ یہ بیع الکالئی بالکالئی ہے۔ یعنی ادھار کو ادھار کے بدل بیچنا۔ اور ایک حدیث میں صراحتًا اس کی ممانعت وارد ہے اور اصحاب سنن نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ میں بقیع میں اونٹ بیچا کرتا تھا تو دیناروں کے بدل بیچتا اور درہم لیتا، اور درہم کے بدل بیچتا تو دینار لے لیتا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کو پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ بشرطیکہ اسی دن کے نرخ سے لے۔ اور ایک دوسرے سے بغیر لیے جدا نہ ہو۔

بیع مقایضہ کے حکم کا بیان

حبیب بن ابی ثابت نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابو المنہال سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے متعلق پوچھا تو ان دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے متعلق فرمایا کہ یہ مجھ سے بہتر ہیں۔ آخر دونوں حضرات نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کو چاندی کے بدلے میں ادھار کی صورت میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث، ۲۱۸۰)

اگر اسباب کی بیع اسباب کے ساتھ ہو تو اس کو مقایضہ کہتے ہیں۔ اگر اسباب کی نقد کے ساتھ ہو تو نقد کو ثمن اور اسباب کو عرض کہیں گے۔ اگر نقد کی نقد کے ساتھ ہو مگر ہم جنس ہو یعنی سونے کو سونے کے ساتھ بدلے یا چاندی کو چاندی کے ساتھ تو اس کو مراطلہ کہتے ہیں۔ اگر جنس کا اختلاف ہو جیسے چاندی سونے کے بدل یا بالعکس تو اس کو صرف کہتے ہیں۔ صرف میں کمی بیشی درست ہے مگر

حلول یعنی ہاتھوں ہاتھ لین دین ضروری اور ضروری ہے اور قبض میں دیر کرنی درست نہیں۔ اور مراطلہ میں تو برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ دونوں باتیں ضروری ہیں۔ اگر ثمن اور عرض کی بیع ہو تو ثمن یا عرض کے لیے میعاد مقرر کرنا درست ہے۔ اگر ثمن میں میعاد ہو تو وہ قرض ہے اگر عرض میں میعاد ہو تو وہ سلم ہے یہ دونوں درست ہیں۔ اگر دونوں میں میعاد ہو تو وہ بیع الکالئی بالکالئی ہے جو درست نہیں۔

2260- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَنْبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ اَقْبَلْتُ اَقُوْلُ مَنْ يَصْطَرِفُ الدَّرَاهِمَ فَقَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَهُوَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَرِنَا ذَهَبَكَ ثُمَّ ائْتِنَا اِذَا جَآءَ خَازِنُنَا نُعْطِكَ وَرِقَكَ فَقَالَ عُمَرُ كَلَّا وَاللّٰهِ لَتُعْطِيَنَّهُ وَرِقَهُ اَوْ لَتَرُدَّنَّ اِلَيْهِ ذَهَبَهُ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوَرِقُ بِالذَّهَبِ رِبًا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ

◄► مالک بن اوس بیان کرتے ہیں: میں یہ کہتے ہوئے آیا' کون شخص درہم کی ''بیع صرف'' میرے ساتھ کرے گا؟ تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بولے: وہ اس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھے' تم اپنا سونا ہمیں دکھاؤ پھر جب ہمارا خادم ہمارے پاس آئے گا' تو تم ہمارے پاس آ جانا' ہم تمہاری چاندی تمہیں دیدیں گے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: ہرگز نہیں' اللہ کی قسم! یا تو تم اس کی چاندی اسے ابھی دو گے' یا اس کا سونا اسے ابھی واپس کر دو گے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ ''سونے کے عوض میں چاندی دینا سود ہے' البتہ اگر وہ دست بدست لین دین ہو (تو جائز ہے)''۔

2261- حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ الشَّافِعِيُّ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَبِيْهِ الْعَبَّاسِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ شَافِعٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدِّيْنَارُ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ لَا فَضْلَ بَيْنَهُمَا فَمَنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ بِوَرِقٍ فَلْيَصْطَرِفْهَا بِذَهَبٍ وَّمَنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ بِذَهَبٍ فَلْيَصْطَرِفْهَا بِالْوَرِقِ وَالصَّرْفُ هَآءَ وَهَآءَ

◄► عمر بن محمد اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''دینار کے عوض میں دینار کا اور درہم کے عوض میں درہم کا لین دین کرتے ہوئے کوئی اضافی ادائیگی نہیں ہوگی' جس شخص کو چاندی کی ضرورت ہو وہ سونے کے عوض میں اس کی ''بیع صرف'' کر لے' اور جس شخص کو سونے کی ضرورت ہو وہ چاندی کے عوض میں اس کی ''بیع صرف'' کر لے اور ''بیع صرف'' دست بدست ہوگی''۔

سونے چاندی کے نگینوں والے سامان کی بیع میں فقہی مذاہب

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوہ خیبر کے موقع پر میں نے بارہ دینار کا ایک ہار خریدا جس میں سونا اور نگینے جڑے ہوئے تھے میں نے انہیں الگ کیا تو بارہ دینار سے زیادہ (سونا) پایا۔ پس میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

2260 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2261 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

آپ نے فرمایا سونا الگ کیے بغیر نہ بیچا جائے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1272)

حضرت سعید بن یزید سے اسی اسناد سے اسی حدیث کی مثل۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے بعض صحابہ کرام اور دیگر علماء کا اس پر عمل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی تلوار یا کمربند وغیرہ جس میں چاندی لگی ہوئی ہو اس کا ان چیزوں سے الگ کیے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں تاکہ دونوں چیزیں الگ الگ ہو جائیں ابن مبارک، شافعی، احمد، اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ بعض صحابہ کرام اور دیگر علماء نے اس کی اجازت دی ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1273)

ثمن کو طوق کی قیمت قرار دینے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب ایک کنیز جس کی قیمت ایک ہزار ہے اور اُس کے گلے میں ایک ہزار کا طوق پڑا ہے دونوں کو دو ہزار میں خریدا اور ایک ہزار اُسی وقت دیدیا اور ایک ہزار باقی رکھا تو یہ جو ادا کر دیا ہے۔ یہ طوق کا ثمن قرار دیا جائے گا اگرچہ اس کی تصریح نہ کی ہو یا یہ کہہ دیا ہو کہ دونوں کے ثمن میں یہ ایک ہزار لو۔ اسی طرح اگر بیع میں ایک ہزار نقد دینا قرار پایا ہے اور ایک ہزار اُدھار تو جو نقد دینا ٹھہرا ہے طوق کا ثمن ہے۔ اسی طرح اگر سو روپے میں تلوار خریدی جس میں پچاس روپے کا چاندی کا سامان لگا ہے اور اُسی مجلس میں پچاس دیدیے تو یہ اُس سامان کا ثمن قرار پائے گا یا عقد ہی میں پچاس روپے نقد اور پچاس اُدھار دینا قرار پایا تو یہ پچاس چاندی کے ہیں اگرچہ تصریح نہ کی ہو یا کہہ دیا ہو کہ دونوں کے ثمن میں سے پچاس لے لو بلکہ کہہ دیا ہو کہ تلوار کے ثمن میں سے پچاس روپے وصول کرو کیونکہ وہ آرائش کی چیزیں تلوار کے تابع ہیں تلوار بول کر وہ سب ہی کچھ مراد لیتے ہیں نہ کہ محض لوہے کا پھل البتہ اگر یہ کہہ دیا کہ یہ خاص تلوار کا ثمن ہے تو بیع فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر اس مجلس میں طوق اور تلوار کی آرائش کا ثمن بھی ادا نہیں کیا گیا اور دونوں متفرق ہو گئے تو طوق و آرائش کی بیع باطل ہو گئی لونڈی کی صحیح ہے اور تلوار کی آرائش بلا ضرر اُس سے علحدہ ہو سکتی ہے تو تلوار کی صحیح ہے ورنہ اس کی بھی باطل ہے۔

اور سونے چاندی کی بیع میں اگر کسی طرف اُدھار ہو تو بیع فاسد ہے اگرچہ اُدھار والے نے جدا ہونے سے پہلے اُسی مجلس میں کچھ ادا کر دیا جب بھی کل کی بیع فاسد ہے مثلاً پندرہ روپے کی گنی خریدی اور روپیہ دس دن کے بعد دینے کو کہا مگر اُسی مجلس میں دس روپے دیدیے جب بھی پوری ہی بیع فاسد ہے یہ نہیں کہ جتنا دیا اُس کی مقدار میں جائز ہو جائے ہاں اگر اسی جگہ پر کل روپے دیدیے تو پوری بیع صحیح ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

افتراق مجلس کے سبب بیع کے بقیہ حصے کے باطل ہو جانے کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور جب چاندی کے برتن کو روپے یا اشرفی کے عوض میں بیع کیا تھوڑے سے دام مجلس میں دے دیے باقی باقی ہیں اور عاقدین میں افتراق ہو گیا تو جتنے دام دیے ہیں اُس کے مقابل میں بیع صحیح ہے اور باقی باطل۔ اور برتن میں بائع و مشتری دونوں شریک ہیں اور مشتری کو عیب شرکت کی وجہ سے یہ اختیار نہیں کہ وہ حصہ بھی پھیر دے کیونکہ یہ عیب مشتری کے فعل واختیار سے ہے اس نے پورا دام اُسی مجلس میں کیوں نہیں دیا اور اگر اس برتن میں کوئی حقدار پیدا ہو گیا اُس نے

ایک جزاپنا ثابت کر دیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ باقی کو لے یا نہ لے کیونکہ اس صورت میں عیب شرکت اس کے فعل سے نہیں۔

(فتح القدیر، کتاب صرف)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ پھر اگر مستحق نے عقد کو جائز کر دیا تو جائز ہو جائے گا اور اُتنے ثمن کا وہ مستحق ہے بائع مشتری سے لے کر اُس کو دے بشرطیکہ بائع ومشتری اجازت مستحق سے پہلے جدا نہ ہوئے ہوں خود مستحق کے جدا ہونے سے عقد باطل نہیں ہوگا کہ وہ عاقد نہیں ہے۔

اوراسی طرح جب کسی شخص نے چاندی یا سونے کا ٹکڑا خریدا اور اُس کے کسی جز میں دوسرا حقدار پیدا ہوگیا تو جو باقی ہے وہ مشتری کا ہے اور ثمن بھی اتنے ہی کا مشتری کے ذمہ ہے اور مشتری کو یہ حق حاصل نہیں کہ باقی کو بھی نہ لے کیونکہ اس کے ٹکڑے کرنے میں کسی کا کوئی نقصان نہیں یہ اُس صورت میں ہے کہ قبضہ کے بعد حقدار کا حق ثابت ہوا اور اگر قبضہ سے پہلے اُس نے اپنا حق ثابت کر دیا تو مشتری کو یہاں بھی اختیار حاصل ہوگا کہ لے یا نہ لے روپے اور اشرفی کا بھی یہی حکم ہے کہ مشتری کو اختیار نہیں ملتا۔

(درمختار، کتاب صرف)

مگر زمانہ سابق میں یہ رواج تھا کہ روپے اور اشرفی کے ٹکڑے کرنے میں کوئی نقصان نہ تھا اس زمانہ میں ہندوستان کے اندر اگر روپیہ کے ٹکڑے کر دیے جائیں تو ویسا ہی بیکار تصور کیا جائے گا جیسا برتن ٹکڑے کر دینے سے، للہذا یہاں روپیہ کا وہی حکم ہونا چاہیے جو برتن کا ہے۔

بَاب: اقْتِضَاءِ الذَّهَبِ مِنَ الْوَرِقِ وَالْوَرِقِ مِنَ الذَّهَبِ

یہ باب ہے کہ چاندی کے بدلے میں سونا لینا اور سونے کے بدلے میں چاندی لینا

2262- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ وَسُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْحِمَّانِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا عُمَرُ ابْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ أَوْ سِمَاكٌ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا سِمَاكًا عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ أَبِيعُ الْإِبِلَ فَكُنْتُ آخُذُ الذَّهَبَ مِنَ الْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ مِنَ الذَّهَبِ وَالدَّنَانِيرَ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالدَّرَاهِمَ مِنَ الدَّنَانِيرِ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِذَا أَخَذْتَ أَحَدَهُمَا وَأَعْطَيْتَ الْآخَرَ فَلَا تُفَارِقْ صَاحِبَكَ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ لَبْسٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں اونٹ فروخت کیا کرتا تھا (اور قیمت لیتے ہوئے) چاندی کی جگہ سونا لے لیتا تھا اور سونے کی جگہ چاندی لے لیتا تھا درہم کی جگہ دینار لے لیتا تھا اور دینار کی جگہ درہم لے لیا کرتا تھا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم ان میں سے کوئی ایک لیتے ہو اور دوسری قسم ادا کرتے ہو تو جب تم اپنے ساتھی سے جدا ہو تو تمہارے درمیان کوئی التباس نہیں ہونا چاہیے۔ (یعنی دونوں طرف سے مقدار مقرر

2262: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: **3354** ورقم الحدیث: **3355** اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: **1242** اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث **4596** ورقم الحدیث **4597** ورقم الحدیث: **4598** ورقم الحدیث: **4599** ورقم الحدیث: **4601** ورقم الحدیث **4602** ورقم الحدیث **4603**

ہونی چاہئے)

2262م- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحٰقَ أَنْبَأَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

◆◆ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

سونے کو چاندی کے بدلے اندازے سے بیچنے کا بیان

اور سونے کو چاندی کے بدلے میں اندازے سے بیچنا جائز ہے کیونکہ اس میں برابری کی شرط نہیں ہے جبکہ مجلس عقد میں قبضہ شرط ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں جبکہ اس کے برخلاف کہ ہم جنس کو اندازے سے بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں سود کا احتمال ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عریہ کی اجازت دی کہ وہ اندازے سے بیچا جا سکتی ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ عرایا کچھ معین درخت جن کا میوہ تو اترے ہوئے میوے کے بدل خریدے۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۲۱۹۲)

اختلاف جنس کے سبب کمی بیشی کے جواز کا بیان

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی، چاندی کے بدلے میں اور سونا سونے کے بدلے میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ مگر یہ کہ برابر برابر ہو۔ البتہ سونا چاندی کے بدلے میں جس طرح چاہیں خریدیں۔ اسی طرح چاندی سونے کے بدلے جس طرح چاہیں خریدیں۔

اس حدیث میں ہاتھوں ہاتھ کی قید نہیں ہے مگر مسلم کی دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاتھوں ہاتھ یعنی نقدا نقد ہونا اس میں بھی شرط ہے اور بیع صرف میں قبضہ شرط ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ جب جنس ایک ہو تو کمی بیشی درست ہے یا نہیں، جمہور کا قول یہی ہے کہ درست نہیں ہے۔ اور اگر جنس مختلف ہو تو کمی بیشی جائز ہے۔

بَابُ: النَّهْيِ عَنْ كَسْرِ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ

یہ باب درہم اور دینار کو توڑنے کی ممانعت میں ہے

2263- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَهَارُونُ بْنُ إِسْحٰقَ قَالُوا حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ فَضَاءٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْرِ سِكَّةِ الْمُسْلِمِينَ الْجَائِزَةِ بَيْنَهُمْ إِلَّا مِنْ بَأْسٍ

◆◆ علقمہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے درمیان رائج سکوں کو

2263 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث **3449**

توڑنے سے منع کیا ہے البتہ انتہائی ضرورت کا حکم مختلف ہے۔

بَابِ: بَيْعِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ

یہ باب خشک کھجور کے عوض میں تر کھجور کو فروخت کرنے میں ہے

2284- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَإِسْحٰقُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَا حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ مَوْلَى الْاَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ اَنَّ زَيْدًا اَبَا عَيَّاشٍ مَوْلًى لِبَنِي زُهْرَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ سَعْدَ بْنَ اَبِي وَقَّاصٍ عَنِ اشْتِرَاءِ الْبَيْضَاءِ بِالسُّلْتِ فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ اَيُّهُمَا اَفْضَلُ قَالَ الْبَيْضَاءُ فَنَهَانِي عَنْهُ وَقَالَ اِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ اشْتِرَاءِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ فَقَالَ اَيَنْقُصُ الرُّطَبُ اِذَا يَبِسَ قَالُوا نَعَمْ فَنَهٰى عَنْ ذٰلِكَ

ابو عیاش زید کہتے ہیں انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک قسم کے جو کے عوض میں دوسری قسم کے جو (یا شاید گندم) کا سودا کرنے کے بارے میں دریافت کیا: تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: ان دونوں میں سے کون سا بہتر ہوتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: سفید والا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مجھے اس سے منع کر دیا۔

انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خشک کھجوروں کے عوض میں تر کھجوریں خریدنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تر کھجور جب خشک ہو جائے' تو کم ہو جاتی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا۔

شرح

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور مزابنہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ کا میوہ تازہ پھل اگر وہ کھجور ہو تو خشک کھجوروں کے بدلے پیمانہ کے ذریعہ مثلاً دس پیمانے کے بقدر بیچے یعنی ایک شخص کے باغ میں تازہ کھجوریں لگی ہوئی ہوں اور ایک دوسرے شخص کے پاس خشک کھجوریں رکھی ہوئی ہوں تو باغ والا شخص اس دوسرے شخص سے دس پیمانے بھر کر خشک کھجوریں لے لے اور اس کے عوض اپنے درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوریں اسی پیمانے کے مطابق اندازہ کر کے بیچ دے اور اگر میوہ انگور ہو تو اس کو خشک انگور کے بدلے پیمانہ کے ذریعہ بیچے (حاصل یہ کہ بیع مزابنہ کا مطلب ہے درخت پر لگے ہوئے تازہ میوہ کو خواہ وہ کھجور ہو یا کوئی اور پھل رکھے ہوئے خشک میوہ کے عوض بیچنا اور مسلم میں یہ بھی ہے کہ اگر کھیتی ہو تو اس میں بیع مزابنہ کی شکل یہ ہے کہ اس کو غلہ کے عوض پیمانہ کے ذریعہ بیچے یعنی کھیت میں کھڑی ہے اور ایک دوسرے شخص کے پاس گیہوں رکھا ہوا ہے تو پہلا شخص اپنے کھیت میں کھڑے ہوئے گیہوں کا اندازہ کر کے اس کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچے اور اس کے عوض اس شخص سے وہ رکھا ہوا گیہوں اپنے اندازے کے مطابق پیمانہ بھر کے لے لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کی ان تمام قسموں سے منع فرمایا ہے (بخاری ومسلم) اور بخاری ومسلم ہی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا ہے نیز

2264: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: **3359**' ورقم الحدیث: **3360**' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث **1225**' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: **4559**' ورقم الحدیث **4560**

فرمایا کہ بیع مزابنہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو کسی شخص کو ہاتھ اس کے پاس رکھی ہوئی خشک کھجوروں کے عوض پیمانہ معین کر کے بیچے اور خریدار سے کہہ دے کہ اگر درخت کی کھجوریں معین پیمانہ سے زائد ہوں گی تو میری ہیں یعنی اسے لے لوں گا اور اگر کم نکلیں تو اس کا میں ذمہ دار ہوں کہ اس کی کو میں پورا کروں گا۔ (مشکوۃ المصابیح، جلد سوم رقم الحدیث 74)

مزابنہ لفظ زبن سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں دفع کرنا دور کرنا بیع مزابنہ سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ اس بیع کی بنیاد قیاس اور اندازے پر ہوتی ہے اس میں فریقین کے لئے زیادتی اور نقصان دونوں کا احتمال رہتا ہے اس کی وجہ سے دونوں یعنی بیچنے والے اور خریدار کے درمیان نزاع وفساد بھی پیدا ہو سکتا ہے اور آپس میں ایک دوسرے کے دفعیہ اور دوری کی نوبت بھی آ سکتی ہے۔ یہاں دو روایتیں نقل کی گی ہیں ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں مزابنہ کی تعریف لفظ ثمر کے ذکر سے کی گئی ہے جو عمومیت کے لئے ہوئے ہے۔

دوسری روایت میں مزابنہ کی تعریف لفظ تمر کے ذکر سے کی گئی ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیع مزابنہ کا تعلق صرف کھجور سے ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ دوسری روایت میں بھی عمومیت ہی مراد ہے خاص طور پر کھجور کا ذکر محض تمثیل ہے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخابرۃ محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور محاقلہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی کھیتی کو سو فرق گیہوں کے بدلے میں بیچ دے اور مزابنہ یہ ہے کہ کوئی شخص درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کو سو فرق رکھی ہوئی کھجوروں کے بدلے میں بیچ دے اور مخابرۃ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین کو ایک معین حصہ جیسے تہائی یا چوتھائی پر کاشت کے لئے دیدے۔ (مسلم)

فرق راء کے زبر کے ساتھ ایک پیمانہ کا نام تھا جس میں سولہ رطل یعنی تقریباً سات سیر غلہ آتا تھا اور فرق راء کے جزم کے ساتھ اس پیمانے کو کہتے تھے جس میں ایک سو بیس رطل غلہ آتا تھا حدیث میں سو فرق کا ذکر محض تمثیل کے طور پر آیا ہے مقصود تو صرف یہ بتانا ہے کہ کٹنے سے پہلے کھیت میں کھڑے ہوئے گیہوں کو رکھے ہوئے گیہوں کے عوض بیچنا محاقلہ کہلاتا ہے۔ یہی مفہوم گذشتہ حدیث میں مزابنہ کے ضمن میں بھی ذکر کیا جا چکا ہے لیکن مزابنہ وسیع وعام کا حامل ہے کہ اس کا اطلاق میووں اور پھلوں پر بھی آتا ہے اور کھیتی اور غلوں کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے جبکہ محاقلہ کا استعمال صرف کھیتی اور غلوں ہی کے لئے کیا جاتا ہے اگرچہ بعض مواقع پر مزابنہ بھی صرف میووں اور پھلوں ہی کے بارے میں استعمال ہوتا ہے۔ مخابرۃ کا مطلب ہے کہ اپنی زمین کو بٹائی پر کاشت کے لئے کسی دوسرے کو دیدینا مثلاً کوئی شخص اپنی زمین کسی دوسرے کو اس شرط کے ساتھ دیدے کہ اس زمین کو جوتنا بونا اور جو کچھ اس میں پیدا ہو اس میں سے تہائی یا چوتھائی مجھے دیدینا۔

حدیث بالا میں اس کی بھی ممانعت فرمائی گئی ہے کیونکہ اول تو یہ اجرت کی ایک شکل ہوتی ہے اور اس میں اجرت مجہول رہتی ہے دوسرے حاصل ہونیوالی چیز معدوم ہوتی ہے اور جو چیز معدوم ہوتی ہے اس کا کوئی معاملہ مقرر نہیں ہوتا مخابرت کو مزارعت بھی کہتے ہیں لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ مخابرت کی صورت میں تو تخم وبیج کاشت کرنیوالے کا ہوتا ہے اور مزارعت میں زمین کے مالک کا، مزارعت اور مخابرت بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں حکم ہے لیکن صاحبین یعنی حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد کے نزدیک درست ہے حنفی مسلک میں فتویٰ صاحبین ہی کے قول پر ہے کیونکہ یہ کثیر الوقوع اور بہت زیادہ احتیاج کی چیز ہے اس کو جائز نہ رکھنے کی صورت میں لوگوں کو بہت زیادہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا

ہے۔ اور حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلت مزابنت مخابرت معاومت اور ثنیا سے منع فرمایا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کی اجازت دی ہے (مسلم)

محاقلت مزابنت اور مخابرت کے معنی تو بیان کیے جا چکے ہیں معاومت کے معنی یہ ہیں کہ درختوں کے پھلوں کو نمودار ہونے سے پہلے ایک سال دو سال تین سال یا زیادہ مدت کے لئے فروخت کر دیا جائے اور ثنیا کا مطلب یہ ہے کہ درختوں پر موجود پھلوں کو بیچ جائے لیکن ان میں سے ایک غیر معین مقدار مستثنیٰ کر لی جائے یعنی اسے نہ بیچا جائے۔ عرایا جمع ہے عریت کی اور عریت کھجور کے اس درخت کو کہتے ہیں جسے اس کا مالک کسی محتاج وفقیر کو پھل کھانے کے لئے عاریتاً دیدے عرایا کی اجازت دی ہے کی وضاحت یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے باغ میں سے ایک درخت یا دو درخت کسی محتاج کو پھل کھانے کے لئے دیدیا کرتے تھے جیسا کہ معمول تھا وہ باغ کا مالک اپنے اہل وعیال کے ساتھ جب باغ میں آتا ہے اور ان سب لوگوں کی موجودگی میں وہ محتاج آ جاتا تو اپنے باغ میں ایک شخص کے آ جانے کی وجہ سے ان کو کچھ کبیدگی ہوتی اس لئے اس محتاج کو وہ اس درخت کی بجائے اپنے پاس سے کچھ پھل دے کر رخصت کر دیتے اور اس درخت کا پھل خود رکھ لیتے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روا رکھا لیکن یہ پانچ وسق سے کم میں تو جائز ہے اس سے زیادہ میں درست نہیں جیسا کہ آگے حضرت ابوہریرہ کی روایت میں آ جائے گا۔ حضرت سہل ابن ابی حثمہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عریہ کسی محتاج کو دیئے گئے درخت کے متعلق یہ اجازت دی ہے کہ اس درخت پر لگے ہوئے پھل کو اس کے خشک ہونے کے بعد کی مقدار کا اندازہ کر کے بیچا جائے یعنی یہ اندازہ کر لیا جائے کہ اس درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوریں خشک ہونے کے بعد کتنی رہیں گی اور پھر اتنی ہی مقدار میں خشک کھجوریں اس محتاج کو دے کر اس درخت پر لگی ہوئی کھجوریں لے لی جائیں اس طرح اس کے مالک اس درخت کا تازہ پھل کھائیں۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد سوم، رقم الحدیث 79)

بَاب: الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ

یہ باب مزابنہ اور محاقلہ کے بیان میں ہے

2265 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُزَابَنَةُ أَنْ يَبِيعَ الرَّجُلُ تَمْرَ حَائِطِهِ إِنْ كَانَتْ نَخْلًا بِتَمْرٍ كَيْلًا وَإِنْ كَانَتْ كَرْمًا أَنْ يَبِيعَهُ بِزَبِيبٍ كَيْلًا وَإِنْ كَانَتْ زَرْعًا أَنْ يَبِيعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ نَهَى عَنْ ذَلِكَ كُلِّهِ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع کیا ہے۔ مزابنہ سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے باغ کے درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کو ماپی ہوئی اور درخت سے اتری ہوئی کھجوروں کے عوض میں فروخت کرے اور اگر انگور فروخت کر رہا ہو تو انہیں ماپی ہوئی کشمش کے عوض میں فروخت کرے یا کوئی دوسری پیداوار فروخت کر رہا ہو تو اسے ماپے ہوئے اناج کے عوض میں فروخت کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب سے منع کیا ہے۔

2265: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2205 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3876 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 4563

2266- حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع کیا ہے۔

2267- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ

◆◆ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع کیا ہے۔

شرح

اور بیع مزابنہ جائز نہیں ہے اور مزابنہ یہ ہے کہ درختوں پر موجود کھجور کو ٹوٹے ہوئے چھوہاروں کے بدلے میں ان کے وزن کے برابر اندازے سے بیچا جائے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ اور محاقلہ سے منع کیا ہے۔ مزابنہ وہی بیع ہے۔ جس ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور محاقلہ یہ ہے کہ گندم کو ان کی بالیوں میں ان کے ہم وزن گندم کے بدلے میں اندازے سے بیچ دیا جائے۔ پس اندازے سے یہ بیع جائز نہ ہوگی جس طرح اس حالت میں جائز نہیں ہے کہ جب وہ دونوں زمین پر رکھی ہوئی ہوں۔ اور اسی طرح انگور کو کشمش کے بدلے میں بیچنا بھی جائز نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مزابنہ پانچ وسق سے کم کے اندر جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع کیا ہے مگر عرایا کی اجازت دی ہے اور عرایا یہ ہے کہ کھجور کے پانچ وسق سے کم میں اندازے سے بیچ دیا جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ لغت میں عطیہ کو عریہ کہتے ہیں اور حدیث مبارکہ کی تاویل یہ ہے کہ عطیہ لینے والا درختوں پر موجود کھجور کے عطیہ دینے سے کاٹی ہوئی کھجوروں کے بدلے میں بیچ دے۔ اور یہ بیع بطور مجاز ہے۔ کیونکہ معری لہ ان پھلوں کا مالک نہیں ہے پس معری کا اس کو پھل دے دینا یہ ایک جدید احسان ہوگا۔

بیع مزابنہ کی ممانعت کا بیان

یہ خشک کھجور کی بیع درخت پر لگی ہوئی کھجور کے بدلے اور خشک انگور کی بیع تازہ انگور کے بدلے میں ہوتی ہے اور بیع عرایا کا بیان۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب بیوع)

2266 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث **3889**' ورقم الحدیث: **3890**' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: **3375**' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث۔ **3892**' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث۔ **3404**' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: **1313**' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث **4647**' ورقم الحدیث **4648**

2267 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث' **3400**' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: **3900**' ورقم الحدیث: **3901**' ورقم الحدیث' **3902**' ورقم الحدیث **3903**

اس کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آگے چل کر وصل کیا ہے، مزابنہ کے معنی تو معلوم ہو چکے۔ محاقلہ یہ ہے کہ ابھی گیہوں کھیت میں ہو، بالیوں میں اس کا اندازہ کر کے اس کو اترے ہوئے گیہوں کے بدلے میں بیچے۔ یہ بھی منع ہے۔ محاقلہ کی تفسیر میں شوکانی فرماتے ہیں۔ **قد اختلف فی تفسیرها فمنم من فسرها فی الحدیث فقال هی بیع الحقل بکیل من الطعام و قال ابو عبید هی بیع الطعام فی سنبله و الحقل الحرث و موضع الزرع۔**

یعنی محاقلہ کی تفسیر میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کی تفسیر اس کھیت سے کی ہے، جس کی کھڑی کھیتی کو اندازاً مقررہ مقدار کے غلہ سے بیچ دیا جائے۔ ابو عبید نے کہا وہ غلہ کو اس کی بالیوں میں بیچنا ہے اور حقل کا معنی کھیتی اور مقام زراعت کے ہیں۔ یہ بیع محاقلہ ہے جسے شرع محمدی میں منع قرار دیا گیا۔ کیوں کہ اس میں جانبین کو نفع و نقصان کا احتمال قوی ہے۔

مزابنہ کی تفسیر میں مولانا شوکانی فرماتے ہیں: **والمزابنة بالزای و الموحدة و النون قال فی الفتح هی مفاعلة من الزبن بفتح الزای و سکون الموحدة وهو الدفع الشدید و منه سمیت الحرب الزبون لشدة الدفع فیها و قیل للبیع المخصوص مزابنة کان کل واحد من المتبایعین یدفع صاحبه عن حقه او لان احدهما اذا وقف مافیه من الغبن اراد دفع البیع بفسخه و اراد الاخر دفعه عن هذه الارادة بامضاء البیع و قد فسرت بما فی الحدیث اعنی بیع النخل باوساق من التمر و فسرت بهذا و بیع العنب بالزبیب کما فی الصحیحین ۔** (نیل الاوطار)

مزابنہ زبن سے مفاعلہ کا مصدر ہے۔ جس کا معنی رفع شدید کے ہیں، اسی لیے لڑائی کا نام بھی زبون رکھا گیا کیوں کہ اس میں شدت سے مدافعت کی جاتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیع مخصوص کا نام مزابنہ ہے۔ گویا دینے والا اور لینے والا دونوں میں سے ہر شخص ایک دوسرے کو اس کے حق سے محروم رکھنے کی شدت سے کوشش کرتا ہے یا یہ معنی کہ ان دونوں میں سے جب ایک اس سودے میں غبن سے واقف ہوتا ہے تو وہ اس بیع کو فسخ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور دوسرا بیع کا نفاذ کر کے اسے اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور حدیث کی بھی تفسیر کر چکا ہوں۔ یعنی تر کھجور کو خشک کھجور سے بیچنا اور انگوروں کو منقیٰ سے بیچنا جیسا کہ صحیحین میں ہے۔

عہد جاہلیت میں بیوع کے یہ جملہ مذموم طریقے جاری تھے۔ اور ان میں نفع و نقصان ہر دو کا قوی احتمال ہوتا تھا۔ بعض دفعہ لینے والے کے وارے نیارے ہو جاتے اور بعض دفعہ وہ اصل پونجی کو بھی گنوا بیٹھتا۔ اسلام نے ان جملہ طریقہ ہائے بیوع کو سختی سے منع فرمایا۔ آج کل ایسے دھوکہ کے طریقوں کی جگہ لاٹری، سٹہ، ریس وغیرہ نے لے لی ہے۔ جو اسلامی احکام کی روشنی میں نہ صرف ناجائز بلکہ سود بیاج کے دائرہ میں داخل ہیں۔ خرید و فروخت میں دھوکہ کرنے والے کے حق میں سخت ترین وعیدیں آئی ہیں۔ مثلاً ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا **من غشنا فلیس منا** جو دھوکہ بازی کرنے والا ہے وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے

اسی طرح تر کھجور خشک کھجور کے بدل برابر برابر بیچنا ناجائز ہے کیوں کہ تر کھجور سوکھے سے وزن میں کم ہو جاتی ہے، جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جائز رکھا ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ یعنی باغ کے پھلوں کو اگر وہ کھجور ہیں تو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے میں ناپ کر بیچا جائے۔ اور اگر انگور ہیں تو اسے خشک انگور کے بدلے ناپ کر بیچا جائے اور اگر وہ کھیتی ہے تو ناپ کر غلہ کے بدلے میں بیچا جائے۔ آپ نے ان تمام قسموں کے لین دین سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ کھیتی کو اس کے کاٹنے سے پہلے غلہ کے ساتھ بیچنا درست نہیں۔ اس لیے کہ وہ ایک معلوم غلہ کے ساتھ مجہول چیز کی بیع ہے۔ اس میں ہر دو کے لیے نقصان کا احتمال ہے۔ ایسے ہی تر کاٹنے کے بعد خشک کے ساتھ بیچنا جمہور اس قسم کی تمام بیوع کو ناجائز کہتے ہیں۔ ان سب میں نفع ونقصان ہر دو احتمالات ہیں۔ اور شریعت محمدیہ ایسے جملہ ممکن نقصانات کی بیوع کو ناجائز قرار دیتی ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری)

بَاب: بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا تَمْرًا

یہ باب ہے کہ کھجوروں کا اندازہ لگا کر ''عرایا'' کو فروخت کرنا

2268- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا

◄◄ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کے بارے میں اجازت دی ہے۔

2269- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَنْبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْخَصَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِخَرْصِهَا تَمْرًا قَالَ يَحْيَى الْعَرِيَّةُ اَنْ يَّشْتَرِيَ الرَّجُلُ ثَمَرَ النَّخَلَاتِ بِطَعَامِ اَهْلِهِ رُطَبًا بِخَرْصِهَا تَمْرًا

◄◄ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کا اندازہ لگا کر ''عریہ'' کو فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

یحییٰ نامی راوی کہتے ہیں: ''عریہ'' سے مراد یہ ہے کوئی شخص اپنے اہل خانہ کے اناج میں سے تر کھجوروں کے عوض میں کھجور کے درختوں پر لگے ہوئے پھل کو خرید لے جبکہ ان درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کا اندازہ لگایا گیا ہو۔

عریہ کے مفہوم میں فقہی تصریحات کا بیان

امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ عریہ یہ ہے کہ کوئی شخص (کسی باغ کا مالک اپنے باغ میں) دوسرے شخص کو کھجور کا درخت

2268 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث **2173**' ورقم الحدیث: **2184**' ورقم الحدیث: **2188**' ورقم الحدیث: **2192**' ورقم الحدیث **3380**' خرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث **3853**' ورقم الحدیث: **3855**' ورقم الحدیث: **3856**' ورقم الحدیث: **3857**' ورقم الحدیث۔ **3859**' ورقم الحدیث **3860**' ورقم الحدیث: **3861**' ورقم حدیث: **3862**' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: **1300**' ورقم الحدیث۔ **1302**' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم حدیث **4550**' ورقم الحدیث۔ **4552**' ورقم الحدیث **4553**' ورقم الحدیث: **4554**

(ہبہ کے طور پر) دے دے، پھر اس شخص کا باغ میں آنا اچھا نہ معلوم ہو، تو اس صورت میں وہ شخص ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے میں اپنا درخت (جسے وہ ہبہ کر چکا ہے) خرید لے اس کی اس کے لیے رخصت دی گئی ہے اور ابن ادریس (امام شافعی رحمہ اللہ علیہ) نے کہا کہ عریہ جائز نہیں ہوتا مگر (پانچ وسق سے کم میں) سوکھی کھجور ناپ کر ہاتھوں ہاتھ دے دے یہ نہیں کہ دونوں طرف اندازہ ہو۔ اور اس کی تائید سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ وسق سے ناپ کر کھجور دی جائے۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ علیہ نے اپنی حدیث میں نافع سے بیان کیا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ عریہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ میں کھجور کے ایک دو درخت کسی کو عاریتاً دے دے اور یزید نے سفیان بن حسین سے بیان کی کہ عریہ کھجور کے اس درخت کو کہتے ہیں جو مسکینوں کو للہ دے دیا جائے، لیکن وہ کھجور کے پکنے کا انتظار نہیں کر سکتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دی کہ جس قدر سوکھی کھجور کے بدل چاہیں اور جس کے ہاتھ چاہیں بیچ سکتے ہیں۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عریہ کی اجازت دی کہ وہ اندازے سے بیچی جاسکتی ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ عرایا کچھ معین درخت جن کا میوہ تو اترے ہوئے میوے کے بدل خریدے۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث 2192)

شوکانی عرایا کی تفصیل ان لفظوں میں پیش فرماتے ہیں عرایا عریہ کی جمع ہے اور دراصل یہ کھجور کا صرف پھل کسی محتاج مسکین کو عاریتاً بخشش کے طور پر دے دینا ہے۔ عربوں کا طریقہ تھا کہ وہ فقراء مساکین کو فصل میں کسی درخت کا پھل بطور بخشش دے دیا کرتے تھے جیسا کہ بکری اور اونٹ والوں کا بھی طریقہ رہا ہے کہ کسی غریب مسکین کے حوالہ صرف دودھ پینے کے لیے بکری یا اونٹ کر دیا کرتے تھے۔

شوکانی فرماتے ہیں عرایا ان کھجوروں کو کہا جاتا ہے جو مساکین کو عاریتاً بخشش کے طور پر دے دی جاتی ہیں۔ پھر ان مساکین کو تنگ دستی کی وجہ سے ان کھجوروں کا پھل پختہ ہونے کا انتظار کرنے کی تاب نہیں ہوتی۔ پس ان کو رخصت دی گئی کہ وہ جیسے مناسب جانیں سوکھی کھجوروں سے ان کا تبادلہ کر سکتے ہیں۔ و قال الجوهري هي النخلة التي يعريها صاحبها رجلا محتاجا بان يجعل له ثمرها عاماً یعنی جوہری نے کہا کہ یہ وہ کھجور ہیں جس کے پھلوں کو ان کے مالک کسی محتاج کو عاریتاً محض بطور بخشش سال بھر کے لیے دے دیا کرتے ہیں۔ عرایا کی اور بھی بہت سی صورتیں بیان کی گئی ہیں تفصیل کے لیے فتح الباری کا مطالعہ ضروری ہے۔

مولانا شوکانی آخر میں فرماتے ہیں بیع عرایا کی جتنی بھی صورتیں صحیح حدیث میں وارد ہیں یا اہل شرع یا اہل لغت سے وہ ثابت ہیں وہ سب جائز ہیں۔ اس لیے کہ وہ مطلق اذن کے تحت داخل ہیں۔ اور بعض احادیث بعض صورتوں میں جو بطور نص وارد ہیں وہ ان کے منافی نہیں ہیں جو بعض ان کے غیر سے ثابت ہیں۔

بیع عرایا کے جواز میں اہم پہلو غرباء مساکین کا مفاد ہے جو اپنی تنگ دستی کی وجہ سے پھلوں کے پختہ ہونے کا انتظار کرنے سے معذور ہیں۔ ان کو فی الحال شکم پری کی ضرورت ہے اس لیے ان کو اس بیع کے لیے اجازت دی گئی۔ ثابت ہوا کہ عقل صحیح بھی اس کے

جواز کی تائید کرتی ہے۔

بَاب: اَلْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

یہ باب جانور کے بدلے میں جانور کا ادھار سودا کرنے میں ہے

2270- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

◆◆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے عوض میں جانور کو ادھار فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

2271- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَّاَبُوْ خَالِدٍ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا بَاْسَ بِالْحَيَوَانِ وَاحِدًا بِاثْنَيْنِ يَدًا بِيَدٍ وَّكَرِهَهُ نَسِيئَةً

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''دو جانوروں کے عوض میں ایک جانور کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ نقد لین دین ہو''۔

(راوی کہتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھار کے طور پر ایسا کرنے کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے (یعنی حرام قرار دیا ہے)

بَاب: اَلْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ مُتَفَاضِلًا يَدًا بِيَدٍ

یہ باب ہے کہ جانور کے عوض میں جانور کا نقد لین دین کرتے ہوئے اضافی ادائیگی کرنا

2272- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عُرْوَةَ ح و حَدَّثَنَا اَبُوْ عُمَرَ حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى صَفِيَّةَ بِسَبْعَةِ اَرْؤُسٍ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ مِنْ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات افراد (یعنی غلاموں اور کنیزوں) کے عوض سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو خریدا تھا۔

عبدالرحمٰن نامی راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے انہیں خریدا تھا۔

2270: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث **3356** اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: **1237** اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث **4634**

2271 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث **1238**

2272 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَاب : التَّغْلِيظِ فِي الرِّبَا

یہ باب سود کی شدید مذمت کے بیان میں ہے

سود کی لغوی تعریف کا بیان

لغت کے اعتبار سے ربا کے معنی زیادتی بڑھوتری بلندی کے آتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ایسی زیادتی کو ربا کہتے ہیں جو کسی مالی معاوضہ کے بغیر حاصل ہو۔

سود کو عربی زبان میں ربا کہتے ہیں، جس کا لغوی معنی زیادہ ہونا، پروان چڑھنا، اور بلندی کی طرف جانا ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں ربا (سود) کی تعریف یہ ہے کہ کسی کو اس شرط کے ساتھ رقم ادھار دینا کہ واپسی کے وقت وہ کچھ رقم زیادہ لے گا۔ مثلاً کسی کو سال یا چھ ماہ کے لیے 100 روپے قرض دیے، تو اس سے یہ شرط کر لی کہ وہ 100 روپے کے 120 روپے لے گا، مہلت کے عوض یہ جو 20 روپے زیادہ لیے گئے ہیں، یہ سود ہے۔

سود کی حرمت کا بیان

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرہ، ۲۷۵)

وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر، جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو اس لئے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے، اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود، تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا، اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے۔ اور جو اب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔ (کنزالایمان)

علامہ مناوی لکھتے ہیں: ربوا کے لغوی معنی زیادتی اور اضافے کے ہیں اور شریعت میں اس کا اطلاق رِبَا الفَضل اور ربا النسیئۃ پر ہوتا ہے۔ ربا الفضل اس سود کو کہتے ہیں جو چھ اشیاء میں کمی بیشی یا نقد و ادھار کی وجہ سے ہوتا ہے (جس کی تفصیل حدیث میں ہے) مثلاً گندم کا تبادلہ گندم سے کرنا ہے تو فرمایا گیا ہے کہ ایک تو برابر برابر ہو۔ دوسرے ہاتھوں ہاتھ ہو۔ اس میں کمی بیشی ہوگی تب بھی اور ہاتھوں ہاتھ ہونے کے بجائے ایک نقد اور دوسرا ادھار یا دونوں ہی ادھار ہوں تب بھی سود ہے) ربا النسیئۃ کا مطلب ہے کسی کو (مثلاً) چھ مہینے کے لیے اس شرط پر سو روپے دینا کہ واپسی روپے ہوگی۔ روپے چھ مہینے کی مہلت کے لیے دیے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول میں اسے اس طرح بیان کیا گیا ہے "کل قرض جر منفعۃ فھو ربا ۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۵ ص ۲۸)

(قرض پر لیا گیا نفع سود ہے)۔ یہ قرضہ ذاتی ضرورت کے لیے لیا گیا ہو یا کاروبار کے لئے دونوں قسم کے قرضوں پر سود حرام

ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں بھی دونوں قسم کے قرضوں کا رواج تھا شریعت نے بغیر کسی قسم کی تفریق کے دونوں کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے اس لیے بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ تجارتی قرضہ جو عام طور پر بنک سے لیا جاتا ہے اس پر اضافہ سود نہیں ہے اس لیے کہ قرض لینے والا اس سے فائدہ اٹھاتا ہے جس کا کچھ حصہ وہ بنک کو یا قرض دہندہ کو لوٹا دیتا ہے تو اس میں قباحت کیا ہے؟ اس کی قباحت ان متجددین کو نظر نہیں آتی جو اس کو جائز قرار دیتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں تو اس میں بڑی قباحتیں ہیں۔ مثلاً قرض لے کر کاروبار کرنے والے کا منافع تو یقینی نہیں ہے بلکہ منافع تو کجا اصل رقم کی حفاظت کی بھی ضمانت نہیں ہے بعض دفعہ کاروبار میں ساری رقم ہی ڈوب جاتی ہے۔

جب کہ اس کے برعکس قرض دہندہ (چاہے وہ بنک ہو یا کوئی ساہوکار ہو) کا منافع متعین ہے جس کی ادائیگی ہر صورت میں لازمی ہے یہ ظلم کی ایک واضح صورت ہے جسے شریعت اسلامیہ کس طرح جائز قرار دے سکتی ہے؟ علاوہ ازیں شریعت تو اہل ایمان کو معاشرے کے ضرورت مندوں پر بغیر کسی دنیاوی غرض ومنفعت کے خرچ کرنے کی ترغیب دیتی ہے جس سے معاشرے میں اخوت بھائی چارے، ہمدردی، تعاون اور شفقت ومحبت کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔ اس کے برعکس سودی نظام سے سنگ دلی اور خود غرضی کو فروغ ملتا ہے۔ ایک سرمائے دار کو اپنے سرمائے کے نفع سے غرض ہوتی ہے چاہے معاشرے میں ضرورت مند، بیماری، بھوک، افلاس سے کراہ رہے ہوں یا بیروزگار اپنی زندگی سے بیزار ہوں۔ شریعت اس شقاوت وسنگدلی کو کس طرح پسند کر سکتی ہے؟ اس کے اور بہت سے نقصانات ہیں۔ بہرحال سود مطلقاً حرام ہے چاہے ذاتی ضرورت کے لیے لیے گئے قرضے کا سود ہو یا تجارتی قرضے پر ہو۔

تجارت اور سود کو ہم معنی کہنے والے کم علم لوگوں کے لیے نصیحت

چونکہ پہلے ان لوگوں کا ذکر ہوا ہے جو نیک کار (صدقہ خیرات کرنے والے زکوتیں دینے والے حاجت مندوں اور رشتہ داروں کی مدد کرنے والے غرض ہر حال میں اور ہر وقت دوسروں کے کام آنے والے تھے تو ان کا بیان ہو رہا ہے جو کسی کو دینا تو ایک طرف رہا دوسروں سے چھینتے ظلم کرنے اور ناحق اپنے پرایوں کا مال ہضم کرنے والے ہیں، تو فرمایا کہ یہ سود خور لوگ اپنی قبروں سے ان کے بارے میں دیوانوں اور پاگلوں خبطیوں اور بیہوشوں کی طرح اُٹھیں گے، پاگل ہوں گے، کھڑے بھی نہ ہو سکتے ہوں گے، ایک قرأت میں من المس کے بعد یوم القیامۃ کا لفظ بھی ہے، ان سے کہا جائے گا کہ لو اب ہتھیار تھام لو اور اپنے رب سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ، شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے پیٹ بڑے بڑے گھروں کی مانند تھے، پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا سود اور بیاج لینے والے ہیں، اور روایت میں ہے کہ ان کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو ڈستے رہتے تھے اور ایک مطول حدیث میں ہے کہ ہم جب ایک سرخ رنگ نہر پر پہنچے جس کا پانی مثل خون کے سرخ تھا تو میں نے دیکھا اس میں کچھ لوگ بمشکل تمام کنارے پر آتے ہیں تو ایک فرشتہ بہت سے پتھر لئے بیٹھا ہے، وہ ان کا منہ پھاڑ کر ایک پتھر ان کے منہ میں اتار دیتا ہے، وہ پھر بھاگتے ہیں پھر یہی ہوتا ہے، پوچھا تو معلوم ہوا یہ سود خوروں کا گروہ ہے، ان پر یہ وبال اس باعث ہے کہ یہ کہتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی ہے ان کا یہ اعتراض شریعت اور احکام الٰہی پر تھا وہ سود کو تجارت کی طرح حلال جانتے تھے، جبکہ بیع پر

سود کا قیاس کرنا ہی غلط ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مشرکین تو تجارت کا شرعاً جائز ہونے کے قائل نہیں ورنہ یوں کہتے کہ سود مثل بیع ہے، ان کا کہنا یہ تھا کہ تجارت اور سود دونوں ایک جیسی چیزیں ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو حلال کہا جائے اور دوسری کو حرام؟ پھر انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ حلت وحرمت اللہ کے حکم کی بنا پر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ بھی کافروں کا قول ہی ہو، تو بھی انتہائی اچھے انداز سے جواباً کہا گیا اس میں مصلحت الہیہ کہ ایک کو اللہ نے حرام ٹھہرایا اور دوسرے کو حلال پھر اعتراض کیسا؟ علیم وحکیم اللہ کے حکموں پر اعتراض کرنے والے تم کون؟ کس کی ہستی ہے؟ اس سے باز پرس کرنے کی، تمام کاموں کی حقیقت کو ماننے والا تو وہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ میرے بندوں کا حقیقی نفع کس چیز میں اور فی الواقع نقصان کس چیز میں ہے، تو نفع الی چیزیں حلال کرتا ہے اور نقصان پہنچانے والی چیزیں حرام کرتا ہے، کوئی ماں اپنے دودھ پیتے بچے پر اتنی مہربان نہ ہوگی جتنا اللہ اپنے بندوں پر ہے، وہ روکتا ہے تو بھی مصلحت سے اور حکم دیتا ہے تو مصلحت سے، اپنے رب کی نصیحت سن کر جو باز آ جائے اس کے پہلے کیے ہوئے تمام گناہ معاف ہیں، جیسا فرمایا عفا اللہ عما سلف اور جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن فرمایا تھا جاہلیت کے تمام سود آج میرے ان قدموں تلے دفن کر دیئے گئے ہیں، چنانچہ سب سے پہلا سود جس سے میں دست بردار ہوتا ہوں وہ عباس کا سود ہے، پس جاہلیت میں جو سود لے چکے تھے ان کو لوٹانے کا حکم نہیں ہوا،

ایک روایت میں ہے کہ ام بحنہ حضرت زید بن ارقم کی ام ولد تھیں، حضرت عائشہ کے پاس آئیں اور کہا کہ میں نے ایک غلام حضرت زید کے ہاتھوں آٹھ سو کا اس شرط پر بیچا کہ جب ان کے پاس رقم آئے تو وہ ادا کر دیں، اس کے بعد انہیں نقدی کی ضرورت پڑی تو وقت سے پہلے ہی وہ اسے فروخت کرنے کو تیار ہو گئے، میں نے چھ سو کا خرید لیا، حضرت صدیقہ نے فرمایا تو نے بھی اور اس نے بھی بالکل خلاف شرع کیا، بہت برا کیا، جاؤ زید سے کہہ دو اگر وہ توبہ نہ کرے گا تو اس کا جہاد بھی غارت جائے گا جو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہے، میں نے کہا اگر وہ دو سو جو مجھے اس سے لینے ہیں چھوڑ دوں اور صرف چھ سو وصول کر لوں تا کہ مجھے میری پوری رقم آٹھ سو کی مل جائے، آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں، پھر آپ نے (فمن جاء موعظة والی آیت پڑھ کر سنائی (ابن ابی حاتم) یہ اثر بھی مشہور ہے اور ان لوگوں کی دلیل ہے جو عینہ کے مسئلے کو حرام بتاتے ہیں اس کی تفصیل کتاب الاحکام میں ہے اور احادیث بھی ہیں، والحمد اللہ۔

پھر فرمایا کہ حرمت کا مسئلہ کانوں میں پڑنے کے بعد بھی سود لے تو وہ سزا کا مستحق ہے ہمیشہ کے لئے جہنمی ہے، جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمایا جو مخابرہ کو اب بھی نہ چھوڑے وہ اللہ کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائے (ابو داؤد)

"مخابرہ" اسے کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسروں کی زمین میں کھیتی بوئے اور اس سے یہ طے ہو کہ زمین کے اس محدود ٹکڑے سے جتنا اناج نکلے وہ میرا باقی تیرا اور "مزابنہ" اسے کہتے ہیں کہ درخت میں جو کھجوریں ہیں وہ میری ہیں اور میں اس کے بدلے اپنے پاس سے تجھے اتنی کھجوریں تیار دیتا ہوں، اور "محاقلہ" اسے کہتے ہیں کہ کھیت میں جو اناج خوشوں میں ہے اسے اپنے پاس سے کچھ اناج دے کر خریدنا، ان تمام صورتوں کو شریعت نے حرام قرار دیا تا کہ سود کی جڑیں کٹ جائیں، اس لئے کہ ان صورتوں میں صحیح

طور پر کیفیت تبادلہ کا اندازہ نہیں ہو سکتا، پس بعض علماء نے اس کی کچھ علت نکالی، بعض نے کچھ، ایک جماعت نے اسی قیاس پر ایسے تمام کاروبار کو منع کیا، دوسری جماعت نے برعکس کیا، لیکن دوسری علت کی بناء پر، حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ ذرا مشکل ہے۔

یہاں تک کہ حضرت عمر فرماتے ہیں افسوس کہ تین مسئلے پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئے دادا کی میراث کا کلالہ اور سود کی صورتوں کا یعنی بعض کاروبار کی ایسی صورتیں جن پر سود کا شبہ ہوتا ہے، اور وہ ذرائع جو سود کی مماثلت تک لے جاتے ہوں جب یہ حرام ہیں تو وہ بھی حرام ہی ٹھہریں گے، جیسا کہ وہ چیز واجب ہو جاتی ہے۔ جس کے بغیر کوئی واجب پورا نہ ہوتا ہو،

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس طرح حلال ظاہر ہے، اسی طرح حرام بھی ظاہر ہے لیکن کچھ کام درمیانی شبہ والے بھی ہیں، ان شبہات والے کاموں سے بچنے والے نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا اور جو ان مشتبہ چیزوں میں پڑا وہ حرام میں بھی مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس چرواہے کی طرح جو کسی کی چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور چراتا ہو، تو ممکن ہے کوئی جانور اس چراگاہ میں بھی منہ مار لے،

سنن میں حدیث ہے کہ جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور اسے لے لو جو شک شبہ سے پاک ہے، دوسری حدیث میں ہے گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے طبیعت میں تردد ہو اور اس کے بارے میں لوگوں کا واقف ہونا اسے برا لگتا ہو، ایک اور روایت میں ہے اپنے دل سے فتویٰ پوچھ لو لوگ چاہے کچھ بھی فتویٰ دیتے ہوں، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں سود کی حرمت سب سے آخر میں نازل ہوئی (بخاری)

حضرت عمر یہ فرما کر کہتے ہیں افسوس کہ اس کی پوری تفسیر بھی مجھ تک نہ پہنچ سکی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ لوگو سود کو بھی چھوڑ دو اور ہر اس چیز کو بھی جس میں سود کا بھی شائبہ ہو (مسند احمد) حضرت عمر نے ایک خطبہ میں فرمایا شاید میں تمہیں بعض ان چیزوں سے روک دوں جو تمہارے لئے نفع والی ہوں اور ممکن ہے میں تمہیں کچھ ایسے احکام بھی دوں جو تمہاری مصلحت کیخلاف ہوں، سنو! قرآن میں سب سے آخر سود کی حرمت کی آیت اتری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور افسوس کہ اسے کھول کر ہمارے سامنے بیان نہ فرمایا پس تم ہر اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالتی ہو۔ (ابن ماجہ)

ایک حدیث میں ہے کہ سود کے تہتر گناہ ہیں جن میں سب سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے، سب سے بڑا سود مسلمان کی ہتک عزت کرنا ہے (مستدرک حاکم)

فرماتے ہیں ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ لوگ سود کھائیں گے، صحابہ نے پوچھا کیا سب کے سب؟ فرمایا جو نہ کھائے گا اسے بھی غبار تو پہنچے گا ہی، (مسند احمد)

پس غبار سے بچنے کے لئے ان اسباب کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہئے جو ان حرام کاموں کی طرف پہنچانے والے ہوں، حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیت حرمت سود میں نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں آکر اس کی تلاوت کی اور سودی کاروبار اور سودی تجارت کو حرام قرار دیا،

بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح شراب اور اس طرح کی تمام خرید و فروخت وغیرہ وہ وسائل (ذرائع) ہیں جو اس تک

پہنچانے والے ہیں سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیے ہیں، صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت اس لئے کی کہ جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے حیلہ سازی کر کے حلال بنانے کی کوشش کی چنانچہ یہ کوشش کرنا بھی حرام ہے اور موجب لعنت ہے، اسی طرح پہلے وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جو شخص دوسرے کی تین طلاق والی عورت سے اس لئے نکاح کرے کہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے اس پر اور اس خاوند پر اللہ کی پھٹکار اور اس کی لعنت ہے، آیت حتی تنکح زوجا غیرہ لك کی تفسیر میں دیکھ لیجئے، حدیث شریف میں ہے سود کھانے والے پر کھلانے والے پر شہادت دینے والوں پر گواہ بننے والوں پر لکھنے والے پر، سب پر اللہ کی لعنت ہے، ظاہر ہے کاتب وشاہد کو کیا ضرورت پڑی ہے جو وہ خواہ مخواہ اللہ کی لعنت اپنے اوپر لے، اسی طرح بظاہر عقد شرعی کی صورت کا اظہار اور نیت میں فساد رکھنے والوں پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں بلکہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتے ہیں۔

سود کے سبب معیشت کی تباہی کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ سود کو برباد کرتا ہے یعنی یا تو اسے بالکل غارت کر دیتا ہے یا سودی کاروبار سے خیر و برکت ہٹا دیتا ہے علاوہ ازیں دنیا میں بھی وہ تباہی کا باعث بنتا ہے اور آخرت میں عذاب کا سبب، جیسے ہے آیت قل لا یستوی الخبیث والطیب الخ، یعنی ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوتا گو تمہیں ناپاک کی زیادتی تعجب میں ڈالے۔ ارشاد فرمایا آیت ویجعل الخبیث بعضہ علی بعض فیر کم فیجعلہ فی جہنم۔ مگر جب خباثت والی چیزوں کو تہ وبالا کر کے وہ جہنم میں جھونک دے گا اور جگہ ہے آیت (وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا۟ فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ)30۔الروم:39) یعنی سود دے کر جو مال تم بڑھانا چاہتے ہو وہ دراصل بڑھتا نہیں،

اسی واسطے حضرت عبداللہ بن مسعود والی روایت میں ہے کہ سود سے اگر مال میں اضافہ ہو بھی جائے لیکن انجام کار کمی ہوتی ہے

(مسند احمد)

مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق مسجد سے نکلے اور اناج پھیلا ہوا دیکھ کر پوچھا یہ غلہ کہاں سے آیا؟ لوگوں نے کہا بکنے کے لئے آیا ہے، آپ نے دعا کی کہ اللہ اس میں برکت دے، لوگوں نے کہا یہ غلہ گراں بھاؤ بیچنے کے لئے پہلے ہی جمع کر لیا تھا، پوچھا کس نے جمع کیا تھا، لوگوں نے کہا ایک تو فروخ نے جو حضرت عثمان کے مولی ہیں اور دوسرے آپ کے آزاد کردہ غلام نے، آپ نے دونوں کو بلوایا اور فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا کہ ہم اپنے مالوں سے خریدتے ہیں اور جب چاہیں بیچیں، ہمیں اختیار ہے، آپ نے فرمایا سنو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں مہنگا بیچنے کے خیال سے غلہ روک رکھے اسے اللہ مفلس کر دے گا، یہ سن کر حضرت فروخ تو فرمانے لگے کہ میری توبہ ہے میں اللہ سے اور پھر آپ سے عہد کرتا ہوں کہ پھر یہ کام نہ کروں گا لیکن حضرت عمر کے غلام نے پھر بھی یہی کہا کہ ہم اپنے مال سے خریدتے ہیں اور نفع اٹھا کر بیچتے ہیں، اس میں کیا حرج ہے؟

راوی حدیث حضرت ابو یحیٰ فرماتے ہیں میں نے پھر دیکھا کہ اسے جذام ہو گیا اور جذامی (کوڑھ) بنا پھرتا تھا، ابن ماجہ میں

ہے جو شخص مسلمانوں کا غلہ گراں بھاؤ بیچنے کے لئے روک رکھے اللہ تعالیٰ اسے مفلس کر دے گا یا جذامی۔ پھر فرماتا ہے وہ صدقہ کو بڑھاتا ہے۔

یربی کی دوسری قرأت یربی بھی ہے، صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک کھجور بھی خیرات کرے اسے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی داہنے ہاتھ لیتا ہے پھر اسے پال کر بڑا کرتا ہے (جس طرح تم لوگ اپنے بچھڑوں کو پالتے ہو) اوراس کا ثواب پہاڑ کے برابر بنا دیتا ہے اور پاک چیز کے سواوہ ناپاک چیز کو قبول نہیں فرماتا، ایک اورروایت میں ہے کہ ایک کھجور کا ثواب احد پہاڑ کے برابر ملتا ہے، اور روایت میں ہے کہ ایک لقمہ مثل احد کے ہو کر ملتا ہے، پس تم صدقہ خیرات کیا کرو، پھر فرمایا ناپسندیدہ کافروں، نافرمان زبان زوراور نافرمان فعل والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ صدقہ خیرات نہ کریں اور اللہ کی طرف سے صدقہ خیرات کے سبب مال میں اضافہ کے وعدہ کی پرواہ کئے بغیر دنیا کا مال دینار جمع کرتے پھریں اور بدترین اور خلاف شرع طریقوں سے کمائیاں کریں لوگوں کے مال باطل اور ناحق طریقوں سے کھا جائیں، یہ اللہ کے دشمن ہیں ان ناشکروں اور گنہگاروں سے اللہ کا پیار ممکن نہیں۔ پھر ان بندوں کی تعریف ہو رہی ہے جو اپنے رب کے احکام کی بجا آوری کریں، مخلوق کے ساتھ سلوک واحسان قائم کریں، نمازیں قائم کریں، زکوۃ دیتے رہیں، یہ قیامت کے دن تمام دکھ درد سے امن میں رہیں گے کوئی کھٹکا بھی ان کے دل پر نہ گزرے گا بلکہ رب العالمین اپنے انعام واکرام سے انہیں سرفراز فرمائے گا۔

علم معیشت کے اصول کے مطابق سود سے مال کم ہونے کا بیان

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سود سے مال بڑھتا ہے۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ کسی بھی معاشرہ میں دولت مندوں کی تعداد غریبوں کی تعداد کی نسبت بہت قلیل ہوتی ہے اور سود لینے والے دولت مند ہوتے ہیں اور دینے والے غریب اور محتاج۔ اب سود سے فائدہ تو ایک شخص اٹھاتا ہے اور نقصان سینکڑوں غریبوں کا ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی نظروں میں اس کی سب مخلوق یکساں ہے بلکہ اسے دولتمندوں کے مفاد سے غریبوں کے مفادات زیادہ عزیز ہیں۔ اور سود خور سود کے ذریعہ بے شمار غریبوں کا مال کھینچ کر انہیں مزید مفلس اور کنگال بنانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ تو اسی حقیقت کو اللہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ سود کے ذریعہ مال بڑھتا نہیں بلکہ گھٹتا ہے۔

یہ اس مسئلہ کا ایک پہلو ہوا اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ علم معیشت کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے۔ کہ جس معاشرہ میں دولت کی گردش جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی وہ معاشرہ خوشحال ہوگا اوراس کی قومی دولت میں اضافہ ہوگا۔ اور اگر دولت کا بہاؤ غریب سے امیر کی طرف ہوگا تو یہ گردش بہت کم ہو جائے گی۔ کیونکہ امیر طبقہ کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی سود قومی معیشت پر تباہ کن اثر ڈالتا ہے۔ اور اگر دولت کا بہاؤ امیر سے غریب کی طرف ہو اور یہ بات صرف زکوۃ وصدقات کی صورت میں ہی ممکن ہوتی ہے، تو دولت کی گردش میں تیز ہو جائے گی۔ کیونکہ ایک تو غریبوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے دوسرے ان کی ضروریات محض پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے اٹکی ہوتی ہیں۔

سود کھانے والوں کی سزا میں وارد احادیث کا بیان

2273- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَلِىِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِى الصَّلْتِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِىَ بِىْ عَلٰى قَوْمٍ بُطُوْنُهُمْ كَالْبُيُوْتِ فِيْهَا الْحَيَّاتُ تُرٰى مِنْ خَارِجِ بُطُوْنِهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرَائِيْلُ قَالَ هٰؤُلَاءِ اَكَلَةُ الرِّبَا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جس رات مجھے معراج کروائی گئی اس رات میں کچھ لوگوں کے پاس آیا جن کے پیٹ گھروں کی طرح تھے جن میں سانپ موجود تھے' جو ان کے پیٹ کے باہر سے بھی نظر آ رہے تھے' میں نے دریافت کیا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: یہ سود کھانے والے لوگ ہیں''۔

2274- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ اَبِىْ مَعْشَرٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِىِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرِّبَا سَبْعُوْنَ حُوْبًا اَيْسَرُهَا اَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''سود میں ستر گناہوں (کا سا وبال پایا جاتا ہے) جن میں سب سے کم تر یہ ہے' آدمی اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرلے''۔

2275- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِىٍّ الصَّيْرَفِىُّ اَبُوْ حَفْصٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَدِىٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرِّبَا ثَلَاثَةٌ وَّسَبْعُوْنَ بَابًا

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''سود کے **73** دروازے ہیں''۔

2276- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِىٍّ الْجَهْضَمِىُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اِنَّ اٰخِرَ مَا نَزَلَتْ اٰيَةُ الرِّبَا وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَلَمْ يُفَسِّرْهَا لَنَا فَدَعُوا الرِّبَا وَالرِّيْبَةَ

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سب سے آخر میں سود سے متعلق آیت نازل ہوئی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر ہمارے سامنے بیان نہیں کی' اس لیے تم سود اور مشکوک چیزوں کو چھوڑ دو۔

2277- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ

2273 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2274۔اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2275۔اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2276۔اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اٰكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اسے کھلانے والے اس کے گواہوں اوراسے تحریر کرنے والے پر لعنت کی ہے۔

2278- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ اَبِىْ هِنْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ خَيْرَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يَبْقٰى مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا اٰكِلُ الرِّبَا فَمَنْ لَّمْ يَاْكُلْ اَصَابَهٗ مِنْ غُبَارِهٖ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا' جب ان میں سے ہر ایک شخص سود کھائے گا اور جو اسے نہیں کھائے گا اس تک بھی اس کا غبار پہنچے گا''۔

2279- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ اَبِىْ زَائِدَةَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنِ الرُّكَيْنِ بْنِ الرَّبِيْعِ بْنِ عُمَيْلَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَحَدٌ اَكْثَرَ مِنَ الرِّبَا اِلَّا كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهٖ اِلٰى قِلَّةٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص جتنا بھی (زیادہ) سود لے اس کا انجام کمی ہی ہوتا ہے''۔

مکیلی وموزونی چیزوں میں سود کی حرمت کا بیان

ہر کیلی وموزونی چیز میں سود حرام ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کو اس کی ہم جنس کے بدلے زیادتی کے ساتھ فروخت کیا جائے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک سود کی علت کیل مع جنس ہے یا وزن مع جنس ہے جبکہ مصنف علیہ الرحمہ نے قدرت مع جنس کو علت قرار دیا ہے اور یہ زائد شامل کرنا ہے اس کے بارے میں دلیل وہی حدیث ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ اشیاء کو شمار کیا (۱) گندم (۲) جو (۳) چھوہارہ (۴) نمک (۵) سونا (۶) چاندی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو طرح روایت کیا گیا ہے ایک میں مثل کو رفع سے بیان کیا ہے اور دوسری روایت میں لام کے نصب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پہلی روایت کے مطابق کھجور کی بیع جبکہ دوسرے دوسری روایت کے مطابق تم کھجور کو فروخت کرو۔

حدیث میں بیان کردہ حکم ائمہ کے اتفاق کے مطابق علت پر مبنی ہے جبکہ ہمارے نزدیک علت وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے

2277 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث **3333** اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: **1206**

2278 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: **3331** اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: **4467**

2279 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک کھانے کی چیزوں میں طعم اور اثمان میں ثمنیت علت ہے جبکہ جنس کا ہونا شرط ہے اور برابری کا ہونا سود سے بچنے کا سبب ہے اور ان کے نزدیک حرمت اصل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو اشیاء کی وضاحت فرمائی ایک قبضہ اور دوسری مماثلت ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک معزز ہونے کی خبر دینے والی ہے جس طرح نکاح گواہی کا ہونا شرط ہے پس سود کو بھی ایسی علت کے ساتھ متعلق کیا جائے گا جو معزز و حرمت کو ظاہر کرنے میں مناسب ہو اور کھانے کی چیزوں میں وہی چیز طعم ہے کیونکہ اس سے انسان کا باقی رہنا متعلق ہے اور اثمان میں ثمن کا ہونا ہے کیونکہ وہ اموال جن پر مصالح کا مدار ہے ان کی بقاء ثمن پر ہے پس جنس اس کام میں کوئی دخل نہیں ہے پس ہم نے اس کو شرط بنا دیا ہے۔ کیونکہ حکم شرط کے ساتھ لاگو ہوا کرتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں مماثلت کو شرط کے طور پر ذکر کیا ہے اور بیع کا حکم ثابت کرنے کے لئے حدیث شریف کے بیان کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کیونکہ بیع برابر کی خبر دینے والی ہے اور مقابلہ برابری سے ہوتا ہے یا پھر حدیث لوگوں کے اموال کو ہلاکت سے بچانے کی غرض سے ہے یا پھر مبیع کو حوالے کرنے کے ساتھ اتصال کے سبب نفع کے لئے بیان ہوئی ہے۔ پس مماثلت کے ختم ہو جانے کی صورت میں سود حرمت لازم آئے گی۔ اور دو چیزوں کے درمیان صوری و معنوی دونوں طرح مماثلت ہوا کرتی ہے۔ معیار ذات میں برابری کا ہے جبکہ جنس کے سبب معنی میں برابری ہوتی ہے پس معنی اور صورت دونوں کے اعتبار سے مماثلت کی صورت میں زیادتی ظاہر ہو جائے گی اور سود ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ سود اس زیادتی کو کہتے ہیں جو عاقدین میں سے کسی ایک کے لئے معاوضہ کے حق کے طور ہو اور بدل سے خالی ہو اور عقد میں بطور شرط کے ہو۔

اور وصف کا اعتبار بھی نہ کیا جائے گا کیونکہ عرف میں وصف کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔ یا پھر اس کے لئے وصف کو متفاوت تسلیم کر لینے کی صورت میں بیوع کے احکام کو روکنا لازم آئے گا۔

یہ اس حدیث کی وجہ سے ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سودی اموال میں کھرا کھوٹا برابر ہے اور طعم اور ثمن ہونا یہ نفع کے بڑے اسباب میں سے ہے اور ان اشیاء میں ضرورت کے سبب عام طور پر اطلاق کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان میں تنگی درست نہیں ہے۔ پس امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ علت و تفصیل کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

سود کی حرمت پر اعتبار علت میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونا سونے کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے اور گیہوں گیہوں کے بدلے اور جو جو کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے اگر بیا دیا جائے تو ان کا لین دین (مقدار) میں مثل بمثل یعنی برابر سرابر و دست بدست ہونا چاہئے اگر یہ قسمیں مختلف ہوں مثلاً گیہوں کا تبادلہ جو کے ساتھ یا جو کا تبادلہ کھجور کے ساتھ ہو تو پھر اجازت ہے کہ جس طرح چاہو خرید و فروخت کرو (یعنی برابر سرابر ہونا ضروری نہیں ہے) البتہ لین دین کا دست بدست ہونا (اس صورت میں بھی) ضروری ہے (مسلم، مشکوۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث 49)

یہی وہ حدیث ہے جس نے ربا کے مفہوم کو وسعت دے کر خرید و فروخت اور لین دین کے بعض معاملات کو ربا اور سود قرار دیا

ہے چنانچہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہاں جن چھ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے اگران کا باہمی تبادلہ یا ان کی باہمی خرید وفروخت کی جائے تو یہ ضروری ہے کہ لین دین برابر سرابر بھی ہو اور دست بدست بھی ہو برابر سرابر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنا گیہوں بطور تبادلہ بیع دے تو اس سے اتنا ہی گیہوں لے جتنا خود دے دست بدست کا مطلب یہ ہے کہ جس مجلس میں معاملہ طے ہو اس مجلس میں دونوں فریق اپنا اپنا حق ایک دوسرے سے الگ ہونے سے پہلے ہی اپنے قبضے میں لے لیں یہ نہ ہونا چاہئے کہ ایک فریق تو نقد دے اور دوسرا یہ وعدہ کرے کہ میں بعد میں دے دونگا اگر اس حکم کے برخلاف ہوگا کہ یا لین دین برابر نہ ہو یا دست بدست نہ ہو تو اس صورت میں وہ معاملہ ربا یعنی سود کے حکم میں داخل ہو جائے گا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں جن چھ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے آیا ربا کا حکم انہی چھ چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے یا یہ چیزیں بطور مثال کے بیان فرمائی گئی ہیں اور دوسری کچھ اشیاء بھی اس حکم میں داخل ہیں اور اگر دوسری اجناس بھی داخل ہیں تو ان کا ضابطہ کیا ہے۔

چنانچہ ائمہ مجتہدین کا یہ فیصلہ ہے کہ حدیث میں جن چھ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ محض مثال کے طور پر ہیں اور انہوں نے اپنے اجتہاد سے کچھ اور چیزوں مثلاً لوہے چونے اور دیگر اجناس کو ان چھ چیزوں پر قیاس کیا ہے اور اس سلسلے میں ایک ضابطہ بنانے کے لئے ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد سے ان چھ چیزوں میں ربا کی علت الگ الگ متعین کی ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

حضرت امام مالک کے نزدیک ان چھ چیزوں میں سے سونے اور چاندی میں ربا کی علت تو ثمنیت (یعنی کسی چیز کی قیمت ہونے کی صلاحیت) ہے اور باقی چار چیزوں میں ربا کی علت قوت مذخر (یعنی محفوظ رہنے والی غذا) ہوتا ہے اس اعتبار سے ان چھ چیزوں کے علاوہ بھی جن چیزوں میں ثمنیت پائی جائے گی یا جو چیزیں قوت مذخر ہوں گی ان سب میں ربا حرام ہوگا۔

لہٰذا حضرت امام مالک کے مسلک میں ترکاریاں پھل اور کھانے کی ایسی اشیاء جو (کافی عرصے تک) محفوظ نہ رہ سکتی ہوں وہ چیزیں ہیں۔

جن کے باہمی تبادلہ اور خرید وفروخت حضرت امام شافعی کے نزدیک بھی سونے اور چاندی میں تو ربا کی عت ثمنیت ہے لیکن باقی چار چیزوں میں ربا کی علت محض قوت (یعنی صرف غذائیت) ہے۔ لہٰذا ان کے مسلک میں ترکاریوں پھلوں اور ادویات کی چیزوں میں ربا کا حکم جاری ہوگا کہ ان چیزوں کے باہمی تبادلہ میں برابر سرابر لینا دینا تو جائز ہوگا مگر کمی بیشی کے ساتھ لین دین کرنا جائز نہیں ہوگا۔

اسی طرح حضرت امام شافعی کے ہاں لوہا تانبا پیتل دھات چونا اور اسی قسم کی دوسری اشیاء وہ چیزیں ہیں جن کے باہم تبادلہ میں ربا کا حکم جاری نہیں ہوگا مثلاً ایک پیمانہ چونے کے بدلے میں دو پیمانے چونے کا لینا دینا درست ہے اسی طرح ایک سیر لوہے یا ایک سیر تانبے کے بدلے میں دو سیر لوہا یا دو سیر تانبا لینا دینا جائز ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں اصولی طور پر ربا کی علت قدر مع الجنس ہے اس اعتبار سے حنفی مسلک میں سونے اور چاندی میں ربا کی علت چونکہ کیل ہے اس لئے ہر اس چیز کے باہمی لین دین میں ربا کا حکم جاری ہوگا جو کیل (یعنی پیمانے کے ذریعے لی دی جانیوالی) ہو جیسے چونا وغیرہ اور یہ بات پہلے بھی بتائی جا چکی ہے کہ شریعت نے جس چیز کے کیل یا موزون ہونے کا حکم صراحت

کے ساتھ بیان کیا ہے اس میں تبدیلی روا نہیں ہے مثلاً سونے اور چاندی کو شریعت نے ان چیزوں میں شمار کیا ہے جو وزن سے ذریعے لی دی جاتی ہیں اس لئے یہ دونوں موزون کے حکم میں ہیں اگر چہ عام رواج اس کے برخلاف ہو اسی طرح گیہوں جو کھجور اور نمک کو شریعت نے ان چیزوں میں شمار کیا ہے جو کیل یعنی پیمانے کے ذریعے لی دی جاتی ہیں اس لئے یہ چیزیں مکیل کے حکم میں ہیں اگر چہ عام رواج اس کے برخلاف ہو لہٰذا سونے یا چاندی کے باہم لین دین کے جائز ہونے میں وزن اور کیل ہی کا اعتبار ہوگا کہ اگر سونے کو سونے کے بدلے یا چاندی کو چاندی کے بدلے لیا دیا جائے تو وزن کا برابر سرابر ہونا ضروری ہے وزن میں کمی بیشی قطعاً جائز نہیں ہوگی اسی طرح باقی چار چیزوں کے باہم لین دین کے جائز ہونے میں کیل کا اعتبار ہوگا کیونکہ اگر چہ عام رواج کے مطابق ان چیزوں کا لین دین وزن کے ذریعے ہوتا ہے لیکن شرعی طور پر یہ چیزیں مکیل ہی کے حکم میں ہوں گی۔ اس لئے اگر کوئی شخص کسی کو ایک من گیہوں کے بدلے میں ایک ہی من گیہوں دے تو تو یہ لین دین جائز نہ ہوگا تاوقتیکہ دونوں طرف کے گیہوں پیمانے کے اعتبار سے برابر سرابر نہ ہوں۔

لیکن یہ بات بھی پہلے صاف کی جا چکی ہے کہ حنفیہ میں حضرت امام ابویوسف کے نزدیک مطلقاً ہر چیز کے مکیل یا موزون ہونے میں عام رواج کا اعتبار ہے اور حنفیہ کے ہاں اس پر عمل ہے) جو کھجور اور نمک کا بھی یہی حکم ہے۔ ہاں جس چیز کا موزون یا مکیل ہونا شریعت نے صراحت کے ساتھ بیان نہیں کیا ہے اس کے بارے میں عام رواج ہی کا اعتبار ہوگا کہ اگر وہ چیز عام رواج کے مطابق وزن کے ذریعے لی دی جاتی ہوگی تو وہ شرعی طور پر بھی موزون ہی کے حکم میں ہوگی کہ اس کے باہم لین دین میں وزن کا برابر سرابر ہونا ضروری ہوگا۔ اس لئے لوہا اور تانبا چونکہ عام رواج کے مطابق وزن کے ذریعے لیا دیا جاتا ہے اس لئے ان کے باہم لین دین میں وزن کا برابر سرابر ہونا ضروری ہے اگر وزن میں کمی بیشی ہوگی تو یہ ربا کے حکم میں داخل ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونا سونے کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے اور گیہوں گیہوں کے بدلے اور جو جو کے بدلے اور کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے میں اگر دیا جائے تو ان کا لین دین برابر سرابر دست بدست ہونا چاہئے۔ لہٰذا جس نے ایسا نہیں کیا بلکہ زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا اور لیا تو گویا اس نے سود لیا اور سود دیا اور لینے دینے والے دونوں اس میں برابر ہیں (مسلم)

علت ربا میں فقہی مذاہب اربعہ

ہدایہ رابع میں ہے کہ یہود کو معاملات میں شراب، خنزیر اور دیگر حرام چیزوں کا معاملہ کرنیکی اجازت تھی مگر سودی لین دین کی یہود کو بھی اجازت نہیں تھی سود کے بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ سودی کاروبار کرنا اپنی ماں سے زنا کرنے سے بھی زیادہ برا ہے۔

سود کو حرام قرار دینے پر آج بھی اعتراض کیا جاتا ہے اور افسوس یہ ہے کہ آج کے معترضین خود کو مسلمان کہلاتے ہیں جن کے ظاہر پر قرآن کریم کا پھیکا سا رنگ چڑھا ہوا ہے مگر ان کے دلوں میں اسلام دشمنی (عناد بالاسلام) کا مرض ہے۔ ایسے لوگوں کو قرآن کریم منافقین کی صفوں میں شمار کرتا ہے۔ انکا اعتراض یہ ہے کہ موجودہ دور کی اقسام ربٰو کا کتب فقہ میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ اور جو

اقسام ربٰو کتب فقہ میں مذکور ہیں انکا معاشرہ میں کہیں رواج نہیں ہے۔

اسی وجہ سے بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگ اور بہت سے دینداری کے دعوے دار بھی بینکوں کے ربٰو کو جائز کہتے ہیں انکا کہنا یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں ربو خاص قسم کا ہوتا تھا اور اب وہ مروج نہیں رہا کیونکہ اس زمانے میں ربٰو میں جبر ہوتا ہے تھا جو کہ اب نہیں ہے۔

دوسری صورت کہ گیہوں کو گیہوں یا چاول کو گیہوں یا چاول کے بدلہ میں دے اور جنس کو جنس کے ساتھ بیچے تو زیادتی ربٰو ہوگی حالانکہ آج کل ایسا نہیں ہوتا ہے اسی وجہ سے سمجھ لیا گیا کہ موجودہ دور میں ربٰو نہیں ہے۔

ربٰو کی دو قسمیں ہیں۔ایک کا ذکر قرآن مجید میں ہے **لا تا کلوا الربٰو اضعافاً مضاعفةً** اور دوسری جگہ **احل الله البیع وحرم الربٰو** اور یہ ربٰو آسان ہے اس کو ربٰو النسیہ کہا گیا ہے کیونکہ یہ قرض اور بیع کی صورت میں ہوتا ہے۔اس کی شرح مفسرین نے کی ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو ضمناً قرآن میں بیان شدہ ربٰو کی شرح بھی ہو جاتی ہے۔حدیث کے ربو کی صورتیں بیع سلم وغیرہ ہیں۔اس کو ربٰو الفضل بھی کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں جس ربٰو کا ذکر ہے وہ مفرد ہوگا یا مرکب یعنی یہ ہوگا کہ ہر مہینہ اصل رقم پر اتنا ربٰو ہوگا یہ ربٰو مفرد ہے۔دوسرا ربٰو مرکب ہے کہ **لاتا کلوا الربٰو اضعافاًمضاعفةً** یعنی سود پر بھی سود ہو تو یہ بھی حرام ہے۔تو یہ سود اثمان (ثمن کی جمع) بیع اور قرض میں ہے۔

اثمان کی مثال: ایک چیز بیچی۔مشتری پر ثمن قرض ہوگیا اور کہا کہ اگر ایک مہینہ تک ادا کریگا تو اتنی رقم اتنی رقم اداء کرنی ہوگی اور اگر ایک مہینہ کے بعد اداء کریگا تو اتنی رقم ادا کرنی ہوگی۔اور اس قسم کے سود تمام ادیان میں حرام تھے۔بائبل میں تصریح ہے اور جدید وقدیم دونوں میں یہ موجود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق** میں اخلاق کو مکمل کرنے آیا ہوں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کی ان دو قسموں (مفرد اور مرکب) کے علاوہ بقیہ ربٰو کی اقسام کو بھی حرام قرار دیا اور وہ **ربٰو الکیل بلکیل والجنس بلجنس مثلاً بمثل والفضل ربٰو** ہے۔اس طرح ایک بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ تجارت (بیوع) میں جو سود کے ریشے تھے انکو بھی نکال دیا جائے۔دوسری بات یہ کہ پہلے ادیان میں صرف ربٰو حرام تھا اور شبہ ربٰو حرام نہیں تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبہ ربٰو کو بھی حرام قرار دیا اور فقہاء کرام نے اس حدیث مشہور کو، جو کہ ربٰو کی حرمت کی حدیث ہے، لے کر مختلف علل نکالی ہیں۔مہاجرین اس قسم کا قرض لیتے تھے۔اس لئے منع فرمایا۔بنکوں کا نظام بھی اسی قسم کا ہے۔لوگ ٹیکسوں سے ڈرتے ہیں۔اگر کاروبار کرتا ہے تو حکومت ٹیکس لگاتی ہے تو یہ سوچ کر کہ پیسوں کی حفاظت بھی ہوگی اور سال کے بعد اضافہ بھی ہوتا رہیگا۔اور پھر بینک یہ رقم دوسرے لوگوں کو دگنے منافع (سود) پر دیتا ہے جس میں بینک کا کچھ بھی دخل نہیں ہوتا یعنی دوسرے کے مال پر نفع کماتا ہے۔

یہ فلسفہ مارس نامی یہودی نے نکالا تھا۔اس نے سوچا کہ آدمی اپنے پیسے سے تو نفع اٹھاتا ہی ہے لیکن دوسرے کے مال سے کیسے

نفع اٹھائے!؟ بینکوں کا یہ سارا نظام اسی (یہودیانہ) سوچ کا نتیجہ ہے۔

ربو زیادتی کا نام ہے۔قرآن کریم میں ہے واحل الله البيع وحرم الربو اور زیادتی بیع اور ربٰو دونوں میں ہے دونوں کو قرآن حکیم نے اکٹھا ذکر کیا۔ بیع کے معنی مبادلة المال بالمال الخ اور ربٰو میں بھی زیادتی ہے لیکن ایک زیادتی (تجارتی منافع) حلال ہے اور دوسری زیادتی (سود) حرام ہے۔

جن مشرکین مکہ کے بارے میں یہ آیات قرآنیہ براہِ راست نازل ہوئی تھیں وہ ان دونوں کے درمیان فرق نہیں کرتے تھے بلکہ کہتے تھے انما البيع مثل الربو تو بیع اور ربٰو کے لفظ کا ذکر کر کے یہ بیان کردیا کہ کون سی زیادتی حلال ہے اور کون سی زیادتی حرام ہے۔ جب نفع کسی چیز کے عوض اور مقابلہ میں ہوگا تو وہ حلال ہوگا اور جب نفع کسی چیز کے عوض اور مقابلہ میں نہیں ہوگا تو وہ حرام ہوگا۔ (مثلاً دس ہزار کی گندم خرید کر بارہ ہزار روپے میں فروخت کردی تو یہ پوری رقم لے کردہ پوری گندم کے عوض اور مقابلہ میں ہے اور اگر کسی کو دس ہزار روپے دیکر کچھ عرصہ کے بعد بارہ ہزار روپے وصول کیے تو دس ہزار روپے کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔ یہی ربٰو ہے جسے قرآن کریم حرام قرار دیتا ہے) اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے لفظ (بیع اور ربٰو) استعمال کئے جن سے فرق خود بخود واضح ہو جائے۔ کیونکہ تبادلہ کی سورت میں اگر چیز مقابلہ سے ہٹ جائے تو یا صرف اجل (مدت) مقابلہ پر ہوگی یا صرف پیسے (رقم) مقابلہ پر ہوں گے اور یہ دونوں ایسی چیزیں ہیں کہ ان کے مقابل زیادتی وصول کرنا غیر معقول ہے۔ اسلئے یہ زیادتی ربو شمار ہوتی ہے اور یہ حرام ہے۔ اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (اس ضمن میں) لغت کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ اس صورت سے حاصل شدہ اموال کو اموال ربوی (بکسر الراء) کہا جاتا ہے۔

شرعی اصطلاح میں ربو نام ہے هو الفضل الخالي عن المعاوضه ۔ یعنی جس کے مقابلہ میں شے نہ ہو اور وہ عقود معاوضہ سے ہو اگر زیادتی نہیں یا زیادتی ہے مگر اس کے مقابل معاوضہ ہے تو یہ ربٰو نہیں ہے۔ (اسکا مطلب یہ ہو کہ عقود معاوضہ کے قبیل سے آپنے عقد کیا اور اس میں چیز وصول کرلی اور اسکا معاوضہ ادا نہیں کیا تو یہ ربٰو کہلائیگا اگر چہ اس صورت میں زیادتی یا کمی کا تصور نہیں ہے۔ یا آپنے معاوضہ تو اداء کیا مگر جو مقدار چیز کی طے ہوئی تھی اس سے زیادہ آپنے وصول کیا۔ لیکن اگر زیادتی کے بالمقابل آپکی طرف سے ادائیگی ہوئی ہے تو یہ ربٰو نہیں ہے) لہٰذا اگر کوئی چیز پانچ روپے کی لے کر دس روپے کی بیچی تو یہ ربٰو نہیں ہے۔

(ربٰو کی مذکورہ تعریف، قرآن وحدیث والے دونوں ربٰو (ربٰو النسیئہ ۔ ربٰو الفضل) پر چل سکتی ہے۔

احل الله البيع وحرم الربو کی تشریح حدیث نے کی ہے۔ پھر آگے حدیث کی تشریح فقہاء نے کی ہے۔ اصل مسئلہ حدیث میں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی تمام اصحاب صحاح ستہ نے اس کی تخریج کی ہے۔

یہ حدیث حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ محدثین کے اعتبار سے بھی مشہور ہے۔ بعض نے کہا کہ فقہاء کے اعتبار سے مشہور ہے۔ فقہاء کی مشہور یہ ہے کہ قرن اول میں خبر واحد ہو لیکن قرن ثانی وبعد میں مشہور ہو جائے۔ تو وہ بھی مشہور سمجھی جائے گی۔ بعض قاسین (قیاس کی دلیل شرعی تسلیم کرنیوالوں) نے ربٰو الفضل کی حدیث کو لے کر کہا کہ اس پر قیاس کیے جائے گا اور

یہ متعدی ہوگا۔اور وہ ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین ہیں۔

بعض اصحاب ظواہر نے اس کو صرف چھ چیزوں تک محدود رکھا ہے۔ جنکا ذکر حدیث شریف میں موجود ہے۔ وہ اصحاب ظواہر محمد سلیمان بھی تھے اور موجودہ دور کے غیر مقلدین ہیں۔ غیر مقلدین سے ہمارا اختلاف اصولی ہے وجہ یہ ہے کہ اصحاب ظواہر نفات قیاس (قیاس کے حجت شرعی ہونیکی نفی کرنیوالے) ہیں۔ اور غیر مقلدین بھی قیاس کے منکر ہیں۔ چونکہ اصحاب ظواہر ان چھ میں تعدی نہیں مانتے لہٰذا ان کے نزدیک نوٹوں میں بھی ربٰو نہیں ہونا چاہئے کیونکہ نوٹ اشیاء ستہ (ان چھ چیزوں) میں سے نہیں ہے۔

قائسین نے کہا ہے کہ تمام ائمہ متفق ہیں کہ ان اشیاء میں تعدیہ ہوگا۔ یہ حدیث اشیاء ستہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ البتہ علت میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ و امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک علت کیل مع الجنس اور وزن مع الجنس ہے۔ دوسرے الفاظ میں القدر مع الجنس ہے۔ بعض جگہ علت بسیط اور بعض جگہ مرکب ہوتی ہے۔ اور یہاں پر علت مرکب ہے اور قدر رکھنا اشملہ کیونکہ اس میں تمام قسمیں آجاتی ہیں۔

ہدایہ کی شرح فتح القدیر کے مصنف امام کمال الدین بن الھمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے معدود اور مذروع اشیاء بھی اسمیں داخل ہو جائیں گی۔ حالانکہ ان میں زیادتی ربٰو نہیں ہے۔ ایک کم مقدار کا تھان دوسرے زیادہ مقدار کے تھان کے بدلے میں اور دن انڈے بیس انڈوں کے بدلے میں بیچ سکتے ہیں۔ سودی اشیاء صرف وہ ہوں گی جن میں کیل مع الجنس اور وزن مع الجنس پایا جائے گا۔ حاشیہ چلپی میں لکھا ہے کہ القدر میں الف لام عہدی ہے کیونکہ وہ قدر کیل اور وزن ہی ہے غیر نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا نکتہ نظر یہ ہے کہ ہر حکم کے پس منظر میں کوئی نہ کوئی علت ہوتی ہے جبکہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہر حکم کے پس منظر میں علت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ پھر وہ علت بعض منصوص ہوتی ہے اور بعض منصوص نہیں ہوتی فقہاء غور وخوض کر کے علت کا استخراج کرتے ہیں۔ علت منصوصہ کی مثال: حدیث شریف میں آتا ہے **اذا استیقظ احدکم من نومه فلا یغمسنّ یده فی الاناء حتی یغسلیا فانه لایدری این باتت یده** ۔ جہاں نجاست متوہمہ ہو وہاں ہاتھ دھونا سنت ہے اور جہاں یقین ہو اور نجاست ظاہر ہو تو وہاں ہاتھ دھونا فرض ہوگا۔ یہاں علت منصوصہ **این باتت یده** ہے اسی طرح **الطوفین والطوافات** علت منصوصہ ہے۔ اگر مکروہ یا حرام قرار دیں تو حرج ہوگا۔

دوسری علت مستنبط ہے یہ صراحۃً مذکور نہیں ہوتی بلکہ حدیث میں حکم بیان کیا گیا ہے اس میں ایسے اشارات ہوتے ہیں کہ ان سے علت کا استنباط کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ لیکن جب فقہاء کرام کسی حکم میں غور کر کے اس کی علت نکالنے کی کوشش کرتے ہیں تو فطری طور پر مختلف نقطہ ہائے نظر کی بناء پر علت مختلف ہو سکتی ہے اور ہر امام حدیث میں موجود ارشادات کی روشنی میں اپنے نقطہ نظر کے مطابق علت تجویز کر سکتا ہے اور یہ ایک سے زیادہ ہو سکتی ہیں۔

دونوں اوصاف سود نہ ہونے پر جواز بیع کا بیان

اور جب دونوں اوصاف سود یعنی جنس وقدر نہ پائے جائیں تو حرام کرنے والی علت کے نہ پائے کی وجہ سے کمی بیشی کے ساتھ

اور ادھار کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے۔ کیونکہ بیع میں اصل اباحت ہے (قاعدہ فقہیہ) اور جب دونوں اوصاف پائے جائیں تو کمی بیشی یا ادھار سب طرح سے بیع حرام ہے کیونکہ حرمت کی علت موجود ہے اور جب ان میں سے ایک وصف پایا جائے اور دوسرا وصف نہ پایا گیا تو کمی بیشی حلال ہو جائے گی اور ادھار حرام رہے گا جس طرح کسی آدمی نے ہروی کپڑے کو دو ہروی کپڑوں میں بیع سلم کی یا گندم کا جو کے ساتھ سلم کرے۔ سود کی حرمت دونوں اوصاف کے ساتھ ہوگی جبکہ ادھار کی حرمت ایک وصف کے ساتھ ثابت ہو جائے گی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ محض اکیلی جنس ادھار کو حرام کرنے والی نہیں ہے کیونکہ من وجہ نقدی ہونے اور من وجہ نقدی نہ ہونے کی وجہ سے صرف زیادتی کا شبہ ثابت ہو سکتا ہے حالانکہ جنس کا پایا جانا یہ حقیقت میں اضافہ کے مانع نہ ہے۔ کیونکہ جب ایک ہروی کپڑے کو دو ہروی کپڑوں کے بدلے میں فروخت کرنا جائز ہے تو شبہ اضافہ میں بدرجہ اولی مانع نہ ہوگا اور ادھار فروخت کرنا صحیح ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ادھار فروخت کرنا یہ اکیلے ہی قدر یا جنس کے سبب سے سود ہے جبکہ نقدی سے مال میں اضافہ ہوتا ہے پس سود کا شبہ ثابت ہو جائے گا اور حقیقت سود کی طرح شبہ سود بھی جواز کے مانع ہے ہاں البتہ جب کسی شخص نے زعفران وغیرہ میں نقدی کے ساتھ بیع سلم کی تو یہ جائز ہے خواہ ان دونوں کا وزن ایک ہی ہو۔ کیونکہ یہ دونوں وصف وزن کے متحد نہ ہوئے کیونکہ زعفران کا وزن من کے اعتبار کیا جاتا ہے اور من بھی ثمن والا ہوتا ہے اور معین کرنے سے معین بھی ہو جاتا ہے اور نقدی سنگ ترازو سے وزن کیے جاتے ہیں اور نقدیاں ثمن ہوتی ہیں جو معین کرنے سے معین نہیں ہوتیں۔

اور جب کسی شخص نے نقدی کے بدلے میں وزن کر کے زعفران کو بیچ دیا تو نقود میں وزن سے پہلے تصرف صحیح ہے جبکہ زعفران میں وزن سے پہلے مشتری کے لئے تصرف کرنا درست نہیں ہے کیونکہ جب زعفران اور نقود کا وزن کے بارے میں صورت معنی اور حکم سب مختلف ہیں تو قدر ان کو ہر طرح جمع کرنے والی نہیں ہے لہٰذا ان میں شبہ یہ شبہ در شبہ کے حکم میں پہنچا دینے والا ہے اور شبہ در شبہ کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

اشیاء میں اختلاف جنس کے سبب کمی بیشی کے جواز کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ تو سونا سونے کے بدلے میں بیچو نہ چاندی چاندی کے بدلے میں نہ گیہوں گیہوں کے بدلے میں نہ جو جو کے بدلے میں نہ کھجور کھجور کے بدلے میں اور نہ نمک نمک کے بدلے میں ہاں برابر سرابر نقد بہ نقد یعنی دست بدست لین دین جائز ہے چنانچہ سونا چاندی کے بدل میں اور چاندی سونے کے بدلے میں گیہوں جو کے بدلے میں اور جو گیہوں کے بدلے میں اور کھجور نمک کے بدلے میں اور نمک کھجور کے بدلے میں دست بدست جس طرح چاہو خرید و فروخت کرو۔ (نسائی، مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 58)

حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایسی دو چیزوں کا آپس میں لین دین کرو جو ہم جنس ہوں (جیسے گیہوں گیہوں کے بدلے میں تو اس صورت میں برابر سرابر اور دست بدست ہونا ضروری ہے اور اگر ایسی دو چیزوں کا آپس میں لین دین کیا جائے جو ہم جنس نہ ہوں

بلکہ الگ الگ جنس کی ہوں (جیسے گیہوں جو کے بدلے میں) تو اس صورت میں صرف دست بدست ہونا ضروری ہے برابر سرابر ہونا ضروری نہیں ہے

ہم جنس اشیاء کے باہمی تبادلے کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کا سونے کے ساتھ (برابر سرابر بھی) تبادلہ سود ہے الا یہ کہ لین دین دست بدست ہو (یعنی اگر دونوں طرف سے برابر سرابر اور دست بدست لین دین ہو تو پھر سود نہیں ہے) اسی طرح چاندی کا چاندی کے ساتھ تبادلہ سود ہے الا یہ کہ لین دین دست بدست ہو گیہوں کا گیہوں کے ساتھ تبادلہ سود ہے الا یہ کہ لین دین دست بدست ہو جو کا جو کے ساتھ تبادلہ سود ہے الا یہ کہ لین دین دست بدست ہو کھجور کا کھجور کے ساتھ تبادلہ سود ہے الا یہ کہ لین دین دست بدست ہو۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 52)

ہم جنس چیزوں میں ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تبادلے کے معاملے میں تین صورتیں ہوتی ہیں۔

1-یا تو دونوں طرف موزون ہوں یا مکیل ہوں۔

2-دونوں طرف اشیاء نقد ہوں یا دونوں طرف ادھار ہوں۔

3-ایک طرف نقد ہو اور دوسری طرف کچھ دنوں کے لئے یا زیادہ دنوں کے لئے ادھار ہو ان تینوں صورتوں میں سے پہلی صورت کے مطابق تو لین دین جائز ہوگا بشرطیکہ دونوں طرف مقدار برابر سرابر ہو کہ اگر وہ دونوں چیزیں موزون ہیں تو وزن میں برابر ہوں اور اگر مکیل ہوں تو پیمانہ میں برابر ہوں اور یہ کہ دونوں طرف کی اشیاء نقد ہوں اور بعد کی دونوں صورتوں کے مطابق یعنی دونوں طرف ادھار یا ایک طرف ادھار ہونے کی صورت میں لین دین کا معاملہ جائز نہیں ہوگا اگرچہ مقدار کے اعتبار سے دونوں ہم جنس چیزیں برابر سرابر ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے کسی ایسے ڈھیر کو کہ جس کی مقدار معلوم نہ ہو ایک معین پیمانے کی کھجوروں کے بدلے میں لینے دینے سے منع فرمایا ہے (مسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد سوم رقم الحدیث 55)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لین دین کی اس صورت سے منع فرمایا ہے کہ ایک طرف تو کھجوروں کی غیر معین مقدار کا ڈھیر ہو اور دوسری طرف کھجوروں کی ایک مقدار مثلاً دس یا بیس پیمانے (یا دس یا بیس من) ہو کیونکہ ایسی صورت میں اس ڈھیر کی کھجوروں کی مقدار غیر معلوم ہوتی ہے ہو سکتا ہے کہ یہ ڈھیر دوسری طرف کی معین مقدار سے کم رہ جائے یا اس سے زیادہ ہو جائے اس کی وجہ سے ان دونوں ہی صورتوں میں سود کی شکل ہو جائے گی تاہم یہ ملحوظ رہے کہ لین دین کی یہ صورت باہم تبادلہ کی جانیوالی ایسی دو چیزوں کے درمیان ممنوع ہے جو ایک ہی جنس سے ہوں جیسا کہ اوپر کھجور کی مثال دی گئی ہے ہاں مختلف الجنس چیزوں کے لین دین میں یہ صورت ممنوع نہیں ہے کیونکہ مختلف الجنس چیزوں کا باہمی لین دین کمی بیشی کے ساتھ بھی جائز ہے۔

ادھار کے لین دین میں سود کے ہونے یا نہ ہونے کا بیان

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادھار لین دین میں سود ہو جاتا ہے ایک اور روایت میں یوں ہے کہ اس لین دین میں سود نہیں ہوتا جو دست بدست ہو۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح جلد سوم رقم الحدیث 63)

ادھار لین دین میں سود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سود کی صورت ایسے معاملے میں پیدا ہوتی ہے جس میں دو ہم قدر چیزوں کا باہمی تبادلہ ادھار کی شکل میں ہو کہ ایک فریق تو نقد دے اور دوسرا بعد میں دینے کا وعدہ کرے اگرچہ دونوں میں چیزوں کی جنسیں مختلف ہوں اور برابر سرابر ہوں مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو جو دے کر اس سے گیہوں لے تو اس لین دین میں کمی بھی جائز ہے بشرطیکہ دست بدست لین دین ہو اگر کسی ایک طرف سے بھی ادھار ہوگا تو پھر یہ معاملہ جائز نہ ہوگا اور سود کی صورت ہو جائے گی اسی طرح اس لین دین میں سود نہیں ہوتا جو دست بدست ہوگا مطلب یہ ہے کہ اگر ایسی دو چیزوں کا باہمی تبادلہ کیا جائے جو ایک جنس کی ہوں اور برابر سرابر ہوں نیز دونوں فریق اپنی اپنی چیز اسی مجلس میں اپنے اپنے قبضے میں کر لیں تو یہ جائز ہوگا اور سود کی صورت نہیں ہوگی اور اگر دونوں چیزیں ایک جنس کی ہوں تو پھر کمی بیشی کے ساتھ لین دین میں بھی یہ معاملہ جائز ہوگا اور سود کی صورت نہیں ہوگی بشرطیکہ لین دین دست بدست ہو۔

شبہ کے سبب ترک بیع کا بیان

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن سے اکثر لوگ ناواقف ہیں کہ آیا وہ حلال چیزوں سے ہیں یا حرام چیزوں سے جس نے ان کو چھوڑا اس نے اپنا دین اور اپنی عزت محفوظ کر لی اور جو ان چیزوں میں مبتلا ہو گیا وہ حرام کام میں پڑنے کے قریب ہے جیسے کوئی چرواہا اپنے جانوروں کو سرحد کے قریب چراتا ہے تو ڈر ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حدود پار کر جائے جان لو کہ ہر بادشاہ کی حدود ہوتی ہیں اور اللہ کی حدود اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1218)

ادھار کی بیع ادھار سے ممانعت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھار کو ادھار کے ساتھ بیچنے سے منع فرمایا ہے۔
(رواہ الدار قطنی، مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 91)

لفظ کالئی ہمزہ کے ساتھ بھی لکھا پڑھا جاتا ہے اور بغیر ہمزہ یعنی کالی بھی استعمال ہوتا ہے دونوں کلاء سے مشتق ہیں جس کے معنی ہیں تاخیر یا ادھار۔

ادھار کو ادھار کے ساتھ بیچنے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی سے کوئی چیز ایک متعین مدت کے وعدے پر خریدے اور یہ طے ہو جائے کہ خریدار اس چیز کی قیمت جب اگلے ماہ کی فلاں تاریخ کو ادا کریگا تو بیچنے والا وہ چیز اسے دیدے گا مگر جب وہ متعین تاریخ آ جائے اور اسوقت بھی خریدار قیمت ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو بیچنے والے سے یہ کہے کہ اب اس چیز کو ایک اور مدت کے لئے

کچھ زیادہ قیمت پر فروخت کردو مثلاً اس نے وہ چیز دس روپے میں خریدی تھی اب یہ کہے کہ اسی چیز کو گیارہ روپے میں بیچ دو میں اگلے ماہ کی فلاں تاریخ کو گیارہ روپے ادا کردوں گا بیچنے والا کہے کہ میں نے بیچ دی اس طرح یہ معاملہ آپس میں قبضہ کے بغیر طے ہو جائے کہ نہ تو بیچنے والا مبیع دے اور نہ خریدار اس کی قیمت ادا کرے بلکہ مبیع بیچنے والے کے پاس رہے اور قیمت خریدار کے پاس اور خرید وفروخت کا معاملہ طے ہو جائے اس طرح کی بیع کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کیونکہ یہ ایک ایسی بیع ہے جس میں قبضہ حاصل نہیں ہوتا۔

بعض حضرات نے اس کی ایک دوسری صورت یہ بیان کی ہے کہ مثلاً عمرو کے پاس زید کا ایک کپڑا ہے اور عمرو ہی کے ذمہ بکر کے دس روپے ہیں اب زید بکر سے یہ کہے کہ عمرو کے پاس میرا جو کپڑا ہے اسے میں تمہارے ہاتھ ان دس روپوں کے عوض کہ جو تمہارے عمرو کے ذمہ ہیں بیچتا ہوں میں عمرو سے دس روپے لے لوں گا تم اس سے کپڑا لے لینا اور بکر کہے کہ مجھے یہ منظور ہے یہ بیع بھی ناجائز ہے کیونکہ اس میں بھی قبضہ حاصل نہیں ہوتا۔

بَاب: اَلسَّلَفِ فِيْ كَيْلٍ مَّعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَّعْلُومٍ اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُومٍ

یہ باب ہے کہ متعین ماپ اور متعین وزن میں مخصوص مدت کے بعد ادائیگی کی شرط پر بیع سلف کرنا

2280- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ فِي التَّمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ فَقَالَ مَنْ اَسْلَفَ فِيْ تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِيْ كَيْلٍ مَّعْلُومٍ وَّوَزْنٍ مَّعْلُومٍ اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُومٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ منورہ) تشریف لائے' تو وہ لوگ دو یا تین سالوں کے لیے کھجوروں میں بیع سلف کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کھجوروں کے بارے میں بیع سلف کرنا چاہے وہ متعین ماپ یا متعین وزن کے ساتھ مخصوص طے شدہ مدت کے لیے بیع سلف کرے۔

2281- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ بَنِيْ فُلَانٍ اَسْلَمُوْا لِقَوْمٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ وَاِنَّهُمْ قَدْ جَاعُوْا فَاَخَافُ اَنْ يَّرْتَدُّوْا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عِنْدَهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ عِنْدِيْ كَذَا وَكَذَا لِشَيْءٍ قَدْ سَمَّاهُ اُرَاهُ قَالَ ثَلَاثُ مِائَةِ دِيْنَارٍ بِسِعْرِ كَذَا وَكَذَا مِنْ حَائِطِ بَنِيْ فُلَانٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسِعْرِ كَذَا وَكَذَا اِلٰى اَجَلِ كَذَا وَكَذَا وَلَيْسَ مِنْ حَائِطِ

2280 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: **2239**' ورقم الحدیث: **2240**' ورقم الحدیث: **2241**' ورقم الحدیث **2253**' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث **4094**' ورقم الحدیث' **4095**' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: **3463**' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث **1311**' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث **4630**

2281 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَنِي فُلَانٍ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: بنو فلاں جنہوں نے اسلام قبول کرلیا ہے یہ بات اس نے یہودیوں کے ایک گروہ کے بارے میں بتائی، وہ لوگ بھوک کا شکار ہیں مجھے اس بات کا اندیشہ ہے وہ مرتد ہوجائیں گے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کس کے پاس مال موجود ہے تو ایک یہودی نے کہا: میرے پاس اتنا اتنا مال موجود ہے اس نے اس کی وضاحت بھی کی میرا خیال ہے اس نے یہ بتایا تھا کہ اس بھاؤ کے حساب سے تین سو دینار کی قیمت کا بنو فلاں کا باغ موجود ہے۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس اس قیمت پر اس مدت تک کے لیے یہ سودا کرتے ہیں تاہم اس میں بنو فلاں کے باغ کی شرط نہیں ہے''۔

2282- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي الْمُجَالِدِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنِ ابْنِ اَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ امْتَرٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ وَّاَبُوْ بُرْدَةَ فِي السَّلَمِ فَاَرْسَلُوْنِيْ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ كُنَّا نُسْلِمُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَهْدِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ عِنْدَ قَوْمٍ مَّا عِنْدَهُمْ فَسَاَلْتُ ابْنَ اَبْزٰى فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ

ابن ابومجاہد بیان کرتے ہیں: عبداللہ بن شداد اور ابوبردہ کے درمیان بیع سلم کے بارے میں بحث ہوگئی تو انہوں نے مجھے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تا کہ میں ان سے یہ مسئلہ دریافت کروں تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہم لوگ گندم، جو، کشمش اور کھجوروں میں ان لوگوں کے ساتھ بیع سلم کرلیا کرتے تھے جن کے پاس وہ چیز نہیں ہوتی تھی۔

(راوی کہتے ہیں:) میں نے ابن ابزیٰ سے اس بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے بھی اسی کی مانند جواب دیا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ناپ میں پیمانہ یا گز اور تول میں سیر وغیرہ باٹ ایسے ہوں جس کی مقدار عام طور پر لوگ جانتے ہوں وہ لوگوں کے ہاتھ سے مفقود نہ ہوسکے تا کہ آئندہ کوئی نزاع نہ ہوسکے اور اگر کوئی برتن گھڑا یا ہانڈی مقرر کردیا کہ اس سے ناپ کردیا جائے گا اور معلوم نہیں کہ اس برتن میں کتنا آتا ہے یہ درست نہیں۔ اسی طرح کسی پتھر کو معین کردیا کہ اس سے تولا جائے گا اور معلوم نہیں کہ پتھر کا وزن کیا ہے یہ بھی ناجائز یا ایک لکڑی معین کردی کہ اس سے ناپا جائے گا اور یہ معلوم نہ ہو کہ گز سے کتنی چھوٹی یا بڑی ہے یا کہا فلاں کے ہاتھ سے کپڑا ناپا جائے گا اور یہ معلوم نہیں کہ اُس کا ہاتھ کتنی گرہ اور اُنگل کا ہے یہ سب صورتیں

2282 خرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: **2242**' ورقم الحدیث: **2243**' ورقم الحدیث: **2244**' ورقم الحدیث: **2245**' ورقم الحدیث: **2254**' ورقم الحدیث **2255**' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: **3464**' ورقم الحدیث: **3465**' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث **4628**' ورقم الحدیث **4629**

ناجائز ہیں اور بیع میں ان چیزوں سے ناپنا یا وزن کرنا قرار پاتا تو جائز ہوتی کہ بیع میں مبیع کے ناپنے یا تولنے کے لیے کوئی میعاد نہیں ہوتی اُسی وقت ناپ تول سکتے ہیں اور سلم میں ایک مدت کے بعد ناپتے اور تولتے ہیں بہت ممکن ہے کہ اتنا زمانہ گزرنے کے بعد وہ چیز باقی نہ رہے اور جھگڑا واقع ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع، بیروت)

شمار کی گئی اور گز کے ذریعے ناپنے والی اشیاء میں بیع سلم کا بیان

اور اسی طرح گز کے ذریعے ناپنے والی اشیاء میں بیع سلم جائز ہے کیونکہ ناپنے کے ذریعے صفت وبناوٹ کو بیان کر کے دینا ممکن ہے۔ اور ان امور کو بیان کرنا اس لئے ضروری ہے تاکہ جہالت دور ہو جائے۔ اور بیع سلم کی درستگی کی شرط ثابت ہو جائے۔ اور اسی طرح شمار کی گئی اشیاء میں بھی بیع سلم جائز ہے۔ کیونکہ ان میں فرق نہیں ہوتا۔ جس طرح اخروٹ اور انڈے ہیں۔ کیونکہ عدد والی اشیاء مقدار معلوم کے قریب، وصف میں مضبوط اور سپرد کرنے کے اہل ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان میں بیع سلم جائز ہے اور عدم تفاوت کے اعتبار سے اور لوگوں کے اتفاق کے سبب ان میں چھوٹا بڑا برابر ہیں بہ خلاف انار وخربوزہ کے کیونکہ ان کے افراد میں بڑا فرق ہے جبکہ مالیت میں احاد کی تفریق کے سبب عددی مختلف ہوتی ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شتر مرغ کے انڈوں میں بیع سلم جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے افراد کی مالیت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ عددی جن کو شمار کر کے سلم جائز ہے اسی طرح ناپ کر بھی بیع سلم جائز ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ناپ کر بیع سلم جائز نہیں ہے کیونکہ یہ عدد والی ہے۔ اور ناپنے والی نہیں ہے اور ان سے ایک روایت اس طرح بھی ہے کہ شمار کردہ میں بھی بیع سلم جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں فرق ہے۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ عدد کبھی کبھی مقدار کی پہچان کے لئے ہوتا ہے اور کبھی کیل کے لئے بھی ہوتا ہے اور یہ چیز لوگوں کے اتفاق کے سبب عددی ہوئی ہے پس عاقدین کے اتفاق کے سبب کیلی بھی بن جائے گی۔

اور اسی طرح عدد کا اعتبار کرتے ہوئے فلوس میں بھی بیع سلم جائز ہے۔ اور ایک قول کے مطابق یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ فلوس ثمن ہیں۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ عقد کرنے والوں کے حق میں فلوس کا ثمن ہونا ان کے اتفاق کے سبب ہے۔ پس ان کے اتفاق کے سبب اس کا ثمن ہونا باطل ہو جائے گا۔ اور نہ ہی وہ وزنی بن کر لوٹنے والی ہوگی۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہر گزی چیز میں بھی سلم جائز ہے جیسے کپڑا اس کے لیے ضروری ہے کہ طول وعرض معلوم ہو اور یہ کہ وہ سوتی ہے یا سری یا ریشمی یا مرکب اور کیسا بنا ہوا ہوگا مثلاً فلاں شہر کا، فلاں کارخانہ، فلاں شخص کا اُس کی بناوٹ کیسی ہوگی باریک ہوگا موٹا ہوگا اُس کا وزن کیا ہوگا جب کہ بیع میں وزن کا اعتبار ہوتا ہو یعنی بعض کپڑے ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کا وزن میں کم ہونا خوبی ہے اور بعض میں وزن کا زیادہ ہونا۔ بچھونے، چٹائیاں، دریاں، ٹاٹ، کمل، جب ان کا طول وعرض وصفت سب چیزوں کی وضاحت ہو جائے تو ان میں بھی سلم ہو سکتا ہے۔ (درمختار، کتاب بیوع)

علامہ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ناپ میں پیمانہ یا گز اور تول میں سیر وغیرہ باٹ ایسے ہوں جس کی مقدار عام طور پر

لوگ جانتے ہوں وہ لوگوں کے ہاتھ سے مفقود نہ ہو سکے تاکہ آئندہ کوئی نزاع نہ ہو سکے اور اگر کوئی برتن گھڑا یا ہانڈی مقرر کر دیا کہ اس سے ناپ کر دیا جائے گا اور معلوم نہیں کہ اس برتن میں کتنا آتا ہے یہ درست نہیں۔ اسی طرح کسی پتھر کو معین کر دیا کہ اس سے تولا جائے گا اور معلوم نہیں کہ پتھر کا وزن کیا ہے یہ بھی ناجائز یا ایک لکڑی معین کر دی کہ اس سے ناپا جائے گا اور یہ معلوم نہ ہو کہ گز سے کتنی چھوٹی یا بڑی ہے یا کہا فلاں کے ہاتھ سے کپڑا ناپا جائے گا اور یہ معلوم نہیں کہ اُس کا ہاتھ کتنی گرہ اور اُنگل کا ہے یہ سب صورتیں ناجائز ہیں اور بیع میں ان چیزوں سے ناپنا یا وزن کرنا قرار پاتا تو جائز ہوتی کہ بیع میں مبیع کے ناپنے یا تولنے کے لیے کوئی میعاد نہیں ہوتی اُسی وقت ناپ تول سکتے ہیں اور سلم میں ایک مدت کے بعد ناپتے اور تولتے ہیں بہت ممکن ہے کہ اتنا زمانہ گزرنے کے بعد وہ چیز باقی نہ رہے اور نزاع واقع ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع، کتاب بیوع)

ماپ تول کی اشیاء میں بیع سلم

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا نافع نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص ایک مقررہ قیمت کے عوض ادھار خریدے خواہ فروخت کرنے والے کے پاس غلہ موجود نہ ہو۔ بشرطیکہ کھیت میں ایسی صورت نہ ہو کہ ابھی اس کی بہتری کا حال معلوم نہیں۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ سلم یہ ہے کہ آدمی نے ایک معین غلہ مقررہ مدت پر نرخ مقرر کر کے اس کا وصف بھی بیان کر دیا۔ اور جب کسی خاص کھیت یا خاص درخت کا تعین کر دیا تو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ اور یہی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (مؤطا امام محمد، حدیث ۷۹۶)

بَاب: مَنْ اَسْلَمَ فِیْ شَیْءٍ فَلَا یَصْرِفْهُ اِلٰی غَیْرِهٖ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز میں بیع سلم کرلے پھر اس کو دوسری چیز سے تبدیل نہ کرے

2283- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ خَيْثَمَةَ عَنْ سَعْدٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَسْلَفْتَ فِیْ شَیْءٍ فَلَا تَصْرِفْهُ اِلٰی غَيْرِهٖ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب تم میں کسی چیز میں بیع سلف کرو تو تم اس کی جگہ کوئی دوسری چیز نہ بدلو''۔

2283 م- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ زِيَادِ بْنِ خَيْثَمَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ سَعْدًا

◆◆ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں سعد کا تذکرہ نہیں ہے۔

2283 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: **3468**

2283 م اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بیع سلم کے مفہوم وشرائط کا بیان

بیع سلم اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو نقد روپیہ دے اور کہے کہ اتنی مدت کے بعد مجھ کو تم ان روپوں کے بدل میں اتنا غلہ یا چاول فلاں قسم والے دینا۔ یہ بالاجماع مشروع ہے۔ عام بول چال میں اسے بدھنی کہتے ہیں۔ جو روپیہ دے اس کو رب السلم اور جس کو دے اسے مسلم الیہ اور جو مال دینا ٹھہرائے اسے مسلم فیہ کہتے ہیں۔ بیع سلم پر لفظ سلف کا بھی اطلاق ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ لفظ سلف اہل عراق کی لغت ہے اور لفظ سلم اہل حجاز کی لغت ہے ایسی بیع کو عام محاوروں میں لفظ بدھنی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سلم ایک بیع کا نام ہے جس میں مبیع مؤجل اور ثمن معجل ہوتا ہے یعنی خریدی جانے والی چیز بعد میں لی جاتی ہے اور اس کی قیمت پہلے ہی دی جاتی ہے۔

اس کو مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ زید نے بکر سے مثلاً ایک سو **100** روپے کے عوض دو من گیہوں کی خریداری کا معاملہ کیا بایں طور کہ زید نے بکر کو ایک سو روپے دے دیئے اور اس سے طے کر دیا کہ میں اتنی مدت کے بعد اس کے عوض فلاں قسم کے دو من گیہوں تم سے لےلوں گا اس بیع ومعاملہ کو عربی میں سلم کہتے ہیں بعض مواقع پر سلف بھی کہا جاتا ہے اپنی زبان میں اسے بدھنی سے موسوم کیا جاتا ہے اس بیع کے مشتری یعنی خریدار کو عربی میں رب سلم ثمن یعنی قیمت کو راس المال بیع یعنی بیچنے والے کو مسلم الیہ اور مبیع یعنی خریدی جانے والی چیز کو مسلم فیہ کہتے ہیں۔

یہ بیع شرعی طور پر جائز و درست ہے بشرطیکہ اس کی تمام شرائط پائی جائیں اور تمام شرائط کی تعداد سولہ ہے اس طرح کہ چھ شرطوں کا تعلق تو راس المال یعنی قیمت سے ہے اور دس شرطوں کا تعلق مسلم فیہ یعنی مبیع سے ہے۔

راس المال کی شرائط کا بیان

راس المال سے متعلق چھ شرطیں یہ ہیں۔

1- جنس کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ درہم ہیں یا دینار ہیں یا اشرفیاں ہیں اور یا روپے ہیں۔

2- نوع کو بیان کر دینا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ روپے چاندی کے ہیں یا گلٹ کے ہیں یا نوٹ ہیں۔

3- صفت کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ روپے کھرے ہیں یا کھوٹے ہیں۔

4- مقدار کو بیان کر دینا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ روپے سو ہیں یا دو سو ہیں۔

5- روپے نقد دینا وعدہ پر نہ رکھنا۔

6- اور جس مجلس میں معاملہ طے ہو اس مجلس میں بیچنے والے کا راس المال پر قبضہ کر لینا۔

مسلم فیہ کی شرائط کا بیان

مسلم فیہ سے متعلق دس شرطیں یہ ہیں۔

1- جنس کو بیان کرنا مثلاً یہ واضح کر دینا کہ مسلم فیہ گیہوں ہے یا جو ہے اور یا چنا ہے۔
2- نوع کو بیان کر دینا یعنی یہ واضح کر دینا کہ گیہوں فلاں قسم یا فلاں جگہ کے ہیں۔
3- صفت کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ مثلاً گیہوں اچھے ہیں یا خراب ہیں۔
4- مسلم کی مقدار کو بیان کر دینا کہ مثلاً ایک من ہیں یا دو من ہیں۔
5- مسلم فیہ کا وزنی یا کیلی یا ذرعی یا عددی ہونا تاکہ اس کا تعین وانداز کیا جا سکے۔
6- مدت کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ چیز اتنی مدت کے بعد مثلاً ایک مہینہ یا دو مہینہ میں یا چار مہینے میں لیں گے لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ کم سے کم مدت ایک مہینہ ہونی چاہیئے۔
7- مسلم فیہ کا موقوف ومعدوم نہ ہونا یعنی یہ ضروری ہے کہ مسلم فیہ عقد کے وقت سے ادائے گی کے وقت تک بازار میں برابر مل سکے تاکہ معدوم کی بیع لازم نہ آئے۔
8- بیع سلم کا معاملہ بغیر شرط خیار کے طے ہونا یعنی اس بیع میں خیار بیع کو برقرار رکھنے یا فسخ کر دینے کے اختیار کی شرط نہیں ہونی چاہیے۔
9- اگر مسلم فیہ ایسی وزن دار چیز ہے جس کی بار برداری دینا پڑے تو اس کے دینے کی جگہ کو متعین کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ میں یہ چیز فلاں جگہ یا فلاں مقام پر دوں گا۔
10- مسلم فیہ کا ایسی چیز ہونا جو جنس نوع اور صفت بیان کرنے سے متعین ومعلوم ہو جاتی ہو جو چیز ایسی ہو کہ جنس نوع اور صفت بیان کرنے سے معلوم ومتعین نہ ہوتی ہو جیسے حیوان یا بعض قسم کے کپڑے تو اس میں بیع سلم جائز نہیں۔

اہل حجاز وعراق کی لغت میں سلم وسلف کا بیان

السلم : لغة أهل الحجاز ، والسلف : لغة أهل العراق . سمي سلماً لتسليم رأس ماله في المجلس ، وسلفاً لتقديمه ، ويقال السلف للقرض . وهو جائز بالإجماع . قال ابن المنذر: أجمع كل من نحفظ عنه أن السلم جائز . وقال ابن عباس أشهد أن السلف المضمون إلى أجل مسمى قد أحله الله في كتابه ، وأذن فيه ، ثم قرأ يا أيها الذين آمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمى (البقرة : 282) رواه سعيد ينعقد بكل ما يدل عليهمن سلم وسلف ونحوه .

بیع سلم کی مشروعت کا بیان

سلم وہ عقد ہے جو کتاب اللہ کے ساتھ مشروع ہے۔ اور وہ آیت مداینت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مضمون سلف کو حلال کیا ہے اور اس نے اپنی کتاب میں اس کے بارے میں طویل آیت نازل فرمائی ہے۔ اور آپ رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تلاوت کیا" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ " اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو۔ تو اسے لکھ لو۔ اور بیع سلم کی مشروعیت

سنت سے بھی ثابت ہے۔ جو روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیز کی بیع سے منع کیا ہے جو انسان کے پاس موجود نہ ہو اور سلم کی اجازت دی ہے۔ اگرچہ قیاس سلم کا انکار کرنے والا ہے لیکن ہم نے روایت کردہ حدیث کے سبب قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔ اور قیاس کی دلیل یہ ہے کہ یہ معدوم کی بیع ہے۔ جبکہ مسلم فیہ مبیع ہی ہے۔

بیع سلم کے شرعی ماخذ کا بیان

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَٱكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِٱلْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ ٱللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ ٱلَّذِى عَلَيْهِ ٱلْحَقُّ وَلْيَتَّقِ ٱللَّهَ رَبَّهُۥ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۚ فَإِن كَانَ ٱلَّذِى عَلَيْهِ ٱلْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُۥ بِٱلْعَدْلِ ۚ وَٱسْتَشْهِدُوا۟ شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ ۖ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَٱمْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ ٱلشُّهَدَآءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَىٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَىٰهُمَا ٱلْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ ٱلشُّهَدَآءُ إِذَا مَا دُعُوا۟ ۚ وَلَا تَسْـَٔمُوٓا۟ أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰٓ أَجَلِهِۦ ۚ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ ٱللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَـٰدَةِ وَأَدْنَىٰٓ أَلَّا تَرْتَابُوٓا۟ ۖ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَـٰرَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا ۗ وَأَشْهِدُوٓا۟ إِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَإِن تَفْعَلُوا۟ فَإِنَّهُۥ فُسُوقٌۢ بِكُمْ ۗ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱللَّهُ ۗ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ۔ (البقرہ، ۲۸۲)

ترجمہ

اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو۔ تو اسے لکھ لو، اور چاہئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے۔ اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے۔ تو اسے لکھ دینا چاہئے اور جس بات پر حق آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے پھر جس پر حق آتا ہے اگر بے عقل یا ناتواں ہو یا لکھا نہ سکے، تو اس کا ولی انصاف سے لکھائے، اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے۔ پھر اگر دو مرد نہ ہوں، تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو، کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس کو دوسری یاد دلا دے، اور گواہ جب بلائے جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں اور اسے بھاری نہ جانو کہ دین چھوٹا ہو یا بڑا اس کی میعاد تک لکھت کر لو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے کہ تمہیں شبہ نہ پڑے مگر یہ کہ کوئی سر دست کا سودا دست بدست ہو تو اس کے نہ لکھنے کا تم پر گناہ نہیں اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ کر لو، اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے، نہ گواہ کو (یا، نہ لکھنے والا ضرر دے نہ گواہ) اور جو تم ایسا کرو تو یہ تمہارا فسق ہوگا، اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

(کنز الایمان)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

خواہ وہ دین مبیع ہو یا ثمن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے بیع سلم مراد ہے بیع سلم یہ ہے کہ کسی چیز کو پیشگی

قیمت لے کر فروخت کیا جائے اور مبیع مشتری کو سپرد کرنے کے لئے ایک مدت معین کر لی جائے اس بیع کے جواز کے لئے جنس، نوع،
صفت، مقدار مدت اور مکان ادا اور مقدار راس المال ان چیزوں کا معلوم ہونا شرط ہے۔

لکھنا مستحب ہے، فائدہ اس کا یہ ہے کہ بھول چوک اور مدیون کے انکار کا اندیشہ نہیں رہتا۔ اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہ
کرے نہ فریقین میں سے کسی کی رو رعایت۔

حاصل معنی یہ کہ کوئی کاتب لکھنے سے منع نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وثیقہ نویسی کا علم دیا بے تغییر و تبدیل دیانت و امانت
کے ساتھ لکھے یہ کتابت ایک قول پر فرض کفایہ ہے اور ایک قول پر فرض عین بشرط فراغ کاتب جس صورت میں اس کے سوا اور نہ پایا
جائے اور ایک قول پر مستحب کیونکہ اس میں مسلمانوں کی حاجت برآری اور نعمت علم کا شکر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے یہ کتابت
فرض تھی پھر "لَا یُضَآرَّ كَاتِبٌ" سے منسوخ ہوئی۔

یعنی اگر مدیون مجنون و ناقص العقل یا بچہ یا شیخ فانی ہو یا گونگا ہونے یا زبان نہ جاننے کی وجہ سے اپنے مدعا کا بیان نہ کر سکتا ہو۔

گواہ کے لئے حریت و بلوغ مع اسلام شرط ہے کفار کی گواہی صرف کفار پر مقبول ہے۔

مسئلہ: تنہا عورتوں کی شہادت جائز نہیں خواہ وہ چار کیوں نہ ہوں مگر جن امور پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے جیسے کہ بچہ جننا باکرہ ہونا اور
نسائی عیوب اس میں ایک عورت کی شہادت بھی مقبول ہے مسئلہ: حدود و قصاص میں عورتوں کی شہادت بالکل معتبر نہیں صرف مردوں
کی شہادت ضروری ہے اس کے سوا اور معاملات میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت بھی مقبول ہے۔ (مدارک واحمدی)

جن کا عادل ہونا تمہیں معلوم ہو اور جن کے صالح ہونے پر تم اعتماد رکھتے ہو۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ادائے شہادت فرض ہے جب مدعی گواہوں کو طلب کرے تو انہیں گواہی کا چھپانا جائز نہیں یہ
حکم حدود کے سوا اور امور میں ہے لیکن حدود میں گواہ کو اظہار و اخفاء کا اختیار ہے بلکہ اخفاء افضل ہے حدیث شریف میں ہے سید عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تبارک و تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی ستاری کرے گا لیکن چوری میں
مال لینے کی شہادت دینا واجب ہے تا کہ جس کا مال چوری کیا گیا ہے اس کا حق تلف نہ ہو گواہ اتنی احتیاط کر سکتا ہے کہ چوری کا لفظ نہ
کہے گواہی میں یہ کہنے پر اکتفا کرے کہ یہ مال فلاں شخص نے لیا۔

چونکہ اس صورت میں لین دین ہو کر معاملہ ختم ہو گیا اور کوئی اندیشہ باقی نہ رہا نیز ایسی تجارت اور خرید و فروخت بکثرت جاری
رہتی ہے اس میں کتابت و اشہاد کی پابندی شاق و گراں ہو گی۔

یہ مستحب ہے کیونکہ اس میں احتیاط ہے۔

"یُضَآرَّ" میں دو احتمال ہیں مجہول و معروف ہونے کے قراءۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما اوّل کی اور قراءۃ عمر رضی اللہ عنہ ثانی کی
مؤید ہے پہلی تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ اہل معاملہ کاتبوں اور گواہوں کو ضرر نہ پہنچائیں اس طرح کہ وہ اگر اپنی ضرورتوں میں مشغول ہوں
تو انہیں مجبور کریں اور ان کے کام چھڑائیں یا حق کتابت نہ دیں یا گواہ کو سفر خرچ نہ دیں اگر وہ دوسرے شہر سے آیا ہو دوسری تقدیر پر
معنی یہ ہیں کہ کاتب و شاہد اہل معاملہ کو ضرر نہ پہنچائیں اس طرح کہ باوجود فرصت و فراغت کے نہ آئیں یا کتابت میں تحریف و

تبدیل زیادتی وکمی کریں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

بیع سلم ومتعلقات کے بیان میں فقہی تصریحات

یہ قرآن کی سب سے لمبی آیت ہے جس میں ادھار سے تعلق رکھنے والے معاملات کو ضبط تحریر میں لانے کی ہدایات دی جارہی ہے۔مثلاً جائیدادوں کے بیع نامے، بیع سلم کی تحریر یا ایسے تجارتی لین دین کی تحریر جس میں پوری رقم یا اس کا کچھ حصہ ابھی قابل ادائیگی ہو۔تاکہ بعد میں اگر کوئی نزاع پیدا ہو تو یہ تحریر شہادت کا کام دے سکے اور یہ حکم استحبابا ہے واجب نہیں۔ چنانچہ اگر فریقین میں باہمی اعتماد اتنا زیادہ ہو کہ باہمی نزاع کی صورت کا امکان ہی نہ ہو یا محض قرض کا معاملہ ہو اور اس طرح موثق تحریر سے کسی فریق کے اعتماد کو ٹھیس پہنچتی ہو تو محض یادداشت کے لئے کوئی فریق اپنے پاس ہی لکھ لے تو یہ بھی کافی ہو سکتا ہے۔

ہمارے ہاں آج کل ایسی تحریروں کے سند یافتہ ماہرین موجود ہیں جنہیں وثیقہ نویس کہا جاتا ہے۔ وثیقہ نویس تقریباً انہی اصولوں کے تحت سرکاری کاغذات پر ایسے معاہدات لکھ دیتے ہیں اور چونکہ یہ ایک مستقل فن اور پیشہ بن چکا ہے۔لہٰذا ان کے انکار کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔مگر جب کہ معاملہ میں کوئی قانونی سقم ہو۔

یعنی معاہدہ کی املاء اس شخص کو کروانی چاہئے جو مقروض ہو کیونکہ ادائیگی کا بار اس کے سر پر ہے۔ ہاں اگر وہ لکھوانے کی پوری سمجھ نہیں رکھتا تو اس کا ولی (سرپرست) اس کے وکیل کی حیثیت سے اس کی طرف سے لکھوا سکتا ہے۔ یہ ولی اس کا کوئی رشتہ دار بھی ہو سکتا ہے اور غیر رشتہ دار بھی۔ جو سمجھدار ہو اور مقروض کا خیر خواہ ہو یا معروف معنوں میں وکیل بھی ولی کی حیثیت سے املا کروا سکتا ہے۔

تحریر کے بعد اس تحریر پر دو ایسے مسلمان مردوں کی گواہی ہونا چاہئے جو معاشرہ میں قابل اعتماد سمجھے جاتے ہوں۔ اور اگر معاملہ ذمیوں کے درمیان ہو تو گواہ ذمی بھی ہو سکتے ہیں۔اور اگر بوقت تحریر دو مسلمان قابل اعتماد گواہ میسر نہ آئیں تو ایک مرد اور دو عورتیں بھی گواہ بن سکتی ہیں۔ اور اگر ایک بھی مرد میسر نہ آئے تو چار عورتیں گواہ نہیں بن سکتیں۔ اور گواہی کا یہ نصاب صرف مالی معاملات کے لئے ہے۔۔۔ مثلاً زنا اور قذف کے لئے چار مردوں ہی کی گواہی ضروری ہے۔ چوری اور نکاح وطلاق کے لئے دو مردوں ہی کی گواہی ہوگی۔افلاس (دیوالیہ) کے لئے اس قبیلے کے تین مردوں کی، رؤیت ہلال کے لئے صرف ایک مسلمان کی اور رضاعت کے ثبوت کے لئے صرف ایک متعلقہ عورت (دایہ) ہی گواہی کے لئے کافی ہوتی ہے۔

اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر رکھی گئی ہے اور حدیث کی رو سے یہ عورتوں کے نقصان عقل کی بنا پر ہے۔ اور دوسرے یہ کہ زبانی گواہی کی ضرورت اس وقت پیش آئے گی جب اس معاملہ کی ایسی جزئیات میں نزاع پیدا ہو جائے جنہیں تحریر میں نہ لایا جا سکا ہو اور معاملہ عدالت میں چلا جائے۔ ورنہ تحریر تو کی ہی اس لئے جاتی ہے کہ بعد میں نزاع پیدا نہ ہو۔ اور شہادتیں پہلے سے ہی اس تحریر پر ثبت کی جاتی ہے۔

جب سے اہل مغرب نے مساوات مرد وزن کا نعرہ لگایا ہے اور جمہوری نظام نے عورت کو ہر معاملہ میں مرد کے برابر حقوق عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس وقت سے اس آیت کے اس جملہ کو بھی مسلمانوں ہی کی طرف سے تاویل وتضحیک کا نشانہ بنایا جا رہا

ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ دوعورتوں کی شہادت کو ایک مرد کے برابر کر کے اسلام نے عورتوں کے حقوق کی حق تلفی کی ہے۔ پاکستان میں اپوا کی مغرب زدہ مہذب خواتین نے بڑی دریدہ دہنی سے کام لیا اور اس کے خلاف ان عورتوں نے جلوس نکالے اور بینر لکھوائے گئے کہ اگر عورت کا حق مرد سے نصف ہے تو فرائض بھی نصف ہونے چاہئیں عورتوں پر اڑھائی نمازیں، پندرہ روزے اور نصف حج فرض ہونا چاہئے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ طبقہ اڑھائی نمازیں تو در کنار ایک نماز بھی پڑھنے کا روادار نہیں۔ وہ خود اسلام سے بیزار ہیں ہی، ایسے پراپیگنڈے سے ایک تو وہ حکومت کو مرعوب کرنا چاہتی ہیں کہ وہ ایسا کوئی قانون نہ بنائے جس سے عورت کی حق تلفی ہوتی ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ دوسری سادہ لوح مسلمان عورتوں کو اسلام سے برگشتہ کر سکیں۔

حالانکہ یہاں حقوق وفرائض کی بحث ہے ہی نہیں۔ آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری عورت اسے یاد دلا دے۔ اس میں نہ عورت کے کسی حق کی حق تلفی ہوتی ہے اور نہ اس کی تحقیر ہوتی ہے۔ بات صرف نسیان کی ہے اور وہ بھی اس جزئیات میں جو تحریر میں آنے سے رہ گئی ہوں۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر عورت بھول سکتی ہے تو کیا مرد نہیں بھول سکتا۔ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ اسلامی قانون عام حالات کے مطابق وضع کئے گئے ہیں اور ان کا واضع خود اللہ تعالیٰ ہے۔ جو اپنی مخلوق کی خامیوں اور خوبیوں سے پوری طرح واقف ہے۔ عورت پر حیض، نفاس اور حمل اور وضع حمل کے دوران کچھ ایسے اوقات آتے ہیں جب اس کا دماغی توازن برقرار نہیں رہ سکتا۔ اور حکمائے قدیم و جدید سب عورت کی ایسی حالت کی تائید وتوثیق کرتے ہیں۔ ان مغرب زدہ خواتین کا یہ اعتراض بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہہ دے کہ مرد اپنی جسمانی ساخت اور قوت کے لحاظ سے عورت سے مضبوط ہوتا ہے۔ لہٰذا حمل اور وضع حمل کی ذمہ داریاں مرد پر ڈالنا چاہئے تھیں نہ کہ عورت پر جو پہلے ہی مرد سے کمزور ہے۔

اور اس مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ عورت اپنی اصل کے لحاظ سے ایسی عدالتی کاروائیوں سے سبکدوش قرار دی گئی ہے۔ اب یہ اسلام کا اپنا مزاج ہے کہ وہ عورت کو گھر سے باہر کھینچ لانے کو پسند نہیں کرتا۔ جبکہ موجودہ مغربی تہذیب اور نظام جمہوریت اسلام کے اس کلیہ کی عین ضد ہے۔ عورت کی گواہی کو صرف اس صورت میں قبول کیا گیا ہے جب کوئی دوسرا گواہ میسر نہ آ سکے اور اگر دوسرا گواہ میسر آ جائے تو اسلام عورت کو شہادت کی ہرگز زحمت نہیں دیتا۔

عورت کے اسی نسیان کی بنا پر فوجداری مقدمات میں اس کی شہادت قابل قبول نہیں کیونکہ ایسے مقدمات میں معاملہ کی نوعیت سنگین ہوتی ہے۔ مالی معاملات میں عورت کی گواہی قبول تو ہے لیکن دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر رکھا گیا ہے۔ اور عائلی مقدمات میں چونکہ زوجین ملوث ہوتے ہیں اور وہ ان کا ذاتی معاملہ ہوتا ہے۔ جہاں نسیان کا امکان بہت ہی کم ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے مقدمات میں میاں بیوی دونوں کی گواہی برابر نوعیت کی ہوگی اور وہ معاملات جو بالخصوص عورتوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ وہاں عورت کی گواہی کو مرد کے برابر ہی نہیں بلکہ معتبر قرار دیا گیا ہے مثلاً مرضعہ اگر رضاعت کے متعلق گواہی دے تو وہ دوسروں سے معتبر سمجھی جائے گی۔ خواہ یہ دوسرے کوئی عورت ہو یا مرد ہو۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں نہ عورت کی تحقیر بیان ہوئی ہے اور نہ کسی حق کی حق تلفی کی گئی ہے بلکہ رزاق

عالم نے جو بھی قانون عطا فرمایا ہے وہ کسی خاص مصلحت اور اپنی حکمت کاملہ سے ہی عطا فرمایا ہے اور جو مسلمان اللہ کی کسی آیت کی تضحیک کرتا یا مذاق اڑاتا ہے اسے اپنے ایمان کی خیر منانا چاہئے۔ اور ایسے لوگوں کو اسلام سے منسلک رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دل سے تو وہ پہلے ہی اللہ کے باغی بن چکے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو اسلام کو کافروں سے بھی زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں۔

یعنی جب نزاع کی صورت پیدا ہو کر معاملہ عدالت میں چلا جائے اور انہیں زبانی گواہی دینے کے لئے بلایا جائے تو انہیں انکار نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ بات کتمان شہادت کے ذیل میں آتی ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔

اس جملہ میں انسان کی ایک فطری کمزوری کو واضح کیا گیا ہے جو یہ ہے کہ فریقین خواہ کس قدر قابل اعتماد ہوں اور ان میں نزاع کی توقع بھی نہ ہو اور معاملہ بھی خواہ کوئی چھوٹا سا ہو تاہم بھول چوک اور نسیان کی بنا پر فریقین میں نزاع یا بدظنی پیدا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا باقاعدہ دستاویز نہ سہی فریقین کو یا فریقین میں سے کسی از یک کو یادداشت کے طور پر ضرور لکھ لینا چاہئے۔

یہ حکم صرف اس صورت میں ہے جبکہ لین دین کا کوئی اہم معاملہ ہو اور لین دین کرنے کے بعد بھی اس میں نزاع کا احتمال موجود ہو۔

اس کی کئی صورتیں ممکن ہیں مثلاً ایک یہ کہ کسی شخص کو کاتب بننے یا گواہ بننے پر مجبور نہ کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ کاتب یا گواہ کی گواہی اگر کسی فریق کے خلاف جاتی ہے تو انہیں تکلیف نہ پہنچائے جیسا کہ آج کل مقدمات میں اکثر ایسا ہوتا ہے اور فریق مخالف گواہوں کو یا وثیقہ نویس کو اس قدر دھمکیاں اور تکلیفیں دینا شروع کر دیتا ہے کہ وہ گواہی نہ دینے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے ہیں یا پھر غلط گواہی دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور تیسری صورت انہیں نقصان پہنچانے کی یہ ہے کہ انہیں عدالت میں بلایا تو جائے لیکن انہیں آمد و رفت اور کھانے پینے کا خرچہ تک نہ دیا جائے۔

بیع سلم کے تعین مدت میں مذاہب اربعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ پھلوں میں ایک سال دو سال تین سال کی بیع سلم کیا کرتے تھے یعنی پیشگی قیمت دیکر کہہ دیا کرتے تھے کہ ایک سال یا دو سال یا تین سال کے بعد پھل پہنچا دینا) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی چیز کی بیع سلم کرے اسے چاہئے کہ معین پیمانہ وزن اور معین مدت کے ساتھ سلم کرے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور لوگ پھلوں میں ایک سال اور دو سال کے لئے سلف کرتے تھے (یعنی ادھار بیع کرتے تھے) تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کھجور میں سلف کرے تو مقررہ ماپ میں یا مقرر تول میں ایک مقررہ میعاد تک سلف کرے۔ (صحیح مسلم، کتاب بیوع)

مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی بیع جاری ہو اگر وہ پیمانہ سے ناپ کر لی دی جاتی ہے تو اس کا پیمانہ متعین کرنا ضروری ہے کہ یہ چیز دس پیمانے ہوگی یا پندرہ پیمانے اور اگر وہ چیز وزن کے ذریعہ لی دی جاتی ہے تو اس کا وزن متعین کرنا ضروری ہے کہ یہ چیز دس سیر ہو گی یا پندرہ سیر اسی طرح سلم میں خریدی جانے والی چیز کی ادائے گی کی مدت کا تعین بھی ضروری ہے کہ یہ چیز مثلاً ایک ماہ بعد دی

جائے گی یا ایک سال بعد۔

اس حدیث کا ظاہری مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیع سلم میں مدت کا تعین بیع کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے جیسا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کا مسلک ہے لیکن حضرت امام شافعی کے نزدیک تعین مدت ضروری اور شرط نہیں ہے۔

بَاب: اِذَا اَسْلَمَ فِیْ نَخْلٍ بِعَيْنِهٖ لَمْ يُطْلِعْ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص کھجور کے کسی متعین باغ میں بیع سلم کرے جس کا پھل تیار نہ ہوا ہو

2284- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ النَّجْرَانِيِّ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اُسْلِمُ فِیْ نَخْلٍ قَبْلَ اَنْ يُّطْلِعَ قَالَ لَا قُلْتُ لِمَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَسْلَمَ فِیْ حَدِيْقَةِ نَخْلٍ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يُّطْلِعَ النَّخْلُ فَلَمْ يُطْلِعِ النَّخْلُ شَيْئًا ذٰلِكَ الْعَامَ فَقَالَ الْمُشْتَرِیْ هُوَ لِیْ حَتّٰى يُطْلِعَ وَقَالَ الْبَائِعُ اِنَّمَا بِعْتُكَ النَّخْلَ هٰذِهِ السَّنَةَ فَاخْتَصَمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِلْبَائِعِ اَخَذَ مِنْ نَّخْلِكَ شَيْئًا قَالَ لَا قَالَ فَبِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَهٗ ارْدُدْ عَلَيْهِ مَا اَخَذْتَ مِنْهُ وَلَا تُسْلِمُوْا فِیْ نَخْلٍ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهٗ

◄◄ نجرانی کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: کیا میں کھجور کے کسی ایسے باغ کے بارے میں بیع سلم کرسکتا ہوں' جس میں پھل تیار نہ ہوا ہو انہوں نے جواب دیا' جی نہیں' میں نے دریافت کیا: وہ کیوں' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک شخص نے کھجوروں کے ایک باغ کے بارے میں بیع سلم کی حالانکہ ابھی پھل کا شگوفہ ظاہر نہیں ہوا تھا' پھر اس سال اس باغ کی پیداوار نہیں ہوئی' تو خریدار نے کہا: یہ باغ اب میرا ہے' جب تک اس میں پیداوار نہیں ہوتی' فروخت کنندہ نے کہا: میں نے تمہیں یہ باغ اس سال کے لیے فروخت کیا تھا' وہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فروخت کنندہ سے دریافت کیا: کیا اس نے تمہارے کھجور کے باغ میں سے کچھ حاصل کیا ہے؟ اس نے عرض کی ''جی نہیں''' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: پھر تم کس بنیاد پر اس کے مال کو اپنے لیے حلال قرار دے رہے ہو؟ تم نے اس سے جو رقم وصول کی ہے وہ اسے واپس کرو اور آئندہ کھجور کے باغ کے بارے میں بیع سلم اس وقت تک نہ کرنا' جب تک اس کا پھل تیار نہیں ہو جاتا۔

بَاب: السَّلَمِ فِی الْحَيَوَانِ

یہ باب جانور میں بیع سلم کرنے کے بیان میں ہے

2285- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْلَفَ مِنْ رَجُلٍ بَكْرًا وَّقَالَ اِذَا جَآءَتْ اِبِلُ الصَّدَقَةِ قَضَيْنَاكَ فَلَمَّا

2284 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3467

قَدِمَتْ قَالَ يَا اَبَا رَافِعٍ اقْضِ هٰذَا الرَّجُلَ بَكْرَهُ فَلَمْ اَجِدْ اِلَّا رَبَاعِيًا فَصَاعِدًا فَاَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعْطِهِ فَاِنَّ خَيْرَ النَّاسِ اَحْسَنُهُمْ قَضَاءً

◄► حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ایک اونٹ ادھار لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب صدقے کے اونٹ آئیں گے تو ہم تمہیں ادائیگی کردیں گے۔

جب وہ اونٹ آگئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابورافع! اس شخص کو جوان اونٹ کی ادائیگی کردو۔

(راوی کہتے ہیں:) مجھے جو اونٹ ملا وہ اس کے اونٹ سے بہتر ہی تھا میں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے وہی ادا کردو' کیونکہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اچھے طریقے سے قرض ادا کرتے ہیں۔

2286- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنِىْ سَعِيْدُ بْنُ هَانِئٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ يَقُوْلُ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعْرَابِىٌّ اقْضِنِىْ بَكْرِىْ فَاَعْطَاهُ بَعِيْرًا مُسِنًّا فَقَالَ الْاَعْرَابِىُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَسَنُّ مِنْ بَعِيْرِىْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ النَّاسِ خَيْرُهُمْ قَضَاءً

◄► حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ ایک دیہاتی نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا اونٹ مجھے ادا کیجئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک بہتر اونٹ عطا کیا۔

وہ دیہاتی بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میرے اونٹ سے بڑی عمر کا ہے (اور یہ زیادہ مہنگا ہوگا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں زیادہ بہتر وہ لوگ ہیں جو بہتر طور پر قرض واپس کرتے ہیں۔

حیوان میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان

حیوان میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جائز ہے اس لئے کہ جنس، عمر، نوع اور صفت کو بیان کرنے کے سبب حیوان معین ہو جاتا ہے اور اس کے بعد معمولی فرق ہوتا ہے پس یہ کپڑوں کے مشابہ ہو گیا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مذکورہ اشیاء کے اوصاف ذکر کرنے کے بعد بھی باطن کے اعتبار سے حیوان کی مالیت میں فرق فحش رکھتی ہیں۔ پس یہ جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہیں۔ بہ خلاف کپڑوں کے کیونکہ وہ انسانوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جب دو کپڑوں کو ایک طریقے سے بنایا جائے تو ان میں تھوڑا بہت فرق ہوتا ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان میں بیع سلم کرنے سے منع کیا ہے اور اس میں حیوان کی ہر قسم شامل ہے حتیٰ کہ گوریا بھی شامل ہے۔

2285 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: **4084**' ورقم الحدیث: **4085**' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث **3346**' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث **1318**' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: **4631**

2286 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث **4633**

فرمایا اور حیوان کے اعضاء میں بیع سلم جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں فرق ہوتا ہے کیونکہ وہ فرق والی عددی اشیاء ہیں لہذا ان کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاتا۔

فرمایا کھالوں میں عدد سے اور نہ ہی لکڑیوں کی گٹھڑی میں بیع سلم جائز ہے۔ اور نہ گھاس میں گٹھوں کے ساتھ بیع سلم جائز ہے کیونکہ ان میں فرق ہوتا ہے۔ ہاں البتہ جب ان کی لمبائی وچوڑائی معلوم ہو جائے (تو تب جائز ہے)۔ وہ بھی اس طرح کہ جس سے گٹھڑی باندی جائے وہ بیان کردے کہ وہ ایک بالشت ہے یا ایک ہاتھ ہے تب بیع سلم جائز ہوگی البتہ شرط یہ ہوگی کہ اس میں تفاوت نہیں ہونا چاہیے۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

حیوان کی بیع سلم میں اختلافی مذاہب فقہاء کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہ لوگ کھجور کی قیمت پیشگی ادا کر دیا کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بیع سلم کرے تو وہ معلوم پیمانہ وزن میں معلوم وقت تک کرے اس باب میں حضرت ابن ابی اوفی اور عبدالرحمن بن ابزی سے بھی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس کی حدیث حسن صحیح ہے صحابہ کرام اور تابعین کا اس پر عمل ہے ان کے نزدیک غلے کپڑے اور ان دوسری چیزوں میں جن کی مقدار اور صفت معلوم ہو، بیع سلم جائز ہے جانوروں کی بیع سلم میں اختلاف ہے امام شافعی، احمد، اور اسحاق اسے جائز کہتے ہیں کہ جب کہ بعض صحابہ، سفیان، ثوری، اور اہل کوفہ جانوروں کی بیع سلم کا ناجائز کہتے ہیں۔ (جامع ترمذی، جلد اول، رقم الحدیث 1332)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع سلم کسی حیوان میں درست نہیں۔ نہ لونڈی غلام میں۔ نہ چوپایہ میں، نہ پرند میں حتیٰ کہ جو جانور یکساں ہوتے ہیں مثلاً کبوتر، بٹیر، قمری، فاختہ، چڑیا، ان میں بھی سلم جائز نہیں، جانوروں کی سری پائے میں بھی بیع سلم درست نہیں، ہاں اگر جنس ونوع بیان کر کے سری پایوں میں وزن کے ساتھ سلم کیا تو جائز ہے کہ اب تفاوت بہت کم رہ جاتا ہے۔

(درمختار، کتاب بیوع)

لکڑی کی گٹھوں میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لکڑیوں کے گٹھوں میں سلم اگر اس طرح کریں کہ اتنے گٹھے اتنے روپے میں لیں گے یہ ناجائز ہے کہ اس طرح بیان کرنے سے مقدار اچھی طرح نہیں معلوم ہوتی ہاں اگر گٹھوں کا انضباط ہو جائے مثلاً اتنی بڑی رسی سے وہ گٹھا باندھا جائے گا اور اتنا لمبا ہوگا اور اس قسم کی بندش ہوگی تو سلم جائز ہے۔ ترکاریوں میں گڈیوں کے ساتھ مقدار بیان کرنا مثلاً روپیہ یا اتنے پیسوں میں اتنی گڈیاں فلاں وقت لی جائیں گی یہ بھی ناجائز ہے کہ گڈیاں یکساں نہیں ہوتیں چھوٹی بڑی ہوتی ہیں۔ اور اگر ترکاریوں اور ایندھن کی لکڑیوں میں وزن کے ساتھ سلم ہو تو جائز ہے۔ (درمختار، کتاب بیوع)

امام زید (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: جانوروں میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔ سامان میں بھی جائز نہیں ہے جانوروں کی کھالوں میں بھی جائز نہیں ہے، البتہ اون، روئی، ریشم اور ہر وہ چیز جسے ماپا جاسکتا ہے یا وزن کیا جاسکتا ہے جو لوگوں کے پاس ملتی ہے اس میں

بیع سلم کرنا جائز ہے (مسند الامام زید۔شبیر برادرز لاہور) اس کے لئے مختلف آرائیں فقہ کی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے، وہ بیع سلم میں رہن اور کفیل کو مکروہ قرار دیتے ہیں (حوالہ بالا) وہ اس لیے کہ اس سے لوگوں کو تنگی ہوتی ہے۔ (مسند الامام زید۔شبیر برادرز لاہور، ۲۰۳را)

شرط پر سلف کروانے کی ممانعت کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی سے کہے میں تیرا اسباب اس شرط سے لیتا ہوں کہ وہ مجھ سے سلف کرے اس طرح تو یہ جائز نہیں اگر سلف کی شرط موقوف کر دے تو بیع جائز ہو جائے گی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جن کپڑوں میں کھلم کھلا فرق ہے ان میں سے ایک کو دو یا تین کے بدلے میں بیع کرنا نقدا نقد یا میعاد پر طرح سے درست ہے اور جب ایک کپڑا دوسرے کپڑے کے مشابہ ہو اگر نام جدا جدا ہوں تو کمی بیشی درست ہے مگر ادھار درست نہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس کپڑے کو خریدا اس کا بیچنا قبل قبضے کے بائع کے سوا اور کسی کے ہاتھ درست ہے۔ جب کہ اس کی قیمت نقد لے لے۔ (موطا امام مالک: جلد اول، رقم الحدیث 1253)

حیوان میں بیع سلم پر مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حیوان میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔اور سفیان ثوری اور امام اوزاعی کا قول بھی یہی ہے۔جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جائز ہے اور امام مالک اور اور امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے۔اس لئے کہ جنس، عمر، نوع اور صفت کو بیان کرنے کے سبب حیوان معین ہو جاتا ہے اور اس کے بعد معمولی فرق ہوتا ہے پس یہ کپڑوں کے مشابہ ہو گیا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مذکورہ اشیاء کے اوصاف ذکر کرنے کے بعد بھی باطن کے اعتبار سے حیوان کی مالیت میں فرق فحش رکھتی ہیں۔ پس یہ جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہیں۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۳۲۸، بیروت)

بَاب: الشِّرِكَةِ وَالْمُضَارَبَةِ

یہ باب شرکت اور مضاربت کے بیان میں ہے

شرکت کے معنی ومفہوم کا بیان

لغت میں شرکت کے معنی ہیں ملانا لیکن اصطلاح شریعت میں شرکت کہتے ہیں دو آدمیوں کے درمیان ایک ایسا مثلاً تجارتی عقد و معاملہ ہونا جس میں وہ اصل اور نفع دونوں میں شریک ہوں۔

شراکت، (partnership) کاروبار کی ایسی تنظیم جس میں دو یا زیادہ اشخاص (شراکت دار) بہ حیثیت مجموعی کاروبار

کرتے ہیں۔ شراکت دار (مالکان) مقررہ شرائط اور معاہدے کے مطابق ایک خاص نسبت سے زمین، محنت اور سرمایہ فراہم کرتے ہیں اور باہمی طور پر کاروبار کے انتظامی امور سنبھالتے ہیں۔ نفع یا نقصان حصص کے تناسب سے تقسیم ہوتا ہے۔

شرکت کے ثبوت میں شرعی ماخذ کا بیان

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ دو شریکوں (کے درمیان) میں تیسرا رہتا ہوں جب تک کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی کی خیانت نہ کرے پس جب ان میں سے کوئی خیانت کا مرتکب ہوتا ہے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 1607)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مکہ سے مہاجرین مدینہ آئے تو انصار یعنی مدینہ کے لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارے کھجوروں کے درختوں کو ہمارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم فرما دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں درختوں کو تقسیم نہیں کروں گا تم ہی لوگ ہماری یعنی مہاجرین کی طرف سے بھی محنت کر لیا کرو ہم پیداوار میں تمہارے شریک رہیں گے۔ انصار نے کہا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کو بسر وچشم قبول کرتے ہیں۔

(بخاری، مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 150)

جب مکہ کے مسلمانوں پر ان کے وطن کی زمین تنگ کر دی گئی اور خدا اور خدا کے رسول کے حکم پر وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تو چونکہ انہوں نے اپنا سارا سامان واسباب اور مال ومتاع مکہ ہی میں چھوڑ دیا تھا اس لئے یہاں مدینہ میں ان کی معاشی زندگی کا تکفل مدینہ کے مسلمانوں نے کہ جنہیں انصار کہا جاتا ہے اپنے ذمہ لیا اس کی شکل یہ کی گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ اور مہاجرین مکہ کے درمین بھائی چارہ کرایا چنانچہ انصار مدینہ نے اپنے تمام مال واسباب میں مہاجرین کو برابر شریک بنالیا۔ اسی موقع پر انصار نے آپ سے درخواست کی کہ ہمارے کھجوروں کے درختوں کو بھی ہمارے اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان تقسیم فرما دیجئے تا کہ ہم اپنے اپنے حصہ کے درختوں میں محنت مشقت کریں اور ان سے پھل پیدا کریں آپ نے ان سے فرمایا کہ میں درختوں کی تقسیم نہیں کروں گا بلکہ تمہیں لوگ ان درختوں کی دیکھ بھال کرو اور ان میں پانی وغیرہ دینے کی محنت ومشقت خود گوارہ کر لو کیونکہ تمہارے ان بیچارے مہاجرین بھائیوں سے یہ محنت ومشقت برداشت نہیں ہوگی۔

پھر جب پھل تیار ہو جائے گا تو میں تمہارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلہ کو انصار نے رضاء ورغبت اور بسر وچشم قبول کر لیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرنا، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کی طرف سے محنت ومشقت کرنا مستحب ہے نیز یہ حدیث بھی شرکت کے صحیح ہونیکی دلیل ہے۔

(۳) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غزوہ میں لوگوں کے توشہ میں کمی پڑ گئی، لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اونٹ ذبح کرنے کی اجازت طلب کی (کہ اسی کو ذبح کر کے کھا لینگے) حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اجازت دیدی۔ پھر لوگوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی، اُنھوں نے خبر دی (کہ اونٹ ذبح کرنے

کی ہم نے اجازت حاصل کرلی ہے) حضرت عمر نے فرمایا، اونٹ ذبح کرڈالنے کے بعد تمھاری بقا کی کیا صورت ہوگی یعنی جب سواری نہ رہے گی اور پیدل چلوگے، تھک جاؤگے اور کمزور ہوجاؤگے پھر دشمنوں سے جہاد کیونکر کرسکوگے اور یہ ہلاکت کا سبب ہوگا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) اونٹ ذبح ہوجانے کے بعد لوگوں کی بقا کی کیا صورت ہوگی؟ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "اعلان کردو کہ جو کچھ توشہ لوگوں کے پاس بچا ہے، وہ حاضر لائیں۔" ایک دسترخوان بچھادیا گیا، لوگوں کے پاس جو کچھ توشہ بچا ہوا تھا لاکر اُس دسترخوان پر جمع کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور دعا کی پھر لوگوں سے فرمایا: "اپنے اپنے برتن لاؤ۔" سب نے اپنے اپنے برتن بھرلیے پھر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک میں اللہ (عزوجل) کا رسول ہوں۔

(۴) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "قبیلہ اشعری کے لوگوں کا جب غزوہ میں توشہ کم ہوجاتا ہے یا مدینہ ہی میں اُن کے آل وعیال کے کھانے میں کمی ہوجاتی ہے تو جو کچھ اُن کے پاس ہوتا ہے سب کو ایک کپڑے میں اکٹھا کرلیتے ہیں پھر برابر برابر بانٹ لیتے ہیں (اس اچھی خصلت کی سبب سے) وہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں۔ (صحیح بخاری شریف)

(۵) حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کو اُن کی والدہ زینب بنت حُمید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر لائیں اور عرض کی، یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) اس کو بیعت فرمالیجئے۔ فرمایا: "یہ چھوٹا بچہ ہے۔" پھر ان کے سر پر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے دعا کی۔ انکے پوتے زہرہ بن معبد کہتے ہیں، کہ میرے دادا عبداللہ بن ہشام مجھے بازار لیجاتے اور وہاں غلہ خریدتے تو ابن عمر و ابن زبیر رضی اللہ عنہم اُن سے ملتے اور کہتے ہمیں بھی شریک کرلو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھارے لیے دعائے برکت کی ہے، وہ انھیں بھی شریک کرلیتے اور بسا اوقات ایک مسلّم اونٹ نفع میں مل جاتا اور اُسے گھر بھیج دیا کرتے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے، کہ اگر ایک شخص دام ٹھہرا رہا ہے دوسرے نے اُسے اشارہ کردیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکے متعلق یہ حکم دیا کہ یہ اُس کا شریک ہوگیا یعنی شرکت کے لیے اشارہ کافی ہے، زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۶) حضرت سائب بن ابی السائب رضی اللہ عنہ سے روایت کی، اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، زمانہ جاہلیت میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے شریک تھے اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بہتر شریک تھے کہ نہ مجھ سے مدافعت کرتے اور نہ جھگڑا کرتے۔ (مستدرک حاکم)

(۷) امام بخاری و امام احمد علیہما الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں کہ زید بن ارقم و براء بن عازب رضی اللہ عنہما دونوں شریک تھے اور انھوں نے چاندی خریدی تھی، کچھ نقد کچھ اُدھار۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی تو فرمایا: "جو نقد خریدی ہے، وہ جائز ہے اور جو اُدھار خریدی، اُسے واپس کردو۔

شرکت کے جواز واقسام کا بیان

شرکت کا عقد جائز ہے کیونکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو اس لوگوں عقد شرکت کرتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسی پر قائم رکھا ہے۔

فرمایا: شرکت کی دو اقسام ہیں (۱) شرکت املاک (۲) شرکت عقود۔ شرکت املاک ایسے معین مال میں ہوتی ہے جس میں دو وارث ہوں یا دونوں اس کو خریدیں پس دونوں میں سے کسی ایک کے لئے دوسرے کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور ان میں سے ہر ایک شخص اپنے ساتھی کے لئے غیر کی طرح ہوگا اور یہ شرکت قدوری میں بیان کردہ مل کے سوا میں بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

جس طرح جب دو بندوں نے کسی عین کا ہبہ قبول کرلیا یا طاقت کے سبب کسی عین کے وہ دونوں مالک بن گے یا ان میں سے کسی کے تصرف میں بغیر ان کو مال مل گیا یا ان دونوں نے اپنے اموال کو اس طرح ملایا جلایا کہ اس کو الگ کرنا ناممکن ہو گیا یا ممکن تو ہے لیکن پریشانی کے بعد ہے۔

ان تمام صورتوں میں دونوں شرکاء میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے شریک سے اپنا حصہ فروخت کرنا جائز ہے اور شریک کی اجازت کے بغیر اس کے سوا سے جائز ہے جبکہ مکسنگ کی صورت شریک کی اجازت کے ساتھ جائز ہے اور کفایہ منتہی میں ہم نے اس کے فرق کو بیان کر دیا ہے۔ (ہدایہ، کتاب شرکت، لاہور)

شرکت ملک وعقد کی تعریفات کا بیان

شرکت ملک کی تعریف یہ ہے، کہ چند شخص ایک شے کے مالک ہوں اور باہم عقد شرکت نہ ہوا ہو۔ شرکت عقد یہ ہے کہ باہم شرکت کا عقد کیا ہو مثلاً ایک نے کہا میں تیرا شریک ہوں، دوسرے نے کہا مجھے منظور ہے۔

شرکت کی دو قسمیں ہیں شرکت ملک اور شرکت عقد شرکیت ملک اسے کہتے ہیں کہ دو آدمی یا کئی آدمی بذریعہ خرید یا ہبہ یا میراث کسی ایک چیز کے مالک ہوں یا دو شخص مشترک طور پر کسی مباح چیز کو حاصل کریں مثلاً دو آدمی مل کر شکار کریں اور وہ شکار دونوں کی مشترک ملکیت ہو یا دو آدمیوں کا ایک ہی جنس کا الگ الگ مال ایک دوسرے میں اس طرح مل جائے کہ ان دونوں کے مال کا امتیاز نہ ہو سکے۔ مثلاً زید کا دودھ بکر کے دودھ میں مل جائے یا وہ دونوں اپنے اپنے مال کو قصداً ایک دوسرے کے مال میں ملا دیں یہ سب شریک ملک کی صورتیں ہیں۔ اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ ہر شریک اپنے دوسرے شریک کے حصے میں اجنبی آدمی کی طرح ہے اور ہر شریک اپنا حصہ اپنے دوسرے شریک کی اجازت کے بغیر اس شریک کو یا کسی دوسرے شخص یعنی غیر شریک کو فروخت کر سکتا ہے البتہ آخری دونوں صورتوں میں (یعنی ایک دوسرے کے مال کے آپس میں مل جانے یا اپنے اپنے مال کو ایک دوسرے کے مال میں قصداً ملا دینے کی صورت میں کوئی بھی شریک اپنا حصہ کسی دوسرے شخص یعنی غیر شریک کو اپنے دوسری شریک کی اجازت کے بغیر نہیں بیچ سکتا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شرکت)

شرکت ملک کے حکم کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شرکتِ ملک میں ہر ایک اپنے حصہ میں تصرف کر سکتا ہے اور دوسرے کے حصہ میں بمنزلہ اجنبی ہے، لہٰذا اپنا حصہ بیع کر سکتا ہے اس میں شریک سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں اُسے اختیار ہے شریک کے ہاتھ بیع کرے یا دوسرے کے ہاتھ مگر شرکت اگر اس طرح ہوئی کہ اصل میں شرکت نہ تھی مگر دونوں نے اپنی چیزیں ملادیں یا دونوں کی چیزیں مل گئیں اور غیر شریک کے ہاتھ بیچنا چاہتا ہے تو شریک سے اجازت لینی پڑے گی یا اصل میں شرکت ہے مگر بیع کرنے میں شریک کو نقصان ہوتا ہے تو بغیر اجازت شریک غیر شریک کے ہاتھ بیع نہیں کر سکتا مثلاً مکان یا درخت یا زراعت مشترک ہے تو بغیر اجازت بیع نہیں کر سکتا کہ مشتری تقسیم کرانا چاہے گا اور تقسیم میں شریک کا نقصان ہے ہاں اگر زراعت طیار ہے یا درخت کاٹنے کے لائق ہو گیا اور پھلدار درخت نہیں ہے تو اب اجازت کی ضرورت نہیں کہ اب کٹوانے میں کسی کا نقصان نہیں۔ مشترک چیز اگر قابل قسمت نہ ہو جس طرح حمام، چکی، غلام، چوپایہ اسکی بیع بغیر اجازت بھی جائز ہے۔ (درمختار، کتاب شرکت، ج ۶، ص ۶۶۷)

شرکت عقود کا بیان

دوسری قسم شرکت عقود ہے جس کا رکن ایجاب وقبول ہے اور وہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک شخص کہے میں نے تم سے فلاں فلاں اشیاء میں شرکت کی اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کرلیا ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ جس چیز پر عقد شرکت منعقد ہوا ہے وہ وکالت کے قابل ہو تاکہ تصرف سے حاصل کیا جانے والا مال ان کے درمیان مشترک ہو اور عقد شرکت کا مقصد حاصل ہو جائے۔

شرکت کے کاروبار میں برکت کا بیان

حضرت زہرہ ابن معبد رضی اللہ عنہ (تابعی) کے بارے میں منقول ہے کہ ان کو ان کے دادا حضرت عبداللہ بن ہشام بازار لے جایا کرتے تھے جہاں وہ غلہ خریدا کرتے تھے چنانچہ (جب وہ غلہ خرید لیتے تو) وہاں انکو حضرت ابن عمر اور حضرت ابن زبیر ملتے اور وہ دونوں ان سے کہتے کہ ہم کو اپنا شریک بنالو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے برکت کی دعا کی ہے (حضرت زہرہ کہتے ہیں کہ میرے دادا انکو شریک کرلیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے انکو بد کسی نقصان وخسارہ کے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر غلہ کا فائدہ ہوتا تھا جس کو وہ اپنے گھر بھیج دیا کرتے تھے۔ اور انکے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن ہشام کی والدہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور ان کے لئے برکت کی دعا کی۔ (صحیح بخاری، مشکوٰۃ المصابیح جلد سوم رقم الحدیث 149)

شرکت عقد کا مطلب ہے شرکاء کا ایجاب وقبول کے ذریعے اپنے اپنے حقوق واموال کو متحد کر دینا اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک دوسرے سے یہ کہے کہ میں نے اپنے فلاں حقوق اور فلاں معاملات یعنی تجارت وغیرہ میں تمہیں شریک کیا اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا اس طرح شرکت عقد کا رکن تو ایجاب وقبول ہے اور اس کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ معاہدہ شرکت میں ایسی کوئی دفعہ مطلقاً شامل نہ ہو جو شرکت کے بنیادی اصولوں کو فوت کر دے جس طرح شرکاء میں سے کسی ایک کا فائدے میں سے کچھ حصے کو اپنے

لئے متعین ومخصوص کر لینا مثلاً کسی تجارت میں دو آدمی شریک ہوں اور ان میں سے کوئی ایک شریک یہ شرط عائد کردے کہ اس تجارت سے حاصل ہونیوالے فائدے میں سے پانچ سو روپے ماہوار لیا کروں گا۔ یہ شرط مشترک ومتحد معاملات کے بالکل منافی ہے جو شرکت کے بنیادی اصول ومقاصد ہی کو فوت کردیتی ہے اس لیے معاہدہ شرکت میں ایسی کسی دفعہ کا شامل نہ ہونا شرکت کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔

شرکت عقد کے احکام کا بیان

شرکت عقد میں ایجاب وقبول ضرور ہے خواہ لفظوں میں ہوں یا قرینہ سے ایسا سمجھا جاتا ہو مثلاً ایک نے ہزار روپے دیے اور کہا تم بھی اتنا نکالو اور کوئی چیز خریدو نفع جو کچھ ہوگا دونوں کا ہوگا، دوسرے نے روپے لے لیے تو اگرچہ قبول لفظاً نہیں مگر روپیہ لے لینا قبول کے قائم مقام ہے۔ (درمختار)

شرکت عقد میں یہ شرط ہے کہ جس پر شرکت ہوئی قابل وکالت ہو، لہٰذا مباح اشیاء میں شرکت نہیں ہوسکتی مثلاً دونوں نے شرکت کے ساتھ جنگل کی لکڑیاں کاٹیں کہ جتنی جمع ہوں گی دونوں میں مشترک ہوں گی یہ شرکت صحیح نہیں ہر ایک اُسی کا مالک ہوگا جو اُس نے کاٹی ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ ایسی شرط نہ کی ہو جس سے شرکت ہی جاتی رہے مثلاً یہ کہ نفع دس روپیہ میں لوں گا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کل دس ہی روپے نفع کے ہوں تو اب شرکت کس چیز میں ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ)

علامہ ابن عابدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نفع میں کم وبیش کے ساتھ بھی شرکت ہوسکتی ہے مثلاً ایک کی ایک تہائی اور دوسرے کی دو تہائیاں اور نقصان جو کچھ ہوگا وہ راس المال کے حساب سے ہوگا اسکے خلاف شرط کرنا باطل ہے مثلاً دونوں کے روپے برابر برابر ہیں اور شرط یہ کی کہ جو کچھ نقصان ہوگا اُسکی تہائی فلاں کے ذمہ اور دو تہائیاں فلاں کے ذمہ یہ شرط باطل ہے اور اس صورت میں دونوں کے ذمہ نقصان برابر ہوگا۔ (ردمختار، کتاب شرکت، بیروت)

شرکت عقد کی اقسام کی وضاحت کا بیان

شرکت عقد کی چار قسمیں ہیں (۱) شرکت مفاوضہ (۲) شرکت عنان (۳) شرکت صنائع والتقبل (۴) اور شرکت وجوہ

شرکت مفاوضہ تو یہ ہے کہ دو شخص یہ شرط کریں یعنی آپس میں ٹھہرالیں کہ مال میں تصرف میں مفاوضہ میں دونوں شریک رہیں گے لیکن اس شرکت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ دونوں دین ومذہب میں بھی یکساں اور برابر ہوں یہ شرکت ایک دوسرے کی وکالت اور کفالت کو لازم کردیتی ہے یعنی شرکت مفاوضہ میں شرکاء ایک دوسرے کے وکیل اور کفیل ہوتے ہیں لہٰذا یہ شرکت مسلمان اور ذمی کے درمیان جائز نہیں ہوتی کیونکہ دین ومذہب کے اعتبار سے دونوں مساوی اور یکساں نہیں ہیں اسی طرح غلام اور آزاد کے درمیان اور بالغ ونابالغ کے درمیان بھی یہ شرکت جائز نہیں کیونکہ یہ تصرف میں مساوی ویکساں نہیں ہیں۔

اس شرکت کے معاہدہ وشرائط میں لفظ مفاوضت یا اس کے تمام مقتضیات کو بیان وواضح کردینا ضروری ہے اس شرکت میں عقد ومعاہدہ کے وقت شرکاء کا اپنا اپنا مال دینا یا اپنے اپنے مال کو ملانا شرط نہیں ہے۔ اس شرکت میں شرکاء چونکہ ایک دوسرے کے

کفیل ووکیل ہوتے ہیں اس لئے اگر اس میں کوئی بھی اپنے بال بچوں کے کھانے اور کپڑے کے علاوہ جو کچھ خریدے گا وہ تمام شرکاء کی ملکیت ہوگا۔

حضرت امام محمد کے نزدیک شرکت مفاوضت اور عنان صرف ایسے سرمایہ اور مال میں صحیح ہوسکتی ہے جو روپے اشرفی اور رائج الوقت سکوں کی شکل میں ہو ہاں سونے اور چاندی کے ڈلوں اور ٹکڑوں میں بھی جائز ہے جبکہ ان کے ذریعے لین دین ہوتا ہو اور اگر شرکاء میں سے کوئی ایک وارث یا کسی اور ذریعے سے کسی ایسے مال کا مالک ہوا جس میں مفاوضت درست ہوسکتی ہے جس طرح روپے اور اشرفی وغیرہ تو شرکت مفاوضت باطل ہو کر شرکت عنان ہو جائے گی اور اگر شرکاء میں سے کوئی ایک کسی ایسے مال کا وارث ہو گیا جس میں شرکت مفاوضت نہیں ہوسکتی جس طرح اسباب مکان اور زمین وغیرہ تو شرکت مفاوضت باقی رہے گی۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب شرکت)

2287 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَابُوْ بَكْرٍ ابْنَا اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ قَائِدِ السَّائِبِ عَنِ السَّائِبِ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتَ شَرِيْكِیْ فِی الْجَاهِلِيَّةِ فَكُنْتَ خَيْرَ شَرِيْكٍ لَا تُدَارِيْنِیْ وَلَا تُمَارِيْنِیْ

◄► حضرت سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ جاہلیت میں میرے شراکت دار تھے اور سب سے بہترین شراکت دار تھے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ کوئی اختلاف کیا' نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ کوئی جھگڑا کیا۔

2288 - حَدَّثَنَا اَبُو السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِیُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اشْتَرَكْتُ اَنَا وَسَعْدٌ وَعَمَّارٌ يَوْمَ بَدْرٍ فِيْمَا نُصِيْبُ فَلَمْ اَجِءْ اَنَا وَلَا عَمَّارٌ بِشَیْءٍ وَجَاءَ سَعْدٌ بِرَجُلَيْنِ

◄► صالح بن صہیب اپنے والد (حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"تین چیزوں میں برکت ہے' ایک مخصوص مدت تک سودا کرنا (یعنی جس میں کسی ایک طرف سے ادائیگی مخصوص مدت تک ہو)' کسی کو قرض دینا' گھر میں استعمال کے لیے گندم اور جو کو ملا دینا' (لیکن) فروخت کرنے کے لیے ایسا (کرنا درست) نہیں ہوگا"۔

2289 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ ثَابِتٍ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ دَاوُدَ عَنْ صَالِحِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ فِيْهِنَّ الْبَرَكَةُ

2287: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: **4836**

2288: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: **3388**' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: **3947**' ورقم الحدیث: **4711**

2289: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الْبَيْعُ إِلَى أَجَلٍ وَّالْمُقَارَضَةُ وَاَخْلَاطُ الْبُرِّ بِالشَّعِيرِ لِلْبَيْتِ لَا لِلْبَيْعِ

◆◆ صالح بن صہیب اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تین چیزوں میں برکت ہے۔ متعین مدت تک کا سودا کرنا (یعنی جس میں متعین مدت کے بعد ادائیگی کرنی ہو) ایک دوسرے کو قرض دینا اور گھریلو استعمال کے لیے، فروخت کرنے کے لیے نہیں، گندم کو جو کے ساتھ ملا دینا۔

مضاربت کی لغوی تعریف کا بیان

لغت کی رو سے مضاربت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنا مال کسی کو اس شرط پر تجارت کی غرض سے دے کہ نفع میں باہمی قرارداد کے مطابق دونوں شریک ہوں گے اور نقصان مال والا (صاحب مال) برداشت کرے گا۔

لفظ مضاربت مادہ ضرب سے نکلا ہے جس کے معنی سفر کے ہیں کیونکہ کاروبار تجارت میں بالعموم سفر کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ'' اور جب تم زمین پر سفر کرو۔

اس کو قراض اور مقارضہ بھی کہتے ہیں یہ لفظ قرض سے مشتق ہے جس کے معنی جدا کرنے کے ہیں۔ (وجہ تسمیہ) یہ ہے کہ مالک اپنے مال کا ایک حصہ الگ کر دیتا ہے تاکہ نفع کے ایک حصہ کے عوض اس سے کاروبار کیا جائے۔

مضاربت کی اصطلاحی تعریف

فقہاء کے نزدیک مضاربت دو فریق کے درمیان اس امر پر مشتمل ایک معاہدہ ہے کہ ایک فریق دوسرے کو اپنے مال پر اختیار دے دے گا کہ وہ نفع میں سے ایک مقررہ حصہ مثلاً نصف یا تہائی وغیرہ کے عوض مخصوص شرائط کے ساتھ اس مال کو تجارت (یا کاروبار) میں لگائے۔

دو یا زائد افراد کے درمیان ایسا معاملہ جس میں ایک فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اور فریق ثانی اس سرمائے سے اس معاہدے کے تحت کاروبار کرتا ہے کہ اسے کاروبار کے منافع میں سے ایک متعین نسبت سے حصہ ملے گا۔

مضاربت کی مختلف صورتوں کا بیان

پہلی صورت: دو افراد معاہدہ مضاربت کریں۔ ایک رب المال اور دوسرا مضارب۔ دوسری صورت: دو سے زیادہ افراد مضاربت کریں اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

(الف) پہلی صورت یہ ہے کہ ایک سے زائد افراد (رب المال) سرمایہ فراہم کریں اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سرمایہ پر محنت کریں۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ سرمایہ ایک فرد (رب المال) فراہم کرے اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سے کاروبار کریں۔

(ج) تیسری صورت یہ ہے کہ سرمایہ چند افراد مل کر فراہم کریں اور محنت ایک فرد کرے۔ نوٹ: مضاربت کی مندرجہ بالا تمام

صورتیں جائز ہیں۔

عقد مضاربت کے حکم کا بیان

مضاربت کا حکم یہ ہے کہ جب مضارب کو مال دیا گیا اُس وقت وہ امین ہے اور جب اُس نے کام شروع کیا اب وہ وکیل ہے اور جب کچھ نفع ہوا تو اب شریک ہے اور رب المال کے حکم کے خلاف کیا تو غاصب ہے اور مضارَبت فاسد ہوگئی تو وہ اَجیر ہے اور اِجارہ بھی فاسد۔ (درمختار)

مضاربت کے بارے میں احادیث

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی وہ مثل قیدی کے ہے لہٰذا اے اللہ کے بندو! اسکے ساتھ مضاربت کرو اسے قرض دو۔ (المبسوط)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مخصوص شرائط کے ساتھ مضاربت کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار پسندیدگی فرمایا۔ (المبسوط)

کلیم بن حزام رضی اللہ عنہ اپنی شرائط کیساتھ مضاربت کرتے تھے۔ (المبسوط)

ابونعیم بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے مال کو مضاربت کے طور پر حاصل کر کے شام میں تجارت کی۔ (المبسوط)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ مضاربت میں برکت ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مضاربت کیا کرتے تھے۔ (الشرکات فی الفقہ الاسلامی)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے پاس لوگوں کو جمع شدہ سرمایہ مضاربت کے طور پر کاروبار کے لئے دیا کرتی تھیں۔ (الشرکات فی الفقہ الاسلامی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی زید بن خلیدہ کے ساتھ مضاربت کی۔ (المبسوط)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے بھی مضاربت کے اصول پر کاروبار کے لئے رقم دی۔ (المبسوط)

آپ یتیموں کا مال مضاربت کے اصول پر کاروبار کے لئے دیتے تھے تا کہ اس میں اضافہ ہو۔ (المبسوط)

مضاربت کے احکام

مضارب کو مال حوالہ کرنے کے بعد اور کاروبار شروع کرنے سے پہلے تک اس مال کی حیثیت امانت کی ہے۔ اور امانت کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اور جب رب المال اس رقم کو واپس مانگے تو اس کی واپسی بھی مضارب کی ذمہ داری ہے۔ مال ضائع ہو جانے کی صورت میں مضارب پر جرمانہ نہیں ہوگا۔

کاروبار شروع ہو جانے کے بعد مضارب کی حیثیت رب المال کے وکیل (نمائندہ) کی ہو جاتی ہے۔

کاروبار میں منافع ہونے کی صورت میں مضارب کی حیثیت مالیاتی معاہدہ کے شریک کی ہو جاتی ہے اور ہر شریک کاروبار کو معینہ اور طے شدہ نسبت سے منافع کی تقسیم کی جائے گی۔

اگر کسی وجہ سے معاہدہ مضاربت منسوخ ہو جائے تو اس صورت میں یہ معاہدہ مضاربت نہیں بلکہ معاہدہ روزگار کی شکل اختیار کرے گا اور مضارب کی حیثیت ملازم کی ہو جائے گی۔ نفع یا نقصان رب المال کا ہوگا جبکہ مضارب کو اسکی اجرت ملے گی۔

اگر مضارب معاہدہ مضاربت کی شروط میں سے کسی شرط کو تسلیم نہ کرے تو اس کی حیثیت غاصب کی ہوگی اور اس پر اصل سرمایہ کی واپسی کی ذمہ داری ہوگی۔

اگر معاہدہ مضاربت کی ایک شرط یہ ہو کر سارا کا سارا منافع مضاربت کو ملے گا تو یہ معاہدہ مضاربت نہیں بلکہ مضارب کی حیثیت مقروض کی ہوگی اور یہ معاملہ قرض کا معاملہ ہوگا۔ نفع ونقصان کی ذمہ داری اس کی اپنی ہوگی۔ اور سرمایہ کے ضیاع کی صورت میں سرمایہ کی رب المال کو واپسی اس کی ذمہ داری ہوگی۔

اگر شرط یہ ہو کہ سارا کا سارا منافع مالک کا ہوگا تو یہ معاملہ عقد البضاعۃ کا ہوگا۔ مضاربہ نہ ہوگا، مضارب ملازم ہو جائے گا۔

مضاربت کے ارکان مضاربت کے دو ارکان ہیں۔ ایجاب قبول

ارکان کے لئے الفاظ کی ضرورت ہے جو جانبین کے معاہدہ مضاربت پر رضامندی کو ظاہر کریں مثلاً ایک فریق کہتا ہے یہ مال (سرمایہ) لو اور اس سے مضاربت یا مقارضہ یا معاملہ کرو۔ یا یہ مال مضاربت کے لئے لو۔ اس پر جو منافع ہوگا وہ ہم نصف نصف یا دو تہائی اور ایک تہائی کے حساب سے تقسیم کریں گے اور جواب میں مضارب کہے کہ میں نے یہ سرمایہ حاصل کیا یا میں اس معاہدہ پر راضی ہوں یا میں نے قبول کیا۔

مضاربت کی شرائط

معاہدہ مضاربت کی درج ذیل شرائط ہیں۔ راس المال (یعنی سرمایہ) نقدی یا زر یا سونے چاندی کی صورت میں ہونا چاہئے۔ باقی مال تجارت (عروض التجارۃ) کے ساتھ مضاربت جائز نہیں ہے۔ نقدی ہونا ضروری ہے کیونکہ مال تجارت کی قیمتوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جس کی وجہ سے قدر سرمایہ اور منافع کی مقدار بھی تبدیل ہو جاتی ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ یہ کپاس یا کپڑا ایک ہزار روپے کا ہے۔ یہ لو اور مضاربت کی بنا پر اس کو بیچو تو معاملہ درست نہیں ہے۔ البتہ اگر مضارب سے کہا جائے کہ یہ مال تجارت لو اور اس سے جو سرمایہ حاصل ہو۔ اسکے ساتھ مضاربت کرو تو حنفی اور حنبلی فقہ کے مطابق جائز ہے جبکہ ایک مکتبہ فکر (حنبلی) کے مطابق مشینری اور اوزاروں کی صورت میں سرمایہ فراہم کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ شکست وریخت کے اخراجات رب المال کے ذمہ ہوں۔

معاہدہ مضاربت کیوقت رأس المال (سرمایہ) معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ کسی قسم کا تنازعہ پیدا نہ ہو سکے۔

معاہدہ مضاربت کے موقع پر رب المال کے پاس سرمایہ کی موجودگی ضروری ہے۔ مضارب پر اگر قرض ہو تو اس کی بنیاد پر معاہدہ مضاربت نہیں ہوسکتا ہے۔ البتہ اگر مضارب کو کسی اور شخص سے قرض وصول کرنے اور اس کے بعد کاروبار شروع کرنے کے لئے کہا جائے۔ اس صورت میں مضارب رب المال کا نمائندہ ہوگا۔

معاہدہ کے وقت سرمایہ مضارب کے حوالے کیا جائے تاکہ وہ اسی پر تصرف کر سکے۔ اگر یہ کہا جائے کہ رب المال مضارب کے ساتھ کاروبار میں حصہ لے گا تو معاہدہ منسوخ ہو جائے گا۔

متوقع منافع میں سے مضارب کا حصہ (شرح یا فیصد) معلوم ہونا چاہئے۔ مثلاً نصف یا تیسرا حصہ وغیرہ۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس سرمایہ سے کاروبار کرو منافع میں سے تمہیں دو ہزار یا (کم وبیش) رقم ملے گی تو مضاربت کا معاملہ منسوخ ہو جائے گا۔ اسی طرح یہ کہنا کہ نصف اور اسکے علاوہ ایک ہزار روپے تو یہ صورت بھی درست نہیں۔

مضارب کا حصہ منافع میں سے طے کیا جائے گا۔ راس المال (سرمایہ) میں سے نہیں۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ نصف مال تمہارا اور منافع میں سے بھی اتنا اور اتنا حصہ یہ درست نہیں۔ اسی طرح یہ شرط بھی درست نہیں کہ مضارب کو نصف یا تیسرا حصہ منافع کے علاوہ ماہانہ تنخواہ بھی ملے گی۔ یہ شرط باطل ہے جبکہ معاہدہ درست ہے۔ مضارب صرف منافع میں سے حصہ کا مالک ہے لیکن اگر شرط یہ ہو کہ مضارب کو رہنے کو مکان یا زراعت کے لئے زمین بھی دی جائے گی تو معاہدہ فاسد ہوگا۔

اگر مضارب کے پاس راب المال کا مال یا مالی ذرائع بطور رہن موجود ہوں اور راب المال نے مضارب سے قرض لے رکھا ہو تو ایسے سرمایہ پر مضارب درست نہیں ہے۔

مضارب کے حقوق وفرائض

مضارب کے لئے ضروری ہے کہ وہ معاہدہ کی تمام شقوں اور شرائط کی پابندی کرے۔ مضارب کی دوسرے شخص کے ساتھ بھی مضاربت کا معاملہ کرسکتا ہے اور یہ کہ اس کو ایسا کرنے سے روک دیا جائے کوئی تیسرا شخص مضارب کی بلا معاوضہ مدد کرسکتا ہے تاکہ وہ کاروبار کو بہتر طور پر چلا سکے۔

اکثر فقہاء کا کہنا ہے کہ رب المال مضارب کے ساتھ کاروبار میں عملی حصہ نہیں لے سکتا کیونکہ اس سے مضارب کے اختیارات محدود ہو جاتے ہیں جبکہ شافعی مکتبہ فکر کے کچھ علماء اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ رب المال مضاربت میں عملی حصہ بھی لے سکتا ہے جب کہ دور جدید کے بڑے پیمانے کے کاروبار جن میں فیصلوں کا اختیار فرد واحد کی بجائے بالعموم ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز کے پاس ہوتا ہے۔ رب المال کا مضاربت کے کاروبار میں عملی شرکت کرنا جائز ہے۔

معاہدہ مضاربت میں ضارب کی طرف سے راس المال (سرمایہ) کی بحفاظت واپسی کی ضمانت دینے سے مضاربت کا معاہدہ منسوخ ہو جاتا ہے۔ البتہ مضارب کی طرف سے پوری ذمہ داری سے کام کرنے کی ضمانت لی جاسکتی ہے۔

مضارب کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کاروباری خرید وفروخت کرسکتا ہے۔ اشیاء وغیرہ کو اپنے قبضے میں رکھ سکتا ہے۔ کسی فرد کے ساتھ رہن (قرض یا ادھار دیتے ہوئے ضمانت کے طور پر کوئی چیز رکھنا) کا معاملہ کرسکتا ہے۔ کسی دوسرے فرد کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرسکتا ہے۔ مگر جب کہ اس کو ایسا کرنے سے روک دیا جائے۔

مضارب کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ راب المال کا سرمایہ کسی دوسرے شخص کو قرض دیدے یا کسی کو مفت دے۔ البتہ رب المال کی اجازت سے قرض دے سکتا ہے۔

مضاربت کے معاہدہ میں رب المال کی مالی ذمہ داری اس کے فراہم کردہ سرمائے کی حد تک محدود ہوتی ہے۔ مگر جبکہ اس نے مضارب کو قرض لینے یا ادھار خریدنے کی اجازت دی ہو۔ مضارب کاروبار میں ادھار فروخت کا اختیار رکھتا ہے۔ مگر جبکہ اس کو صاحب سرمایہ روک دے۔

معاہدہ مضاربت کی مدت کا بیان

مالک سرمایہ یا مضارب دونوں میں سے کوئی ایک فریق یا دونوں معاہدہ کو کسی وقت بھی منسوخ کر سکتے ہیں۔ اگر معاہدہ میں دو سے زائد افراد ہیں تو ان میں معاہدہ برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

مضاربت کا معاہدہ ایک خاص عرصہ وقت کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے اور لامحدود مدت کے لئے بھی، معاہدہ مضاربت کسی ایک فریق کی موت سے ختم ہو جاتا ہے البتہ دو سے زائد افراد کی صورت میں معاہدہ کو باقی فریق جاری رکھ سکتے ہیں۔

معاہدہ مضاربت پہلے سے طے شدہ شرائط پر مسلسل جاری رکھا جاسکتا ہے۔ مثلاً مضاربت کا معاملہ ایک معین عرصہ کے لئے کیا گیا۔ اور جو کام شروع کیا گیا وہ مقررہ مدت سے پہلے ہی ختم ہو گیا اس صورت میں مضاربت سرمایہ کو بقیہ عرصہ کے لئے دوسرے کاروبار میں لگا سکتا ہے۔ البتہ اس صورت میں نفع ونقصان کے حوالے سے کچھ اختلاف رائے ہے۔

نفع ونقصان کے احکام کا بیان

شراکت کے معاملہ میں نقصان کاروبار میں لگائے گئے سرمایہ کے تناسب سے سرمایہ کے مالکوں کو برداشت کرنا ہوتا ہے چونکہ مضاربت میں سرمایہ ایک فریق لگاتا ہے اس لئے نقصان کی ذمہ داری بھی اسی پر ہے یعنی کاروبار میں جو بھی ہوگا وہ رب المال کو پورا کرنا ہوگا، نفع کی تقسیم معاہدہ مضاربت میں طے شدہ نسبتوں سے ہوگی کسی بھی فریق کے لئے کوئی متعین رقم پیشگی طے نہیں کی جاسکتی۔

حنفی فقہ کے مطابق راس المال رب المال کے حوالے کرنے سے پہلے نفع کی تقسیم درست نہیں۔ مسلسل جاری کاروبار میں نقصانات کی تلافی نفع سے کی جاتی رہے گی۔ یہاں تک کہ کاروبار ختم کر کے حساب صاف کر لئے جائیں۔

فریقین کے نفع ونقصان کی مقداروں کا تعین کاروبار ختم ہونے پر ہی کی جائے گی۔ کاروبار میں نفع کے حق دار نفع کے مالک اس وقت قرار پائیں گے جب اصول سرمایہ رب المال کو واپس مل جائے خواہ اپنے سرمایہ پر اس کا قبضہ عملاً ہو یا قانوناً مثلاً اگر ایک فرد کی بنک کے ساتھ مضاربت کا معاہدہ کرے تو اس معاہدے کے اختتام اور نفع کی تقسیم کے لئے یہ کافی ہوگا کہ اصول سرمایہ اس فرد کے کھاتے میں جمع کر دیا جائے یہ قانونی قبضہ ہے۔

نفع سرمایہ میں اضافہ کا باعث ہوگا حقیقی منافع نہ ہونے کی صورت میں مضارب کی محنت کا ازالہ ضروری ہے، کاروبار میں کسی قسم کے اختیارات کا حصول یا مختلف تصرفات اور معاہدات کی اجازت یا کسی قسم کی پابندیاں باہمی رضامندی سے عائد کی جاسکتی ہیں۔

نفع میں جہالت کا سبب بننے والی شرط کا فاسد مضاربہ ہونے کا بیان

ہر ایسی شرط جو نفع میں جہالت کا موجب بنے وہ مضاربت کو فاسد کر دے گی کیونکہ یہ مقصود میں اختلال ہے اور جو شرائط فاسدہ

ایسی نہ ہوں وہ مضاربت کو فاسد نہ کریں گی بلکہ خود باطل ہو جائینگی مثلاً یہ شرط کہ نقصان مضارب پر ہوگا۔

مضاربت مطلقہ میں زمانی ومکانی تعیین نہ ہونے کا بیان

مضاربت کبھی مطلق ہوتی ہے جس میں زمان ومکان اور قسم تجارت کی تعیین نہیں ہوتی روپیہ دے دیا ہے کہ تجارت کرو نفع میں دونوں کی اس طرح شرکت ہوگی اور کبھی مضاربت میں طرح طرح کی قیدیں ہوتی ہیں۔ مضاربت مطلقہ میں مضارب کو ہر قسم کی بیع کا اختیار ہے نقد بھی بیچ سکتا ہے اودھار بھی، مگر ایسا ہی اودھار کر سکتا ہے جو تاجروں میں رائج ہے اسی طرح ہر قسم کی چیز خرید سکتا ہے خرید وفروخت میں دوسرے کو وکیل کر سکتا ہے۔ دریا اور خشکی کا سفر بھی کر سکتا ہے اگرچہ رب المال نے شہر کے اندر اس کو مال دیا ہو۔ ابضاع بھی کر سکتا ہے یعنی دوسرے کو تجارت کے لیے مال دے دے اور نفع اپنے لیے شرط کرے یہ ہو سکتا ہے بلکہ خود رب المال کو بھی بضاعت کے طور پر مال دے سکتا ہے اور اس سے مضاربت فاسد نہیں ہوگی۔ مضارب مال کو کسی کے پاس امانت رکھ سکتا ہے۔ اپنی چیز کسی کے پاس رہن رکھ سکتا ہے دوسرے کی چیز اپنے پاس رہن لے سکتا ہے کسی چیز کو اجارہ پر دے سکتا ہے کرایہ پر لے سکتا ہے۔ مشتری نے ثمن کا کسی پر حوالہ کر دیا مضارب اِس حوالہ کو قبول کر سکتا ہے کیونکہ یہ ساری باتیں تجار کی عادت میں داخل ہیں کبھی یہاں مال بیچتے ہیں کبھی باہر لے جاتے ہیں اور اس کے لیے گاڑی کشتی جانور وغیرہ کو کرایہ پر لینا ہوتا ہے ورنہ مال کس طرح لے جائے گا۔ دوکان پر کام کرنے کے لیے نوکر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے دکان کرایہ پر لینی ہوتی ہے۔ مال رکھنے کے لیے مکان کرایہ پر لینا ہوتا ہے اور اسکی حفاظت کے لیے نوکر رکھنا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں بالکل ظاہر ہیں۔ (درمختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

مضاربت مطلقہ میں بھی مال لے کر سفر اُس وقت کر سکتا ہے جب بظاہر خطرہ نہ ہو اور اگر راستہ خطرناک ہو لوگ اُس راستہ سے ڈر کی وجہ سے نہیں جاتے تو مضارب بھی مال لے کر اُس راستہ سے نہیں جا سکتا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مضاربہ، بیروت)

شرط کے سبب بطلان مضاربت میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن منذر کا کہنا ہے: اہل علم میں سے جس سے بھی ہم نے علم حاصل کیا ہے ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جب مضاربت کے شراکت داروں میں سے کوئی ایک یا دونوں اپنے لیے معلوم دراہم کی شرط رکھیں تو یہ مضاربت باطل ہوگی، اور جس سے ہم نے علم حاصل کیا ہے وہ امام مالک، امام اوزاعی، امام شافعی، اور ابو ثور اور اصحاب الرائے ہیں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ دو معنوں کی بنا پر صحیح نہیں: پہلا یہ کہ: جب وہ معلوم درہم مقرر کریگا تو اس کا احتمال ہے کہ دوسرے شریک کو نفع حاصل نہ ہو، اور سارا نفع وہ خود ہی حاصل کر لے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اسے نفع ہی نہ ہو اور وہ رأس المال سے مقرر کردہ درہم لے لے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بہت زیادہ نفع ہو تو جس نے مقررہ درہم کی شرط رکھی ہے اسے نقصان اٹھانا پڑے۔

اور دوسرا معنی یہ ہے کہ: عامل یعنی کام کرنے والا کا حصہ مقدار میں معلوم ہونا مشکل ہے تو پھر اجزاء میں معلوم ہونا ضروری ہے، اور جب اجزاء ہی معلوم نہ ہوں تو پھر شراکت فاسد ہو جائے گی۔ (المغنی ابن قدامہ (7/146))

بَاب: مَا لِلرَّجُلِ مِنْ مَالِ وَلَدِهٖ

یہ باب ہے کہ آدمی کا اپنی اولاد کے مال میں کتنا حق ہوتا ہے؟

2290 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ زَائِدَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَمَّتِهٖ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَطْيَبَ مَا اَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ وَاِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: تم لوگ جو کچھ کھاتے ہو اس میں سب سے زیادہ پاکیزہ تمہاری اپنی کمائی ہے اور تمہاری اولاد تمہاری کمائی کا حصہ ہے۔

2291 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِىْ مَالًا وَّوَلَدًا وَّاِنَّ اَبِىْ يُرِيْدُ اَنْ يَّجْتَاحَ مَالِىْ فَقَالَ اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرا مال بھی ہے اور اولاد بھی ہے' جبکہ میرے والد میرے مال کو استعمال کرنا چاہتے ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم اور تمہارا مال تمہارے والد کی ملکیت ہے''۔

2292 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وَيَحْيٰى بْنُ حَكِيْمٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا حَجَّاجٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَبِى اجْتَاحَ مَالِىْ فَقَالَ اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ اَطْيَبِ كَسْبِكُمْ فَكُلُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے عرض کی: میرے والد میرا مال استعمال کر چکے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم اور تمہارا مال تمہارے والد کی ملکیت ہے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔

''تمہاری اولاد تمہاری سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی ہے' تم ان کے اموال میں سے کھاؤ''۔

2290 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: **3528**' ورقم الحدیث: **3529**' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث **1358**' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث **4461**' ورقم الحدیث **4462**

2291 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2292 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

شرح

تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے باپ کے لئے ہیں کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم پر اپنے باپ کی خدمت واطاعت واجب ہے اسی طرح تم پر بھی واجب ہے کہ اپنا مال اپنے باپ پر خرچ کرو اور اس کی ضروریات زندگی پوری کرو نیز تمہارے باپ کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ تمہارے مال میں تصرف کرے۔ گویا اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ باپ کا نفقہ بیٹے پر واجب ہوتا ہے اس حدیث کے ضمن میں یہ مسئلہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کے مال میں سے کچھ چرا لے یا اس کی لونڈی سے جماع کر لے تو بسبب شبہ ملکیت اس پر حد شرعی سزا جاری نہیں ہوتی۔ تمہاری اولاد تمہاری سب سے بہتر کمائی ہے کا مطلب یہ ہے کہ انسان محنت ومشقت کر کے جو کچھ کماتا ہے اس میں سب سے حلال اور افضل کمائی اس کی اولاد ہوتی ہے لہٰذا اولاد جو کچھ کمائے وہ باپ کے لئے حلال ہے اور وہ باپ کے حق میں اپنی کمائی کے مثل ہے اولاد کو باپ کی کمائی اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ دراصل اولاد باپ کے ذریعہ اور اس کی سعی وفعل کے نتیجہ میں وجود میں آتی ہے۔

بَاب: مَا لِلْمَرْاَةِ مِنْ مَّالِ زَوْجِهَا

یہ باب ہے کہ عورت کو اپنے شوہر کے مال میں کتنا حق حاصل ہے؟

2293 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّاَبُوْ عُمَرَ الضَّرِيْرُ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ جَآءَتْ هِنْدٌ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ لَّا يُعْطِيْنِیْ مَا يَكْفِيْنِیْ وَوَلَدِیْ اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْ مَّالِهٖ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَقَالَ خُذِیْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' سیدہ ہند رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوسفیان ایک کنجوس آدمی ہے وہ مجھے اتنی ادائیگی نہیں کرتا جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو' تو مجھے اس کی لاعلمی میں اس کے مال میں سے کچھ لینا پڑتا ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اتنا حاصل کر لو جو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے مناسب طور پر کافی ہو۔

شرح

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نفقہ بقدر ضرورت واجب ہے۔ چنانچہ تمام علماء کا اس پر اجماع واتفاق ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں (۱) مرد پر اس کی بیوی اور نابالغ اولاد (جس کی ذاتی ملکیت میں مال نہ ہو) کا نفقہ واجب ہے (۲) نفقہ ضرورت وحاجت کے بقدر واجب ہوتا ہے (۳) فتویٰ دیتے وقت یا کوئی شرعی حق نافذ کرتے وقت اجنبی عورت کا

2293 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: **4453**' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: **5435**

کلام سننا جائز ہے (۴) کسی شخص کے بارے میں ایسی کوئی بات بیان کرنا کہ جس کو اگر وہ سنے تو ناگواری محسوس کرے جائز ہے بشرطیکہ یہ بیان کرنا کہ کوئی مسئلہ پوچھنے یا فتویٰ لینے کی غرض سے ہو (۵) اگر کسی شخص پر کسی دوسرے شخص کا کوئی مالی مطالبہ ہو اور وہ اس کی ادائیگی نہ کرتا ہو تو مطالبہ والے کے لئے جائز ہے کہ وہ اس شخص کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے اپنے مطالبے کے بقدر لے لے (۶) بیوی بھی اپنے شوہر کے مال کے ذریعہ اپنی اولاد پر خرچ کرنے اور ان کی کفالت کرنے کی ذمہ دار ہے (۷) بیوی کو اپنی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنا جائز ہے خواہ شوہر نے اس کی صریحاً اجازت دیدی ہو یا بیوی کو اس کی رضا مندی کا علم ہو (۸) قاضی اور حاکم کو یہ اختیار ہے کہ اگر وہ کسی معاملہ میں مناسب سمجھے تو محض اپنے علم اور اپنی معلومات کی بنیاد پر حکم جاری کر دے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندہ سے گواہ طلب نہیں کئے بلکہ اپنی معلومات کی بنیاد پر حکم دیدیا۔

2294 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ وَقَالَ أَبِي فِي حَدِيثِهِ إِذَا أَطْعَمَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا وَلَهُ مِثْلُهُ بِمَا اكْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کوئی عورت خرچ کرتی ہے ایک راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں جب کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر میں سے کوئی خرابی پیدا کیے بغیر کچھ کھانے کے لیے دیتی ہے' تو اس عورت کو اس کا اجر ملتا ہے اور اس کے شوہر کو اس کی مانند اجر ملتا ہے کیونکہ اس شخص نے کمایا تھا اور عورت کو خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے خزانچی کا بھی حکم اسی کی مانند ہے اور دوسرے لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

شرح

اس حدیث کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ شوہر نے بیوی کو اپنے مال سے صدقہ وخیرات کرنے کی اجازت دے رکھی ہو خواہ اس نے صراحۃً اجازت دی ہو یا دلالۃً۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اہل حجاز کا یہ معمول تھا کہ انہوں نے اپنی مہمان نوازی اور سخاوت کے پیش نظر اپنی بیویوں اور اپنے خدمت گاروں (مثلاً داروغہ مطبخ وغیرہ) کو یہ اجازت دے رکھی تھی کہ وہ مہمانوں کی بھرپور ضیافت کریں اور فقراء ومساکین نیز پڑوس کے لوگوں کو کھانا وغیرہ کھلا دیا کریں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ارشاد گرامی کے ذریعے اپنی امت کو ترغیب دلائی کہ یہ نیک اور اچھی عادت اختیار کریں۔

2295 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنِي شُرَحْبِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيُّ قَالَ

2294 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث **1425**' ورقم الحدیث **1437**' ورقم الحدیث: **1439**' ورقم الحدیث **1440**' ورقم لحدیث **2065**' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث **2361**' ورقم الحدیث: **2362**' ورقم الحدیث **2363**' ورقم الحدیث **3364**' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم حدیث **1685**' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث **672**

2295 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث **670**

سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُنْفِقُ الْمَرْاَةُ مِنْ بَيْتِهَا شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الطَّعَامَ قَالَ ذٰلِكَ مِنْ اَفْضَلِ اَمْوَالِنَا

◆◆ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''عورت اپنے گھر میں سے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے''۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اناج بھی نہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تو ہمارا سب سے افضل مال ہے۔

بَاب: مَا لِلْعَبْدِ اَنْ يُّعْطِيَ وَيَتَصَدَّقَ

یہ باب ہے کہ غلام کو کچھ دینے یا صدقہ کرنے کا کتنا حق ہے؟

2296- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح و حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُسْلِمٍ الْمُلَائِيِّ سَمِعَ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجِيْبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوْكِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غلام کی دعوت بھی قبول کر لیتے تھے۔

2297- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى اٰبِي اللَّحْمِ قَالَ كَانَ مَوْلَايَ يُعْطِيْنِي الشَّيْءَ فَاُطْعِمُ مِنْهُ فَمَنَعَنِيْ اَوْ قَالَ فَضَرَبَنِيْ فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ سَاَلَهُ فَقُلْتُ لَا اَنْتَهِيْ اَوْ لَا اَدَعُهُ فَقَالَ الْاَجْرُ بَيْنَكُمَا

◆◆ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ جو ابولحم کے غلام تھے وہ بیان کرتے ہیں: میرے آقا مجھے کچھ کھانے کے لیے دیتے تھے تو میں اس میں سے دوسرے کو بھی کھانے کے لیے دیتا تھا تو انہوں نے مجھے اس سے روکا۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) انہوں نے مجھے مارا میں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) انہوں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا: میں اس سے باز نہیں آؤں گا یا میں اسے نہیں چھوڑوں گا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم دونوں کو اجر ملے گا۔

شرح

حضرت ابواللحم رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عمیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے آقا کے حکم کے مطابق گوشت (کو سکھانے کے لئے اس) کے پارچے بنا رہا تھا کہ میرے پاس ایک مسکین وفقیر آیا میں نے اسے اس میں سے کھانے کے لئے دے دیا۔ جب میرے آقا کو اس کا علم ہوا تو اس نے مجھے مارا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ

2296۔ اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1017 اخرجہ ابن ماجہ فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4178

2297 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2365 اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2536

صلی اللہ علیہ وسلم سے پورا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے آقا کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تم نے اسے کیوں مارا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ میرے کھانے میں سے بغیر میری اجازت کے دے دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (اگر تم صدقہ کرنے کا حکم دے دیتے یا اس کے صدقہ کرنے سے تم راضی وخوش ہوتے تو) تم دونوں ثواب کے حق دار ہوتے۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عمیر نے کہا کہ میں ایک شخص کا غلام تھا چنانچہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں اپنے مالک کے مال میں کچھ (یعنی قلیل وکمتر درجہ کی چیز جس کے خرچ کرنے کی عام طور پر اجازت ہوتی ہے) بطور صدق خرچ کر سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اور اس کا ثواب تم دونوں کو آدھا آدھا ملے گا۔ (مسلم، مشکوۃ المصابیح جلد دوم، رقم الحدیث 453)

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر کی شکایت پر ان کے آقا ابواللحم سے جو کچھ کہا یا عمیر کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ مالک کے مال میں غلام وملازم کو مطلقا تصرف کا حق حاصل ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف اس بات پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا کہ غلام وملازم کو کسی ایسی بات پر مارا جائے جسے مالک تو غلطی یا اپنا نقصان تصور کرتا ہے مگر حقیقت میں وہ مالک کے حق میں غلطی یا نقصان نہیں ہے بلکہ اس کے اس میں بہتری دبھلائی ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابواللحم رضی اللہ عنہ کو ترغیب دلائی کہ ان کے غلام نے ان کے حق میں چونکہ بہتر اور نیک کام ہی کیا ہے۔ اس لئے اس سے درگزر کریں اور ثواب کو غنیمت جانیں جو ان کا مال خرچ ہونے کی وجہ سے انہیں ملا ہے۔ گویا یہ ابواللحم کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی اور تعلیم تھی نہ کہ عمیر کے فعل کی تقریر یعنی عمیر کے فعل کو آپ نے جائز قرار نہیں دیا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو دیانت دار مسلمان داروغہ (یعنی ملازم جیسے خزانچی وغیرہ) وہ چیز کہ جسے دینے کا مالک نے حکم کیا ہو بغیر کسی نقصان کے خوش دلی کے ساتھ اس شخص کو دے کہ جس کے لئے مالک نے حکم دیا ہے تو وہ صدقہ کرنے والے دو اشخاص میں سے ایک ہے۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث 449)

اپنے آقا ومالک کے مال میں سے صدقہ وخیرات دینے والے ملازم کے لئے اس حدیث میں چار شرطیں مذکور ہوئی ہیں۔ (۱) صدقہ وخیرات کے لئے مالک کا حکم ہونا (۲) مالک نے جتنا مال صدقہ میں دینے کا حکم دیا ہو وہ بغیر کسی کمی کے پورا دینا (۳) خوش دلی کے ساتھ دینا۔ اس شرط کا اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ مالک جو مال صدقہ میں دینے کا حکم دیتا ہے بعض ملازم اسے خوش دلی کے ساتھ نہیں دیتے (۴) مالک نے جس شخص کو مال دینے کا حکم دیا ہے اسی کو دینا اس کے علاوہ کسی دوسرے فقیر ومسکین کو نہ دینا۔ لفظ متصدقین (صدقہ دینے والے دو اشخاص) تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے یعنی ایک تو مالک کہ جس کا مال صدقہ میں دیا گیا اور دوسرا ملازم جس کے ذریعے صدقہ دیا گیا اس طرح ملازم ان دونوں میں ایک ہوا۔

بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ جو ملازم مسلمان اور امانت دار ہو کہ اس کا مالک صدقہ میں جو کچھ دینے کا حکم کرتا ہو وہ پورا پورا اور خوش دلی کے ساتھ دیتا ہو، نیز صدقہ کا مال اسی شخص کو دیتا ہو جس کو دینے کے لئے مالک نے حکم دیا ہو تو اس ملازم کو بھی اس کے

مالک کے ثواب کی مانند ثواب ملتا ہے۔

بَاب: مَنْ مَرَّ عَلٰى مَاشِيَةِ قَوْمٍ اَوْ حَائِطٍ هَلْ يُصِيبُ مِنْهُ

یہ باب ہے کہ جو شخص کسی کے جانور یا باغ کے پاس سے گزرے:

کیا وہ اس میں سے کچھ حاصل کرسکتا ہے؟

2298- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ جَعْفَرِ بْنِ اَبِىْ اِيَاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبَّادَ بْنَ شُرَحْبِيْلَ رَجُلًا مِّنْ بَنِىْ غُبَرَ قَالَ اَصَابَنَا عَامُ مَخْمَصَةٍ فَاَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَاَتَيْتُ حَائِطًا مِّنْ حِيْطَانِهَا فَاَخَذْتُ سُنْبُلًا فَفَرَكْتُهُ وَاَكَلْتُهُ وَجَعَلْتُهُ فِىْ كِسَائِىْ فَجَآءَ صَاحِبُ الْحَائِطِ فَضَرَبَنِىْ وَاَخَذَ ثَوْبِىْ فَاَتَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ لِلرَّجُلِ مَا اَطْعَمْتَهُ اِذْ كَانَ جَائِعًا اَوْ سَاغِبًا وَّلَا عَلَّمْتَهُ اِذْ كَانَ جَاهِلًا فَاَمَرَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ اِلَيْهِ ثَوْبَهُ وَاَمَرَ لَهُ بِوَسْقٍ مِّنْ طَعَامٍ اَوْ نِصْفِ وَسْقٍ

◄► حضرت عباد بن شرحبیل رضی اللہ عنہ جو بنو غبر سے تعلق رکھتے ہیں اور (صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہمیں خشک سالی نے آلیا میں مدینہ منورہ آیا وہاں میں ایک باغ میں پہنچا میں نے اس میں سے بالیاں لیں انہیں صاف کیا اور انہیں کھالیا اور کچھ اپنی چادر میں بھی رکھ لیں اس دوران باغ کا مالک بھی آگیا اس نے میری پٹائی کی اور مجھ سے چادر بھی لے لی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا جب یہ شخص بھوکا تھا' تو تم نے اسے کھانے کے لیے کیوں نہیں دیا اور اگر یہ شخص ناواقف تھا' تو تم نے اسے بتایا کیوں نہیں؟

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا تو اس نے ان کا کپڑا واپس کردیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں حکم دیا' انہیں اناج کا ایک وسق (راوی کو شک ہے یہ الفاظ ہیں) نصف وسق دیا جائے۔

2299- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَيَعْقُوْبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِى الْحَكَمِ الْغِفَارِىَّ قَالَ حَدَّثَتْنِىْ جَدَّتِىْ عَنْ عَمِّ اَبِيْهَا رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِىِّ قَالَ كُنْتُ وَاَنَا غُلَامٌ اَرْمِىْ نَخْلَنَا اَوْ قَالَ نَخْلَ الْاَنْصَارِ فَاُتِىَ بِىَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا غُلَامُ وَقَالَ ابْنُ كَاسِبٍ فَقَالَ يَا بُنَىَّ لِمَ تَرْمِى النَّخْلَ قَالَ قُلْتُ اٰكُلُ قَالَ فَلَا تَرْمِ النَّخْلَ وَكُلْ مِمَّا يَسْقُطُ فِىْ اَسَافِلِهَا قَالَ ثُمَّ مَسَحَ رَاْسِىْ وَقَالَ اللّٰهُمَّ اَشْبِعْ بَطْنَهُ

2298 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 2620' ورقم الحدیث:2621' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 5424

2299 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث:2622' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 1288

⇔ حضرت رافع بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے کھجوروں کے درخت (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) انصار کے کھجوروں کے درخت کو پتھر مار رہا تھا میں اس وقت کم سن لڑکا تھا' تو مجھے (پکڑ کر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے (ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں) اے میرے بیٹے! تم کھجور کے درخت پر پتھر کیوں مار رہے؟ تھے راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: تا کہ میں اسے کھالوں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کھجور کے درخت پر پتھر نہ مارو' جو کھجوریں نیچے گری ہوئی ہوتی ہیں انہیں کھالیا کرو' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر دست مبارک پھیرا اور میرے لیے دعا کی۔
''اے اللہ! تو اس کے پیٹ کو سیر کر دے۔''

2300- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ اَبِىْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتَيْتَ عَلٰى رَاعٍ فَنَادِهٖ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَاِنْ اَجَابَكَ وَاِلَّا فَاشْرَبْ فِىْ غَيْرِ اَنْ تُفْسِدَ وَاِذَا اَتَيْتَ عَلٰى حَائِطِ بُسْتَانٍ فَنَادِ صَاحِبَ الْبُسْتَانِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَاِنْ اَجَابَكَ وَاِلَّا فَكُلْ فِىْ اَنْ لَّا تُفْسِدَ

⇔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' جب تم کسی چرواہے کے پاس جاؤ' تو اسے تین مرتبہ بلند آواز میں پکارو' اگر وہ تمہاری بات مان لے' تو ٹھیک ہے ورنہ تم کوئی فساد کیے بغیر اس کے جانور کا دودھ پی لو اور جب تم کسی باغ کے پاس آؤ' تو اس باغ کے مالک کو تین مرتبہ آواز دو' اگر وہ تمہاری بات کا جواب دے' تو ٹھیک ہے ورنہ تم اس میں سے کھالو' تاہم اس میں کوئی خرابی نہ کرنا۔

2301- حَدَّثَنَا هَدِيَّةُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ وَاَيُّوْبُ بْنُ حَسَّانَ الْوَاسِطِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ سَلَمَةَ قَالُوْا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَّ اَحَدُكُمْ بِحَائِطٍ فَلْيَاْكُلْ وَلَا يَتَّخِذْ خُبْنَةً

⇔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جب کوئی شخص کسی باغ کے پاس سے گزرے تو اس میں سے کچھ کھالے' لیکن اپنے کپڑے میں اسے نہ رکھے۔''

بَاب: النَّهْيِ اَنْ يُّصِيْبَ مِنْهَا شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ صَاحِبِهَا

یہ باب اس بات کی ممانعت میں ہے کہ آدمی کسی کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز استعمال کرے

2302- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنْبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ

2300 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2301 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1287

2302 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 4487

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَامَ فَقَالَ لَا يَحْتَلِبَنَّ اَحَدُكُمْ مَاشِيَةَ رَجُلٍ بِغَيْرِ اِذْنِهِ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تُؤْتٰى مَشْرُبَتُهُ فَيُكْسَرَ بَابُ خِزَانَتِهِ فَيُنْتَثَلَ طَعَامُهُ فَاِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَوَاشِيهِمْ اَطْعِمَاتِهِمْ فَلَا يَحْتَلِبَنَّ اَحَدُكُمْ مَاشِيَةَ امْرِئٍ بِغَيْرِ اِذْنِهِ

◄◄ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی شخص کسی دوسرے شخص کے جانور کو اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے کیا کوئی شخص یہ بات پسند کرے گا' کوئی شخص اس کے گودام میں آئے اور اس کے خزانے کے دروازے کو توڑ دیا جائے اور اس کے اناج کو لوٹ لیا جائے؟

لوگوں کے جانوروں کے تھنوں میں ان کی خوراک کو محفوظ کیا گیا ہے اس لیے تم میں سے کوئی بھی' کسی شخص کے جانور کا دودھ اس شخص کی اجازت کے بغیر ہرگز نہ دوہے۔

2303 - حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ بِشْرِ بْنِ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ سَلِيْطِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الطُّهَوِيِّ عَنْ ذُهَيْلِ ابْنِ عَوْفِ بْنِ شَمَّاخٍ الطُّهَوِيِّ حَدَّثَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ اِذْ رَاَيْنَا اِبِلًا مَصْرُوْرَةً بِعِضَاهِ الشَّجَرِ فَثُبْنَا اِلَيْهَا فَنَادَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعْنَا اِلَيْهِ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاِبِلَ لِاَهْلِ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ هُوَ قُوْتُهُمْ وَيُمْنُهُمْ بَعْدَ اللّٰهِ اَيَسُرُّكُمْ لَوْ رَجَعْتُمْ اِلٰى مَزَاوِدِكُمْ فَوَجَدْتُمْ مَا فِيْهَا قَدْ ذُهِبَ بِهِ اَتَرَوْنَ ذٰلِكَ عَدْلًا قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّ هٰذَا كَذٰلِكَ قُلْنَا اَفَرَاَيْتَ اِنِ احْتَجْنَا اِلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ فَقَالَ كُلْ وَلَا تَحْمِلْ وَاشْرَبْ وَلَا تَحْمِلْ

◄◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے اور ہم نے کچھ اونٹنیاں دیکھیں جن کے تھنوں پر کپڑا بندھا ہوا تھا' جو ایک درخت کے پاس تھیں' ہم ان کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلند آواز میں پکارا تو ہم واپس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہ اونٹ ایک مسلمان گھرانے کی ملکیت ہیں' یہ ان کی خوراک ہیں' اور اللہ تعالیٰ کے بعد یہی ان کا آسرا ہیں' کیا تمہیں یہ بات پسند آئے گی کہ جب تم اپنے سامان سفر کے پاس واپس جاؤ' تو تم اسے ایسی حالت میں پاؤ کہ اس میں سے کچھ نکال لیا گیا ہو' کیا تم اسے عدل شمار کرو گے؟''۔

لوگوں نے عرض کی: ''جی نہیں'' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ بھی اسی طرح ہے''۔

ہم نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خیال ہے' اگر ہمیں کچھ کھانے یا پینے کی شدید ضرورت ہو؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرما

''تم کھا لو لیکن اٹھا کر نہ لے جاؤ' پی لو لیکن اٹھا کر نہ لے جاؤ''۔

بَاب: اتِّخَاذِ الْمَاشِيَةِ

یہ باب جانور رکھنے کے بیان میں ہے

بکریوں کو پالنے میں برکت ہونے کا بیان

2304- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا اتَّخِذِىْ غَنَمًا فَاِنَّ فِيهَا بَرَكَةً

◈◈ سیدہ اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا۔ "تم بکریاں رکھ لو کیونکہ ان میں برکت ہوتی ہے"۔

2305- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيسَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ يَرْفَعُهُ قَالَ الْاِبِلُ عِزٌّ لِاَهْلِهَا وَالْغَنَمُ بَرَكَةٌ وَالْخَيْرُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِي الْخَيْلِ اِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

◈◈ حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث کے طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "اونٹ اپنے مالک کے لیے شان وشوکت کا باعث ہوتے ہیں' بکریاں برکت کا باعث ہوتی ہیں' اور گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت کے دن تک کے لیے بھلائی رکھ دی گئی ہے"۔

2306- حَدَّثَنَا عِصْمَةُ بْنُ الْفَضْلِ النَّيْسَابُورِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ فِرَاسٍ اَبُوْهُرَيْرَةَ الصَّيْرَفِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا زَرْبِيٌّ اِمَامُ مَسْجِدِ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّاةُ مِنْ دَوَابِّ الْجَنَّةِ

◈◈ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "بکری' جنت کے جانوروں میں سے ہے"۔

شرح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک موقع پر) ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مقام مرالظہر ان میں تھے (جو مکہ کے قریب ایک جگہ ہے) اور پیلو کے پکے پکے پھل جمع کر رہے تھے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کا جو پھل سیاہ ہو، وہ لے لو) کیونکہ وہ اچھا ہوتا ہے اور فائدہ بھی پہنچاتا ہے" ہم نے عرض کیا (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی

2304: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2305: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: **2850**' ورقم الحدیث: **2852**' ورقم الحدیث: **3119**' ورقم الحدیث: **3642**' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: **4826**' ورقم الحدیث: **4827**' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: **1694**' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: **3576**' ورقم الحدیث: **3577**' ورقم الحدیث: **3578**' ورقم الحدیث: **3579**

2306: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں! اور کونسا نبی ہے جس نے بکریاں نہیں چرائی ہیں۔"

(بخاری و مسلم، مشکوۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث 122)

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی ہیں "اس سوال کا مطلب یہ تھا کہ پیلو کے پھل چونکہ ان لوگوں کی خاص خوراک و غذا ہے جو جنگل میں بود و باش رکھتے ہیں، یا بکریاں چرایا کرتے ہیں اور اسی اعتبار سے وہی لوگ اس پھل کے اچھے برے کی تمیز رکھتے ہیں اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ اور کون سا نبی ہے جس نے بکریاں نہیں چرائی ہیں "اس ارشاد کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے نبوت کا منصب کبھی بھی دنیا داروں، بادشاہوں اور متکبر و مغرور لوگوں کے طبقہ کو عطا نہیں فرمایا بلکہ دین و دنیا کے اس سب سے بڑے منصب کی ذمہ داری ہمیشہ ان لوگوں کے سپرد کی گئی جو بکریاں چراتے تھے، مفلس و نادار ہوتے تھے اور انتہائی تواضع وانکساری کے ساتھ دست کاری و کاریگری کا پیشہ اختیار کئے ہوتے تھے۔

چنانچہ منقول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام خیاطی کا کام کرتے تھے، حضرت زکریا علیہ السلام نجاری کرتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اجرت پر، حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرایا کرتے تھے اور اس میں حق تعالیٰ کی مصلحت وحکمت یہ ہوتی تھی کہ طبقہ انسانی کے ان برگزیدہ ترین لوگوں کی پرورش و نمو حلال رزق کے ذریعہ ہو جو عام طور پر سخت محنت و مشقت ہی کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے عمل صالح کے زیادہ سے زیادہ مواقع میسر ہوں اور وہ زیادہ زیادہ نیک کام کریں اور خاص طور پر بکریاں چرانے میں ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ لوگوں سے یکسوئی اور حق تعالیٰ جل شانہ کے ساتھ خلوت کا موقع حاصل ہوتا نیز رعایا پروری کے طور طریقے اور کمزور و نادار لوگوں کے ساتھ شفقت و نرمی کا برتاؤ رکھنے کا سبق ملتا تھا۔

چنانچہ ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ (ایک دن) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ "موسیٰ (علیہ السلام) جانتے ہو ہم نے تمہیں نبوت کا منصب اعظم کیوں عطا کیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا "پروردگار! تو ہی جانتا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اس دن کو یاد کرو۔ جب تم وادی الایمن میں بکریاں چرا رہے تھے اور ایک بکری بھاگ کھڑی ہوئی تھی تم اس کے پیچھے دوڑے جس کی وجہ سے تمہیں بہت زیادہ تکلیف و مشقت برداشت کرنا پڑی، پھر جب تم نے اس بکری کو جالیا تو تم نے نہ اس بکری کو مارا اور نہ اس پر غیظ و غضب کا اظہار کیا بلکہ اس کے ساتھ شفقت نرمی کا برتاؤ کیا پھر اور اس کو مخاطب کر کے کہا کہ اوہ بچاری! تو نے اپنے آپ کو بھی تکلیف و مصیبت میں مبتلا کیا اور مجھے بھی کلفت و تعب میں ڈالا۔ جب ہم نے اس حیوان کے تئیں تمہاری یہ شفقت و رحم پروری دیکھی تو ہم پر ہماری رحمت متوجہ ہوئی کہ تمہیں نبوت سے سرفراز کیا اور اپنا برگزیدہ بندہ قرار دیا۔

2307- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عُرْوَةَ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَغْنِيَاءَ بِاتِّخَاذِ الْغَنَمِ وَأَمَرَ الْفُقَرَاءَ

2307: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بِاتِّخَاذِ الدَّجَاجِ وَقَالَ عِنْدَ اتِّخَاذِ الْاَغْنِيَاءِ الدَّجَاجَ يَاْذَنُ اللّٰهُ بِهَلَاكِ الْقُرٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشحال لوگوں کو بکریاں رکھنے کا حکم دیا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غریب لوگوں کو مرغیاں رکھنے کا حکم دیا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''اگر خوشحال لوگ مرغیاں پال لیں' تو اللہ تعالیٰ بستیوں کو ہلاک کرنے کی اجازت دیدیتا ہے''۔

شرح سنن ابن ماجہ جلد سوئم کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد اللہ! آج بہ روز ہفتہ رجب المرجب بہ مطابق ۹ مئی ۲۰۱۵ء کو شرح سنن ابن ماجہ کی تیسری جلد مکمل ہوگئی ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت پر استقامت عطاء فرمائے۔ اللہ تعالیٰ تا حیات مجھے عقائد حقہ کو سمجھنے اور ان کا پرچار کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ اور میں اس موقع پر خاص طور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہوں۔

اے اللہ! جو کچھ تو نے مجھ کو سکھایا ہے اس سے مجھے فائدہ عطاء فرما اور مجھے مزید علم عطا فرما۔ ہر حال میں تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور میں دوزخیوں کے حال سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ قرب قیامت ظاہر ہونے والے تمام فتنوں سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ دنیا میں منافقین کے شر وفساد اور خوارج کی قتل وغارت سے پناہ طلب کرتا ہوں یا اللہ امت مسلمہ کو ان فتنوں سے محفوظ فرما۔ اور اس کتاب میرے لئے آخرت کا توشہ بنادے۔ آمین۔

محمد لیاقت علی رضوی حنفی بن محمد صادق